

# اسلامی کتب خانے



تالیف: مولانا محمد عبدالحلیم چشتی پنی ایچ ڈی



**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi  
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ  
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ





# اسلامی کتب خانے

محرم محقق و اقبال جمہوری زید لطفہ کے زمانہ

یہ تحریر عمل میں آئی ہے

محرر عبدالحکیم چشتی

۳۱/۹/۲۵ء

تالیف:

مولانا محمد عبدالحکیم چشتی اپنی ایچ ڈی ۲۴/۱۰/۱۹۰۰ء

دارالعلوم مدینہ منورہ  
لاہور  
محافظ مآدنی



ناشران و تاجران کتب

اردو بازار لاہور

## الفیصل



136820

ISBN 969-503-128-5

جنوری 2000

محمد فیصل نے

زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

قیمت = 650/



عہدِ عباسی (۷۴۹ء / ۱۳۳ھ - ۱۳۵۸ء / ۶۵۶ھ) میں حکم

اقراء کے ثقافتی جلووں کے مظاہر، کتب خانوں کا قیام، انفرادی و عوامی،

فنی و خصوصی، ادارہ جاتی و عوامی اور علمی کتب خانوں کا تذکرہ، کتاب

سازی، درجہ بندی و ہمسنقی، کیٹلاگ سازی، کتابیات اور ہیئت

انتظامیہ سے اس مقالہ میں بحث کی گئی ہے۔ یہ مقالہ ان مباحث سے

متعلق قیمتی و نادر تاریخی و تحقیقی معلومات کا جامع ہے۔

تالیف:

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی پی ایچ ڈی







## اسلامی کتب خانے

کتب خانے ذہنی طاقت کا سرچشمہ اور تہذیبی و ثقافتی ورثہ کی بنیاد ہیں۔ اسلامی کتب خانوں کی عالمگیر تحریک، تحریک حکم اقرء کا فیضان ہے۔ اس کا کامل ظہور عہد عباسی میں ہوا۔ چنانچہ اس مقالہ میں عہد عباسی میں کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کے اسباب، ان کی شناخت کے رہنما اصول، فروغ علم اور کتب خانوں کے ارتقاء، عباسی خلفاء اور ان سے الحاق رکھنے والے اور ہم سری کرنے والے فرمانرواؤں کے کتب خانوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ انفرادی و عمومی اور فنی و خصوصی کتب خانوں، ادارہ جاتی، عوامی اور علمی کتب خانوں، کتاب سازی کی تاریخ، ترتیب علوم اور کلاسیک سائنسوں کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ کیٹلاگ سازی، کتابیات اور ہیئت انتظامیہ سے بحث کی گئی ہے۔

یہ مقالہ اسلامی کتب خانوں کے اہم مباحث کا جامع ہے، محقق نے اس مقالے میں مختلف زبانوں کے رسائل کے علاوہ چھ سو سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا اور تین ہزار سے زیادہ اس میں حوالے مذکور ہیں جو اس مقالے کی علمی و تحقیقی حیثیت کے شاہد عدل ہیں۔

یہ مقالہ ”قرآن“ کی دینی و کتابی تہذیب کا آئینہ دار و اسلامی کتب خانوں کی ایک علمی و تاریخی دستاویز ہے اردو ادب ہی میں نہیں اسلامی ادب کے بے کراں ذخیرے میں ہمیشہ بہا اضافہ اور اپنے موضوع پر تحقیق نتائج و نادر معلومات و گرانقدر تحقیقات کا مرقع ہے۔

لابریری سائنس کے طلبہ و محققین نیز اسلامی تہذیب و ثقافت اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے نہایت مفید و نادر علمی تحفہ ہے۔







## انتساب

یہ تحقیق مقالہ والد ماجد محمد عبدالرحیم خاطر المتوفی ۱۳۷۲ء کے نام معنون کرتا ہوں، جو جے پور (راجستھان) کے نامور خوشنویس تھے۔ یہاں موصوف نے چھاپہ خانہ ”رحیمی پریس“ قائم کیا، اردو میں کتابیں چھاپیں، مجھے علم کے راستہ پر ڈالا اور میں اس لائق ہو سکا کہ برصغیر پاک کی جامعات میں سب سے پہلے جامعہ کراچی کے شعبہ علم و کتب خانہ سے اسلامی کتب خانے کے موضوع پر تحقیقی مقالہ نگاری کا فتح باب کر سکا۔

فلله الحمد اولاً و آخراً







# فہرست

	انتساب	
49	پیش لفظ	
52	اظہار تشکر	
55	طباعت و تصحیح کا مرحلہ	
	باب اول	
	(تمہید و تعارف)	
59		
60	تمہید (۱)	
60	(الف) کتب خانے عہد تمدن کی یادگار	
69	(ب) ذہنی طاقت کا سرچشمہ	
72	(ج) کتب خانہ ایک تہذیبی و ثقافتی ورثہ کی اساس	
74	(د) حکم اقرء و قیدو العلمہ والعلم بالکتاب کے ثقافتی جلوے اور عہد عباسی میں عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات	
99	(ه) عہد عباسی میں کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کے اسباب	
111	(و) عہد عباسی میں کتب خانوں کی نشاندہی کے اسباب	
112	(ز) عہد عباسی میں کتب خانوں کی شناخت کے رہنما اصول	
131	(ح) عہد عباسی میں عوامی، شاہی و انفرادی کتب خانوں کے ذخائر کی کیفیت و کیت	
147	تعارف (۲)	
147	(الف) مقصد مطالعہ	
150	(ب) انتخاب موضوع	
152	(ج) سابقہ مطالعہ اور ماخذوں کا سرسری جائزہ	
171	(د) وسعت اور طریق کار	
174	فہرست ماخذ	

## (فروع علم اور کتب خانوں کا ارتقاء)

203		
207	فروع علم	(۱)
208	علم کی اہمیت	(۲)
211	کتب خانہ کے عناصر اربعہ (علم، کتابت، کتاب، قرأت)	(۳)
211	(الف) علم	
211	مفہوم علم	(۱)
212	فضیلت علم	(۲)
212	تحصیل علم	(۳)
213	کتابت علم	(۴)
213	ابلاغ علم	(۵)
213	کتمان علم کی سزا	(۶)
216	(ب) کتابت	
219	(ج) کتاب	
224	(د) قرأت	
229	کتب خانوں کا ارتقاء	(۴)
229	فروع کتب اور کتب خانوں میں انبیاء علیہم السلام کی سرگرمیاں	(۵)
234	(الف) انوار نبوت کی تابانی کا ثمرہ	
234	(ب) شرق اوسط کے انبیاء و کتب سے قرآن کا اعتناء	
236	(ج) کتب و کتب خانہ ”بیان“ کا مرہون منت	
238	(د) گلی کتب خانہ	
238	بجیل، بجیل اور بجین کے معنی	
240	انبیاء علیہم السلام کے کتب خانے	(۶)
240	(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کتب خانہ	
240	(ب) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کتب خانہ	
241	(ج) حضرت داؤد علیہ السلام کا کتب خانہ	
242	(د) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کتب خانہ	



244	(۵) معلم کتاب و حکمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کتب خانہ
245	(۷) قیام کتب خانہ کے عوامل و محرکات
245	(الف) تحصیل علم ہر انسان کا بنیادی حق
246	(ب) علم عبادت و فضیلت
246	(ج) علم میراث انبیاء
246	(د) گھر میں کتاب رکھنا نبی کو مہمان رکھنا
247	(۵) علمی امانت کی پاسداری و ادائیگی
247	(۸) تحفظ کتب
247	(۹) فروغ علم و کتاب
248	(۱۰) ابلاغ علم
249	(۱۱) فراوانی علم
249	(۱۲) وقف
250	(۱۳) صدقہ جاریہ
250	(۱۴) وصیت
250	(۱۵) عاریت
252	(۱۶) ہبہ
252	(۱۷) ہدیہ
252	(۱۸) جود و سخا
253	(۱۹) ایثار کے معنی دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دینا
253	(۲۰) احسان
254	(۲۱) تعاون
255	(۲۲) مثالی انسان بننا
255	(۲۳) انفاق
256	(۲۴) بخل
256	(۲۵) اکتناز و تکاثر
257	(۲۶) کتمان علم
260	فہرست ماخذ

## (عہد عباسی میں خلفاء کے کتب خانے)

- 271
- 275 (1) عہد عباسی میں تعلیمی و ثقافتی سرگرمیاں
- 279 (2) خلفاء بغداد کے کتب خانے
- 282 (الف) خلیفہ منصور کا کتب خانہ
- 282 (ب) خلیفہ مہدی کا کتب خانہ
- 283 (ج) خلیفہ ہارون الرشید کا کتب خانہ
- 285 (د) خلیفہ مامون کا کتب خانہ
- 288 خزانہ المامون
- 289 بیت الحکمتہ کا سال تاسیس
- 291 بیت الحکمتہ کے شعبے
- 292 شناخت کتب کی علامت کا آغاز
- 293 بیت الحکمتہ کا کیتلاگ
- 293 انواع موضوعات کے ذخائر
- 294 بیت الحکمتہ کی علمی خدمات
- 294 فنی اصطلاحات سازی کا آغاز
- 294 اختراعات و ایجادات
- 295 (ہ) المتوکل کا کتب خانہ
- 296 (۲.۶) المہدی باللہ کا کتب خانہ
- 296 (۲.۷) المعتضد باللہ کا کتب خانہ
- 297 (۲.۸) خلیفہ المکتفی باللہ کا کتب خانہ
- 298 (۲.۹) خلیفہ المقتدر باللہ کا کتب خانہ
- 298 (۲.۱۰) خلیفہ الراضی باللہ کا کتب خانہ
- 300 (۲.۱۱) خلیفہ قائم بامر اللہ کا کتب خانہ
- 300 (۲.۱۲) خلیفہ المقتدی بامر اللہ کا کتب خانہ
- 301 (۲.۱۳) خلیفہ المستنجد باللہ کا کتب خانہ



- 301 (۲.۱۴) خلیفہ المستفی باللہ کا کتب خانہ
- 301 (۲.۱۵) خلیفہ الناصر الدین اللہ کا کتب خانہ
- 303 (۲.۱۶) خلیفہ المستمر باللہ کا کتب خانہ
- 304 (۲.۱۷) خلیفہ مستعصم باللہ کا کتب خانہ
- 309 (۳) خلفاء بغداد سے الحاق رکھنے والے فرمانرواؤں کے کتب خانے
- 309 (۳.۱) طاہریہ (۳۰۵-۲۵۹ھ / ۸۲۰-۶۸۵۲ء) کا کتب خانہ
- 310 (۲.۳) شاہان شیمہ صفاریہ (۲۵۳-۳۹۳ھ / ۸۶۸-۶۱۰۰۲ء) کے کتب خانے
- 310 یعقوب صفار
- 311 خلف سنجری
- 312 (۳.۳) شاہان سامانیہ کا کتب خانہ
- 313 (۳.۴) شاہان طولونیہ کا کتب خانہ
- 314 (۳.۵) شاہان حسویہ کے کتب خانے
- 314 (۳.۶) شاہان دیلمی کے کتب خانے
- 315 (۳۸) حبشی بن معز الدولہ احمد بن بویہ بویہ کا کتب خانہ
- 315 (۳۹) عزالدولہ ابوالمنصور بختیار بن معز الدولہ احمد بویہ کا کتب خانہ
- 315 (۴۰) عضد الدولہ ابوشجاع فنا خسرو ابن الحسن ابن بویہ دیلمی کا کتب خانہ
- 315 (۴۱) مجد الدولہ ابوطالب رستم بن فخر الدولہ ابن بویہ کا کتب خانہ
- 316 (۴۲) (۳.۷) بنی کاکویہ کا کتب خانہ
- 316 (۴۳) (۳.۸) بنو مزید، فرمانروایان تکریت و حلہ کا کتب خانہ
- 316 (۴۴) (۳.۹) شاہان خوارزم کے کتب خانے
- 318 (۴۵) (۳.۱۰) شاہان غزنویہ کے کتب خانے
- 318 (۴۶) محمود بن بکتگین کا کتب خانہ
- 319 (۴۷) مسعود بن محمود کا کتب خانہ
- 320 (۴۸) (۳.۱۱) شاہان کبیر سلجوقی کے کتب خانے
- 321 (۴۹) (۳.۱۲) شاہان نیم روز بھستان کا کتب خانہ
- 321 (۵۰) (۳.۱۳) شاہان آل نہاوند جبال کا کتب خانہ
- 321 (۵۱) (۳.۱۴) شاہان زیدیہ یمن کا کتب خانہ

322	(۵۲) شاہان مار دین کا کتب خانہ (۳.۱۵)
322	(۵۳) شاہ جزرہ کا کتب خانہ (۳.۱۶)
323	(۵۴) سلاطین ایوبیہ کے کتب خانے (۳.۱۷)
323	(۵۵) الملک الظاہر ابو منصور غازی کا کتب خانہ
323	(۵۶) الملک المنصور ناصر الدین ابو المعالی کا کتب خانہ
323	الملک المعظم شرف الدین عیسیٰ کا کتب خانہ
324	الملک الناصر داؤد بن عیسیٰ کا کتب خانہ
324	الملک الناصر صلاح الدین یوسف کا کتب خانہ
326	(۳.۱۸) شاہان اغالہ کا کتب خانہ
326	(۳.۱۹) بیت الحکمت
326	موضوعات
327	بیت الحکمہ کے ذخیرے میں اضافے
328	(۳.۲۰) خلفاء بغداد سے ہمسری کرنے والے خلفاء کے کتب خانے
328	(۳.۲۱) فاطمین مصر کے کتب خانے
328	المعز الدین اللہ ابو تمیم معد کا کتب خانہ
328	کتب خانہ مارستان
329	العزیز باللہ ابو منصور نزار کا کتب خانہ
330	الحاکم بامر اللہ ابو علی منصور کا کتب خانہ
330	ذخیرہ کتب
332	(۳.۲۲) بنو حمدان حلب کا کتب خانہ
333	(۲.۲۳) بنو عمار فرمانروایان طرابلس شام کے کتب خانے
333	امیر الدولہ ابوطالب عبداللہ کا کتب خانہ
333	جلالت الملک ابوالحسن علی کا کتب خانہ
335	(۳.۲۴) اموی خلفاء اندلس کے کتب خانے
335	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن بن الحکم کا کتب خانہ
336	عبداللہ بن عبدالرحمان کا کتب خانہ
336	المستمر باللہ ابوالعاصی کا کتب خانہ
340	فہرست ماخذ



- 359 (انفرادی و عمومی اور فنی و خصوصی کتب خانے)
- 363 انفرادی و عمومی کتب خانے
- 365 (۱) وزیروں کے کتب خانے
- 365 (۱.۱) یحییٰ برمکی کا خزانہ الکتب
- 366 (۱.۲) فتح بن خاقان کا کتب خانہ
- 366 (۱.۳) قاسم بن عبداللہ حارثی کا کتب خانہ
- 366 (۱.۴) محمد بن عبدالملک الزیات کا کتب خانہ
- 367 (۱.۵) یحییٰ بن اسکثم مروزی کا کتب خانہ
- 367 (۱.۶) اسماعیل بن عباد طالقانی المعروف بصاحب ابن عباد کا کتب خانہ
- 370 (۱.۷) محمد بن الحسین قتی المعروف بکاتب ابن العمید کا کتب خانہ
- 370 (۱.۸) بوالفرح یعقوب بن یوسف بغدادی ثم مصری المعروف بابن کلس کا کتب خانہ
- 370 (۱.۹) ابوالقاسم احمد جمالی کا کتب خانہ
- 371 (۱.۱۰) احمد بن عبدالرحیم بیسانی مصری المعروف بالقاضی الاشرف کا کتب خانہ
- 372 (۱.۱۱) کمال الدین بن ابی سعید دمشقی کا کتب خانہ
- 372 (۱.۱۲) جمال الدین بن ابراہیم شیبانی قفطی کا کتب خانہ
- 373 (۱.۱۳) ابوطالب محمد بن علی اعظمی بغدادی کا کتب خانہ
- 374 (۲) عمال کے کتب خانے
- 374 (۲.۱) اسحاق بن علی ہاشمی عباسی کا کتب خانہ
- 375 (۲.۲) ابو عبداللہ ہارون بن جعفر عباسی کا کتب خانہ
- 375 (۲.۳) علاؤ الدین بن عطا جوینی کا کتب خانہ
- 375 (۳) حکام کے کتب خانے
- 375 (۳.۱) تاج الدین بن حسین بغدادی کا کتب خانہ
- 376 (۳.۲) ابوالحسن علی بن رشید حروی ضنبلی کا کتب خانہ

- 376 (۳.۳) ابو احمد حسن امبرک نیشاپوری کا کتب خانہ
- 376 (۳.۴) خوارزم شاہ کا کتب خانہ
- 376 (۳.۵) ابو شجاع محمد بن حسین کا کتب خانہ
- 377 (۴) دربانوں کے کتب خانوں
- 377 (۴.۱) ابو الحسین عبدالعزیز کا کتب خانہ
- 377 (۴.۲) محمد بن نصر حاجب کا کتب خانہ
- 378 (۵) موچی، رنگریز اور عطاروں (سے شہرت رکھنے والوں) کے کتب خانے
- 378 (۵.۱) ابو مخلد عطاء بن مسلم جلی المعروف جال الخفاف کا کتب خانہ
- 378 (۵.۲) ابو نصر محمود بن فضل بن محمود اصفہانی ثم بغدادی کا کتب خانہ
- 378 (۵.۳) ابو عبداللہ محمد بن مخلد دوری بغدادی کا کتب خانہ
- 378 (۵.۴) ابو الفضل نصر بن محمد بن احمد طوسی عطار کا کتب خانہ
- 379 (۶) وراقوں کے کتب خانے
- 379 (۶.۱) ابو اسحاق ابراہیم بن سعید نعمانی کا کتب خانہ
- 379 (۶.۲) ابو بکر محمد بن احمد بابن الخافہ کا کتب خانہ
- 379 (۶.۳) ابو بکر احمد بن الحسین بابن الخفاف الوراق کا کتب خانہ
- 380 (۷) خوش نویسوں کے کتب خانے
- 380 (۷.۱) ابو بشر شعیب بن ابی حمزہ حمصی کا کتب خانہ
- 380 (۷.۲) ابو الیسر ابراہیم بن احمد شیبانی کا کتب خانہ
- 380 (۷.۳) ابو علی حسن بن عبداللہ مصری کا کتب خانہ
- 381 (۸) خازنوں کے کتب خانے
- 381 (۸.۱) عبدالسلام بن الحسین لغوی کا کتب خانہ
- 381 (۸.۲) ابو الفضل اسعد بن احمد شیبانی کا کتب خانہ
- 382 (۹) فنکاروں کے کتب خانے
- 382 (۹.۱) ابو محمد اسحاق بن ابراہیم موصلی کا کتب خانہ
- 382 (۹.۲) ابو بکر محمد بن یحییٰ شطرنجی کا کتب خانہ
- 384 (۱۰) تاجروں کے کتب خانے
- 384 (۱۰.۱) ابو بکر احمد بن محمد بن فضل جراح خزاز کا کتب خانہ

136820



- 384 (۱۰.۲) ابو منصور عبدالحسن بن محمد شیخی بغدادی کاتب خانہ
- 384 (۱۰.۳) ابواللیث نصر بن حسن بن قاسم شاشی کاتب خانہ
- 385 (۱۰.۴) ابوالحسن سعد الخیر بلنسی اندلسی کاتب خانہ
- 385 (۱۰.۵) تقی الدین ابو محمد عبدالعزیز بزاز کاتب خانہ
- 386 (۱۱) دولت مندوں کے کتب خانے
- 386 (۱۱.۱) ابواسحاق ابراہیم حربی بغدادی کاتب خانہ
- 387 (۱۱.۲) ابوالوفاء بن سلمہ ہمدانی کاتب خانہ
- 387 (۱۱.۳) ابو جعفر محمد بن یعقوب خرجی کاتب خانہ
- 388 (۱۱.۴) ابو جعفر ہارون بن محمد ضببی کاتب خانہ
- 388 (۱۱.۵) ابوالحسین محمد بن محمد حنی علوی بغدادی کاتب خانہ
- 389 (۱۲) غرباء کے کتب خانے
- 389 (۱۲.۱) محمد بن حسین شیعہ کاتب خانہ
- 391 (۱۲.۲) ابوالحسن علی بن ابوبکر ہروی موصلی کاتب خانہ
- 391 (۱۲.۳) ابوبکر معین الدین ابن نقطہ کاتب خانہ
- 395 (فنی و خصوصی کتب خانے)
- 395 (۱) قراء کے کتب خانے
- 395 (۱.۱) ابو عمرو بن العلاء تمیمی مازنی بصری کاتب خانہ
- 396 (۱.۲) ابوبکر محمد بن الحسن النقاش کاتب خانہ
- 396 (۱.۳) ابوالعلاء حسن بن احمد ہمدانی عطار ضبلی کاتب خانہ
- 396 (۱.۴) تاج الدین ابوالیسین زید بن الحسن کندی بغدادی ثم دمشقی حنفی کاتب خانہ
- 398 (۲) مفسرین کے کتب خانے
- 398 (۱) ابوبکر محمد بن القاسم انباری کاتب خانہ
- 398 (۲) ابویوسف عبدالسلام بن محمد المعروف بابن بندار کاتب خانہ
- 399 (۳) ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی کاتب خانہ
- 400 (ج) محدثین کے کتب خانے
- 401 (۱) ابو عبداللہ سفیان بن سعید مسروق ثوری کوفی کاتب خانہ
- 402 (۲) ابو جعفر احمد بن مہدی اصفہانی کاتب خانہ

- 402 (۳) ابو اسامہ حماد بن اسامہ مولیٰ بن ہاشم کوفی کا کتب خانہ
- 402 (۴) ابو محمد روح بن عبادہ قمی بصری کا کتب خانہ
- 402 (۵) ابو خیشمہ زہیر بن حرب شہاد نسائی کا کتب خانہ
- 403 (۶) ابو زرعد عبید اللہ بن عبدالکریم رازی کا کتب خانہ
- 404 (۷) ابوالحسن علی بن عبداللہ جعفر مولیٰ سعدی بصری ابن المدینی کا کتب خانہ
- 404 (۸) ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل مولیٰ جعفی بخاری کا کتب خانہ
- 405 (۹) ابو عبداللہ محمد بن ایوب بجلی رازی ابن الضریسی کا کتب خانہ
- 406 (۱۰) ابو عبداللہ محمد بن سخر جرجانی ثم قطابی مصری کا کتب خانہ
- 406 (۱۱) ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ مولیٰ زہلی نیشاپوری کا کتب خانہ
- 407 (۱۲) ابوالحسن مسلم بن الحجاج قشیری نیشاپوری کا کتب خانہ
- 407 (۱۳) ابو زکریا یحییٰ بن معین مری بغدادی کا کتب خانہ
- 408 (۱۴) ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید مولیٰ بنی ہاشم ہمدانی کوفی زیدی کا کتب خانہ
- 408 (۱۵) ابوالعباس احمد بن منصور ثابت شیرازی کا کتب خانہ
- 408 (۱۶) ابوالقاسم سلیمان بن احمد عجمی شامی طبرانی کا کتب خانہ (۹۱)
- 409 (۱۷) ابو محمد عبداللہ بن محمد قرشی مطلبی نیشاپوری المعروف ابن شرویح کا کتب خانہ (۹۲)
- 409 (۱۸) ابو حفص عمر بن احمد ابن شاہین کا کتب خانہ (۹۳)
- 409 (۱۹) ابوالعباس محمد بن اسحاق سراج کا کتب خانہ (۹۴)
- 410 (۲۰) ابو عبداللہ بن اسحاق المعروف بن منہ کا کتب خانہ (۹۵)
- 410 (۲۱) ابوالحسن محمد بن العباس بغدادی ابن الفرات کا کتب خانہ (۹۶)
- 411 (۲۲) ابو عبداللہ محمد المسیب اسفنجی کا کتب خانہ (۹۷)
- 411 (۲۳) ابو عثمان سعید بن محمد نجیری نیشاپوری کا کتب خانہ (۹۸)
- 412 (۲۴) ابو زر عبد بن احمد باین السماک کا کتب خانہ (۹۹)
- 412 (۲۵) ابو محمد عبدالصمد بن احمد سلیمی رازی المعروف بابت طاہر نیشاپوری کا کتب خانہ (۱۰۰)
- 413 (۲۶) شیخ الاسلام ابو محمد عطیہ قفصی اندلسی کا کتب خانہ (۱۰۱)

- 413 (۱۰۲) عماد الدین (صدر الدین) احمد بن سلفی اصفہانی اسکندری شافعی کاتب خانہ
- 413 (۱۰۳) ابواسحاق مولیٰ خولانی مصری کاتب خانہ
- 413 (۱۰۴) ابو مسعود ضببی رازی کاتب خانہ
- 413 (۱۰۵) ابوالفضل عباس بحرانی مصری کاتب خانہ
- 414 (۱۰۶) ابو بکر عبداللہ طرخانی کاتب خانہ
- 414 (۱۰۷) ابوالحسن علی صہیب واسطی بغدادی کاتب خانہ
- 414 (۱۰۸) ابو کریب ہمدانی ثم کوفی کاتب خانہ
- 414 (۱۰۹) ابواللیث نصر بن سیار سمرقندی کاتب خانہ
- 414 (۱۱۰) ابو بکر احمد بن ابراہیم بزاز کاتب خانہ
- 414 (۱۱۱) ابوالحسن احمد بن عمیر بابن جو صاء کاتب خانہ
- 414 (۱۱۲) ابوالحسن احمد بن موسیٰ نجار کاتب خانہ
- 414 (۱۱۳) ابواحمد بکر بن محمد خمسنی بخاری کاتب خانہ
- 414 (۱۱۴) ابو محمد جعفر نیشاپوری کاتب خانہ
- 414 (۱۱۵) ابو عبداللہ حسین بن احمد بصیری بغدادی کاتب خانہ
- 414 (۱۱۶) ابو علی حسین بن محمد زہری کاتب خانہ
- 414 (۱۱۷) عبید اللہ بن اسحاق ابن منندہ کاتب خانہ
- 414 (۱۱۸) ابو عمرو عثمان بن احمد بغدادی کاتب خانہ
- 4 (۱۱۹) ابو عوانہ یعقوب اسفراہینی کاتب خانہ
- 4 (۱۲۰) ابو محمد حسن بن احمد سمرقندی کاتب خانہ
- 4 (۱۲۱) ابو علی حسن بن عبداللہ شاشی کاتب خانہ
- 4 (۱۲۲) ابوالقاسم حمزہ جرجانی کاتب خانہ
- 414 (۱۲۳) ابو محمد عبدالعزیز بن محمد نخشی کاتب خانہ
- 414 (۱۲۴) ابو محمد عبداللہ بن عطار ہروی کاتب خانہ
- 414 (۱۲۵) ابو حازم عمر بن احمد اعرج کاتب خانہ
- 415 (۱۲۶) ابو مسلم عمر بن علی بخاری کاتب خانہ
- 415 (۱۲۷) ابو الفتح محمد بن احمد ابن سملویہ کاتب خانہ



415	(۱۲۸)	(۵۳)	ابوالفتح حمد بن احمد الغوارس کاتب خانہ
415	(۱۲۹)	(۵۴)	منصور بن عبدالملک تمیمی کاتب خانہ
415	(۱۳۰)	(۵۵)	ابوالقاسم تمیم ازجی کاتب خانہ
415	(۱۳۱)	(۵۶)	ابوالقاسم زاہد بن طاہر شروطی مستملی کاتب خانہ
415	(۱۳۲)	(۵۷)	ابوالبرکات عبدالوہاب انماطی حنبلی کاتب خانہ
415	(۱۳۳)	(۵۸)	ابونصر احمد بن عمر غازی کاتب خانہ
415	(۱۳۴)	(۵۹)	ابوالحسن مبارک بن عبدالجبار صیرفی کاتب خانہ
415	(۱۳۵)	(۶۰)	تاج الاسلام ابوبکر محمد بن منصور مروزی کاتب خانہ
415	(۱۳۶)	(۶۱)	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد بلخی کاتب خانہ
415	(۱۳۷)	(۶۲)	سیف الدین ابوالعباس احمد بن عیسیٰ الصالحی حنبلی کاتب خانہ
415	(۱۳۸)	(۶۳)	ابوالمعالی احمد بن یحییٰ بغدادی کاتب خانہ
415	(۱۳۹)	(۶۴)	جمال الدین عبداللہ بن عبدالغنی حنبلی کاتب خانہ
415	(۱۴۰)	(۶۵)	رشد ابوالحسن علی بن محمد تبریزی کاتب خانہ
415	(۱۴۱)	(۶۶)	محمد بن داؤد صاری کاتب خانہ
415	(۱۴۲)	(۶۷)	شرف الدین محمد بن عروہ موصلی دمشقی کاتب خانہ
416	(۱۴۳)	(۶)	محدثہ خواتین کے کتب خانے
416	(۱۴۴)	(۱)	فاطمہ بنت عبدالرحمن بن ابی صالح الحمرانی کاتب خانہ
416	(۱۴۵)	(۲)	شہدہ بنت احمد الابیڑی بغدادی کاتب خانہ
417	(۱۴۶)	(۵)	فقہاء کے کتب خانے
417	(۱۴۷)	(۱)	امام مالک بن انس اصبحی حمیری کاتب خانہ
417	(۱۴۸)	(۲)	الامام الاعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کاتب خانہ
418	(۱۴۹)	(۳)	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی واکلی بغدادی کاتب خانہ
419	(۱۵۰)	(۴)	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم ابن راہویہ کاتب خانہ
419	(۱۵۱)	(۵)	ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس شافعی کاتب خانہ
419	(۱۵۲)	(۶)	محمد بن اسحاق ابن خزیمہ سلمیٰ نیشاپوری شافعی کاتب خانہ
420	(۱۵۳)	(۷)	ابوجعفر محمد بن جریر طبری کاتب خانہ
421	(۱۵۴)	(۸)	ابوبکر احمد بن محمد برقانی کاتب خانہ

- 421 (۱۵۵) (۹) ضیاء الدین ابو شجاع . سطامی بلخی کاتب خانہ
- 421 (۱۵۶) (۱۰) ابو حفص احمد بن حفص بخاری کاتب خانہ
- 421 (۱۵۷) (۱۱) ابو یعقوب اسحاق بن منصور وراق کاتب خانہ
- 422 (۱۵۸) (۱۲) ابو محمد سلیمان بن عبد اللہ زغندانی کاتب خانہ
- 422 (۱۵۹) (۱۳) ابو عبد اللہ محمد بن نصر سمرقندی کاتب خانہ
- 422 (۱۶۰) (۱۴) زید بن الحسن قالیچی یمنی کاتب خانہ
- 422 (۱۶۱) (۱۵) ابو عبد اللہ محمد بن الحسین زاغولی شافعی کاتب خانہ
- 422 (۱۶۲) (۱۶) تاج الدین ابو عبد اللہ محمد بہتہ اللہ مصری شافعی کاتب خانہ
- 422 (۱۶۳) (۱۷) عزالدین ابوالفتح محمد بن عبدالغنی مقدسی حنبلی کاتب خانہ
- 422 (۱۶۴) (۱۸) شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ مرسی مالکی کاتب خانہ
- 423 (۱۶۵) (۱۹) قضاة کے کتب خانے
- 423 (۱۶۶) (۱) ابو عبد اللہ محمد بن عمر مدنی واقدی کاتب خانہ
- 424 (۱۶۷) (۲) ابو احمد محمد بن الحاکم الکبیر کاتب خانہ
- 424 (۱۶۸) (۳) ابو عمر محمد بن یوسف ازدی بغدادی کاتب خانہ
- 424 (۱۶۹) (۴) ابو الولید عبد اللہ بن محمد ابن الغرضی کاتب خانہ
- 425 (۱۷۰) (۵) ابو منصور محمد بن عبد الجبار تمیمی مروزی حنفی کاتب خانہ
- 425 (۱۷۱) (۶) ابو بکر احمد بن عمرو ابی عاصم شیبانی کاتب خانہ
- 426 (۱۷۲) (۷) ابو الحسن علی بن مسرقرشی کاتب خانہ
- 426 (۱۷۳) (۸) ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق بغدادی مالکی کاتب خانہ
- 426 (۱۷۴) (۹) ابو علی حسن ابن زیاد کوفی کاتب خانہ
- 426 (۱۷۵) (۱۰) ابو الحسن نصر بن شمیل مازنی مروزی کاتب خانہ
- 426 (۱۷۶) (۱۱) ابو العباس احمد بن عمر بن سرتج بغدادی کاتب خانہ
- 426 (۱۷۷) (۱۲) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ طہمانی شافعی کاتب خانہ
- 426 (۱۷۸) (۱۳) ابو انصرح محمد بن عبید اللہ ابو البقاء کاتب خانہ
- 426 (۱۷۹) (۱۴) ابو عبد اللہ محمد بن علی دامغانی حنفی کاتب خانہ
- 427 (۱۸۰) (۱۵) متکلمین کے کتب خانے
- 427 (۱۸۱) (۱) رکن الدین ابو المعالی امام الحرمین کاتب خانہ

- 427 (۱۸۲) (۲) ابو حیان علی بن محمد توحیدی کا کتب خانہ
- 428 (۱۸۳) (۳) ابو عبد الرحمن علی بن الحسن مروزی کا کتب خانہ
- 428 (۱۸۴) (۴) ابو سعد اسماعیلی معتزلی کا کتب خانہ
- 428 (۱۸۵) (۵) ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی نجفی شیعہ کا کتب خانہ
- 428 (۱۸۶) (۶) ابو بکر محمد بن الحسن بن خورک انصاری شافعی کا کتب خانہ
- 429 (۱۸۷) (ح) صوفیہ کے کتب خانے
- 429 (۱۸۸) (۱) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ صفار کا کتب خانہ
- 430 (۱۸۹) (۲) ابو سعد اجیر بن محمد ہروی مالینی کا کتب خانہ
- 430 (۱۹۰) (۳) شیخ الاسلام ابو عثمان اسماعیل بن عبد الرحمن صابونی کا کتب خانہ
- 430 (۱۹۱) (۴) ابو عبد الرحمن محمد بن الحسن سلمی نیشاپوری کا کتب خانہ
- 431 (۱۹۲) (۵) ابو عبد الرحمن بن عبد اللہ کا کتب خانہ
- 431 (۱۹۳) (۶) ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی کا کتب خانہ
- 431 (۱۹۴) (۷) ابو مسعود احمد بن عبد رازی بجلی کا کتب خانہ
- 431 (۱۹۵) (۸) ابو محمد فضل بن محمد صاعدی فراوتی کا کتب خانہ
- 431 (۱۹۶) (۹) ابو عبد اللہ اسعد بن احمد نسوی کا کتب خانہ
- 431 (۱۹۷) (۱۰) ابو حفص بن عبد الحمید ایبوری کا کتب خانہ
- 431 (۱۹۸) (۱۱) عزالدین ابو العباس بن ابراہیم واسطی کا کتب خانہ
- 431 (۱۹۹) (۱۲) ابو بکر عبد الرزاق بن عبد القادر بغدادی حنبلی کا کتب خانہ
- 431 (۲۰۰) (۱۳) جمال الدین ابو غانم محمد بن ہبہ اللہ کا کتب خانہ
- 432 (۲۰۱) (ط) نحویوں کے کتب خانے
- 432 (۲۰۲) (۱) ابو العباس احمد بن یحییٰ شیبانی ثعلب کا کتب خانہ
- 433 (۲۰۳) (۲) ابو موسیٰ سلیمان بن محمد حامض کا کتب خانہ
- 433 (۲۰۴) (۳) ابو الحسن علی بن محمد ابن الکوفی کا کتب خانہ
- 434 (۲۰۵) (۴) ناصح الدین ابو محمد سعید بن المبارک ابن الدھان کا کتب خانہ
- 434 (۲۰۶) (۵) ابراہیم بن محمد بن سعدان نحوی کا کتب خانہ
- 434 (۲۰۷) (۶) ابو زکریا یحییٰ بن زیاد دیملی کا کتب خانہ
- 435 (۲۰۸) (ی) ائمہ لغت کے کتب خانے



- 435 (۲۰۹) (۱) ابو نصر احمد بن حاتم باہلی کا کتب خانہ
- 435 (۲۱۰) (۲) ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان جشمی کا کتب خانہ
- 436 (۲۱۱) (۳) ابوالحسن علی بن احمد بن علی ایزدیحی کا کتب خانہ
- 436 (۲۱۲) (۴) ابو عبدالرحمن خلیل ازدی بصری کا کتب خانہ
- 436 (۲۱۳) (۵) ابوسعید حسن سکری کا کتب خانہ
- 436 (۲۱۴) (۶) ابو عمرو شمر بن حمدویہ ہروی کا کتب خانہ
- 436 (۲۱۵) (۷) ابو عبدالرحمن نیشاپوری کا کتب خانہ
- 436 (۲۱۶) (۸) ابوالیشم رازی کا کتب خانہ
- 436 (۲۱۷) (۹) ابو عمرو اسحاق بن مرار شیبانی کا کتب خانہ
- 436 (۲۱۸) (۱۰) ابو علی حسن بن احمد فاری فسوی کا کتب خانہ
- 436 (۲۱۹) (۱۱) ابوالحسن علی بن احمد دریدی کا کتب خانہ
- 436 (۲۲۰) (۱۲) ابوالحسن علی بن عبید اللہ سمسانی کا کتب خانہ
- (ک) ادیبوں کے کتب خانے
- 437 (۲۲۱) (۱) ابو عثمان عمرو بن بحر معقزی جاظ کا کتب خانہ
- 438 (۲۲۲) (۲) محمد زیاد سندی ابن الاعربی کا کتب خانہ
- 438 (۲۲۳) (۳) امیر ابوالفضل عبید اللہ بن احمد میکالی کا کتب خانہ
- 440 (۲۲۴) (۴) ابوالعباس احمد ابن الضرات کا کتب خانہ
- 440 (۲۲۵) (۵) ابوسعید عبد الملک بن قریب باہلی کا کتب خانہ
- 440 (۲۲۶) (۶) ابو عبیدہ معمر بن المثنی خارجی کا کتب خانہ
- 440 (۲۲۷) (۷) ابوسعید وھب بن ابراہیم کا کتب خانہ
- 440 (۲۲۸) (۸) ابوالحسن احمد بن عبید اللہ ابن قزاعہ کا کتب خانہ
- 440 (۲۲۹) (۹) ابوالحسن علی بن المغیرہ اثرم کا کتب خانہ
- 440 (۲۳۰) (۱۰) ابو عمران موسیٰ بن عبد اللہ فنجندی کا کتب خانہ
- 440 (۲۳۱) (۱۱) ابو غالب محمد بن احمد ابن خالہ کا کتب خانہ
- 440 (۲۳۲) (۱۲) ابوالحسن علی بن عبد اللہ انطاکی کا کتب خانہ
- 440 (۲۳۳) (۱۳) حجتہ الدین ابو جعفر محمد صقلی نحوی کا کتب خانہ
- 440 (۲۳۴) (۱۴) ابو نزار ربیعہ بن حسن ذماری کا کتب خانہ

- 441 (۲۳۵) (ل) شاعروں کے کتب خانے
- 441 (۲۳۶) (۱) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ابن ابوالعتاہیہ کا کتب خانہ
- 441 (۲۳۷) (۲) ابو عبادہ الولید بن عبید اللہ البحتری کا کتب خانہ
- 441 (۲۳۸) (۳) ابوالطیب احمد بن حسین شیعہ کا کتب خانہ
- 442 (۲۳۹) (۴) فخر الدین مبارک شاہ بن حسین مرو روزی کا کتب خانہ
- 442 (۲۴۰) (۵) عضد الدین ابوالفوارس مرصف کنانی کلبی کا کتب خانہ
- 443 (۲۴۱) (۶) رشید الدین محمد بن عبد الجلیل الوطواط کا کتب خانہ
- 443 (۲۴۲) (۷) ابوغانم معروف قصری مہلبی کا کتب خانہ
- 443 (۲۴۳) (۸) ابوالعباس احمد بن جعفر ومیشی کا کتب خانہ
- 444 (۲۴۴) (م) مورخین کے کتب خانے
- 444 (۲۴۵) (۱) ابوالحسن علی بن محمد بصری مدائنی ثم بغدادی کا کتب خانہ
- 444 (۲۴۶) (۲) ابو عبد اللہ عمر بن سعد بن منبج زہری کا کتب خانہ
- 445 (۲۴۷) (۳) ابو عبید اللہ محمد بن عمران مرزیابی کا کتب خانہ
- 446 (۲۴۸) (۴) ابو عبد اللہ محمد بن علی صوری بغدادی کا کتب خانہ
- 446 (۲۴۹) (۵) ابوالحارث اسد بن حمدویہ نسفی کا کتب خانہ
- 446 (۲۵۰) (۶) ابوالقاسم سعید بقال اصفہانی کا کتب خانہ
- 446 (۲۵۱) (۷) ابوالفضل علی بن الحسین ابن الفلکی کا کتب خانہ
- 446 (۲۵۲) (۸) ابو عبد اللہ محمد بن سعید دیشی کا کتب خانہ
- 447 (۲۵۳) (ن) ماہرین انساب کے کتب خانے
- 447 (۲۵۴) (۱) الامیر سعد الملک ابوبصر علی بن بہتہ اللہ ابن ماکولا کا کتب خانہ
- 447 (۲۵۵) (۲) یحییٰ بن الدین ابوالقاسم قسم بن طلحہ ابن الاتقی کا کتب خانہ
- 447 (۲۵۶) (۳) ابو عبد اللہ زبیر بن بکار قرشی کا کتب خانہ
- 449 (۲۵۷) (س) فلاسفہ کے کتب خانے
- 449 (۲۵۸) (۱) ابراہیم بن عبد اللہ نصرانی کا کتب خانہ
- 449 (۲۵۹) (۲) ابو یوسف یعقوب بن اسحاق کندی کا کتب خانہ
- 450 (۲۶۰) (۳) ابوبکر قومی فلسفی کا کتب خانہ
- 450 (۲۶۱) (۴) ابو عبید عبد الواحد بن محمد جوزجانی کا کتب خانہ

- 450 (۲۶۲) (۵) رکن الدین ابو منصور عبداسلام بغدادی کاتب خانہ
- 451 (۲۶۳) (ع) مہندسوں کے کتب خانے
- 451 (۲۶۴) (۱) احمد بن موسیٰ، حسن بن موسیٰ اور محمد بن موسیٰ کاتب خانہ
- 451 (۲۶۵) (۲) ابو محمد حسن بن موسیٰ بغدادی شیعہ نو بختی کاتب خانہ
- 452 (۲۶۶) (۳) علی بن احمد عمرانی موصلی کاتب خانہ
- 452 (۲۶۷) (۴) ابوریحان محمد بن احمد بیرونی خوارزمی کاتب خانہ
- 453 (۲۶۸) (۵) عین الزمان ابوعلی حسن بن علی مرو روذی المعروف بالقطان کاتب خانہ
- 453 (۲۶۹) (۶) امیر محمود الدولہ ابو الوفاء مبشر بن فانک امری کاتب خانہ
- 454 (۲۷۰) (ف) اطباء کے کتب خانے
- 454 (۲۷۱) (۱) ابوزید حسنین بن اسحاق عبادی نصرانی کاتب خانہ
- 455 (۲۷۲) (۲) ابوبکر محمد بن زکریا رازی کاتب خانہ
- 455 (۲۷۳) (۳) ابوکثیر افرائیم بن الحسن بن اسحاق اسرائیلی کاتب خانہ
- 456 (۲۷۴) (۴) موفق الدین بن اسعد بن مطران کاتب خانہ
- 456 (۲۷۵) (۵) نصر بن محمد بن المنظر کاتب خانہ
- 457 (۲۷۶) (۶) ہادوس بغدادی کاتب خانہ
- 357 (۲۷۷) (۷) ابن الواسطی کاتب خانہ
- 457 (۲۷۸) (۸) مجد الدین ابو الفضل بہتہ اللہ کاتب خانہ
- 457 (۲۷۹) (۹) اوحید الدین عمران بن صدقہ دمشقی کاتب خانہ
- 457 (۲۸۰) (۱۰) ابونصر سعید بن ابی الخیر کاتب خانہ
- 457 (۲۸۱) (۱۱) ابوالخیر مسیحی ابن العطاء کاتب خانہ
- 461 فرست ماخذ

## باب پنجم

- 495 (ادارہ جاتی عوامی اور علمی کتب خانے)
- 499 (۲) (الف) عوامی کتب خانے
- 507 (۳) (۱) اوقاف کے کتب خانے



508	(۲) دور اموی میں عوامی کتب خانے	(۳)
509	(الف) عمد عباسی میں عوامی کتب خانے	(۵)
509	(۱) موصل میں دارالعلم (کتب خانہ)	(۶)
510	(۲) بصرہ اور رامہرمز میں دارالکتب	(۷)
511	(۳) بغداد میں دارالعلم	(۸)
513	(۴) ہمدان میں دارالکتب	(۹)
513	(۵) رے کا عوامی کتب خانہ	(۱۰)
514	(۶) بغداد میں دارالکتب	(۱۱)
515	(۷) بصرہ میں دارالکتب	(۱۲)
515	(۸) اصفہان میں دارالکتب	(۱۳)
515	(۹) بغداد میں ابن القصاب کا دارالعلم (کتب خانہ)	(۱۴)
516	(۱۰) بغداد میں ابن المارستانیہ کا دارالعلم	(۱۵)
516	(۱۱) بوزجان میں کتب خانہ	(۱۶)
517	(۱۲) سرخس میں کتب خانہ	(۱۷)
517	(۱۳) جنزہ میں کتب خانہ	(۱۸)
517	(۱۴) بغداد میں کتب خانہ خطیب بغدادی	(۱۹)
517	(۱۵) بغداد میں حازمی کا کتب خانہ	(۲۰)
518	(۱۶) فارسی سلامی کا کتب خانہ	(۲۱)
518	(۱۷) دومی مستطری کا کتب خانہ	(۲۲)
518	(۱۸) ابی فضل کا کتب خانہ	(۲۳)
518	(۱۹) سویدی کا کتب خانہ	(۲۴)
519	(ب) مسجدوں کے کتب خانے	(۲۵)
523	(۱) کتب خانہ جامع حلب	(۲۶)
523	(۲) جامع دمشق کا کتب خانہ	(۲۷)
523	(۳) جامع میار فارقین اور جامع آمد میں کتب خانے	(۲۸)
524	(۴) جامع مرو اور جامع نیشاپور میں کتب خانے	(۲۹)
525	(۵) جامع قرزویں میں کتب خانہ	(۳۰)

525	جامع اصفہان میں دارالکتب (۶)	(۳۱)
525	جامع صرف میں کتب خانہ (۷)	(۳۲)
526	جامع عتیق میں کتب خانہ (۸)	(۳۳)
526	جامع منیع نیشاپور میں کتب خانہ (۹)	(۳۴)
526	جامع ساوہ میں کتب خانہ (۱۰)	(۳۵)
528	جامع مرو میں کتب خانہ (۱۱)	(۳۶)
529	جامع زیدی بغداد میں کتب خانہ (۱۲)	(۳۷)
529	جامع زیدی میں علمی کتب خانہ (۱۳)	(۳۸)
530	جامع قمریہ بغداد میں کتب خانہ (۱۴)	(۳۹)
530	جامع زیدی میں یا قوت رومی کتب خانہ (۱۵)	(۴۰)
531	خانقاہوں کے کتب خانے (ج)	(۴۱)
532	مرو شاہجہاں خانقاہ ضمیریہ کا خزانہ الکتب (۱)	(۴۲)
532	جامع دمشق میں خانقاہ سمیساطیہ میں خزانہ کتب (۲)	(۴۳)
532	کتب خانہ مدرسہ خانقاہ صدوقی (۳)	(۴۴)
532	کتب خانہ مدرسہ خانقاہ طرطوسی (۴)	(۴۵)
532	کتب خانہ مدرسہ خانقاہ ابوالفضل المعید نیشاپوری (۵)	(۴۶)
532	کتب خانہ خانقاہ غزالی (۶)	(۴۷)
533	رباطات کے کتب خانے (د)	(۴۸)
534	رباط اخلاطیہ بغداد کا کتب خانہ (۱)	(۴۹)
535	رباط رمانہ بغداد کا کتب خانہ (۲)	(۵۰)
536	رباط مامونیہ بغداد کا کتب خانہ (۳)	(۵۱)
537	موصل میں رباط ابن الاثیر کا کتب خانہ (۴)	(۵۲)
537	رباط ربیع مکہ کا کتب خانہ (۵)	(۵۳)
537	رباط شرابی کا کتب خانہ (۶)	(۵۴)
538	مزارات کے کتب خانے (۵)	(۵۵)
539	خزانہ حیدریہ نجف (۱)	(۵۶)
540	مشہد ابی حنیفہ کا خزانہ الکتب (۲)	(۵۷)

540	کتب خانہ قلعہ الموت (۳)	(۵۸)
541	کتب خانہ متصل مزار کرنی (۴)	(۵۹)
541	مشہد قاسیون میں کتب خانہ (۵)	(۶۰)
541	کتب خانہ مشہد حسام الدین ماروین (۶)	(۶۱)

## باب پنجم

### (دوسرا حصہ)

545	درسگاہوں کے کتب خانے	(۶۲)
546	(الف) درسگاہوں کے کتب خانے	(۶۳)
551	مدرسہ حسان قریشی اموی نیشاپور کاتب خانہ (۱)	(۶۴)
551	مدرسہ ابن حباب بستی تمیمی نیشاپور کاتب خانہ (۲)	(۶۵)
551	مدرسہ ابو حفص بخارا کاتب خانہ (۳)	(۶۶)
551	مدرسہ مرست پنج دیہ کاتب خانہ (۴)	(۶۷)
551	مدرسہ بابستان غزنہ کاتب خانہ (۵)	(۶۸)
551	محمد حمشاوی نیشاپور کاتب خانہ (۶)	(۶۹)
551	مدرسہ ابن رضوان نیشاپور کاتب خانہ (۷)	(۷۰)
551	مدرسہ سعیدیہ نیشاپور کاتب خانہ (۸)	(۷۱)
551	مدرسہ دقاقیہ نیشاپور کاتب خانہ (۹)	(۷۲)
551	مدرسہ صاعدیہ نیشاپور کاتب خانہ (۱۰)	(۷۳)
551	مدرسہ ابی سعد زاہد نیشاپور کاتب خانہ (۱۱)	(۷۴)
551	مدرسہ سہل معلوقی نیشاپور کاتب خانہ (۱۲)	(۷۵)
551	مدرسہ ابو اسحاق اسفراینی نیشاپور کاتب خانہ (۱۳)	(۷۶)
551	مدرسہ صابونس نیشاپور کاتب خانہ (۱۴)	(۷۷)
551	مدرسہ قطان نیشاپور کاتب خانہ (۱۵)	(۷۸)
551	مدرسہ سظامیہ نیشاپور کاتب خانہ (۱۶)	(۷۹)
551	مدرسہ ابن فورک انصاری کاتب خانہ (۱۷)	(۸۰)

551	(۸۱)	(۱۸)	مدرسہ نامیہ نیشاپور کاتب خانہ
551	(۸۲)	(۱۹)	مدرسہ بہیقیہ نیشاپور کاتب خانہ
551	(۸۳)	(۲۰)	مدرسہ ابوطیب الفرائینی نیشاپور کاتب خانہ
551	(۸۴)	(۲۱)	مدرسہ الحائف نیشاپور کاتب خانہ
552	(۸۵)	(۲۲)	مدرسہ ابوبکر بستی نیشاپور کاتب خانہ
552	(۸۶)	(۲۳)	مدرسہ ابوسعید استرآبادی نیشاپور کاتب خانہ
552	(۸۷)	(۲۴)	مدرسہ ابوالحسن متوی نیشاپور کاتب خانہ
552	(۸۸)	(۲۵)	مدرسہ ابن غافرہ اسدی بو شیخ نیشاپور کاتب خانہ
552	(۸۹)	(۲۶)	مدرسہ نظامیہ نیشاپور کاتب خانہ
552	(۹۰)	(۲۷)	مدرسہ مشلی نیشاپور کاتب خانہ
552	(۹۱)	(۲۸)	مدرسہ سیوری نیشاپور کاتب خانہ
552	(۹۲)	(۲۹)	مدرسہ عراقی طوس کاتب خانہ
552	(۹۳)	(۳۰)	مدرسہ صندلی نیشاپور کاتب خانہ
552	(۹۴)	(۳۱)	مدرسہ سراجین نیشاپور کاتب خانہ
552	(۹۵)	(۳۲)	مدرسہ قسیریہ نیشاپور کاتب خانہ
552	(۹۶)	(۳۳)	مدرسہ شحانی نیشاپور کاتب خانہ
555	(۹۷)	(ب)	مدرسوں کے (وقف) کتب خانے
555	(۹۸)	(۱)	بغداد میں اسنجم کاتب خانہ
556	(۹۹)	(۲)	بست (افغانستان) میں ابن حبان کاتب خانہ
557	(۱۰۰)	(۳)	جاجری کا خزانہ الکتب
558	(۱۰۱)	(۴)	کتب خانہ شریف مرتضیٰ
558	(۱۰۲)	(۵)	کتب خانہ شریف مرتضیٰ
559	(۱۰۳)	(۶)	کتب خانہ نورانی بہیتی
559	(۱۰۴)	(۷)	کتب خانہ خوارزم شاہ گلکش
559	(۱۰۵)	(۸)	کتب خانہ عبدالملک
560	(۱۰۶)	(۹)	کتب خانہ ابن جوزی
560	(۱۰۷)	(۱۰)	کتب خانہ قاضی فاضل



562	کتب خانہ ابن عساکر (۱۱) (۱۰۸)
562	کتب خانہ ابوالحسن مرحب حبلی (۱۲) (۱۰۹)
563	کتب خانہ گوہر خاتون (۱۳) (۱۱۰)
563	کتب خانہ حارثی مقدسی (۱۴) (۱۱۱)
563	کتب خانہ ابوالمنظف شیبانی (۱۵) (۱۱۲)
564	کتب خانہ ابن الجوهری (۱۶) (۱۱۳)
564	کتب خانہ بامکین ناصری (۱۷) (۱۱۴)
565	کتب خانہ ابوالقاسم مقدسی (۱۸) (۱۱۵)
565	کتب خانہ ابوطالب جلی (۱۹) (۱۱۶)
565	کتب خانہ بادرائی (۲۰) (۱۱۷)
566	کتب خانہ شمس الدین بطلال (۲۱) (۱۱۸)
566	کتب خانہ ضیاء الدین مقدسی (۲۲) (۱۱۹)
567	کتب خانہ مورخ ابن النجار (۲۳) (۱۲۰)
570	جامعات کے کتب خانے (ج) (۱۲۱)
570	جامعہ نظامیہ بغداد کا کتب خانہ (۱) (۱۲۲)
570	جامعہ نظامیہ نیشاپور کا کتب خانہ (۲) (۱۲۳)
570	جامعہ نظامیہ بلخ کا کتب خانہ (۳) (۱۲۴)
570	جامعہ نظامیہ ہرات کا کتب خانہ (۴) (۱۲۵)
570	جامعہ نظامیہ اصفہان کا کتب خانہ (۵) (۱۲۶)
570	جامعہ نظامیہ بصرہ کا کتب خانہ (۶) (۱۲۷)
570	جامعہ نظامیہ موصل کا کتب خانہ (۷) (۱۲۸)
570	جامعہ نظامیہ مرو کا کتب خانہ (۸) (۱۲۹)
570	جامعہ نظامیہ آمل طبرستان کا کتب خانہ (۹) (۱۳۰)
570	جامعہ نظامیہ جزیرہ ابن عمر کا کتب خانہ (۱۰) (۱۳۱)
571	کتب خانہ جامعہ نظامیہ بغداد (۱۱) (۱۳۲)
571	کتب خانہ جامعہ نظامیہ نیشاپور (۱۲) (۱۳۳)
571	خزانہ کتب جامعہ مستنصریہ (۱۳) (۱۳۴)
573	طبی مدارس اور شفاخانوں کے کتب خانے (د) (۱۳۵)

573	(۱) کتب خانہ بیمارستان کبیر دمشق (۱۳۶)
573	(الف) بیمارستان نوری (ب) صیدلہ نوری (ج) بیمارستان کبیر (۱۳۷)
573	(۲) کتب خانہ دخواورد مشقی (۱۳۸)
574	(۳) کتب خانہ نجم الدین لبودی (۱۳۹)
575	(۵) رصد گاہوں کے کتب خانے (۱۴۰)
575	(۱) نصیر الدین طوسی کا کتب خانہ (۱۴۱)
577	فہرست ماخذ

## باب ششم

### پہلا حصہ (کتاب سازی و وراقت)

605	(۲) (الف) کاغذ سازی
609	(۱) کاغذ کی تین نسبتوں سے شہرت (۳)
609	(۱) بلاد کی نسبت سے جیسے ورق سمرقندی (۴)
609	(۲) کاغذ کے کارخانہ کے مالکان کی نسبت سے جیسے ورق سلیمانی (۵)
609	(۳) کاغذ سازوں کی نسبت سے جیسے ورق منصور (۶)
609	(۷) صنعت کاغذ سازی کے مراکز
609	(۱) ماوراء النہر (۸)
609	(۲) خراسان (۹)
609	(۳) بلخ (۱۰)
609	(۴) عراق (۱۱)
610	(۵) شام (دمشق، طبریہ، فلسطین، حماة، حلب، منبج) (۱۲)
610	(۶) مصر (۱۳)
610	(۷) ایران (۱۴)
610	(۸) ہندوستان (۱۵)
610	(۹) مغرب (اندلس، قرطبہ، شامیہ، صقلیہ) (۱۶)
611	(۲) اقسام کاغذ (سلیمانی، طلحی، نوحی، فرعونی، جعفری، طاہری) (۱۷)

611	(۳) بہترین کاغذ کی پہچان	(۱۸)
614	(۴) کاغذ سازی کا ضابطہ اخلاق	(۱۹)
615	(ب) سامان کتابت (قلم، دوات اور سیاہی)	(۲۰)
616	(۱) کتابت و خوشنویسی	(۲۱)
619	(۲) اقسام خط	(۲۲)
621	(۳) تحریر و کتب شناسی	(۲۳)
621	(۴) خوشنویسی کا پیشہ ورانہ مدرسہ	(۲۴)
622	(۵) نقل و ضبط کا اہتمام	(۲۵)
624	(۶) کتابوں میں اعراب کا اہتمام	(۲۶)
624	(۷) کتاب کا مقابلہ	(۲۷)
625	(۸) تخریج اور الحاق نقص	(۲۸)
625	(۹) ضرب (قلم زد کرنا) حک (رگڑنا) شق (چیرنا) اور محو (مٹانا)	(۲۹)
626	(۱۰) صحت کے اصول و قواعد اور احتیاطی پہلو	(۳۰)
627	(۱۱) تصحیح میں احتیاط اور اصطلاحات	(۳۱)
629	(۱۲) کتابوں کا ضابطہ اخلاق	(۳۲)
630	(۱۳) کاتب و ناقل کی شرطیں	(۳۳)

### دوسرا حصہ

633	(الف) وراقت: کتاب منزل بہ منزل	(۳۴)
634	(۱) سوق الوراقین	(۳۵)
635	(۲) سوق الوراقین کی کثرت	(۳۶)
635	(۳) سوق الوراقین کی علمی و ثقافتی حیثیت	(۳۷)
640	(۴) کتابوں کی نقل انفرادی و اجتماعی	(۳۸)
640	(۵) مصنف و وراق کی نقل میں فرق	(۳۹)
642	(ب) فروخت کتب کے مستقل اور عارضی مرکز	(۴۰)
644	(۱) کتابوں کی قیمت پر کنٹرول	(۴۱)
644	(۲) شرح کتابت	(۴۲)

646	(۳) کتابوں کی قیمت کا ضروریات زندگی سے موازنہ	(۴۳)
647	(۴) گراں قیمت کتابوں کے عوامل	(۴۴)
649	(۵) سستی کتابوں کے عوامل	(۴۵)
651	(ج) عہد عباسی کے کتب فروشوں کی خصوصیات	(۴۶)
653	(۱) ضابطہ اخلاق	(۴۷)
653	(۲) تحقیق اور جائزہ	(۴۸)
654	(۱)(و) کتابیات و مختصرات اور دیگر مراجعاتی مواد	(۴۹)
655	(۲) عہد عباسی کے معیاری ناشرین	(۵۰)
657	(۵) اشاعت کتب کی صورتیں	(۵۱)
658	(۱) اشاعت کتب کی موڈرن ٹیکنیک کی بنیاد عہد عباسی میں	(۵۲)
659	(۲) لغو اور مخرب اخلاق لٹریچر پر پابندی	(۵۳)
659	(۳) اوائل عہد عباسی کے پسندیدہ اور مروجہ علوم	(۵۴)
661	(و) تبصرہ کا آغاز	(۵۵)
662	(۱) انتخاب و خریداری کتب	(۵۶)
667	فہرست ماخذ	

## باب ہفتم

685	تنظیم و ترتیب علوم اور درجہ بندی۔ (اجمالی خاکہ)	
689	(الف) علمی درجہ بندی	(۲)
693	جابر بن حیان کی تقسیم علوم	(۳)
693	(۱) شرعی (دینی) علوم (۲) عقلی (دنیوی) علوم	(۴)
693	(الف) شرعی (دینی) علوم کی تقسیم کی اسکیم کا خاکہ	(۵)
694	عقلی (دنیوی) علوم کی تقسیم کی اسکیم کا خاکہ	(۶)
694	جابر بن حیان کی تقسیم علوم کی دوسری اسکیم کا خاکہ	(۷)
696	کندی کی تقسیم علوم میں انقلابی نظریہ	(۸)
696	(۱) علوم فلسفہ (دنیویہ) (ب) علوم دینیہ	(۹)



696	(ا) کندی کی تقسیم علوم کی پہلی اسکیم کا خاکہ (علوم فلسفہ)	(۱۰)
696	(ب) کندی کی تقسیم علوم کی دوسری اسکیم کا خاکہ (علوم دینیہ)	(۱۱)
697	(۱) فارابی کی تقسیم علوم	(۱۲)
706	(۲) خوارزمی کی تقسیم علوم	(۱۳)
708	(۳) ارباب اخوان الصفا کی تقسیم علوم	(۱۴)
710	(۱) علوم فلسفہ کی تقسیم کا خاکہ	(۱۵)
711	(ب) علوم الہیات کی تقسیم کا خاکہ	(۱۶)
711	(ج) سیاست کی تقسیم کا خاکہ	(۱۷)
712	(۴) ابن سینا کی تقسیم علوم	(۱۸)
713	(۱) ابن سینا کی طبیعیات کی تقسیم کا خاکہ	(۱۹)
716	(ب) ابن سینا کی ریاضیات کی تقسیم کا خاکہ	(۲۰)
716	(ج) ابن سینا کی الہیات کی تقسیم کا خاکہ	(۲۱)
718	(۵) ابن حزم کی تقسیم علوم	(۲۲)
720	(۱) ابن حزم کی علوم شرعیہ کی تقسیم کا خاکہ	(۲۳)
720	(ب) ابن حزم کی علوم لغت کی تقسیم کا خاکہ	(۲۴)
722	(ج) ابن حزم کی علوم النجوم کی تقسیم کا خاکہ	(۲۵)
722	(د) ابن حزم کی علم العدد کی تقسیم کا خاکہ	(۲۶)
722	(ه) ابن حزم کی علم منطق کی تقسیم کا خاکہ	(۲۷)
722	(و) ابن حزم کی طب کی تقسیم اول کا خاکہ	(۲۸)
722	(ز) ابن حزم کی طب کی تقسیم دوم کا خاکہ	(۲۹)
723	(ح) ابن حزم کی طب کی تقسیم سوم کا خاکہ	(۳۰)
723	(ط) ابن حزم کی علوم شعر کی تقسیم کا خاکہ	(۳۱)
724	(۶) ابن عبدالبر کی تقسیم علوم	(۳۲)
725	(۷) راغب کی تقسیم علوم	(۳۳)
727	(۱) راغب کی علم کی تقسیم کا خاکہ	(۳۴)
727	(ب) راغب کی تقسیم شرعی علوم (۱) اعتقادات کا خاکہ	(۳۵)
727	(ج) راغب کی تقسیم شرعی علوم (۲) عبادات کا خاکہ	(۳۶)
728	(د) (۳) (دس مشتمیات) کا خاکہ	(۳۷)

728	(۳۸) (۵) (۴) معاملات) کا خاکہ
728	(۳۹) (۷) (۵) زاجرات) کا خاکہ
728	(۴۰) (ز) (۶) آداب خلیقات) کا خاکہ
729	(۴۱) (۸) غزالی کی تقسیم علوم
731	(۴۲) (۱) غزالی کی تقسیم شرعی علم کا خاکہ
733	(۴۳) (ب) غزالی کی علوم دنیوی کی تقسیم کا خاکہ
734	(۴۴) (ج) غزالی کی شرعی علم کی دوسری تقسیم کا خاکہ نمبر ۱
739	(۴۵) (د) غزالی کی علم عقلی کی تقسیم کا خاکہ نمبر ۲
742	(۴۶) (۹) ابن ابی الربیع کی تقسیم علوم
742	(۴۷) (۱) اعلیٰ (الہیات)
742	(۴۸) (ب) اوسط (ریاضیات)
742	(۴۹) (ج) ادنیٰ (طبیعیات)
743	(۵۰) (۱) ابن ابی الربیع کی اعلیٰ (الہیات) کی تقسیم کا خاکہ
744	(۵۱) (ب) ابن ابی الربیع کی اوسط (لسانی علوم) کی تقسیم کا خاکہ
746	(۵۲) (ج) ابن ابی الربیع کی علم ادنیٰ (طبیعیات) کی تقسیم کا خاکہ
747	(۵۳) (۱۰) امام فخرالدین رازی کی تقسیم علوم
749	(۵۴) (۱) امام فخرالدین رازی کی تقسیم کا خاکہ

## باب ہفتم

### دوسرا حصہ

755	(۵۵) (۱) کتابیاتی تقسیم علوم
755	(۵۶) (۱) ابن الندیم کی تقسیم علوم (کتابیاتی درجہ بندی)
757	(۵۷) ابن الندیم کی تقسیم علوم کا خاکہ
764	(۵۸) (ب) کتابی درجہ بندی
765	(۵۹) افادی درجہ بندی

765	ابن الکوفی کی کتابی درجہ بندی	(۶۰)
768	(ج) مقاصد تنظیم و تسبیح علوم	(۶۱)
770	فہرست ماخذ	

## باب ہشتم

### (اجمالی خاکہ)

780		
781	(۱) کیٹلاگ سازی	(۱)
781	(۱) اسماء، کنیت، القاب وغیرہ قرآن کی روشنی میں	(۲)
783	(۲) عربوں کے ناموں کی وجہ تسمیہ	(۳)
785	(ب) فہرست سازی کی اساس۔ علم، کنیت، لقب، نسبت اور تخلص	(۴)
785	(۱) اقسام علم	(۵)
785	(۲) علم مرکب	(۶)
785	(۳) لقب و اقسام لقب	(۷)
786	(۴) کنیت	(۸)
786	(۵) نسبت	(۹)
787	(ج) لقب، کنیت، علم و نسبت کی جمع و ترتیب	(۱۰)
788	(۱) ”ابن“ کے اندراج کا اصول	(۱۱)
788	(۲) مرکب نام کے اندراج کا اصول	(۱۲)
788	(۳) ترتیب اندراج اسماء کے اقسام	(۱۳)
790	(۴) ترتیب حروف ہجاء میں علماء مشرق و مغرب کا اختلاف	(۱۴)
791	(۵) الف ممدودہ و مقصورہ کی ترتیب میں تقدم و تاخر	(۱۵)
791	(۶) محفف و مشدد اسماء کی ترتیب	(۱۶)
792	(۷) لفظاً و خطاً اسماء کی ترتیب	(۱۷)
794	(د) عمد عباسی کا کیٹلاگ	(۱۸)
794	(۱) فہرست نگاری میں اندراجات کے رہنما اصول	(۱۹)
795	(۲) کتب مقدسہ کے اندراج کا رہنما اصول	(۲۰)
798	(۳) موضوعی کیٹلاگ	(۲۱)

799	(۴) کتابوں کے ناموں میں اختلاف کے اسباب	(۲۲)
800	(۵) اشاریہ سازی کے اصول	(۲۳)
801	فہرست ماخذ	

## باب نهم

807	(۱) کتابیات	(۱)
809	(۱) کتابیات کی تعریف اور اس کے نام	(۲)
814	(۲) فہرست نگار	(۳)
814	(۳) فرقہ جاتی کتابیات	(۴)
816	(۴) کتابیات کے اقسام	(۵)
822	(ب) دار الخلافہ بغداد اور کتابیاتی سرگرمیوں کا جائزہ	(۶)
822	(۱) موضوعی کتابیات	(۷)
827	(۲) فہرست مضامین کتاب کے لیے لفظ ”ثبت“ کا استعمال	(۸)
827	(۳) فن کتابیات کی مصطلحات کا استعمال	(۹)
830	(ج) کتابوں میں حوالوں اور کتابیات کی نشاندہی کا آغاز	(۱۰)
831	(۱) مواد کی حیثیت اور تبصرہ	(۱۱)
833	فہرست ماخذ	

## باب دہم

### انتظامیہ

839	پہلا حصہ - (انتظامیہ)	
843	(۱) کتب خانے کی مالیات	(۲)
843	(۱) مالیاتی ذرائع	(۳)
844	(۲) بجٹ	(۴)
847	(۳) تقابلی موازنہ - میزانیہ	(۵)
850	(ب) عمارت کتب خانہ	(۶)



850	(۱) عمارت کتب خانہ کی تعمیر میں مصروفیونان کی شہرت	(۷)
850	(۲) انتخاب زمین	(۸)
852	(۳) تعمیر سے قبل انتخاب زمین کے اصول	(۹)
853	(۴) کتب خانے کے لیے مستقل عمارت کا آغاز	(۱۰)
854	(۵) انہدام اور تعمیر نو	(۱۱)
857	(ج) حیر (Steck)	(۱۲)
859	(د) کتب خانوں میں کاغذ کی درآمد اور ذخیرہ اندوزی کا نظام	(۱۳)
860	(۵) اندراج کتب کارجرٹر	(۱۴)
860	(۱) کتابوں پر مہر لگانے کا رواج	(۱۵)
860	(۲) ترتیب کتب	(۱۶)
861	(۳) ترتیب علوم	(۱۷)
861	(۴) عہد عباسی میں علامات نگاری کا آغاز	(۱۸)
863	(۵) عہد عباسی میں ذخائر کتب کے ناپ تول کے پیمانے	(۱۹)
863	(۱) حجم و ضخامت کتاب کی وضاحت کے لیے اصطلاحی الفاظ کا استعمال	(۲۰)
863	(۱) کراسہ	(۲۱)
864	(۲) دفتر	(۲۲)
864	(۳) طاقت	(۲۳)
864	(۴) جزء	(۲۴)
865	(۵) سفر	(۲۵)
865	(۶) من	(۲۶)
866	(۷) مجلد	(۲۷)
867	(۸) مشرس	(۲۸)
867	(۹) مدرج	(۲۹)
867	(۱۰) رزمہ	(۳۰)
868	(ز) کتب خانہ کے اوقات	(۳۱)
868	(ح) کتب خانوں میں کتب و سامان کتابت کی سہولت	(۳۲)
869	(ط) کتابوں کی تدفین	(۳۳)
869	(ی) مجلس کتب خانہ	(۳۴)

871	(ک) استعارہ کتب	(۳۵)
876	(ل) کتب خانوں سے عاریتاً کتابیں دیہات میں لے جانے کی اجازت	(۳۶)
878	(م) اجراء کتب کا نظام	(۳۷)
878	(ن) عاریتاً کتابیں لینے والوں کی اخلاقی ذمہ داریاں	(۳۸)
879	(س) مستعار کتابوں کے قوانین	(۳۹)

## باب دہم

### دوسرا حصہ

883	(۱) عملہ	(۴۰)
885	(۱) خازن کے فرائض	(۴۱)
888	(الف) دوسری صدی ہجری کے خازن	(۴۲)
888	(ب) عمد عباسی کے مشہور خازن	
888	(۱) تیسری صدی ہجری کے خازن (کتب خانہ)	(۴۳)
889	(۲) چوتھی صدی ہجری کے خازن (کتب خانہ)	(۴۴)
890	(۳) پانچویں صدی ہجری کے خازن (کتب خانہ)	(۴۵)
891	(۴) چھٹی صدی ہجری کے خازن (کتب خانہ)	(۴۶)
892	(الف) ساتویں صدی ہجری کے خازن	(۴۶)
894	(۲) مشرفین کتب خانہ	(۴۷)
894	(۳) وکیل	(۴۸)
894	(۴) نسخ	(۴۹)
894	(۵) کاتب ووراق	(۵۰)
894	(۶) معجم	(۵۱)
894	(۷) جلد ساز	(۵۲)
894	(۸) مترجم	(۵۳)
894	(۹) طلاکار	(۵۴)
895	(۱۰) مناوول	(۵۵)
895	(۱۱) خدام	(۵۶)
895	(۱۲) فراش	(۵۷)

895	حاجب وغیرہ (۱۳)	(۵۸)
896	تحفظ کتب کی احتیاطی تدابیر (ج)	(۵۹)
896	کتابیں رکھنے کے ظروف	(۶۰)
896	جامہ دان (۱)	(۶۱)
896	جراب (۲)	(۶۲)
896	حب (۳)	(۶۳)
896	خرج اور خرچین (۴)	(۶۴)
896	سفظ (۵)	(۶۵)
896	سلہ (۶)	(۶۶)
896	صن (۷)	(۶۷)
896	صندوق (۸)	(۶۸)
896	غزارہ، بورہ (۹)	(۶۹)
896	تارودہ، بوتل (۱۰)	(۷۰)
896	قطر (۱۱)	(۷۱)
896	قوصہ (۱۲)	(۷۲)
896	لکڑی اور تختے کی الماریاں (۱۳)	(۷۳)
897	کم (۱۴)	(۷۴)
897	مخللاہ (۱۵)	(۷۵)
898	کتابوں کی درستی کے لیے مسالوں کا استعمال (۱۶)	(۷۶)
899	جلد سازی (۱۷)	(۷۷)
901	ترجمین و آرائش کتب (۱۸)	(۷۸)
903	کتابوں کی تباہی (۱۹)	(۷۹)
903	دیمک (۱)	(۸۰)
903	چوہے اور کیڑے (۲)	(۸۱)
903	اختلافات عقائد (۳)	(۸۲)
904	لشکر کشی (۴)	(۸۳)
904	سیلاب (۵)	(۸۴)
904	آگ (۶)	(۸۵)

904

(۸۶) (۷) چوری

911

فہرست ماخذ

باب یازدہم

## (ثمرات، نتائج، تحقیق)

966

فہرست ماخذ

969

کتابیات

969

(۱) عربی کتب

1025

(ب) اردو کتب

1029

(ج) ترکی کتب

1030

(د) فارسی کتب

1033

(۵) انگریزی کتب

1036

(۵) رسائل





## پیش لفظ

از

### مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی

الحمد لله وحده والصلوة على من لانبى بعده

یہ گراں قدر تحقیقی و علمی مقالہ مولانا ڈاکٹر عبدالخلیم چشتی ایم اے، پی ایچ ڈی کا وہ مقالہ ہے جس پر جامعہ کراچی نے لائبریری سائنس میں انہیں ڈاکٹریٹ کی سند دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ مقالہ اپنی طالب علمی کے زمانہ میں نہیں لکھا ہے۔ بلکہ اس وقت لکھا ہے جب کہ تعلیم اور وسیع مطالعہ کے ساتھ انہوں نے مختلف کتب خانوں میں تقریباً بیس سال تک عملی تجربہ بھی حاصل کر لیا تھا۔ انہوں نے اسلامی کتب خانوں کی تاریخ سے اچھی واقفیت حاصل کر لی تھی اور کتب خانوں میں کام کی طویل مدت میں ہزاروں کتابوں سے بھری ہوئی الماریاں ان کے سامنے تھیں۔ کتابیں انہیں میسر تھیں، وہ ان کتابوں کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔ عربی، اردو، فارسی اور انگریزی میں اب تک جو کچھ اس سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔ مطبوعات، مخطوطات اور مصورات، سب ہی ان کی دسترس میں تھے، انہوں نے ان سے پوری طرح استفادہ کیا اور بہت سی کتابوں سے بیش بہا موتیوں کو حاصل کر کے یہ نو لکھا ہار گوندھ کر تیار کیا ہے۔ جو شخص بھی اس مقالہ کو بالاستیعاب دیکھے گا وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ

سات دریاؤں سے مہیا کیے ہوں گے موتی

تب بنا ہو گا اس انداز کا گز بھر سہرا

میں نے اس مقالہ کو شروع سے آخر تک پڑھا ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ عبد عباسیان بغداد (۱۳۳-۱۶۵۶ھ) میں اسلامی کتب خانوں کا یہ سب سے بڑا تذکرہ ہے جو سلیقہ کے ساتھ اور بڑی تلاش و تنحّص کے بعد لکھا گیا ہے۔ یہ کہنا تو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس سے بہتر اور وسیع پیمانہ پر کوئی اور تذکرہ نہیں لکھا جاسکتا۔ تحقیق و تنحّص کی کوئی انتہا نہیں ہوتی اور نہ عنوان و بیان کا کوئی اختتامی نکتہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میرے علم ناقص میں اس سے بڑی اور اس سے زیادہ محققانہ کوئی اور کتاب خاص اس موضوع پر نہیں ہے۔

قوموں کی انتہائی تاریخ میں تین ادوار بڑے نمایاں نظر آتے ہیں۔

### پہلا دور:

دورِ استقرار ہوتا ہے۔ اس دور میں قومیں اپنے وجود کو مخالف کے حملوں سے محفوظ کرتی ہیں۔ باہمی نظم و ضبط کو استوار کر کے اپنے لیے سامانِ استقرار مہیا کرتی ہیں۔ امتِ اسلامیہ کا یہ دور ۶۲۲ھ سے ۶۳۲ھ تک ہے جس میں عہدِ رسالت و عہدِ صدیقی واقع ہے۔

### دوسرا دور:

دورِ وسعت، اس دور میں قوموں کی سرحدیں وسعت اختیار کرتی ہیں، اس دور میں دوسری قومیں اس قوم میں شریک ہوتی ہیں، ممالک مفتوح ہوتے ہیں اور جو مفتوح نہیں ہوتے ان میں قوم کی آواز گونجتی اور پھیلتی ہے۔ امتِ مسلمہ کا یہ دور ۶۳۲ھ سے ۶۸۸ھ تک ہے۔ اگرچہ اس کے بعد بھی تھوڑی بہت فتوحات ہوئیں مگر فتوحات کا حقیقی اور آوازہ تبلیغ کے دور و نزدیک گونجنے کا یہی دور ہے یہ خلافت بنی مروان کے آخری خلیفہ مروان بن محمد پر ختم ہو جاتا ہے۔

### تیسرا دور:

دورِ تمدن ہوتا ہے۔ یہ وہ دور ہوتا ہے جب کوئی قوم اپنا نیا تمدن پیدا کرتی ہے۔ مختلف علوم و فنون میں اس کے کارنامے وجود میں آتے ہیں۔ یہ صحیح معنوں میں تمدنِ آفرینی کا نامہ ہوتا ہے۔ اس دور میں روایاتی علوم منقولات کے علاوہ قوموں میں تجرباتی و تطبیقی علوم پر بھی بہ کثرت کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ امتِ اسلامیہ کا یہ دور خلافتِ عباسیہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور کا سب سے سخت اور افسوس ناک واقعہ ۶۵۸ھ/۶۵۶ھ میں خلافتِ عباسیہ کی بربادی اور بغداد کی ویرانی ہے، اس واقعہ سے یہ دور ختم تو نہیں ہوا مگر اس میں طویل فاصلہ پڑ گیا۔ اس کے بعد۔ ع

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

صرف دو سال کے بعد ہی ۶۶۰ھ/۶۵۸ھ میں معرکہ عین جالوت ہوا، جس میں تاتاری فوج شکست کھا کر برباد ہو گئی۔ اس کے بعد ظالم ہلاکو خان کا پوتا احمد اللہ کا بندہ مسلمان ہو گیا اور صدق دل سے مسلمان ہو کر امتِ اسلامیہ کا حامی و مددگار ثابت ہوا۔ اسلامی تہذیب، تبلیغ و تمدن کا قافلہ پھر جادہ پیا ہو گیا۔ جہاں تک تصنیف، اف اور علوم و فنون کا تعلق ہے، یہ دوسرا

دور جو تاری فتنہ کی وجہ سے ایک قلیل مدت کے فترہ کے بعد شروع ہوا پہلے دور سے کتر نہیں بلکہ برتر ثابت ہوا۔ اگر اسی دور میں ہندوستان، 'لیشیا' انڈونیشیا اور لاوس وغیرہ میں اسلام پھیلا اور ہندوستان کے سوا سب جگہ بغیر فوجی فتوحات یا فوج کشی کے پھیلا تو بڑے فنکار بھی اس دور میں بہت سے پیدا ہوئے، بڑے بڑے مصنفین مثلاً امام ابن تیمیہ، امام ابن حجر، امام السخاوی، امام السیوطی وغیرہ سب اسی دور میں پیدا ہوئے تھے۔ بڑے بڑے کتب خانے قائم ہوئے۔ بڑی بڑی درسگاہیں بنیں۔ یادگار اور عجوبہ عالم عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ غرض یہ کہ ہلاکو خان نے بغداد کے کتب خانے تو جلا دیئے مگر مسلمانوں کے ذوق علمی کو نہ دبا سکا۔

ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی کا یہ مقالہ دور تمدن کے پہلے حصہ کی تاریخ کتب خانہ ہے اور مسلمانوں کے دور تمدن آفرینی کے پہلے دور کی ایک دلچسپ اور سبق آموز کہانی ہے۔ یہ کہانی خاصی طویل ہے۔ مسلمانوں میں نسلی حد بندی ایسی سخت نہ اس زمانہ تھی اور نہ آج ہے جو بڑے بڑے پبلک کتب خانوں کے قیام میں حائل ہوتی۔ یہودیوں، پارسیوں اور برہمنوں کے تصور نسلیت سے امت اسلامیہ ہمیشہ متنفر رہی ہے اور آج بھی متنفر ہے۔ نہ برہمنوں کی طرح وید پڑھنے کا حق اس کے نزدیک برہمن تک محدود ہے اور نہ یہودیوں کی طرح بنی اسرائیل کے سوا کسی اور کو اصلی کتاب سے روشناس کرانا مسلمانوں کے نزدیک جرم ہے۔ اس لیے مسلمانوں نے اپنے دور تمدن آفرینی میں بڑی کثرت سے بڑے بڑے پبلک کتب خانے قائم کئے، جن سے استفادہ کا حق مسلم اور غیر مسلم سب ہی کو یکساں حاصل ہوتا تھا، اور اس عمل کی وجہ سے انتظام کتب خانہ اور کتاب داری کا ایک فن پیدا ہوا جس میں کتابوں کے تحفظ، نقل، فن دار تقسیم اور فہرست سازی میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہی۔ امت اسلامیہ کے دور تمدن آفرینی کے حصہ اول میں مسلمانوں کے ذوق علمی کو سمجھنے کے لیے یہ مقالہ انشاء اللہ بڑا کارآمد ثابت ہو گا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اہل علم ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی کے اس گراں قدر مقالہ سے بیش از بیش فائدہ اٹھائیں۔ وما توفیقنا الا باللہ

عبد القدوس ہاشمی

کراچی۔ یکم شعبان المعظم۔ ۱۴۰۱ھ

مطابق ۳ جون ۱۹۸۱ء

## اظہارِ تشکر

اس تحقیقی مقالہ کی تیاری میں جن کتب خانوں سے میں نے فائدہ اٹھایا اور جن شخصیات نے قدمے سخنے میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرا دینی اور اخلاقی فرض ہے، ان میں جامعہ کراچی کا کتب خانہ، مجلس علمی کا کتب خانہ، مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کا کتب خانہ، آل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کا کتب خانہ، ہمدرد فاؤنڈیشن کا کتب خانہ، کراچی سے باہر پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کا کتب خانہ۔ موخر الذکر دو کتب خانوں سے چند کتابیں منگائی گئی تھیں، بیرون پاکستان بیرو یونیورسٹی (Bayer University) کانو، نائجیریا کا کتب خانہ میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ ذاتی کتب خانوں میں علامہ عبدالعزیز میمن کا کتب خانہ قابل ذکر ہے۔ علامہ عبدالعزیز میمن کی اس عاجز پر عنایات بہت رہی ہیں، انہیں جب اس کا علم ہوا کہ میں اس موضوع پر کام کر رہا ہوں تو مجھے بطور خاص بلوا کر المنجد کی کتاب ”قواعد الفہرست المخطوطات العربیہ“ اور عبد الغافر فارسی کی ”السیاق“ گھر پر مطالعہ کے لیے عنایت کیں جس پر میں ان کا ممنون ہوں۔ لیکن مذکورہ بالا کتب خانوں میں سے اصل فائدہ میرے عزیز دوست بشیر محمد صاحب کے خزانہ الکتب النوریہ سے پہنچا۔ یہ حدیث، تفسیر، تاریخ، اسماء الرجال، ادب، لغت اور دیگر علوم کی اہم اور نادر کتابوں پر مشتمل اور تازہ کتابوں کا جامع ہے۔ مولانا میمن جیسے بالغ نظر عالم کی نظر میں کم ہی کوئی کتب خانہ چلتا ہے۔ جب میں نے انہیں یہ کتب خانہ دکھایا تو انہیں اس کتب خانے کی تعریف کرتے پایا، اس کا استعمال بشیر محمد صاحب شارق المتوفی ۱۳۱۷ھ/۱۹۹۶ء کی ذاتی ضروریات تک محدود ہے اس کا محل وقوع بھی ایسا ہے کہ اہل علم کو آنے میں اور انہیں بلانے میں بہت زحمت ہوتی ہے اس لیے اس سے استفادے کا دائرہ بہت ہی محدود ہے لیکن اس باب میں میرے ساتھ ان کا طرز عمل وہی رہا ہے جو ثعالبی کے ساتھ ابو الفضل عبید اللہ میکانی (المتوفی ۲۳۶ھ) کا رہا تھا۔ اب یہ کتب خانہ وارثوں میں تقسیم ہو کر پارہ پارہ ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اس دور میں عہدِ عباسی کی روایات کو زندہ کر دیا میں اس پر موصوف کا بہت ممنون ہوں، جزاہ اللہ خیرا۔

یہ تحقیقی مقالہ میرے مشفق استاد ڈاکٹر عبد المعید صاحب، سابق لائبریرین کتب خانہ جامعہ کراچی، پروفیسر و صدر شعبہ علم کتاب داری، جامعہ کراچی کی نگرانی میں تیار کیا گیا جن کی



حیثیت پاکستان میں ”استاد الکل فی الکل“ اور ”ملحق الاحقاد بالاجداد“ (سند میں پوتوں کو دادوں سے ملانے والے ہیں) کی ہے ان کی نظر انتخاب نے پاکستان میں اس اہم موضوع کے لیے مجھے منتخب کیا اور جب تک ان کا پاکستان میں قیام رہا میں مواد جمع کرنے میں لگا رہا جب لکھنا شروع کیا تو وہ زاریا، ناٹجیریا، افریقہ تشریف لے گئے لیکن ان کی محبت، ہمت افزائی اور مشورے میری برابر رہنمائی کرتے رہے۔ ۱۹۷۵ء میں جب پاکستان آئے تو جو لکھا تھا وہ پیش کیا، فرمایا ٹھیک ہے، اسے مختصر کرو، میں نے اسے مختصر کیا مگر موضوع سے متعلق مزید جستجو اور مسلسل غور و فکر کرتا رہا جس کی وجہ سے اس تحقیقی مقالہ میں فنی نقطہ نظر سے اسلامی کتب خانوں سے متعلق ایسے گوناگوں علمی مباحث زیر بحث آگئے ہیں جن کا سراغ ہمیں اس سے قبل نہ عربی ادبیات میں کہیں ملتا ہے اور نہ کسی یورپی زبان کے ادب میں نظر آتا ہے، اس لیے اس تحقیقی مقالہ کا حجم بڑھ جانا ایک طبعی امر تھا بلکہ اردو ادبیات میں دینی نوع کا یہ پہلا اضافہ ہے اور اردو ادب کے لیے ایک اچھا شگون ہے۔

بلاشبہ اگر میں نے ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر عمل کیا ہوتا تو مجھے بار بار آنکھوں پر آتشیں شیشے نہ بدلوانے پڑتے۔ اس لیے اتنا مواد بھی ڈاکٹر صاحب کی نظر میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کے لیے کافی تھا مگر مقالہ میں وہ جامعیت و تنوع نہ آسکتا تھا جس کا میں متمنی تھا، مفتی صدر الدین آزرہ نے سچ کہا ہے۔

تمام تر نفع ہے سودائے عشق میں

اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

غرض اس ہوش ربا گرانی میں مزید جستجو اور مقالہ کی تیاری دونوں ساتھ ساتھ جاری رہیں پھر موصوف ۱۹۷۷ء کے آخر میں ڈیڑھ ماہ کی چھٹی میں پاکستان تشریف لائے تو اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اسے دوبارہ ملاحظہ فرمایا اور بعض مفید مشوروں سے سرفراز کیا جس کا میں مصمم قلب سے شکر گزار ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کے بعد دوسرے میرے استاد ڈاکٹر انیس خورشید صاحب Associate Professor شعبہ علم کتب خانہ، جامعہ کراچی نے میری حوصلہ افزائی کی۔ مشورہ سے رہنمائی کی۔ مصروفیات کے باوجود مقالہ کے ابواب اور ثمرات و نتائج کو سنا اور اپنے ذخیرے سے بعض انگریزی آرٹیکل کی فوٹو کاپی کرانے کی اجازت بھی دی جس پر وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ میرے بڑے بھائی وقت کے نامور فاضل، محقق عصر (سابق پروفیسر) جامعہ اسلامیہ بہاولپور، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی زید مجدد، میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں انہوں

نے اس مقالہ کو سنا اور مفید معلومات کی طرف رہنمائی کی۔

ایم اے لائبریری سائنس کے میرے ساتھی محمد سعید الدین صاحب فاروقی لائبریرین بلدیہ کراچی کا اخلاص اور مشورے بھی اس لائق ہیں کہ انہیں شکر گزاری کے موقعہ پر فراموش نہیں کیا جاسکتا اس طرح میری رفیقہ حیات کی رفاقت و اعانت میری دمساز رہی اور میں شب و روز پورے انہماک سے یہ تحقیقی کام کرتا رہا نیز میرے خویش مولانا نعیم الدین صدیقی المتوفی ۱۳۱۳ھ/۱۹۹۲ء بھی اس لائق ہیں کہ ان کا شکریہ ادا کیا جائے انہوں نے سعودی سفارت خانہ کراچی میں فرائض منصبی کی انجام دہی و تدریسی خدمات کے باوجود وقت نکال کر اس مقالہ کی تصحیح کی اور اس کے سلسلہ میں یونیورسٹی کے تمام مراحل طے کئے اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جنہوں نے اس امر میں مدد کی ہے دنیا و آخرت میں اپنی شایان شان جزا دے آمین۔

عجیب حسن اتفاق ہے کہ ۱۹۷۷ء کے آخر میں یہ مقالہ ٹائپ کے منازل سے گزر رہا تھا کہ میرا تقرر بیرونی یونیورسٹی 'کانو میں ہو گیا میں مقالہ کی تصحیح کئے بغیر ہی کانو (ٹائیپیریا) آگیا، یہاں مراجعت کے وقت مجھے بعض کتابوں کے وہ ایڈیشن نہ مل سکے جو پاکستان میں میرے پیش نظر رہے تھے اس لیے مجبوراً دوسرے ایڈیشنوں کے حوالے دیئے گئے لیکن ایسے مقامات پر مطبع کی صراحت کر دی گئی ہے۔

ایک مصنف کی کئی کتابوں کے حوالوں کی صورت میں جلدوں سے امتیاز برقرار رکھا گیا ہے مثلاً ابن القفلی کی تاریخ الحکماء اور انباء الرواہ دونوں کے بکثرت حوالے آئے ہیں اس لیے ابن القفلی بلا جلد تاریخ الحکماء اور جلد کے ساتھ انباء الرواہ مراد ہے حوالوں کے دینے میں Kate L. Turabian کے بیان کردہ طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے۔

## طباعت و تصحیح کا مرحلہ

اس مقالہ پر مجھے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ۱۹۸۱ء میں ملی۔ اس زمانے میں اس کی طباعت و اشاعت کا خیال آیا لیکن میں بیرونیورسٹی کانو، نائیجیریا میں رہا، مدت کے بعد کراچی آیا، حالات بدلتے رہے اور اس کی طباعت کا جذبہ بھی سرد ہوتا گیا لیکن اس مقالہ سے میرا رشتہ جب سے قائم ہوا، اب تک قائم ہے یہی وجہ ہے کہ دورانِ مطالعہ یہ مجھے کبھی فراموش نہیں ہوا۔ جب کبھی اور جہاں کہیں اس سلسلہ کی کوئی بات یا معلومات مل سکیں انہیں حرزِ جاں بناتا رہا اور مناسب جگہ ٹانکتا رہا بعض مقام سے بعض پیراگراف نکالتا، بدلتا اور بڑھاتا رہا۔ مشکلاتِ فن کے حل کی تک و دو کرتا رہا ہے۔ اور بقولِ غالب

گو میں رہا رہین ستمائے روزگار  
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا  
زندگی کی منزلیں طے ہوتی رہیں اور مقالہ کا حجم بھی بڑھتا رہا میں گھٹتا رہا اور بقولِ شاعر  
حالت یہ ہے!

تم سوخت، دلم سوخت، استخوانم سوخت  
تمام سوختم، ذوق سوختم، باقی ست

ایک دن مولانا حافظ محمد الثانی فاضل جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، ایم۔ اے۔ مولف ”تجلیات سیرت ﷺ“ (جو روزنامہ جنگ میں حافظ محمد ثانی کے نام سے لکھتے رہتے ہیں) کہنے لگے۔ ”ابا میاں“ آپ کو اس مقالہ کی طباعت کا خیال نہیں، میں اور حافظ حقانی میاں قادری لاہور جا رہے ہیں کسی سے بات کریں گے کہ جلد چھپ جائے، فوٹو کرا کر لے گئے، آکر کہنے لگے۔ مولانا سعید الرحمن علوی صاحب سے بات کی ہے جلد چھپ جائے گا، میں خاموش رہا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ علوی صاحب نے یہ مقالہ افضل حق قریشی، چیرمین شعبہ علم کتب خانہ، دانشگاه پنجاب کو دکھایا اور الفیصل اشاعت کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کی کمپوزنگ سے پہلے اس عاجز کو ان حضرات سے کبھی نہ خط و کتابت یاد ہے۔ نہ ملاقات، قریشی صاحب کی علم کی دوستی، فن سے محبت، قدر شناسی و اخلاص اس مقالہ کی اشاعت کا سبب ہے اللہ تعالیٰ ان علم دوستوں کو بہتر جزا دے۔ آمین۔

میں مطمئن تھا کہ مقالہ لاہور میں ہے اور علوی صاحب بھی، تصحیح کا کام ہو جائے گا، لیکن مولانا ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۴ء میں انتقال کر گئے۔ تصحیح کا کام جن صاحب کے سپرد کر گئے تھے۔ وہ اس سے عمدہ برآ نہ ہو سکے۔ ناچار مجھے اس مرحلہ سے بھی گزرنا پڑا۔ اس لئے کہ تاجروں کے یہاں مصنف جب تک جان نہ کھپائے علمی و تحقیقی کتاب کی تصحیح ہوتی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں اداروں کے علاوہ تاجروں کے یہاں صحت کے ساتھ کم ہی کتابیں چھپتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ صحیح چھپ جائے۔

میں نے مولانا علوی مرحوم کو ٹیلی فون کیا یہ ادارہ ثقافت اسلامیہ سے الفیصل میں کیسے چلا گیا مولانا علوی فرمانے لگے ادارہ مقالہ چھاپنے کے لئے تیار تھا اس کی طباعت میں تاخیر ہوتی، میں نہیں چاہتا کہ مقالہ کی طباعت میں تاخیر ہو اسے تو بہت پہلے شائع ہو جانا چاہئے تھا، آپ مطمئن رہیں جلد اور اچھا چھپ جائے گا۔ یہ ان کی پہلی اور آخری آواز تھی جو میرے کانوں نے سنی، پھر مولانا کا خط آیا میں آئندہ ہفتہ کراچی آ رہا ہوں، آپ سے ملاقات رہے گی۔ مجھے بھی خوشی تھی کہ ایک علم دوست سے ملاقات ہوگی مگر کراچی آمد سے دو دن پہلے دل کی حرکت بند ہوئی اور ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو موصوف اللہ کو پیارے ہو گئے۔

رفیقہ دلی نہ از دل ما

میں نے اس مقالہ کی Magnifier استعمال کر کے بار بار تصحیح کی، چوتھی بار مولانا حافظ محمد الثانی پی۔ ایچ۔ ڈی سلمہ نے پروف پڑھے ہیں۔ غلطیاں درست کر دی جائیں تو انشاء اللہ کتاب صحیح چھپ سکے گی، وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

مولانا سعید الرحمن علوی علم دوست و مخلص انسان تھے ان کا علم کتب خانہ سے بظاہر کوئی تعلق نہ تھا وہ یہ مقالہ چھپوا کر علم کتب خانہ سے جس دلی وابستگی کا مظاہرہ کر گئے، وہ قابل رشک ہے یہی نہیں وہ اس مخلصانہ عمل سے علم کتب خانہ سے وابستہ اہل علم، طلبہ و طالبات اور اس مقالہ سے بہر مند افراد کے قلوب میں خصوصاً اور اسلامی ثقافت کے شیدا یوں کے دلوں میں عموماً اپنی یاد کا نقش ثبت کر گئے۔ بقول غالب!

سر مٹ ہفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے  
کہ رہے چشم خریدار پہ احساں میرا

اللہ تعالیٰ حقانی میاں قادری کو بھی خوش و خرم رکھے کہ ان کی مساعی بھی بار آور ہوئیں اور مقالہ چھپ کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچا۔  
 اس موقع پر مجھے استاد الکل فی الکل ڈاکٹر عبدالمعید المتونی ۱۳ جنوری ۱۹۸۵ء جو پاکستان میں علم کتب خانہ کے علمی و عملی ہر دو پہلوؤں میں یکتائے زمانہ تھے اور ڈاکٹر سید عبداللہ نگران اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانشگاہ پنجاب، المتونی ۷ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ = ۱۲ اگست ۱۹۸۶ء، مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی، لائبریرین مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، المتونی ۲۶ جنوری ۱۹۹۰ء اور میرے عزیز دوست سعید الدین فاروقی لائبریرین بلدیہ لائبریری کراچی، المتونی ۱۲ اگست ۱۹۸۵ء جنہوں نے اس مقالہ کو حرف بحرف پڑھا تھا۔ اب گوناگوں اور فراوان و نادر معلومات، نئے عنوانات اور نئی ترتیب سے آراستہ دیکھ کر جو خوشی ہوتی، وہ کم لوگوں کو ہوگی۔

کب ایسے لوگ ہوتے ہیں پیدا جہاں میں  
 افسوس کہ تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

اس عاجز پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات میں سے ایک انعام یہ بھی ہے کہ اس نے ایک تاریخی خلا کو مجھ سے پر کر دیا جو اب تک باقی تھا میں اس قابل نہ تھا اس کی دستگیری سے یہ سب کچھ ہوا۔ ما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا للہ ہم تو (کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے اگر اللہ نے ہم کو نہ پہنچایا ہوتا) (الاعراف - ۴۳)

اس انعام و اکرام پر اس کے حضور میں سر بسجود ہوں کہ اسے قبول فرما اور میری خطاؤں سے درگزر فرما۔ میرے اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اسلامی کتب خانے کی چوتھی کڑی ”اسلامی کتب خانے عمید عباسی میں“ جو ایک زمانہ دراز پر محیط ہے پہلے شائع ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی دور جاہلی میں عربوں کے کتب خانے، ان کے مختلف پہلوؤں پر عاجز کے مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ دوسری کڑی ”دور رسالت“ اور تیسری کڑی ”دور اموی“ کے اسلامی کتب خانے ہیں۔ ان کا مواد تیار ہے۔ صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کی فرصت درکار ہے۔ وہ عطا فرمائیں تو اسلامی کتب خانوں کا یہ سلسلہ عمید عباسی تک مکمل ہو جائے، اور اس سلسلہ کا وہ تاریخی خلاء جو اب تک باقی ہے، پر ہو جائے وما ذالک علی اللہ بعزیز



ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحيم

محمد عبدالخليم چشتي

۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۱۴ اگست ۱۹۹۶  
بوقت سحر، کراچی پاکستان

## باب اول

### تمہید و تعارف

فسانہ گشت و کہن شد حدیثِ اسکندر  
سخن نو آر کہ نو را تلاوتے است دیگر

(فرخی)

یہ تحقیقی مقالہ جس کا موضوع ”اسلامی کتب خانے“ ہیں پورے عہدِ عباسی ۱۳۲-۶۵۶ھ/۷۴۹-۱۲۵۸ء کو محیط اور گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول ’تمہید و تعارف‘ کے دو حصے ہیں پہلا حصہ جس کی سرخی تمہید ہے اس میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ کتب خانے تمدن کی پیداوار اور ذہنی طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی ترقی، کثرت و تنوع، حکمِ اقراء اور شاہانِ عباسی کی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے ساتھ اثرات کا مرہون منت ہے، دورِ عباسی میں کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کے آٹھ اور کتب خانوں کی نشاندہی کے تین اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے نیز پہلی مرتبہ کتب خانوں کی شناخت کے چھپن، زیادتی رہنما اعتول اور ایک سو دو فرزوعی جن کی مجموعی تعداد (۱۵۸) ایک سو اٹھاون، کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور عہدِ عباسی میں کتب خانوں کے ذخائر کی عددی حیثیت کو بتایا گیا ہے۔

دوسرا حصہ ”تعارف“ پر مشتمل ہے جس میں مقصد مطالعہ، انتخاب موضوع، سابقہ مطالعہ اور ماخذوں کا سرسری جائزہ، وسعت و طریق کار کی وضاحت کی گئی ہے۔

اسلام میں تصنیف و تالیف، کتابوں کی ہم نسفی و صنف دار ترتیب و تبویب اور کتب خانوں کے حالات کے پیش نظر کبھی واجب، کبھی مستحب اور کبھی مباح ہے اس لئے کہ وحی جب اتری رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قلم بند کرایا، یہ امر واجب تھا، اسی حکم میں دینی کتابیں داخل ہیں۔ حالات کے پیش نظر ان کا ذخیرہ کرنا ان کی تبویب و ترتیب کرنا بھی واجب، مستحب و مباح ہے۔ (۱)

اقوام عالم کا علمی ورثہ بھی ائمہ مجتہدین کی دور رس نگاہوں سے او جھل نہیں رہا، انہوں نے اس کا بھی شرعی نقطہ نگاہ سے جائزہ لیا، اسے عربی میں ترجمہ کرانے کا حکم دیا چنانچہ امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ کتاب الامم میں رقمطراز ہیں۔

”عجمیوں کی جو کتابیں ملیں وہ سب مال غنیمت ہیں، خلیفہ وقت کو چاہئے کہ ترجمہ کرنے والوں کو بلائیں ان کا ترجمہ کرائیں، اس لئے کہ طب وغیرہ علوم میں کوئی کراہت نہیں ہے انہیں فروخت کریں، جس طرح دوسری غنیمت کی اشیاء فروخت کی جاتی ہیں، شرک کی کتابیں پارہ پارہ کی جائیں اور ان کے ظروف و آلات سے فائدہ اٹھائیں، انہیں فروخت کریں کتابوں کی حقیقت کو جانے بغیر جلانے اور دفن کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔“ (۲)

اسلام معیشت کے لئے مادی ضروریات کے فراہم کرنے پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ تہذیب و ثقافت کے وسائل و مظاہر کو مہیا کرنے اور انہیں پروان چڑھانے کا ضامن ہے اور اس امر پر زور دیتا ہے چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عوام کی تعلیم و تربیت کے لئے مختلف اطراف میں علماء بھیجے۔ خلفاء راشدین کا بھی یہی معمول رہا، عہد عثمانی میں مصحف کے ساتھ مقری (جو قرأت و معانی کی طرف رہنمائی کرتا تھا) اسلامی مرکزوں میں بھیجا گیا (۳) اسلام میں دارالمصاحف و بیت المصاحف سے دارالکتب کا آغاز ہوا اور کتب خانہ تہذیب و ثقافت کا وسیلہ و مظہر اور عہد تمدن کی یادگار قرار پایا۔

امام شافعی کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے کا الزام مسلمانوں کے سر دھرنا قطعی بے بنیاد ہے۔ اگر ایسا کیا جاتا تو صحابہ کا یہ طرز عمل امام شافعی کے لیے دلیل بنتا اور وہ مذکورہ بالا فقہی حکم کیونکر لگاتے۔

باب اول

## پہلا حصہ (اجمالی خاکہ)

- ☆ کتب خانے عہد تمدن کی یادگار
- ☆ ذہنی طاقت کا سرچشمہ
- ☆ کتب خانہ ایک تہذیبی و ثقافتی ورثہ کی اساس
- ☆ حکمِ اقراء و قیّدوا العلم بالکتاب کے ثقافتی جلوے
- ☆ اور عہدِ عباسی میں عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات
- ☆ عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کے اسباب
- ☆ عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی نشاندہی کے اسباب
- ☆ عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی اشاعت کے رہنما اصول
- ☆ عہدِ عباسی میں عوامی، شاہی و انفرادی کتب خانوں کے ذخائر کی کیفیت و کمیت





## حصہ اول

### (۱) کتب خانے عہد تمدن کی یادگار ہیں

تعلیم اور کتب خانے دور تمدن کی یادگار ہوتے ہیں جو قوم جتنی متمدن ہوتی ہے اسی نسبت سے اس کے علوم و فنون کی ترقی ہوتی ہے، صنعتوں اور حرفتوں کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ ابن خلدون کہتا ہے:

”علوم کی تعلیم بھی منجملہ اور پیشوں کے ایک پیشہ ہے جب معاشی آسودگی حاصل ہوتی ہے تو انسانوں کی زندگی میں مزید لطافت آجاتی ہے اور انہیں علوم و فنون اور صنعتوں سے شغف ہو جاتا ہے“ (۴)

اسلام کے تمدن کی پہلی اینٹ مکہ میں رکھی گئی، سب سے پہلا مدرسہ مکہ میں کوہ صفا پر قرار قم میں بنا، اس میں قرآن کی آیتوں اور سورتوں کا نزول ہوا۔ اسی درسگاہ میں رسالت مآب ﷺ نے صحابہ ”کو اسلام کی دعوت و قرآن کی تعلیم دی (۵) افراد کی سیرت و کردار کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے قرآن کی تفہیم کو ذہنوں میں اتارا جس نے شعور کو بیدار کیا۔ بلاغ اور کتب خانوں کی تحریک کی داغ بیل ڈالی، علم و کتاب کا چرچا شروع ہوا تا آنکہ عباسی دور خلافت میں کتب خانوں کی تحریک اتنی عام ہوئی کہ کتب و کتب خانے مسلم معاشرے کے لوازم حیات بن گئے۔

مکہ کے بعد اسلام کے تمدن کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا، یہ شہر سب سے پہلے اسلام میں عوامی تعلیم کا مرکز بنا، مسجد نبوی کو اسلام کی پہلی درسگاہ بننے کا شرف حاصل ہوا پھر مدینہ ﷺ کی نو مسجدوں میں تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا (۶) مدینہ سے علوم کی سوتیں پھوٹیں، یہی شہر مرکز علم ہوا اور ”دارالسنہ“ کے لقب سے ممتاز ہوا (۷)

مذکورہ بالا اصول کے مطابق اسلامی عہد میں جو شہر تمدنی حیثیت سے ممتاز و فائق رہے وہ تعلیم کے مرکز بھی رہے چنانچہ عہد صحابہ ”میں مدینہ منورہ کو سب سے پہلے ”مدینۃ العلم“ کا لقب ملا پھر حجاز مرکز علم قرار پایا۔ دور مرتضوی ”میں مرکز خلافت جب عراق منتقل ہوا تو یہ شرف کوفہ و بصرہ کو حاصل ہوا، اس کے بعد دور اموی میں دار الخلافہ جب سرزمین شام میں لے جایا گیا تو مرکز علم دمشق بن گیا، زوال بنی امیہ کے بعد مشرق میں دور عباسی میں بغداد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی تو بغداد معدن علم بنا۔ پھر یہ فضیلت و امتیاز مصر و نیشاپور وغیرہ کو اور مغرب

میں قیروان و قرطبہ کو حاصل ہوا، ابن خلدون لکھتا ہے:

”بغداد، قرطبہ، قیروان، بصرہ، کوفہ کو دیکھو جب یہاں اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تمدن پھیلا اور عمرانی ترقی درجہ کمال کو پہنچی تو ان شہروں میں علم کے سمندر جوش مارنے لگے، یہاں کے باشندے تعلیمی اصطلاحات و مسائل کے استنباط میں تفسیر طبع دکھانے لگے اور متقدمین سے بھی گئے سبقت لے گئے جب یہاں تمدن کو زوال آیا اور حالت اتر ہوئی تو بساطِ علم الٹ گئی اور علم و تعلیم یہاں سے مفقود ہو کر دوسرے شہروں میں منتقل ہو گئے“ (۸)

”جب بغداد، بصرہ اور کوفہ جیسی علم کی کانیں مٹ گئیں تو ان سے بڑے بڑے شہر آباد ہوئے اور علم کا مرکز عراق عجم میں منتقل ہو کر خراسان و ماوراء النہر میں قائم ہوا پھر قاہرہ میں منتقل ہوا، قاہرہ کی تمدنی حیثیت چونکہ مسلسل قائم رہی اس بنا پر یہ ہر زمانے میں علم کا مرکز رہا، اس لیے جو لوگ دیارِ مغرب سے علم حاصل کرنے کے بعد دیارِ مشرق میں آتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اہل مشرق کی عقل و ذہانت اہل مغرب سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ فطری طور پر ان سے زیادہ عقل مند و تیز ہوتے ہیں۔ اس طریقہ سے وہ مغرب (یورپ، ہسپانیہ) اور مشرق (ایشیا و افریقہ) کے باشندوں کی انسانی خصوصیتوں میں فرق سمجھنے لگے ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے..... اہل مشرق تمدنی ترقیوں اور مسلسل مشق جاری رکھنے کے باعث اہل مغرب سے بڑھ گئے ہیں۔ ان کی تمام عقلی ترقیوں کا حقیقی سبب یہی ممارست و انہماک علمی (تدریس کتب و کتب خانے) ہیں“ (۹)

عبدالرسالت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم کا آغاز ہوا لیکن سو سال کی مختصر سی مدت میں تعلیم کو ایسی ترقی ہوئی کہ فتوحاتِ اسلامی کا دائرہ جتنا وسیع ہوتا گیا تعلیم کا دائرہ اس سے زیادہ وسیع تر ہوتا گیا چنانچہ علامہ

ابن حزم فرماتے ہیں۔

”جسے تاریخ کا تھوڑا سا علم ہے وہ یقیناً یہ بات جانتا ہے کہ تابعین نے سندھ، خراسان، آرمینیا، آذربائیجان، موصل، دیارِ ربیعہ، دیارِ مصر، شام، افریقہ، اندلس، حجاز، یمن، پورا جزیرہ عرب، عراق، فارس، کرمان، بھستان، کابل، طبرستان، جرجان، جبال میں اسلام پھیلا یا اور نورِ علم سے گوشہ گوشہ کو منور کر دیا تھا، الحمد للہ ان مذکورہ شہروں میں کوئی بستی ایسی نہ تھی جس میں ”مفتی“ ”مقری“ نہ ہو، اکثر بستیوں میں تو ایک سے زیادہ ”مفتی“ و ”مقری“ موجود تھے“ (۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں بھی کئی کئی مقلد (معلم اور لائبریرین) اور مفتی موجود تھے۔ مورخ شمس الدین ذہبی تذکرہ الحفاظ میں طبقہ ثانیہ کے اختتام پر سنہ ۱۰۱۵ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں۔

”پہلی صدی ہجری میں اہل علم اور ائمہ، اجتہاد، زہاد، عباد، اقطاب، غوث اور ابدالوں کی ایک بہت بڑی خلقت بلاد اسلامی میں آباد تھی ممکن ہے ہم نے ان میں سے جن کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے وہ ان سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے علم و فضل، عبادت و ریاضت اور کارناموں میں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوں۔ پہلی صدی ہجری میں اسلام کا خوب بول بالا ہوا اور گوشہ گوشہ میں اسلام پھیل گیا تھا“ (۱۱)

مورخ موصوف نے تیسرے طبقہ کے خاتمہ پر مختلف بلاد کے فقہاء، محدثین و حفاظ کے نام پانچ صفحات میں گنائے ہیں جن کی مساعی جمیلہ سے علوم و فنون کو فروغ حاصل ہوا تھا (۱۲) تعلیم کا جہاں اتنا رواج اور چرچا ہو وہاں ممکن نہ تھا کہ کتب خانے نہ ہوں، انہی وجوہ سے ہم نے عہد رسالت، خلافت راشدہ و دور اموی میں کتب خانوں کا سراغ لگایا اور اس دور کے کتب خانوں کا تذکرہ ”عہد رسالت سے دور اموی تک اسلامی کتب خانوں کا ارتقاء“ میں پیش کیا ہے (۱۳)

بلاشبہ عہد رسالت، خلافت راشدہ و دور اموی میں بعض علوم کی تدوین کا آغاز ہوا انفرادی، عوامی اور شاہی کتب خانوں کی داغ بیل پڑی لیکن عہد رسالت سے دور اموی تک خالص عربی تمدن جلوہ فگن رہا، عربوں کو اپنی قوت حافظہ پر جیسا کچھ اعتبار و اعتماد اور فخر و ناز تھا وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ اپنا پورا علمی و ثقافتی ورثہ نسب نامے، جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، لے لے قصیدے سب حافظہ میں محفوظ رکھتے تھے اور انہیں قید تحریر میں لانا عار سمجھتے تھے (۱۴) مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان کے یہاں کوئی کتابی مواد ہی نہ تھا۔ رسالت، معاہدات، فرامین، ذاتی و سرکاری خطوط اور قرآن و سنت کا تحریری سرمایہ موجود تھا جس کا تذکرہ مذکورہ بالا مقالہ میں کیا گیا ہے۔ عربوں کے اپنے قوت حافظہ پر غیر معمولی اعتماد اور تحریری مواد کی قلت کی وجہ سے ان کے تحریری سرمایہ میں تنوع و کثرت نہیں آسکی تھی اور نہ بہت اعلیٰ پیمانے پر ان کے علوم و فنون کی تدوین ہی کی جاسکی تھی۔ اس لیے اس دور کے کتب خانوں کے ذخیرہ میں جامعیت، تنوع اور کثرت پیدا نہ ہو سکی تھی۔ اس دور کا سب سے بڑا کارنامہ صرف ابلاغ اور کتب خانوں کی تحریک کا وہ آغاز ہے جس سے علم و کتاب کے سلسلہ کا احیاء ہوا تھا، اس کو ترقی دینا کتب اور کتب خانوں کے متنوع

اقسام کے ترقی پذیر سلسلہ کو نئی اور مضبوط بنیادوں پر فروغ دینا عباسی خلفاء کا کارنامہ ہے۔

یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ عہد رسالت سے چوتھی صدی ہجری تک مسلم معاشرے میں دو قسم کے کتب خانوں کی ہر جگہ کثرت رہی ہے، ایک وہ کتب خانے تھے جنہیں عرف عام میں زندہ کتب خانہ کہا جاتا تھا یہ سامانِ کتابت کی قیود سے آزاد تھے۔ دوسرے وہ کتب خانے تھے جن کا وجود سامانِ کتابت کا مرہون منت ہے، آج اصطلاح فن میں اسی کو چند قیود کے ساتھ کتب خانہ کہا جاتا ہے، یہ اسلام کا فیضان ہے اس نے صدیوں تک دونوں قسم کے کتب خانوں کا سلسلہ برقرار رکھا۔

وہ زندہ کتب خانے (مکتبات حید) جن سے بلا قید زمان و مکان ہر جگہ فائدہ اٹھایا جاتا تھا یہ علوم و معارف کے گنجائے گرانمایہ علماء و محدثین، فقہاء و مفسرین، ادباء و ائمہ لغت کے صدور (سینے) تھے جن میں وہ سب کچھ محفوظ تھا جو انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم و معاصرین صحابہؓ سے سنا اور شب و روز غور و فکر کے بعد خود سمجھا تھا چنانچہ خلفاء اربعہ و عبادلہ ثلاثہ عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عباسؓ و عبداللہ بن عمرؓ مجتہدین حفاظ اور مکثرین (کثرت سے روایت کرنے والے) صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت (۱۵) اس قسم کے کتب خانوں کی نظیر تھے اس لیے کہ جب ان سے کچھ پوچھا جاتا یہ بلا کم و کاست اسے بیان کرتے تھے۔

ان کے بعد ان کے نامور تلامذہ کی بھی یہی شان تھی چنانچہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۱۲۴/۵۸ھ - ۶۷۷/۷۸ھ) کا واقعہ کتب تاریخ و تذکرہ میں محفوظ ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک اموی (۷۱-۱۲۵ھ - ۶۹۰-۷۴۳ھ) نے امام زہری کو بلایا اور فرمائش کی کہ صاحبزادوں کو کچھ حدیثیں املاء کرائیں، اسی نے پس پردہ کاتب کو بٹھایا تاکہ وہ دیکھ نہ سکیں اور ہدایت کی کہ جو املاء کرائیں قلم بند کرتا جائے۔ موصوف نے چار سو حدیثیں املاء کرائیں کچھ عرصہ بعد ہشام نے زہری سے عرض کیا وہ ذخیرہ جو املاء کرایا گیا تھا گم ہو گیا، امام موصوف دوبارہ املاء کرانے پر آمادہ ہو گئے ہشام نے کاتب پس پردہ بٹھا کر ہدایت کی کہ جو موصوف بیان کریں لکھتا جائے، امام زہری وہی حدیثیں املاء کرا کر رخصت ہو گئے، خلیفہ ہشام نے خود اس کا مقابلہ کیا تو سرمو فرق نہیں پایا (۱۶) حفظ کا یہ انداز عربوں کی طبیعت و مزاج کے عین مطابق تھا وہ جس کچھ سنتے اسے حافظہ کی قید میں محفوظ رکھتے تھے، ان وجوہ سے ابتدائی دور میں اس قسم کے زندہ کتب خانوں کو مسلم معاشرے میں پسند کیا جاتا تھا چنانچہ مورخ شمس الدین "الذہبی تذکرۃ الحفاظ" میں رقمطراز ہیں:

"ان علم الصحابہ والتابعین فی ا اور فہی کانت خزائن العلم لهم" (۱۷)

صحابہ و تابعین کا علم سینوں میں محفوظ تھا ان کے سینے ان کے علم کے خزانے اور سفینے تھے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلم معاشرے میں ابلاغِ علم و کتب خانوں کی یہ وہ زندہ تحریک تھی جس نے مادی کتب خانوں کی تحریک کو ابتداء میں بہت سہارا دیا اس لیے کہ ابتداء میں وسائل و سامان کتابت کی اتنی فراوانی نہیں تھی کہ ہر جگہ اور ہر وقت اسے آسانی حاصل کیا جاسکتا جیسا کہ قرآن مجید کی جمع و تدوین کی تاریخ کے واقعات سے عیاں ہے کہ اسے کبھی کھال پر، کبھی پتھر پر، کبھی ہڈی وغیرہ پر لکھوا کر محفوظ کیا گیا تھا (۱۸)

دوسرے وہ کتب خانے تھے جو ”الکتاب“ اور ”قیدوا العلم بالکتاب“ (علم کو قید تحریر میں لاؤ) کی تحریک تھے جس نے عربوں کی طبیعت و مزاج کو بدل کر کتاب کا خوگر و شیدا بنایا اور اس حقیقت کو ان کے ذہن نشین کرایا کہ علم ایک ثقافتی ورثہ ہے اور یہ بنی نوع انسان کی مشترک میراث ہے، معلوم نہیں موت کب انسان کو اپنی آغوش میں لے لے پھر حافظہ گو کتنا ہی قوی ہو اور بلکہ یادداشت خواہ کتنی ہی زبردست کیوں نہ ہو، عوارض اسے لاحق ہوتے ہیں۔ حافظہ بعض اوقات نسیان کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان وجوہ سے علوم و معارف کو جلد از جلد کتابی صورت میں منتقل کیا جانا چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکے چنانچہ علوم و حکم کو صدور سے اسفار (کتابوں) میں اور سینوں سے سفینوں میں منتقل کیا گیا (اور کتب خانے معرض وجود میں آنے لگے تھے چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۷۱ ق ھ - ۶۵ ھ - ۶۱۶ - ۶۸۳ء) (۱۹) اور ابو ہریرہ (۲۱ ق ھ - ۵۹ ھ - ۶۰۲ - ۶۷۹ء) (۲۰) اور عبداللہ بن عباس (۳ ق ھ - ۶۸ ھ - ۶۱۹ - ۶۸۷ء) رضی اللہ عنہم کے کتب خانے (۲۱) اس کی بہترین مثال ہیں۔

اسلامی فتوحات کا دائرہ جب زیادہ وسعت اختیار کر گیا، اقوام عالم جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوئیں، وہ عربوں کی طرح ہر بات کو یاد رکھنے کی عادی نہ تھیں، نہ ان کا حافظہ ان کی طرح قوی تھا پھر اس مدت میں علوم و فنون میں تنوع و کثرت آگئی تھی، کھرے سکوں کے ساتھ کھوٹے سکے بھی بازار علم میں آنے لگے تھے۔ چنانچہ امام یسٹ بن سعد (۹۳ - ۱۷۵ھ) کا بیان ہے:

”اسکندریہ میں ایک شیخ آیا جو نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے روایت بیان کرتا تھا میں نے بھی اس سے دو فنداق (بڑی بڑی کاپیاں) نقل کیں اور انہیں نافع کو بھیجا، موصوف نے ان روایات سے انکار کیا۔“ (۲۲)

پھر اسلام کی بدولت علمی سادت و قیادت بھی موالی (غلاموں) کو حاصل ہو گئی تھی وہ

علمی مسندوں پر جلوہ افروز ہو کر علم کی تشریح و اشاعت اور تصنیف و تالیف میں سرگرم عمل تھے (۲۳) لوگوں کی ہمتیں جواب دینے لگی تھیں۔ ائمہ فن کو علم کے برباد ہونے کا خطرہ ہوا اور انہوں نے سینوں سے سفینوں میں علوم و معارف کو منتقل کرنا شروع کیا۔ انہوں نے عربوں سے اکتسابِ علم کیا تھا، اس لیے ان کے انداز و طریقہ اکتسابِ علم کے دلدادہ تھے چنانچہ انہیں مرغوبِ خاطر یہی امر تھا کہ علوم کی تحصیل اس طرح حافظہ سے کی جاتی ہے جس طرح انہوں نے کی تھی (۲۴) اس طرح اسلامی تاریخ میں علوم و فنون کی تدوین شروع ہوئی، یہی وہ زمانہ تھا جب وسائلِ کتابت و سامانِ کتابت باسانی میسر ہونے لگا، کاغذ کے کارخانے اسلامی قلمرو میں لگنے شروع ہوئے، وہ سہولت سے ملنے لگا تو اسلامی قلمرو میں ہر شہر اور بستی بلکہ گلی گلی مادی کتب خانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور سینوں کے سفینوں میں بھی علم کا دفینہ کیا جانے لگا اس طرح مسلم معاشرہ میں ہر دو قسم کے کتب خانوں کا باہمی سفر شروع ہوا جہاں ایک پایا جاتا وہاں دوسرا بھی ساتھ ہی ملنے لگا تھا، ہر دو نوع کے کتب خانوں کے تلازم کا یہ سلسلہ چوتھی صدی ہجری تک اپنے عروج پر رہا پھر پہلے نوع کے کتب خانوں کی کثرت میں انحطاط آنے لگا، تاہم عہدِ عباسی تک یہ سلسلہ برابر قائم رہا جیسا کہ کتب طبقات سے عیاں ہے۔

عہدِ عباسی میں اسلامی قلمرو کے مرکزی شہروں میں کاغذ سازی کے کارخانوں اور سوقِ اکتب کا قیام علوم و فنون کی ترتیب و تدوین اور تنوع و کثرت، ترویج و اشاعت، تصنیف و تالیف، دوسری زبانوں سے ترجمہ کتب کے عالمگیر سلسلہ کا آغاز، عالمی ادب کی حفاظت اور ترجمہ کے ذریعہ عمومی طور پر اس کی نشر و اشاعت، اسلامی شہروں میں وراقوں کے کوچوں اور مستقل محلوں کی آباد کاری، کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کا احیاء اور ہمہ اقسام کے کتب خانوں کا قیام اور ان کی فنی تنظیم، اس دور کی برکات ہیں۔ ان وجوہ سے اسلام کی تاریخ میں کتب و کتب خانوں کی تشکیل و ترویج کا سب سے زیادہ روشن و تاباں دور، عباسی دور ہے اور اس دور کے اسلامی کتب خانے ہمارے اس تحقیقی مقالہ کا موضوع ہیں۔



## (ب) ذہنی طاقت کا سرچشمہ

موجودہ دور میں ملکی طاقت کا سرچشمہ حسب ذیل تین طاقتوں کو تسلیم کیا گیا ہے ان کی تنظیم و تشکیل بھی عبد عباسی میں بدرجہ اتم ہوئی ہے۔

(۱) فوجی طاقت (Military Power) جس کے متعلق قرآن نے کہا۔

”واعدو الہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل تربون بہ عدو اللہ و عدوکم و آخرین من دونہم لا تعلمونہم اللہ یعلمہم (الانفال - ۴۰) اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور ہتھیار بند رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔“

(۲) اقتصادی طاقت (Economic Power) اقتصادی طاقت کے بقاء و ارتقاء

کے لیے اسلام نے زکوٰۃ، صدقات، غنائم و جزیہ وغیرہ کا مستقل نظام قائم کیا ہے۔

(۳) ذہنی فکر و دانش کی طاقت (Intellectual Power) جس کو پروان چڑھانے

کے لیے نبی کے فرائض منصبی میں ”یعلمہم الكتاب والحکمہ“ البقرہ (وہ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے) کو داخل کیا گیا قرآن نے علم کتاب و حکمت سے بہرہ ور افراد کا ذکر بڑے ہی اہتمام کے مواقع پر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت طلوت کے متعلق فرمایا ہے۔

”وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم“ (البقرہ - ۲۴۷) اور اللہ نے اس کو دماغی اور

جسمانی دونوں قسم کی صلاحیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ

السلام کے متعلق کہا ہے ”اتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب“ (صاف) اس کو

حکمت عطا کی تھی اور فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت بخشی تھی۔ حضرت لقمان کے

بارے میں فرمایا ہے۔ ”ولقد اتینا لقمان الحکمۃ“ (لقمان) اور ہم نے لقمان

کو حکمت عطا کی تھی اور سورۃ حدید میں فرمایا گیا ہے ”لقد ارسلنا رسلنا

بالبینات وانزلنا معہم الكتاب والمیزان ليقوم الناس بالقسط“ وانزلنا

الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس و یعلم اللہ من ینصر ورسلہ

بالغیب ان اللہ قوی عزیز“ (۲۵-۵۷ الحدید)۔ ”ہم نے اپنے رسولوں کو صاف

صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور اور لوگوں کے منافع ہیں یہ اس لیے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اقوام عالم میں قوت کا توازن اور اعتدال قائم رکھنے کے لیے انہی تین طاقتوں کی ضرورت ہے لیکن ذہنی فکر و دانش کی طاقت اصل طاقت ہے اور فارسی والوں کا تو مقولہ یہ ہے ”توانا بود ہر کہ دانا بود“۔ اس اصل ذہنی طاقت کا سرچشمہ کتب و کتب خانہ ہیں۔ فکر و دانش کی طاقت مذکورہ بالا ہر دو طاقتوں کی بقاء و ارتقاء اور ان کے بر محل اور صحیح استعمال کی ضامن ہے اس لیے اس کو ان دونوں مذکورہ بالا طاقتوں سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، موجودہ ترقی یافتہ دور میں اس سے اندرون ملک قومی عزم و استقلال کی تعمیر کی جاتی ہے اور بیرون ملک نفسیاتی جنگ (Psychological Warfare) لڑی جاتی ہے۔ زمانہ امن میں اس سے قومی وقار میں اضافہ اور جنگ کی صورت میں اس سے Morale حوصلہ، ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے۔ عمیرونی ممالک کو اپنا ہمنوا بنانے اور دشمن کو کمزور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بڑی بڑی کامیابیاں اسی طاقت کے ذریعہ حاصل کی جاتی ہیں۔ اس لیے اس کو نہایت موثر اور اہم قوت تصور کیا جاتا ہے فکر و دانش کی طاقت کے پروان چڑھنے کا مرکز کتب و کتب خانہ ہے۔ موجودہ سائنسی دور میں طاقت کے حسب ذیل سات عناصر مانے گئے ہیں (۲۵)

Geography	(۱) جغرافیہ
Natural resources • raw materials	(۲) قدرتی وسائل اور خام اشیاء
Population	(۳) آبادی
Technology	(۴) ٹیکنالوجی
Ideologies	(۵) نظریات
Morale	(۶) عزم و استقلال
Leadership	(۷) قیادت

فکر و دانش کی طاقت کا ان مذکورہ بالا سات عناصر میں سے آخری چار عناصر سے نہایت گہرا اور ابتدائی تین عناصر سے عمومی ربط و تعلق ظاہر ہے۔ فکر و دانش کے سرمایہ کی حفاظت

اشاعت و ترقی کا مرکز کتب و کتب خانہ ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ملک و ملت کی فلاح و بہبود کا کتب و کتب خانوں سے نہایت قریبی اور بہت ہی گہرا رشتہ ہے اور قومی بقاء و ارتقاء میں کتب اور کتب خانوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ کسی خطہ و مملکت میں آباد قوموں کو زیر نگین رکھنے کے لیے حکمران قوم کا محکوم اقوام سے ذہنی سطح میں بلند تر ہونا لازمی امر تھا اور ہے، تاریخ اسلام اس امر کی شاہد عادل ہے کہ حجاز و نجد کے رہنے والے حاملین کتاب بدووں کا سلطنتِ روم، شام و ایران جیسی متمدن اقوام کی مملکتوں پر اپنا دبدبہ و شوکت قائم کرنے میں کامیابی ان کی ذہنی سطح کی رفعت و بلندی کا بین ثبوت ہے جو انہیں اس کتاب سے نصیب ہوئی تھی۔

اسلام نے فکر و دانش کی طاقت کے سرچشمہ کتب و کتب خانہ کی ترویج و اشاعت اور تحفظ و توسیع پر بہت زور دیا ہے۔ عہدِ عباسی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ تاریخ کے اس سنہری دور میں کتب و کتب خانوں کی سب سے زیادہ کثرت رہی ہے۔

## (ج) کتب خانہ: ایک تہذیب و ثقافتی ورثہ کی اساس

حقائق اشیاء سے فراہم کی ہوئی معلومات پر ہر قوم اپنے علمی، معاشرتی، تاریخی و ثقافتی نظریات کی تعمیر و تشکیل کرتی اور انہی افکار و نظریات کے مطابق اپنا نظام فکر و عمل مرتب کرتی ہے اور وہی اس قوم کی خاص تہذیب کہلاتی ہے، انہی افکار و نظریات پر مبنی فلسفہ زندگی کے مطابق وہ ہر شعبہ علم کو ترتیب دیتی اور تشکیل کرتی ہے (۲۶) اس علمی سرمایہ و ثقافتی ورثہ کے مظاہر کتب خانے ہیں، اس لیے کتب خانوں کو ہمیشہ ثقافتی مرکز کہا جاتا ہے، ہر قوم کے نظام فکر و عمل کی بدولت ان کے علوم و فنون میں تنوع، کثرت، وسعت پیدا ہوتی اور علوم و معارف کو اہمیت حاصل ہوتی ہے، اس قوت کے سہارے اس قوم کے علوم و فنون اور کتب خانے فروغ پاتے رہے ہیں۔

شاہانِ عباسی کی علمی و ثقافتی سرگرمیوں اور ایرانی، کلدانی، مصری، یونانی و ہندی تہذیب و تمدن کی رنگ آمیزیوں سے عباسی تمدن مشرق میں اسلامی تمدن بنا (۲۷) مشرق و مغرب میں جہاں کہیں کوئی نئی حکومت قائم ہوئی یا کوئی نئی قوم برسرِ اقتدار آئی وہ بھی ان کی علمی و ثقافتی سرگرمیوں سے متاثر ہوئی اور علم نوازی، معارف پروری میں انہی کے نقش قدم پر چلی۔

عہدِ عباسی میں مسلمانوں نے دنیا کی تمام متمدن اقوام پر محض سیاسی یا فوجی غلبہ ہی حاصل نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے اپنے علمی افکار، نہایت مدلل، نظریات، نادر تحقیقات، پیش بہا معلومات، تجربات و انکشافات کو اپنے طرزِ فکر و عقیدے کے مطابق مرتب کر کے پیش کیا جس کی وجہ سے ایک ایسی پاکیزہ و شاندار تہذیب وجود میں آئی جس کے رنگ میں دنیا رنگتی چلی گئی اور صدیوں دنیا اس تمدن تہذیب و ثقافت کی تقلید کو نثر سمجھتی رہی، ان کے مرتب و مدون کئے ہوئے ثمرات و نتائج کی روشنی میں یورپ کے مفکر اور دانشور آگے قدم بڑھاتے رہے (۲۸)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی کا علمی و تحقیقاتی ادب اور اس کے ثقافتی مظاہرے طالب علموں، استادوں، دانشوروں اور محققوں کے لیے علم و بصیرت، دانش و آگہی کے لیے سب سے زیادہ کشش و جاذبیت کا باعث رہے۔ اس دانشورانہ طاقت کے سہارے مسلمان اپنے اور اپنے زیرِ نگیں اقوامِ عالم کے اخلاق، سیرت و کردار، سنوارتے، اذہان و افکار کی تعمیر و تشکیل کرتے اور تحقیقاتی ادب کے پروان چڑھانے میں سرگرم عمل رہے۔ وہ علماء و محققین جو اس سلسلہ میں ان کی مدد کرتے یہ ان کی ہمت افزائی کرتے ان کی تحقیقاتی سرگرمیوں، علمی کاوشوں اور ذہنی ثمرات و نتائج کی سونے کے بھاؤ قیمت ادا کر کے علمی سرمایہ

میں اضافہ کرتے رہتے تھے (۲۹)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ثقافتی مظاہرے مسلمانوں کی علمی بقاء و ارتقاء کا سب سے موثر و اہم سبب بنے رہے۔

مذکورہ بالا وجوہ سے عباسی دور کو مسلمانوں کے علم و آگہی کا سنہری دور ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس کی نقش آرائیاں اور علمی و کتابی سرگرمیاں ہر دور میں اہل علم و دانش کی مرکز توجہ ہیں اس لیے مسلمان اہل قلم اور مستشرقین نے اس دور کے کتب خانوں کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے۔

(۱) حکم اِقرأ و اِعلم بالکتاب کے ثقافتی جلوے اور

عہدِ عباسی میں عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات

غار حراء میں اِقرأ کے حکم اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان قید و العلم بالکتاب نے مسلمانوں کو الکتاب کی

۱۔ قرأت

۲۔ کتابت

۳۔ حفاظت اور

۴۔ اشاعت کا پابند کر کے علم و عرفان کا والہ و شیدا بنایا پھر ان کی دعوت پر جس قوم و

ملت نے اِقرأ کے نور اور قید و العلم بالکتاب (علم کو قیدِ تحریر میں لاؤ) کی معرفت کو دل میں جگہ دی وہ بھی مذکورہ بالا چار باتوں کی خوگر ہو گئی۔ اس طرح حکم الہی اور فرمان رسول ﷺ سے عالم میں علمی دور کا آغاز ہوا اور علوم و فنون کے کتب کے احیاء کا ایسا ترقی پذیر سلسلہ شروع ہوا کہ جب تک اس عالم میں اِقرأ کا سلسلہ قائم ہے اس کی تحریکِ احیاء علوم و کتب کا دریائے فیض رواں رہے گا۔

”اِقرأ“ اور ”قید و العلم بالکتاب“ کی اس تحریکِ احیاء علوم و کتب سے کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا پھر شاہانِ عباسی نے خزانہ الحکمہ بیت الحکمہ و خزانہ الکتاب قائم کر کے بنی نوع انسان کے تمدنی و ثقافتی مشترکہ ورثہ کی حفاظت کے جذبہ کو مزید توانائی بخشی۔ ان کے دور میں عالمگیر تحریک اور کتب خانہ سازی کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملا، عہدِ عباسی میں اس کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کے دریا و دور رس اثرات حسب ذیل تھے۔

عرب جو اپنے حافظہ پر غیر معمولی اعتماد کی وجہ سے اپنے علمی و ثقافتی ورثہ کو ضبطِ تحریر میں لانا عار سمجھتے رہے تھے۔ (۳۰) اس تحریک نے ان کے ذہن ہی کو بدل کر رکھ دیا وہ اس کو فخر سمجھنے لگے۔ چنانچہ اوائل عہدِ عباسی میں پورے اسلامی قلمرو میں تصنیف و تالیف اور تدوین علوم کے ترقی پذیر سلسلہ کا نہایت سرعت کے ساتھ آغاز ہوا (۳۱)۔

مجالس علم و اطباء میں دوات اور کاغذ کے ساتھ حاضری اہل علم کا دستور بن گئی

تھی (۳۲)



یہ عالمگیر و اجتماعی تحریک پورے اسلامی قلمرو میں پروان چڑھی اور ایسی مقبول اناج ہوئی کہ اس کے چلانے اور کتب خانوں کو فروغ دینے کے لیے نہ مرکزی نہ صوبہ جاتی و بلدیاتی اداروں کی مدد درکار ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک نے مسلم معاشرے کے احساسات اتنے بیدار کیے تھے کہ کتب خانوں کا قیام و اہتمام مسلم معاشرے کے ثقافتی آداب و لوازم سے سمجھا جانے لگا تھا۔

۲۔ عید عباسی میں کتب خانہ مسلمانوں کی تمدنی زندگی کا لازمی جز بن گیا تھا اس لیے تذکرہ کی کتابوں میں کتابوں کے شوقین بادشاہوں، امیروں، وزیروں اور عالموں وغیرہ کے کتب خانوں کے ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔ تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں کتب خانوں کا ذکر شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔

شاہ دمشق الملک المعظم جو ایک عالم اور نہایت فاضل مصنف تھا، تذکرہ نگاروں نے اس کے سب ہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے لیکن اس علم دوست، معارف پرور شیدائے کتب بادشاہ کے کتب خانہ کا کسی نے تذکرہ نہیں کیا، یاقوت نے ابو سعد محمد بن احمد عمیدی نحوی المتوفی ۴۲۲ھ کی کتاب ”تصحیح البلاغہ“ کا نسخہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کے کتب خانہ میں دیکھا تھا (۳۳) اس لیے عمیدی کے ذکر میں اس کے کتب خانہ کا نام آگیا ورنہ پتہ بھی نہ چلتا کہ اس کا بھی کوئی کتب خانہ تھا۔

۳۔ عید عباسی میں بادشاہ، امیر، وزیر کے محل سرا و ہرذی حیثیت اور پڑھے لکھے کے مکان میں کتب خانہ ہونا لوازم زندگی سے شمار کیا جاتا تھا۔ چنانچہ شاہانِ عباسی میں سے ہر ایک خلیفہ کے پاس کتب خانہ موجود تھا لیکن تذکرہ نگاروں نے دو چار کے سوا کسی خلیفہ کے کتب خانے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ عوام و خواص میں ان کے کتب خانوں کی بہت شہرت ہوتی تھی چنانچہ صولی نے ایک موقع پر خلیفہ راضی باللہ سے یہ بات کہی تھی۔

”یتحدث الناس بان سیدنا مع جلالہ علمہ و علو نعمتہ عمل خزانیہ کتب کما عمل متقد مو الخلفاء“ (۳۴) عوام میں چرچا ہے کہ ہمارے بادشاہ نے جلالتِ علمی اور علوِ نعمت کے باوجود خزانیہ کتب بنایا ہے جیسا کہ پیشرو بادشاہ کتب خانے بناتے چلے آئے ہیں۔

اس سلسلے سے ثابت ہوتا ہے کہ راضی باللہ کے تمام پیشرو بادشاہوں۔

۱۔ منصور ۱۳۶ھ - ۱۵۸ھ - ۶۷۵ھ - ۶۷۷ھ

- ۲- مہدی ۱۵۸ھ - ۱۶۹ھ - ۶۷۵ھ - ۶۸۵ھ
- ۳- ہادی ۱۶۹ھ - ۱۷۰ھ - ۶۸۵ھ - ۶۸۶ھ
- ۴- رشید ۱۷۰ھ - ۱۹۳ھ - ۶۸۶ھ - ۶۸۰۹ھ
- ۵- امین ۱۹۳ھ - ۱۹۸ھ - ۶۸۰۹ھ - ۶۸۱۳ھ
- ۶- مامون ۱۹۸ھ - ۲۱۸ھ - ۶۸۱۳ھ - ۶۸۳۳ھ
- ۷- معتمد ۲۱۸ھ - ۲۲۷ھ - ۶۸۳۳ھ - ۶۸۴۱ھ
- ۸- واثق ۲۲۷ھ - ۲۳۲ھ - ۶۸۴۲ھ - ۶۸۴۴ھ
- ۹- متوکل ۲۳۲ھ - ۲۳۶ھ - ۶۸۴۷ھ - ۶۸۶۱ھ
- ۱۰- منتصر ۲۳۷ھ - ۲۴۸ھ - ۶۸۶۱ھ - ۶۸۶۲ھ
- ۱۱- مستعین ۲۴۸ھ - ۲۵۱ھ - ۶۸۶۲ھ - ۶۸۶۵ھ
- ۱۲- معتز ۲۵۱ھ - ۲۵۵ھ - ۶۸۶۶ھ - ۶۸۶۹ھ
- ۱۳- مہدی ۲۵۵ھ - ۲۵۶ھ - ۶۸۶۹ھ - ۶۸۷۰ھ
- ۱۴- معتد ۲۵۶ھ - ۲۷۹ھ - ۶۸۷۰ھ - ۶۸۹۲ھ
- ۱۵- معتز ۲۷۹ھ - ۲۸۹ھ - ۶۸۹۲ھ - ۶۹۰۲ھ
- ۱۶- مکتفی ۲۸۹ھ - ۲۹۵ھ - ۶۹۰۲ھ - ۶۹۰۸ھ
- ۱۷- مقتدر ۲۹۵ھ - ۳۲۰ھ - ۶۹۰۸ھ - ۶۹۳۲ھ
- ۱۸- قاہر ۳۲۰ھ - ۳۲۲ھ - ۶۹۳۲ھ - ۶۹۳۳ھ

کے پاس کتب خانے تھے لیکن تاریخ کی کتابوں میں منصور، ہارون اور مامون کے سوا کسی کے کتب خانہ کا ذکر نہیں ملتا۔

یہ اس امر کا نہایت بین ثبوت ہے کہ عباسی دور میں کتب خانہ مسلمانوں کی ثقافتی زندگی کا ایک لازمی جز بن چکا تھا۔ ہر پڑھے لکھے کا گھر چھوٹے بڑے کتب خانے سے خالی نہیں تھا، اس امر میں بڑے لوگوں کی بڑی شہرت تھی اور ان کے کتب خانے شہرت کی بناء پر ذکر سے مستغنی سمجھے جاتے تھے اس لیے ان کے کتب خانوں کے متعلق زیادہ تفصیلات نہیں ملتی ہیں۔

۳- مسلم معاشرہ میں عوام کے لیے کتب خانے بنانے کا عام معمول بن گیا تھا چنانچہ ابو نصر احمد بن حامد اصفہانی المتوفی ۵۱۶ھ جو سلطان محمود سلجوقی کے خزانہ شاہی کا نگران تھا تذکرہ نگاروں نے اس کا تذکرہ لکھا (۳۵) لیکن اس کے دارالکتب کا ذکر نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے کہ عہد عباسی میں عوام کے لیے کتب خانے بنانے کا عام معمول تھا، اس

لئے اس کے بانی و مؤسس کے ذکر کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا، اگر کوئی بہت ہی غیر معمولی کارنامہ ہوتا تو اس کا ذکر گاہ بگاہ تذکرہ نگاروں کے زبان پر آجاتا تھا۔

اہل خیر عموماً مسجدیں بنواتے اور ان میں کتب خانے قائم کرتے تھے، بعض اہل خیر مختلف شہروں میں کئی کئی مسجدیں تعمیر کراتے تھے۔ چنانچہ حسان بن سعید منیعی المتوفی ۴۶۳ھ نے بہت سی مسجدیں مختلف شہروں میں بنوائی تھیں (۳۶) ان میں کتب خانے بھی قائم تھے لیکن ان کے غیر معمولی کارنامے کی وجہ سے تذکرہ نگار صرف جامع منیعی نیشاپوری کا ذکر کرتے ہیں اور ”بیت الکتب“ کا ذکر صرف عبدالغافر فارسی نے کیا (۳۷) اور کسی نے نہیں کیا جس سے ہمارے مذکورہ بالا دعوے کی مزید تائید ہوتی ہے۔

۵- عہد عباسی میں تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں علم کی سہولت و افادہ کی خاطر بغداد میں گھروں میں (انفرادی) اور راستوں پر (عوامی) کتب خانے موجود تھے (۳۸)

۶- اسلامی قلمرو کے بعض شہروں میں صرف عوامی کتب خانوں کی تعداد دس تک پہنچ گئی تھی چنانچہ یاقوت نے مرو شاہجہاں کے بیان میں دوسرے اقسام کے کتب خانوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف دس ایسے مشہور عوامی کتب خانوں کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے جن سے دو سو مجلدات بلا زبر ضمانت با آسانی مل جاتی تھیں (۳۹)

۷- سلاطین بھی عوامی کتب خانوں کے قیام کو خیر و برکت اور عزت و شرف کا کام سمجھتے اور اس میں مسابقت کو پسندیدہ اور نہایت شریفانہ اقدام خیال کرتے تھے۔ چنانچہ عضد الدولہ نے بصرہ میں جب ابن سوار کے دارالکتب کو دیکھا تو کہا تھا ”عذہ کرمہ سبتنا لہما“ (۴۰) یہ ایسا خیر کا کارنامہ ہے جس میں ابن سوار ہم سے گونے سبقت لے گیا۔

عضد الدولہ کے مذکورہ بالا جملہ میں عوامی کتب خانوں کے قیام کا ایک گونہ عزم و ارادہ بھی پایا جاتا ہے۔

۸- ہر جامع مسجد اور ہر اس مسجد میں جس میں درس کا حلقہ قائم ہوتا تھا عوامی کتب خانہ بنایا جاتا تھا (۴۱) پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں جب خلیفہ ناصر لدین اللہ نے ”روح العارفین“ نامی کتاب لکھی تو بغداد کی سو سے زیادہ مسجدوں میں اس کا درس دیا جاتا تھا (۴۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بغداد کی سو سے زیادہ مسجدوں میں عوامی کتب خانے قائم

تھے کیونکہ ہر جامع مسجد اور ایسی مسجد میں جہاں تعلیمی حلقے قائم ہوتے تھے عوامی کتب خانہ قائم کیا جاتا تھا (۴۳) نیز اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ عہد عباسی میں عوامی اور نصابی کتب خانوں کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔

۹۔ دوسری صدی ہجری کے نصف آخر میں کتب اور کتب خانوں میں اسماک اتنا بڑھ گیا تھا کہ اہل علم اس کو بلند ترین عہدہ و منصب اور شاہوں کی قربت و مصاحبت سے بہتر و برتر سمجھنے لگے تھے، جاظ کا بیان ہے :-

”میں جب اسحاق بن سلیمان ہاشمی المتوفی ۱۹۴ھ کے پاس ان کی گورنری سے معزولی کے بعد گیا اور انہیں کتب خانہ میں کتابوں میں منہمک دیکھا تو کہا کہ آج کے دن سے زیادہ پروقار، بلند تر، بارعب اور با عظمت میں نے ہاشمی کو کبھی نہیں دیکھا تھا اس لیے کہ اس نے ہیبت کے ساتھ محبت کو اور عظمت کے ساتھ حلاوت کو اور سیادت کے ساتھ عظمت کو جمع کر دیا تھا“ (۴۴)

۱۰۔ زمانہ طالب علمی میں طلبہ کتب خانہ بنانے کی دھن میں لگ جاتے تھے چنانچہ صولی المتوفی ۳۳۵ھ نے جب راضی باللہ اور اس کے ”بھائی ہارون کو پڑھانا شروع کیا اور انہیں کچھ منتخب، فقہ و ادب، لغت و تاریخ کی کتابیں خرید کر دیں تو ”عمل کل واحد منہما خزائنہ“ کتبہ (۴۵) ہر ایک نے اپنا کتب خانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ کتابیں پڑھے لکھے لوگوں کی زندگیاں بدلتی، ان کے اذہان کو جلا بخشتی ان کے افکار میں ندرت و وسعت پیدا کرتی تھیں اور بے پڑھے لکھے لوگوں کے محل سراؤں اور رین بسیروں کی سجاوٹ اور زینت کا بھی کام دیتی تھیں جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے کتب اور کتب خانوں سے تطہیر قلب و نظر اور تزکیہ ذہن و فکر کے علاوہ آرائش مکین و مکان کا بھی کام لیا تھا چنانچہ اس کا عملی مظاہرہ عباسی قلمرو سے باہر مشرق ایشیا و افریقہ کے علاوہ مغرب یورپ، اندلس میں بھی ہوتا رہتا تھا۔

حضری کا بیان ہے کہ قرطبہ کے سوق الکتب میں اپنی مطلوبہ کتاب کی طلب و جستجو میں مدت سے منتظر تھا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ کتاب روشن خط اور عمدہ تشریح کے ساتھ نظر آئی مجھے بہت خوشی ہوئی، میں اس کی قیمت بڑھا کر لگانے لگا لیکن بڑھ کے بولی دینے والا میری زیادہ قیمت پر بھی بڑھتا رہا، میں نے آواز لگانے والے سے پوچھا ذرا بتاؤ کون ہے جو اس کتاب کی بولی بڑھانے سے اتنا بڑھ گیا ہے کہ مقابلہ نہیں کر

جاسکتا۔

اس نے ایک امیر آدمی کی طرف اشارہ کیا میں نے اس سے جا کر کہا، جناب فقیہہ اگر آپ کو اس کی ضرورت ہو تو میں اس کو چھوڑتا ہوں اس کی قیمت اتنا کو پہنچ گئی ہے، اس نے کہا جناب میں کوئی فقیہہ نہیں، نہ مجھے یہ علم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے، میں نے کتب خانہ بنایا ہے تاکہ شہر کی سربر آوردہ شخصیتوں میں میرا شمار ہونے لگے۔ اب میرے کتب خانہ میں بس اس کتاب کے رکھنے کی گنجائش ہے۔ میں نے جب اس کی ظاہری آرائش و زینت دیکھی تو یہ قلب و نظر میں سا گئی۔ زیادہ قیمت کی میں نے کوئی پرواہ نہیں کی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس نے رزق و دولت فراواں دے رکھی ہے۔

اس کے اس جملہ نے مجھے یہ کہنے پر آمادہ کیا کہ بلاشبہ دولت آپ ہی جیسوں کے پاس آتی ہے وہ اخروٹ انہی کو کھلاتا ہے جن کے دانت نہیں ہوتے جو کچھ کتاب میں ہے اس کو میں جانتا ہوں اور اس سے استفادہ کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس پیسہ اتنا نہیں ہے کہ اسے لے سکتا (۴۶)

مسلم معاشرہ کی ذہنی سطح اتنی بلند ہو چکی تھی کہ قیادت و سیادت اپنا بھرم رکھنے کے لیے کتب خانوں کی محتاج تھی۔ کسی شخص کی قیادت و سیادت کے متعلق رائے قائم نہیں ہو سکتی تھی جب تک یہ نہیں معلوم ہو جاتا کہ اس کی ملکیت میں کتب خانہ ہے جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ سے ثابت ہے اس حقیقت کا انکشاف بھی مذکورہ بالا خاص واقعہ کی وجہ سے ہوا اور نہ پتہ بھی نہ چلتا کہ مسلم معاشرہ میں عزت و شرف کی خاطر جاہلوں کو بھی قابل رشک کتب خانہ بنانا پڑتا تھا۔

عبد عباسی میں مسلم معاشرے میں اہل علم کو کتابوں کے دیکھنے، مطالعہ کرنے اور خریدنے کا ذوق و شوق اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ ہر عالم اپنی بساط و استطاعت کی حد تک کتاب کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ جب کتاب کی قیمت اس کے بوتے سے باہر ہو جاتی وہ خاموشی اختیار کرتا تھا، حضری کا واقعہ اس امر کا واضح ثبوت ہے۔

عبد عباسی میں دربار سے وابستہ اہل علم کے لیے کتب خانہ رکھنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ ان کے پاس حکمرانوں کی طرف سے عملی سوالات آتے رہتے تھے جن کے جوابات کے لیے کتابوں سے مراجعت ضروری ہوتی تھی چنانچہ ابو علی صقلی کا بیان ہے:-

”میں ابن خالویہ المتونی ۷۳ھ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ سیف الدولہ کا فرستادہ لغت سے متعلق کچھ سوالات لایا ابن خالویہ انہیں پڑھ کر پریشان نظر آئے، اپنے خزانہ کتب میں آئے۔ کتابیں نکالیں، تلامذہ میں تقسیم کیں تاکہ ان باتوں کا جواب دیا جائے“ (۴۷)

۱۵۔ عہد عباسی میں مشرق سے مغرب تک کتابوں کی ظاہری زیب و زینت بھی بڑھنے لگی اور جمالیاتی نقطہ نظر سے تزئین و آرائش پر بھی خوب زور دیا جانے لگا تھا جیسا کہ حضرمی کے مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے نیز کتابوں کی آرائش و زیبائش کا فن اتنا ترقی کر گیا تھا کہ اس دور کے سو صفحے کی کتاب کی سجاوٹ پر دس دس تولہ سونا کھپا دیا جاتا تھا چنانچہ فقیر ابو الیث سمرقندی المتونی ۷۳ھ کی کتاب ”بستان العارفین“ کے نسخہ کی زر کوپی طلا کاری میں دس دینار دو دانق اور ایک حبه کے بقدر زر خالص استعمال کیا گیا تھا (۴۸)

۱۶۔ اہل علم اپنے لیے نہیں اپنی اولاد کے لیے بھی کتب خانہ علیحدہ بنانے لگے تھے چنانچہ ابوالحسن علی بن عبداللہ انطاکی المتونی ۵۴۱ھ نے جو بہت اچھے خطاط تھے، تین خزانے کتب بنائے تھے۔ ایک کتب خانہ اپنے لیے، دوسرا اپنے فرزند ابوالبرکات عبدالقادر کے لیے اور تیسرا ابو عبداللہ حسن کے لیے بنایا تھا (۴۹)

۱۷۔ عہد عباسی میں اساتذہ تلامذہ کو اپنے ذخائر کتب سے کتابیں نقل کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے بلکہ بعض اوقات خوش ہو کر اپنے قلم سے کتاب نقل کر کے تلامذہ کے ذخائر کتب میں اضافہ کرتے تھے چنانچہ شیخ زاہد محمد بن ابی بکر خطیب پوشنجی نے علامہ واحدی کی ”التفسیر الوسیطہ“ کا ایک نسخہ خود نقل کر کے صاحب ہدایہ برہان الدین مرغینانی المتونی ۵۹۳ھ کو دیا تھا (۵۰)

۱۸۔ بعض عوامی کتب خانوں میں کتابوں کے علاوہ شائقین کتب کو نقد رقم بھی دی جاتی تھی چنانچہ ابن سوار، بصرہ و رامرمز کے کتب خانے میں استفادہ کرنے والوں کو نقدی بھی دیتا تھا (۵۱) ابوالقاسم جعفر موصلی المتونی ۳۱۳ھ موصل میں اس طرح کی داد و دہش کرتا تھا (۵۲) تاکہ کتب خانوں سے ذوق و شوق میں مزید اضافہ ہوتا رہے اور عوام کتاب اور کتب خانوں سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جائیں۔

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ سرکار ہی نہیں دولت مند طبقہ بھی غیر سرکاری طور پر کتب اور کتب خانوں کے فروغ کے لیے ان عوامل کو پیش نظر رکھتا تھا جو استفادہ کتب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتا ہے۔ وہ افلاس اور روٹی کا مسئلہ ہے جو آج بھی ایک دین اور



نظام حیات بنا ہوا ہے اس تحریک نے دولت مندوں کے ذہن کو ایسی جلا دی تھی کہ وہ کتب و کتب خانوں کے شائقین اور استفادہ کے خواہش مندوں کی وابستگی و شیفتگی کو برقرار رکھنے کے لیے ان کی ضروریات زندگی بھی نقدی کی صورت میں مہیا کرنے لگے تھے تاکہ کتب اور کتب خانوں سے دلچسپی و وابستگی کا سلسلہ دائم و قائم رہے۔

۱۹۔ اس تحریک نے ایک ایسے نظام کتب خانہ کو جنم دیا جس نے ان تمام کڑیوں کو جن کے قیام و اہتمام کے لیے آج مملکتوں کا سہارا لیا جاتا ہے، ٹیکس لگائے جاتے ہیں محض ایک اخلاقی و روحانی نظام ”صدقہ جاریہ“ کے ذریعہ مربوط و استوار کر رکھا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نظام میں چھوٹے سے چھوٹے پائٹ اور ڈپو (مستقر) سے بیت الحکمت تک ہر ایک ایک ہی سلسلہ میں منسلک نظر آتا ہے۔ حالانکہ آج کے دور میں ان کڑیوں کو باہم پیوست رکھنے کے لیے مالیاتی سرچشمہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی ہے۔ اس لیے ریٹ سپورٹڈ (Rate-Suptag ported) اور ٹیکس سپورٹڈ (Tax-suptag ported) لائبریریاں قائم کی جاتی ہیں (۵۳) اس مالیاتی سرچشمہ سے دیگر کتب خانوں کو منسلک کرنے کے لیے کبھی بل، ایکٹ اور کبھی آرڈیننس منظور کئے جاتے ہیں اس کے باوجود بھی خدمت کی کمی کا احساس شدت سے کیا جاتا ہے۔

اسلام نے اشاعتِ علوم کی جو تحریک چلائی اور جو نظام قائم کیا اس نے اس قسم کے جبری مالیاتی نظام کے ذریعہ ان مختلف کڑیوں کو مربوط و منسلک رکھنے کے بجائے ایک اخلاقی و روحانی نظریہ سے اس کا رشتہ قائم کیا جو صدقہ جاریہ کے نام سے آج بھی عالم میں جاری و ساری ہے، صدقہ جاریہ کے پیچھے جو قوتِ نافذہ سرگرم عمل نظر آتی ہے وہ قرآن و سنت کا پیدا کردہ یقین ہے، وہی دراصل وہ قوتِ نافذہ ہے جو ہمیشہ اپنے مظاہر دکھاتی رہی ہے۔ اس کی فیض بخشیاں بلا قید زمان و مکان آج بھی ہر جگہ جاری ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ تملیکی نشاط (Possesive happiness) کا بھرپور مظاہرہ بھی اس نظام میں نظر آتا ہے، چنانچہ عبد عباسی میں ذاتی کتب خانوں کا بلا امتیاز مذہب و ملت، رنگ و نسل، مسلک و عقیدہ ہر شخص کے لیے کھلا رکھنا اس اخلاقی قوتِ نافذہ کا عمل و اثر تھا۔ انفاق فی سبیل اللہ کی تعریف و تائید نے صدقہ جاریہ کے حدود کو بہت وسیع کر دیا۔

اس کی جڑیں بہت مضبوط کر دی اور بہت دور تک پھیلا دی تھیں۔

۲۰

ذاتی کتب خانوں نے عوامی کتب خانوں کی خدمات انجام دینا شروع کر دی تھیں وہ بھی اہل علم کی علمی تشنگی دور کرنے، روحانی اور دماغی سامان فراہم کرنے لگے تھے چنانچہ ابو الفضل عبید اللہ میکانی المتوفی ۴۳۶ھ نے اپنے نہایت نادر و بیش قیمت خزانہ کتب سے علامہ ثعالبی المتوفی ۴۲۹ھ کو بہت بڑی تعداد میں کتابیں دیہات میں لے جانے کی اجازت بھی دے دی تھی جس کا تذکرہ علامہ ثعالبی نے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:-

”مجھے امیر موصوف نے اجازت دی تھی کہ میں ان کی کتابوں کے خزانوں سے زاد راہ کے لیے پھلوں کو ساتھ رکھ لوں تاکہ جس کام کے میں درپے ہوں اس سے اس میں مدد لیتا رہوں یہ امیر رہنما کی طرح ہیں جو مسافر کی توشہ سے مدد کرتا اور طبیب کی طرح ہیں جو مریض کو دوا کے ساتھ غذا بھی دیتا ہے اس طرح گویا مجھے ادبی کتابوں کے ساتھ چھوڑ دیا گیا میں ان سے مطلب کی باتیں نکالتا، اقتباس لپیتا، ابواب بندی کرتا، فصلیں قائم کرتا، نوع بنوع ترتیب دیتا تھا، اور ائمہ فن خلیل، اصمعی، ابو عمرو شیبانی، کسائی، فراء، ابو زید، ابو عبید، ابو عبیدہ، ابن الاعرابی، نصر بن شمیل، ابو العباس مبرد، ابو العباس ثعلب، ابن درید، نبطویہ، ابن خالویہ، خار زنجی، ازہری اور ان کے علاوہ ظریف ادیب جو فصاحت و بلاغت کے جامع تھے جیسے صاحب ابو القاسم، حمزہ بن حسن اصہبانی، ابو الفتح مراغی، ابو بکر خوارزمی، قاضی ابو الحسن، علی بن عبد العزیز، جرجانی، ابو الحسن احمد بن فارس، زکریا قزوینی کے انوار و فیوضات سے مستفید ہونے لگا“ (۵۴)

علامہ ثعالبی نے امیر موصوف کا مقابلہ اس طبیب سے کیا ہے جو اپنے دواخانہ سے جسمانی امراض کے لیے دوا غذا دونوں مریضوں کو پہنچاتا ہے۔ امیر موصوف نے بھی روحانی و دماغی تسکین کے لیے کتب خانہ بنایا تھا۔ یہ کتب خانہ ہمہ وجوہ یہ خدمت انجام دیتا تھا یہ خود بھی محققین کی رہنمائی کرتے، ان کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے لیے زبان و قلم سے عالم کو فائدہ پہنچاتے اور اپنے کتب خانے سے نادر کتابیں بے تامل شہری میں نہیں دیہات میں لے جانے کے لیے دیتے تھے، اس طرح ان کے کتب خانے سے دور و نزدیک ہر جگہ فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ گویا اس تحریک نے ذاتی کتب خانوں کو اپنی ہیئت و خدمات میں عوامی کتب خانوں کے ہمسر بنا دیا۔

تھا اور انہیں ادارہ جاتی اور عوامی کتب خانوں کی خدمات میں تبدیل کر دیا تھا جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ سے عیاں ہے۔

۲۱۔ اس تحریک نے کتب خانوں کو ایسا مرغوب خاطر بنایا تھا کہ رشتہ ازدواج کے انتخاب کے لیے مال و منال اور حسب و جمال کی طرح کتب خانے کے وجہ انتخاب بننے کا رجحان بھی اہل علم میں ہونے لگا تھا چنانچہ امام اسحاق بن راہویہ المتوفی ۲۳۸ھ نے سلیمان بن عبد اللہ زغندانی المتوفی ۲۲۱ھ کی بیٹی سے شادی اس لیے کی تھی کہ انہیں اس سے امام شافعی کی جملہ تصانیف پر مشتمل کتب خانہ مل گیا تھا (۵۵)

اسے بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں عقد نکاح صرف شرعی اور سماجی ضرورت نہیں سمجھی جانے لگی تھی بلکہ وہ علمی ضرورت بھی بننے لگی تھی۔ علم، کتب اور کتب خانے ایک مقام سے دوسرے مقام پر اس نسبت سے منتقل ہوتے اور یوں اس مقام کو بھی شہرت و بقائے دوام حاصل ہوتا تھا (۵۶)

اس واقعہ کو چنداں حیرت و استعجاب سے نہیں دیکھنا چاہئے اس ترقی یافتہ دور میں بھی کتب خانہ جہیز میں دینے کا رجحان پایا جاتا ہے چنانچہ اس دور کی نامور علم دوست شخصیت و حکیمانہ اخلاق و شرافت کی یادگار ہمدرد دو خانہ کے سربراہ حافظ حکیم محمد سعید صاحب دہلوی نے اپنی لڑکی کے جہیز میں ذاتی کتب خانہ دے کر اسلاف کی یاد از سر نو تازہ کی ہے۔

۲۲۔ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں دراقوں کی دکانیں علمی اکیڈمیاں بننے لگی تھیں، یہاں اہل علم کی مجلسیں جمتی تھیں اور ان کے جوہر کھلتے تھے (۵۷)

۲۳۔ قبة الاسلام بغداد کے سوق الوارقین (بازار کتب) میں دن کو کتابوں کی خرید و فروخت ہوتی اور جو محققین و مصنفین تصنیف و تالیف سے علوم و معارف عام کرتے اور نئے نئے علوم و فنون میں کتابیں لکھتے اور شائع کر کے ذخائر کتب میں اضافہ کرتے تھے انہیں دکانیں رات بھر کے لیے کرایہ پر بھی دی جاتی تھیں (۵۸)

۲۴۔ عہد عباسی میں کتب خانوں کی اہمیت و افادیت اتنی بڑھ چکی اور عام ہو چکی تھی کہ علم کے جوہر اور رسیا، معذور و محتاج ہونے کے باوجود علم و حکمت کے خزانوں کی جستجو میں سفر کرنے لگے تھے۔ وہ ان کی علمی ثروت سے بہرہ مند ہوتے، ان کی خدمات کا برملا اعتراف کرتے، عملہ کی تعریف کرتے، ان کی ثقافتی سرگرمیوں کا اشعار و خطوط میں تذکرہ کرتے تھے۔ چنانچہ عربی زبان کا نامور فلسفی و نابینا شاعر ابو العلاء معری (۳۶۲-۴۴۹ھ) نے معرہ سے بغداد کا سفر مشہور کتب خانہ دارالعلم ساہور سے

استفادہ کی خاطر کیا تھا (۵۹)

وہ دارالعلوم کے خازن عبدالسلام بصری المتوفی ۴۰۵ھ کی ہفتہ وار ادبی مجلسوں میں شرکت کرتا تھا، اس نے اپنے اشعار میں عبدالسلام بصری کا ذکر کیا ہے (۶۱، ۶۰) اور اپنے ماموں کو ایک خط میں بغداد کے سفر کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ”اقد منی تلک البلاد مکان دارالکتب بہا“ (۶۲) بغداد میں دارالکتب کا قیام ہی مجھے یہاں کھینچ لایا ہے، اس نے اس کو سب سے بہتر جگہ قرار دیا ہے۔ اس مکتوب میں پھر لکھتا ہے:

”میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے سفر مال سمیٹنے کے لیے نہیں کیا، نہ میرا مقصد اہل علم سے زیادہ سے زیادہ ملاقات کرنا ہے، میں نے دارالعلم کے قیام کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ یہ مجھے سب سے زیادہ عمدہ جگہ نظر آئی (ایک برس اور سات مہینے قیام کے باوجود سیری نہیں ہوئی پھر کہتا ہے) زمانے نے میرے یہاں کے قیام میں میری حاجت پوری نہ ہونے دی، میں اپنی علمی تشنگی دور نہیں کر سکا“ (۶۳)

یہاں کے قیام نے معری کو بہن بھائی اور ماں کی یاد سے بھی بے پرواہ کر دیا تھا اور وہ اس کی صورت کو ترس گئے تھے چنانچہ اس کے بھائی نے اسے بلانے کے لیے بڑا لمبا قصیدہ لکھ کر بھیجا۔ اس میں کہا کہ آپ کی دارالعلم بغداد سے شیفستگی بہت بڑھ گئی، اب آپ کا دل و دماغ علوم اور دارالعلم کی منزل کا ہو کر رہ گیا ہے اور اسے چھوڑنے کو آپ کا جی نہیں چاہتا۔ (۶۴)

۲۵۔ عمد عباسی میں کتابوں سے محبت، ان کی اہمیت و افادیت اہل علم کے دل و دماغ میں ایسی بیٹھ گئی اور علمی و کتابی ضروریات کے ترقی پذیر سلسلہ کی تعمیر و تشکیل ان کے قلب و نظر میں ایسی ساگئی تھی کہ وہ اپنی اور بیوی بچوں کی جان پر فقر و فاقہ برداشت کرتے لیکن کتابوں کی جدائی اور اپنے علمی ذخیروں میں کمی کو گوارا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ابراہیم حربی المتوفی ۲۸۵ھ کا مندرجہ ذیل واقعہ اس امر کا شاہدِ عادل ہے۔

ایک مرتبہ ان پر کئی دن فائقے سے گزر گئے بیوی نے آکر عرض کیا ”میں اور آپ تو صبر سے بیٹھے رہیں گے لیکن ان دو بچیوں کو کہاں تک بھوکا ماروں، اپنی کتابوں میں سے کچھ دیجئے انہیں بچیں یا گروی رکھیں“ موصوف کا بیان ہے میں نے ذرا بجل سے کام لیا اور کہا ”ان کے لیے تم کہیں سے قرض لے لو، مجھے ایک دن کی اور مہلت دو، میرے مکان کی دہلیز کے پاس میرا بیت الکتب تھا جہاں بیٹھ کر لکھتا پڑھتا تھا، رات کو ایک شخص نے آکر دستک دی، میں نے کہا کون! وہ بولا، آپ کا پڑوسی، میں نے کہا آئیے، اس نے کہا پہلے چراغ بجھا دیجئے پھر آؤں گا“

میں نے چراغ مدہم کر دیا وہ آیا، ایک رومال میں پانچ سو درہم اور کھانے کا سامان رکھ کر چلا گیا میں نے بیوی کو بلایا اور کہا بچیوں کو کھلا دو“ (۶۵)

ابراہیم حربی نے فقر و فاقہ، پیٹ کی آگ سب کچھ اپنے اور بیوی پر ہی نہیں بچیوں پر بھی گوارا کیا لیکن کتابوں کو بیچنا یا گروی رکھنا ذخیرہ میں کمی کرنا گوارا نہیں کیا (۶۶) اس لئے انہی کتابوں نے ان کی کتاب زندگی کو سنوارا تھا فکر کی تربیت کی تھی ان کے ذہن کو جلا بخشی تھی اور ان کے مذاق و مزاج پر حاوی ہو گئی تھیں۔ بھلا ایسے محسن رفیق کو کون جدا کر سکتا ہے۔

۲۶۔ عبد عباسی میں کتابوں سے محبت و شیفتگی اتنی بڑھ گئی تھی کہ اگر کسی کو اپنی زندگی میں کبھی بحالت مجبوری اپنی کچھ کتابیں جدا کرنی پڑتیں تو اہل علم کے دل و دماغ پر جو گذرتی وہ زبان قلم پر اشعار کی صورت میں آجاتی پھر جو اسے پڑھتا وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اور ان کتابوں کی خریداری پر پچھتا تا اس کا جی چاہتا کہ کاش وہ یہ کتابیں اس کے مالک کو واپس کر سکتا چنانچہ اسی قسم کا ایک واقعہ نامور محدث مصنف ادیب و شاعر راوی کتاب المحدث الفاضل ابو الحسن علی بن احمد بن علی ایزدجی فالی بغدادی المتوفی ۴۲۸ھ کے ساتھ پیش آیا تھا، گردش ایام سے موصوف کو کچھ کتابیں اپنے ذاتی کتب خانے سے نکالنی پڑیں، ان میں جمرہ ابن درید کا نسخہ بھی تھا، قاضی ابو بکر بن بدیل تمبرزی نے اسے پانچ دینار میں ان سے خریدا اور تمبرز آگئے، اس نسخہ سے ابو بکر زکریا تمبرزی نے الجمرہ کا نسخہ نقل کیا دوران نقل انہیں اس کی ایک جلد میں فالی کا رقعہ ملا جس پر خالی کے وہ شعر لکھے ہوئے تھے جو اس نے اس کتاب کی جدائی پر کہے تھے وہ کہتا ہے:

انست بها عشرين حولا وبعثها فقد طال شوقی بعد هاو حینی  
میں بیس برس نسخہ جمرہ سے محبت کرتا رہا اور جب میری محبت و اشتیاق بڑھ گیا اس موقع پر مجھے اسے بیچنا پڑا۔

وما كان ظنی انی سا بیعها ولو خالد تنی فی السجون دیونی  
مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ میں اس کو بیچوں گا اگرچہ مجھے اس کی وجہ سے دائمی قرض کی قید میں رہنا پڑتا۔

ولکن بضعف و افتقار و صبیہ صغار علیہم یستهل شوونی  
لیکن کمزوری، احتیاج اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی وجہ سے جن پر میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

فقلت ولم املك سوابق عبرة مقاله مشوی الفواد حزین  
اب میں کہتا ہوں اور مجھے اب آنسوؤں پر قابو نہیں رہا ایک غمگین اور سوختہ جگر کی  
بات۔

وقد يخرج الحاجات یا ام مالک کرائم من رب بہن ضنین  
اے ام مالک حاجتیں نفیس چیزیں مالکوں سے نکلا دیتی ہیں جنہیں وہ جدا کرنا نہ چاہتے  
مگر نکالنا پڑتی ہیں۔

زکریا تبریزی نے جب یہ رقعہ قاضی ابو بکر تبریزی کو دکھایا، اس نے یہ شعر پڑھے تو  
کہنے لگا اگر اس کو پہلے دیکھا ہوتا تو میں یہ نسخہ قالی کو واپس کر دیتا لیکن اب قالی دنیا سے رخصت  
ہو چکا تھا (۶۷)

اس دور میں کتابوں نے گرویدگی کا یہ عالم تھا کہ بعض اہل علم بعض نامور ادباء کی  
کتابوں پر جی جان سے فدا تھے، ان کی کتابیں اگر جنت میں بھی میسر آجائیں تو وہ انہیں نعیم  
جنت کا بدل سمجھتے تھے چنانچہ ابو محمد زبیدی اندلسی المتوفی ۳۷۹ھ نامور ادیب ابو عمرو جاحظ کی  
تالیفات کے ایسے ہی عاشقوں میں تھے۔

یہ امر بھی کتب خانہ سازی میں محرک رہا ہے (۶۸)

۲۷۔ اس تحریک نے عہد عباسی میں کتابوں کی قدر ایسی بڑھائی تھی اور ذخیرہ کتب کو ایسا  
بیش قیمت سرمایہ بنا دیا گیا تھا کہ اسے گروی رکھا جاتا تھا۔ (۶۹)

گویا کتابیں عہد عباسی میں زیرِ خالص کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اس لیے چور انہیں  
چراتے تھے (۷۰) اور اوباش انہیں لوٹا کرتے تھے۔ (۷۱)

۲۸۔ عہد عباسی میں بعض بلاد اسلامی کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ وہاں اہل علم و صاحب

تصانیف (ارباب کتب خانہ) و افتاء میں بھی بعض مخصوص نام کے ارباب کمال و اہل

علم کو ایک جداگانہ قبرستان میں دفن کیا جاتا اور اس میں کسی اور نامور اہل علم و

ارباب تصانیف (کتب خانہ رکھنے والوں) کو دفن کی اجازت نہیں دی جاتی تھی چنانچہ

بمرقند کے شہر ماگردین میں تربتہ الممدین (قبرستان) میں جہاں چار سو سے زیادہ محمد نام

کے ارباب تصانیف یعنی وہ اہل علم جو کتب خانہ رکھتے تھے، دفن کیے گئے تھے۔

شیخ الاسلام برہان الدین علی مرغینانی کو یہاں دفن کرنے کی کوشش کی گئی لیکن نام کی

شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے اس قبرستان میں تدفین کی اجازت نہیں ملی (۷۲)

ذرا نظر کو بلند کیجئے جس معاشرہ میں علم و اہل علم اور ان کی تصانیف ذخائر کتب کو یہ فخر



و امتیاز حاصل رہا ہو اس میں گلی گلی اور گھر گھر کتب خانے موجود ہوں تو تعجب کی کیا بات ہے۔  
یاد رہے یہ سمرقند کے اس غیر معروف شہر کے قبرستان کا ذکر ہے جس شہر کا علامہ سمعانی  
”کتاب الانساب“ میں اور یاقوت ”معجم البلدان“ میں تذکرہ ہی نہیں کرتے، معلوم نہیں عہد  
عباسی میں اسلامی قلمرو میں اور کتنے ایسے بلاد اور قبرستان ہوں گے جن کے ذکر سے تذکرہ و  
تاریخ کی کتابیں خاموش ہیں۔

۲۹۔ کتب خانوں کے لیے علیحدہ علیحدہ عمارتیں بنوائی جاتی تھیں چنانچہ ساہور بن اردشیر  
المتونی ۴۱۶ھ نے سنہ ۳۸۱ھ میں محلہ کرخ بغداد میں علیحدہ عمارت تعمیر کرا کر کتب  
خانہ قائم کیا تھا (۷۳) اصفہان میں ابو الشیخ بن محمد نطنزی المعروف بذی البراعتین  
المتونی ۵۴۹ھ نے دارالکتب کی نہایت عالیشان عمارت تعمیر کرانی شروع کی تھی جو  
پوری بن جاتی تو اصفہان کی عمارتوں میں سب سے زیادہ خوشنما و پائیدار ہوتی مگر ذی  
البراعتین کی سیاحت اور اس کے باہر رہنے کی وجہ سے ہمیشہ بنتی اور ٹوٹی رہتی تھی،  
اس واقعہ کی اتنی شہرت ہو گئی تھی کہ ابو فراس عامری المتونی ۵۷۳ھ نے اس پر  
حسب ذیل شعر کہے۔

دار کتب بغیر کتب و مال من تراب انفقته فی تراب  
یہ دارالکتب بغیر کتابوں کے ہے مال جو زمین سے حاصل کیا تم نے زمین میں لگایا۔  
انت فی (عامر) بزعمک منها واللہا کل ساعہ فی خراب (۷۴)  
تم اپنے زعم میں اسے آباد کر رہے ہو بخدا وہ تو ہر آن برباد و خراب ہوتا رہتا ہے۔  
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کو کتب خانوں کی عمارت تعمیر کرنے کا شوق بھی اس  
تحریک سے پیدا ہوا تھا۔

۳۰۔ کتب خانہ کے ساتھ رصد گاہ کا سامان بھی رکھا جاتا تھا چنانچہ ابو طاہر خاتونی ساوی  
المتونی ۵۴۷ھ نے جامع خاتونی میں جو کتب خانہ قائم کیا تھا اس میں تجربات کے لیے  
رصد گاہ کا سامان بھی محفوظ کر دیا تھا (۷۵)

۳۱۔ اہل علم نہایت عسرت کی زندگی بسر کرنے کے باوجود قابل رشک کتب خانہ بناتے تھے  
چنانچہ ابراہیم حربی المتونی ۲۸۵ھ فقر و فاقہ سے بسر کرتے لیکن ذخیرہ کتب بڑھاتے  
رہتے تھے دولت مند ان کی تنگ دستی اور ان کے کتب خانے کو دیکھ کر تعجب کرتے  
تھے چنانچہ ایک موقع پر کسی سے نہ رہا گیا اور اس نے موصوف سے پوچھ لیا کہ آپ  
نے اتنی کتابیں کیسے جمع کیں، ان کو غصہ آگیا، وہ فرمانے لگے بلحی و دمی (۷۶) خون

پسند ایک کر کے جمع کی ہیں۔

۳۲

عہد عباسی میں فکری قوتوں کو پروان چڑھانے اور دماغی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا منبع و مخزن کیف و سرور اور سیر و تفریح کا مرکز کتب و کتب خانہ بن گیا تھا۔ چنانچہ شیخ ابو نصر احمد بن حسین میکانی کا بیان ہے ”ہم بیٹھے ہوئے ایک دن تفریح گاہوں کا ذکر کر رہے تھے بعض کہتے تھے کہ بہترین جگہ غوطہ دمشق ہے، بعض نہرایلہ کو اچھا بتاتے تھے، بعض کا خیال تھا کہ سفد سمرقند تفریح کی اچھی جگہ ہے، بعض نہروان بغداد کے قائل تھے، بعض شعب بوآن کو پسند کرتے تھے اور بعض نوہار بلخ کو ترجیح دیتے تھے، ابن درید بولے یہ مقامات آنکھوں کی تفریح کے لیے خوب ہیں، بتاؤ تمہارے قلوب کی تفریح کے لیے کون سے مقامات اچھے ہیں، ہم نے پوچھا ابو بکر (ابن درید) وہ کیا ہیں تو بتایا ابن قتیبہ کی ”عیون الاخبار“ ابن داؤد کی ”کتاب الزہرة“ اور ابن ابی طاہر کی کتاب ”خلق المشتاق“ اور پھر یہ شعر پڑھے۔

ومن كانت نزهته قينه وكاس تحت وكاس نصب

اور بعض وہ ہیں جن کی تفریح جام و سیوہیں ایک جام انڈیلا جاتا اور دوسرا بھرا جاتا

۳۳

خزھتنا و استراحتنا تلاقى العيون و درس الكتب (۷۷)

ہماری تفریح اور آرام و راحت کا سامان آنکھوں سے دیکھنا اور کتابیں پڑھنا ہیں۔

ابو بکر ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ نے تحقیق و تدقیق، بحث و نظر اور دل و دماغ کی فرحت کا

سامان اور فکری قوتوں اور دماغی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا سرچشمہ کتابوں کو قرار دیا تھا۔

۳۳

عہد عباسی میں طلبہ، محققین و شائقین کتب کو ”فیض بخش مراکز علم“ درس گاہوں

علمی اداروں اور کتب خانوں سے جہاں وہ اور ان کے اساتذہ و اہل علم استفادہ اور

افادہ کرتے تھے ان سے ان کی شیفتگی و وابستگی اتنی ہو جاتی تھی کہ وہ مراکز عقیدت و

محبت اور احترام و عزت سے دیکھے جاتے تھے ان کی ویرانی و بربادی پر وہ آبدیدہ

ہوتے بعض اوقات و فور غم سے ان کے جذبات شعر کی صورت میں ڈھل کر زبان پر

آتے تھے جو عہد عباسی میں مراکز علم اور کتب خانوں سے پڑھے لکھوں کی عام

دلچسپی کا بین ثبوت ہے، مشہور متکلم عبدالکریم شہرستانی المتوفی ۵۳۸ھ نے فلاسفہ کی

ناکامی و محرومی پر جو قطعہ نقل کیا ہے اس سے بھی اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

لقد طقت في تلك المعاهد كلها وسيرت طرفي بين تلك معالم

میں ان تمام علمی اداروں میں گھوما پھرا اور میں نے اپنی نظریں ان درسگاہوں میں دوڑائیں۔

فلم (بالا) واضعا کف حائر علی ذقن او قارعاسن نادم (۷۸) جس کو بھی دیکھا حیران، ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے ہوئے یا شرمسار یا دانتوں سے انگلی کاٹتے ہوئے۔

۳۴۔ عمید عباسی میں مراکز علم کی عظمت اہل علم کے قلوب میں گھر کر گئی تھی چنانچہ شارح صحیح مسلم یحییٰ بن شرف نووی (۲۳۱-۶۶۷ھ) دار الحدیث الاشرفیہ میں حدیث کا درس دیتے تھے، ان کی تعلیمی و تدریسی خدمات اور علمی عظمت و شہرت کی وجہ سے اس دار الحدیث الاشرفیہ کو بھی یہ مرتبہ مل گیا تھا کہ علامہ تاج الدین عبدالوہاب سبکی کے باپ فقیہ علامہ عصر تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی المتوفی ۷۵۶ھ کا جب یہاں قیام رہا تو وہ رات کو اس کے ایوان میں آتے، تہجد پڑھتے اور اس آرزو میں اس کے فرش پر جبیں سائی کرتے کہ جہاں امام نووی نے قدم رکھے ہیں وہاں میری جبیں لگ جائے اور میں ان کی برکات سے بہرہ ور ہو سکوں چنانچہ وہ اپنے فرزند تاج الدین سبکی سے اسی عقیدت و حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے حسبِ ذیل اشعار پڑھتے تھے۔

وفی دار الحدیث لطیف معنی علی بسط لها اصبو و آوی دار الحدیث اشرفیہ میں ایک لطیف معنی پنہاں ہیں میں اس کے فرش پر اٹھتا اور لیٹتا رہتا ہوں۔

عسی انی لی امس بحر و جہی مکانا مسہ قدم النواوی (۷۹) امید ہے کہ میرے چہرے کی گرمی اس جگہ کو چھو سکے جسے نواوی کے قدم نے چھوا ہے۔

مذکورہ بالا واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عمید عباسی میں فیض بخش مراکز علم کو کیسا بلند مقام حاصل تھا۔  
عربی شاعر کہتا ہے۔

کل امری یولی الجمیل محبب وکل مکان ینبت العز طیب ہر وہ شخص جو اچھا کام کرتا ہے محبوب بنتا ہے اور ہر وہ جگہ جو عزت بڑھاتی ہے پسند کی جاتی ہے۔

۳۵۔ عمید عباسی میں ذاتی کتب خانے عوامی کتب خانوں کے تمام وظائف، تحقیق، تعلیم،

معلومات، ذوقِ جمال کی تسکین اور تفریح کا سامان بھی بہم پہنچاتے، اس کی سہولتیں مہیا کرتے تھے، عجیب بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے کتب خانے فکری قوتوں کو پروان چڑھانے کے ساتھ تفریحِ طبع کا سامان بھی مہیا کرنے لگے تھے چنانچہ فخر الدین مبارک شاہ بن حسین مرو روزی المتوفی ۶۰۳ھ کے کتب خانہ بغداد میں اہل علم کے لیے کتابیں اور جاہلوں کے لیے شطرنج رکھی گئی تھی (۸۰) تاکہ جملاء کو کتابوں سے قریب لا کر علمی رغبت پیدا کی جاسکے۔

۳۶- اس تحریک نے عوام و خواص میں معاشرتی توانائیوں میں بھرپور حصہ لینے کا ذوق و شوق پیدا کیا اور انہیں سرگرم عمل بنایا تھا اس لئے ہر جگہ معاشرتی توانائیاں پروان چڑھنے لگی تھیں۔ (۸۱)

۳۷- مسلم معاشرہ میں خواتین بھی مردوں کی طرح ذوقِ کتاب داری اور فروغِ کتب و کتب خانوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگی تھیں (۸۲)

۳۸- اس تحریک نے متمدن اقوامِ عالم کے ثقافتی ورثہ کی حفاظت کو تصنیف و تالیف اور ترجمہ کے ذریعہ ان کی علمی تحقیقات کے ابلاغِ عام کو مسلم دانشوروں اور مفکروں کا نہایت مقدس فریضہ بنا دیا تھا (۸۳)

۳۹- بادشاہ و امیر بھی علماء و ائمہ فن کے کتب خانوں کے حاصل کرنے کے آرزو مند و کوشاں رہتے، گو وہ حاصل کرنے میں مشکل ہی سے کامیاب ہوتے تھے چنانچہ خلیفہ المتوکل المتوفی ۲۴۶ھ نے امام احمد بن حنبل کی وفات کے بعد اپنا خاص ایلچی ان کے فرزند صالح کے پاس حصول کتب کے لئے بھیجا تھا لیکن ان کے فرزند نے یہ کہلا بھیجا کہ ان کتابوں کی نقول درکار ہوں تو ہمارے پاس کرائی جائیں۔ یہ کتابیں ہمارے پاس رہنی چاہئیں ہمیں ان کی روایت کی اجازت حاصل ہے ان کو جدا نہیں کیا جا سکتا (۸۴) بنو حمدان ہر قیمت پر ابن ابی بعرہ کا کتب خانہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور وہ اس ڈر سے اپنا کتب خانہ کسی کو دکھاتا نہیں تھا لیکن اس کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کا قطر کبیر ایسا غائب ہوا کہ پھر کبھی نظر نہیں آیا (۸۵)

۴۰- کتب خانہ جو اجتماعی و انفرادی ہر حیثیت میں بنی نوع انسان کا ایک نہایت قیمتی تمدنی و ثقافتی ورثہ ہے عہدِ عباسی میں اس کی حفاظت بنی نوع انسان کا نہایت مقدس فرض سمجھا جانے لگا تھا۔ حوادثِ روزگار و آسمانی آفتوں سے اس ورثہ کا بچاؤ ہر وقت پیش نظر رہتا تھا، گاہ بگاہ نقصان ہو جاتا تھا۔ کتابیں ضائع ہو جاتی تھیں جب کبھی کسی عالم کو

اس صورت سے دو چار ہونا پڑتا، اسے اور دوسرے علماء کو اس سے جو صدمہ ہوتا تھا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے عوام کو جیسا کچھ دکھ اس سے پہنچتا تھا اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔

ابو موسیٰ عبدالرحمن بن موسیٰ استیجی، امام مالک، سفیان بن عیینہ اور اسمعیٰ وغیرہ کے شاگرد تھے۔ فقہ، حدیث، لغت و ادب کے امام و حافظ تھے، موصوف نے اندلس سے مشرق کا سفر کیا۔ کتابیں جمع کیں، لے جاتے وقت وہ بحر مدیر میں ڈوب گئیں جب استیجی پہنچے، لوگوں کو اس حادثہ جانکاہ کا علم ہوا تو پورا شہر اس کی تعزیت کے لئے امنڈ آیا، اہل استیجی ان کی بخیر و عافیت واپسی پر مبارک باد پیش کرتے اور ان کی کتابوں کے تلف ہو جانے پر ان کی تعزیت کرتے۔ یہ ان سے فرماتے تھے ذہب الخرج و بقی الدر (۸۶) کتابوں کے بورے چلے گئے دینہ بہر گیا جو سینہ میں تھا وہ رہ گیا۔

اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں بنی نوع انسان کے علمی و ثقافتی ورثہ سے محبت ہر ایک کے دل میں کیسی رچ بس گئی تھی کہ ہر ایک کو اس ذخیرہ کے تلف ہو جانے کا صدمہ تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک سے علمی و کتابی ضرورتوں کو پورا کرنے کا شوق و ذوق معاشرہ کے ہر فرد میں کتنا فروغ پا چکا تھا، کسی کی کتابیں ضائع ہو جاتیں تو اس کے ضیاع پر لوگ اس کے گھر پہنچتے، اس کے غم میں شریک ہوتے تھے جس سے ثابت ہوتا کہ یہ تحریک شاہ سے گدا تک عام ہو گئی تھی۔

اس تحریک نے اس دور کے مسلم معاشرہ کو اتنا حساس بنایا اور افراد کے تحت الشعور میں کتب و کتب خانوں کی قدر و منزلت اتنی بٹھادی تھی کہ ابو موسیٰ عبدالرحمن کے ذخیرہ کتب کے ضیاع کو عبدالرحمن کی آپ بیتی نہیں بلکہ جگ بیتی سمجھا گیا تھا، دنیا کی کسی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ کسی غیر مسلم معاشرہ میں کبھی کتب خانہ کے فروغ کا اتنا شعور پیدا ہوا ہو جتنا عباسی دور میں پیدا ہو چکا تھا۔

۱۴ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں بغداد کے عوامی کتب خانوں میں متمدن اقوام عالم کے علوم و فنون کے ایسے بیش بہا نوادر جمع کئے گئے تھے کہ ان علوم و فنون کا دلدادہ جب انہیں دیکھ پاتا تو وطن اور اہل و عیال ہی کو نہیں حقیقی کعبہ کو بھی بھول جاتا اور یہاں اپنا مقصود پا کر اسی کا ہو رہتا تھا۔ چنانچہ ابو معشر فلکی جو خراسان میں بلخ کا باشندہ تھا حج کے لئے جاتے ہوئے جب راستے میں بغداد سے گزرا اور علی بن یحییٰ المہتمم المتوفی ۲۷۵ھ کا کتب خانہ دیکھا تو اسی کو دل دے بیٹھا اور کعبۃ اللہ کو جانا ہی بھول گیا

تھا (۸۷) بقول شیخ ناسخ بادنی تصرف

مبارک ہو کعبہ تمہیں شیخ جی  
یہ بندہ تو بیت الکتب کو چلا

یا قوتِ رومی جب مرو پہنچا اور یہاں کے عوامی کتب خانوں کو اور ان سے استفادہ کی سہولتوں کو دیکھا تو اہل و عیال کو بھول گیا۔ یہاں سے نکلنا ہی نہ چاہا چنانچہ کہتا ہے کہ بلادِ اسلامی پر تاتاریوں کی مسلسل یورش نے مجھے مرو شاہجہان کو خیر باد کہنے پر مجبور کیا ورنہ میں مرو سے زندگی بھر نہ نکلتا، اس کی یاد میں یا قوت کی زبان و قلم سے جو درد انگیز شعر نکلے ہیں وہ پڑھنے کے لائق ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں کتب و کتب خانے ہوتے تھے اہل علم اس سرزمین کے گرویدہ رہتے اور وہیں زندگی کے دن پورا کرنے کی آرزو کرتے تھے (۸۸)

۳۲۔ کتب خانوں کی ترقی اور علمی کارناموں کی وجہ سے مشرق و مغرب (یورپ اور ایشیا کے نامور خلفاء میں باہم موازنہ و مقابلہ کیا جاتا اور ایک کو دوسرے کا نظیر و مثیل قرار دیا جاتا تھا، چنانچہ ابن خلدون نے مشرق میں خلیفہ الناصر بن المستنصر عباسی کو حکم دینے کا نظیر و مثیل بتایا ہے (۸۹)

۳۳۔ علم و کتاب کی اشاعت، اسلام کی اشاعت سے عبارت تھی، اس لئے اربابِ سیف اور اصحابِ قلم میں مقابلہ رہتا تھا۔ چنانچہ قرطبہ میں اسلام کی خدمت میں ”اصحابِ الکتب“ (کتب خانے والوں) اور ”اصحابِ الکتاب“ (لشکر والوں) میں مقابلہ رہتا اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتا تھا (۹۰)

۳۴۔ عربوں کو اپنے ثقافتی مرکز اور علمی سرمایہ سے بہت محبت تھی، وہ اپنی اولاد کو ہتھیاروں اور کتابوں کے بازاروں میں جانے کی تاکید کرتے تھے (۹۱) اس سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی معاشرے میں سیف و قلم کے بازار ہی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور انہی کی طرف لوگوں کو جانے کی ترغیب دہی جاتی تھی، یہ ترغیب کتب خانوں کی نشر و اشاعت اور شہرت کا باعث رہی ہے (۹۲)

۳۵۔ عالم، جاہل، امیر، غریب، بادشاہ اور فقیر کے کتب خانے کے ذخائر کی کیت و کیفیت تذکرہ کتب تاریخ و تذکرہ میں کیا جاتا بھی عوام و خواص میں قیام کتب خانہ کی ترغیب کا موجب رہا ہے (۹۳)

۳۶۔ عہدِ عباسی میں عوامی کتب خانوں کا قیام عام ہو گیا تھا۔ مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔ ”تمام ممالکِ اسلامیہ میں سینکڑوں ہزاروں کتب خانے قائم ہو گئے، کتب خانوں کا



کثرت کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ اسی زمانہ کے قریب مدرسوں اور یونیورسٹیوں کی بنیاد پڑی اور ہر مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ ہونا ایک لازمی بات قرار پائی“ (۹۴)

۶۔ اہل علم اپنی تخلیقات کو عوامی کتب خانوں میں وقف کرنے پر اس لئے بھی آمادہ ہوتے تھے کہ اس سے ان کی تخلیقات محفوظ ہو جاتی تھیں، انہیں ان کے ضائع نہ ہونے اور آئندہ نسلوں تک بحفاظت پہنچتے رہنے کا اطمینان ہو جاتا تھا (۹۵)

۴۔ مسلمانوں کو کتب و کتب خانوں سے عقیدے کے سی والہانہ محبت تھی انہوں نے ان کو اس طرح حرزِ جان بنائے رکھا جس طرح انسان عقیدے کو حرزِ جان بنائے رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس حقیقت کا ذکر ڈاکٹر اولگا پشٹونے Cult of Books (کتابی تہذیب) کے الفاظ سے کیا ہے (۹۶)

۴۔ وزراء، امراء اور کتابوں کے شوقین دولت مند کتابوں کے ملنے پر کتاب پیش کرنے والے کو انعام و خلعت سے بھی سرفراز کرتے تھے (۹۷) چنانچہ وزیر کمال الدین امین الدولہ، دمشق المتوفی ۶۳۸ھ نے ابن ابی اصیبعہ کو ”طبقات الاطباء“ کے پہنچانے پر انعام و خلعت سے سرفراز کیا تھا (۹۸)

۵۔ بادشاہوں کی ریس میں وزیر امیر بھی اپنے کتب خانوں میں محققین اور شائقین کتب کی سہولت و استفادہ کی خاطر دوسری صدی ہجری سے کتب خانہ میں کتاب کے نین تین نسخے رکھنے لگے تھے تاکہ تحقیق، تصحیح و نقل میں ان مختلف نسخوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جاسکے چنانچہ وزیر ابو الفضل یحییٰ بن خالد برکی المتوفی ۱۹۰ھ کے خزائن الکتب و بیت المدارس میں اس امر کا لحاظ رکھا جاتا تھا (۹۹) محمد بن عبد الملک الزیات کے کتب خانہ میں بھی کتابوں کے متعدد اور اہم نسخے رکھے جانے کا اہتمام کیا جاتا تھا (۱۰۰)

۵۔ اوائلِ عمید عباسی سے اہل ثروت کتب خانوں میں ذخائر میں اضافہ کی خاطر دراق رکھتے تھے، اہل علم کو ان کے کتب خانوں سے استفادہ کی سہولت حاصل ہوتی تھی، بایں ہمہ نادار اہل علم اپنا کتب خانہ بنانے اور اپنے ذخائر کتب میں تنوع و کثرت کے لئے خود اہل ثروت کے کتب خانوں سے کتابیں نقل کرتے تھے۔ چنانچہ عامر بن ابراہیم بن واقد مولیٰ ابو موسیٰ اشعری المتوفی ۲۰۱ھ یا ۲۰۲ھ ہیزم فروش، علم و کتب کے شیدائی تھے، موصوف نے یعقوب ثقی کے پاس ایک ماہ قیام کیا اور ان کے کتب خانے سے کتابیں نقل کیں پھر نعمان بن عبدالسلام کے کتب خانے میں جا کر ان کی

کتابیں نقل کیں۔ لوگوں نے ان سے پوچھا آپ کتابیں کیوں نقل کرتے ہیں تو جواب دیا میں جن کے ذخیرہ کتب سے کتابیں نقل کرتا ہوں ان کے پاس (کتب خانہ ہے) وراق ہیں میرے پاس وراق نہیں، میں اپنے لئے خود کتابیں نقل کر کے ذخیرہ کرتا اور کتب خانہ بناتا ہوں۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دوسری صدی ہجری میں ہی اہل علم کو ذاتی کتب خانوں سے نقل و استفادہ کی سہولت حاصل تھی (۱۰۱)

۵۲- تعلیم، کتابت و قرأت اور کتابوں میں انسماک ہی کو ریاست و سیاست اور زہد و پرہیز گاری کی اصل سمجھا جاتا تھا چنانچہ ابو علی صالح بن محمد المتوفی ۲۹۳ھ کا بیان ہے ”بغداد میں محدث اور معتزلی دو شاعر تھے، معتزلی میرے پاس سے گزرا اور مجھے لکھے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا، صاحبزادے کتنا لکھو گے آنکھیں جاتی رہیں گی، کبڑے ہو جاؤ گے اور وقت سے پہلے چل بسو گے پھر اس نے مجھ سے کتاب لے کر اس پر حسب ذیل شعر لکھے۔

ان القراءة والتفقه والتشاغل بالعلوم

پڑھنا تفقہ حاصل کرنا اور تحصیل علوم میں لگے رہنا

اصل المذلة والاضاعة والمهانة والهموم

ذلت، فقر وفاقہ، مشقت اور غموں کی جڑ ہے۔

اس کے بعد محدث کا گزر ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھا تو فوراً کہا اس دشمن جان نے غلام کہا ہے۔

”بل يرتفع ذكرك، وينشر علمك، ويبقى اسمك مع اسم رسول الله صلى الله عليه وسلم الى يوم القيامة“ بلکہ یہ انسماک علمی اور لکھنا پڑھنا تو تمہاری شہرت کا تمہارے علم کی نشر و اشاعت کا اور تمہارے نام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ تاقیامت باقی رکھنے کا باعث ہے، پھر اس نے یہ شعر پڑھے

ان التشاغل بالدفا تر و الكتابة والدراسة

بلاشبہ کتابوں میں، نقل و کتابت میں اور تعلیم و علم میں انسماک و سرگرمی۔

اصل التقية و التزهد و الرياسة والسياسة (۱۰۲)

زہد و پرہیز گاری اور ریاست و سیاست کی اصل و بنیاد ہے۔

۵۳- عبد عباسی میں تصنیف و تالیف اور کتابت و وراقت، کتب خانہ سازی و ذخیرہ

اضافہ کا سبب رہی ہیں۔ ان کا شمار علوم نافعہ میں کیا گیا، ان کا دائمی نفع ہے، یہ دنیا و آخرت میں اجر و مسرت کا موجب ہیں، اس لئے اس کی طرف توجہ دلائی جاتی اور ترغیب دی جاتی تھی، عرب کا شاعر کہتا ہے۔

ما من كاتب الا سبقتي كتابته وان فئت يداي ۵

ہر کاتب کی تحریر باقی رہ جائے گی اگرچہ اس کے ہاتھ فنا ہو جائیں گے۔

فلا تنكتب بكتابك غير شئ يسرك في القيا ۵ ان تراہ (۱۰۳)

اس لئے تم اپنے ہاتھ سے ایسی یادگار چھوڑو جسے تم قیامت کے دن دیکھ کر خوش ہو۔

۵۴- عہد عباسی میں چوتھی صدی ہجری میں علم، مدرسہ، قلم، دوات اور کتابوں کی طرف دلچسپی بڑھائی، عزیزوں اور نوجوانوں کو رغبت دلائی جاتی تاکہ ان کی عملی ترقی برقرار رہے اور کتب و کتب خانوں میں اضافہ ہوتا رہے، چنانچہ بدیع الزماں ہمدانی المتوفی ۳۹۸ھ اپنے بھانجے کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

انت ولدی ما دمت والعلم شانک والمدرسه مکانک والمحبرة  
حلیفک والدفترا لیفک فان قصرت لا اخالک (۱۰۴)

تم میرے بیٹے ہو جب تک علم تمہاری شان اور مدرسہ تمہارا مکان ہے دوات قلم تمہارا ساتھی ہے تم اس میں کوتاہی کرو تو پھر تمہارا کوئی مددگار نہ ہو۔

۵۵- تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں علماء و اہل ثروت کی حویلیوں اور محل سراؤں نے عارضی علمی اداروں کی صورت اختیار کر لی تھی۔ وہ علوم و کتب کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کرتے تھے، ان میں اہل علم اور دراقوں کے شب میں قیام کے واسطے چالیس، پچاس بسترے تیار رکھے جاتے تھے چنانچہ حافظ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ سدوسی نزہل بغداد (۱۸۲-۲۶۲ھ/ ۷۹۸-۸۷۵ء) کے یہاں چالیس بسترے صرف دراقوں کے واسطے رات میں استعمال کے لئے مخصوص تھے (۱۰۵) دوسرے اہل علم کے لئے کتنے بسترے تھے، اس کا ذکر ہی نہیں، مشہور امام لغت ازہری کا بیان ہے۔

موصوف نے اپنی ”مسند“ کی تبیض و نقل کرانے پر دراقوں کو دس ہزار دینار اپنے پاس سے ادا کئے تھے (۱۰۶) ذرا غور فرمائیں اس دور میں ایک ضخیم کتاب پر کتنا خرچہ آتا تھا۔

نامور مصنف و ادیب ابو عبید محمد بن عمران مرزبانی (۲۹۲-۳۸۱/۹۰۹-۹۹۳ء) نے اپنی حویلی میں پچاس بسترے اہل علم کے واسطے رات میں قیام کے لئے رکھے تھے (۱۰۷)

مورخ صدی نے اس تفصیل میں جائے بغیر موصوف کی حویلی کے متعلق اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کیا ہے ”کان دارہ مجمع الفضلاء“ (۱۰۸) مرزبانی کی حویلی اہل علم کی اکیڈمی تھی، اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تذکرہ نگار و مورخین اس قسم کے عارضی علمی اداروں کے لئے جو علوم و کتب کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل تھے اور جہاں شب گزاری کے لئے بسترے بھی کثیر تعداد میں رکھے جاتے تھے۔ مذکورہ بالا الفاظ لکھتے ہیں:

۵۶- تیسری صدی ہجری میں جو قضاة و علماء پرورش لوح و قلم کرتے، اہل علم و مصنفین کی اعانت و حاجت روائی کر کے فروغ کتب و کتب خانوں کی راہ ہموار کرتے ان کے لئے ”مالف“ کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ قاضی ابو عبد اللہ احمد بن ابی داؤد بصری ثم بغدادی معتزلی المتوفی ۲۴۰ھ کا شمار اس قسم کے معارف پروروں میں تھا چنانچہ مشہور عالم لغت ابو بکر بن ورید المتوفی ۳۲۱ھ حسن بن خضر سے ناقل ہیں۔

”کان ابن ابی داؤد ما لضا لاهل الادب من ای بلد کانوا وکان قد ضم الیہ

جماعة یعولم ویمونم“ (۱۰۹) ء

ابن ابی داؤد ائمہ لغت اور ادیبوں کی محبت و الفت کا مرکز تھا خواہ وہ کسی شہر اور کسی دیستان فکر سے تعلق رکھتا ہو۔ ایسی ایک جماعت اس سے وابستہ تھی، وہ ان کی حاجت روائی اور کفالت کرتا تھا۔

نامور فقیہ ابو الفرج احمد بغدادی حنفی المعروف ابن المسلمہ (۳۳۷-۳۱۵ھ) کا مکان شرقی بغداد درب سلیم میں واقع تھا ان کے متعلق مورخ خطیب بغدادی کا بیان ہے۔

کان دارہ مالفا لاهل العلم موصوف کا مکان اہل علم کی اکیڈمی تھا (۱۱۰)

کبھی تذکرہ نگار لفظ ”مالف“ نہیں لکھتے صرف اتنا لکھنے پر اکتفاء کرتے ”کان یحضر دارہ فصحاء الاعراب و علماء کذا و کذا“ اس کے گھر فصیحان اعراب اور ایسے ایسے علماء آتے تھے یہ تعبیر ادا بھی معارف پروری اور عظیم کتب خانوں کی نشاندہی کرتی ہے، چنانچہ ابن الندیم وراق، وزیر متوکل فتح بن خاقان المقتول کے متعلق رقمطراز ہے۔

کان یحضر دارہ فصحاء الاعراب و علماء الکوفیین والبصریین (۱۱۱)

اس کے دولت کدہ پر فصحاء اعراب اور کوفی و بصری علماء آتے رہتے تھے۔

یعنی اہل علم اس سے وابستہ رہتے اور وہ ان کی نگہداشت کرتا تھا (۱۱۲) کبھی ایسے مربیان

علم و فن کے دولت کدہ کی نسبت مقیل (آرام گاہ) کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ مورخ قفلی

نے نامور منطقی ابو سلیمان محمد بختانی المتوفی ۳۸ھ (تقریباً) کے متعلق لکھا ہے

کان منزله مقبلا لاهل العلوم القديمة

ابو سلیمان کا مکان شائقین علوم قدیمہ کی آرام گاہ تھا

ایسے ہی قدر دان علم و فن کے لئے مورخین ”دارہ مجمع الفضلاء“ دارہ مجمع العلماء کے

الفاظ استعمال کرتے ہیں (۱۱۴)

۵۷- عمید عباسی میں اہل علم کتب خانہ اس لئے بھی رکھتے تھے کہ وہ کتب خانے میں اسماک کو صحابہ و تابعین کی صحبت و ہمیشینی سمجھتے تھے چنانچہ شفیق بن ابراہیم بلخی کا بیان ہے:

عبداللہ بن مبارک ہمارے ساتھ نماز پڑھتے مگر ہماری مجلس میں بیٹھتے نہ تھے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ”میرا وقت صحابہ و تابعین کی مجلس میں گزرتا ہے“ ہم نے ان سے عرض کیا ”یہاں صحابہ و تابعین کہاں ہیں“ فرمایا میں کتابیں دیکھتا ہوں ان کے آثار و اقوال اور اعمال کا مشاہدہ کرتا رہتا ہوں پھر تمہارے ساتھ بیٹھ کر کیا کروں“ (۱۱۵)

۵۸- عمید عباسی میں بعض نابینا عالم جن کا تعلق دربار مشرق سے نہ تھا دربار مغرب سے تھا جب کوئی تالیف کرتے ان کے پیش نظر سو سے زیادہ کتابیں رہتی تھیں۔ چنانچہ حافظ ابوالقاسم عبدالرحمن سیلی (۵۰۸-۵۸۱ھ / ۱۱۴-۱۱۸۰ء) نے ”الروض الانف“ تالیف کی اس میں ایک سو بیس سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا تھا۔ موصوف کا بیان ہے:

مامن مستخرج من نيف على مائة و عشرين دلج اقا سوی ما انتجه صدری و نقحه فکری و نیجتہ نظری و لقنتہ عن مشیختی (۱۱۶)

اس کتاب میں جو پیش کیا گیا وہ ایک سو بیس کتابوں سے لیا گیا ہے۔ میں نے اپنی بصیرت سے جو حاصل کیا اور غور و فکر کی تسبیح کا نتیجہ، صرف نگاہی کا ثمرہ ہے اور میں نے اپنے اساتذہ سے جو حاصل کر کے زینت کتاب کیا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

۵۹- اس تحریک کا یہ اثر و فیض تھا کہ مشرق ہی نہیں مغرب (اندلس) میں بھی بعض نامور عالم کو اس وسیع ذخیرہ علمی سے جو اس نے اپنے اساتذہ سے جن کی تعداد ہزار سے زیادہ تھی۔ پڑھا اور سنا تھا اور وہ اس کی دسترس میں تھا۔ اس پر اسے آگہی حاصل تھی۔ روایت کرتا اور اپنے شاگردوں کو اس سے استفادہ و افادہ کی اجازت دیتا تھا۔ ان کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد تیرہ چودہ سو کے مابین ہوتی تھی چنانچہ حافظ ابن

خیراشیلی (۵۰۲-۵۷۵=۱۱۰۹-۱۱۷۹) کی ”فہرستہ مارواہ عن شیوخہ من الدواوین المصنفہ فی ضرب العلم و انواع المعارف“ میں کم و بیش (۱۳۰۰) کتابوں کا ذکر ہے۔ (۱۱۷) -۶۰ اس تحریک کا اثر ہے کہ ابن الندیم کی کتاب الفہرست جو صرف دوسری صدی ہجری سے چوتھی صدی ہجری کے نامور محققین و مصنفین کی تالیفات کی ایک مختصر و مجمل اور نامکمل کتابیات ہے۔ اس میں بھی مغرب (اندلس) کے مشہور و معروف مصنفین کی تصانیف سے بہت کم اعتناء کیا گیا ہے۔ تاہم دیارِ مشرق میں وہ مختلف علوم و فنون میں تصانیف کی کثرت و تنوع اور وسعت کی شاہدِ عدل ہے۔ بیسویں صدی عیسوی میں کوئی مستشرق دیکھتا اور مسلم معاشرہ میں کتابوں کی نشرواشاعت کو استفادہ و افادہ کا حال پڑھتا ہے۔ اس کے قلم سے یہ الفاظ نکلتے ہیں:

The Ink Of The Learned Is As Precious As The Blood The Martyrs.

اہلِ علم کے قلم کی سیاہی ایسی ہی بیش قیمت و مقدس چیز ہے جیسے شہداء کا خون ہے۔

اس مقدس جذبہ نے اربابِ غفل و کمال کو تدوینِ علم اور ہر موضوع پر کتابیں لکھنے آمادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ کتابیں مرتب کیں اور ہر فن میں مفید ترین کتابیں یادگار چھوڑیں۔

مذکورہ بالا حدیث کو حافظ مغرب، ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ نے ”جامع بیان العلم فضلہ“ (ج ۱/۳۰-۳۱) میں یہ روایت حضرت ابو الدرداءؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے لیکن محدثین نے اسے ضعیف ہی نہیں موضوع قرار دیا ہے۔ (۱۱۹)

تدوینِ علم اور کثرتِ تصانیف حقیقت میں حکم ”اقرا“ اور قیدوا العلم بالکتاب فیضان ہے۔

عبدالعباسی میں علمی و کتابی ضرورت کی تحریک کے فروغ اور اس کے بنیادی عوامل جنہیں ہم نے حکم ”اقرا“ اور ”قیدوا العلم بالکتاب کے تمدنی جلوے اور عہدِ عباسی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات کے ”عنوان“ سے سطورِ بالا میں پیش کیا ہے۔ یہ ایک ایسا جامِ جم ہے جس کے اندر عہدِ عباسی کی پوری علمی زندگی صاف صاف نظر آتی ہے۔ کتب خانوں کی تاریخ میں اسلامی دور سے پہلے اس طرح کے عوامل نہ کہیں رومیوں میں نظر آتے ہیں نہ ایرانیوں میں، نہ یہ ہندوستانیوں میں کارفرما دکھائی دیتے ہیں نہ ان



روشنی سے یونان و مصر روشن ہوا ہے، نہ نینوا و بابل میں یہ عوائل کبھی سرگرم عمل دیکھے گئے ہیں اگر ایسا ہوتا تو گلی گلی کتب خانے (Clay Tablets) گلی گلی (Streets) نظر آتے۔

یہ فخرِ اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے ابلاغ کو اتنا عام کیا اور علم کی ایسی اشاعت کی کہ گلی گلی تو کیا گھر گھر کتب خانہ نظر آنے لگا۔ چنانچہ کتب خانہ سازی عمید عباسی میں ایک عالمگیر تحریک کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ امیر، غریب، چھوٹا بڑا، عورت مرد ہر ایک اس تحریک سے متاثر ہوا اور اس نے اپنی استطاعت کے مطابق اس کے پروان چڑھانے میں حصہ لیا۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ تک یہ تحریک بار آور ہوئی، ہر جگہ پھولی پھلی، شاہی محلات میں بسرا کیا، وزیروں کے ایوانوں میں رہی، امیروں کے محلوں میں پروان چڑھی، فقیروں کی جھونپڑیوں میں پبی بڑھی، عالم، ادیب، فقیہ، مفسر، شاعر، مفکر، حکیم، صوفی، لغوی، نجومی، مورخ، مهندس، خطاط، وراق، فنکار، صنعت کار، تاجر، مسلمان، عیسائی، یہودی، دیندار، دنیا دار، دھریہ، زندیق، پڑھے لکھے، حتیٰ کہ بعض بے پڑھے لکھے کے ٹھکانے میں اپنا ٹھکانا بنایا۔ نظریاتی طور پر مخالف و برسرِ پیکار گروہوں کو اپنا گرویدہ بنائے رکھا۔ ہر ایک کے دل و دماغ کو اس تحریک نے شعوری و غیر شعوری طور پر متاثر کیا۔ عمید عباسی میں ہر شہر، قریہ، بستی، محلہ، گلی، کوچہ، مسجد، تکیہ، سرائے، محل سرا، مہمان خانہ، خانقاہ، سیرگاہ، گلستان، قبرستان، دریا کے کنارے، مدرسے، ادارے، بازار، دکان، ہر چھوٹی بڑی مرکزی جگہ میں اس نے اپنا علمی مظاہرہ کیا اور کتب خانہ قائم کر دکھایا۔ بادشاہ سے فقیر تک ہر ایک کے یہاں اس کا بول بالا رہا، اس لئے مذکورہ بالا ہمہ اقسام کے کتب خانوں کا تذکرہ اس مقالہ میں کیا گیا ہے۔

### (۵) عمید عباسی میں کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کے اسباب

عمید اسلامی میں عباسی دور کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ اس دور کے ادواکل میں کتابوں اور کتب خانوں کا رواج ہو چکا تھا چنانچہ کم و بیش ہر نامور عالم کے پاس ذاتی کتب خانہ ہوتا تھا۔ ہمارے اس خیال کی تائید حسبِ ذیل امور سے ہوتی ہے۔

۱۔ اس دور کے ائمہ فن ایک دوسرے کی کتابوں کا تنقیدی نگاہ سے مطالعہ کرتے اور ایک دوسرے کی تردید میں کتابیں لکھتے تھے۔ یہ امر ان کے پاس ذاتی کتب خانہ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن نافع کا بیان ہے۔

ابن ابی ذئب (۸۰-۱۵۸ھ / ۶۹۹-۷۷۵ء) عبد العزیز ماجشون (۰۰-۱۶۴ھ / ۷۸۰-۷۷۵ء)

ابن ابی حازم (۱۰۷-۱۸۴ھ / ۷۲۵-۸۰۰) محمد بن اسحاق (۱۰۰-۱۵۱ھ / ۷۶۸-۸۰۰) امام مالک بن انس (۹۲-۱۷۹ھ / ۷۱۲-۷۹۵) پر تنقید کرتے تھے ان میں زیادہ سخت محمد بن اسحاق تھا وہ کہتا تھا میرے پاس ان کی کتابیں لاؤ میں ان کی خامیاں بتاؤں، میں ان کی کتابوں کا سالو تری ہوں (۱۲۰)

امام اوزاعی (۸۸-۱۵۷ھ / ۷۰۷-۷۷۴) نے امام اعظم ابو حنیفہ (۸۰-۱۵۰ھ / ۶۹۹-۷۶۷) کی کتاب السیر (جنگی قوانین) کی تردید میں کتاب لکھی تو امام ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ھ نے ان کی تردید میں الرد علی سیر الاوزاعی لکھی (۱۲۱) پھر امام ابو یوسف نے امام اعظم ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ (۷۳-۱۲۸ھ / ۶۹۳-۷۶۵) کے اختلافات فقہی پر "اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ" لکھی (۱۲۲) امام محمد المتوفی ۱۸۹ھ نے امام مالک کی تردید میں "کتاب الحجہ" تصنیف کی (۱۲۳) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عالم کا ذخیرہ کتب دوسرے عالم کے پیش نظر رہتا تھا۔

(۲) یہ ائمہ فن اور علماء ایک دوسرے سے کتابیں مستعار لیتے تھے چنانچہ امام احمد بن حنبل مورخ ابن سعد کاتب واقدی المتوفی ۲۴۰ھ سے مورخ واقدی المتوفی ۲۰۷ھ کی تصانیف مستعار لے کر مطالعہ کرتے تھے (۱۲۴) امام شافعی امام محمد سے کتابیں لے کر پڑھتے تھے (۱۲۵) امام مالک امام ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے (۱۲۶)

(۳) ائمہ فن اور اکابر علماء اہل علم کو دوسرے ائمہ فن کے ذخیرہ علمی کو پیش نظر رکھنے حاصل کرنے اور اس کی نشر و اشاعت کرنے کی ترغیب دیتے اور تاکید کرتے تھے۔ چنانچہ امام شافعی امام اعظم کے سرمایہ علمی کے متعلق فرماتے تھے "الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفہ فی الفقہ" (۱۲۷) فقہ میں لوگ امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔

(۴) رحلہ (Travel for research work) جس کی تاسیس اور ترویج و اشاعت کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے تمام علوم خاص طور پر تین اسلامی علوم تفسیر، حدیث، فقہ وہ علوم تھے اور ہیں جن میں استنباط مسائل و استخراج معانی کا سلسلہ برابر قائم ہے اور اس کا میدان بھی بہت وسیع ہے۔ عہد عباسی میں ہر بڑا عالم اپنی زندگی کا قیمتی حصہ اس کے معانی پر غور کرنے سمجھنے اور ان سے مسائل استنباط کرنے میں صرف کرتا تھا، ان کے علمی ذخائر کو حاصل کرنے کے لئے سفر نہایت ضروری تھا، اس لئے عہد عباسی میں مفسرین، محدثین، فقہاء، مشرق و مغرب کے دور دراز ممالک کا سفر کرتے تھے پھر دوسرے علوم کی تکمیل و تحصیل کتب کے لئے بھی اس طرح سفر

کیا جانے لگا تھا اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس سفر (رحلہ) کی غرض و غایت علوم و فنون میں تحقیق و تدقیق، اساتذہ فن کے ذخیرہ کتب و کتب خانوں کی تحصیل اور ان کی نشر و اشاعت تھی۔ یہ رحلہ اس مقصد سے کیا جاتا تھا، چنانچہ ابو سفیان محمدیشکری معمری المتوفی ۱۸۲ء کے متعلق علامہ سمعانی رقمطراز ہیں

انما اشتهر بهذه النسبة لرحلة ابي معمر بن راشد بصنعاء ولتحصيله كتبه و حدیثه (۱۲۸) موصوف کو معمر بن راشد صنعانی کی طرف نسبت سے شہرت اس لئے حاصل ہے کہ موصوف نے یہ سفر ان کی کتابیں اور حدیثیں جمع کرنے کے لئے ان کی طرف سفر کیا تھا اور خالد بن نزار اہلی کا بیان ہے۔

رحلت بکتاب ابن جریج سنة خمسين ومائة فوجدته قد مات (۱۲۹) میں نے ابن جریج کی طرف ۱۵۰ھ میں سفر کیا جب ان کے پاس پہنچا تو اس وقت ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ رحلہ نے ایشیا، افریقہ اور یورپ (اندلس) کے اسلامی ممالک و بلاد و قسبات میں علوم و فنون کے باہمی ربط و امتزاج پر گہرا اثر چھوڑا، مختلف موضوعات پر ایک خطہ کے اہل علم کو دوسرے خطہ کے اہل علم کی گونا گوں علمی و تحقیقی سرگرمیوں اور ان کے علمی ذخائر سے باخبر رکھا (۱۳۰)

اس سے اسلامی قلمرو میں علوم و کتب کی نشر و اشاعت میں اضافہ ہوا، طرق (اسانید) احادیث بڑھ گئیں، نامور اہل علم کو ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے میں مدد ملی، ایک کے دوسرے پر جوہر کھلے، اسلامی قلمرو کے ہر خطہ میں علوم و فنون کی بڑھ چڑھ کر خدمات کرنے کا جذبہ ابھرا، اور ہر طرف علوم و فنون کی گرم بازاری ہوئی (۱۳۱)

رحلہ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی قلمرو کے مرکزی قلمرو میں نہیں، بعض چھوٹے شہروں اور قصبوں میں بھی مدارس علم و فقہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہو چکی تھی، اس لئے تکمیل علوم و تحصیل کتب کے لئے ان کی طرف سفر کرنا ناگزیر ہو گیا تھا جیسا کہ یا قوت کی ”معجم البلدان“ اور علامہ سمعانی کی ”کتاب الانساب“ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

رحلہ کی بدولت تلامذہ کے اساتذہ سے تعلقات استوار تر ہو جاتے تھے پھر وہ مراسلت و مکاتبت کے ذریعہ پیش آمدہ علمی اشکالات باسانی حل کرتے رہے تھے (۱۳۲)

اسلامی قلمرو کے بلاد و قسبات میں ارباب کمال و ائمہ فن کی بکثرت سکونت کی وجہ سے ان کی طرف علمی سفر کیا جاتا تھا جس سے ان بلاد کو شرف و شہرت حاصل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ عربی شاعر کہتا ہے۔

وما شرف الاوطان الا رجالها الا فلا فضل ترب علی ترب  
 بلدان و اوطان کو شرف صرف اہل علم سے حاصل ہوتا ہے ورنہ کسی خطہ کو کسی خطہ  
 پر کوئی فضیلت و برتری نہ ہو۔ (۱۳۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقدس سفر علوم و فنون میں اختصاص حاصل کرنے اور  
 اساتذہ فن کے فیوض علمی، ان کی کتابوں اور ان کے کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کے لئے  
 کیا جاتا تھا۔

(۵) عہدِ عباسی میں ہر طالب علم اپنے استادوں کی امالی (Lectures) قلمبند کرتا، ان  
 کی کتابیں جمع کرتا، انہیں جی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا، اس لئے انہی کتابوں کے  
 نسخے اس کے لئے سند ہوتے تھے اکثر ان پر اس کے شیوخ و اساتذہ کے دستخط ہوتے  
 یا ان سے پڑھنے کی صراحت ہوتی تھی۔

اس قسم کے نسخوں کو ”الاصول“ کہا جاتا تھا اس دور میں ہر فن کا طالب علم اس نوع کا  
 ذخیرہ کتب دور طالب علمی سے جمع کرنے لگتا تھا جو اس کے پاس تحصیل علوم کے زمانے تک  
 بہت بڑی تعداد میں جمع ہو جاتا تھا اور آئندہ اہل علم کو نقل کرنے، پڑھنے اور مطالعہ کرنے کے  
 لئے عاریتاً دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ مورخ ابن سعد کاتب و نقدی کے مذکورہ بالا واقعہ سے ثابت ہے  
 کہ یہ علماء ”الاصول“ کو اشاعت کے لئے اپنے پاس رکھتے تھے چنانچہ نامور محدث ابو سہیل  
 ہارون بن احمد الاسترآبادی المتوفی ۳۶۳ھ جن کے متعلق حاکم نیشاپوری نے لکھا ہے ”کان صحیح  
 الاصول، کثیر الحدیث“ (۱۳۴) (موصوف کے پاس کتابوں کے اصل صحیح نسخے تھے، بہت حدیثیں  
 تھیں) مورخ مستغفری نے ”تاریخ نسف“ میں لکھا ہے کہ یہ روزانہ ظہر کی نماز کے بعد مقصورہ  
 پر املاء کراتے تھے جن میں عامہ اہل علم اور امیر زادے شرکت کرتے تھے میں بھی اپنے بھائی  
 چچا، خدام اور اتالیق ابو علی منصور بن محمد کے ہمراہ ان کی کئی مجلسوں میں شریک ہوا تھا اس  
 وقت میری عمر دس برس کی تھی، میرے سماع احادیث کا آغاز انہی کی مجالس املاء سے ہوا تھا  
 موصوف جامع مسجد اور ابو القاسم عبداللہ کی محل سرا میں جو انہیں اپنے فرزند ابو نصر کی تعلیم  
 کے لئے بخارا میں لایا تھا ”احادیث ابی حنیفہ عن ابی الولید الطیالسی و ابراہیم بن بشار و غیرہما“ نیز  
 ”اخبار مکہ“ اور اپنے فوائد پڑھاتے تھے جو کچھ لوگوں نے ان سے سنا اور حاصل کیا تھا وہ ”خان  
 بزازین“ کے فتنہ صفر سنہ ۳۷۴ھ میں برباد ہوا اور اس کے مسموعات میں سے لوگوں کے پاس  
 بہت تھوڑا رہا تھا (۱۳۵)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ”عامہ اہل علم“ استاد سے جو پڑھتے وہ لکھ لیتے تھے

ان کا ذخیرہ علمی کتابوں کی صورت میں ان کے پاس محفوظ ہوتا تھا وہ گاہ بگاہ حوادثِ روزگار سے ضائع ہوتا تھا جیسا کہ ابو سہیل کا املا کرایا ہوا ذخیرہ کتب بلوے میں برباد ہوا تھا۔ ابو موسیٰ ہارون بن محمد ازاداری جوینی المتوفی ۳۱۳ھ بلند پایہ ادیب و فقیہ تھے نیشاپور میں پڑھا اور بغداد میں لکھا تھا موصوف کے متعلق حاکم نیشاپوری کا بیان ہے:

”اذا ورد البلد یهش مشایخنا“ (۱۳۶) موصوف کا جب نیشاپور میں ورود ہوتا تو ہمارے مشائخ کو ان کی آمد سے خوشی ہوتی تھی۔ موصوف کی آمد سے خوشی کا اصل سبب ان کا علم اور ان کا وہ علمی ذخیرہ تھا جو عامہ اہل علم کے علم میں اضافہ کا سبب ہوتا تھا۔

(۶) اساتذہ کا اپنے شاگردوں کو کتابوں کی روایت کی اجازت دینے کا چلن شروع سے تھا، ان اقسام اجازت میں سے جن کا رواج فروغ علم کی وجہ سے عہدِ عباسیہ میں زیادہ تھا۔ چوتھی قسم ”مناولہ“ بھی ہے اس میں شیخ اپنا اصلی نسخہ یا اس کی نقل شاگرد کو دیتا خواہ مالک بنا دیتا خواہ عاریتہ دیتا تاکہ طالب علم اس کو نقل کر کے اس کا مقابلہ کرے (۱۳۷) اس سے بھی استاد شاگردوں کے ذخیرہ علمی میں اضافہ کرتا تھا۔ دستور کے مطابق ہر پڑھا لکھا ذخیرہ کتب رکھنے کا پابند ہوتا تھا۔

(۷) عہدِ عباسی میں اپنے نوشتہ کے علاوہ بیان کرنا بھی عالم کی غلطی سمجھی جاتی تھی (۱۳۸) اس لئے بھی ذاتی کتب خانوں کا اس دور میں بکثرت قیام عمل میں آیا اور انہیں غیر معمولی فروغ حاصل رہا۔

(۸) یہ بھی حقیقت ہے کہ عہدِ عباسی میں تاریخ، تذکرہ اور طبقات کی کتابوں میں بلند پایہ شخصیتوں، صاحبِ فن اور مشہور و معروف عالموں کا تذکرہ ہی قلمبند کیا جاتا تھا جن کے علوم کا دریائے فیض علمی و کتابی اور تدریسی خدمات کی صورت میں رواں رہتا تھا چنانچہ ابوالطیب عبدالواحد نحوی المتوفی ۳۵۱ھ مراتب ”النحویین“ میں رقمطراز ہیں۔

ہم نے کتاب میں جس ترتیب پر علماء اہل عراق کا ذکر کیا ہے ان پر علم اعراب ختم ہوا ہے اور یہ وہ اصحاب کتب و مرجع علم و فن تھے جن سے علم اعراب میں رجوع کیا جاتا اور مشکل مسائل کو حل کیا جاتا تھا اس سلسلہ کے علماء میں ہم نے اگر کسی کو چھوڑا ہے تو اس کی حسب ذیل تین وجوہ ہیں۔

۱- یا تو وہ امام فن نہیں تھا اس کے قول پر اعتماد نہیں کیا جاتا تھا۔

۲- یا اس کا کوئی ایسا شاگرد نہیں نکلا جو اس کے نام کو زندہ رکھتا۔

۳- یا اس نے کوئی ایسی تالیف نہیں چھوڑی جس کی نشر و اشاعت اہل علم ضروری سمجھتے ہوں جیسا کہ ہمارا یزیدیوں کے تذکرہ سے صرف نظر کرنا حالانکہ ان کا گھرانہ ایک علمی خانوادہ تھا یہ سب اپنے جد امجد ابو محمد یحییٰ بن مبارک یزیدی کی طرف نسبت رکھتے ہیں اور وہ ابو زید، اسمعی، ابو عبیدہ اور کسائی کے طبقہ کا عالم تھا اس نے علوم کی تحصیل ابو عمرو، عیسیٰ بن عمر، یونس اور ابو خطاب اکبر سے کی تھی، انہوں نے ابو عمرو سے قرأت مشہورہ روایت کی ہے جو لوگوں میں متداول ہے مگر اس کا علم رواۃ میں قلیل ہے البتہ اس کی اولاد اور اس کے خانوادہ میں اس کا چرچا زیادہ ہے وہ ثقہ امین اور قدیم و بلند رتبہ عالم تھے (۱۳۹) موصوف نے ایک مقام پر لکھا:

”ان شرة العالم بمصنفاته والروایہ عنہ“ (۱۴۰)

عالم کی شہرت ہی اس کی تصانیف اور اس سے روایت کرنے والوں سے ہوتی ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عبد عباسی میں کسی عالم کی شہرت اس کی تصانیف (علمی ذخیرہ) اور شاگردوں سے ہوتی تھی۔

اس لیے تذکرہ نگار جب کسی عالم کا تذکرہ لکھتے ہیں تو اس کے حالات میں تصریح کرتے ہیں کہ اس نے کن سے پڑھا، کہاں پڑھا، کن فنون میں کمال پیدا کیا، کہاں املا کرایا، کہاں وعظ کیا، کہاں مناظرہ کیا، کیا کیا لکھا، کن اہل علم اور ارباب فن کو اس سے تلمذ کا فخر حاصل رہا، کن مسجدوں، مدرسوں، سراویوں، تکیوں میں پڑھایا، کن خانقاہوں اور مشہدوں میں فروکش رہا، کن اہم مقامات میں وہ سفر کرتے ہوئے ٹھہرا، یہ وہ مقامات تھے جہاں عموماً کتب خانے قائم کئے جاتے تھے۔ چنانچہ ابو سلمہ نصر شاشی ایلاتی المتونی بعد ۳۹۰ھ جو ایلاق کے قائدین میں سے تھے شاش میں رہتے تھے بشم بن کلیب سے پڑھا تھا، امام بخاریؒ سے بیک واسطہ حدیث روایت کرتے تھے، لوگوں نے ان سے بہت حدیثیں لکھی تھیں (۱۴۱) مورخ ابو سعد اور سی کا بیان ہے۔

”موصوف حج کے لئے جاتے ہوئے سمرقند آئے اور ”بابِ دستان“ کے پاس ”رباطِ انا میر“ میں اترے تو ہمارے اصحاب نے ان سے لکھا اور میں نے موصوف سے شاش میں سن ۳۷۰ھ سے قبل لکھا تھا“ (۱۴۲)

عبد عباسی میں کم و بیش ہر عالم کے پاس ذاتی کتب خانہ ہونا مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔ کیونکہ اوائل عبد عباسی میں ایسے ایسے ائمہ ثقہ، ائمہ حدیث، ائمہ لغت، ائمہ نحو و ادب کے پاس ذاتی کتب خانوں کا سراغ ملا ہے جن کے پاس کتب خانوں کا نام سن کر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے۔ (۱۴۳) گا



چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ (۸۰-۱۵۰ھ / ۶۹۹-۶۷۷ء)

امام مالک (۹۲-۱۷۹ھ / ۷۱۲-۸۰۴ء)

امام اوزاعی (۸۸-۱۵۷ھ / ۷۰۷-۷۷۴ء)

امام ابو یوسف (۱۱۳-۱۸۲ھ / ۷۳۱-۷۹۸ء)

امام محمد (۱۳۱-۱۸۹ھ / ۷۴۸-۸۰۳ء)

امام شافعی (۱۵۰-۲۰۴ھ / ۷۶۷-۸۲۰ء)

امام احمد (۱۶۴-۲۴۱ھ / ۷۸۰-۸۵۵ء)

امام بخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ / ۸۱۰-۸۷۰ء)

امام مسلم (۲۰۴-۲۶۱ھ / ۸۲۰-۸۷۵ء)

امام فن جرح و تعدیل ابو زرعہ عبید اللہ رازی (۲۰۰-۲۶۴ھ / ۸۱۵-۸۷۸ء)

امام لغت و ادب خلیل بن احمد بصری (۱۰۰-۱۷۰ھ / ۷۱۸-۷۸۲ء)

امام نحو ثعلب (۲۰۰-۲۹۱ھ / ۸۱۶-۸۹۰ء) وغیرہ کے پاس ذاتی کتب خانے موجود تھے۔

یہ ائمہ فن اپنی خدا داد و مجتہدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے سرچشمہ علوم تھے، ان کی مہارت فن، جلالت شان اور زبردست حافظہ کے پیش نظر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ابتدائی دور میں یہ اپنے ذاتی کتب خانوں کے ذریعہ علوم و فنون کی تدوین کرتے، انہیں فروغ دیتے، کتب اور کتب خانوں کے ترقی پذیر سلسلہ کو پروان چڑھانے کی سعی پیہم کر رہے تھے۔ ان میں بعض ائمہ فن ایسے بھی تھے مثلاً ثعلب جن کے متعلق ان کے معاصرین نے تصریح کی ہے کہ درس اور ملاقات کے وقت ان کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ بائیں ہمہ ان کے پاس کتب خانہ تھا یعنی ذاتی کتب خانہ کے نہ ہونے کی دلیل کے باوجود ان کے پاس ذاتی کتب خانہ موجود تھا (۱۳۴) ابو بکر محمد بن قاسم انباری نحوی (۲۷۱-۳۴۱ھ / ۸۸۲-۹۴۰ء) جن کے متعلق تذکرہ نگاروں کا بیان ہے:

”کان یملی من حفظہ وما کتب عنہ الاملاء قط الاعن حفظہ“ (۱۳۵)

موصوف اپنے حافظہ سے املا کراتے تھے ان سے املا زبانی ہی لکھی گئی ہے۔

یہ مذکورہ بالا بیان موصوف کے پاس کتب خانہ نہ ہونے کی دلیل ہے حالانکہ ان کے پاس زبردست کتب خانہ تھا (۱۳۶) ان حقائق کی روشنی میں مذکورہ بالا دعویٰ کہ ”عمد عباسی میں کم و بیش ہر عالم کے پاس نجی کتب خانہ تھا کہا جائے تو کچھ بے جا نہیں۔“

امام ثعلب کے مذکورہ بالا واقعہ سے یہ امر بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ دوسری تیسری صدی ہجری میں درس اور ملاقات کے موقعہ پر کسی عالم کے ہاتھ میں کتاب کا نہ ہونا موجب حیرت و تعجب تھا۔ یہ اس حقیقت کا نہایت بین ثبوت ہے کہ اس دور میں اہل علم کا اپنے پاس کتابیں اور کتب خانہ رکھنا معمول بن گیا تھا اور ان کو کتابوں سے ایسا شغف ہو گیا تھا کہ درس کے وقت ہی نہیں ملاقات کے وقت بھی ان کے ہاتھ سے کتاب نہیں چھوٹی تھی۔ یہ تاریخی شہادتیں دائمی کتب خانوں کے وجود کو ثابت نہیں کرتیں بلکہ ذاتی کتب خانوں کی کثرت کی بھی شاہد عادل ہیں۔

مشہور مورخ محمد بن عمر واقدی (۱۳۰-۲۰۷ھ / ۷۲۷-۶۸۲۳ء) جن کے ذاتی کتب خانہ میں ایک سو بیس بار شتر کتابیں تھیں، مورخین و تذکرہ نگاروں نے صرف واقدی کے کتب خانے کا ذکر بھی ایک خاص واقعہ کی وجہ سے کیا ہے کہ انہیں بغداد کے مغربی حصہ سے مشرقی حصہ میں مکان تبدیل کرنا پڑا تو کتابیں ایک سو بیس اونٹوں پر لے جانی پڑی تھیں ورنہ ان کے معاصرین میں سے ہر ایک کے پاس اس سے بھی زیادہ کتابوں پر مشتمل کتب خانہ موجود تھا چنانچہ مورخ واقدی کا بیان ہے۔

”مامن احد الا وکتبه اکثر من حفظه و حفظی اکثر من کتبی“ (۱۳۷) میرے معاصرین میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کی کتابیں اس کے حفظ سے زیادہ ہوں البتہ میرا حفظ میری کتابوں سے زیادہ ہے۔

مورخ واقدی کے مذکورہ بالا بیان میں ”مامن احد“ کے الفاظ عام ہیں جو شاہان عباسی کے زیر نگین پورے اسلامی قلمرو کے معاصر علماء پر یکساں صادق آتے اور منطبق ہوتے ہیں لیکن کسی وجہ سے اگر اس کا دائرہ خاص علماء اور نامور ارباب فن تک محدود رکھا جائے تو بھی دوسری تیسری صدی ہجری میں بغداد میں ذاتی بڑے کتب خانوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو تو چنداں مستبعد نہیں۔

مورخین اور تذکرہ نگاروں نے مورخ واقدی کے تمام مشہور معاصرین کا تذکرہ قلبند کیا ہے لیکن معدودے چند کے سوا کسی کے کتب خانے کا ذکر ان کے یہاں نہیں ملتا جو ہمارے اس دعوے کی نہایت قوی دلیل ہے کہ عہد عباسی میں کتب خانے مسلم معاشرے کے لوازم زندگی بن چکے تھے اور کم و بیش ہر ایک عالم کے پاس ذاتی کتب خانہ ہوتا تھا اس لئے ہر ایک کے تذکرہ میں اس کے کتب خانے کے ذکر کرنے کا چنداں اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ تیسری صدی ہجری کے اہل علم کا ذخیرہ

علمی اتنی وسعت اختیار کر گیا تھا کہ اتفاق سے اگر کسی نامور عالم یا اہل فن کے یہاں گھر کے کسی کونے میں رکھا ہوا ذخیرہ کتب دکھائی دیتا تو اہل علم کی نظروں میں سماتا نہیں۔ حیرت و تعجب سے پوچھا جاتا کہ کیا جناب کے پاس کل اتنا ہی کتابوں کا ذخیرہ ہے۔ چنانچہ ابراہیم بن سفیان زیادوی المتوفی ۲۲۹ھ کا بیان ہے۔

”ایک شخص خراسان سے اہمعی ۲۱۶ھ کے پاس آیا جب وہ اہمعی سے مانوس ہو گیا تو اس نے ان سے ایسے موقع پر پوچھا جب وہ گھر تشریف فرما تھے کہ جناب کی کتابیں کہاں ہیں۔ اہمعی نے ”زاویہ بیت“ گھر کے ایک گوشہ کی طرف اشارہ کیا اس نے اسے بہت تھوڑا سمجھا اور کہا بس اتنا ہی ہے، اہمعی نے کہا حقیقت میں یہ (اپنی قدر و قیمت کے اعتبار سے) بہت ہے“ (۱۳۸)

اس دور میں ارباب کمال کی اسلامی قلمروں میں جیسی کثرت تھی اس کا اندازہ صرف بصرہ میں ارباب فن کی تعداد سے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ واقدی کے معاصر اور خلیل بن احمد بصری کے نامور شاگرد نصر بن شمیل (۱۲۲-۲۰۳ھ/۷۲۰-۷۸۹ء) نے اپنی تنگ دستی کی وجہ سے جب بصرہ کو خیرباد کہا اور خراسان کا رخ کیا تو تین ہزار اہل علم انہیں رخصت کرنے مرید تک گئے تھے ان کے متعلق ابو عبیدہ کا بیان ہے:

”نصر بن شمیل کو رخصت کرنے والوں میں کوئی جلیل القدر محدث، کوئی نحوی، کوئی لغوی، کوئی عروضی اور کوئی اخباری تھا“ (۱۳۹) مرید میں نصر نے ان ارباب کمال سے کہا تھا کہ مجھے بصرہ میں ایک دو کپچے بھی پیٹ بھر کر کھانے کو مل جاتے تو میں بصرہ کو چھوڑ کر نہ جاتا۔ نصر بن شمیل کا کتب خانہ تھا اور جو علماء علم و کتب اور کتب خانوں کے فروغ و ترقی میں سرگرم عمل تھے انہیں وطن سے نکلنے نہیں دیا جاتا تھا اس لئے نصر بن شمیل نے اہل بصرہ سے یہ بات کہی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نامور عالم کسی شہر میں اقامت پذیر ہوتا اور اس کی مساعی جیلہ سے اس بستی یا شہر میں علم اور کتابوں کو فروغ و ترقی ہوتی تو اس کا وہاں سے نکلنا اہل شہر کو گوارا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ معمر بن راشد صنعانی المتوفی ۱۵۳ھ جو بصری تھے صنعاء کو چھوڑ کر بصرہ آنا چاہا تو اہل صنعاء نے صنعاء میں ان کی شادی کر دی اور پھر ان کا صنعاء سے نکلنا نہ ہو سکا (۱۵۰)

اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو گئی کہ جن ارباب فن سے شہر، بستی اور کوچہ کو فخر حاصل ہوتا تھا ان کو شہر اور بستی میں رکھنے کی ہر تدبیر کی جاتی تھی انہیں جمالیاتی اور سماجی

بندھنوں میں باندھا جاتا تھا تاکہ رفاقت کی وجہ سے داغِ مفارقت نہ دے سکیں۔

ابو عبیدہ نے نضر بن شمیل کا مذکورہ بالا واقعہ کتابِ مثالبِ اہلِ بصری میں اہلِ بصرہ کی مذمت بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہے جس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوئی ورنہ پتہ بھی نہ چلتا کہ بصرہ جیسا چھوٹا سا شہر تین ہزار ایسے گونا گوں باکمال علماء سے آباد تھا۔ وہ علماء جو نضر بن شمیل کو رخصت کرنے نہیں گئے یا نہیں جاسکے تھے ان کی تعداد کا تو کوئی علم نہیں۔ ظاہر ہے ایسے علم دوست اور علماء کے قدر دانوں کے متعلق واقدی کی مذکورہ بالا شہادت کی موجودگی میں یہ کہنا درست ہے کہ ان تین ہزار علماء و فضلاء کے پاس نجی کتب خانوں کا ہونا ظاہر و باہر ہے۔

علماء اور اربابِ کمال کی اتنی بڑی تعداد جہاں آباد ہوتی تھی ایسے شہر اور ایسی بستی کے لئے بلادِ اسلامی کے جغرافیہ نویس علامہ سمعانی لکھتے ہیں۔

”هذه النسبة الى البصرة وشهرتها اغنى عن ذكرها لكن ذكرتها لكي لا يخلو الكتاب عنها“ (۱۵۱) یہ بصرہ کی طرف نسبت ہے اور اس کی شہرت نے مجھے اس کے ذکر سے مستغنی کر دیا ہے لیکن میں نے اس کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ کتاب اس کے ذکر سے خالی نہ رہے۔ ”والمنسبون اليها من اهل العلم لا يحصون“ (۱۵۲) اور بصرہ کی طرف اہل علم کی اتنی بڑی تعداد منسوب ہے کہ شمار نہیں کی جاسکتی۔ اسی علمی ثروت کی وجہ سے بصرہ کو ”خزائن العرب“ کہا جاتا تھا (۱۳۹)

اس قسم کی معلومات مذکورہ تاریخ و طبقات کی کتابوں کے علاوہ انساب و جغرافیہ بلاد کی کتابوں میں بھی بکثرت ملتی ہیں، ان کی اصل غایت اس عالم کے حدودِ استفادہ و افادہ علمی کو بیان کرنا، اس کے حلقہ اثر کو بتانا، اشاعتِ علم، کتابوں اور کتب خانوں کے فروغ و ترقی میں اس کی مساعی جمیلہ کو بیان کرنا، اس کے ذخیرہ کتب سے اس خطہ کے اہل علم کے استفادہ و فیض عام کی صراحت کرنا ہوتا تھا اس لئے تذکرہ نگار اس عالم کا جو پہلی مرتبہ کسی امام فن کے ذخیرہ سے کسی خاص خطہ ارضی اور کسی خاص اسلامی شہر کو روشناس کراتا تھا اس کا تعارف ”اول من ادخل كتب فلان“ (۱۵۳) (موصوف سب سے پہلے فلاں کی کتابیں لے کر پہنچے تھے) کے شاندار الفاظ سے کراتے تھے۔

عہدِ عباسی میں مورخین اور تذکرہ نگاروں کا طبقات (۱۵۵) مکاتبِ فکر (۱۵۶) ادوار (۱۵۷) اقالیم و ممالک (۱۵۸) انساب (۱۵۹) والقباب (۱۶۰) اور کئی (۱۶۱) پر کتابیں لکھنے، کتبِ تاریخ میں ہر دور کے بعد مشاہیر کی وفيات ذکر کرنے کی غرض و غایت ہی مشاہیرِ عصر، نامور اربابِ فن، اہل علم و اہل قلم کے فیضان و اثر کو بیان کرنا اور ان کی تحقیقات سے علمی دنیا کو متعارف کرانا ہوتا تھا۔

تھا (۱۶۲) جس سے سوانح حیات و کتابیات کو بھی تنوع و وسعت اور فروغ حاصل ہوتا رہا۔  
یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ خلیفہ بن خیاط اور مورخ ابن سعد کاتب و اقدی (۱۸۶-۲۳ھ) نے ”الطبقات الکبیر“ کو اسلامی صوبوں پر مرتب کیا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد پہلی دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اسلامی قلمرو کے مختلف صوبوں اور شہروں کی علمی ترقی علماء و اہل فن کی علمی و فنی سرگرمیاں بیان کرنا کتب و کتب خانوں کی نشاندہی کرنا تھا۔  
انہی حقائق کی وجہ سے علامہ سمعانی اور یاقوت رومی وغیرہ اسلامی قلمرو کے ایک ایک کوچے، بستی، قصبے، شہر، صوبے اور ملک کے متعلق اس امر کی صراحت کرتے ہیں کہ یہ بستی محدثین سے آباد تھی، اس محلے میں ادباء رہتے تھے۔ یہ بڑا مردم خیز خطہ تھا، یہاں سے ہر فن میں اربابِ کمال نکلے ہیں، اس سرزمین سے گزشتہ و موجودہ ہر دور میں علماء و فضلاء نکلتے رہے ہیں، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس خطہ کو فروغِ علم، فروغِ کتب اور کتب خانوں کی ترویج و اشاعت میں امتیاز حاصل رہا ہے۔ ”کتاب الانساب“ سمعانی و ”معجم البلدان“ یاقوت سے بطور نمونہ حرفِ الف کی تقطیع سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ اس سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔ علامہ سمعانی اصفہان کی ایک بستی ”آبی“ کے متعلق رقمطراز ہیں ”خرج منها جماعته من المشاہیر“ (۱۶۳) اس بستی سے نامور اہل علم کی ایک جماعت نکلی ہے۔

آجری جو بغداد کے غربی گوشہ میں نہر طابق کا ایک محلہ ہے اس کے متعلق یاقوت لکھتے ہیں ”اس میں بہت سے علماء رہتے ہیں“ (۱۶۴)

ارکاف کے متعلق موصوف کا بیان ہے ”نامور علما، ادباء، حکام، محدثین کی بہت بڑی تعداد یہاں سے نکلی ہے“ (۱۶۵)

آمد، ایک بہت پرانا چھوٹا مضبوط شہر تھا اس کے متعلق سمعانی فرماتے ہیں یہاں سے ہر فن کے علماء نکلے ہیں (۱۶۶)

آمل طبرستان کے متعلق لکھتے ہیں قدیم و جدید اہل علم کی ایک جماعت اس کی طرف منسوب ہے یہاں سے ہر فن کے علماء نکلے ہیں (۱۶۷)

علامہ سمعانی نے ”کتاب الانساب“ میں (۴۵۲۶) مشہور نسبتوں کا ذکر کیا ہے جن میں ابتدائی (۸۴) نسبتوں میں دو سو نامور علماء کا تذکرہ کیا ہے اس حساب سے صرف ”کتاب الانساب“ میں تقریباً چودہ پندرہ ہزار نامور علماء و فضلاء کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں (۱۶۸)

ایک نسبت میں اگر صرف ایک ہی قابلِ قدر کتب خانہ شمار کیا جائے تو چھٹی صدی ہجری میں اسلامی دنیا میں کم از کم ساڑھے چار ہزار عوامی، شاہی اور ذاتی کتب خانوں کی تعداد

پہنچتی ہے ورنہ دس بارہ ہزار سے کسی طرح کم نہیں قرار دی جاسکتی، تاہم اس تعداد سے کتب خانوں کی کثرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور مسلم معاشرہ میں کتب خانوں سے عام دلچسپی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

یہ بھی دراصل عہدِ عباسی میں کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کا اثر تھا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کتابی سرگرمی اور کتب خانوں کی ترقی میں عہدِ عباسی کو خصوصیت خاص حاصل ہے لیکن افسوس ہے کہ اس دور کے کتب خانوں کی تاریخ پر علمی و تحقیقی انداز میں اب تک ایسا کام نہیں ہوا جس میں اصل ماخذوں کو زیادہ سے زیادہ کھنگالا گیا ہو۔ فنی نقطہ نگاہ سے ان کے اسباب و علل کا کھوج لگایا گیا ہو اور ان کے ارتقاء کو عہدِ بعد بتایا گیا ہو۔



## (و) عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی نشاندہی کے اسباب

مورخین و تذکرہ نگاروں نے طبقات و سیر کی کتابوں میں حسبِ ذیل تین اہم اسباب کی وجہ سے کتب خانوں کا ذکر کیا ہے۔

- ۱- نہایت غیر معمولی کتب خانوں کو بیان کیا ہے (۱۶۹)
- ۲- کسی خاص واقعہ کے ضمن میں اتفاقاً کتابوں اور کتب خانوں کا ذکر ان کی زبان و قلم پر آگیا جیسا کہ مورخ واقدی کے بغداد میں نقل مکانی کی وجہ سے اس کی کتابوں اور اس کے کتب خانوں کا ذکر تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں آگیا (۱۷۰)
- ۳- کسی عالم، بادشاہ، امیر، وزیر وغیرہ کے کتابوں سے غیر معمولی شغف کی وجہ سے ضمنی طور پر اس کے کتب خانہ کا تذکرہ کیا گیا ہے (۱۷۱)
- ۴- انہی اسبابِ ثلاثہ کی روشنی میں اس موضوع پر لکھنے والوں نے کتب خانوں کا ذکر کیا

## (ز) عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی شناخت کے رہنما اصول

عہدِ عباسی کے مورخین و تذکرہ نگاروں نے کتب خانوں کی رہنمائی و نشاندہی جن اشاروں اور فقروں سے کی ہے وہ کتب خانوں کی شناخت کے اساسی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی روشنی میں عہدِ عباسی کے کتب خانوں کی تعیین کی گئی ہے وہ رہنما اساسی اصول حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کسی خاص نام سے کتب خانہ قائم کرنا یا کسی کے ذخیرہ کتب کے لئے خزانہ کا لفظ لکھا جانا مثلاً

(الف) ۱۔ لہ خزانہ (۱۷۲)

۲۔ خزانہ کتب (۱۷۳)

۳۔ خزائن الکتاب (۱۷۴)

۴۔ خزائن الحکمہ (۱۷۵)

۵۔ خزائن العلوم (۱۷۶)

۶۔ بیت الحکمہ (۱۷۷)

۷۔ دار الحکمہ (۱۷۸)

۸۔ صوان الحکمہ (۱۷۹)

۹۔ بیت الکتاب (۱۸۰)

۱۰۔ بیوت الکتاب (۱۸۱)

۱۱۔ دار الکتاب (۱۸۲)

۱۲۔ کتب (۱۸۳)

۱۳۔ دار العلوم (۱۸۴)

۱۴۔ دار المعرفہ (۱۸۵)

## ۲ کتابیں جمع کرنا جیسے تذکرہ نگاروں کا یہ لکھنا :

- ۱ کان المبشر بن فاتك اقتنى كتباً كثيرة جداً۔ (۱۸۶)
- ۲ ابن الحداد نے اتنی زیادہ کتابیں جمع کی تھیں کہ معاصرین میں سے کسی نے نہیں کی تھیں
- ۳ نصر طوسی نے حدیث کا اتنا ذخیرہ جمع کیا تھا کہ معاصرین میں کسی نے نہیں کیا تھا
- ۴ صاحب ابن العباد نے اتنی کتابیں جمع کی تھیں کہ کسی اور نے نہیں کی تھیں
- ۵ محمد بن العباس نے اتنی کتابیں جمع کی تھیں کہ اس کے زمانے میں کسی نے جمع نہیں کی تھیں
- ۶ صاحب ابن العباد نے بڑی کتابیں جمع کی تھیں
- ۷ البرقانی نے بہت زیادہ کتابیں جمع کی تھیں
- ۸ عبد اللہ بن علی نے عمدہ کتابیں جمع کی تھیں
- ۹ ابن مندہ نے اتنی کتابیں لکھی تھیں کہ شمار نہیں کی جا سکتیں
- ۱۰ ابو سعد مبارک نے بہت زیادہ ایسی کتابیں جمع کی تھیں کہ اس جیسی کتابیں جمع کرنے میں اس سے کوئی آئے نہیں نکلا
- ۱۱ جمع عدة دواوین کتب.....  
وکتب بخطه کثیرا (۱۹۶)

۱۲ جمع و صنف ..... و جمع کتاباً  
کبیراً اکثر من اربعمئة مجلد  
(۱۹۷)

محمد الزاغونینے کتابیں جمع کیں، تصنیف کیں اور ایک  
بڑی کتاب مرتب کی جو چار سو سے زیادہ جلدوں میں  
تھی

۱۳ جمع فأوعی (۱۹۸)  
ابن الفرات نے کتابیں جمع کیں اور انہیں حفاظت سے  
رکھا

اس کا مطلب تھا اس نے سینکڑوں کتابیں جمع  
کیں چنانچہ مورخ خطیب بغدادی نے تصریح کی ہے  
کہ ابن الفرات کے پاس ایک ہزار جزء علی بن  
محمد مصری واعظ کی حدیثوں کے موجود تھے اور سو جزء  
میں تفسیر اور سو جزء میں تاریخ لکھی ہوئی تھی

۱۴ کان جماعة للكتب (۱۹۹)  
ابن ابی بعرہ بہت زیادہ کتابیں جمع کرنے والا تھا

۱۵ ابو بکر الصولی من الأدباء  
ابو بکر الصولی ظریف ادیبوں اور بہت زیادہ کتابیں جمع کر

الظرفاء والجماء عین للكتب  
نے والوں میں سے تھا

(۲۰۰)

۱۶ کسی عالم کا ملک اور شہر کی دو لٹمنڈ اور سربر آوردہ شخصیات سے بڑھ کر کتب خانہ بنانا مثلاً تذکرہ

نگار کا کسی کی نسبت یہ لکھنا:

کان جماعاً للكتب، فجمع  
ابن بشکوال کتابیں جمع کرنے کا فشو قین تھا اس نے اتنی

اکثرہا، کما یجمع احد من  
کتابیں جمع کی تھیں جتنی شہر کی عظیم شخصیتوں میں سے

عظماء البلد (۲۰۱)  
کوئی سربر آوردہ شخصیت جمع کرتی ہے

۳ کتابیں حاصل کرنے کے لئے سعی بلیغ کرنا۔

۱ ہوکان جماعاً للکتب۔ مرہف بن اسامہ بہت زیادہ کتابیں جمع کرنے والا تھا

(۲۰۲)

چھٹی صدی ہجری میں اس فقرہ کا یہ مطلب تھا کہ اس نے ہزاروں کتابیں جمع کی تھیں اس کا بہت بڑا کتب خانہ تھا چنانچہ مرہف بن اسامہ المتوفی ۷۶ھ کے متعلق منذری نے یہی الفاظ لکھے ہیں، یاقوت نے موصوف کا جو بیان نقل کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے کتب خانہ میں کتابوں کی اتنی بڑی تعداد موجود تھی کہ انہیں بھی اس کا صحیح علم نہ تھا۔ ایک افتاد میں موصوف نے چار ہزار کتابیں فروخت کیں تو بھی پتہ نہ چلا کہ کتب خانہ سے کچھ نکالے (۲۰۳)

۲ حصل عندہ من الاصول ابو اسحاق ابراہیم الجہاد نے اصل نسخے اور اجزاء اتنے جمع والاجزاء مالا یوصف کثرۃ کئے تھے کہ ان کی تعداد حیطہ بیان سے باہر ہے (۲۰۴)

۳ حصل کتاباً کثیرۃ و صنف تفسیراً فی سبعمائة مجلد ابو یوسف قزوینی نے بہت کتابیں جمع کی تھیں اور ایک تفسیر تالیف کی تھی جو سات سو مجلدات میں تھی (۲۰۵)

۴ حصل کتاباً نفیسة (۲۰۶) سعد الخیر نے نفیس کتابیں فراہم کی تھیں

۵ حصل من الکتب الطبیة وغیرها ما لا یکاد یوجد عند غیرہ (۲۰۷) عمران بن صدقہ نے طب وغیرہ کی اتنی کتابیں جمع کی تھیں جو اس کے سوا کسی اور کے پاس ملنی مشکل ہیں

۴ علم اور کتابوں کی طلب میں سفر کرنا اور تکلیفیں اٹھانا

۱ رحل فی طلب الحدیث و تعب و جمع و نسخ و صنف سلیمان بن ابراہیم نجدیث کی طلب میں سفر کیا، تکلیف برداشت کی، حدیثیں جمع کیں، کتابیں نقل کیں، تصنیف کیں (۲۰۸)

۲ رحل و تعب و بالغ فی طلب  
 و جمع مانہ بجمعه غیرہ،  
 و رسی عسی قرآنہ (۲۰۹)

۲ ابن عساکر نے سفر کیا تکلیف اٹھائی، حدیث کے  
 حاصل کرنے میں بہت زیادہ محنت کی اور اتنی کتابیں اور  
 حدیثیں جمع کیں جو اس دور میں اس کے سوا کسی اور  
 نے نہیں کی تھیں اور وہ اس امر میں اپنے معاصرین  
 سے بڑھ گئے تھے

۳ رحل فی صب نحدیث و  
 عنی بجمعه و تعب فی کتبہ  
 (۲۱۰)

۳ ابن اثیر نے حدیث کی طلب میں سفر کیا، اسے جمع  
 کرنے پر توجہ دی اور اسے قلمبند کرنے میں زحمت  
 اٹھائی

## ۵ حدیثیں سننا اور اس کے اصل و بیادوی نسخے حاصل کرنا

۱ سمع نحدیث نکثیر و حصل  
 لاصول (۲۱۱)

۱ علی بن ابی سعید نے زیادہ حدیثیں سنیں اور اصل نسخے  
 حاصل کئے

۲ سمع بہ لا یوصف کثرۃ  
 و حصل اصولا کثیرۃ  
 (۲۱۲)

۲ ضیاء مقدسی نے (اصفہان میں) حدیثوں کا اتنا زیادہ  
 سنا کیا کہ بیان سے باہر ہے اور بہت زیادہ اصل نسخے  
 حاصل کئے

۳ سمع مالا یوصف کثرۃ  
 و نسخ بخطہ الصحیح السریع  
 (۲۱۳)

۳ حافظ سلفی نے اتنا زیادہ سنا کیا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا  
 اور اپنے تیز قلم سے صحیح نقل کیا

## ۶ کتابوں کا ذخیرہ بڑھانے کیلئے نقل نویسوں کی خدمات حاصل کرنا

۱ کان یصل الی النقلة من ماله  
 و افضاله شیء کثیر جدا  
 (۲۱۴)

۱ کتابیں نقل کرنے اور لکھنے والوں کو ابن المدبر الکاتب  
 کے مال اور اس کی عنایات سے بہت زیادہ فیض پہنچاتا تھا



- ۲ کان يقارب عطاؤہ للنقلة والنساخ في كل شهر الفی دینار (۲۱۵)
- ہر مہینہ عبد الملک زیات کی داود دہش سے نقل نویس اور خوشنویسوں کو دو ہزار دینار ملتے تھے
- ۳ كانت النقلة يحصلون من جانبہ و يمتازون من فضلہ (۲۱۶)
- نقل نویسوں کو علی الفیوم کی طرف سے اجرت ملتی اور اس کے لطف و کرم سے بہرہ مند ہوتے تھے
- ۴ کان النساخ ابدأ يكتبون له (۲۱۷)
- امین الدولہ کے لئے نقل نویس برابر کتابیں نقل کرتے رہتے تھے
- ۵ کان فی خدمته ثلاثة نساخ يكتبون له ابدأ ولهم منه الاجرة (۲۱۸)
- تین نقل نویس موفق الدین ابن مطران کی خدمت میں ہمیشہ لکھتے رہتے تھے ان کی تنخواہ اور وظیفہ اس کی طرف سے انہیں ملتا رہتا تھا
- ۶ کان الوراقون يكتبون له (۲۱۹)
- علی بن عاصم کے یہاں وراق کتابیں لکھتے
- ۷ کان له بيت عظیم مملوء كتباً (۲۲۰)
- ابو بکر الصولی کا عظیم الشان مکان کتابوں سے بھرا ہوا تھا

## ۷ کتابوں کا حریص ہونا

- ۱ کان حریصاً علی طلب الكتب (۲۲۱)
- پادری ٹادرس کتابیں حاصل کرنے کا حریص تھا
- ۲ کان کثیر العنایة بتحصيل الكتب القديمة والعلوم اليونانية (۲۲۲)
- عیسیٰ بن یونس کاتب کی زیادہ تر توجہ یونانی علوم اور قدیم کتابوں کے حاصل کرنے کی طرف رہتی تھی

۳ کان حریصاً علی نقل الکتب  
وتحصیلها (۲۲۳)  
عبداللہ بن اسحاق کتابیں نقل کرنے اور انہیں حاصل  
کرنے کا گرویدہ تھا

۴ کان حریصاً علی نقل کتب  
اليونانيين الى لغة العرب  
میں ترجمہ کرانے کا بہت آرزو مند تھا  
(۲۲۴)

## ۸ کتابیں تصنیف کرنا اور کرانا

۱ کان يعمل الکتب وיעمل له  
ابو حسان الزیادی خود کتابیں تیار کرتا اور اس کے لئے  
کتابیں تیار کرائی جاتی تھیں  
(۲۲۵)

## ۹ ہمہ وقت کتابوں کے مطالعہ میں منہمک رہنا

۱ ولم یکن یفارق المدرج  
والنسخ، مادخلت علیہ قط  
الأرایتہ ینسخ أو یسود أو  
یبیض (۲۲۶)  
رازعی مخلوطات اور لپٹی ہوئی کتابوں سے جدا نہیں ہوا،  
میں جب اس کے پاس گیا اسے لکھتے ہوئے دیکھا یا اسے  
مسودہ میں یا بیضہ میں مصروف پایا

۲ کان الشیخ موفق الدین کثیر  
الاشتغال لایخلی وقتاً من  
اوقاته من النظر الى الکتب  
والتصنیف والکتابة (۲۲۷)  
شیخ موفق الدین عبداللطیف علم میں زیادہ منہمک رہتے  
تھے کوئی وقت بھی کتابوں میں غور و فکر سے، تصنیف و  
تالیف اور لکھنے پڑھنے سے خالی نہیں رہتا تھا

۳ کان کثیر المطالعة للکتب  
لا یفتر عن ذالک فی اکثر  
اوقته (۲۲۸)  
موفق الدین ابن مطران کثرت سے کتابوں کا مطالعہ کر  
تا بیشتر اوقات میں سستی اور کاہلی کو راہ میں رکاوٹ  
نہیں بنے دیتا تھا

۱۰ علمی ذخیرہ کا مطالعہ اور کتابوں کی دیکھ بھال کرتے رہنا مثلاً کسی کا یہ

لکھنا

- ۱ مادخلت علیہ الآرأیته ینظر فی کتاب (۲۲۹) میں جب فتح بن خاقان کے یہاں گیا اسے کتاب پر نظر جمائے دیکھا
- ۲ او یقلب کتباً (۲۳۰) یا کتابیں الٹ پلٹ کرتے پایا
- ۳ او ینفضھا (۲۳۱) یا نہیں جھاڑتے اور صاف کرتے دیکھا

۱۱ کتابوں کا ایسا فریفتہ و دلدادہ ہونا کہ انہیں جدا نہ کرنا

- ۱ کان محباً للکتاب (۲۳۲) علی بن رشید کتابوں کا دلدادہ تھا
- ۲ کان من المحبین للکتاب واقنائھا والمبالغین فی انتخاب کرنے، حاصل کرنے اور خریداری کرنے میں انتہا کرنے والوں میں سے تھا
- ۳ اغری بجمع الکتاب (۲۳۴) وہ کتابیں جمع کرنے کا شیفٹہ تھا

۱۲ ائمہ فن کی کتابوں کا راوی ہونا اور انکی تالیفات کو کبھی جدا نہ کرنا

- ۵ روی کتب ابی عبیدہ جیسے اثرم، ابو عبیدہ اور اصمعی کی تالیفات کا راوی والا صمعی وکان لایفارقھا تھا اور ان کی تصانیف کو اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا (۲۳۵)

۱۳ . سائنس دان اور حکماء کی کتابوں کا فریفتہ و عاشق ہوتا جیسے

- ۱ کان مفتوناً بکتب زکریا ابن بسکویہ، زکریا رازی اور جابر بن حیان کی کتابوں کا فریفتہ و عاشق تھا (۲۳۶)

## ۱۴ کتابوں سے محبت اور شیفتگی کے باوجود کتابیں عاریۃ دینا

۱ کان من اغتباطہ بالکتب احمد بن حمدون کتابیں جمع کرنے، انہیں حاصل کرنے  
ومنافستہ فیہا جو اداً باعارتھا کے مقابلے میں دوسروں سے بازی لیجانے میں رشک کا  
(۲۳۷) شکار ہونے کے باوجود کتابیں عاریۃ دینے میں بہت سخی

تھا

۲ ہو سخی بکتبہ واصولہ دہیٹی اپنی کتابیں اور اصل نسخے دینے میں سخی تھے  
(۲۳۸)

۳ کان یعیرنی (۲۳۹) ابو للیث محمد مجھے عاریۃ کتابیں دیتا تھا

۴ کان سهل العاریۃ (۲۴۰) محمد البرزالی بہت آسانی سے عاریۃ کتابیں دیتا تھا

## ۱۵ کسی عالم کا کسی سے کتابیں عاریۃ لینا (۲۴۱)

۱۶ کسی کا اپنے ذخیرہ کتب سے کسی کو نقل کی سہولت دینا (۲۴۲)

## ۱۷ اپنے شاگردوں کو کتابیں ہبہ کرنا

کان ابن مطران یهب لتلامذتہ ابن مطران اپنے شاگردوں کو عاریۃ کتابیں دیتا، ہبہ کرتا  
الکتب ویحسن الیہم (۲۴۳) اور ان کے ساتھ احسان کرتا

## ۱۸ سفر میں کتابیں ساتھ رکھنا (۲۴۴)

۱۹ علمی ذخیرہ بنانے اور اس میں اضافہ کرنے کے لئے خود کتابیں نقل  
کرنا

- ۱ کان من المکثرین فی الحدیث کتاباً و سماعاً  
عبد العزیز کتانی حدیث کی بجزرت کتابت و سماعت کرنے والوں میں سے تھے  
(۲۴۵)
- ۲ کتب بخطہ الکثیر و حصل الاصول (۲۴۶)  
ابو المعالی نے اپنے قلم سے بہت کچھ لکھا اور اصل نسخے حاصل کئے تھے
- ۳ کتب و حصل الاصول الکثیرہ (۲۴۷)  
علی بن احمد طوی نے لکھا اور بہت زیادہ اصل نسخے جمع کئے یہاں تک کہ وہ بہت سے مصنفات، مسانید اور اجزا کے مالک ہو گئے
- ۴ کتبت و کتب لی عشر رواحل (۲۴۸)  
میں (ابو مسلم اللیثی) نے لکھا اور میرے لئے دس بار شتر کتابیں لکھی گئیں تھیں
- ۵ کتب بخطہ مالا یوصی کثرہ (۲۴۹)  
محمد بن داؤد نے اپنے قلم سے اتنا زیادہ لکھا جس کا شمار نہیں کیا جاسکتا
- ۶ کتب بخطہ مالا یوصف کثرہ (۲۵۰)  
ابن الجوزی نے اتنا زیادہ لکھا ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا
- ۷ کتب مالا یوصف کثرہ و مازال ینسخ ویصنف (۲۵۱)  
عبد الغنی المقدسی نے اتنا زیادہ لکھا ہے کہ بیان سے باہر ہے، وہ برابر نقل کرتا اور تصنیف کرتا رہا ہے
- ۸ کتب بخطہ الملیح الرشیق مالا یوصف کثرہ (۲۵۲)  
اسماعیل انماطی نے اپنے عمدہ خوبصورت خط سے اتنا زیادہ لکھا ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا
- ۹ کتب بخطہ الرائق الکتب الکثیرہ الکبار والصغار (۲۵۳)  
ابن حمدون نے اپنے خوشنما خط میں بہت زیادہ بڑی، چھوٹی کتابیں لکھی ہیں
- ۱۰ کتب بخطہ السریع الرفیع مالا یوصف کثرہ (۲۵۴)  
ابو نصر الصباغ نے اپنے اونچے تیز خط میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ حیطہ بیان سے باہر ہے

- ۱۱ کتب بخطہ شیئاً کثیراً  
(۲۵۵)
- ۱۲ (کتب الکتب) ..... ونسخ  
الکتب الکبار (۲۵۶)
- ۱۳ کتب الکتب الطوال (۲۵۷)
- ۱۴ کتب بخطہ..... واستنسخ  
وحصل الاصول (۲۵۸)
- ۱۵ کتب بیدہ عدة احوال  
(۲۵۹)
- ابو موسیٰ مقدسی نے اپنے قلم سے بہت کچھ لکھا ہے
- عبدالوہاب انماطی نے کتابیں لکھیں اور بڑی بڑی کتابیں نقل کیں
- ابو سعد ایمانی نے لمبی لمبی کتابیں لکھیں ہیں
- عزالدین مقدسی نے اپنے قلم سے بہت زیادہ لکھا اور نقل کرا یا نیز اصل نسخے حاصل کئے
- ابن مندہ نے اپنے ہاتھ سے کئی بار شتر کتابیں نقل کی ہیں

## ۲۰ مرتے دم تک اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھتے رہنا

- ۱۵ کان یکتب بیدہ الی أن مات  
(۲۶۰)
- ۱۶ کان من الکتائین للحدیث  
والجماعین للعلم والرحالین  
(۲۶۱)
- ۱۷ لو أنه ینشدنی کما ینشدکم  
لملأت کتبی من امالی شعرہ  
(۲۶۲)
- ۱۸ نسخ واستکتب و صنف  
و جمع (۲۶۳)
- ۱۹ نسخ لنفسه ولغیره (۲۶۴)
- ابو عمرو شیبانی مرتے دم تک اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھتا رہا
- ابن لہیعہ علم حاصل و جمع کرنے کی خاطر سب سے زیادہ سفر کرنے والوں میں تھا
- بحتری نے مجھے اس طرح شعر سنائے ہوتے جس طرح وہ تمہیں سناتا تھا تو میں اپنی کتابیں اس کے شعروں سے بھر لیتا
- ابو مسلم لیثی نے کتابیں نقل کیں اور کرائیں تصنیف کیں اور کتابیں جمع کیں
- ابو طاہر السبھی نے اپنے لئے دوسروں کے لئے کتابیں نقل کی تھیں



۲۰ نسخ و حصل الأصول الثمينة ابن الاخير نے کتابیں نقل کیں اور اصل قیمتی نسخے حاصل کئے  
(۲۶۵)

۲۱ نسخ الكثير و حصل الأصول ابن نقطہ نے بہت نقل کیا اور کتابوں کے اصل نسخے حاصل کئے  
(۲۶۶)

۲۲ نقل بخطه الملیح ما لا يدخل تحت الحصر (۲۶۷) ابو الحجاج دمشقی نے اپنے پاکیزہ خط سے اتنا لکھا ہے کہ شمار سے باہر ہے

۲۱ کتابت کے ساتھ کسی کے متعلق کثیر التصانیف لکھنا (۲۶۸)

۲۲ یا کسی کے متعلق سینکڑوں کتابیں اور مجلدات لکھنے کی صراحت کرنا  
(۲۶۹)

۲۳ موقع ملنے پر استین یا پاپوش سے کتاب نکال کر پڑھتے رہنا

انخرج کتاباً من كتمہ (۲۷۰) فتح بن خاقان کو جب موقع ملتا وہ آستین

یا اپنی پاپوش سے کتاب نکال کر پڑھتے  
أوخفہ (۲۷۱)

۲۴ مقدار کتب کی صراحت کرنا: مثلاً یہ لکھنا

۱ حمل احمالاً من الكتب (۲۷۲) عبد السلام قزوينی نے کئی اونٹ کے بوجھ برابر کتابیں جمع کی تھیں

۲ حملت عنه وقر بختی کتاباً میں (امام شافعی) نے (امام محمد) سے ایک بختی اونٹ کے بوجھ برابر کتابیں حاصل کی تھیں  
(۲۷۳)

۳ حملت عنه حمل بختی ایضاً  
(۲۷۴)

۴ کتبت عن محمد بن الحسن میں نے محمد بن الحسن سے ایک اونٹ کے بوجھ برابر لکھا  
وقربعیر (۲۷۵) ہے

۵ کانت کتبہ ستمائة حملة ابن عقده کے پاس (۶۰۰) چھ سو اونٹ کے بوجھ کے  
برابر کتابیں تھیں (۲۷۶)

۶ کان للواقدي ستمائة قمطر واقدي کے پاس چھ سو (قمطر) پورے کتابیں تھیں  
کتب (۲۷۷)

۲۵ بازارِ کتب سے کتابیں خریدنا: مثلاً کسی کے متعلق تذکرہ نگار کا یہ لکھنا

۱ ان المصري كان يشتري من محمد مصري بازار کتب سے ایسی کتابیں خریدتا تھا جن کے  
الوراقين الكتب التي لم يكن اسے سماع حاصل نہ تھا  
سمعها (۲۷۸)

۲۶ بڑی تعداد و مقدار میں کتابوں کی خریداری عوامی کتب خانہ بنانے

کے لئے پیش نظر کی جاتی تھی

ابو المعالی سافرا الی غزنة ابو المعالی بزار نے غزنیہ کا سفر کیا  
واقامه بها مدة واشتری کتباً ایک مدت یہاں رہا بہت زیادہ  
کثیراً ورجع الی مرو فبنی کتابیں خریدیں اور واپس مرو آکر  
خزانة الكتب فی رباط بناہ اپنی رقم سے ایک رباط اصحاب  
باسم "اصحاب الحدیث و حدیث و طلباء کے نام سے  
طلابه" من خاصة ماله و وقف عوائی، اس میں کتب خانہ وقف  
کتبہ فیہ (۲۷۹) کیا

۲۷ اپنے ذخیرہ کتب کی قیمت بتانا: جیسے کہنا

کُتبی بعشرة آلاف درهم میری (ابو بکر الخزاز) کتابیں دس ہزار درہم کی ہیں  
(۲۸۰)

دوسری صدی ہجری کے نصف آخر میں اونٹ کے بوجھ برابر کتابوں کی نقل کرانے پر کم و بیش ساٹھ  
دینار خرچ ہوتے تھے چنانچہ امام شافعی کا بیان ہے :

أنفقتُ علی کتبه ستین دینارا میں (امام شافعی) نے امام محمدؒ کی کتابوں پر ساٹھ دینار  
خرچ کئے تھے (۲۸۱)

۲۸ کتابوں کے بہتر اور اصل نسخوں کے ہونے کی نشاندہی کرنا :

کانت له اصول حسنة ابن الطحان کے پاس اچھے اور عمدہ نسخے موجود تھے  
(۲۸۲)

۲۹ زندگی میں اپنا ذخیرہ کتب فروخت کرنا (۲۸۳)

۳۰ پسماندگان کے لئے کتب خانہ چھوڑ جانا

خلف عندها اثني عشر عدلاً ابو عبد اللہ صوری المتوفی ۳۴۱ھ نے اپنی بہن کے پاس  
من الکتب (۲۸۴) بارہ شتر کتابیں چھوڑی تھیں

خلف ثمانية عشر صندوقاً ابن الفرات نے کتابوں سے بھرے ہوئے اٹھارہ  
مملوءة كتباً اكثرها بخطه صندوق پیچھے چھوڑے تھے جن میں سے بیشتر کتابیں  
و کتابته، هو الحج في صحة اسکے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں، موصوف صحت نقل  
النقل وجودة الضبط (۲۸۵) اور اچھی طرح کلمہ پر وزیر اگانے میں مستند و حجت  
تھے

۳۱ مرنے کے بعد کسی کا ذخیرہ کتب کا بیچا جانا (۲۸۶)

۳۲ کسی کے حق میں اپنے ذخیرہ علمی کی وصیت کر جانا (۲۸۷)

۳۳ چالیس وراق اور نقل نویسوں کے لئے مکان میں طعام و قیام اور موسم

سرمایہ میں لحاف وغیرہ تیار رکھنا صرف مسند ابن شیبہ کی تمییز (فعل) پر دس

ہزار دینار خرچ آیا تھا۔ (یہ نسخہ مصر میں دو سو جزء میں دیکھا گیا تھا) (۲۸۸)

۳۴ کسی مولف و مصنف کا اپنی لکھی ہوئی مجلدات کی تعداد کو بیان کرنا

مثلاً

کتب باصبغی الفی مجلد میں (ابن الجوزی) نے اپنے ہاتھ سے دو ہزار مجلدات

لکھے ہیں

(۲۸۹)

۳۳ اپنی کتابیں وقف کرنا (۲۹۰)

۳۴ کسی خانوادہ علمی میں علم و فضل کا نسلاً بعد نسل رہنا اس خانوادہ علمی

میں کتب خانہ کی نشاندہی کرتا ہے جیسے خانوادہ سمعانی (۲۹۱)

۳۵ کسی کے مکان کو علماء اکیڈمی اور مجلس کی حیثیت حاصل ہونا؛ جیسے

کانت دارہ مجمع العلماء ہارون بن محمد کے مکان کو علماء کی اکیڈمی کی حیثیت

حاصل تھی

(۲۹۲)

۳۶ ارباب کتب خانہ کے متعلق اپنا مشاہدہ پیش کرنا؛ مثلاً یہ کہنا کہ

ما رأيت فيمن رأيت أكثر كتباً  
وسماعاً منه (۲۹۳)

میں نے جن اہل علم کو دیکھا ہے ان میں ابو محمد طاہر نیشاپوری سے زیادہ کتابیں کسی کے پاس نہیں دیکھیں اور نہ

اس سے زیادہ حدیثوں کو سننے والا کوئی پایا

۳۷ کسی شوقین کی کتاب کا چوری ہو جانا (۲۹۴)

۳۸ کسی کے پاس کسی نامور عالم کی تالیفات کا ہونا، مثلاً

كانت عنده كتب أبي عبيد  
قاسم بن سلام (۲۹۵)

ابو محمد سیرانی مصری کے پاس ابو عبید قاسم بن سلام کی تالیفات کا ذخیرہ موجود تھا

۳۹ کسی کا ذخیرہ کتب میں اضافے کی خاطر بڑی تعداد میں سامان کتابت

سیاہی وغیرہ خریدنا (۲۹۶)

۴۰ کسی کا ذخیرہ کتب میں اضافے کی خاطر وراق رکھنا (۲۹۷)

۴۱ یا کسی کا وراق ہونا (۲۹۸)

۴۲ حدیث کی کتابوں کے بہترین نسخے حاصل کرنے میں معاصرین سے

بڑھ جانا، مثلاً تذکرہ نگار کسی کے متعلق یہ لکھنا:

أرأيت على أهل زمانه في كثرة  
السماعات مع تحصيل  
أصول ما سمع وجودة النسخ

ابو العلاء ہمدانی حدیثیں کثرت سے سنتے اور شنیدہ اصل اور بہترین نسخوں کے حاصل کرنے میں معصروں سے آگے نکل گئے تھے

(۲۹۹)

- ۴۳ کسی عالم کا دینی کتابیں زیر زمین دفن کرنا (۳۰۰)
- ۴۴ یازیر زمین دفن کرنے کی وصیت کر جانا (۳۰۱)
- ۴۵ کسی شوقین کے ذخیرہ کتب کو نذر آتش کرنا (۳۰۲)
- ۴۶ کسی شوقین کے ذخیرہ کتب کو نذر آتش کرانا (۳۰۳)
- ۴۷ کتابوں کا جلنا (۳۰۴)
- ۴۸ کسی عالم کی کتابوں کا پانی میں ڈوب جانا اور سیلاب کی نذر ہو جانا (۳۰۵)
- ۴۹ کسی کے خزانہ کتب یا کتابوں کو دھو ڈالنا، مٹا دینا (۳۰۶)
- ۵۰ کسی عالم کا اپنی کتابوں کو غار میں پھینکنا (۳۰۷)
- ۵۱ کسی عالم کا اپنی کتابوں کو پھاڑ کر ہوا میں اڑانا (۳۰۸)
- ۵۲ کسی عالم کی کتابوں کا لوٹا جانا (۳۰۹)
- ۵۳ کسی عالم کی تالیفات کا اس شہر یا اطراف شہر میں یا بلاد اسلامی میں پھیلنا اس کے پاس کتب خانہ ہونے کی نشاندہی کرتا ہے مثلاً،  
مورخین کا کسی کی نسبت یہ لکھنا:



نُشرت هذه الكتب في سائر (موصوف کی) یہ کتابیں تمام بلاد اسلامی میں پھیل گئی  
البلاد (۳۱۰) تھیں

۵۴ محدثین کے لئے زبانی نقل روایات میں ان روایتوں کا ان کی کتابوں  
اور نوشتوں سے جنہیں انہوں نے اپنے کتب خانے میں محفوظ کیا تھا  
مطابق ہونا ناگزیر امر تھا چنانچہ مؤرخین کا کسی محدث کے تذکرہ  
میں یہ لکھنا:

أوقیّدہ فی کتابہ و صانہ فی اس کا لکھا ہوا اور اپنے خزانہ کتب میں محفوظ کیا ہوا  
خزائنہ (۳۱۱) نسخہ اس کی یادداشت کے مطابق ہوگا

لازمًا امر ایک محدث کے پاس کتب خانہ ہونے کا

بین ثبوت ہے

۵۵ کسی خطہ زمین کے اہل علم کو پہلی مرتبہ کسی نامور عالم کی تصانیف  
سے روشناس کرانا مثلاً تذکرہ نگار کا یہ لکھنا:

اول من ادخل کتب الشافعی ابو عوانہ سب سے پہلے امام شافعی کی کتابیں اسفرائین  
باسفرائین (۳۱۲) لیکر آئے ہیں

۵۶ اپنے ذخیرہ علمی کو اس کے ہم وزن سونے سے زیادہ عزیز و قیمتی  
سمجھنا، محبوب رکھنا اور یہ کہنا:

هذه کتبی احبّ الیّ من مجھے (محمد بن احمد الانباری) میری کتابیں اس کے ہم  
وزنھا ذهباً (۳۱۳) وزن سونے سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں

مذکورہ بالا اعلام و صفاتی نام اوصاف اور فقرے جو بطور نمونہ نقل کئے گئے ہیں یہی

در اصل وہ معنی خیز اشارے کنائے ہیں جنہیں مورخین اور تذکرہ نگاروں نے کتب خانوں کی طرف رہنمائی کے لئے اصول کلیہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

کتب خانوں کی شناخت کے یہ قیمتی موتی اسلامی ادب کے نہایت گہرے اور وسیع سمندر میں بکھرے پڑے تھے، کتب خانوں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ انہیں ایک لڑی میں پرویا گیا ہے، یہ (۵۶) چھپن اصول ہیں اور فروعی (۱۰۲) ایک سو دو ہیں اصولی اور فروعی کی مجموعی تعداد ایک سو اٹھاون (۱۵۸) ہے جو ہم نے تاریخ و تذکرے کی کتابوں کے مسلسل مطالعہ و تتبع سے اخذ کئے ہیں۔

یہ کتب خانوں کی شناخت کے وہ مختصر، جامع اساسی و فطری رہنما اصول ہیں جو اسلامی دور کے کتب خانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ دنیائے قدیم و جدید کے تمام چھوٹے بڑے کتب خانوں میں بلا قید زمان و مکان ہر جگہ کار فرما رہے ہیں البتہ فن کتب خانہ کی تاریخ میں ان کا استنباط و استخراج، تعیین و انضباط اس سے پہلے کہیں نہیں کیا گیا، ان اصول کو اس لئے منضبط کیا گیا کہ آئندہ ان رہنما اصولوں کی روشنی میں کتب خانوں کی تعیین اور تشخیص باسانی کی جاسکے گی۔

کتب خانوں کے مذکورہ بالا اعلام و صفاتی نام، گونا گوں اوصاف اور ان کے لئے نئے نئے فقروں کا استعمال، اچھوتا نادر اور نیا اسلوب بیان، مسلمانوں کے علم کتبداری، کتب و کتب خانوں سے غیر معمولی شغف، دلچسپی، ان کی وسعت، تنوع و کثرت کا نہایت بین ثبوت اور اسلامی کتب خانوں کی نہایت شاندار تاریخ کا شاہد عدل ہے۔

کسی مؤرخ اور تذکرہ نگار نے جب تک کسی کتب خانے کے لئے خزانے کا لفظ نہیں بولا، مذکورہ بالا اشاروں میں سے کوئی اشارہ استعمال نہیں کیا، اسے کتب خانہ کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا۔ ”کتب العثمیر“ میں بھی ہم نے اس امر کا خیال رکھا ہے کہ اگر تذکرہ نگاروں نے انکی کتابوں کے وقف کی یا نقل کی سہولت مہیا کرنے کی صراحت نہیں کی اسے کتب خانوں کے زمرہ میں داخل نہیں کیا۔

## (ج) عہد عباسی میں عوامی شاہی و انفرادی

### کتب خانوں کے ذخائر کی کیفیت و کمیت

عہد عباسی میں کتب خانہ میں کتابوں کی کثرت کی کوئی مقدار متعین اور مقرر نہ تھی، مورخین نے بیس لاکھ کتابیں بھی کتب خانوں میں بیان کی ہیں (۳۱۴) چوتھی صدی ہجری میں عوامی بڑے کتب خانوں کا آغاز دس ہزار کتابوں کے ذخیرہ سے کیا جاتا تھا (۳۱۵) اور بعض اوقات ایک ہزار کتابوں کے ذخیرہ سے بھی کیا گیا تھا (۳۱۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عوامی کتب خانہ کے آغاز کے لئے کم سے کم ایک ہزار کتابوں کا ذخیرہ اور زیادہ سے زیادہ دس ہزار کتابوں کا ذخیرہ کافی سمجھا جاتا تھا۔ بعد میں واقف کے پاس جتنی کتابیں محفوظ رہتی تھیں، اس سے کتب خانہ کا آغاز کیا جاتا جن کی مقدار کا انحصار واقف کی حیثیت سے زیادہ اس کے مذاق کے مطابق نوعیت کتب پر ہوتا تھا (۳۱۷) قاضی فاضل کا کتب خانہ اس کی بہترین مثال ہے جس کا ذخیرہ کتب ایک لاکھ سے زیادہ کتابوں پر مشتمل تھا (۳۱۸)۔

شاہی کتب خانوں میں کتابوں کا نہایت عظیم الشان ذخیرہ محفوظ رکھا جاتا تھا کیونکہ یہاں سے اہل علم کو کتابیں نقل کرنے کی سہولت فراہم کی جاتی تھی جیسا کہ خلیفہ ہارون رشید اور مامون کے بیت الحکمہ میں رواج و معمول تھا (۳۱۹)۔ ان کتب خانوں سے دوسرے عوامی کتب خانوں اور ملک کی سرر آوردہ شخصیتوں میں بھی کتابیں مفت تقسیم کی جاتی تھیں (۳۲۰) جامعہ نظامیہ (۳۲۱) اور جامعہ مستنصریہ وغیرہ کو شاہی کتب خانوں سے کتابیں دی گئی تھیں (۳۲۲) ان وجوہ سے شاہی کتب خانوں کا ذخیرہ کتب لاکھوں کی تعداد میں محفوظ رکھا جاتا تھا۔

ذاتی کتب خانوں میں کتابوں کی اوسط تعداد ایک بار شتر بھی کافی سمجھی گئی ہے چنانچہ مورخین نے البیرونی اور ابن حزم کے کتب خانہ کے سلسلہ میں اسی تعداد کو کافی سمجھا ہے (۳۲۳) دوسری اور تیسری صدی ہجری کے اوائل میں جب کہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بہت زیادہ ترقی نہیں کر سکا تھا اور کتابوں کا ذخیرہ بھی ذاتی کتب خانوں میں ہزاروں سے تجاوز نہیں کر سکا تھا، اس زمانہ میں بھی ایک بار شتر ذخیرہ کتب خانہ کے لئے کافی سمجھا گیا اور کم و بیش اس معیار کے مطابق امام محمد بن حسن شیبانی شافعی اور دیگر ائمہ فن کے کتب خانوں کا ذکر کیا گیا ہے (۳۲۴) اس سے اسلامی دور کے کتب خانوں کی تاریخ کی ارتقائی منازل کا بخوبی اندازہ کیا جا سکے گا۔ ہم نے ذاتی کتب خانوں کے انتخاب میں اس اصول کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔

ذاتی کتب خانوں کے سلسلہ میں کم سے کم مقدار کتب جس پر خزانہ کا لفظ بولا گیا ہے وہ ایک قطر کبیر (بڑا بورا) ہے چنانچہ ابن الندیم نے ابن ابی بعورہ کے کتب خانہ پر جو ایک بڑے قطر میں رکھا ہوا تھا، لفظ خزانہ کا اطلاق کیا ہے (۳۲۵)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں نادر ذخیرہ کے ایک بڑے قطر پر بھی کتب خانہ کا لفظ بولا جاتا تھا۔

عمید عباسی میں انفرادی کتب خانے اس اعتبار سے کہ ان کا مالک فرد واحد ہوتا اور اسے ہر قسم کے تصرف کا حق حاصل ہوتا تھا بلاشبہ مخفی اور انفرادی کتب خانے کہے جانے کے مستحق ہیں۔

عمید عباسی میں اس قسم کے مخفی و انفرادی کتب خانے اپنی ہیئت میں ذاتی کتب خانوں کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ یہ ادارے تھے بلکہ ادارہ جاتی کتب خانے کہے جانے کے مستحق تھے، اس لئے کہ یہ جن کے کتب خانے تھے وہ کم و بیش عوامی کتب خانوں کے تمام وظائف ادا کرتے تھے، ان میں تعلیم، تحقیق اور ذوقِ جمال کی تسکین کا سامان سب ہی کچھ مہیا تھا مثلاً ابو زرعتہ عبید اللہ رازی کا کتب خانہ اس نوع کا تھا (۳۲۶) حسن نو بختی المتونی (۶۹۲۲/۳۱۰ھ) کا مجلسرا جس میں کتب خانہ قائم تھا اس میں بیٹھ کر مطالعہ ہی نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اسحاق بن حنین المتونی ۲۹۲ھ، ثابت بن قرہ المتونی ۲۸۸ھ اور سعید دمشقی ترجمہ و تالیف کا کام بھی کرتے تھے (۳۲۷)

اس سے انفرادی و مخفی کتب خانوں کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ تذکرہ نگار اس قسم کے انفرادی کتب خانوں کے تذکرہ میں ان کے اس افادی و استنادی پہلو کے پیش نظر بنیادی اور اصل نسخوں کی طرف اشارہ کر جاتے ہیں تاکہ ان سے باآسانی استفادہ کیا جاسکے اور یہ اس دور کے کتب خانوں کی سب سے بڑی خصوصیات تھیں۔

ابو الوفاء بن سلمہ ہمدانی کے کتب خانہ کا نام محض ابو تمام حبیب بن اوس طائی (۱۹۰-۲۳۱ھ) کے ”دیوان الہماسہ“ کی وجہ سے آج تک زندہ ہے، ابو تمام نے ایک قصیدہ حاکم خراسان عبداللہ بن طاہر (۱۸۲-۲۳۰ھ) کی مدح میں لکھا اور اسے جا کر سنایا، انعام پایا، عراق آ رہا تھا ہمدان میں ابو الوفاء بن سلمہ نے ایک دن کے لئے ٹھہرایا، برف باری شروع ہوئی، راستہ منقطع ہو گیا، ابو تمام نے ان کے خزانہ الکتب میں (۳۲۸) ۸۰۴ نامور شعراء کے (۸۸۱) قصائد و مقطعات کو جو (۲۱۳۳) شعروں پر مشتمل ہے پہلی مرتبہ دس اقسام شعر میں مرتب کیا اور عرب کی سب سے غالب صفت شجاعت کی نسبت سے اس مجموعہ کا نام ”دیوان الہماسہ“ رکھا۔ آج

ابو الوفاء بن سلمہ کا تذکرہ بھی کتابوں میں محفوظ نہیں، اس واقعہ سے جس کو ایک ہزار برس سے اوپر گزر چکے ہیں یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ شخصی و عوامی ہر قسم کے کتب خانے اپنی خدمات کی وجہ سے تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں زندہ ہیں چنانچہ آج نہ ابن سلمہ ہے اور نہ اس کا کتب خانہ مگر ”دیوان المہاسہ“ جب تک موجود ہے ابو الوفاء ابن سلمہ کا نام زندہ ہے (۳۲۹) ذاتی و شخصی کتب خانے بھی انہی خدمات کی وجہ سے تاریخ میں زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔

یہ واقعہ ہمارے اس دعوے کی نہایت روشن دلیل ہے کہ عمدہ عباسی میں ہر پڑھے لکھے کے ہاں کتب خانہ ہوتا تھا۔

وہ شائقین کتب جن کو کسی خاص فن یا چند مخصوص فنون میں مہارت حاصل ہوتی تھی ان کے ذخائر علوم و کتب بھی انہی فنون کے جامع ہوتے تھے اور اس طرح عمدہ عباسی میں خصوصی اور اختصاصی قسم کے کتب خانے معرض وجود میں آتے رہتے تھے۔ جن افراد کے مذاق میں یا جن سربر آوردہ شخصیتوں کی طبائع میں تنوع و جامعیت ہوتی تھی یا ان کے ثقافتی اور معاشرتی مصالحوں اور محلاتی نشستیں تنوع، کثرت و جامعیت فنون کی متقاضی ہوتی تھیں، ان کے ذخائر فنون اور کتب خانوں میں ہر علم و فن کی کتابیں مہیا کی جاتی تھیں (۳۳۰)

تذکرہ نگاروں نے شخصی اور عوامی کتب خانوں کے ذخائر کتب کی ندرت، اہمیت اور تحقیقی و استنادی حیثیت کو بتانے کے لئے

”الاصول“ (۳۳۱)

یا الاصول المتقنہ (۳۳۲)

اسی طرح المخطوط المنسوبہ (۳۳۳)

یا بخطوط الامتہ المعتبرہ (۳۳۴) یا المخطوط القدیمة (۳۳۵) وغیرہ کے الفاظ بھی کثرت

سے لکھے ہیں۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کے کتب خانے میں نامور خوشنویس، ابن مقلہ، ابن البواب، جوہری وغیرہ یا مشہور مصنفین کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے محفوظ ہیں جس سے بنیادی کتب کی طرف اشارہ ہوتا تھا (۳۳۶)

ایسی کتابیں جو عام دلچسپی کا باعث ہوتی تھیں اس کا ذخیرہ تو کم و بیش ہر ایک کے پاس ہوتا تھا۔ مورخین و تذکرہ نگار ایسے ذخیرہ کتب کی نشاندہی کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے تھے، اس لئے ہر کتب خانہ کے ذخیرے کو پرکھنے کے لئے انہوں نے دو معیار قائم کئے ہوئے تھے۔

(۱) استنادی کتب کا ذخیرہ (الاصول)

(۲) اساسی اور بنیادی کتب کا ذخیرہ (المخطوط المنسوبہ) ابن الندیم نے اس کے لئے ”المخطوط القدیمہ“ (۳۳۷) کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے فارسی، اردو میں قدیم اور جدید مخطوطہ کو بتانے کے لئے قدیم الخط اور جدید الخط کا لفظ بولا جاتا ہے، اس سے مقصد اس کی بنیادی حیثیت کو بتانا ہوتا ہے اس لئے ہم نے اس کا ترجمہ بنیادی کتب کیا ہے۔

انہی دو قسموں کے ذخیرہ کتب کی معتد بہ تعداد کو دیکھ کر ہر ایک کتب خانہ کی حیثیت کا تعین کیا جاتا تھا۔ جن لوگوں کے پاس استنادی کتب اور اساسی کتابوں کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ ہوتا تھا اس کا ذکر کر ہی دیا جاتا تھا۔

یہ اصول بھی استقرائی ہے جو ہم نے تاریخ و تذکرہ کی کتابوں کے مسلسل مطالعہ اور تتبع سے پایا ہے۔ مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں عہد عباسی کے کتب خانوں کی حیثیت اور ان کے مقام کا تعین بھی باآسانی کیا جاسکتا ہے۔ اہل علم افادی و تحقیقی نقطہ نظر سے کتابوں کے انتخاب و ذخائر کتب کے فراہم کرنے میں ان اہم اور بنیادی پہلوؤں پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے۔

امیر، وزیر اور اہل ثروت مسابقت کے جذبہ کے تحت اس قسم کی کتابوں کے حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں رہتے تھے (۳۳۸) عہد عباسی میں کتابوں اور کتب خانوں کا شوق عوام و خواص سب ہی کو تھا۔ بادشاہ اور وزیر، امیر و غریب سب کتابوں کے جویا ہوتے تھے اگر کسی کے پاس کوئی نادر ذخیرہ ہوتا تو بادشاہ تک اس کے لینے کا خواہش مند ہوتا تھا۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بعض ایسے لوگ جن کا اہل علم میں کوئی مقام نہیں ہوتا وہ بھی نادر ذخیرہ کو جی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔

ابن ابی بعرہ کے پاس ایک قطر ایسے ہی نادر پر مشتمل تھا۔ بنو حمدان اس کے حاصل کرنے کی فکر میں تھے اور وہ اس ڈر سے اس ذخیرے کی کسی کو ہوا بھی نہیں دیتا تھا (۳۳۹) ابن الندیم جیسا کتاب شناس بڑے جتن کے بعد اس نادر ذخیرہ کو دیکھنے میں کامیاب ہوا تھا، یہ ذخیرہ بھی ابن ابی بعرہ کی زندگی تک اس کے پاس رہ سکا اس کی آنکھ بند ہوتے ہی پورا ذخیرہ کتب ایسا غائب ہوا کہ پھر کہیں اس کا سراغ نہ لگ سکا (۳۴۰)

مورخین و تذکرہ نگار علماء کے حالات میں ان کے کتب خانوں کا ذکر کرتے ہیں، محمد بن حسین المعروف بابن ابی بعرہ کوئی عالم نہ تھا، مصنف نہ تھا ابن الندیم نے بھی اس کے نام کے



ساتھ کسی ایسی صفت کا اضافہ نہیں کیا ہے جس سے اس کے عالم ہونے کا شبہ بھی ہو سکے اس لئے اس کا ذکر مورخین و تذکرہ نگاروں کے یہاں کیوں آتا پھر یہ بخیل بھی تھا کتابیں اہل علم کو دکھاتا بھی نہ تھا کتابیں جب اہل علم کے استعمال و مطالعہ میں نہیں آتی اور ان کی نظروں سے اوجھل رہتی ہیں تو ان کا تذکرہ بھی تاریخ کے صفحات میں جگہ نہیں پاتا اس لئے اس کا تذکرہ نگاروں کے یہاں نہیں ملتا۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ کتب خانہ کی جان اس کی خدمات اور کتابوں کا استعمال میں آتا ہے جن کتب خانوں کا ارباب تذکرہ نے تذکرہ کیا ہے وہ ان کی خدمات (Services) کی بنا پر کیا ہے جو وہ انجام دیتے رہے تھے، ابن ابی بعرہ کا ذخیرہ بڑے ہی نوادر پر مشتمل تھا لیکن اس کی شہرت علمی حلقوں میں نہیں تھی، اس کی اصل وجہ اس کا اپنے ذخیرہ علم سے اہل علم کو محروم رکھنا تھا اگر یہ کتب خانہ اہل علم کے استعمال میں آتا تو اس کا ذکر مورخین کے یہاں بھی ملتا، کتب خانہ کی بقاء، ارتقاء اور حیات جاوید کا راز اس کتب خانے کا استعمال ہے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ دور عباسی کی تاریخ کے صفحات میں جن انفرادی اور غیر انفرادی کتب خانوں کا ذکر آیا ہے وہ ان کی خدمات کی وجہ سے آیا ہے محض ذخیرہ کتب کی وجہ سے نہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دور میں کتب خانوں کا استعمال سب سے زیادہ ہوتا تھا۔

تاریخ و تذکرے کی کتابوں میں جن ناخواندہ اور عامی لوگوں کے کتب خانوں کا ذکر ملتا ہے وہ ان کے کتب خانوں کے وقف کرنے اور استعمال میں آنے کی وجہ سے ملتا ہے، انہوں نے کتب خانوں کے دروازے اہل علم کے لئے کھولے ہوئے تھے، اس لئے وہ کتب خانے اور ان کی کتابیں، ان کے بانی (Founders) علمی حلقوں میں معروف ہوتے تھے اور ہر اہل علم زیر بار احسان ہو کر ان کا ذکر کرتا تھا (۳۴۱)

ابن ابی بعرہ کے کتب خانے کو صرف ابن الندیم نے دیکھا تھا اور اس سے اس نے فائدہ اٹھایا تھا اس لئے اس کا تذکرہ بھی اس نے "کتاب الفہرست" میں کیا اور اس کا نام تاریخ کے صفحات میں باقی رہ گیا ورنہ علمی دنیا میں ابن ابی بعرہ کا صاحب خزائنہ الکتاب کی حیثیت سے نام ہی نہ ملتا۔

اس سے یہ بات بھی عیاں ہو گئی کہ کتب خانہ کی اہمیت اور خوبی کثرت کتب پر موقوف نہیں بلکہ مواد کی قدامت، ندرت اور اس کی استنادی حیثیت پر مبنی ہے۔ ابن ابی بعرہ کا ایک

قبط بڑے بڑے کتب خانوں پر بھاری تھا۔ عبد عباسی میں اہل علم کی نظر ہمیشہ کتابوں کی علمی حیثیت اور ان کے افادی و استنادی پہلو پر رہتی تھی اس لئے ابن الندیم جیسے بالغ نظر کتاب شناس نے اس کتب خانہ کے متعلق یہ فقرہ لکھا ہے۔

”لہ خزانا کتب لم ار لاحد مثلها کثرة“ (۳۲۲) میں نے اس کے جیسا کثرت و ندرت کتب میں کسی کا کتب خانہ نہیں دیکھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاصر تذکرہ نگاروں نے اگر کسی کے کتب خانہ کے متعلق کوئی تبصرہ کیا ہے تو وہ مشاہدہ کے بعد کیا ہے۔ تذکرہ نگاروں نے ایسے ہی ذخیرہ کتب کے لئے بعد میں ”الاصول“ اور المخطوط المنسوبہ والمخطوط القدیمہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس لئے کہ الاصول اور المخطوط المنسوبہ ’قدیم‘ نادر اور مستند تینوں صفات کے جامع ہوتے ہیں۔

اسی نکتہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے عبد عباسی کے تذکرہ نگاروں نے ہر چھوٹے بڑے کتب خانہ کی نشان دہی کی ہے، اس کی تائید مزید یاقوت کے مرو شاہجہان کے کتب خانوں کے بیان سے بھی کی جا سکتی ہے (۳۲۳)

اس تحقیقی مقالہ کے موضوع ”اسلامی کتب خانے“ پر بحث سے پہلے شاہان عباسی کے حدود مملکت کی وسعت پر نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ عبد عباسی کے اسلامی کتب خانوں کا دائرہ بحث کتنا وسیع ہے۔

۱۔ مشرق میں اسلامی قلمرو کے حدود و وسعت کے متعلق مشہور جغرافیہ نویس ابن حوقل المتوفی ۳۸۰ھ کا بیان ہے۔

”ہمارے زمانے میں اسلامی مملکت کا طول فرغانہ کے حدود سے خراسان، الجبال (میڈیا) عراق اور دیار عرب سے ہوتا ہوا ساحل یمن تک پہنچتا ہے۔ یہ تقریباً پانچ ماہ کی مسافت ہے۔ اس کا عرض ملک روم (بزنطینی سلطنت) سے شروع ہو کر شام، عراق، فارس اور کرمان ہوتا ہے۔ ہوا بحیرہ فارس (بحر ہند) کے ساحل پر المنصورہ کے علاقے تک چلا جاتا ہے، جو تقریباً چار ماہ کی مسافت ہے۔ میں نے اسلامی قلمرو کے طول میں سرحد مغرب (شمالی افریقہ) اور اندلس (ہسپانیہ) کو اس لئے نظر انداز کر دیا ہے کہ وہ ایک قبا کی آستین کی طرح ہے“ (۳۲۴)

ابن حوقل نے چوتھی صدی ہجری اور دسویں صدی عیسوی کے وسط میں اسلامی قلمرو کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ربع مسکون کا زیادہ تر حصہ ان ممالک پر مشتمل تھا جو مسلمان فرمانرواؤں کے زیر نگیں تھا اور وہاں اسلامی تہذیب کا بول بالا تھا۔ اگرچہ یہ ممالک سیاسی طور پر متحد نہ تھے لیکن ان کے مابین مذہبی اور ثقافتی مشترک بندھن اتنے مضبوط تھے کہ

ان کے باشندے اپنے آپ کو ایک وسیع سلطنت کا شہری سمجھتے تھے جس کا مذہبی مرکز مکہ معظمہ اور ثقافتی و سیاسی (اور علمی) مرکز بغداد تھا (۳۴۵)

مدینۃ السلام و تبت الاسلام بغداد ہر فن کے ارباب کمال کا مرکز تھا، تیسری صدی ہجری میں یہ متمدن دنیا سے عبارت تھا۔ چنانچہ امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ نے یونس بن عبدالاعلیٰ المتوفی ۲۶۳ھ سے پوچھا 'بغداد گئے ہو، کہا "نہیں" فرمایا "تم نے نہ دنیا دیکھی اور نہ دنیا والوں کو دیکھا" (۳۳۶)

چوتھی صدی ہجری میں ارباب کمال کی فہم و فراست، علمی بصیرت و ثقافت کا امتحان بغداد اور ناموران بغداد کے متعلق سوالات سے کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ابن العمید المتوفی ۳۶۰ھ نے صاحب ابن عباد المتوفی ۳۸۵ھ کی بغداد سے واپسی پر اس سے بغداد کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا 'بغداد' بلاد میں ایسا ہے جیسے شاگردوں میں استاد (۳۴۷) اس کے بعد ابن العمید نے جامع کی تالیفات کے متعلق پوچھا تھا (۳۴۸)

پانچویں صدی ہجری میں شیخ زاہد ابو اسحاق ابراہیم فیروز آبادی المتوفی ۴۷۶ھ فرماتے تھے۔ جو صحیح العقل، صحیح المذاق بغداد آیا، وہ یہاں سے مر کر نکلا یا مرنے کی تمنا دل میں لے گیا (۳۴۹) مشہور ادیب و فلسفی ابو العطاء معری المتوفی ۴۴۹ھ کہتا تھا: بغداد بہت بڑا شہر ہے یہاں تم ہر آن نئے ارباب فضل و کمال کو دیکھو گے، جن کو اس سے پہلے دن نہ دیکھا تھا (۳۵۰) علامہ ابن حزم "فضائل اہل الاندلس" میں لکھتے ہیں۔

"یہ بغداد جو دنیا کی بستی اور ہر فضیلت کی کان ہے وہ مقام ہے کہ جہاں کے رہنے والے معارف کے پرچم بلند کرتے ہیں اور علوم و دقت نظر میں، لطافت اخلاق، فطانت و ذکاوت اور فکر رسا و ذہین رسا میں سبقت لے گئے ہیں" (۳۵۱) ابو الیسیب اللخوی "مراتب النحویین" میں رقمطراز ہیں۔

"بغداد مدینہ الملک (شاہ کا شہر) ہے مدینہ العلم، علم کا شہر نہیں، اس میں خلفاء، وزراء اور ان کی رعیت کی قدر دانی و سرپرستی کی بنا پر دوسرے شہروں سے علم منتقل ہو کر یہاں آیا اور پروان چڑھا (۳۵۲)

عراق عرب، جس کا پایہ تخت بغداد تھا، اس کی علمی حیثیت کا تذکرہ اوپر گزر چکا، عراق عرب کے شہروں میں بصرہ و کوفہ وغیرہ کو بعض وجوہ سے شہرت خاص حاصل ہے۔ اس لئے اس اقلیم میں صرف انہی دو شہروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بصرہ ان تمام فضائل و کمالات کا جامع تھا جن سے بغداد معمور تھا (۳۵۳) اسے "تبت

السلام“ (۳۵۳) اور چشم عراق کہا جاتا تھا (۳۵۵) اسے عربیت، نحو، لغات عرب اور غریب و نوادر میں تقدم حاصل تھا (۳۵۶) خلیل بصری المتوفی ۱۸۰ھ / ۷۸۹ء نے نحو میں سب سے پہلی کتاب یہیں مدون کی تھی، تصوف و کلام کا بھی یہ مرکز تھا، حسن بصری نے اسی سرزمین میں ان علوم کی آبیاری کی تھی۔

بصرہ میں محدثین، مورخین، عروضی اور ائمہ لغت کی کثرت کے متعلق نصر بن شمیل کی بصرہ سے خراسان کی طرف روانگی کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے جو اس امر کی نہایت روشن دلیل ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بصرہ میں خصوصی اور فنی کتب خانوں کی کثرت تھی۔

کوفہ، علوم اسلامی کا صدیوں مرکز رہا ہے۔ اسے دارالفضل والفضلاء (۳۵۷) (فضیلت و فضلا کا گہر) قباہ اسلام، دار ہجرہ المسلمین (۳۵۶) کہا جاتا تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ اس کو معدن علم و فقہ کہتے تھے (۳۵۹)۔

کوفہ و بصرہ نحو و لغت کا گہوارہ تھے۔ چنانچہ لغت و نحو کی کتابوں میں ان دو مقامات کے علاوہ عام طور پر کسی اور جگہ کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا۔

امام اعظم نے فن حدیث کی ترویج اور فقہ حنفی کی تدوین کوفہ ہی میں کی تھی (۳۶۰) قراء سبعہ میں سے تین قاری عاصم المتوفی ۱۳۷ھ / ۷۴۵ھ حمزہ المتوفی ۱۵۶ھ / ۷۷۶ھ اور کسائی المتوفی ۱۸۹ھ / ۸۰۵ھ کوفی تھے، کوفی رسم خط یہیں پروان چڑھا۔ آج بھی اسی نسبت سے مشہور ہے۔

محدثین کا بھی یہ مرکز تھا، یونس بن بکیر المتوفی ۸۱۵ھ / ۱۹۹ھ کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ میں سات سو شیوخ حدیث کو دیکھا جن میں سب سے کتر اعمش المتوفی ۱۴۸ھ تھے (۳۶۱)۔ محمد بن سیرین المتوفی ۷۲۹ھ / ۱۱۰ھ کا بیان ہے: میں کوفہ میں آیا تو یہاں چار ہزار طلبہ حدیث دیکھے، ان میں سے چار سو فقیہ ہو چکے تھے (۳۶۲) شاذ کوفی المتوفی ۲۳۴ھ فرماتے تھے: میں بیس سے زیادہ مرتبہ کوفہ میں حدیث لکھنے آیا تھا (۳۶۳) اور ثابت بنانی المتوفی ۱۲۳ھ کہتے تھے: فقہ کوفہ اور عبادت بصرہ مشہور ہے (۳۶۴)۔

مذکورہ بالا تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ عربی رسم خط، قرأت، فقہ کلام لفظ و نحو اور فضلا و محدثین کا منبع و مخزن تھا۔ یونس بن بکیر المتوفی ۱۹۹ھ کے مذکورہ بالا بیان سے دیگر علوم و فنون کے علاوہ یہاں کم از کم سات سو ذخائر حدیث اور محدثین کے انفرادی کتب خانوں کا بھی اشارہ ثابوت ملتا ہے۔

خراسان بہت مردم خیز خطہ تھا۔ اس کے متعلق یا قوت کہتا ہے۔

”برامکہ، قحطابہ، طاہریہ، ساسانیہ اور علی بن ہشام وغیرہ جن کی نظیر اقوام عالم میں نہیں، خراسانی تھے۔ علم کے شہسوار، سردار اور نامور اس سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام بخاری، مسلم، ابو عیسیٰ ترمذی، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل، ابو حامد غزالی، امام الحرمین جوینی، حاکم نیشاپوری وغیرہ ائمہ حدیث و فقہ جن کی نظیر نہیں، اسی سرزمین کے رہنے والے تھے۔ الاذہری، الجوهری، عبداللہ بن مبارک جیسے ادباء و صوفیہ خراسانی تھے، فارابی صاحب دیوان الادب الروی، عبدالقادر جرجانی، ابو القاسم زمخشری جیسے ادباء و شعرا جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا، خراساں سے تعلق رکھتے تھے اور عبدالرحمن بن زید عدوی المتوفی ۱۸۲ھ کا بیان ہے:

جب عبادلہ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمرو بن العاص کا انتقال ہوا تو تمام شہروں میں فقہ کا مرجع موالی بن گئے تھے۔ چنانچہ مکہ میں عطاء بن ابی رباح، یمن میں طاؤس، یمامہ میں یحییٰ بن کثیر، بصرہ میں حسن بصری، کوفہ میں نخعی، شام میں مکحول اور خراسان میں عطا خراسانی، صرف مدینہ میں بالاتفاق سعید بن المسیب عرب تھے (۳۶۵) وزیر فقیہ ابو عبید البکری المتوفی ۴۸۷ھ فرماتے ہیں۔

”خراسان میں اتنے علماء، فضلاء، محدثین و مرتاض بزرگ ہوئے ہیں کہ اگر تم ہر شہر کے محدثین جمع کر لو تو ان میں سے آدھے خراسانی ملیں گے۔ حکومت کے بیشتر رجال کار خراسانی تھے (۳۶۶) غرض ہر فن کے علماء خراسان سے اتنی بڑی تعداد میں نکلے ہیں کہ شمار ممکن نہیں ہے۔ غالباً انہی وجوہ سے ابو القاسم عبداللہ بن احمد بلخی نے مفاخر خراسان لکھی تھی (۳۶۷) مرو، نیشاپور، بلخ اور ہرات خراسان کے چار عظیم الشان شہر تھے، اگر تم انہیں اسلام کے شہر کہو تو بھی درست ہے۔ اس عہد میں یہیں مختلف علوم و فنون کے دربار جتے تھے، بادشاہت، وزارت اپنی عظمت کے ساتھ یہیں جلوہ گر رہی تھی (۳۶۸) یہ علماء کی جنت ہے یہاں آج تک (۵۷۰ھ) علماء موجود ہیں اور عزت، شرف سے ممتاز ہیں۔ ان کی نظیر تمام بلاد میں نہیں ہے (۳۶۹)

خراسان میں جرمیہ اور مقاتلیہ بھی بہت پائے جاتے تھے (۳۷۰) ان تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ کہنا کچھ بے جا نہیں کہ خراسان علم و فن کا گوارہ تھا اور عہد عباسی میں یہاں ہر نوع اور صنف کے ذخائر اور کتب خانوں کی بہت کثرت تھی، حال ہی میں ایران سے ”کتاب خانہ ہائے آستان خراسان از آغاز اسلام تا عصر حاضر شامل کتاب خانہ ہائے عمومی و خصوصی آموزشی مخصوص“ نامی کتاب ادارہ کل فرہنگ و ہنر خراسان ۱۳۵۰ ف شائع ہوئی ہے۔ وہ زیادہ وسیع نہیں تاہم کتب خانوں کی کثرت کی شاہد اور ہمارے مذکورہ بالا خیال کی موبد ہے۔

بلخ، عہد عباسی میں دارالفقہ والاجتہاد تھا (۳۷۱) اور اسے خزانہ الفقہ کہا جاتا تھا (۳۷۲) قضا، افتاء اور خطابت جیسے منصب پر احناف ہی ممتاز تھے، یہ پارسیوں کے لئے ایسا ہی مقدس جیسے مسلمانوں کے لئے مکہ، اور نوبہار بلخ تو ان کے لئے مثل کعبہ تھا (۳۷۳) برا مکہ اور ملوک آل ساسان بلخی تھے۔ یہاں ہر فن کے علماء کی کثرت رہی ہے (۳۷۴)

مرد شاہجہان، حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے اگرچہ نیشاپور کی تاریخ لکھی ہے لیکن اس کی فضیلت کو بھی تسلیم کیا ہے، مرو سے اتنی نامور شخصیتیں، اکابر، علماء دین اور ارکان نکلے ہیں کہ کسی اور شہر سے ان کے جیسے پیدا نہیں ہوئے، یہ سلطان سنجر بن ملکشاہ سلجوقی قیام گاہ اور سلاجقہ کا پایہ تخت رہا (۳۷۵) یہ علماء کا بہارستان، بادشاہوں اور وزیروں کا عشر کدہ تھا (۳۷۶)

یاقوت نے یہاں کے بارہ ایسے عوامی کتب خانوں کا جو اہل نلم کو بلا طلب زر ضمانتاً بیک وقت دو سو مجلدات عاریتہ دیتے تھے، ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ میں یہاں سے نکلنا نہیں چاہتا تھا مجھے تاتاریوں کے حملہ نے اسے چھوڑنے پر مجبور کیا (۳۷۷)

مرد، بلخ اور سفد سے نجوم و ریاضی کے ماہر پیدا ہوئے ہیں (۳۷۸) خراساں میں مرو عراق میں بغداد شعوبیہ کی تحریک کا مرکز تھا (۳۷۹)

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر بھی عہد عباسی میں علوم و فنون کا مرکز رہا اور یہاں بھی انفرادی، عوامی اور ادارہ جاتی کتب خانوں کی کثیر تعداد تھی۔

نیشاپور، یہ فضائل کا جامع، فضلاء کی کان اور علماء کا مخزن تھا۔ بلاد اسلامی میں اس نظیر نہ تھی۔ اتنے ائمہ فن یہاں سے نکلے ہیں جس کا شمار نہیں (۳۸۰) علماء کی اکیڈمی تھا (۳۸۱) بغداد کے بعد اس کی مثال نہ تھی (۳۸۲) یہ دارالسنة والحوالی (سنت اور عالی استاد کا گھر) تھا۔ حملہ تاتار تک لوگ اس کی طرف تحصیل علم کے لئے آتے تھے (۳۸۳) نیشاپور میں محلہ رازیان المل علم و تجار کا محلہ تھا (۳۸۴) یہاں علامہ رضی الدین نیشاپوری حنفی کے حلقہ دربار میں بیک وقت چار سو فضلاء فقیہہ شرکت کرتے تھے (۳۸۵)

اس کی عظمت و علمی حیثیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ حاکم نیشاپوری آٹھ جلدوں میں اس شہر کی تاریخ لکھی تھی (۳۸۶)

علامہ تاج الدین سبکی المتوفی ۷۷۷ھ شافعیوں کی راجدہانیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”مشرق میں اختلافِ اقلیم و وسعتِ بلاد کے باوجود دوسرے شہروں میں جیسے سم



‘شیراز‘ جرجان‘ رے‘ اصفہان‘ طوس‘ ساوہ‘ ہمدان‘ دامغان‘ زنجان‘ بسطام‘ تبریز‘  
‘میسند‘ استرآباد وغیرہ اقلیم ماوراء النہر‘ خراسان‘ آذر بایجان‘ مازندران‘ خوارزم‘ غزنہ‘  
و کرمان سے بلاد ہند تک اور ماوراء النہر کا علاقہ اطراف چین تک عراق عجم و عراق عرب ان  
اقلیموں میں ایسے ایسے شہر آباد تھے جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی رہتیں اور دل باغ باغ  
تھے“ (۳۸۷)

یہ اسلامی اقلیم و بلاد کی شاندار علمی و ثقافتی ترقی کی طرف نہایت لطیف اشارے ہیں۔  
ان بلاد اسلامی کے باشندوں کے عیوب و نقائص کا ذکر کتب تاریخ و جغرافیہ میں کہیں  
باہے تو اس سے اہل علم ادباء و فقہاء مستثنیٰ ہیں جب کہ مقدسی نے تصریح کی ہے (۳۸۸)  
ہرات‘ یہ بھلائیوں کا جامع‘ علماء فضلاء اور دولت مندوں سے معمور ہے۔ اسے بھی  
رنگ گئی اور تاتاریوں نے تباہ کر دیا (۳۸۹) یہاں کلام‘ لغت‘ حدیث اور اصول کی گرم  
ری رہی ہے۔

یہ ان اقلیم کے بلاد ہی کا نہیں قصبات کا بھی کم و بیش یہی حال تھا۔ مثلاً زوزن جو  
اپور و ہرات کے درمیان ایک قصبہ تھا۔ اسے فضلاء‘ ادباء اور اہل علم کی کثرت کی وجہ سے  
ہ مغربی کہا جاتا تھا (۳۹۰) دیگر اقلیم کے بلاد بھی ایسی شہرت رکھتے تھے۔ چنانچہ فسطاط مصر کو  
بغداد و مفسخر اسلام کہا جاتا تھا (۳۱۹) اقلیم فارس میں غندجان ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یاقوت  
اس کے متعلق لکھا ہے:

”لا ینخرج منہ الا ادیب او حامل سلاح“ (۳۹۲) یہاں سے ادیب اور ہتھیار بندھ  
نکلتے ہیں۔

یاقوت کی مذکورہ بالا تصریح کے پیش نظر یہ کہنا کہ یہاں ادب کے خصوصی ذخائر اور  
نب خانے تھے‘ کچھ بیجا نہیں۔ جغرافیہ نویسوں کی ان تصریحات سے کہ فرغانہ میں ہر علم و فن  
علماء اور علوم کی ہر نوع کی کثرت و شہرت رہی ہے (۳۹۳)

یہ بات بھی اشارتاً معلوم ہوتی ہے کہ یہاں ہر علم و فن کے کتب خانے تھے‘ جہاں  
میں انہوں نے تخصیص کی ہے مثلاً ان کا یہ لکھنا کہ طبرہ‘ طبرستان کا بڑا شہر ہے۔ اس کے نواح  
اہل علم‘ اہل ادب‘ اہل فقہ کی اتنی کثرت ہے کہ شمار سے باہر ہے (۳۹۴)

اس سے یہ بات بھی اشارتاً نکلتی ہے کہ ان اطراف میں ادب و فقہ کے خصوصی اور ہر  
ادفن کے عمومی ذخائر و کتب خانوں کی کثرت تھی۔ یہی حال کم و بیش دوسری اقلیم ماوراء  
ہر‘ شام و مصر اور ان کے بلاد و قصبات وغیرہ کا تھا۔ چنانچہ ان بلاد کی تاریخ‘ ان میں ارباب فن

و اہل کمال کی کثرت اور علوم و فنون کی گرم بازاری ذخائر کتب اور کتب خانوں کے وجود کی واضح دلیل ہے۔ نیز افراد کے نام سے ان معاشرتی توانائیوں کا جو اس وقت سرگرم عمل تھیں اظہار مقصود ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ عہد عباسی میں بعض بلاد کو بعض علوم میں شہرت خاص حاصل رہی ہے۔ چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی کا بیان ہے

”اہل بلاد مشرق کو علوم میں یہ طرہ امتیاز حاصل رہا ہے خاص طور پر علوم عقلیہ و منطوقہ میں انہوں نے اپنی پوری توجہ علم بیان کی تحصیل میں صرف کی ہے“ (۳۹۵) مورخ ذہبی نے ”الامصار ذوات الآثار بہ“ میں اس طرف اشارہ کیا ہے (۳۹۶) خوارزم میں اعتزال کا غلبہ رہا ہے یا قوت رومی کا بیان ہے:

”میں جب خوارزم میں قاسم بن حسین خوارزمی سے ملا اور میں نے ان سے پوچھا کہ جناب کا مذہب کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ میں حنفی ہوں خوارزمی نہیں۔ اس فقرے کو بار بار دہرایا اور فرمایا: میں نے بخارا میں علوم کی تحصیل کی ہے۔ میں انہی کی آراء کا پیرو ہوں (اس لئے کہ بخارا میں ماتریدیہ و اشاعرہ کا غلبہ تھا) اس طرح موصوف نے اپنے معتزلی ہونے کی تردید کی تھی“ (۳۹۷)

مصر و قاہرہ میں تفسیر، حدیث، نحو و لغت کا زیادہ چلن تھا۔ علامہ سبکی کا بیان ہے:

”علماء مصر نے اپنی صلاحیتیں ان علوم میں صرف کی تھیں جو علم بیان کا نتیجہ و ثمر ہیں۔ جیسے لغت، نحو، حدیث و تفسیر“ (۳۹۸) اس طرح بعض ادوار میں بعض بلاد کو بعض علوم نشر و اشاعت میں زیادہ شہرت حاصل رہی ہے۔ چنانچہ فاطمین مصر کے زمانہ میں قاہرہ میں عقائد کلام کا بہت چرچا رہا ہر طرف سے علماء یہاں کھینچے چلے آتے تھے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ اسلامی قلمرو کے صرف مشہور ترین کتب خانوں کا ذکر اس مقالہ میں کیا گیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند بھی اس حدود میں داخل تھے۔ یہاں عربی تمدن کے آثار ملتے ہیں۔ سندھ کے بازاروں میں عربی بولی جاتی تھی (۳۹۹) اس سرزمین نامور علماء و فضلاء پیدا ہوئے لیکن ان کی شہرت بیرون ہند و سندھ، مکہ بغداد وغیرہ میں زیادہ رہی (۴۰۰) اس لئے اس سرزمین میں ان کے کتب خانوں کا ہمیں سراغ نہیں ملتا تاہم سندھ ہند میں محدثین، فقہاء اور قضاة کا وجود اس امر کا شاہد ہے کہ یہ سرزمین بھی اس شرف محروم نہیں رہی۔ حسن صغانی لاہوری المتوفی ۶۵۰ھ نے ”صحاح“ جوہری کی یہاں تصحیح کرنا ”مشارق الانوار“ وغیرہ کتابیں پڑھائی ہیں، یہ تعلیمی سرگرمیاں انفرادی اور عوامی کتب خانوں

روشن دیکھ ہیں۔ لیکن ہمیں تاریخ سے ایسا قابل ذکر مواد نہیں مل سکا جسے اس مقالہ کی زمینت بنایا جاسکتا۔



باب اول
---------

(اجمالی خاکہ)

- ☆ مقصدِ مطالعہ
- ☆ انتخابِ موضوع
- ☆ سابقہ مقالہ اور ماخذوں کا سرسری جائزہ
- ☆ وسعت و طریقِ کار





## دوسرا حصہ

### تعارف

#### (۱) مقصد مطالعہ

علم کتاب داری سے متعلق اردو انگریزی، عربی فارسی میں اب تک جو مواد ہمارے سامنے آیا، وہ ہماری روایات کو واضح طور پر پیش کرنے سے اس لئے قاصر رہا ہے کہ اس کے جملہ پہلوؤں کو تحقیقی اندازے اجاگر کرنے کی پہلے کوشش نہیں کی گئی۔ اس لئے اس عہدِ عباسی کی شاندار کتابی تہذیب کی صحیح اور مکمل تصویر نمایاں نہیں ہو سکی۔ متعدد محققوں، دانشوروں اور مورخوں نے وقتاً فوقتاً ماضی کے اوراق کو الٹ پلٹ کرنے کے بعد جہاں کہیں بہترین نقش و نگار کو دیکھا انہی سے اس دور کی کتابی تہذیب کی تصویر کو آراستہ کرنے میں اپنی تمام تر توانائیاں لگا دیں۔ ان کی یہ محنت بھی لائقِ تحسین ہے لیکن اس سے جو مقصد تھا، وہ پورا نہ ہو سکا اور ہماری تہذیبی سرگرمیوں اور معاشرتی توانائیوں کا ہلکا سا خاکہ بھی سامنے نہ آسکا۔

مجھے افسوس ہے کہ ہمارے سنجیدہ و متین دانشوروں نے بالغ نظری سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، نحو و لغت، فلسفہ و ادب، تاریخ و جغرافیہ وغیرہ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے مواد کو یکجا کرنے کی کبھی سعی نہیں کی۔ جہاں سے بھی کوئی مواد انہیں مل سکا، انہوں نے اس کو سب کچھ سمجھ کر حرفِ آخر کے طور پر پیش کر دیا۔ اس طرح علم کتاب داری میں اسلامی عہد کا زریں دور دھند میں پوشیدہ رہا اور جو خلا تھا وہ باقی رہا، پر نہ ہو سکا، اس کو پر کرنے کی ضرورت تھی۔

میں نے اس کمی کو شدت سے محسوس کیا، میں چونکہ مختلف موضوعات پر کام کرتا رہا ہوں، دورانِ مطالعہ جب میرے سامنے اہلِ استیجہ کا واقعہ (جس کا ذکر گزشتہ اوراق میں کیا گیا ہے) آیا تو مجھے خود یہ محسوس ہوا کہ ہم اتنے وسائل رکھنے کے باوجود آج بھی حقیقت میں علم و ذخائر کتب اور کتابی تہذیب کے سلسلہ میں وہ لگن اور امنگ اپنے اندر نہیں پاتے جو عہدِ عباسی میں عام تھی، اس احساس نے مجھے عہدِ عباسی کی کتابی تہذیب تک پہنچایا، میں نے اس عہد کی ولکش کتابی تہذیب کی تصویر اپنے ذہن میں اتارنی چاہی تو مجھے اس تصویر کے خط و خال میں جگہ جگہ خلا نظر آیا۔ میں نے اس خلا کو پر کرنے کا عزم کیا اور اس یقین کے ساتھ عزم کیا کہ ان شاء

اللہ العزیز مجھے مواد ضرور میسر آئے گا لیکن سخت محنت کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت و استطاعت دی اور میں اس دیرینہ خلا کو پر کر کے اپنی سعی و جہد کا ثمرہ اس تحقیقی مقالہ میں پیش کر سکا۔

مجھے اطمینان ہے کہ میں نے علم کتاب داری کے ادب میں عرصہ سے جو تسلسل ٹوٹا ہوا نظر آرہا تھا، اس تسلسل کی رسالت مآب ﷺ سے عہدِ عباسی کے آخری تاج دار تک کڑی سے کڑی ملانے، وابستگی و ربط پیہم کو برقرار رکھنے کا اہتمام کرنے کی اپنی جانب سے پوری کوشش کی ہے۔

اس کوشش میں کتابی و تہذیبی سرگرمیوں کے مامنوں اور مسکنوں کو ڈھونڈھ نکالنے غیر مظان سے منتشر مواد کو پہلی مرتبہ علم کتاب داری کی روشنی میں مرتب و منظم صورت میں پیش کرنے اور حتی الوسع تحقیق جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کی سعی کی ہے۔

ضبط کن تاریخ را پایندہ شو

از نفس ہائے رمیدہ زندہ شو

بالغ نظر مفکرین و ائمہ فن نے مسلمانوں کے علوم و فنون کی بنیادیں کتاب و سنت پر رکھی ہیں۔

ہم نے پہلی مرتبہ قرآن و سنت سے اس علم و فن کی بنیادوں کا سراغ لگایا اور انہی کی روشنی میں اس کے اصول کی آبیاری کی تاکہ اس فن کے شائقین و اہل نظر اس میں غور و فکر کریں تو انہیں مزید بنیادیں مل سکتی ہیں اور اس نہج پر علم و فن کتاب داری کو اسلامی اصول کی روشنی میں مزید ترقی دی جا سکتی ہے، وما ذلک علی اللہ عزیز! اس امر میں جس حد تک میں کامیاب ہو سکا اس کا یہ مقالہ آئینہ دار ہے۔

اس آئینہ میں عہدِ عباسی کے ہمہ اقسام کے اسلامی کتب خانوں کی شاندار تاریخ، ان کی تنظیم کتاب سازی کی صنعت، موضوعاتِ علوم کی ترتیب و تنظیم، فہرست (کیٹلاگ) سازی، کتابیات نگاری، خطاطی، علمی مواد کی ترتیب و تشکیل کی تاریخ تحقیق و تنقید کی روشنی میں جلوہ گر نظر آئے گی۔

اس مقصد کے پیش نظر اس تحقیقی مقالہ کے متن کو حسب ذیل دس ابواب پر مرتب کیا گیا ہے۔

باب اول تمہید و تعارف۔

باب دوم فروغِ علم اور کتب خانوں کا ارتقاء۔

- باب سوم عمدہ عباسی کے کتب خانے۔  
 باب چہارم انفرادی و عمومی اور فنی و خصوصی کتب خانے۔  
 باب پنجم ادارہ جاتی عوامی اور علمی کتب خانے۔  
 باب ششم فن کتاب سازی و وراقت۔  
 باب ہفتم ترتیب علوم اور تنظیم و درجہ بندی۔  
 باب ہشتم کیٹلاگ سازی۔  
 باب نہم کتابیات۔  
 باب دہم انتظامیہ۔  
 باب یازدہم ثمرات، نتائج تحقیق اور تجاویز پر مشتمل ہے۔

## (ب) انتخابِ موضوع

راقم سطور نے جب سنہ ۱۹۷۰ء میں علم کتاب داری میں ایم۔ اے کے آخری سال کے امتحان کی تکمیل کی غرض سے ”عہد رسالت سے دورِ اموی تک اسلامی کتب خانوں کا ارتقاء“ کے عنوان سے مقالہ ترتیب دیا، تو دورانِ مطالعہ جو مواد میرے سامنے آیا۔

اس سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کی ترویج و اشاعت کا شاندار و طویل دور، عباسی دور ہے۔ اس عہد کے اسلامی کتب خانوں پر تحقیقی کام وقت کی ایک اہم ضرورت ہے اور یہ ایک ایسا موضوع ہے جو اسلامی ادب و عربی کی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے۔ یہ انتشار ہمارے شاندار تہذیبی سرمایہ کو سامنے لانے سے مانع رہا ہے۔

یہی وہ خیال ہے جس نے میرے دل میں یہ امنگ پیدا کی کہ اس بکھرے ہوئے دانوں کو ایک تسبیح میں پرویا جائے اور جو خزف ریزے ہماری شاندار تاریخ کو نمایاں کرنے میں کوئی اہم کردار ادا کرتے ہیں، انہیں تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کر پیش کرنا چاہئے، اس طرح ماضی کے کھنڈروں پر مستقبل کی کتابی تہذیب کی تعمیر نو بہتر طور پر کی جاسکے گی۔ آئندہ آنے والے لوگوں کو تحقیقات کی نئی بنیادیں ملیں گی اور علم کتابداری میں تحقیقات کا نیا سلسلہ شروع ہو سکے گا۔

یہی جذبہ ”اسلامی کتب خانے عہدِ عباسی میں“ (دوسری صدی ہجری ۱۳۲/۷۴۹ء سے ساتویں صدی ہجری ۶۵۵ھ/۶۵۵ء تک) کے انتخابِ موضوع کا محرک ہوا ہے۔

گذشتہ اوراق میں جن امور سے بحث کی گئی ہے ان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کتب خانہ ذہنی طاقت کا سرچشمہ، تہذیب و ثقافتی ورثہ کی ایک نہایت بیش قیمت اساس ہے اور اسلام میں کتابی تہذیب، علم و کتاب اور کتب خانوں کا آغازِ اقراء کے اور قیدوا العلم بالکتاب کا فیضان ہے، علوم و فنون کی ترتیب و تدوین، کاغذ سازی، کتاب سازی اور کتب خانہ سازی کی ترقی پذیر تحریک کی ترویج و اشاعت عہدِ عباسی میں خوب ہوئی، اس عہد میں کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک نے کتب خانوں کو اسلامی معاشرہ میں سب سے زیادہ فروغ دیا۔

اس کے اثرات نے اسلامی قلمرو کے مشرق و مغرب (ایشیا، افریقہ اور یورپ) کے شہر و قصبہ محلہ و کوچہ کو متاثر کیا، اس سے کتب خانوں کی تاریخ میں انقلاب برپا ہوا، فہرست سازی اور فہرست نگاری، بحث سازی وغیرہ میں ایسے رہنما اور اساسی اصول پیش کئے گئے جن کے ذکر کے

خیر کتب خانوں کی تاریخ مکمل نہیں کہی جاسکتی۔ اس مقالہ میں پہلی مرتبہ ان حقائق کو تحقیق کی روشنی میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے، اس سے اس موضوع کی اہمیت و افادیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

## (ج) سابقہ مطالعہ اور ماخذوں کا سرسری جائزہ

اردو میں عہدِ اسلامی کے کتب خانوں پر علمی انداز میں سب سے پہلے مولانا شبلی مرحوم نے قلم اٹھایا اور اسلامی کتب خانوں کے عنوان سے ایک پر مغز مقالہ سپردِ قلم کیا جو رسالہ ”حسن“ حیدر آباد میں سنہ ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا تھا (۳۸۷) اس مقالہ کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے عہدِ اسلامی میں کتب خانوں کے آغاز کا سلسلہ بنی امیہ سے شروع کیا اور پہلی مرتبہ ہندوستان کے اہل قلم کو اسلامی عہد کے کتب خانوں کی طرف متوجہ کیا اس کے بعد سے عہدِ اسلامی کے کتب خانوں کے متعلق تاریخی معلومات کی کمی کاشت سے احساس ہونے لگا۔ چنانچہ عبدالرزاق کانپوری ”کتاب البرامکہ“ میں لکھتے ہیں ”افسوس ہے جس طرح بیت الحکمت کی مستقل تاریخ نہیں ہے ویسا ہی کتب خانوں کا بھی حال ہے۔ ہم کو اقرار کرنا چاہئے کہ ہمارے بزرگوں نے کوئی مستقل تاریخ کتب خانوں کی ہسٹری پر نہیں لکھی ہے۔ (۳۸۸)

مولانا شبلی کے بعد مولانا حبیب الرحمن شیروانی المتوفی ۱۹۵۰ء نے سنہ ۱۸۹۳ء میں ”علمائے سلف“ اور ”ناہینا علماء“ نامی کتابیں لکھ کر اسلامی کتب خانوں کے بڑے مدد و معاونانہ پہلوؤں، ذوقِ علمی، تصنیف و تالیف، نقل کتب اور اس راہ میں امراء کی قدردانی وغیرہ پر خوب روشنی ڈالی۔

پھر مشہور اطالوی خاتون ڈاکٹر اولگا پٹو نے عہدِ عباسیہ کے اسلامی کتب خانوں پر ایک اہمیت افزا مقالہ ”Biblioteche degli Arabi nell' eta degli“

abbaside“ عنوان سے لکھا تھا۔

مشہور مستشرق ڈاکٹر فرانکو (Dr. F. Frankow) نے اس کو انگریزی زبان میں منتقل کر کے اپنے حواشی کے ساتھ اسلامک ٹچر (Islamic Culture) حیدر آباد کن سنہ ۱۹۲۸ء میں شائع کیا جو مختصر ہونے کے باوجود مفید معلومات کا حامل ہے۔

قاضی احمد میاں اختر جو ناگزہمی المتوفی ۱۳۷۳ھ نے جن کو مولانا شبلی کے مقالہ نے اس موضوع سے وابستگی پیدا کی تھی موصوفہ پٹو کے انگریزی میں ترجمہ شدہ مقالہ کو اردو کا جامِ پنا کر اپنے حواشی سے آراستہ کیا جو سنہ ۱۹۳۲ء میں اسلامی کتب خانے (عہدِ عباسیہ میں) کے نام سے الناظر پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اسلامی کتب خانوں پر اردو میں یہ دوسرا تحقیقی کام تھا۔



مذکورہ بالا نام سے ترجمہ ہو کر شائع ہوا تھا۔ قاضی احمد میاں اختر کا بیان ہے۔

”اسلامی کتب خانوں پر اردو میں سب سے پہلے علامہ شبلی مرحوم و مغفور نے ایک مضمون تحریر فرمایا جو ان کے رسائل میں شامل ہے اگرچہ یہ مضمون اپنے موضوع کے لحاظ سے نہایت محققانہ ہے مگر تفصیل و تکمیل کا محتاج ہے۔ ہمارا ارادہ ایک مدت سے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھنے کا تھا جس کے لئے ہم نے متعدد قدیم و جدید کتابوں کا مطالعہ کر کے کافی مواد جمع کر لیا تھا اس اثناء میں اس موضوع پر ایک مفصل مضمون حیدر آباد کے سہ ماہی انگریزی رسالہ اسلامک کلچر بابت اپریل سنہ ۱۹۲۹ء میں نظر سے گزرا۔ ہمارے خیال میں اسلامی کتب خانوں پر یہ پہلا مضمون ہے جو تحقیق اور جامعیت سے لکھا گیا ہے اور اس لئے ہم نے اس کو اردو میں منتقل کرنا مناسب سمجھا آئندہ ایک مستقل رسالہ میں اس موضوع کے متعلقات معرض تحریر میں لائے جائیں گے۔ ولعل اللہ يحدث بعد ذلك امراً“ (۳۸۹)

اس کے بعد موصوف نے اسلامی کتب خانوں کے مختلف پہلوؤں پر اپنی توجہ مبذول کی اور غیر مسلم ترقی یافتہ متمدن اقوام اور مسلمانوں کے علوم و فنون کی مختصر تاریخ ”طبقات الامم“ مولفہ قاضی صاعد اندلسی المتوفی ۱۲۶۲ھ کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا جو دارالمصنفین اعظم گڑھ سے سنہ ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔

پھر قاضی احمد میاں اختر جو ناگڑھی نے صنعت و راقیت پر ایک مقالہ لکھا جو آل انڈیا اور نیشنل کالج کانفرنس کے اجلاس ہفتم (منعقدہ بڑودہ بتاریخ ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء) میں پڑھا اور ہندوستان کے موقر علمی رسالہ معارف اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔

اس کے بعد موصوف نے ”مسلمانانِ سلف اور جمع و مطالعہ کتب کا شوق“ کے عنوان سے ایک دوسرا مقالہ لکھا اور روئدادِ ادارہ معارفِ اسلامیہ (اجلاس دوم منعقدہ لاہور ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء) میں پڑھا جو سنہ ۱۹۳۸ء-۱۹۴۲ء میں چھپا پھر موصوف نے ”عہدِ اسلامی میں کتب خانوں کا نظم و نسق“ کے عنوان سے ایک مقالہ روئدادِ ادارہ معارفِ اسلامیہ اجلاس سوم منعقدہ دہلی ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۳۸ء میں پڑھا جو سنہ ۱۹۴۲ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے ”تاریخ اسلام“ میں عہدِ عباسی کی علمی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی

محمد زبیر صاحب اسٹنٹ لائبریرین، مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ”اسلامی کتب خانے“ کے نام سے ایک جداگانہ کتاب لکھی۔ اردو میں شائع شدہ مواد کو بغیر

حوالہ و اقتباس نقل کیا۔ اس سے یہ کتاب پایہ اعتبار سے ساقط ہو گئی۔  
 انگریزی میں اس موضوع پر متعدد مقالے شائع ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے خدا بخش  
 مرحوم کا مضمون The Islamic Libraries کے عنوان سے ۱۹۰۲ء میں رسالہ  
 Nineteenth Century میں شائع ہوا تھا وہ چونکہ ایک مختصر خاکہ کی حیثیت رکھتا  
 تھا اس لئے اس کو درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا، پھر اولگا پٹو نے لکھا جس کا ذکر اوپر گزر چکا۔

عیسائی خاتون میکسنسن (Ruth Stelhorn Mackensen) نے ۱۹۳۲ء میں ایک مضمون قرون وسطیٰ میں بغداد کے چار بڑے کتب خانوں

(Four Great Libraries of Medieval Baghdad)

کے عنوان سے Library Quarterly میں لکھا اس کے بعد موصوف نے چار قسطوں میں ایک مضمون اس دور میں عربی کتب و کتب خانوں

(Arabic Books and Libraries in the Umayyad Period)

کے عنوان سے لکھا جو ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۷ء کے مابین

American Journal of Semitic Languages

میں شائع ہوا تھا۔ موصوف نے ایک مضمون مسلمانوں کے کتب خانوں کا تاریخی پس

منظر

(Background of the History of Muslim Libraries)

کے عنوان سے مذکورہ بالا رسالہ میں لکھا۔ پھر قاضی احمد میاں اختر جو ناگڑھی نے

۱۹۳۵ء میں ایک مقالہ

The Art of Waraqaat during the Abbasid Period

کے عنوان سے اسلامک کلچر حیدر آباد دکن میں لکھا۔

۱۹۳۸ء میں ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ نے Bibliophilism in Medieval

Islam کے عنوان سے ایک مقالہ مذکورہ بالا رسالہ میں لکھا اس کے بعد

S.K. Padover نے James Westfall Thompson کی تالیف کردہ

کتاب The Medieval Library مطبوعہ یونیورسٹی پریس شکاگو ۱۹۳۹ء میں

Muslim Libraries کے عنوان سے ایک مستقل باب کا اضافہ کیا۔

Roy Choudhary Sastri نے Library in Islam کے عنوان سے

ایک ایک مضمون جون ۱۹۴۱ء میں Bungal Past and Present میں لکھا جو ۱۱

دیں جلد میں شائع ہوا تھا۔

۱۹۵۵ء میں (ڈاکٹر) عبدالسبوح قاسمی نے ایک مقالہ جس کا عنوان تھا۔

Libraries in the early Islamic World

لابیری سائنس میں ایم۔ اے کی ڈگری کے لیے

School of Library Science, Western Reserve,  
University of Ohio, USA.

میں پیش کیا جو ۱۹۵۸ء میں پشاور یونیورسٹی کے جرنل میں شائع ہوا تھا۔ پھر مفیض اللہ  
کبیر کا ایک مقالہ بعنوان:

“Libraries and academic during the Buwayhid  
Period 946 A.D. to 1055 A.D.”

اسلامک کلچر حیدر آباد دکن سے ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔

اس کے بعد خلیل محمود (حال لائبریرین احمد بیلو یونیورسٹی زاریا) نے ایک مقالہ

“The Influence of the Holy Quran on the  
Development of Libraries”

”کتب خانوں کی ترقی پر قرآن مجید کا اثر“ کے عنوان سے  
Nigeria Journal Of Islam میں لکھا جو اس رسالہ کی جلد اول شمارہ نمبر  
(جنوری۔ جون) میں شائع ہوا اس میں موصوف نے مذکورہ بالا رساکنل سے استفادہ کیا اور ان کی  
معلومات کو سلیقہ سے پیش کرنے کی کوشش کی تاہم یہ مقالہ نئی تحقیقات پیش کرنے سے قاصر  
ہے۔

سید ولایت حسین نے ۱۹۶۰ء میں ایک مختصر مضمون

Organisation and Administration of Muslim  
Libraries (786-1492)

(مسلم کتب خانوں کی تنظیم اور انتظام) کے عنوان سے رسالہ

Quarterly Journal of Pakistan Library Association

میں لکھا تھا۔ محمد شفیع نے ایک مضمون ۱۹۶۱ء میں

Libraries and Learning in the Islamic World

Pakistan Library Review (کتب خانے اور تعلیم مسلم دنیا میں)

کی جلد ۲ شمارہ ۲۰ میں لکھا تھا۔

جرمن زبان میں مشہور مستشرق آدم مز (Adam Mez) المتوفی ۱۹۱۷ء۔

Die Renaissance des Islams میں جس کا ترجمہ ابو ریدہ محمد عبدالہادی۔

المحضارة الاسلامیہ فی القرن الرابع الهجری کے نام سے کیا، اسلامی کتب خانوں اور اس کے بنیاد

پہلوؤں پر تحقیقی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح مستشرق الفرد وان کرمر (Alfred Von Kramer 1828-1889) نے مسلمانوں کی صنعت و حرفت، زراعت، تجارت پر کتاب لکھی تھی جس کا ترجمہ جمیل نے اردو میں کیا ہے اس میں کاغذ کی تجارت پر مفید معلومات پیش کی ہیں۔ یہ کتاب کتابستان الہ آباد سے سنہ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی تھی۔

ڈبلیو گوتھ شیک (W. Gottschalk) نے ۱۹۳۰ء میں ایک مختصر مضمون عربوں کے کتب خانوں پر جرمن زبان میں لکھا جس کا عنوان تھا

Die Bibliotheken der Araber in Zeitalter der Abbasiden.

ایک جرمن رسالہ Zentralbl. F. Bibliothekswesen میں شائع ہوا۔

آئی۔ ای۔ غنیم (I.E. Ghanem) نے ڈاکٹریٹ کے لیے دمشق کے کتب خانوں کا انتخاب کیا جس کا عنوان ہے

Zur Bibliolheksgeschichte von Damascus 1154-1516  
۱۹۶۹ء میں بون یونیورسٹی میں پیش کیا۔

یہ گویا موصوف کے تحقیقی مقالہ کا بہت مختصر خلاصہ ہے جس میں چھٹی صدی ہجری تک عراق شام اور مصر کے کتب خانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

یوسف بن رشید اللش (۱۳۲۹-۱۳۸۷ھ / ۱۹۱۱-۱۹۶۷ء) دارالکتب الظاہریہ دمشق کے ناظم کتب خانہ، کلیہ شرعیہ دمشق میں فرانسیسی زبان کے استاد، پرنسپل اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ شام میں موصوف پہلے عرب عالم ہیں جس نے علم کتب خانہ میں سارہون یونیورسٹی پیرس (University Of Paris Sorbonne) سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ان کے اس مقالہ کا عنوان

Les Bibliothèques Arabes Publiques End Mesopotamie, En Syrie Et En Egypte Au Moyenage

مشرق وسطیٰ میں شام، عراق و مصر کے عوامی و نیم عوامی کتب خانے  
یہ تحقیقی مقالہ ۱۹۶۷ء میں معہد فرانسیسی دمشق سے شائع ہوا تھا جو فرانسیسی زبان میں

۴۴ صفحات پر مشتمل ہے مقالہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ کورکیس عواد کی خزائن الکتب القدیمہ فی العراقی ۱۰۰۰ھ اور خیب دی طرازی کی کتاب خزائن الکتب العربیہ فی الفاہن بھی ان کے پیش نظر نہیں ہیں۔

موصوف کے اس فرانسیسی تحقیقی مقالہ کا عربی میں ترجمہ نزار اباط اور محمد صباغ نے دور الکتب العربیہ العامہ و شبہ العامہ للبلاد العراق والشام و مصر فی العصر الوسیط کے نام سے کیا ہے جو متوسط تقطیع کے ۴۱۱ پر نہایت آب و تاب سے ۱۳۱۱ھ = ۱۹۹۱ء میں بیروت و دمشق سے دارالفکر المعاصر سے شائع کیا گیا ہے۔

مستشرق جان جاک سیڈیلٹ (J.J. Sedillete 1777-1832) نے فرانسیسی زبان میں عربوں کی تاریخ لکھی جس کا مختصر اور خلاصہ علی پاشا مبارک کی کوششوں سے ۱۳۰۲ھ میں مصر سے شائع ہوا تھا اس میں عبد عباسی کی علمی و ثقافتی سرگرمیوں کے متعلق نہایت مفید معلومات ملتی ہیں۔

اندلس کے کتب خانوں میں سب سے پہلے اسپینی مستشرق جولیان ریبرا

Julian Riberd Y. Tarrago 1859-1937

نے اسپینی زبان میں

Bibliofilos Y Bibliotecas en la espana Musulmana

کے عنوان سے لکھا جو رسالہ Derecha میں شائع ہوا۔ ۱۹۲۵ء میں سائنسی علوم کی سرکاری اکیڈمی نے اسے علیحدہ شائع کیا۔ پھر مصنف نے اپنی کتاب

Disertaciones Y Opusulas, Madrid, 1928

میں بھی شامل کیا۔ ڈاکٹر جمال محمد محرز نے اس کا عربی میں ترجمہ کر کے مجلہ معجم المخطوطات العربیہ (مئی ۱۹۵۸ء و ۱۹۵۹ء) میں شائع کیا اسے احمد خان نے ”اسلامی اندلس میں کتب خانے اور شائقین کتب“ کے نام سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ انگریزی میں ڈاکٹر سید محمد امام الدین نے ۱۹۵۹ء میں Hispano-Arab Libraries کے عنوان سے دو قسطوں میں ایک مقالہ لکھا جو ۱۹۶۱ء میں

Journal of the Pakistan Historical Society

میں علیحدہ شائع ہوا۔ پھر ۱۹۶۱ء میں آل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے اسے کتب صورت میں علیحدہ شائع کیا۔

عربی زبان میں اس موضوع سے قدما نے زیادہ اہتمام کیا ہے چنانچہ ابن الندیم کتاب

الفہرست میں مصنفین اور کتابوں کے تذکرہ میں ضمناً کتب خانوں کا بھی ذکر کرتا ہے۔ ابن مسکویہ جو مشہور لائبریرین تھا تجارب الامم میں کتب خانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جمال الدین قفلی اور یاقوت رومی دونوں کتابوں کے شوقین تھے۔ کتب خانوں اور خوشنویسوں کا ذکر کرتے ہیں، علامہ مہالبی و خطیب بغدادی اور ابن الجوزی بھی کتب خانوں کو فراموش نہیں کرتے ہیں۔ مورخ ابن خلکان اور اس کا استاد ابن الاثیر بھی کتب خانوں اور خوش نویسوں کا تذکرہ کر جاتے ہیں۔ ابن الاثیر 'ابوالفداء' ابن شاکر کتبی، صفدی سبکی اور ذہبی نے بھی کتب خانوں سے اعتناء کیا ہے۔ نعیمی نے المدارس فی المدارس میں کتب خانوں کا ذکر کیا ہے۔

جغرافیہ نویسوں میں مقدسی، یاقوت رومی، قزوینی بھی کتب خانوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ سمعانی کی کتاب الانساب میں اور ابن الاثیر کی اللباب میں نسبتوں کے تحت کہیں کہیں کتب خانوں کا ذکر مل جاتا ہے۔ ان مورخوں نے ان باتوں کا تذکرہ عموماً غیر مظان میں کیا ہے اس لیے معلومات منتشر بہت ہیں نہایت غور و خوض کے بعد اصل حقیقت تک رسائی ممکن ہے۔

عصر حاضر میں اس موضوع پر جرمنی زیدان نے "تاریخ التمدن الاسلامی" جلد سوم میں "المکتبات اور خزائن الکتب" کے عنوان سے ایک مفصل باب لکھا ہے، فرید وجدی نے دائرۃ المعارف القرن العشرين میں مادہ کتاب کے تحت مشہور کتب خانوں کا نہایت مختصر ذکر کیا ہے۔ امین مصری نے محلی الاسلام اور "ظہر الاسلام" میں عہد عباسی کے مشہور و معروف کتب خانوں کا مستقل ابواب میں ذکر کیا ہے اور محمد کرد علی نے الاسلام و المحصارۃ العرب اور "خط الشام" جلد ششم میں کتب خانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفی السباعی نے "من روائع حضارتنا" میں مستقل باب کتب خانوں پر لکھا ہے۔ اسی طرح شیخ فنطاوی جوہری نے "بہجۃ العلوم فی الفلسفۃ العربیہ و موازنتھا بالعلوم العصریہ" میں مختصر طور پر عہد اسلامی کے کتب خانوں کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمان کے تراثا بین ماضی و حاضر کے عنوان سے کتب خانوں پر لیکچرز شائع ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر بحریہ ہونکہ نے "فضل العرب علی ادربا ترجمہ فواد حسین علی میں اور علی احمد الثجات نے ابو الريحان البیرونی، حیاتہ، مولفانہ، اسحاق العظیم میں بھی کتب خانوں کا ذکر کیا ہے۔

فلپ دی طرازی P. De Tarrazi (۱۲۸۲ - ۱۳۷۵ھ = ۱۸۶۰ - ۱۹۵۶ء) نے "خزائن الکتب العربیہ فی الحافقین" کے نام سے عالم کے عربی کتب خانوں پر چار جلدوں میں مبسوط کتاب لکھی جو ۱۹۳۷ء میں مطبعہ جوزف میٹلی بیروت سے شائع ہوئی تھی مگر اب نہیں ملتی۔ موصوف کے رفیق قدیم محمد کرد علی المتونی ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء نے "مجملہ الجمع العلمی العربی"



دمشق جلد ۱۶ شماره ۱-۲ میں اس پر تبصرہ کیا اور خوب دادِ تحقیق دی محمد کرد علی کا یہ تبصرہ دس صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب اس حیثیت سے کہ اس میں عربی کے قدیم و جدید کتب خانوں پر خواہ شاہی ہوں یا عوامی و انفرادی، مسلمانوں کے ہوں یا یہودیوں اور عیسائیوں کے سب کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے اس مقصد کے پیش نظر مصنف کو جہاں سے جو مواد ہاتھ لگا اسے کتاب کی زینت بنانا گیا ماخذوں کی چھان بین نہیں کی قدیم کتب خانوں کے سلسلہ میں معاصرین کی معلومات پر اکتفا کیا۔

ان وجوہ سے اسے تحقیقی کارنامہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ قدیم اسلامی کتب خانوں کے متعلق ان کے بیانات کو سند کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے۔

مجھے اس کتاب کی مدت سے جستجو تھی لیکن یہ پاکستان اور نامیچیریا میں دستیاب نہیں ہوئی، محمد کرد علی کا تبصرہ جب نظر سے گزرا تو آتش شوق اور بھی تیز ہو گئی۔ ستمبر ۱۹۸۲ء میں جب تیسری مرتبہ دائیں آنکھ کے آپریشن کی وجہ سے لندن جانا ہوا اور برٹش میوزیم لائبریری اور بیکٹل کلیکشن میں اس کا نسخہ مجھے ملایا اس کی چاروں جلدیں پڑھ کر سخت مایوسی ہوئی اس لیے کہ اس کے یہاں میرے موضوع کے متعلق نئی معلومات نظر نہیں آئیں۔

محمد کرد علی نے اس کتاب کے بارے میں جو لکھا ہے وہ اس دور میں ان کی معلومات کی حد تک درست قرار دیا جاسکتا ہے لیکن جس کی نظر اس دور کے کتب خانوں پر ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر نہ جامع ہے اور نہ تحقیقی، عام معلومات کے لیے ایک اچھی کتاب ہے۔ منتشر مواد کو یکجا کرنا ایک لائق تحسین کوشش ہے، مجھے تعجب ہے کہ جن اہل علم نے یورپ اور امریکہ میں رہ کر اسلامی کتب خانوں پر کام کیا، یہ کتاب ان کی نظر میں بھی نہیں ورنہ وہ اپنے تحقیقی مقالوں میں اس سے فائدہ اٹھا کر بہتر معلومات پیش کر سکتے تھے، تاہم جس کی نظر اسلامی کتب خانوں پر وسیع نہیں اس کے لیے یہ کتاب آج بھی معلومات آفریں ہے۔

محمد راغب البباخ نے دارالکتب فی حلب قدیم و حدیثا (حلب کے قدیم و جدید کتب خانوں) کے عنوان سے ۱۹۳۷ء میں الرعد کے شماره نمبر ۱۵ میں ایک مضمون لکھا تھا۔

۱۹۶۳ء میں عبدالرزاق کریدری نے سامرا کے کتب خانوں پر ایک مضمون بعنوان "کتبات سامرا قدما و حدیثا لکھا جو المکتب (القاہرہ) کی جلد ۶ شماره ۱۰ میں شائع ہوا۔ محمد المنونی نے لحوہ عن تاریخ الخزان المملکیتہ بالمغرب الاقصیٰ کے عنوان سے ایک مقالہ دعویٰ الحق (الرباط) شماره ۲۲۸، جمادی الثانیہ / رجب ۱۴۰۳ھ - اپریل ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔

حبیب زیات نے دمشق کے کتب خانوں پر خزان الکتب فی دمشق و ضواہما لکھی ہے، کورکیس عواد نے بغداد کے کتب خانوں پر علیحدہ کتاب خزان الکتب القدیمہ فی العراق اقدم العصور حتی سنہ ۱۰۰۰ ہجرہ لکھی ہے۔

ڈاکٹر یوسف اللش نے ایک لیکچر ”دور الکتبات العربیہ فی تاریخ التیارات الفکریہ و الفذبیہ فی الاسلام حتی القرن الساد الجوز فی العراق و الشام و مصر“ دیا تھا جو المحاضرات العلمیہ (۱۹۶۱ء-۱۹۶۲ء) دمشق میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۷۰ء میں ڈاکٹر محمد ماہر حمادہ نے ”الکتبات فی الاسلام نشاء تھا و تطورھا و مصارھا شائع کی ہے۔

کورکیس عواد اور ڈاکٹر محمد ماہر حمادہ نے دور اسلامی کے کتب خانوں پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور اسلامی ممالک کے مشہور کتب خانوں کی مختصر تاریخ بیان کی ہے ان کتابوں کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں بھی معلومات اور خیالات ایک ہی ہیں کورکیس عواد نے بغداد کے کتب خانوں کو بہت حد تک سمیٹنے کی کوشش کی ہے اور یہ اس کی لائق تحسین کوشش ہے لیکن علوم کی تنظیم (درجہ بندی) فرست سازی، تنظیم کتب خانہ اور عمارت کتب خانے کی بحثوں سے ان کی کتاب یکسر خالی ہے پھر کتب خانوں کا دائرہ بھی بغداد اور اس کے اطراف تک محدود ہے۔

محمد ماہر حمادہ نے فن کتب خانہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری مشی گن یونیورسٹی امریکہ سے حاصل کرنے کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور پہلی مرتبہ علوم کی تنظیم، فرست سازی، کتابیات اور عمارت کتب خانہ کا تذکرہ کیا ہے، لیکن نہایت سرسری، اصول فرست، اصول تنظیم (درجہ بندی) اور قواعد و ضوابط کتابیات کا تو ذکر ہی کیا ہے اس قسم کی بنیادی اور تحقیقی معلومات سے ان کی کتاب بھی خالی ہے تاہم انہوں نے اپنے پیش روؤں کی بہ نسبت پہلی مرتبہ کتب خانوں کی تاریخ کو فنی نقطہ نگاہ سے لکھنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ان کا دائرہ بحث گئے چنے مشہور کتب خانوں تک محدود ہے انہوں نے مشہور شائع شدہ معلومات کو سلیقہ کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ نئی معلومات اور نئی دریافت ان کے یہاں مشکل ہی سے ملے گی، پھر موصوف نے اصل ماخذوں سے زیادہ ثانوی ماخذوں پر اعتماد کیا ہے۔ اصل ماخذوں سے معلومات فراہم کرنے میں محنت کرنی پڑتی ہے، اس کی زحمت ڈاکٹر حمادہ نے نہیں کی۔ موصوف نے مغرب و مشرق کے کتب خانوں کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے اس لیے بحث کا کوئی گوشہ بھی جامع نہیں اور مباحث کتاب تحقیق و ژرف نگاہی کے زیادہ محتاج ہیں اس حقیقت کا احساس مصنف کو بھی ہے۔ لکھا ہے ”مجھے اس امر کا دعویٰ نہیں کہ میں اس موضوع کا حق ادا کر سکا

ہوں۔“ (۴۰۸)

فارسی زبان میں رکن الدین ہمایوں فرخ نے ”کتاب و کتاب خانہ شاہنشاہی ایران“ دو جلدوں میں لکھی ہے جس میں صرف ایران کے کتب خانوں کا تاریخی اعتبار سے چند سطروں میں تعارف کرانے پر اکتفا کیا ہے۔ اسی طرح خراسان کے کتب خانوں پر لکھا گیا ہے اور اس کی حیثیت بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے ان کتابوں میں بھی عہد عباسی کے کچھ کتب خانوں کا ذکر مل جاتا ہے لیکن نہایت سرسری۔

اسلامی کتب خانوں کے موضوع پر لکھنے والے حسب ذیل چار قسم کے اہل علم ہیں۔ پہلے وہ ارباب علم ہیں جنہیں عربی زبان اور عربی ماخذوں پر دسترس حاصل ہے۔ ایشیا میں مولانا شبلی نعمانی، قاضی احمد میاں اختر جو ناگڑھی، یورپ میں مستشرقہ اولگا پٹو، ڈاکٹر کرناٹکا اور مستشرق جولیان ریبر کا نام سرفہرست آتا ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اصل ماخذوں سے استفادہ کے بعد لکھا، اس لیے وہ بعد میں آنے والوں کا مرجع و ماخذ رہا۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ کی دانش گاہوں میں علم کتب خانہ پر ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے جو مقالات پیش کیے گئے ہیں، ان میں ان کی معلومات سے فائدہ اٹھایا گیا۔ دوسرے وہ ارباب علم ہیں جن کی مادری زبان عربی ہے لیکن ان کی نظر اسلامی علوم گہری نہیں، وہ نادر معلومات پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

تیسرے وہ عالم ہیں جن کی مادری زبان عربی نہیں، عربی مدرسے اور جامعات میں علوم فنون کی تحصیل کا انہیں موقع ملا لیکن کتابوں پر نظر نہیں۔ ان کی رسائی بھی اصل ماخذوں تک نہیں، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس موضوع سے خاطر خواہ دلچسپی نہیں تھی، یہی وہ ہے کہ انہوں نے حصول مواد میں زیادہ جدوجہد نہیں کی ورنہ اگر اس علمی سرمایہ کا وہ مقالہ میں دوران کے زمانہ تحقیق سے پہلے شائع ہو چکا تھا غائر نظر سے مطالعہ کیا ہوتا تو زیادہ بہتر معلومات پیش کر سکتے تھے۔

چوتھے وہ اہل علم ہیں جن کو نہ عربی زبان سے کماحقہ مناسبت ہے نہ عربی ماخذوں کی رسائی حاصل ہے ظاہر ہے اس قسم کے مقالہ نگاروں نے اپنے مقالات کے نہایت زوردار و جاذب نظر عنوانات قائم کئے ہیں جیسے مستشرقہ کینسن R.S. Mackensen 1934-35ء میں مسلم کتب خانوں کا تاریخی پس منظر

Background Of History of Muslim Libraries

لکھا۔ اس کے بعد 1935ء اور 1936ء میں عربی کتابیں اور کتب خانے عہد

## Arabic Books and Libraries in the Umayyid Period

نامی مقالات لکھے جن کا ذکر پچھلے اوراق میں آیا ہے۔ یہ اس امر کے غماز ہیں کہ موصوفہ کی نظر ان موضوعات پر نہ گہری ہے نہ وسیع، ان کی رسائی عربی ماخذوں تک نہیں ہو سکی۔ اس لیے اس نے ان موضوعات پر جو کچھ لکھا وہ سطحی معلومات کا حامل، نہایت تشنہ اور بہت جارحانہ ہے۔

خلیل محمود لائبریرین بیلو یونیورسٹی زاریا نائیجیریا کے مقالہ کا عنوان ہے۔

## The Influence Of the Holy Quran on the Development Of Libararies

(کتب خانوں کی ترقی پر قرآن مجید کا اثر) یہ بہت جاذب نظر عنوان ہے لیکن مواد کی کمی اور سرمایہ معلومات کی تنگی اس مقالہ میں پڑھنے والے کو شدت سے محسوس ہوتی ہے اس قسم کے بعض مقالات پاکستان کے بعض رسائل میں بھی شائع ہوئے ہیں۔

دور حاضر میں ایشیا و افریقہ کے اہل علم نے اس موضوع پر جو لکھا ہے وہ بھی علمی حیثیت سے دقیق نہیں چنانچہ ڈاکٹر محمد ماہر حمادہ کی کتاب المکتبات فی الاسلام نشاء تھا و تطورھا مصارفاً کئی بار شائع ہوئی ہے لیکن وہ نئی یافت و دریافت اور شاندار اقتباسات سے خالی ہے۔ مشکلات فن پر معلوم ہوتا ہے اس کا گزر ہی نہیں ہوا۔

یہاں ان باتوں کا تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ حقیقت، عقیدت سے بلند تر شے ہے۔ ورنہ جس اہل علم نے اس موضوع، عنوان کو اپنی تحقیقات کے لیے منتخب کیا، اپنی معلومات مرتب کرنے سنوارنے اور پیش کرنے میں محنت کی، اس نے کم از کم اس موضوع پر مقالات میں ایک نوع کا اضافہ کیا اس کی کوشش لائق تحسین و آفرین ہے۔ یہاں چونکہ مقالات کا علمی و تاریخی حیثیت سے جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لیے ان حقائق سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ اس امر میں چشم پوشی کرنا علمی دیانت داری کے خلاف ہے، نیز یہ حقیقت ہے کہ بے لاگ تنقید سے فن کا ارتقاء ہوتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے نئی راہیں کھلتی ہیں، انہیں تحقیقات کے لیے نئے موضوعات ہاتھ آتے ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر مذکورہ بالا امور سے صرف نظر کرنا کسی محقق کے لیے کیونکر روا ہو سکتا ہے۔

عبد عباسی کے کتب خانوں پر لکھنے والوں میں مولانا شبلی نے اپنے مقالہ میں بیس بائیس کتب خانوں سے زیادہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ڈاکٹر شبلی نے شبلی پر چار چھ کتب خانوں کا اضافہ کیا

ہے۔ پٹو نے چالیس پینتالیس کتب خانوں سے زیادہ کو نہیں سمیٹا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ سو سالہ عباسی دور میں پوری اسلامی دنیا میں ہر قسم کے مشہور کتب خانوں کی مجموعی تعداد جن کا ذکر تاریخ کے صفحات میں جگہ پاسکا ہے وہ پچاس سے زیادہ نہیں ہے۔ مولانا شبلی جیسے بالغ نظر مورخ نے اپنے مضمون ”اسلامی کتب خانے“ کے آغاز میں اس کے سبب کی حسب ذیل الفاظ میں نشاندہی کی ہے:

”اس امر سے کسی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا کہ تصنیف و تالیف اور علمی ذخیروں کا مرتب و محفوظ رکھنا مسلمانوں کا قومی شعار تھا اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں جس کثرت سے جا بجا کتب خانے اور دارالعلوم پائے جاتے تھے شاید دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، تاہم یہ سخت تعجب ہے کہ کتب خانوں کے حالات میں آج تک کوئی کتاب بلکہ مضمون تک نہیں لکھا گیا۔ جغرافیہ کی کتابوں میں کسی شہر کا حال لکھتے ہیں تو ہر قسم کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہیں لیکن کتب خانوں کا نام نہیں آتا، یہی خیال ہے جس نے مجھ کو اس مضمون کے لکھنے پر آمادہ کیا، اگرچہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ عنوان کے لحاظ سے مضمون کو نہایت مفصل اور وسیع ہونا چاہئے تھا لیکن جن واقعات کو قلماء نے نظر انداز کر دیا ہو ان کے متعلق مشکل سے کچھ اجمالی حالات مل سکتے ہیں اور مفصل تو بالکل نہیں ملتے، اس لیے مجبوراً ہمارے ناظرین کو اسی پر قناعت کرنی چاہئے۔“ (۴۰۹)

عصر حاضر کے نامور فاضل مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدیر برہان دہلی کو اس زمانہ میں بھی اس امر کا اعتراف ہے وہ فرماتے ہیں۔

”ان کتب خانوں کا تذکرہ اگرچہ تاریخ و ادب کی کتابوں میں جتہ جتہ ملتا ہے لیکن اول تو جو کچھ بھی ہے وہ اس قدر کم ہے کہ اس سے اسلامی کتب خانوں کی تصویر کا مکمل خاکہ تیار نہیں ہوتا پھر وہ اس درجہ منتشر اور غیر مرتب ہے کہ اس کو یکجا کرنے کے لیے بڑی محنت و کاوش درکار ہے۔“ (۴۱۰)

انہی خیالات کا اظہار محمد زبیر صاحب نے بھی حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:

”بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ کتب خانوں کی تاریخ پر جو کتابیں یورپ اور امریکہ وغیرہ سے شائع ہوئی ہیں ان میں بھی اسلامی کتب خانوں کا ذکر بالکل سرسری طور پر کر دیا گیا ہے، مواد کی یہ کمیابی اتنی حوصلہ شکن اور محنت طلب ثابت ہوئی کہ اس موضوع کے ساتھ آج تک پورے انصاف نہ ہو سکا، اس پر متفرق مضامین تو لکھے گئے لیکن کتب خانوں کی مکمل تصویر کسی نے نہیں کھینچی۔“ (۴۱۱)



احمد خان لکھتے ہیں:

(۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں نے کتابیں نہ صرف لکھیں بلکہ جمع بھی کیں لیکن کتب خانوں اور کتاب داری کے بارے میں بہت کم لکھا ہے چنانچہ مواد کی قلت اور بعض گوشوں میں معلومات کے فقدان کے سبب اچھے اچھے محققین کا اس موضوع پر قلم اٹھانے میں پتہ پانی ہوتا ہے۔

(۲) اس میدان میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس قدر غیر مرتب اور اسلامی ادب کے وسیع سمندر میں یوں بکھرا پڑا ہے کہ اس کے نشان ہی مدھم پڑ گئے ہیں۔

(۳) دستیاب مواد میں بعض چیزوں کی جو توصیف (Description) دی گئی ہے وہ ایک تو غیر مظان میں ہے دوسرے اس قدر متضاد ہے کہ پڑھنے والے کی کوئی رہنمائی کرنے کی بجائے اسے مزید حیرت میں ڈال دیتی ہے کہ اس کی درست اور حقیقی صورت کیا تھی جس کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے۔

ان دقتوں اور دشواریوں کے باوصف علماء نے اس موضوع پر طبع آزمائی کی ہے ان میں سے چند کے سوا باقی سب نے اپنی تحریرات میں رطب و یابس بھر دیا ہے، سب سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ ایسا انٹ سنٹ اور غیر مستند لکھا ہے جسے پڑھنے کے بعد یہ معلومات دیو مالا نظر آتی ہے، زیر صاحب کی کتاب غیر مستند معلومات کا ملغوبہ ہے جس میں بغیر کسی ماخذ کے ایسی ایسی باتیں لکھی گئی ہیں جن کا وجود غیر ممکن سا ہے علاوہ برائیں بعض مقالات کتب خانوں سے متعلق معلومات دینے کے بجائے ذہن کو عجیب و غریب منحصرے میں ڈال دیتے ہیں (۳۳۱)۔ (۳۰۸) کورکیس عواد رقم طراز ہے ”قدیم ماخذ جن سے کتب خانوں کے حالات پر روشنی پڑتی ہے مفقود ہیں۔ ہماری دسترس میں جو ماخذ ہیں بیشتر کتب خانوں کے ذکر سے خالی ہیں۔ (۳۳۲)“

(۴۱۲)

ڈاکٹر محمد ماہر حمادہ کا بیان ہے ”بہت سے مسلمانوں اور مستشرقین نے اسلامی کتب خانوں اور ان کی اہمیت پر مختصر مقالات اور مضامین لکھے ہیں، ہمارے علم میں نہیں کہ کسی محقق نے خاص ان اسلامی کتب خانوں کی تاریخ ترقی اور یورپ پر ان کے اثرات پر کتاب لکھی ہو بعض معزز دوستوں نے بتایا کہ ڈاکٹر یوسف اللش سابق پرنسپل کلیہ شرعیہ، جامعہ دمشق نے اس موضوع پر کتاب لکھی تھی لیکن بد قسمتی سے مصنف کو اس کے متعلق آگاہی نہیں ہو سکی ہے بہر حال میں نے مختلف ماخذوں سے منتشر معلومات جمع کرنے اور انہیں ترتیب سے پیش کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ (۴۱۳) اسی لیے اولگا پشو اور پروفیسر آربری کے زیر نگرانی

تحقیق کرنے والے ڈاکٹر شلی بھی اس موضوع پر زیادہ نہیں لکھ سکے ہیں کورکیس عواد نے بڑی محنت سے پہلی مرتبہ ۱۵ شاہی، ۲۳ عوامی، ۸۶ انفرادی کتب خانوں اور گیارہ وزیروں کے کتب خانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ اسلامی کتب خانوں کی تاریخ میں سب سے بڑا تذکرہ ہے (۳۳۴)۔

(۳۱۲)

گذشتہ اوراق میں ہم نے عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی نشاندہی کے اسباب کے سلسلہ میں جن تین اسباب کی طرف اشارہ کیا ہے وہی وہ تین بنیادی اسباب ہیں جن کی وجہ سے عہدِ عباسی کے مورخین اور تذکرہ نگار کسی کتب خانہ کا ذکر کرتے ہیں اس لیے کتب خانوں کے متعلق معلومات اور اشارے غیر مظان میں ضمناً ملتے ہیں اور ہمیں منتشر معلومات کو یکجا کرنے کے لیے ہر قسم کے نہایت وسیع اسلامی ادب کا بہت غور و خوض سے مطالعہ کرنا پڑا اور تجسس و جستجو سے جو گوہر ہائے نایاب ہاتھ آئے ہیں انہی سے یہ مرقع آراستہ کیا جاسکا ہے۔

عصر حاضر کے اربابِ فکر و نظر کے بیان کے مطابق مسلمان مورخین و تذکرہ نگاروں نے کتب خانوں کا ذکر نہیں کیا اس بناء پر اس دور کے تذکرہ نگاروں کو یہ شکایت ہے کہ اس موضوع کو قدام اور مورخین نے نظر انداز کر دیا ہے اس لیے کتب خانوں کی صحیح تصویر پیش نہیں کی جاسکتی درست نہیں۔

فقہاء نے عبارت و کلام کو سمجھنے کے لیے اور کلام سے مسائل کے استخراج کے لیے جو وجوہ دلالت پیش نظر رکھنے کی ہدایت کی ہے ان کی روشنی میں یہ کہنا کہ مورخین نے کتب خانوں کی تاریخ پر روشنی ڈالنے سے پہلو تہی کی ہے یا اس موضوع سے متعلق مواد پیش کرنے میں چشم پوشی اور کوتاہی کی ہے صحیح نہیں، اس لیے کہ وہ کتب خانہ کا ذکر کبھی دلالت النص، کبھی عبارت النص، کبھی اشارہ النص اور کبھی اقتضاء النص (۳۱۳) سے کر جاتے ہیں جس سے کتب خانہ کی نشاندہی نہیں ہوتی بلکہ اس کی نوعیت کیفیت اور کیت کی طرف بھی ہلکا سا اشارہ ہو جاتا ہے۔ مسلمان مورخین اور تذکرہ نگار بیشتر فقہ تھے اس لیے وہ ایسی مختصر اور معنی خیز عبارت لکھتے ہیں جس سے ان امور کی طرف رہنمائی ہو جاتی ہے اور کتب خانوں کا سراغ مل جاتا ہے۔ عہدِ عباسی میں مورخین و تذکرہ نگار بیشتر علماء و فقہا تھے انہوں نے انہی قیہانہ اصول کے پیش نظر تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں تہذیبی و ثقافتی پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کیا۔ انہوں نے علماء فقہاء، محدثین، متکلمین، بدوسین، اطباء، حکماء، فلاسفہ آئمہ لغت و نحو، مورخین، مصنفین، خطاطان وغیرہ کا تذکرہ کیا، ان کی اہم تصانیف کی نشاندہی کی، ثقافتی اداروں، کتب خانوں، درسگاہوں، علمی مراکز، مدارس دارالقرآن، دارالسنہ، دارالحدیث، مساجد، معابد، رباطات، شفاخانوں کی تاسیس



تعمیر کی تاریخ ان کی خوبصورتی پائیداری و وسعت کو بیان کیا۔  
اہل علم و ارباب فن کی علمی سیرت کو نمایاں کیا، مشہور علماء کے اساتذہ، تلامذہ کو نام بہ نام گنایا، علوم و فنون میں ان کی مہارت و بصیرت اور تفوق و امتیاز کی طرف اشارہ کیا، ان کی تصانیف پر تبصرہ کیا مثلاً لکھا کہ ان کی تالیفات (۱) مفید ہیں (۲) کثیر ہیں (۳) پختہ ہیں (۴) مشہور ہیں۔

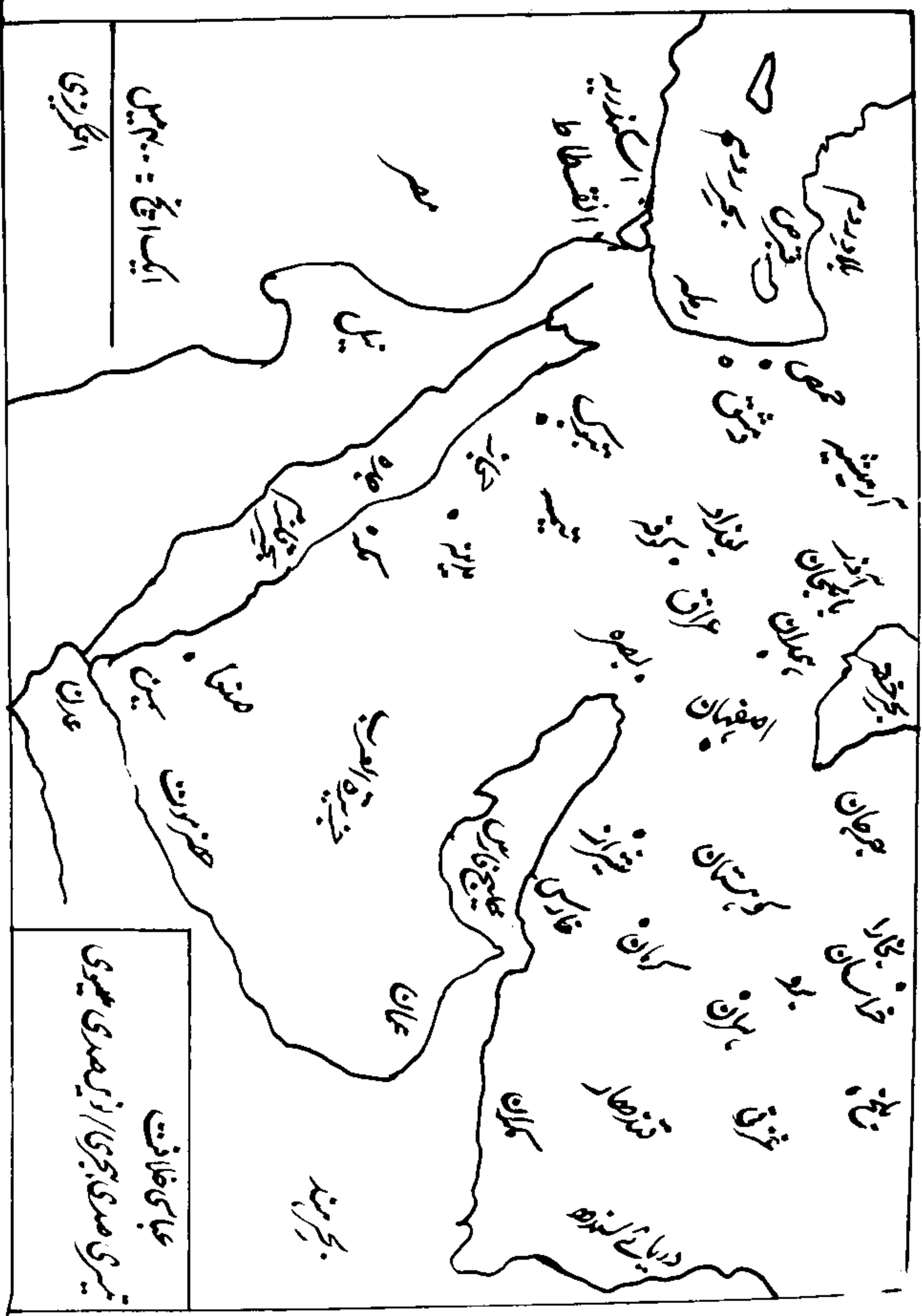
گاہ بگاہ ان کی تالیفات کی فہرست پیش کی، کبھی کسی جلیل القدر عالم کے حالات میں کسی نے کوئی کتاب لکھی اس کو بتایا، خلفاء و وزراء امراء کی معارف پروری و علوم کی سرپرستی کا تذکرہ کیا۔ اہل ثروت و شائقین علم و فن نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت اور کتب خانہ سازی میں جس سرگرمی کا مظاہرہ کیا اس کی طرف رہنمائی کی۔ بعض اوقات کتب خانوں کے شاندار افتتاح کی کیفیت کو زینت کتاب کیا۔ اس میں کام کرنے والوں کے حالات بیان کئے، وقف کردہ کتب خانوں کی حیثیت کو نمایاں کیا کہ یہ ائمہ فن کی لکھی ہوئی تھیں یا مصنفین کے ذاتی نسخے تھے یا یہ کتابیں فلاں عالم کے کتب خانہ کی زینت تھیں وہاں سے یہاں پہنچی تھیں، یا فلاں عالم نے ان کو وقف کیا تھا یا فلاں کتب خانے میں ابن مقلہ، ابن ابیوب اور دیگر نامور خطاط کی نقل کی ہوئی کتابیں جمع کی گئی تھیں، یا فلاں عالم کتابیں نقل کر کے گزر بسر کرتا تھا، اس کا خط اور نقل ضرب المثل تھی۔

یہ عمدہ عباسی کے کتب خانوں اور ثقافتی اداروں کی تاریخ کے وہ اہم ثقافتی پہلو ہیں جنہیں مورخین نے مذکورہ بالا طریقوں سے بیان کیا ہے۔ ان پہلوؤں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے زبانِ قلم پر وہ باتیں آ جاتی ہیں جن کا ذکر شبلی سے لے کر ڈاکٹر محمد ماہر حمادہ تک کر چکے ہیں۔ مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ تذکرہ کی کم و بیش ہر کتاب میں قدامت نے کتب اور کتب خانوں سے اعتناء کیا ہے۔

## عباسی دور خلافت

عباسی دور خلافت کی ابتداء ۱۳۲ھ / ۷۵۰ء میں ابوالعباس عبداللہ السراح سے ہوئی۔ تیسری صدی ہجری یا نویں صدی عیسوی میں عباسی خلفاء کا اقتدار اپنے عروج پر رہا۔ اس دور کا ایک نقشہ جس سے اس کی وسعتوں کا اندازہ ہوگا۔  
صفحہ مقابل پر پیش کیا جاتا ہے۔

## عباسی خلافت





## (و) وسعت اور طریق کار

اس تحقیقی مقالہ کا عنوان ”اسلامی کتب خانے“ ہیں لیکن اس کا دائرہ تحقیق عہدِ عباسی پر محیط ہے جو دوسری صدی ہجری ۱۳۲/۷۵۰ء سے ساتویں صدی ہجری ۶۵۵/۱۲۵۸ء تک وسیع ہے۔ اس لحاظ سے یہ مقالہ شاہانِ عباسی کے پانچ سو سالہ شاندار علمی و تمدنی دور کے کتب خانوں کا مرقع ہے۔

اس مقالہ میں بحث کا مرکز خلفاء بغداد اور ان سے الحاق رکھنے والے فرمانرواؤں کے کتب خانے ہیں، لیکن عباسی ممالک کے علاوہ دوسری خود مختار ریاستوں اور مملکتوں کے سلاطین جو خلفاء بغداد سے ہمسری کا دعویٰ کرتے اور انہیں خلیفہ نہیں مانتے تھے۔ جیسے مشرق میں دیالمہ فارس، فاطمین مصر، شام میں بنی بویہ و بنی عمار مغرب (اندلس) میں اموی خلفاء، ان کے کتب خانوں کا بھی ضمناً تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ کتب خانہ سازی کے سلسلہ میں خلفاء بغداد کی عالمگیر تحریک کے اثرات کا صحیح اندازہ کیا جاسکے اور ان کے دور میں مصر، شام و اندلس وغیرہ کے طویل و عریض علاقہ کے اسلامی کتب خانوں میں جو ترقیاں ہوئی ہیں ان کی تصویر بھی نگاہوں سے اوجھل نہ رہے اور یہ حقیقت عیاں ہو جائے کہ ان کی علمی و ثقافتی ترقی انہی خلفاء بغداد کی ہمسری و پیروی کا نتیجہ تھی۔

اس تحقیقی مقالہ کے سلسلہ میں ہم نے عہدِ عباسی کی مستند کتب تواریخ و جغرافیہ، طبقات، انساب، تذکرہ، ادب و محاضرات وغیرہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، پھر شب و روز کے غور و فکر کے بعد شناخت کتب خانہ کے اصول و وضع کئے (جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے) ان اصول کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کتابوں، رسالوں، فلموں اور فوٹو اسٹیٹ کا پیوں سے جو کچھ مواد مل سکا، اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا اور ان اصول کی روشنی میں عہدِ عباسی کے کتب خانوں کی تعیین کی گئی۔ اصحابِ کتب خانہ کے متعلق معلومات میں ان کے معاصرین کے بیانات کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی اور اس دور کے مستند مورخین کے بیانات اور روشنی میں ذخائر کی نوعیت، کیفیت و کیت کو نمایاں کیا گیا، اسلامی کتب خانوں کے متعلق عہدِ عباسی کی تخلیقات میں اگر صاحبِ کتب خانہ کے متعلق معلومات زیادہ نہ مل سکیں تو پھر بعد کے ایسے نامور مورخین کی آراء کو پیش کیا ہے جن کے پیش نظر عہدِ عباسی کا علمی سرمایہ رہا ہے اور ان کی علمی بصیرت و مہارت فن پر اربابِ سیر کا اتفاق ہے۔ چنانچہ ابن خلدون، ابن کثیر، ذہبی،

ابن حجر، سخاوی اور سیوطی وغیرہ کے حوالے اس سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ متاخرین علماء اربابِ تذکرہ اور عصرِ حاضر کے مستشرقین میں سے کسی نے مفید معلومات پیش کی ہیں تو انہیں بھی حسبِ موقع و محل اس مقالہ کی زینت بنایا ہے تاکہ اسلامی کتب خانوں کی صحیح و مکمل تصویر پیش کی جاسکے۔ چنانچہ شبلی، شلبی، حمادہ، عواد، دانش پڑوہ، اولگا پٹو، سارٹن، ہٹی، جوزف ہیل، آدم مز، وان کرہ وغیرہ کے حوالے اس سلسلہ کی دوسری اہم کڑی ہیں۔

اصحابِ کتب خانہ کے فنون کی تخصیص بھی اپنی طرف سے نہیں کی ہے بلکہ اربابِ تذکرہ نے جس نوع کی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا اور ان کے کمالات کو نمایاں کیا ہے انہی اوصاف کے مطابق وصفِ غالب کے اعتبار سے ان کے زمرہ میں انہیں داخل کیا ہے چنانچہ قراء، مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین وغیرہ کی تعیین و تخصیص اسی انداز پر کی گئی ہے۔

اس مقالہ کی تیاری میں چھ سو سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا اور تین ہزار سے زیادہ حوالے مذکور ہیں، پانچ سو انسٹھ کتابوں میں سے پانچ سو سے زیادہ کتابیں عربی کی ہیں اور سو کتابیں اردو، انگریزی، ترکی اور فارسی کی ہیں۔ رسالے ان کے علاوہ ہیں، عربی کی کتابوں میں زیادہ تر عہدِ عباسی کی تالیفات ہیں جن میں شاذ و نادر ہی اشاریہ ہوتا ہے۔ گیارہویں باب کے اختتام پر ماخذوں کی جو فہرست دی گئی ہے اس میں مصنف کا سال ولادت و سال وفات بھی دیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے انہیں بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

”تمہید و تعارف“ میں شاہانِ عباسی کا دور حکومت بین القوسین نقل کیا گیا ہے لیکن باب سوم، چہارم و پنجم میں کتب خانوں کے تذکرے میں حسبِ دستور خلفاء بغداد، دیگر سلاطین، وزراء، امراء، حکام اور اربابِ کمال کا سن ولادت و وفات قوسین میں دیا گیا ہے اور اصحابِ کتب خانہ کو صدی وار حروفِ تہجی کی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ ایک صدی میں تقدم زمانی کے بجائے حروفِ تہجی کی پابندی کی گئی ہے۔ اس لئے فقہاء کے کتب خانوں میں امام مالک کا تذکرہ پہلے کیا گیا اور امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا ذکر بعد میں آیا ہے۔

اس دور میں صاحبِ کتب خانہ کے ذخائر کتب کے تنوع کے اظہار کا واحد ذریعہ اس کے علمی اوصاف اور نسبتوں کا تذکرہ ہے۔ انہی اوصاف کی روشنی میں ان کے ذخائر کی تعیین ہو سکتی ہے اور ذخائر کی نوعیت و کیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اس لئے ہر صاحبِ کتب خانہ کے تذکرہ میں اس کے علمی اوصاف کو سب سے پہلے بیان کیا گیا ہے خصوصی و فنی کتب خانوں کے شرعی علوم کی اس ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے جو عہدِ عباسی میں متداول رہی ہے۔



پاکستان جس ملک میں ہم آباد ہیں، اس کی سرکاری و قومی زبان اردو ہے۔ یہاں کی کثرتِ اردو بولتی اوز اردو سمجھتی ہے۔ اس زبان کے ادب میں اسلامی کتب خانوں پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا ہے اور نہ ان تمام ذرائع پر جن تک ہماری رسائی ہوئی ہے کسی نے پہنچنے کی کوئی کوشش کی ہے نہ کراچی یونیورسٹی کے علاوہ پاکستان کی کسی یونیورسٹی اور تحقیقی اداروں میں اس موضوع کو تحقیق کے لئے قابلِ توجہ سمجھا گیا، اس بے اعتنائی پر مجھے جتنا افسوس ہے۔ اتنا ہی اپنی خوش قسمتی پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اس اہم موضوع پر کام کرنے کی ہدایت و توفیق دی اس لئے اس تحقیقی مقالہ کو اپنی قومی زبان میں ترتیب دیا گیا ہے تاکہ علم کتاب داری کے ادب میں ایک مفید اضافہ ہو سکے اور آئندہ تحقیق کرنے والوں کے لئے یہ ایک سنگِ میل ثابت ہو۔

عبدِ عباسی میں کتب خانوں کی کثرت، تنوع و شہرت اور شاندار روایات جن کا تذکرہ نمید کے زیرِ عنوان کیا گیا ہے دراصل فروغِ علم کا ثمرہ تھا، اس لئے آئندہ باب میں فروغِ علم و کتب خانوں کے ارتقاء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس مقالہ میں بعض اوقات ایک ہی واقعہ سے مختلف نتائج اخذ کئے گئے ہیں کیونکہ بسا اوقات ایک ہی واقعہ مختلف پہلوؤں کا جامع ہوتا ہے اس سے نتائج بھی گونا گوں اخذ کئے جاتے ہیں، بادی النظر میں اس پر تکرار کا خیال گزرتا ہے حالانکہ یہ تکرار نہیں افادہٴ حدیدہ ہے۔

حوالوں کے سلسلے میں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جس کا تذکرہ آیا ہے اس کا تذکرہ، رقم نمبر بریکٹ میں دیا گیا ہے۔ بعض جگہ ناظرین کی سہولت کے پیش نظر ایسے تذکروں کے سلسلے میں مزید حوالوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

## فہرست ماخذ

- (۱) محمد ابن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ، الفرق الحکمیہ والسیاستہ الشرعیہ تحقیق محمد جمیل غازیہ القاہرہ مطبعہ المبدئی، ۱۳۷۷ھ ص ۲۰۳
- (۲) محمد بن ادریس الشافعی، کتاب الام القاہرہ، مکتبہ کلیات الازہریہ، ۱۳۵۱ھ، ص ۲۶۳
- (۳) بدران ابو العینین بدران، الشرح الاسلامیہ تاریخاً ونظریۃ الملکیہ والعقائد الاسکندریہ، موسسہ نشاۃ الجامعہ (ب ت ص ۲۸-۲۹)
- (۴) عبدالرحمن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون (المقدمہ) الطبع سالتشہ (بیروت دارالکتاب البعثانی، ۱۹۵۶ء) ج ۱، ص ۷۵۲
- (۵) علی عبدالرحمن "کنوز العلم فی ام القری" الکتاب شمارہ ۲ (۱۹۶۸ء) ص ۲۲
- (۶) حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن عقبہ، بار چہارم (حیدر آباد دکن، مکتبہ نشاۃ ثانیہ، ۱۳۷۸ھ ص ۱۹)
- (۷) علی بن احمد السہودی، وفاء الوفاء باخبار دارا لمصطفیٰ تحقیق محمد محی الدین عبدالرحمن (مصر، مطبعہ السعادہ، ۱۳۷۴ھ) ج ۱، ص ۱۵ (لہ) خلاصتہ الوفاء باخبار دارا لمصطفیٰ (المطبعہ المیریۃ، ۱۳۱۶ھ) ص ۶ محمد عبدالحکیم چشتی مطبعہ السعادہ عمد رسالت علی بن ابی طالب
- دور اموی تک اسلامی کتب خانوں کا ارتقاء مقالہ بغرض جزوی تکمیل برائے ایم اے شعبہ لائبریری سائنس جامعہ کراچی، ۱۹۷۰ء ص ۱
- (۸) ابن خلدون، ج ۱، ص ۷۸۳-۷۸۵، چشتی، ص ۲
- (۹) ایضاً
- (۱۰) علی بن احمد ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام تحقیق احمد محمد شاکر (مصر مطبعہ السعادہ، ۱۳۳۷ھ) ج ۵، ص ۱۰۲
- (۱۱) شمس الدین محمد بن احمد الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ط: ۳ (حیدر آباد الدکن، الہند، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۹۵۶ء) ج ۱، ص ۷۰، چشتی، ص ۲۰۳
- (۱۲) ایضاً، ج ۱، ص ۱۰۲-۱۰۷
- (۱۳) چشتی، ص ۲۳-۲۴، ۲۹، ۸۹، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۲

(۱۴) احمد بن علی الخلیب البغدادی، تقیید العلم تحقیق یوسف اللش (دمشق، المحدث الفرسی، ۱۹۳۹ء) ص ۱۱۰

(۱۵) ابن حزم، اسماء الصحابة الرواة وما لكل واحد من العدد ص ۲۷۵-۲۷۶ (وله) الرسائل الثالثه اصحاب (الفتیاء من الصحابة ومن بعدهم علی مراتبهم فی کثرة الفتیاء ص ۳۱۹) یہ رسائل جوامع السیرة و خمس رسائل اخرى تحقیق احسان عباس، ناصر الدین الاسد، مصر دار المعارف، ب ت کے ساتھ شائع کئے گئے ہیں۔

(۱۶) احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، تهذیب التهذیب مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۶ھ، ج ۹ ص ۲۲۹

یوسف المزنی، تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، دمشق دار المامون التراث ب ت ج ۳ ص ۱۲۷

(۱۷) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۱، ابن خلدون المقدمہ ص ۲۸۰

(۱۸) ابن حجر، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البالی الحلیمہ، ۱۳۷۸ھ ج ۱۰ ص ۳۸۸، محمود العینی، عمدة القاری، القاہرہ، ادارۃ البعاثۃ المنیریہ، ب ت ج ۲۰ ص ۱۶-۱۷، قاسم بن سلام الروی، غریب الحدیث حیدر آباد دکن، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۹۶۷ء ج ۳ ص ۱۵۶، محمد طاہر القسینی، مجمع بحار الانوار لکھنؤ نو ککثور، ۱۲۸۳ھ، ج ۳ ص ۲۵۰-۲۵۱

(۱۹) ابن حجر، فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۷-۲۱۸

(۲۰) ایضاً

(۲۱) محمد ابن سعد، الطبقات الکبیر لیدن مطبعہ بریل ۱۳۲۵ھ، ج ۵ ص ۲۱۶

(۲۲) عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی، تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص تحقیق محمد الصباغ بیروت المکتب الاسلامی، ۱۳۹۳ھ، ص ۱۶۷

(۲۳) ابن عبد ربہ الاندلسی، العقد الفرید تحقیق احمد امین، احمد الدین، ابراہیم الابیاری، القاہرہ لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر، ۱۳۷۲ھ، ج ۳ ص ۲۱۵-۲۱۶، ابن خلدون ص ۱۰۲۲-۱۰۲۳

(۲۴) ”استجبوا ان یؤخذ عنکم حفظاً کما اخذوا حفظاً“ ابن حجر، فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۸ (انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ ان سے علم حفظاً حاصل کیا جائے جس طرح انہوں نے حفظاً حاصل کیا تھا۔)

(۲۵) Haralad and Margaret Sprout, Foundations of National Power, 2nd Edn. (New York)

D. Van Nastand Co., 1952). pp 43-50

*Ibid* p. 111-138 ..... Hans J. Morgenthau, Policits Among

Nations the Struggle for Power and Peace, 5ed.

(New York, Alfred A. Knope, Inc, 1964) pp. 112-128

(۲۶) مودودی 'ابوالاعلیٰ' علمی تحقیقات کیوں اور کس طرح، کراچی ادارہ معارف اسلامی  
ب ت ص ۴-۵۔

(۲۷) معین الدین احمد ندوی 'تاریخ اسلام' بار دوم (اعظم گڑھ 'معارف پریس' ۱۹۳۹ء)  
۲ ص ۲۔

(۲۸) گستاوی بان 'تمدن عرب' مترجمہ سید علی بلگرامی، (آگرہ 'مطبع مفید عام' ۱۸۹۸ء) ص  
۳۹۹-۳۰۱، ۳۳۲-۳۳۵۔

Philip K. Hitti, History of the Arabs, 5th ed.

rev. (London, Mecomillan • Co., 1953) p. 410.

(۲۹) احمد بن القاسم ابن۔ ابی اصیغہ 'عیون الانباء فی طبقات الاطباء' (بیروت 'دار الفکر'  
۱۳۷۷ھ) ج ۲ ص ۱۳۳۔

(۳۰) الخلیب، تنقید العلم ص ۱۱۰۔

(۳۱) الحسن بن عبدالرحمن الرازمزی، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، تحقیق محمد

عجاج الخلیب، (بیروت 'دار الفکر' ۱۳۹۱ھ) ص ۶۱۱-۶۱۶۔۔۔ الذہبی، ج ۱ ص ۹۱۔

عبدالرحمن بن ابی بکر، السیوطی، 'تاریخ الخلفاء'، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید (کراچی)

نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، ۱۳۹۷ھ) ص ۲۶۱۔۔۔ یوسف ابن تغری بردی، النجوم

الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة، (القاهرة 'مطبع دارالکتب المصریہ' ۱۳۳۸ھ) ج ۱ ص

۳۵۱۔

(۳۲) ابن حجر، توالی التاسیس معالی ابن ادریس، 'مصر' المطبعہ المیریہ، ۱۳۰۱ھ، ص ۷۲۔

ياقوت بن عبد الله الروي 'ارشاد الارباب الى معرفة الارباب المعروف بمجموع الادباء  
لو طبعت الادباء' (ج ٦ ص ٣٦٨)

محمد بن يحيى الصولي 'اخبار الراضى بالله والمستقى لله' (القاهرة 'بع ج' بيروت ون  
(١٩٣٥) ص ٣٩ - كور كيس عواد 'خزان الكتب القديمة في العراق منذ اقدم العصور  
حتى سنة ١٠٠٠ للهجرة' (بغداد 'مطبعه المعارف' ١٩٣٨) ص ٥٦

احمد الشير بلبن عثمان 'وفيات للاعيان وانباء ابناء الزمان' (مصر 'المطبعه الميمية' ١٩٣٥)  
ج ١ ص ٦٠-٦١

ابو سعد عبدالكريم بن محمد السمطلي 'كتب الانساب' (بيروت 'بيروت' ١٩٣٣)  
ورق ٥٣٣ - عز الدين علي ابن الاشم 'اللباب في تنزيب الانساب' (بغداد 'مكتبة  
المشني' ب' ت) ج ٣ ص ٣٦١

عبد الخافر بن اسماعيل انقار 'السياق' (The Histories of Nishapur  
تحقيق Richard N. Frye (Manton • Co. , 1965) Hague,  
ورق ٤١٥ اب' و نشر مع المنتخب من كتب السياق لعبد الخافر انقار  
لابراهيم بن محمد الصيريتيني المتوفى بعد ٦٣٢ هـ -

عمرو بن بحر الجاحظ 'حياة الحيوان' تحقيق عبدالسلام محمد هارون مصر 'مطبعه مصطفى البيل  
الجلبي' ١٩٥٦) ج ١ ص ٦٠ و ٦١ -

ياقوت 'مجموع البلدان' (بيروت دار صادر للطباعة والنشر ١٩٤٣) ج ٥ ص ١٣٣ -

ابن الاشم 'الكمال في التاريخ' (بيروت 'دار صادر للطباعة والنشر' ١٩٣٨٥) ج ١٠ ص  
١٨٣

ابن عثمان 'ج ١ ص ٣٣ - لبنان' ص ٣٩ و ٣٩٩ - آدم مز (Adam Mez)  
Die Renaissance des Islams الحضارة الاسلاميه في القرن  
الرابع الهجري ترجمه محمد عبدالملوي البوريه (ط: ٢) (القاهرة 'مطبعه لجنة التايف  
والترجمه والنشر' ١٩٣٦) ج ١ ص ٢٢٣ -

محمد بن سعيد ابن الدمشي 'المختصر المحتاج من تاريخ الخلفاء الى عبدالله ابن الدمشي انتقاء  
محمد الذهبي' تحقيق مصطفى جواد (بغداد 'مطبعه المعارف' ١٩٣٤) ج ١ ص ١٨٠ -  
ابن عثمان 'ج ١ ص ٤٣ - لبنان' ص ٣٩ - مز 'ج ١ ص ٢٢٣ -

- (۴۴) الجاحظ، الحيوان - ج ۱، ص ۶۱-۶۲، محمد بن علي ابن مقلتي النخعي في الاداب السلاطین والدول الاسلاميه (بيروت، دار صادر، ۱۳۸۰ھ) ص ۷۶-۷۷۔
- (۴۵) الصولي، ص ۳۹-۴۰۔
- (۴۶) احمد بن محمد المقرئ، نفع اليب من فحن الاندلس الرطيب، تحقيق محمد محي الدين عبد الحميد (بيروت، دار الكتاب العربي، ۱۳۶۹ھ) ج ۲، ص ۱۰ و ۱۱۔
- (۴۷) علي بن منصور الحلبي المعروف بابن القارح، رساله ابن القارح، تحقيق عائشه عبدالرحمن بنت الشاطي ط ۶، (القاهره، دار المعارف، ۱۳۹۷ھ) ص ۶۳، به رساله الغفران لابي العلا المعري کے ساتھ شائع کیا گیا۔ رساله الغفران ص ۲۸ و ابو اليب عبدالواحد بن علي اللغوي مراتب النخوين، تحقيق محمد ابو الفضل ابراهيم، (القاهره مکتبه نعت مصر، ۱۳۷۵ھ) مقدمتہ المحقق ص ۱۵۔
- (۴۸) يوسف بن قزاد و علي سبط ابن الجوزي، مرآة الزمان في تاريخ الاعيان (حيدر آباد الدکن، مطبعہ مجلس دائرہ المعارف العثمانية، ۱۳۷۰ھ) ص ۲۶۲۔۔۔ عماد عبدالسلام رؤف العطار، مدارس بغداد في العصر العباسي، (بغداد، مطبعہ دار البصرى، ۱۳۸۶ھ) ص ۱۶۷۔
- (۴۹) ياقوت، ج ۶، ص ۲۲۔۔۔ محمد راغب البياخ، اعلام النبلاء بتاريخ حلب الشهباء، (طبعہ المطبعہ العلميه، ۱۳۲۳ھ) ج ۴، ص ۲۶۷۔
- (۵۰) عبدالقادر بن محمد القرشي، الجواهر المضية في طبقات الحنفية، كراچي، مير محمد، ب ت ج، ص ۳۵۔
- (۵۱) محمد بن احمد المقدسي، احسن التقاسيم في معرفتہ الاقاليم (ليدن، مطبعہ بريل، ۱۹۰۶ء) ص ۲۱۳۔۔۔ مز، ج ۱، ص ۲۲۹۔
- (۵۲) ياقوت، ج ۲، ص ۲۲۰۔
- (۵۳) Encyclopaedia britannica, edn. 1968 Chicago, (Encyclopaedia Britannica Ltd. , 1968) Vol. 14 p. 7.
- (۵۴) عبد الملك الشاذلي، فقه اللغة و سرائير العربية، تحقيق مصطفى السقا وغيره ط: ۲ (مصر، مطبعہ البابي الحلبي، ۱۳۷۳ھ) ص ۱۶۹۔
- (۵۵) السمعاني، ورق ۲۷۶۔۔۔ ابن الاثير، اللباب، ج ۲، ص ۷۱۔

- (۵۶) ایضاً ج ۱ ص ۲۲۳۔
- (۵۷) ابن الندیم، الفهرست المطبعہ الرحمانیہ مصر ۱۳۲۸ھ ص ۸۴
- (۵۸) ایضاً ص ۱۶۹۔
- (۵۹) علی بن یوسف القفلی، انباہ الرواة علی انباہ النخاة، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، (القاہرہ، مطبعہ دارالکتب المصریۃ، ۱۳۲۹ھ) ج ۱ ص ۵۰۔
- (۶۱) ایضاً ابوالعلاء المعری، سقط الزند (بیروت، دار صادر للطباعة والنشر، ۱۳۷۶ھ) ص ۱۷۶۔ طہ حسین، تجدید ذکری ابی العلاء، ط ۶، (القاہرہ، دارالمعارف، ۱۹۶۳ء) ص ۱۴۱۔
- (۶۲) عواد، ص ۱۴۱۔
- (۶۳، ۶۴) المعری، رسائل ابی العلاء المعری، تحقیق مرجیولیتہ (D.S. Margalouth) (آکسفورڈ کلیرنٹن پریس، ۱۸۹۸ء) ص ۳۴، تعریف القداماء بابی العلاء، مرجولیت، القاہرہ، دارالکتب المصریۃ، ۱۳۶۳ھ ص ۹۲، ۵۱۶، ۲۲۳، ۵۱۴، ۵۳۷، ۵۳۵۔
- (۶۵) الخلیب، تاریخ بغداد او مدینہ السلام (مصر، مطبعہ السعادیۃ، ۱۳۲۹ھ) ج ۶ ص ۳۲۔
- (۶۶) ایضاً ص ۳۳۔
- (۶۷) یاقوت، ج ۵ ص ۸۳۔
- (۶۸) صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی، الوافی بالوفیات، تحقیق احسان عباس (تیسبادن، دارالنشر فرزندشتایز، ۱۹۸۱ء) ج ۱ ص ۱۵۱۔
- (۶۹) الخلیب، ص ۳۲۔
- (۷۰) ایضاً ج ۳ ص ۱۲۳۔۔۔۔۔ عبدالرحمن ابن الجوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، (حیدرآباد الدکن، مطبعہ دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۳۵۷ھ) ص ۱۱۷ تا ۱۱۸، ابن کثیر، البدایۃ والنہایہ (مصر، مطبعہ السعادیۃ، ۱۳۵۸ھ) ج ۱۱ ص ۳۱۴۔
- (۷۱) یاقوت، ج ۳ ص ۱۷۲۔
- (۷۲) القرشی ج ۱ ص ۴، عبدالحی فرنگی محلی، مقدمتہ الہدایہ، مطبع مصطفائی، ۱۳۰۱ھ ص ۲۔
- (۷۳) ابن الجوزی، ج ۷ ص ۱۷۲۔۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۱ ص ۳۱۴۔۔۔۔۔ ابن الاثیر، ج ۹ ص ۱۰۱۔
- (۷۴) عماد الدین محمد الاصفہانی، خریدۃ القصر و جریدہ العصر، تحقیق محمد بسجہ الاثری (بغداد، مطبعہ الجمع العلمی العراق، ۱۳۷۵ھ) ج ۱ ص ۳۰، (مقدمہ) وق ۲ ص ۱۶۷۔
- (۷۵) زکریا القزوی، آثار البلاد واخبار العباد (بیروت، دار صادر للطباعة والنشر، ۱۳۸۰ھ) ص ۳۸۷۔



- (۷۶) الخليل، ج ۶، ص ۳۳۔
- (۷۷) ياقوت، ج ۶، ص ۳۹۳-۳۹۴، ابراهيم بن علي القيرواني، زهر الاداب و ثمره الالباب تحقيق زكي مبارك القاهرة المكتبة التجارية الكبرى ۱۹۲۹ء ج ۲، ص ۱۳۵۔
- (۷۸) عبدالكريم اشهر ستاني، نماية الاقدام في علم الكلام تحقيق الفرد جيوم، بغداد، مكتبة المشي ب ت، ص ۳، احمد عبد الحكيم ابن تيمية، اخراني، نقض المنطق تحقيق محمد بن عبدالرزاق حمزه، سليمان بن عبدالرحمن الاصبغ القاهرة مطبعة الستة المهدية ۱۳۷۶ھ ص ۶۱-۶۲۔
- (۷۹) السبكي، طبقات الشافعية الكبرى، مصر، (المطبعة الحسينية)، ج ۵، ص ۱۶۶۔
- (۸۰) ابن الاثير، ج ۱۲، ص ۲۲۳۔
- (۸۱) سبط ابن الجوزي، ص ۲۲۲-۲۲۸، ۲۵۲، ۲۵۳۔
- (۸۲) ايضاً، ج ۸، ص ۲، ص ۶۳۷۔
- (۸۳) ابن النديم، ص ۳۲۰، ۳۹۳، ۵۰۰۔
- (۸۴) الذهبي، ترجمه الامام احمد من تاريخ الاسلام، تحقيق احمد محمد شاكر (القاهرة، دار المعارف للطباعة والنشر، ۱۳۶۵ھ) ص ۸۲۔
- (۸۵) ابن النديم ص ۶۱۔
- (۸۶) عبدالله بن محمد ابن الفرضي، تاريخ العلماء والرواة للعلم بالاندلس تحقيق عزت العطار الحسيني (القاهرة، مكتبة الخانجي، ۱۳۷۲ھ) ج ۱، ص ۳۰۰۔
- (۸۷) ياقوت، ج ۵، ص ۴۶۷۔
- (۸۸) ياقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۱۱۳۔
- (۸۹) ابن خلدون، ج ۳، ص ۳۱۷۔
- (۹۰) المقرئ، ج ۲، ص ۹۔
- (۹۱) الجاخط، "رسالة في مدح الكتب والحث على جمعها" تحقيق ابراهيم السامرائي، مجلة المجمع العلمي العراقي، ج ۸، (۱۳۸۰ھ) ص ۲۲۰ ابن عبدربه الاثاري، ج ۲، ص ۲۱۰۔
- (۹۲) المقرئ احمد بن علي، كتاب المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والاثار المعروف بالخطط المقرئيه (القاهرة، دار الطباعة لمصرية بولاق، ۱۲۷۰ھ) ج ۲، ص ۱۰۲۔
- (۹۳) الذهبي ج ۳، ص ۱۰۳۵۔۔۔ المقرئ، ج ۲، ص ۱۱۰۔
- (۹۴) شبلي "اسلامى كتب خانة" مقالات شبلي (اعظم كره، مطبع معارف، ۱۳۷۱ھ) (تاريخي)

نصف دوم) ج ۶، ص ۶۷۔

Ruth Stelhorn Mackensen, "Four Gread Libraries of Medieval Baghdad," Library Quarterly, Vol. 11, (1932) (۹۵)

Olga Pinto, "The Libraries of the Arabs during the time of Abbasiedes" Pakistan Library Review. (March and June, 1959), Vol. 11, No. 1-2, p 45. (۹۶)

ابن الندیم، ص ۷۵-۷۶۔ (۹۷)

ابن ابی اصیہ، ج ۳، ص ۳۸۶-۳۸۷۔ (۹۸)

الجاحظ، کتاب الحيوان، ج ۱، ص ۶۰۔ (۹۹)

القفلی، ج ۲، ص ۳۵۱۔۔۔ یا قوت، ج ۶، ص ۸۵ و ۸۶۔ (۱۰۰)

ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی، ذکر اخبار اصہبان (لیدن، مطبعہ بریل ۱۹۳۳ء) ج ۲، ص ۳۶۔ (۱۰۱)

الخطیب، ج ۹، ص ۳۲۳۔ (۱۰۲)

ابن عبد ربہ، ج ۲، ص ۲۰۸۔ (۱۰۳)

بدیع الزمان احمد بن الحسین الہمدانی، الرسائل، ط ۲، مصر مطبعہ ہندیہ، ۱۳۳۶ھ) ص ۳۲۰۔ (۱۰۴)

الخطیب، ج ۱۳، ص ۲۸۱۔۔۔۔ ابن الجوزی، ج ۵، ص ۲۳۔ (۱۰۵)

یعقوب بن شیبہ، مسند امیر المومنین عمر بن الخطاب، (بیروت المطبعہ الامیریکانیہ، ۱۳۵۹ھ) ص ۱۲ و ۱۳ و ۱۸۔ (۱۰۶)

ایضاً، ج ۳، ص ۱۳۶۔۔۔ الذہبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، تحقیق علی محمد الجاوی، (مصر، مئسی البابلی الحلبي، ۱۳۸۲ھ) ج ۳، ص ۶۷۲۔ (۱۰۷)

الصفدی، ج ۴، ص ۲۳۶۔ (۱۰۸)

الخطیب ج ۴، ص ۱۵۰، عبدالقادر التمشی، البعثات السنیہ فی تراجم الخلفیہ، تحقیق (۱۰۹)

- (۱۱۰) عبد الفتاح محمد الحلو (القاهرة، المجلس الاعلى للشئون الاسلاميه، ۱۳۹۵ھ) ج ۱ ص ۳۳۷-  
الخطيب، ج ۵، ص ۶۷، ابن تغري بردي، ج ۴، ص ۲۶، بذيل وفيات ۴۱۵-
- (۱۱۱) ابن النديم، ص ۶۹
- (۱۱۲) ايضاً، ص ۲۱۲
- (۱۱۳) القفطي، ص ۱۸۵
- (۱۱۴) ابن الجوزي، ج ۶، ص ۲۸۸
- (۱۱۵) ابو نعيم الاصبهاني، حليته الاولياء وطبقات الاصفياء (مصر مطبعه البعاده، ۱۳۵۱-۱۳۵۷ھ ج ۸، ص ۱۲۶-۱۲۵)
- (۱۱۶) عبدالرحمن بن عبداللہ السبلي الروض الانف (مصر، مطبعه الجماليه، ۱۳۳۲ھ-ج ۳/
- (۱۱۷) اردو دائره معارف اسلاميه لاهور دانشگاہ پنجاب (کتاب) فهرست ابن خيبر صفحہ ۱۰۹
- (۱۱۸) Al-Nadim, The Fihrist Of Al-Nadim Tr By Bayard Dodge (New York, Columbia University. 1970) Val 1, p2 (C)preface-
- (۱۱۹) ابن عبدالبر جامع بيان العلم و فضلہ (مصر، اداره البعائت المنيريہ، ۳۰/۱-۳۱، الخطيب  
البغدادي، تاريخ بغداد ۱۹۳/۳، سيرديہ بن شہردار الديلمي، الفردوس الاختيار بماپور  
الخطاب (بيروت: دارالكتب العلميه، ۱۴۰۶ھ) ج ۵/۲۸۵ (رقم الحديث ۸۸۳۹-۸۸۴۰  
ابن الجوزي اطلال المتساميه في الاحاديث البواحيه تحقيق ارشاد الحق الاثري، بيروت،  
دارالكتب العلميه، ۱۴۰۳ھ) ج ۱/۸۰-۸۱: ابن حجر زهر الفردوس من مسند الفردوس ج  
۳/۲۱۷
- الذمى ميزان الاعتدال في لقد الرجال تحقيق محمد اليمحوي بيروت دارالمعروفه ب'ت'  
۵۱۷/۳، السيوطي الدر المنثور في الاحاديث المشتره تحقيق خليل محي الدين اليسر (بيروت  
المكتب الاسلامي، ۱۴۰۲ھ) صفحہ ۵۹ محمد بن طولون الصالحى العسقى، الشره في الاحاديث  
المشتره تحقيق كمال بن سيوطي زغلول، بيروت: دارالكتب العلميه، ۱۴۱۳ھ ج ۱/۱۲۲ (رقم  
الحديث ۸۶۳) محمد طاهر بن علي الصفتي تذكرة الموضوعات تحقيق عبد الجليل صالح بن  
سليمان، مصر اداره المنيريہ، ۱۳۲۳ھ صفحہ ۲۳
- عبدالرحمن بن علي الشيباني الشير بابن ابي الربيع الشافعي، تمييز الخطيب من الحديث  
قيمايدور على السنه الناس من الحديث تحقيق احمد الميسر بيروت: دارالكتب العلميه، ۱۴۰۹

صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱ (رقم الحدیث ۱۲۶۲) محمد بن عبد الباقی الزرقانی۔ مختصر المقاصد المحستہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشترکہ تحقیق محمد لطفی الصباح ط: ۳، بیروت: المکتب الاسلامی ۹۱۳ صفحہ ۱۷۳ رقم الحدیث (۹۶۲) عبدالرؤف المناوی، فیض القدر شرح الجامع الصغیر، مصر مطبعہ مصطفیٰ محمد، ۱۳۵۶ھ/۶/۲۶۷

اسامیل بن محمد العجلونی الجراحی کشف الخفاء منزل اللہاس عملا شتر من الاحادیث فی السنۃ الثانی مصر، مکتبہ القدسی، ۱۳۵۱ھ/۱/۲۰۰ محمد بن علی الشوکانی، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ تحقیق عبدالرحمن بن یحییٰ الطحطاوی، القاہرہ، مطبعہ السنۃ الحمدیہ ۱۳۸۱ھ صفحہ ۳۸۷ محمد بن السید الدرویش الشیر بالحث البیروتی۔ سنی الطالب فی احادیث مختلف المراتب تحقیق عبدالجلیل صالح بن سلیمان مصر، اکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ ۱۳۵۵ھ صفحہ ۱۹۹ الخلیب ج ۳ ص ۲۲۳۔ (۱۳۰)

ابو یوسف یعقوب، الرد علی سیر الاوزاعی، تحقیق ابی الوفاء الافغانی (مصر، لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ) (حیدر آباد الدکن، ۱۳۵۷ھ) (المقدمۃ لابی الوفاء)۔ (۱۳۱)

طہو یوسف، اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی، تحقیق ابی الوفاء الافغانی (مصر، لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ، ۱۳۵۸ھ) ص ۳ (المقدمۃ لابی الوفاء)۔ (۱۳۲)

محمد بن الحسن الشیبانی، المجتہ علی اہل المدینہ، تحقیق مہدی حسن اکیلانی (الہند، مطبعہ المعارف الشرقیہ، ۱۳۹۵ھ)۔ (۱۳۳)

الخلیب، ج ۵، ص ۵۲۲۔ (۱۳۴)

ابن کثیر، ج ۱۰، ص ۲۰۲-۲۰۳۔ (۱۳۵)

محمد زاہد الکوثری، تانیب الخلیب علی ماساقہ فی ترجمتہ ابی حنیفہ من الاکاذیب، (القاہرہ، مطبعہ الانوار، ۱۳۶۱ھ) ص ۳۔ (۱۳۶)

الذہبی، مناقب الامام ابی حنیفہ، و صاحبہ ابی یوسف و محمد بن الحسن، تحقیق محمد زاہد الکوثری و ابی الوفاء الافغانی (مصر، لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ، ۱۳۶۶ھ) ص ۱۹۔ (۱۳۷)

السمطانی، ورق ۵۳۶ ب و ۳۷۶۔ ابن الاثیر، ج ۳، ص ۲۳۶، ج ۲، ص ۱۷ الذہبی، العبر فی خیر من غیر، تحقیق صلاح الدین المنجد (الکویت، مطبعہ حکومت الکویت، ۱۹۶۰ء) ص ۲۱۳۔ (۱۳۸)

الذہبی، العبر ج ۱، ص ۲۶۷۔ (۱۳۹)

احمد بن محمد المقدسی، احسن التاسیم فی معرفۃ الاقالیم، لیدن، مطبعہ ای۔ جے بریل (۱۳۰)۔ (۱۴۰)

۱۹۰۶ء ص ۵

(۱۳۱) عبدالعزیز سید الاہل، الامام الاوزاعی فقیہ الشام، (القاہرہ لجنۃ المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیہ) ۱۳۶۶ ص ۲۲-۲۳۔

(۱۳۲) ایضاً۔

(۱۳۳) عبداللہ کنون، النبوغ المغربی فی الادب العربی ط ۲، (بیروت مکتبہ المدرستہ و دارالکتب اللبنانی للطباعۃ والنشر، ۱۹۶۱ء) ص ۸۹۔

(۱۳۴) السمطانی، الانساب تحقیق عبدالرحمن الیمانی (حیدرآباد الدکن، ہند، مطبعہ مجلس دائر المعارف العثمانیہ، ۱۳۵۸ھ) ج ۱ ص ۲۰۲۔

(۱۳۵) ایضاً ج ۱ ص ۲۰۳۔

(۱۳۶) ایضاً ج ۱ ص ۷۶۔

(۱۳۷) عیاض بن موسیٰ الیحصی، الامناع الی معرفۃ اصول الروایہ و تفسیر السماع تحقیق احمد

مقر (القاہرہ، دار التراث، ۱۳۸۹ھ) ص ۸۸۔۔۔ الخطیب، الکفایہ فی علوم الروایہ (حیدر

آباد الدکن، مطبعہ جمعیتہ دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۳۵۷ھ) ص ۳۳۰۔۔۔ عثمان بن

عبدالرحمن ابن الصلاح، علوم الحدیث تحقیق نور الدین عتر (طب، مطبعہ الامیل

۱۳۸۶ھ) ص ۱۳۶۔۔۔ محمد بن عبدالرحمن السخاوی، فتح المغیث شرح الفیت الحدیث

للعراقی، تحقیق عبدالرحمن محمد عثمان (القاہرہ، المکتبۃ السلفیہ، ۱۳۸۸ھ) ج ۲ ص

۹۹۔۔۔ احمد محمد شاکر، الباعث الخیث شرح اختصار علوم الحدیث لل حافظ ابن کثیر ط: ۱

(مصر، مطبعہ محمد علی صبیح و اولادہ، ۱۳۷۰ھ) ص ۱۲۳ و ۱۲۴۔۔۔ الحسن بن عبداللہ

الطیبی، الجملات فی اصول الحدیث، تحقیق صبحی السامرائی، (بغداد، ریاستہ دیوان

اللاوقاف، ۱۳۹۱ھ) ص ۱۱۰۔۔۔ السیوطی، تدریب الراوی فی شرح تقریب القرآن

النواوی، تحقیق عبدالوہاب عبداللطیب ط: ۲ (مصر، مطبعہ السعادۃ، ۱۳۸۵ھ) ج ۲ ص

۲۲۔۔۔ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی، توضیح الافکار لمعانی تنقیح النظار تحقیق محمد

حی الدین عبدالحمید (مصر، مطبعہ السعادۃ، ۱۳۶۶ھ) ج ۱ ص ۳۲۹۔

(۱۳۸) عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ، عیون الاخبار (القاہرہ، مطبعہ دارالکتب المصریہ، ۱۳۴۶ھ) ج ۲ ص ۱۳۰۔

(۱۳۹) ابوالطیب عبدالواحد الغوی، مراتب النحویین تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، (القاہرہ، مکتبہ  
نہد (مصر، ۱۳۷۵ھ) ص ۸۵۔

- (۱۳۰) ایضاً، ص ۹۸۔
- (۱۳۱) السطانی، ج ۱، ص ۳۱۳۔
- (۱۳۲) ایضاً۔
- (۱۳۳) القفلی، ج ۱، ص ۳۲۸۔
- (۱۳۴) محمد بن الحسن الزبیدی، طبقات النحویین واللغویین، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم (مصر، محمد سالی امین الحانجی، ۱۳۷۳ھ) ص ۱۶۶۔۔۔۔۔ القفلی، ج ۱، ص ۱۳۸۔۔۔۔۔ یاقوت، ج ۲، ص ۱۳۲-۱۳۵۔
- (۱۳۵) السطانی، ج ۱، ص ۳۵۳۔
- (۱۳۶) الخلیب، ج ۳، ص ۱۸۲۔۔۔۔۔ کمال الدین عبدالرحمن ابن الانباری، نزیۃ الالباء فی طبقات الادباء، تحقیق ابراہیم السامرائی، (بغداد، مطبعہ المعارف، ۱۹۵۹ء) ص ۱۸۷۔۔۔۔۔ ابوالحسن محمد ابن ابی سعلی، طبقات المناہج، تصحیح محمد حامد الفقی (القاہرہ، مطبعہ السنۃ الحمدیہ، ۱۳۷۱ھ) ج ۲، ص ۷۰۔
- (۱۳۷) الخلیب، ج ۳، ص ۶۔۔۔۔۔ یاقوت، ج ۷، ص ۵۷۔۔۔۔۔ محمد بن محمد ابن سید الناس الیعمری اللاندسی، عیون الاثر فی المغازی والشمال والیسیر، القاہرہ، مکتبہ القدسی، ۱۳۵۶ھ ج ۱، ص ۱۸۔
- (۱۳۸) ابواللیب اللغوی، ص ۳۹-۵۰۔
- (۱۳۹) الزبیدی، ص ۵۳۔۔۔۔۔ یاقوت، ج ۷، ص ۲۱۹۰۔۔۔۔۔ القفلی، ج ۳، ص ۳۳۹۔۔۔۔۔ ابن خلکان، ج ۲، ص ۱۶۱۔۔۔۔۔ احمد بن علی الدلمی، الفلاکۃ والمفلوکون (لنجف، مطبعہ الاداب، ۱۳۸۵ھ) ص ۸۷۔
- (۱۵۰) احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۲۳۵۔۔۔۔۔ زکریا بن محمد الانصاری، فتح الباقی علی الفیتہ العراقی، تحقیق محمد بن الحسن العراقی، طبع مع شرح الفیتہ العراقی السماۃ بالتصبرہ والتذکرہ۔ (فاس، المطبعۃ الجدیدہ، ۱۳۵۳ھ) ج ۱، ص ۳۳۔
- (۱۵۱) السطانی، ج ۲، ص ۲۵۳۔
- (۱۵۲) یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۳۳۰۔
- (۱۵۳) السطانی، ج ۲، ص ۲۵۳۔
- (۱۵۴) الذہبی، ج ۳، ص ۷۸۰۔۔۔۔۔ احمد تیمور پاشا، المذاہب الفقہیہ الاربعہ الحنفی، المالکی، الشافعی، الحنبلی و انتشارھا عند جمہور المسلمین مع دراستہ تحلیلیتہ محمد ابی زہرۃ

- (القاهرة، لجنة نشر الموقوفات التعميرية، ب، ت) ص ۶۵، ۸۲، ۸۳۔
- (۱۵۵) محمد بن حبان البستی، کتاب مشاہیر علماء الامصار، تحقیق فلا شمر، (القاهرة، مطبعہ لجنة التالیف والترجمہ والنشر، ۱۳۷۹ھ) ص ۱۔۔۔ ابو اسحاق ابراہیم الشیرازی، طبقات الفقہاء تحقیق احسان عباس (بیروت دار الراشد العربی، ۱۹۷۰ء) ص ۳۱۔
- (۱۵۶) ابو الطیب ص ۳، الزبیدی مقدمتہ المحقق ص ۳۔
- (۱۵۷) الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۲۔۔۔ عبدالحی بن احمد بن العماد، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب (القاهرة، مکتبہ القدسی، ۱۳۵۰ھ) ج ۱، ص ۸۔۔۔ علی المسعودی، مروج الذہب و معاون الجوہر تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید، ط: ۳ (مصر، مطبعہ الطاہرہ، ۱۳۷۷ھ) ج ۱، ص ۱۷۔
- (۱۵۸) الشعالبی، سیمتہ الدہر فی محاسن اہل العصر، تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید (القاهرة، مطبعہ حجازی، ۱۳۶۶ھ) ج ۱، ص ۲۔۔۔ ۹۔
- (۱۵۹) السمطانی، ج ۱، ص ۳۔
- (۱۶۰) عبد الرزاق بن احمد ابن الفوطی، تلخیص مجمع الاداب فی معجم اللقب، تحقیق مصطفیٰ جواد (دمشق، المطبعہ الماشمیة، ۱۹۶۳ء)۔
- (۱۶۱) الخلیب، ج ۱۴، ص ۳۶۲۔
- (۱۶۲) ابن الاثیر، ج ۱، ص ۴۔۔۔ ابو القاسم الحسن بن بشر بن یحییٰ الآمدی، المنوتلف والخلت تحقیق عبد الستار احمد فراج (القاهرة، مکتبہ المیسری البابی الجلی، ۱۳۸۱ھ) ص ۳۔۔۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، تحقیق احسان عباس (بیروت، دار الثقافة، ۱۹۶۹ء) ج ۵، ص ۳۴۵۔
- (۱۶۳) السمطانی، ج ۱، ص ۶۹۔
- (۱۶۴) یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۵۱۔
- (۱۶۵) ایضاً، ج ۱، ص ۱۸۱۔
- (۱۶۶) السمطانی، ج ۱، ص ۸۲۔
- (۱۶۷) ایضاً، ج ۱، ص ۸۲۔
- (۱۶۸) امتیاز علی عرشی، سمطانی اور ان کی کتاب ”الانساب“ مقالات عرشی (لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۰ء) ص ۲۳۸۔
- (۱۶۹) احمد بن علی القلقشنندی، کتاب صبح الاعشی فی صناعة الانشاء، (القاهرة، دارالکتب، مصریة، ۱۳۳۱ھ) ج ۱، ص ۲۶۶۔



- (۱۷) الخلیب، ج ۳، ص ۵----- یا قوت، ج ۷، ص ۵۸۔
- (۱۸) ابن الندیم، ص ۱۶۹، ۲۰۵، ۳۸۲----- یا قوت، ج ۵، ص ۶۶، ۱۵۹۔
- (۱۹) ابن الندیم، ص ۶۰۔
- (۲۰) القزوی، ص ۳۸۷۔
- (۲۱) الشطیبی، نقح اللغۃ، ص ۹----- ابن الجوزی، ج ۱۰، ص ۱۱۳۔
- (۲۲) ابن الندیم، ص ۳۸۲۔
- (۲۳) ابن حزم، مجموعۃ انساب العرب تحقیق عبدالسلام محمد ہارون (مصر، دارالمعارف ۱۳۸۲ھ) ص ۱۰۰۔
- (۲۴) ابن الندیم، ص ۱۵۲----- یا قوت، ج ۵، ص ۶۶۔
- (۲۵) المقریزی، ج ۲، ص ۳۴۲۔
- (۲۶) مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف حاجی خلیفہ، کشف الطنون عن اسامی الکتب والفنون (استانبول، مطبعۃ المعارف، ۱۳۶۰ھ) ج ۱، ص ۶۸۳۔
- (۲۷) علی بن زید الیستی، کتاب تمتہ صوان الحکمہ تحقیق محمد شفیع (لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۳۵۱ھ) ص ۲۴، ۵۶، ۱۲۸۔
- (۲۸) ایضاً، ص ۴۳۔
- (۲۹) ابن تغری بردی، ج ۶، ص ۱۳۲۔
- (۳۰) السمطانی، ج ۵، ص ۵۴۔
- (۳۱) المقریزی، ج ۱، ص ۴۵۸۔
- (۳۲) ابن خلدون، ج ۴، ص ۷۹۔

- (۳۳) ابن ابی اصیبعہ، ص ۵۶۰ (المبشر بن فاتک)، بیروت، مکتبۃ الحیاة، ۱۹۹۶ م۔
- (۳۴) الذہبی، ج ۴، ص ۱۲۶۵ (۱۰۶۷) ابو نعیم عبید اللہ بن الحسن الاصبہانی المتوفی ۵۱۷ھ۔
- (۳۵) ابن تغری بردی، ج ۴، ص ۱۶۶، نصر الطوسی العطار المتوفی ۳۸۵ھ۔
- (۳۶) ابن الاثیر، ج ۹، ص ۱۱۰، الصاحب بن عباد المتوفی ۳۸۵ھ۔
- (۳۷) ابن الجوزی ج ۷، ص ۱۷۶ (۲۸۲) محمد بن العباس المعروف بابن الفرات الحنوفی ۳۸۴ھ۔

- (۱۹۱) أيضاً، ج ۷ ص ۱۸۰ (۲۸۹) الصاحب بن عباد المتوفى ۳۸۵ هـ
- (۱۹۲) ابن كثير، ج ۱۲ ص ۳۶، (البرقاني المتوفى ۴۲۵ هـ)
- (۱۹۳) ابن الجوزي، ج ۱۰، ص ۱۲۲ (۱۷۸) عبد الله بن علي المقرئ المتوفى ۵۴۱ هـ
- (۱۹۴) الذهبي، العبر، ج ۳ ص ۵۹، عبد الله بن منده المتوفى ۳۶۵ هـ
- (۱۹۵) ابن الجوزي، ج ۹ ص ۲۱۶ (۳۹۴) ابوسعدي مبارك بن علي المخرمي المتوفى ۵۱۳ هـ
- (۱۹۶) الصفدي، ج ۱۷، ص ۵ (۱) ابو الحكيم الحيري عبد الله بن ابراهيم المتوفى ۴۷۶ هـ
- (۱۹۷) الذهبي، ج ۴ ص ۱۳۳۸ (۱۰۹۶) محمد بن الحسين الزاغولي المتوفى ۵۹۹ هـ
- (۱۹۸) أيضاً، ج ۳ ص ۱۰۱۵ (۹۴۶) محمد بن العباس المعروف بابن الفريسي المتوفى ۳۸۴ هـ
- (۱۹۹) ابن النديم، ص ۶۱ و ۲۵۲، (ابن ابي بكرة و حسن بن موسى نو بختي)
- (۲۰۰) أيضاً، ص ۲۱۵ (ابو بكر الصولي)
- (۲۰۱) خلف بن عبد الملك المعروف بابن بشكوال، كتاب الصلة، القاهرة، مصرية للتأليف والترجمة، ۱۹۶۶ م، ج ۱ ص ۱۵۳ - اردو دائرة معارف اسلامية، ج ۱ ص ۶۳۲
- (۲۰۲) ياقوت، ج ۲ ص ۱۹۶ (مرهف بن اسامة)
- (۲۰۳) أيضاً،
- (۲۰۴) الذهبي، ج ۲ ص ۱۱۹۲ (۱۰۲۹) ابراهيم بن سعيد الحبال المتوفى ۸۲ هـ
- (۲۰۵) ابن كثير، ج ۱۲ ص ۱۵۰، ابو يوسف القزويني المتوفى ۴۸۸ هـ
- (۲۰۶) ابن الجوزي، ج ۹ ص ۱۲۱، سعد الخير المغربي المتوفى ۵۴۱ هـ
- (۲۰۷) ابن ابي اصيبعة، ص ۶۹۶ (عمران بن صدقة ۵۹۰-۶۳۷ هـ)
- (۲۰۸) ابن الجوزي، ج ۹ ص ۷۸ (۴۱۴) سليمان بن ابراهيم الاصبهاني المتوفى ۴۸۶ هـ
- (۲۰۹) الذهبي، ج ۴ ص ۱۳۳۰ (۱۰۹۴) علي بن الحسن المعروف بابن علي

- المتوفى ٥٧١ هـ
- (٢١) ابن الجوزى، ج ٧ ص ١٧٦ (٢٨٣) ابن الفرات المتوفى ٣٨٤ هـ  
والسمعاني، ج ١ ص ١٤٣ (الاسفرائنى)
- (٢١) ايضاً، ج ١٠، ص ٢٢١ (٣١٠) على بن ابي سعد الخباز الازجى المتوفى  
٥٦٢ هـ
- (٢١) الذهبى، ج ٤، ص ٤٠٥ (١١٢٩) محمد بن عبد الواحد الضياء المتوفى  
٦٤٣ هـ
- (٢١) ايضاً، ص ١٢٩٩ (١٠٨٢) ابو طاهر السلفى (٤٧٢-٥٧٢ هـ)
- (٢١) ابن ابي اصيبعة، ص ٢٨٤، احمد بن محمد المعروف بابن مدير الكاتب  
(مكتبة الحياة)
- (٢١) ايضاً، ص ٢٨٤، عبد الملك الزيات، (مكتبة الحياة)
- (٢١) ايضاً، ص ٢٨٣، (على المعروف بالفيوم) (مكتبة الحياة)
- (٢١) ايضاً، ص ٧٢٥، امين الدولة كمال الدين (مكتبة الحياة)
- (٢١) ايضاً، ص ٦٥٥، موفق الدين ابن مطران، (مكتبة الحياة)
- (٢١) الخطيب، ج ١١ ص ٨٤٨ (٦٣٤٨) على بن عاصم الصديقى  
(١٠٨-٢٠١ هـ)
- (٢١) ابن الجوزى، ج ٦ ص ٣٥٩ (٥٨٢) ابو بكر محمد بن يحيى الصولى المتوفى  
٣٣٦ هـ
- (٢١) ابن ابي اصيبعة، ص ٢٨٣ (نادرس الاسقف)
- (٢١) ايضاً، ص ٢٨٣، (عيسى بن يونس الكاتب الحاسب)
- (٢١) ايضاً، ص ٢٨٤ (عبد الله بن اسحاق)
- (٢١) ايضاً..... (ابراهيم بن محمد بن موسى الكاتب)
- (٢١) ايضاً ص ١٦٠ (ابو حسان حسن الزيادى المتوفى ٢٤٣ هـ)  
ياقوت ج ٢ ص ١٦٥ الزيادى
- (٢٢) ابن نديم، ص ٤١٦ (ابو بكر محمد بن زكريا الرازى)
- (٢٢) ابن ابي اصيبعة، ص ٦٨٣ (موفق الدين عبد اللطيف)
- (٢٢) ايضاً، ص ٦٨٣ موفق الدين، ص ٦٥٥ (موفق الدين بن المطران)

- (۲۲۹) ابن النديم، ص ۱۶۹ (الفتح بن خاقان)
- (۲۳۰) ايضاً،
- (۲۳۱) ايضاً،
- (۲۳۲) ياقوت، معجم البلدان، ج ۲ ص ۲۳۷، ۲۳۸ (حربى) ابو الحسن على رشيد الحربوى المتوفى ۶۰۵ هـ
- (۲۳۳) ياقوت، ج ۳ ص ۲۰۹ (الحسن بن محمد بن حمدون)
- (۲۳۴) ابن ابى اصبيعة، ج ۲ ص ۱۷۶، و الذهبى، ج ۴ ص ۱۳۰۳ (۸۲)
- السلفى (كان السلفى مغرباً بجمع الكتب)
- (۲۳۵) ابن النديم، ص ۸۳ - اخبار الاثرم
- (۲۳۶) ياقوت، ج ۲، ص ۸۹ (مسكويه)
- (۲۳۷) ياقوت، ج ۳، ص ۲۱۰ حسن بن محمد بن حمدون
- (۲۳۸) الذهبى، ج ۴، ص ۱۴۱۵ (۱۱۳۴) مؤرخ عراق محمد بن سعيد المتوفى ۶۳۷ هـ
- (۲۳۹) القرشى، ج ۱، ص ۸۶ (۱۵۹) ابو الليث احمد بن عمر، و الذهبى ج ۴ ص ۱۴۰۱ (۱۱۲۶) ابو الفتح محمد بن عبد الغنى المقدسى المتوفى ۶۱۳
- (۲۴۰) الذهبى، ج ۴، ص ۱۴۲۴ (۱۱۳۷) محمد بن يوسف البرزالى المتوفى ۶۳۶ هـ
- (۲۴۱) ابن النديم ص ۱۰۲ (اخبار ابى عمرو الشيبانى)
- (۲۴۲) ايضاً، ص ۲۵۱ (حسن بن موسى نوبختى)
- (۲۴۳) ابن ابى اصبيعة، ص ۶۵۵ (موفق الدين بن المطران)
- (۲۴۴) الخطيب، ج ۶، ص ۳۴۰ (۳۳۸۰) صاحب الاغانى، اسحاق بن الموصلى المتوفى ۳۳۵ هـ
- (۲۴۵) ابن الجوزى، ج ۸، ص ۲۸۸، (۳۴۰) عبد العزيز بن احمد الكنانى المتوفى ۴۶۶ هـ
- (۲۴۶) الصفدى، ج ۸، ص ۲۳۲ (۳۶۷۲) ابو المعالى على بن احمد البيهقى المتوفى ۶۰۲ هـ
- (۲۴۷) الذهبى، ج ۴، ص ۱۳۶۱ (۱۱۰۵) على بن احمد الطوسى (۵۲۹-۵۷۵ هـ)
- (۲۴۸) ايضاً، ص ۱۲۳۶ (۱۰۵۰) ابو مسلم عمر بن على بن احمد

- (٢٤٩) ابن النديم، ص ١٨٥ (محمد بن داؤد ابن الجراح)
- (٢٥٠) الذهبي، ج ٤، ص ١٣٤٢ (١٠٩٨) - له، العبر، ج ٤، ص ٢٩٨، عبد الرحمن بن الجوزى المتوفى ٥٩٧ هـ
- (٢٥١) الذهبي، ج ٤، ص ١٣٧٣ (١١١٢) عبد الغنى المقدسى المتوفى ٦٠٠ هـ
- (٢٥٢) ايضاً، ج ٤، ص ١٤٠٤ (١١٢٨) اسماعيل بن عبد الله المعروف بابن الانماطى المتوفى ٦١٧ هـ
- (٢٥٣) ياقوت، ج ٣، ص ٢١١ (حسن بن محمد بن حمدون)
- (٢٥٤) الذهبي، ج ٤، ص ١٢٥٢ (١٠٥٣) ابو نصر محمود بن الفضل الصباغ المتوفى ٥١٣ هـ
- (٢٥٥) ايضاً، ج ٤، ص ١٤٠٨ (١٠٣١) ابو موسى عبد الله بن عبد الغنى المقدسى المتوفى ٦٢٩ هـ
- (٢٥٦) ايضاً، ج ٤، ص ١٢٨٢، ١٢٨٣ (١٠٧٦) عبد الوهاب الانماطى المتوفى ٥٣٨ هـ
- (٢٥٧) ايضاً، العبر، ج ٣، ص ١٠٧، ابو سعد المالينى المتوفى ٤١٢ هـ
- (٢٥٨) ايضاً، ج ٤، ص ١٤٠١ (١١٢٦) العز بن الحافظ عبد الغنى القدسى المتوفى ٦١٣ هـ
- (٢٥٩) ايضاً، ميزان الاعتدال، ج ٣، ص ٤٧٩ (٧٢١٣) محمد بن اسحاق بن منده المتوفى ٣٩٥ هـ
- (٢٦٠) ابن النديم، ص ١٠٢، (اخبار ابى عمرو الشيبانى)
- (٢٦١) ابن تغرى بردى، ج ٢، ص ٧٧، عبد الله بن لهيعة المتوفى ١٤٧ هـ
- (٢٦٢) حسن بن بشر الأمودى، الموازنة بين شعر ابى تمام والبحترى، تحقيق احمد الصقر، مصر، دار المعارف ١٣٨٠ هـ، ج ١ ص ٢٢
- (٢٦٣) الذهبي، ج ٤، ص ١٢٣٥ (١٠٥٠) عمر بن على ابو مسلم الليثى المتوفى ٤٦٦ هـ
- (٢٦٤) ايضاً، ج ٤، ص ١٣١٢ (١٠٨٨) محمد بن ابى ابكر ابو طاهر السبحى المتوفى ٥٤٨ هـ
- (٢٦٥) ايضاً، ص ١٣٨٤ (١١١٥) عبد العزيز بن محمود المعروف بابن الاخضر
- (٢٦٦) ايضاً، ص ١٤١٣ (١١٣٢) محمد بن عبد الغنى المعروف بابن نقطة المتوفى ٣٩٠ هـ

- (۲۶۷) ایضاً، ص ۱۴۱۱ (۱۱۳۲) ابو الحجاج یوسف بن خلیل الدمشقی المتوفی ۶۴۸ھ
- (۲۶۸) الخطیب، ج ۶، ص ۲۸، (۳۰۵۹) اسحاق بن ابراہیم الحربی المتوفی ۲۸۵ھ - القفطی، ج ۲ ص ۶۴ (۲۸۲) ابو حاتم سهل بن محمد السجستانی المتوفی ۲۵۵ھ - ابن الجوزی، ج ۶، ص ۶۴ (۹۸) محمد بن نصر المروزی المتوفی ۲۹۴ھ - و ج ۶، ص ۱۹۹، ابو العباس محمد بن اسحاق السراج المتوفی ۳۱۱ھ
- (۲۶۹) ابن الجوزی، ج ۶، ص ۳۵۷، ۳۵۸ (۵۳۶) احمد بن جعفر المعروف بابن المنادی المتوفی ۳۳۶ھ - و ج ۶، ص ۳۶۴ (۵۴۹) علی بن حمشاد النیسابوری المتوفی ۳۳۸ھ - الذہبی ج ۴، ص ۱۳۴۴ (۱۰۹۸) عبد الرحمن بن الجوزی
- (۲۷۰) ابن الندیم ص ۱۶۹، فتح بن خاقان
- (۲۷۱) ایضاً،
- (۲۷۲) ابن حجر، لسان المیزان، ج ۴، ص ۱۱ (۲۴) عبد السلام بن یوسف القزوی (۳۹۳ - ۴۸۸ھ)
- (۲۷۳) الخطیب، ج ۲، ص ۱۷۶، محمد بن الحسن الشیبانی المتوفی ۱۸۹ھ، ابن تغری بردی، ج ۲، ص ۱۳۱ - الضفدی، ج ۲، ص ۳۳۳ (۷۸۲) الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۳۰۳ - وله مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبہ، مصر، دارالکتاب العربی، ص ۵۷
- (۲۷۴) ابن عبد البر، الانتقاء، ص ۶۹ (محمد بن ادريس الشافعی)
- (۲۷۵) ایضاً، ص ۱۷۴ (محمد بن الحسن الشیبانی)
- (۲۷۶) الذہبی، ج ۳، ص ۸۴۰ (۸۲۰) ابن عقده، (۲۴۹ - ۳۳۲)
- (۲۷۷) الخطیب، ج ۳، ص ۶ (۹۳۹) الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ
- (۲۷۸) ابن الجوزی، ج ۶، ص ۳۷۰ (۹۰۸) محمد بن احمد مصری المتوفی ۳۴۰ھ
- (۲۷۹) ایضاً ج ۱۰، ص ۱۱۳ (۱۵۹) عبد اللہ بن احمد ابو المعالی البزار (۴۶۱ - ۵۳۹ھ)
- (۲۸۰) الخطیب، ج ۵، ص ۸۲ (۲۴۷۰) ابوبکر احمد بن محمد الخزاز المتوفی ۳۸۱ھ
- ابن الجوزی ج ۷، ص ۱۶۵ (۲۶۰) - الضفدی، ج ۸، ص ۸۰ (۳۵۰۶)
- ابن الجوزی، ج ۵، ص ۴۳ (۹۴) یعقوب بن شیبہ التونی ۲۹۲ھ کی السعد کی نقل پر دس ہزار دینار خرچ ہوئے تھے۔

- (۲۸۱) الذهبی، مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه، ص ۵۱
- (۲۸۲) الصفدی، ج ۸ ص ۱۶ (۳۴۱۹) ابن الطحان السینی دمشقی المتوفی ۴۱۷ هـ
- (۲۸۳) یاقوت، ج ۲ ص ۱۹۶ (اسامة بن مرشد)
- (۲۸۴) ابن الجوزی، ج ۸ ص ۱۴۴ - ابن کثیر، ج ۴ ص ۹ محمد بن علی الصوری المتوفی ۴۴۱ هـ
- (۲۸۵) ابن الجوزی، ج ۷ ص ۱۷۷ حافظ محمد بن العباس بن الفرات المتوفی ۳۴۸ هـ
- (۲۸۶) القفطی، ج ۲ ص ۶۴ (۲۸۲) ابو حاتم السجستانی المتوفی ۳۵۵ هـ، الخطیب، ج ۶ ص ۳۳ (۳۵۹) ابراهیم بن اسحاق الحربی
- (۲۸۷) یاقوت، ج ۵ ص ۸۱ (۳۶) علی بن احمد الدریدی - و ج ۲ ص ۱۴۴ (احمد بن یحی ثعلب)
- (۲۸۸) ابن الجوزی، ج ۵ ص ۴۳ (۹۴) یعقوب بن شیبہ المتوفی ۲۹۲ هـ
- (۲۸۹) الذهبی، ج ۴ ص ۱۳۴۴ (۱۰۹۸) عبد الرحمن بن الجوزی المتوفی ۵۹۷ هـ
- (۲۹۰) ابن الجوزی، ج ۸ ص ۲۱۶ ابو الحسن محمد بن هلال الصابی المتوفی ۴۵۲ هـ - و ج ۸ ص ۲۳۹ (حوادث ۴۵۷ هـ) - و ج ۸ ص ۲۶۹ و ج ۱۰، ص ۵۲ (ثابت بن منصور المتوفی ۵۲۹ هـ) - و ج ۹ ص ۱۱۹ یحیی بن عیسیٰ بن جزلة المتوفی ۴۹۳ هـ - و ج ۱۰ ص ۲۶۷ علی بن عساکر ابو الحسن البطایحی المقرئ المتوفی ۵۷۲ هـ
- (۲۹۱) السمعانی، ج ۳ ص ۳۰۲ (السمعانی) - یاقوت، معجم البلدان، ج ۵ ص ۱۱۴ (مرو) - ابن الجوزی، ج ۵ ص ۸۹، احمد بن سعد الزهری المتوفی ۲۷۳ هـ
- (۲۹۲) ابن الجوزی، ج ۶ ص ۳۵۶ (۵۷۵) هارون بن محمد البغدادی المتوفی ۳۳۵ هـ - ابن الاثیر، ج ۱۰ ص ۱۴۱ - ابن الجوزی، ج ۶ ص ۲۸۸ (۴۵۴) محمد بن الفضل بن عبد الله التمیمی المتوفی ۳۲۴ هـ
- (۲۹۳) الذهبی، ج ۴ ص ۱۲۲۳ (۱۰۴۳) طاهر النیسابوری، المتوفی ۴۸۲ هـ
- (۲۹۴) الخطیب، ج ۳ ص ۱۲۳ (۱۱۴۰) محمد بن العباس بن احمد المعروف



- بابن الفرات المتوفى ۳۸۴ھ - الصفدى، ج ۳ ص ۱۹۶ (۱۱۷۱)
- (۲۹۵) ابن الجوزى، ج ۶، ص ۲۷۵ (۴۲۶) ابو محمد يعقوب بن صالح السيرافى المتوفى ۳۲۲ھ
- (۲۹۶) ابن الجوزى، ج ۷ ص ۱۸۳ (۲۹۲) عمر بن احمد المعروف بابن شاهين المتوفى ۳۸۵ھ
- (۲۹۷) الخطيب، ج ۱۱ ص ۴۴۸ (۱۳۴۸) على بن عاصم الصديقى
- (۲۹۸) ياقوت، ج ۵ ص ۸۱ (على بن احمد الدریدی)
- (۲۹۹) الذهبى، ج ۴ ص ۱۳۲۴ - ۱۳۲۵ (۱۰۹۳) ابو العلاء حسن بن احمد الهمداني المتوفى ۵۶۹ھ
- (۳۰۰) ياقوت، ج ۵ ص ۳۸۹، عمرو بن العلاء (ابو حيان التوحيدى)
- (۳۰۱) ايضاً، معجم البلدان ج ۴ ص ۴۹۴، محمد بن العلاء بن كريب الهمداني الكوفى المتوفى ۲۴۳ھ
- (۳۰۲) ياقوت، ج ۵، ص ۳۸۶ (۱۳۴۸) على بن محمد التوحيدى
- (۳۰۳) الذهبى، ج ۱ ص ۱۵ (۱) (ابوبكر الصديق)
- (۳۰۴) ايضاً، ج ۱، ص ۲۳۹ (۲۲۴) عبدالله بن لهيعة المتوفى ۳۵۵ھ احترقت داره وكتبه - ابن الجوزى، ج ۶ ص ۳۴۶ (۵۶۱) ابو قاسم عمر بن الحسين الخرقى المتوفى ۳۳۴ھ، - و ج ۶، ص ۳۸۳ (۶۳۹) محمد بن علي المادرائى المتوفى ۳۷۵ھ - ابن الجوزى، ج ۶، ص ۳۴۶ (۵۶۱) ابو القاسم عمر بن الحسين الخرقى المتوفى ۳۳۴ھ - و ج ۶، ص ۳۸۳ (۶۳۹) محمد بن علي المادرائى المتوفى ۳۷۵ھ، و، ج ۸ ص ۲۱۵ (حوادث ۴۵۲ھ) و، ج ۸، ص ۲۶۹ (۳۱۲) ابوبكر احمد بن علي الخطيب البغدادي المتوفى ۴۶۳ھ - ابن الجوزى ج ۷ ص ۹۳ (۱۱۹) احمد بن جعفر القطيفى المتوفى ۳۶۸ھ - و ص ۲۰۴ (۴۴۱) احمد بن محمد البزار المتوفى ۴۰۷ھ ياقوت، ج ۵ ص ۳۸۹ داود الطائى (ابو حيان التوحيدى)
- (۳۰۵) ياقوت، ج ۴، ص ۲۶۳ (۱۴۰) شمر بن حمدويه المتوفى ۲۵۵ھ و ص ۲۱۶ (۱۴۳) ابو العلاء صاعد بن الحسن البغدادي المتوفى ۳۹۶ھ
- (۳۰۶) جميعه دائرة المعارف العثمانية، المباحث العلمية من المقالات السنية، حيا

- آباد الدکن، مطبعة دائرة المعارف العثمانية، ۱۳۵۸ هـ - و ص ۱۸۰-۱۸۱،  
 الامام الثوری و کتابه فی التفسیر للعرشی
- (۳۰۷) یاقوت، ج ۵ ص ۳۸۹ یوسف بن اسباط (ابو حبان التوحیدی)
- (۳۰۸) ایضاً، (سفیان ثوری)
- (۳۰۹) ابن الندیم، ص ۲۹۰ (احمد بن عمرو الشیبانی الخصاف) القرشی، ج ۱  
 ص ۸۸
- (۳۱۰) عبد الواحد المراكشی، المعجب فی تلخیص اخبار المغرب، تحقیق محمد  
 سعید الاربان القاهرة، المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیة، ۱۳۸۳ هـ، ص  
 ۳۸۵
- (۳۱۱) عیاض بن موسیٰ الیحصبی، الالماع الی معرفة اصول الروایة و تقیید السماع،  
 تحقیق احمد الصقر، دار التراث ۱۳۸۹ هـ، ص ۱۳۵
- (۳۱۲) الذهبی، ج ۳ ص ۷۸۰ (۷۷۲) ابو عوانة یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی  
 النیسابوری المتوفی ۳۱۶ هـ
- (۳۱۳) ابن الجوزی، ج ۹ ص ۹ محمد بن احمد الانباری الخطیب المتوفی  
 ۴۷۶ هـ
- (۳۱۴) حسن ابراهیم حسن، تاریخ الدولت القامیة فی الغرب و مصر و سوریه و بلاد العرب،  
 ط: ۳ (القاهرة کتبه النفثة المصریة ۱۹۵۸ء) ص ۲۳۱-
- (۳۱۵) ابن الجوزی، ج ۷ ص ۱۷۲، ج ۸ ص ۲۳----- ابن کثیر، ج ۱۱ ص ۳۱۲ مصطفیٰ جواد  
 و احمد سور، دلیل خارط بغداد المفصل فی خطط بغداد قدما و حدیثاً (بغداد، مطبعه الجمع  
 العلمی العراقی، ۱۳۷۸ هـ) ص ۱۳۶-
- (۳۱۶) ابن الجوزی، ج ۸ ص ۲۱۶-
- (۳۱۷) ایضاً، ج ۱۰ ص ۵۲----- ابن رجب، ج ۲ ص ۱۸۶-۱۸۷----- ابن العماد، ج ۴ ص  
 ۹۳----- العلمی، ج ۲ ص ۲۳۳-
- (۳۱۸) المقریزی، ج ۲ ص ۲۶۷----- ابن العماد، ج ۴ ص ۳۲۵-
- (۳۱۹) ابن الندیم، ص ۱۵۴-

- (۳۲۰) الصولی، ص ۴۰۔۔۔۔۔ سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۲، ص ۳۹۔۔۔۔۔ عواد، ص ۱۱۶۔
- (۳۲۱) سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۱، ص ۳۲۱-۳۲۲۔ ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۶۔۔۔۔۔ ابن الاثیر، ج ۱۲، ص ۱۰۴۔۔۔۔۔ ابن تغری بردی، ج ۶، ص ۱۳۲۔۔۔۔۔ عواد، ص ۱۸۹۔۔۔۔۔ مصطفیٰ جواد، ص ۱۸۵۔
- (۳۲۲) ابن الفوطی، الحوادث الجامعة والتجارب النافعة فی المائة السابعة (بغداد، المكتبة العربیة، ۱۳۵۱ھ) ص ۵۴۔۔۔۔۔ عواد، ص ۱۲۲۔
- (۳۲۳) الیستی، ص ۶۲-۶۳۔۔۔۔۔ عینی بن بسام الشرنی، الذخیرہ فی محاسن اہل الجزیرہ (القاہرہ، مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر، ۱۳۵۸ھ) ج ۱، ق ۱، ص ۱۲۲۔
- (۳۲۴) الخلیب، ج ۴، ص ۱۷۸۔۔۔۔۔ ابن عبدالبر، ص ۶۹۔۔۔۔۔ عمر بن علی الجعدی، طبقات فقہاء الیمن، تحقیق فواد سید (القاہرہ، مطبعہ السنۃ الحمدیۃ، ۱۹۵۷ء) ۱۳۸۔۔۔۔۔ یاقوت، ج ۶، ص ۳۷۳۔۔۔۔۔ الذہبی، ج ۱، ص ۶۲۔۔۔۔۔ ابن حجر، تواریخ التالیف (مصر، المطبعۃ المیریہ، ۱۳۰۱ھ) ص ۵۴۔۔۔۔۔ عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی، آداب الشافعی و مناقبہ تحقیق عبدالغنی عبدالخالق (القاہرہ، عزت العطار، الحسینی، ۱۳۷۲ھ) ص ۵۲۔
- (۳۲۵) ابن الندیم، ص ۶۱۔
- (۳۲۶) الخلیب، ج ۱۰، ص ۳۳۰-۳۳۱۔۔۔۔۔ ابن حجر، ج ۷، ص ۳۳۔
- (۳۲۷) ابن الندیم، ص ۲۵۱۔۔۔۔۔ حسن بن موسیٰ النوبختی، فرق الشیعہ تحقیق ھ ریزہ (استنبول، مطبعۃ الدولتہ، ۱۹۳۱ء) (مقدمہ حبیب الدین الحسینی) ص ۲۰۔
- (۳۲۸) حاجی خلیفہ، ج ۱، ص ۶۹۱، العییدی، ص ۱۲-۱۳۔
- (۳۲۹) حاجی خلیفہ، ج ۱، ص ۶۹۱۔۔۔۔۔ ناصر الدین کربانی، نسائم الاسحار من لطائف الاخبار و در تارخ وزراء، تحقیق جلال الدین حسینی ارموی، (طهران، چاپخانہ دانشگاہ، ۱۹۵۹ء) ص ۷۹۔
- (۳۳۰) ابن الندیم، ص ۲۰۵۔۔۔۔۔ یاقوت، ج ۶، ص ۱۱۶-۱۱۷۔۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۳۴۔
- (۳۳۱) الصفدی، ج ۸، ص ۲۳۲۔۔۔۔۔ المنذری، ج ۳، ص ۱۶۹۔۔۔۔۔ الذہبی، ج ۴، ص ۳۸۶۔
- ۱۳۴۷ (لہ) العبر، ج ۵، ص ۲۷۳۔۔۔۔۔ ابن رجب، ج ۲، ص ۴۰۔۔۔۔۔ موسیٰ بن محمد الیونینی، ذیل مرآة الزمان (حیدر آباد الدکن، مطبعہ مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۳۷۵ھ) ج ۲، ص ۳۲۶۔۔۔۔۔ یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۵۳۴۔

- (۳۳۲) یاقوت، ج ۳، ص ۲۱۰۔
- (۳۳۳) ایضاً۔
- (۳۳۴) سبط ابن الجوزی، ج ۸، ص ۶۳۷۔۔۔۔۔ یاقوت، ج ۳، ص ۱۵۰۔۔۔۔۔ ابو شامہ، ص ۷۹۔
- (۳۳۵) یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۵۳۴۔
- (۳۳۶) ابن الندیم، ص ۶۱۔
- (۳۳۷) ابن الندیم، ص ۶۱۔
- (۳۳۸) ایضاً۔
- (۳۳۹) ایضاً۔
- (۳۴۰) ایضاً۔
- (۳۴۱) الشطیبی، فتحة للغة، ص ۹۔
- (۳۴۲) ابن الندیم، ص ۶۱۔
- (۳۴۳) یاقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۱۱۳۔
- (۳۴۴) محمد بن حوقل، کتاب صورة الارض (بیروت، دار المکتبة الحیاة، ب ت) ص ۲۵-۲۶۔
- (۳۴۵) تھامس ارنلڈ و الفریڈ گیام، میراث اسلام، ترجمہ عبد المجید سالک (لاہور، مجلد ترقی ادب ۱۹۶۰ء) ص ۱۰۷۔
- (۳۴۶) الخلیب، ج ۱، ص ۴۵۔۔۔۔۔ یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۴۶۱۔
- (۳۴۷) ابو حیان علی بن محمد التوحیدی، مناقب الوزیرین اخلاق الصاحب بن عباد و ابن العمید تحقیق ابراہیم اکیلانی، (دمشق، دار الفکر، ۱۹۶۱ء) ص ۲۹۲۔
- (۳۴۸) یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۴۶۱۔
- (۳۴۹) ایضاً، ص ۴۶۲۔
- (۳۵۰) الخلیب، ج ۱، ص ۴۹-۵۰۔
- (۳۵۱) ابن حزم و ابن سعید، والثقندی، فضائل الاندلس و اهلها تحقیق صلاح الدین المنجد (بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۳۴۷ھ) ص ۱۰۔
- (۳۵۲) ابواللیب اللغوی، ص ۱۰۱۔
- (۳۵۳) ایضاً ابن حزم فضائل الاندلس ص ۱۰۔

- (۳۵۴) السمعانی، ج ۱ ص ۶۳۔
- (۳۵۵) الشعلانی، لطائف المعارف، تحقیق ابراہیم الابیاری، حسن کامل الصیرفی (مصر، عیسیٰ البابلی، الحلبي، ۱۳۷۹ھ) ص ۱۶۷۔
- (۳۵۶) محمد بن سلام الجعفی، طبقات الشعراء (لیڈن، مطبعہ بریل، ۱۹۱۳ء) ص ۵۔
- (۳۵۷) النووی، صحیح مسلم بشرح النووی، (القاهرہ، مطبعہ حجازی، ۱۳۲۹ھ) ج ۴، ص ۱۷۴۔
- محمد عبدالرشید نعمانی، امام ابن ماجہ اور علم حدیث (کراچی، نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب ۱۳۷۶ھ) ص ۲۳۔
- (۳۵۸) محمد مرتضیٰ الزبیدی البکدای، تاج العروس من جواهر القاموس (مصر، المطبعہ الخیریہ، ۱۳۰۷ھ) ج ۶، ص ۲۴۰۔
- (۳۵۹) الموفق بن احمد الہکمی، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ و اکرم و مناقب الامام الاعظم للکردری، (حیدرآباد الہکن، مجلس دائرہ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۱ھ) ج ۱، ص ۱۵۶۔۔۔ نعمانی، ص ۲۳۔
- (۳۶۰) نعمانی، ص ۲۳۔۲۴۔
- (۳۶۱) الخلیب، ج ۱۲، ص ۳۲۹۔
- (۳۶۲) الرامرمزی، الحدیث الفاصل، ص ۵۶۰۔
- (۳۶۳) ایضاً، ص ۲۱۵۔
- (۳۶۴) یوسف بن احمد غموی، نور القبس المختصر من المتقبس فی اخبار النحاة والادباء والشعراء والعلماء للمرزیانی، تحقیق رولف زلمامیم
- (جرمنی، ۱۹۶۴ Frabz Steiner Verlag GmbH wiesbaden, 1964)
- (۳۶۵) یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۳۵۳۔۳۵۴۔
- (۳۶۶) ابو عبید عبداللہ البکری، معجم ما اشتهر من اسماء البلاد والمواضع تحقیق مصطفیٰ القناہی، (القاهرہ، مطبعہ التالیف والترجمہ والنشر، ۱۳۶۲ھ) ج ۱، ص ۴۹۰۔
- (۳۶۷) حاجی خلیفہ ج ۲، ص ۱۷۵۸۔
- (۳۶۸) البسکی، ج ۱، ص ۳۲۵۔۳۲۶۔
- (۳۶۹) مز، ج ۱، ص ۲۴۲۔
- (۳۷۰) السمعانی، (مطبوعہ دائرہ المعارف النعمانیہ) ج ۵، ص ۷۱۔



- (۳۹۳) السمطانی، ورق ۲۲۲۔
- (۳۹۴) یاقوت، معجم البلدان، ج ۴، ص ۱۳۔
- (۳۹۵) السبکی، عروس الافراح فی شرح تلخیص المفتاح (مصر، مطبعہ عیسیٰ البابی الجلبی، ۱۳۱۰ھ) ج ۱، ص ۵، یہ شروع تلخیص کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔
- (۳۹۶) السخاوی، الاعلان، (مطبعہ بغداد) ص ۳۰۰۔
- (۳۹۷) یاقوت، ج ۶، ص ۱۵۴۔
- (۳۹۸) السبکی، عروس الافراح، ص ۱۔
- (۳۹۹) المقدسی، ص ۲۷۹۔۔۔ ابن اسحاق ابراہیم الاسطری المعروف بالکرنی، المسالك والممالک، تحقیق محمد حابر عبدالعالی الحسینی (القاہرہ، وزراء الثقافتہ والارشاد القومی، ۱۳۸۱ھ) ص ۱۰۵۔۔ السمطانی، ورق ۳۱۴۔
- (۴۰۰) السمطانی، ج ۳، ص ۳۲۰ (السندی)
- (۴۰۱) عبدالرزاق کانپوری، البرامکہ، (کانپور، نامی پریس، ۱۸۹۷ء) ص ۱۳۳۔
- (۴۰۲) ایضاً۔
- (۴۰۳) محو اولگا پٹو، اسلامی کتب خانے (عمد عباسیہ میں) ترجمہ احمد میاں اختر جو ناگڑھی (کننگٹن) الناظر پریس، ۱۹۲۲ء) ص ۱۔
- (۴۰۴) محمد ماہر حمادہ، المکتبات فی الاسلام نشاء تھاو تطورها و مصائرھا (بیروت، موسسہ الرسالہ، ۱۹۷۰ء) ص ۶۔
- (۴۰۵) موصوف بیروت کے نامور محقق مجمع علمی دمشق کے ممبر دارالکتب لبنانیہ۔۔۔۔۔ بانی تھے، آخر عمر میں بنیائی جاتی رہی، کمر بھی جھک گئی تھی، ارشاد الاعراب الی۔۔۔۔۔ الکتب فی المکاتب جیسی کتابیں موصوف سے یادگار ہیں۔ (خیرالدین الزرعی)
- الاعلام قاموس تراجم لاشهر الرجال النساء من العرب والمستعربین والمستشرقین (بیروت، دارالعلم)
- (۴۰۶) شبلی نعمانی، ص ۱۵۲۔
- (۴۰۷) محمد زبیر، اسلامی کتب خانے (دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۱ء) ص ۱۱۔
- (۴۰۸) ایضاً۔
- (۴۰۹) احمد خاں، ”مسلمانوں کے ذوق کتاب داری پر چند تحریرات کا ایک تقابلی جائزہ“ (الحق، ج ۹، شمارہ ۱۲، رمضان ۱۳۹۴ھ) ص ۳۷۔



- (۴۱۰) عواد، ص ۱۸۹-۱۹۰۔
- (۴۱۱) حمادہ، ص ۵۔
- (۴۱۲) عواد، ص ۱۰۳-۱۲۹، ۱۳۰-۱۳۱، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۸، ۱۸۹۔
- (۴۱۳) محمد عبدالرحمن عبید الحلاوی، تسهيل الوصول الى علم الاصول (مصر، مصطفى البابي، ۱۳۳۱ھ) ص ۱۰۱-۱۰۶۔



## باب دوم

### فروعِ علم اور کتب خانوں کا ارتقاء

باب اول میں جس کا عنوان تمہید و تعارف تھا، اس میں اس حقیقت کی وضاحت کی گئی تھی کہ کتب خانے دورِ تمدن کی پیداوار اور ذہنی طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ عہدِ عباسی میں ان کی ترقی کثرت و تنوع، اقراء کے نور کا فیضان و شاہانِ عباسی کی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات کا ثمرہ ہیں۔ متذکرہ باب میں کتب خانوں کی اشاعت، ان کی نشاندہی کے اسباب، شناخت کے اصول، مقصد مطالعہ، انتخاب موضوع، سابقہ مطالعہ، ماخذوں کا سرسری جائزہ لیا گیا اور وسعت و طریق کار پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

باب دوم جس کا عنوان فروعِ علم اور کتب خانوں کا ارتقاء ہے، دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ”فروعِ علم“ علم کی اہمیت، کتب خانے کے عناصر اربعہ، علم، کتابت، کتاب اور قرأت پر، دوسرا حصہ کتب خانوں میں انبیاء علیہم السلام کی سرگرمیاں، ان کے کتب خانے اور قیام کتب خانہ کے عوامل و محرکات پر مشتمل ہے۔



## باب دوم

پہلا حصہ (اجمالی خاکہ)

☆ فروغِ علم اور کتب خانوں کا ارتقاء

☆ کتب خانہ کے عناصرِ اربعہ

☆ علم

☆ کتابت

☆ کتاب

☆ قرأت



## (۱) فروغِ علم

علم انسان کے ساتھ خاص ہے بقیہ تمام عادات و اطوار جیسے شجاعت، قوت و شفقت وغیرہ انسان اور تمام حیوانات میں مشترک ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو فرشتوں پر فضیلت دی ہے (۱) گو انسان لوازم حیوانیت کھانے پینے، چلنے پھرنے وغیرہ میں حیوانوں کا شریک ہے۔ حیوان سے وہ صرف فکر اور ادراکِ کلیات میں ممتاز ہے۔ ادراکِ کلیات کی قوت فطرت انسانی میں ودیعت کی گئی ہے اس لئے وہ طبعی طور پر علم حاصل کرنے اور اس میں غور و فکر کرنے، پھیلائے اور دوسروں تک پہنچانے کا خواہش مند رہتا ہے۔ جملہ علوم و فنون اسی غور و فکر کے نتائج و ثمرات ہیں۔ ان کو بقا و دوام کتابت سے حاصل ہوا ہے اس لئے علم و کتابت کو لوازم تمدن میں شمار کیا گیا ہے۔

حاجی خلیفہ لکھتے ہیں: انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے، دوسروں تک اپنے ضمیر کی آواز پہنچانے اور دوسروں کی بات کو سمجھنے کے لئے الہام الہی نے اسے آواز کے استعمال کی طرف رہنمائی کی۔ حروف کے جوڑنے، علیحدہ کرنے، بعض حروف کو بعض حروف سے خارج و صفات میں ممتاز کرنے کی صلاحیت بخشی تاکہ ان سے کلمات کی ایسی ترکیب حاصل ہو سکے جو ضمیر میں پیدا شدہ معانی کی طرف رہنمائی کریں، گفتگو کا اصل مقصد آسانی سے حاصل ہو سکے، زندگی بامقصد گزر سکے، جب ان حروف کے مرکبات اور جملے مختلف انواع و اقسام پر مرتب ہوئے تو ان سے مختلف زبانیں، مختلف علوم و فنون وجود میں آئے، تمدن میں تنوع و وسعت پیدا ہوئی اور علم و کتابت کو لوازم تمدن میں سے سمجھا جانے لگا۔

اقوام عالم میں جو لوگ بلند حوصلہ تھے، انہوں نے ان علوم و معارف، نتائج و ثمرات، ایجادات و انکشافات کی اشاعت کا دائرہ جنہیں انہوں نے بہت محنت سے حاصل کیا تھا، حاضرین تک محدود نہیں رکھا بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی ان میں شریک کیا تاکہ عالم کے لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں اور علوم و معارف میں ان افکار کی وجہ سے ترقی کا راستہ کھلے۔ چنانچہ انہوں نے کتابت کے قواعد و ضوابط وضع کئے، جن کے نقوش ہر زمانہ میں مستحق رہے۔ انہی نقوش و کلمات کی ترتیب و ترکیب سے قارئین و ناظرین کے اذہان الفاظ و حروف سے معانی کی طرف منتقل ہوئے اور اسی وضع و ترتیب سے تمام علوم و کتب کا نشوونما ہوا (۲) اس لئے علم و کتابت پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔



## (ب) علم کی اہمیت

اسلام نے علم کو بہت ہی اونچا مقام عطا کیا ہے جو اس صفت سے آراستہ ہوتا ہے اسے بھی معاشرہ میں ہمیشہ اونچا ہی مقام دیا جاتا ہے۔ قرآن نے کہا ہے:

”يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبير“ (المجادلہ - ۱۱)

”اللہ تم میں ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا کیا ہوا ہے درجے بلند کرے گا“ اور اللہ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔“

اس لئے قرآن میں رسالت مآب ﷺ کو جن کی ذات ستودہ صفات پر چشمہ علوم و فنون تھی علم و تحقیق ہی میں فراوانی کی دعائے ننگے کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا تھا ”قل رب زدنی علما“ (۱۱۱- طہ) ”آپ کہا کیجئے، اے اللہ! میرے علم و تحقیق میں فراوانی و اضافہ فرما۔“

امام بخاری نے انہی دو آیتوں سے علم کی فضیلت کو ثابت کیا ہے (۵) اور امام موصوف نے ”صحیح البخاری“ میں کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کا عنوان باندھ کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اسلام میں ایمان کے بعد علم ہی کا درجہ ہے۔ قرآن مجید میں بھی ایمان اور اس کے مشتقات کے بعد سب سے زیادہ تقریبات سو مقامات میں علم اور اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے (۶) اس سے علم کی عظمت، اہمیت، افادیت و فضیلت ہی عیاں نہیں ہوتی یہ بھی معلوم ہوتا ہے

کہ اسلام نے ایمان کے بعد تحصیل علم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور اسلام نے اس حقیقت کو انکشاف کیا ہے کہ بنی نوع انسان کے دنیوی سفر کا آغاز علم کی روشنی سے ہوا ہے قرآن کہتا ہے

”علم ادم الاسماء کلہا (البقرہ - ۳۱)“ اللہ نے آدم کو نام سکھا دیے کل کے کل۔“

اسلام نے علم کو انسان کی اولین ضرورت قرار دیا اور جو چیزیں اولاد کو تحصیل علم سے رکھیں ان سے والدین کو روکا ہے (۷) اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے علم کو انسان کی بنیادی ضرورت سمجھا ہے (۸) اور طلب علم ہر فرد کا بنیادی حق قرار دیا ہے اسے حاصل کرنا اس کے لئے لازم کر دیا ہے اسی حق نے اسے کائنات میں امتیاز و شرف بخشا ہے اور اس کا یہ ثقافتی وجود اسے

میں دوسری مخلوقات سے بہتر و برتر قرار دینا، ایک انسان کو دوسرے انسان سے برتری و تفریق دینا سبب ہے چنانچہ قرآن نے کہا ہے ”وفوق کل ذی علم علیم“ (سورۃ یوسف ۱۲ آیت ۱۲)

”ہر صاحب علم سے بڑھ کر ایک عالم ہے۔“

یہ ایک جماعت کو دوسری جماعت سے اور ایک قوم کو دوسری قوم سے ممتاز کرتا ہے  
آن نے کہا ہے۔

قل هل يستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر  
لو الالباب ۱۰ الزمر۔ آیت ۹

”آپ کہیں کہ کیا علم والے اور بے علم برابر بھی ہوتے ہیں؟ نصیحت تو بس وہی حاصل  
رتے ہیں جو عقل والے ہیں۔“

کتب و کتب خانہ ثقافتی وجود کو برقرار رکھنے اور ممتاز کرنے کا اہم ذریعہ ہے قرآن کہتا  
ہے۔

کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور  
۔ ابراہیم

”یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی  
طرف نکال لائیں۔“

انہی وجوہ سے وسائل تعلیم کامیاب کرنا اسلامی حکومت کے فرائض منصبی میں داخل ہے،  
سلام معیشت کے لئے مادی ضروریات کے فراہم کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ تہذیب و ثقافت کے  
مائل مہیا کرنے اور انہیں پروان چڑھانے کا بھی ضامن ہے، چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ  
علم مختلف اطراف و بلاد میں عوام و اہل علم کی تعلیم و رہنمائی اور تربیت علمی کے لئے علماء بھیجتے  
تھے۔

علامہ ابن حزم اندلسی ”کتاب الاحکام“ میں نصاب تعلیم کی تجدید فرمانے کے بعد رقمطراز  
ہے:

”حاکم وقت پر بقدر نصاب و وسائل تعلیم کی فراوانی لازم ہے۔ مرد، عورت، آزاد، غلام،  
بندگی میں کسی بھی فرد کو اس حق سے گریز کا موقعہ نہیں دیا جاسکتا۔ خلیفہ وقت پر فرض ہے کہ  
لوگوں کو تحصیل علم کا پابند کرے اور ایسی جماعتیں متعین کرے جو انہیں پڑھائیں اور تعلیم دیتی  
رہیں“ (۹)

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کو اپنے علمی حدود اربعہ کا پتہ چلتا اور علمی کم مائیگی کا احساس  
ہوتا ہے تو اس میں طلب علم کا جذبہ بڑھتا ہے۔ وہ علمی سرچشموں سے سیرابی کی پوری کوشش کرتا  
ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسی جذبہ طلب علم نے امت مسلمہ سے پاپادہ برا عقلموں کو طے کرایا اور  
انہیں ذخائر علوم و کتب کا دلدادہ بنایا۔

اسلام فراوانی علم کے جذبہ کو انسان میں زندہ و متحرک رکھنے کے لئے اسے ”رب زدو“  
 ”علماء“ میرے رب ”میرے علم میں اضافہ فرما“ کی درخواست کرتے رہنے کی تاکید کرتا ہے تاکہ جملہ  
 کی تاریکیاں چھٹتی رہیں، ابلاغِ علم کی کار فرمائیاں جاری رہیں، ذخائرِ علوم و کتب کا سلسلہ پروان چڑھتا  
 رہے۔ اس لئے مسلمانوں میں کہاوت مشہور ہے، ”اطلبوا العلم من المهد الى  
 اللحد“ آغازِ آفرینش سے دم واپس تک تحصیل و تحقیقِ علم میں لگے رہو۔

## (ج) کتب خانہ کے عناصر اربعہ

(۱) علم

(۱) مفہوم علم:

علم کا مادہ عین، لام، میم ہے۔ اس مادہ میں جاننے پہچاننے کے معنی پنہاں ہیں۔ چنانچہ علامت، شناخت کا ذریعہ ہوتی ہے۔ علم (نشان راہ) سے راستہ جانا جاتا ہے۔ اعلام (پھاڑوں) کو دور ہی سے پہچان لیا جاتا ہے۔ علم (جھنڈا) کے پاس لشکر جمع رہتا ہے۔ اس کے بارے میں دور ہی سے معلوم ہو جاتا ہے (۳) مخلوق سے خالق کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کائنات کو عالم کہتے ہیں 'عالم'، علیم اور علامہ بہت زیادہ جاننے والا بھی اپنے علم سے جانا پہچانا جاتا ہے اور اسے عالم و علامہ کہا جاتا ہے۔ انسان کا ذہن آئینہ کی طرح ہے، جو چیز اس کے سامنے آتی ہے، اس کا نقش اس میں آجاتا ہے۔ آئینہ میں صرف محسوسات کی صورت نمائی ہوتی ہے اور ذہن کے آئینہ میں معقول و محسوس دونوں کی تصویر اتر آتی ہے (۴) یہی وہ بات ہے جسے فلاسفہ حقیقتِ علمیہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، گویا ہر وہ چیز جو ذہن انسانی میں آتی ہے وہ اس کے لئے جانی پہچانی ہو جاتی ہے۔ علم حقائقِ اشیاء کے ادراک کا نام ہے۔ شے کی حقیقت، تجربہ و مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے تجربہ و مشاہدہ بھی اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ قرآن میں علم سے محض دینی علوم ہی مراد نہیں ہیں بلکہ وہ علم سے اس کے نہایت وسیع معنی کی طرف انسان کی رہنمائی کرتا ہے جو فرد و معاشرے کی دنیوی و اخروی کامرانی و ترقی کا ضامن ہے۔ اس لئے کہ علم سے قرآن کا مقصد عقل انسانی کی تربیت کرنا، انسان کو تحصیل علم پر آمادہ کرنا، آفاق و انفس میں فکر و نظر سے کام لینے اور تجربات و مشاہدات سے حقائق تک رسائی حاصل کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ اس سے اس کا علم و ایمان بڑھتا اور پختہ سے پختہ تر ہوتا ہے نیز آفاق و انفس میں غور و فکر سے انواعِ علوم میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذخائر کتب میں ترقی و فراوانی ہوتی ہے چنانچہ علم کے اس وسیع تر معنی پر آیت شریفہ شاہد ہے۔

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء ج فاخرجنا به ثمرات  
مختلفا الوانها ومن الجبال جدد ابيض و حمر مختلف الوانها  
وغرابيب سود ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانہ کذا لک

ط انما يخشى الله من عباده العلماء ان الله عزيز غفور (الفاطر- ۲۸)  
 ”کیا تو نے اس پر نظر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ  
 مختلف رنگوں کے پھل نکالے اور پہاڑوں میں بھی گھاٹیاں ہیں کوئی سفید اور کوئی سرخ ان کے رنگ  
 مختلف ہیں اور کئی بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی ایسے  
 ہیں کہ ان کے رنگ مختلف ہیں، اللہ سے ڈرتے تو بس وہی بندے ہیں جو علم والے ہیں بیشک اللہ  
 زبردست ہے، بڑا مغفرت والا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حیاتِ انسانی سے متعلق جملہ انواعِ علم اس کا شعبہ ہیں اور وہ ان  
 سب پر حاوی ہے۔

### (۲) فضیلتِ علم:

حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں ”کتاب العلم“ کا عنوان باندھا گیا ہے جو اسلام میں اس کی  
 فضیلت و اہمیت کی نہایت روشن دلیل ہے، تاہم موقع و محل کی مناسبت سے یہاں محدودے چند  
 حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی تحصیل، کتابت، حفاظت، ابلانغ اور توسیع  
 و اشاعت کی ذمہ داری امت کے ہر فرد پر انفرادی طور پر عائد کی گئی ہے۔ چنانچہ رسالت مآب  
 ﷺ نے فرمایا، ”جو علم کی خاطر سفر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کرتا  
 ہے“ (۱۰) ایک حدیث میں وارد ہے ”علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں“ (۱۱) ”انبیاء درہم و دینار و ریشہ  
 میں نہیں چھوڑتے بلکہ وراثت میں علم عطا فرماتے ہیں۔“ اس سے معلوم ہوا کہ وراثتِ علمی کو  
 حاصل کرنا میراثِ انبیاء کو حاصل کرنا ہے۔

### (۳) تحصیلِ علم:

آپ ﷺ نے (حسب استطاعت) علم حاصل کرنا ہر ایک مسلمان (مرد، عورت) پر فرض  
 کیا ہے (۱۲) ایک حدیث میں فرمایا، ”علم سیکھنے سکھانے کا نام ہے“ (۱۳) ایک مرتبہ فرمایا ”قابلِ رشک  
 دو ہی شخص ہیں، ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہِ حق میں خرچ کیا،  
 دوسرے وہ جسے علم و حکمت دی اور اس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اور لوگوں کو سکھایا“ (۱۴) نیز  
 فرمایا ”حکمت و دانائی کی بات مومن کی متاعِ گم گشتہ ہے جہاں وہ اس کو پائے وہی اس کا سب سے  
 زیادہ حقدار ہے“ (۱۵) اس لئے علم اور متاعِ گم گشتہ کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرو۔ کتابوں نے  
 حکمت و دانائی، حقائق و معارف، انکشافات، تجربات و مشاہدات کو اپنے اندر سمو رکھا ہے۔ ان کی  
 تحصیل و ترسیل کا کام کتب خانہ انجام دیتا ہے اس حقیقت کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کے مذکورہ

بلا ارشاد کا مصداق خزانہ الکتب کو کہا جاسکتا ہے۔

### (۴) کتابتِ علم:

تعلیم کتاب و حکمت کو رسالت مآب ﷺ کے فرائض منصبی میں قرار دیا گیا۔ آیت شریفہ ہے ”یعلمہم الكتاب والحکمہ“ (آل عمران - ۱۶۴، سورۃ الجمعہ - ۲) ”وہ نبی انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“ رسالت مآب ﷺ نے کتابتِ علم کا حکم دیا قرآن مجید املا کرایا، احادیث و خطبات قلم بند کرائے اور جو آپ نے فرمایا بعض صحابہ نے اسے قلم بند کیا (۱۶) امام ابو جعفر احمد طحاوی (۲۲۹-۳۲۱ھ) نے تصریح کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں قرض کے معاملہ میں شک و شبہ کے پیش نظر لکھنے کی ہدایت کی اور اس کا حکم دیا ہے تو شریعت کا علم قرض سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس کے حفظ میں شک و شبہ کا احتمال ہے لہذا اس میں کتابت کی اجازت زیادہ مستحسن اور پسندیدہ ہے آئمہ میں امام ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد کا یہی مذہب ہے (۱۷)

### (۵) ابلاغِ علم

نبی ﷺ نے ابلاغِ علم کو ہر ایک پر لازم کیا اور فرمایا ”بلغوا عنی ولو آبیہ“ (۱۸) ”میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ ابلاغ کا دائرہ نہایت وسیع ہے اس میں حفظ و تلقین، یاد رکھنا اور دوسروں کو علمی مواد فراہم کرنا نیز نقل کتاب اور کتاب وغیرہ تمام وسائل کی فراہمی داخل ہے۔ پھر حافظہ کمزور ہو جانے اور علم و علمی فضا باقی نہ رہنے کے باعث شرعی نقطہ نظر سے تصنیف و تالیف اور نقل و کتابت کو فرض و واجب کی حیثیت حاصل ہو گئی ایک مقام پر فرمایا حاضر غیر حاضر کو بات پہنچائے ممکن ہے وہ اس بات کو اس سے زیادہ یاد رکھے (۲۰) ایک موقع پر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میری بات سنی اس کی حفاظت کی اور پھر اس شخص تک پہنچائی جس نے وہ بات نہیں سنی تھی بہت سے حاملِ فقہ (سمجھدار) اپنے سے زیادہ سمجھدار تک بات پہنچانے والے ہیں“ (۲۱) ایک اور حدیث میں حکم دیا: ”علم دین کی باتوں کو یاد رکھو، ان کی حفاظت کرو اور اپنے پیچھے والوں کو جا کر بتاؤ“ (۲۲) چنانچہ آئمہ حق نے علم کا آخری درجہ اس کی نشر و اشاعت اور ابلاغ قرار دیا ہے۔ (۲۳)

### (۶) کتمانِ علم کی سزا

”جس نے علم کو چھپایا اسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی“ (۲۴) کیونکہ علم جہاں پوشیدہ ہوا، وہ علم راز بن کر مٹ جاتا ہے (۲۵) علم کا اٹھ جانا اور جہل کا پھیل جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے (۲۶)



حضور کے انہی ترغیبی و تاکیدی ارشادات نے امت مسلمہ میں بعض موضوع (جعلی) حدیثوں کو ایسی شہرت دی کہ علماء کو ان کے موضوع ہونے کی صراحت کرنی پڑی منجملہ ان کے ایک یہ حدیث بھی ہے ”اطلبوا العلم ولو کان بالصین“ (۲۷) ”علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے۔“

تخصیص علم، کتابتِ علم اور توسیع، اشاعتِ علم کے متعلق رسالت مآب ﷺ کے تاکیدی ارشادات نے حصولِ علم اور اس کی نشر و اشاعت کو مسلمانوں کی سیرت کی اہم و ممتاز خصوصیت قرار دی (۲۸) اور امتِ مسلمہ کو ترتیب و تدوین کتب پر آمادہ کیا پھر ذخائر کی کثرت نے مسلمانوں کو کتب خانوں کے قیام و اہتمام کا خوگر بنایا چنانچہ مسلمانوں نے اپنی آبادی کے ہر حصہ میں مسجدوں، مدرسوں میں کتب خانوں کے قیام کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے علم و آگہی کی بنیاد قائم کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا تھا ”اقراء باسم ربک الذی خلق ۰ خلق الانسان من علق ۰ اقراء وربک الاکرم ۰ الذی علم بالقلم ۰ علم الانسان ما لم یعلم ۰“ (العلق - ۱-۵) ”آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لو تھڑے سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی ہے (جس نے) انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دیدی جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔“

اقراء کی تکرار سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ بار بار پڑھنے سے علم میں پختگی آتی ہے، انسان میں فنِ کاملہ پیدا ہوتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اقراء وہ منبع و مخرج ہے جہاں سے تحصیل و ترسیل دونوں کے سرچشمے بیک وقت پھوٹتے ہیں اور اس کو کتب خانہ کی اصطلاح میں Retrieval اور Dissemination and

Communication کہا جاتا ہے جو اشیاء بتانے سے معلوم ہوتی ہیں ان کے جاننے کو خبر کہتے ہیں کتب خانہ کی اصطلاح میں اس کے لئے جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ Information ہے۔

حکمِ اقراء و قرأت کا نور اپنی ذات کے اندر جو پوشیدہ خزانے رکھتا ہے وہ خبر (Information) تحصیل (Retrieval) اور ابلاغ و ترسیل (Dissemination and Communication) پر مشتمل ہے ان ارکانِ ثلاثہ کے قیام و اہتمام کے لئے جس جگہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جو مکان اس ضرورت کو پورا کرتا ہے وہ لائبریری سائنس کی اصطلاح میں کتب خانہ کہلاتا ہے۔ کتب خانہ بنی نوع انسان کے علم کے



ترقی پذیر ثقافتی ورثہ کا ہر زمانہ میں جامع رہا ہے اور یہ علم کے مواد کی کثرت و وسعت کی بناء پر ہر دور میں بڑھتا اور ترقی کرتا رہا ہے۔

علمِ نمو، علو، بسط و اختصار، جامعیت و استناد، عزت و رفعت، عظمت و شہرت کی صفات سے آراستہ رہا ہے، اس لئے کتب خانہ بھی ہمیشہ انہی صفاتِ عالیہ کا مظہر بنا رہا ہے۔ علم جس نے بنی نوع انسان کو مادی ترقی میں آسمانوں پر پہنچایا، روحانی ترقی میں فرشتوں سے افضل بنایا اس کی تحصیل و ابلاغ اور ترسیل کا مقام کتب خانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم کو ”فضلِ عظیم“ قرار دیا ہے اور تمام بنی نوع انسان کو اس صفت سے آراستہ ہونے کی صلاحیت بخشی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے جب آنحضرت ﷺ کو اس صفت سے نوازا تو فرمایا ”وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمہ وعلمک مالک تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما“ (النساء- ۱۱۳) ”اور اللہ نے تم ﷺ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔“

اس آیتِ شریفہ میں خطاب رسالت مآب ﷺ سے ہے لیکن مراد تمام بنی نوع انسان ہیں، اس لئے کہ علم فرد ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے بھی ”فضلِ عظیم“ ہے۔ یہ فضلِ عظیم اپنے کون و مکان کے لئے جو جگہ رکھتا ہے اس معاشرتی مرکز (Social Centre) کا ہی دو سرا نام کتب خانہ ہے۔

## (۲) کتابت

کتاب اور کتابت کے ذریعہ علوم و فنون کی تدوین عمل میں آئی۔ حفاظت، توسیع و اشاعت ہوئی، علمی و تحقیقی انکشافات اور ثقافتی ورثہ کو فروغ ہوا، کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا۔ اس کتب خانوں کی تاریخ بیان کرنے سے پہلے اس کے معنی و حقیقت پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ کتاب اور کتابت کے مادہ کاف، تا، با کے اصل معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ نظر ترتیب سے ملانے، جمع کرنے کے ہیں (۲۹) اسی سے کتاب کا لفظ نکلا ہے، کتبہ چھوٹا لشکر بھی کہا جگہ اکٹھا ہوتا ہے، کتبہ تسبیح کے دانوں کی لڑی جس میں ایک نمونہ کے دانے پروتے ہیں (۳۰) الکتاب (قرآن) بھی انبیاء، تاریخ، اقوام، ادا مرد و نواہی، امثال و شرائع احکام الہی اور کتب سماوی جامع ہے (۳۱) اس لئے اس نام سے موسوم ہے۔

کتابت میں حروف و الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ، تحریر کے ذریعہ جوڑا اور جمع کیا گیا ہے۔ کتابت میں بھی موضوع سے متعلق عبارت کو تحریر کے ذریعہ سمیٹا اور جمع کیا جاتا ہے مگر بعض اوقات بطور استعارہ کلام کی جگہ کتاب کا اور کتاب کی جگہ کلام کا لفظ بھی بولا جاتا ہے چنانچہ آیت شریفہ ”الم ذالک الکتاب“ (یہ کتاب ہے) میں کلام الہی کے لئے جو ابھی قید تحریر میں نہیں لایا گیا تھا کتاب کا لفظ بولا گیا ہے اور آیت شریفہ ”انی عبد اللہ اتانی الکتاب“ (۳۲) میں خدا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے) میں کلام اللہ کو کتاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کتاب اصل میں مصدر ہے جس کے معنی لکھنا ہیں پھر نوشتہ کو کتاب کا نام دیا گیا، کتابت کرنا، مقدر کرنا، اندازہ کرنا، لازم کرنا، ایجاد کرنا، فنا کرنا، فرض کرنا، سب کچھ کتابت کے ذریعہ کیا ہے اس لئے کتابت ان معانی میں استعمال کیا جانے لگا، پھر عزم کتابت پر بھی کتابت کا لفظ بولا جانے لگا، اس لئے کہ پہلے عزم و ارادہ کیا جاتا ہے۔ پھر زبان سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کو لکھا جاتا ہے، ارادہ مبدا اور کتابت منتہی ہے (۳۳) مکاتب اس غلام کو کہا جاتا ہے جو اپنی آزادی کے شرائط طے کر کے قید تحریر میں لے آتا ہے (۳۴)

انہی مذکورہ بالا مناسبتوں کی وجہ سے لفظ کتب لکھنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اب انہی نے اس کا مصدر کتب اور میویہ نے کتاب بھی نقل کیا ہے۔ لکھنے والا منشی و خوشنویس، کتابت اس جمع کتاب اور کتبہ آتی ہے لکھنے کی صنعت کو کتابت کہتے ہیں۔ کتاب کی جمع کتب آتی ہے۔ کتابت کتابت سکھانے والا اور مکتب وہ جگہ جہاں کتابت سکھائی جاتی ہے (۳۵) اردو میں بھی مکتب نوشتہ

## (۲) کتابت

کتاب اور کتابت کے ذریعہ علوم و فنون کی تدوین عمل میں آئی۔ حفاظت، توسیع و ہونے، علمی و تحقیقی انکشافات اور ثقافتی ورثہ کو فروغ ہوا، کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا۔ کتب خانوں کی تاریخ بیان کرنے سے پہلے اس کے معنی و حقیقت پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ کتاب اور کتابت کے مادہ کاف، تا، با کے اصل معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ترتیب سے ملانے، جمع کرنے کے ہیں (۲۹) اسی سے کتاب کا لفظ نکلا ہے، کتبہ چھوٹا لشکر جگہ اکٹھا ہوتا ہے، کتبہ تسبیح کے دانوں کی لڑی جس میں ایک نمونہ کے دانے پروتے ہیں۔ الکتاب (قرآن) بھی انبیاء، تاریخ، اقوام، ادا مرد و نواہی، امثال و شرائع احکام الہی اور کتب جامع ہے (۳۱) اس لئے اس نام سے موسوم ہے۔

کتابت میں حروف و الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ، تحریر کے ذریعہ جوڑا اور جڑا ہے۔ کتابت میں بھی موضوع سے متعلق عبارت کو تحریر کے ذریعہ سمیٹا اور جمع کیا جاتا ہے۔ اوقات بطور استعارہ کلام کی جگہ کتاب کا اور کتاب کی جگہ کلام کا لفظ بھی بولا جاتا ہے چنانچہ شریفہ ”الم ذالک الکتاب“ (یہ کتاب ہے) میں کلام الہی کے لئے جو ابھی قید تحریر لایا گیا تھا کتاب کا لفظ بولا گیا ہے اور آیت شریفہ ”انی عبد اللہ اتانی الکتاب“ (۳۲) میں بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے) میں کلام اللہ کو کتاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کتاب اصل میں مصدر ہے جس کے معنی لکھنا ہیں پھر نوشتہ کو کتاب کا نام دیا گیا۔ کرنا، مقدر کرنا، اندازہ کرنا، لازم کرنا، ایجاد کرنا، فنا کرنا، فرض کرنا، سب کچھ کتابت کے ذریعہ ہے اس لئے کتابت ان معانی میں استعمال کیا جانے لگا، پھر عزم کتابت پر بھی کتابت کا لفظ بولا گیا تھا اس لئے کہ پہلے عزم و ارادہ کیا جاتا ہے۔ پھر زبان سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد لکھا جاتا ہے، ارادہ مبدا اور کتابت منتہی ہے (۳۳) مکاتب اس غلام کو کہا جاتا ہے جو اپنی آئی کی شرائط طے کر کے قید تحریر میں لے آتا ہے (۳۴)

انہی مذکورہ بالا مناسبتوں کی وجہ سے لفظ کتب لکھنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ عید نے اس کا مصدر کتب اور سیویہ نے کتاب بھی نقل کیا ہے۔ لکھنے والا منشی و خوشنویس، کاتب کی جمع کتاب اور کتبہ آتی ہے لکھنے کی صنعت کو کتابت کہتے ہیں۔ کتاب کی جمع کتب آتی ہے کتب کتابت سکھانے والا اور مکتب وہ جگہ جہاں کتابت سکھائی جاتی ہے (۳۵) اردو میں بھی مکتب

اندکی جگہ کو کہتے ہیں۔

”مکتب“ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کے پاس کتابیں ہوں اور وہ اس سے نقل کرائے  
معاظ دیگر اس کا مصداق خوشنویس ہے جو استادوں کی وصلیوں سے شاگردوں کو خوشنویسی  
کھاتا ہے (۳۶)

”کتاب“ کے معنی حروف ہجا کے ساتھ الفاظ کی تصویر کشی کرنے کے ہیں بعد میں اس معنی  
کی بڑی وسعت پیدا ہوئی عرف عام میں مخصوص عبارت کی تدوین پر اور مصنفین کی اصطلاح میں  
مخصوص مسائل کے مجموعہ پر کتاب کا اطلاق کیا جانے لگا (۳۷) اللہ تعالیٰ نے کتاب کو وہ مرتبہ و مقام  
پاکہ اپنے کلام سے اس کو آراستہ کیا اور جن اقوام کی طرف آسمانی کتابیں اتاری گئیں انہیں  
”کتاب“ کتاب والوں کے مقدس الفاظ سے یاد کیا ہے۔ عہد عباسی میں مادہ کتب کا گونا گوں  
استعمال کتابت و کتب کی کثرت ان کے بہت زیادہ استعمال اور عوام و خواص کی ان سے دلچسپی کا  
ایک بین ثبوت ہے۔

کتابوں کی جمع و ترتیب کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہو چکا تھا کتب خانہ کو الخزانہ  
مزانہ الکتب و خزائن الکتب کے الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا۔ خزانہ و خازن خزن سے بنا ہے۔ خا  
’نون کے مادہ میں حفاظت کرنے کے معنی مضمحل ہیں (۳۸) خازن محافظ و نگران کو کہتے ہیں خزانہ  
میں ہر چیز نظم و ترتیب اور حفاظت کے ساتھ رکھی جاتی ہے۔ بوقت ضرورت نکالی اور استعمال کے  
لئے دی جاتی ہے۔ خازن بھی کتابیں جمع کرتا، نظم و ترتیب سے رکھتا، حفاظت کرتا اور استعمال کے  
لئے لوگوں کو دیتا ہے اس کی جمع خزنہ آتی ہے۔ ”خزانہ“ کے لغوی و عرفی مفہوم میں جمع و تحفظ اور  
ترتیب و افادہ داخل ہیں قرآن میں فرمایا گیا ہے ”وان من شیء الا عندنا خزائنه وما  
ننزلہ الا بقدر معلوم“ (الحجر-۲۱) ”اور جو چیز بھی ہے ہمارے پاس اس کے (خزانے کے)  
انزانی ہیں اور ہم اسے ایک مقدار معین سے اتارتے رہتے ہیں۔“

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اشیاء کا ذخیرہ ہمیشہ زیادہ رکھا جاتا ہے گو فائدہ ان سے  
ایک مقدار کے مطابق اٹھایا جاتا ہے۔ کتب خانوں پر اس اصول کا پورا پورا اطلاق ہوتا ہے اس میں  
کتابوں کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کیا جاتا ہے لیکن اس سے استفادہ کا دائرہ غیر محدود نہیں ہوتا۔

قرآن نے آیت شریفہ ”یعلمہم الكتاب والحکمہ“ (آل عمران-۱۶۳)  
(وہ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔  
حکمت علم و دانش اور تجربہ و مشاہدہ سے حق بات معلوم کرنے کا نام ہے لہذا حکمت کے معنی اشیاء  
کی معرفت حاصل کرنے اور انہیں نہایت عمدہ طریقہ سے ایجاد کرنے کے ہیں۔ انسانی حکمت

موجودات کی معرفت اور اچھے کام انجام دینے سے عبارت ہے۔ جیسا کہ آیت شریفہ ”ولقد اتینا لقمان الحكمة“ (لقمان - ۱۲) ”اور بیشک ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی۔“  
 بنی نوع انسان کو حقائق اشیاء تک رسائی مطلوب ہے اس لئے ارباب فکر و نظر نے کتب خانہ کا نام ”خزانة الحكمة“ رکھا کہ یہ علمی ورثہ بھی انسان کو حقائق کے سمجھنے، مزید حقائق کو معلوم کرنے اور علمی دریافت و انکشاف میں مددگار ہوتا ہے۔ ادا نل عبد عباسی میں جب یونانی علوم عربی زبان میں منتقل کئے گئے اور دین و دانش کا ذخیرہ یکجا کیا گیا تو خزانة الحكمة کا لفظ بہت عام ہو گیا۔

عبد عباسی میں مسلمانوں نے کتب خانوں کے نام علم، علوم، معرفت، کتاب، کتب، خزانہ، خزائن اور حکمت کے معنی خیز لفظوں سے ترکیب اضافی کے ساتھ ترتیب دیئے۔ چنانچہ وہ کبھی دارالعلم، کبھی خزانة الكتب، کبھی دارالکتب، کبھی خزانة الحكمة، دارالحکمة، بیت الحكمة، صوان الحكمة، کبھی دارالمعرفہ اور کبھی کتب کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

پانچویں صدی ہجری میں کتب خانہ کے لئے دارالکتب کا لفظ استعمال کیا گیا اور بعد میں کتب کا لفظ بھی کتب خانوں پر بولا جانے لگا تھا۔ ان الفاظ کو قبول عام حاصل ہوا لیکن عصر حاضر میں کتب بمعنی کتب خانہ، مطالعہ کرنے کے کمرہ اور کتابوں کی دکان مولدہ (موجودہ دور کی پیداوار) ہے (۳۹) ترکیب اضافی کے ساتھ امین المکتبہ کا لفظ لائبریرین کے لئے بولا جاتا ہے، ناموں کا یہ تنوع کتب خانوں سے مسلمانوں کے غیر معمولی شغف کا مظہر ہے۔

علم و معرفت، کتاب و کتب اور حکمت کے ساتھ لفظ ”دار“ جو دور بمعنی گردش کرنے کا اسم ہے۔ یہ وہ مکان ہے جہاں گھومنے پھرنے کے بعد انسان آرام کرتا ہے۔ دارالکتب وہ جگہ جہاں کتابیں رکھی جائیں اور انہیں استعمال کے لئے رواں دواں رکھا جائے۔ یہ نام عبد عباسی میں کتابوں کے بکثرت استعمال کا اور ذخائر کتب کے گردش میں رہنے کا شاہد ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دارالکتب، دارالحکمة، دارالعلم، دارالمعرفہ وغیرہ وہ مکان ہیں جہاں تحصیل (Retrieval) اور ابلاغ و ترسیل Communication Dissemination کا ذمہ دارانہ کام کیا جاتا اور اس کی سہولت دی جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے اس میں ابلاغ کے مفہوم کی رعایت رکھی ہے۔ یہ بات کسی اور میں نہیں پائی جاتی ہے۔



## (۳) کتاب

اساس کتب خانہ کے دو عنصر علم و کتابت کا ذکر گزشتہ اوراق میں گزر گیا اس کا تیسرا عنصر ب ہے۔ اس کے لغوی و اصطلاحی معنی کی وضاحت کتابت کے ضمن میں گزر گئی۔ یہاں کتاب متعلق مسلمان فرمانرواؤں اور دانشوروں کے خیالات کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے مسلم شہرہ میں کتابوں کی عظمت، اہمیت اور افادیت کا اندازہ کیا جاسکے گا۔

خلیفہ مامون کا نام مؤسسن کتب خانہ اور کتب خانوں کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اس کتاب کی عظمت، اہمیت، فضیلت اور افادیت کو جس انداز سے بیان کیا ہے، اس سے مامون کے ب سے انفرادی شغف و شیفتگی کا ثبوت ہی نہیں ملتا بلکہ ہر مسلمان حکمران کے دل و دماغ میں ب کی جو عظمت، اہمیت اور افادیت تھی اس پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ وہ کہتا ہے:

”نفس انسانی کو کتاب سے بڑھ کر کوئی چیز فضیلت دینے والی نہیں اور نہ اس سے زیادہ کوئی چیز انسان کے سینہ کو کھولنے والی ہے نہ اس سے بڑھ کر کوئی شے باعثِ فخر ہے نہ اس سے زیادہ دل و دماغ کو روشن کرنے والی کوئی اور شے ہے نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز زبان کو کھولنے والی ہے نہ اس سے مضبوط ترین کوئی ڈھال ہے نہ اس سے زیادہ موافقت کرنے والی کوئی چیز ہے نہ اس سے کمتر مخالفت کرنے والی کوئی شے ہے وہ بلوغ ترین اشارہ ہے اور سب سے زیادہ مواد کو واضح کرنے والی چیز کتاب ہے۔“

اس کا فائدہ بہت ہے یہ زیادہ گر انبار نہیں اس میں فساد کچھ نہیں اس کا انجام قابلِ تعریف ہے، کتاب ایسی بیان سرا اور داستان گو ہے جو کبھی ملول نہیں ہوتی اور ایسی ساتھی ہے جو کبھی نادار و مفلس نہیں ہوتی اور ایسی ہم نشین شے ہے جو تم سے کبھی گریز نہیں کرتی۔ یہ گزرے ہوئے دانشوروں کی دانش کی حکمتوں کی اور گزشتہ اقوام کے کارناموں کی ترجمان ہے، یہ ان چیزوں کو زندہ کرتی اور حیات تازہ بخشتی ہے جنہیں نصیبہ مٹا دیتا ہے، زمانہ پوشیدہ کر دیتا ہے جن باتوں کو غباوت ڈھانپتی ہے یہ ان کو ظاہر کرتی ہے ثقہ جب ان سے قطع تعلق کرتا ہے یہ اس سے تعلق نہیں توڑتی ہے، بادشاہ بھی اس کے ساتھ خیانت کرتے ہیں تو بھی یہ اس سے رشتہ قائم رکھتی ہے، ہر کلمہ اس کی تعریف میں بہت

سے معانی کا جامع ہے کیا اس سے بھی زیادہ کوئی عجیب تر بات ہوگی جو تم دیکھتے ہو کہ عرب بھی کتاب کے اثر کو قبول کرتے ہیں اور کتاب نے ان کی زندگی میں بہت ہی بڑا انقلاب پیدا کیا ہے“ (۴۰)

مذکورہ بالا اقتباس سے خلیفہ مامون کے دل و دماغ میں کتاب کی جو عظمت و اہمیت کا اظہار ہی نہیں ہوتا بلکہ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں تقریباً ہر مسلم فرد کتاب کے بارے میں ایسے ہی نظریات و خیالات رکھتا تھا۔ اس لئے کہ علم دوستی، معارف پر فرمائشوں سے کتابوں کی تدوین اور ان پر انعام و اکرام، اپنی مملکت و محلات میں کتب خانوں اور ان کی حوصلہ افزائی ہر حکمران کا معمول رہا ہے۔ مشہور مقولہ زبان زد خاص و عام رہا: *الناس علی دین ملوکہم* (لوگ اپنے فرمانرواؤں کے طریقہ پر چلتے ہیں) کی میں یہ کہنا کہ اسلامی قلمرو کا ہر پڑھا لکھا شہری انہی خیالات و نظریات کا حامل تھا، حقیقت نہیں قرار دیا جاسکتا نیز اس دور کو کتابی تہذیب کا دور کہنا بھی اسی امر کا غماز ہے۔

عہد عباسی کے نامور ادیب عمرو بن بحر (۱۱۳-۲۰۰ھ: ۷۸۰-۶۸۶۹) نے کتابی انہی اوصاف کو بیان کر کے ایک نکتہ چین کتاب کا منہ بند کیا تھا جس کی جتہ جتہ تلخیص جاتی ہے۔ اس سے ہمارے مذکورہ بالا دعوے کی مزید تائید ہوتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں کتاب کے متعلق نظریات و خیالات میں تنوع و وسعت آگئی تھی اور اس کی گہری برداشت سے باہر تھی۔ جاظہ کہتا ہے:

”کتاب بہت اچھی ہم نشین و رفیق، بہترین افسوں و سیرگاہ، تنہائی کے وقت میں بہت مونس و غمخوار، پردیس میں معرفت کا بہت اچھا وسیلہ، بہت اچھی ہمد و شریک ہے۔ کتاب بھرا ہوا خزانہ اور دانشمندی سے بھرا ہوا ظرف ہے۔“

ایسا کون سا غم خوار و مونس ہے جو تمہارے سونے کے ساتھ سوتا اور جو تمہارے کھانے کے ساتھ بولتا ہو، زمین سے زیادہ مامون و محفوظ اور راز کو رازداروں سے بھی زیادہ پوشیدہ والا امینوں سے بھی زیادہ امانت کی حفاظت کرنے والا ہو (وہ کتاب ہے) اس کا نیا پن پرانا اور اس کے جڑوں اور قوتوں سے انتشار و جدائی نہیں ہوتی اس کا سراپا شاعر عرب کے منہ سے شعر کے مطابق ہے۔

یابی تو اہا قبل ان اعرف انہوی فصادف قلباً فارخاً

”اس محبوبہ کی محبت میرے دل میں تمیز محبت سے پہلے آئی گئی کو خالی دیکھا“



نزیر ہو گئی۔“

کتاب سے زیادہ نیک سلوک پڑوسی نہیں اس سے زیادہ منصف ساتھی نہیں اس سے زیادہ فرمانبردار رفیق نہیں اس سے زیادہ منکسر مزاج استاد نہیں اس سے زیادہ کام کا ساتھی نہیں۔ میرے علم میں ایسا کوئی درخت نہیں جو کتاب سے زیادہ طویل العمر اس سے زیادہ کار آمد اس سے زیادہ پاکیزہ پھل دینے والا اس سے پہلے ثمر دینے والا اس سے جلد پکنے والا اور ہر موسم اس سے زیادہ پایا جانے والا ہو۔

مجھے علم نہیں کہ کوئی نومولود اپنی آغاز عمر میں 'قرب ولادت' حضور ذہن اور امکان وجود کا عجیب تدابیر کا 'نادر علوم کا' صحیح عقول کے آثار کا 'لطیف و قابل تعریف اذہان' کا گزشتہ اقوام کی ستان کا 'اجڑے ہوئے شہروں کی تاریخ کا اور دائر و سائر امثال کا' تباہ شدہ اقوام کا جامع ہو جتنی ناب جامع ہے۔

کتاب اپنے سبک بار اور چھوٹی جسامت کے باوجود جس وقت اس کو تم چپ کرنا چاہو چپ جاتی ہے اور جب تم بلوانا چاہو تو بولتی ہے 'کون تمہارا ایسا ملاقاتی بن سکتا ہے جس کی ملاقات تم ہو تو ایک دن چھوڑا ایک دن کرو اور چاہو تو پانچویں دن کرو' اگر تم چاہو تو تمہارے سایہ کی طرح سے جدا نہ ہو اور تمہارے ساتھ تمہارے جزا اور عضو کی طرح رہے" (۴۱)

کتاب وہ ہے کہ اگر تم اس پر نظر ڈالو گے تو خوب نفع پہنچائے گی 'تمہاری طبیعت میں ذی 'تمہاری زبان میں روانی پیدا کرے گی' تمہارے بیان کو بہتر بنائے گی' تمہارے الفاظ کو شوکت شے گی' تمہارے جی کو خوش کرے گی' تمہارے سینہ کو علم سے آباد رکھے گی' تمہیں عوام کی تعظیم و بادشاہوں کی دوستی سے سرفراز کرے گی' نادان کا بوجھ برداشت کئے بغیر 'طلب کی مشقت مانے بغیر اور کسی اجرت پر پڑھانے والے کے دروازے پر ٹھہرنے بغیر' تم جس سے اخلاق کے بنیاد سے افضل اور نسب کے لحاظ سے برتر ہو' ان کے آگے زانوائے تلمذ طے کئے بغیر' حاسدوں کی نسبت سے بچتے ہوئے اور دولت مندوں کی ہم نشینی سے محفوظ رہتے ہوئے کتاب سے ایک مہینے کا وہ حاصل کرو گے جسے لوگوں کی زبان سے ایک زمانہ تک حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ کتاب ہی تمہاری چیز ہے کہ رات میں بھی وہ تمہاری اطاعت و فرمانبرداری ایسی کرے گی جیسی اس نے دن میں کیا ہے۔ پردیس میں بھی وہ تمہاری ایسی مطیع رہے گی جیسی وہ دیس میں مطیع رہی ہے' وہ نیند سے بیدار نہیں ہوتی اور بیداری کی سستی اسے لاحق نہیں ہوتی ہے' کتاب ایسی معلم ہے کہ اگر تمہیں اس کی طرف احتیاج ہو تو وہ تمہارے ساتھ بد عمدی نہیں کرے گی اور اگر تم اس سے پوچھنا چھوڑ دو تو وہ تم سے فائدہ کی راہ منقطع نہیں کرتی اگر تم اس سے کنارہ کشی اختیار کرو تو وہ تمہاری اطاعت

سے منہ نہیں موڑے گی اور اگر تمہارے دشمنوں کا زور چلے تو وہ تمہارے خلاف نہیں ہوگی، جب تک تمہارا اس کے ساتھ ادنیٰ سا بھی تعلق قائم رہے گا۔ تنہائی کی وحشت میں بھی تمہیں برسہا برس ساتھ سے ملنے پر مجبور نہیں کرے گی۔

ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ (۱۱۰-۲۰۹ھ : ۷۲۸-۷۲۸ھ) کا بیان ہے کہ مہلب بن ابی صفر (۷۸۳-۶۲۸ھ / ۶۷۰-۶۷۰ھ) نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ بیٹو! بازار میں وراق اور زرہ سازوں کے پاس ٹھہرا کرو، ایک استاد جس کے پاس قبیلہ غطفان کے مناقب پڑھے گئے اس نے کہا خوبیاں ختم ہو گئیں مگر کتابوں سے وہ ختم نہیں ہوئی ہیں۔ کسی عرب کا قول ہے میں نے چالیس برس اس طرح بسر کئے کہ میں نہ کبھی رات میں سویا نہ میں نے کبھی دوپہر کو آرام کیا نہ کبھی ٹیک لگائی مگر کتاب میرے سینے پر گود میں رہی (۴۲)

علی بن الجهم المتوفی ۲۴۹ھ / ۸۶۳ء کا بیان ہے کہ جب کبھی مجھے سونے کے وقت کے علاوہ نیند آئی حاجت سے زیادہ نیند بہت ہی بری ہے تو میں نے حکمت کی کتابوں میں سے کسی کتاب کو پڑھنے کے لئے اٹھایا پھر دورانِ مطالعہ فوائدِ علمی سے طبیعت میں مسرت کی لہریں دوڑ گئیں اور کتاب کی باتوں کے مل جانے سے بڑی خوشی ہوئی۔ استفادہ کی مسرت قلب و دماغ پر چھا گئی (۴۳)

محمد بن الجهم برکی کا قول ہے کہ جب میں کسی کتاب کو اچھا سمجھتا ہوں اور اس سے فائدہ کی امید ہوتی ہے تو پھر تم میری اس وقت کی کیفیت دیکھو کہ میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دیکھتا ہوں کہ اب اس کے کتنے ورق باقی رہ گئے ہیں، اس خیال سے کہ کتاب کب ختم ہو رہی ہے اور فائدہ کا سلسلہ اب کب منقطع ہوتا ہے اگر کتاب بڑی اور ضخیم ہو اور ورق بھی زیادہ ہوں تو پھر زندگی کا پورا لطف آنے لگتا ہے اور انسان کو اس وقت بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے (۴۴)

ابن الجهم برکی نے کہا ہے کہ انسان اسی وقت پہچانا جاتا ہے جب اس کی کتاب اس کے سانس سے زیادہ ہو تاکہ وہ سماع و کتاب دونوں کا جامع ہو سکے اور وہ اس وقت تک جامع نہیں ہو سکتا جس تک وہ اپنی ضروریات کی چیزوں سے اس پر خرچ نہیں کرے گا۔ ابن الجهم کا قول ہے کہ کتابوں کی زیادتی سے خرچ کرنا شرفِ انسانی کی اور نفسِ انسانی کی خرابی آفات سے محفوظ ہونے کی دلیل ہے (۴۵)

ابو عمرو بن العلاء بصری (۷۰-۱۵۳ھ : ۶۹۰-۷۷۱ء) کا بیان ہے کہ میں جب کبھی کسی آدمی کے پاس سے گزرا یا کسی کے دروازے سے میرا گزر ہوا اور میں نے اسے کتاب پڑھتا ہوا اور اس کے ہم نشین کو خالی بیٹھا ہوا دیکھا تو یقین کر لیا کہ وہ خالی بیٹھنے والے سے زیادہ بہتر و زیادہ عقلمند ہے۔ وہ شخص جس کا خرچ اپنی کتابوں پر نوجوان لڑکیوں کے عاشقوں سے بڑھ کر نہ ہو وہ علم میں پسند

مرتبہ تک نہیں پہنچتا ہے۔ تمہارا علم بمنزلہ روح اور مال بمنزلہ بدن ہے لہذا علم کو روح کی جگہ پر مال کو بدن کی جگہ پر رکھو (۳۶)

محمد ابن الجهم برکی کے مذکورہ بالا بیان سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ عرب مال و دولت کا سب سے بہتر مصرف کتابوں پر خرچ کرنا سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابن دراج المتوفی ۴۲۱ھ کے پاس ابو اسلمہ مرمض بن محمد المتوفی ۲۰۰ھ کا دیوان کوئی چمڑے پر لکھا ہوا مجلد رکھا ہوا تھا کسی نے اس سے پوچھا کہ آپ نے ابو اسلمہ کے دیوان پر کیوں روپیہ لگایا اس نے جواب دیا کہ علم تم کو اتنا دے گا جتنا تم اس کو دو گے پھر کہا اگر میں اسے اپنی آنکھ کے ڈھیلے پر رکھ سکتا یا صفحات قلب پر رقم کر سکتا تو ضرور کرتا، تم نے کتابیں جمع کر لیں تو تم نے ادب اور جائیداد غیر منقولہ جمع کر لی (۳۷) عرب کا شاعر کہتا ہے۔

تعرض علی تجوید کتبک انہا مناہل و راد الحجی والفوائد (۳۸)  
 ”تمہیں تمہاری کتابیں آراستہ رکھنے کی ترغیب و تاکید اس لئے کی جاتی ہے کہ یہ سیرابی علم کی گھاٹ ہیں اور فوائد و دانشمندی کے راستے ہیں۔“

## (۴) قرأت

اساس کتب خانہ کا چوتھا اہم عنصر قرأت و تلاوت یعنی پڑھنا ہے جس کے لئے کتابوں کا وجود ناگزیر ہے۔ اسلام نے اس پر زیادہ زور دیا ہے۔ اسلام کا آغاز ہی پڑھنے لکھنے کے حکم سے ہوا ہے۔ پہلی وحی جو اتری اس میں پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا اور فرمایا گیا تھا ”اقراء باسم ربک الذی خلق ۰ خلق الانسان من علق ۰ اقراء وربک الاکرم ۰ الذی علم بالقلم ۰ علم الانسان ما لم یعلم ۰“ (العلق - ۱-۵) ”(اے محمد اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا۔“

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے قرأت و کتابت پر کتنا زور دیا ہے پہلی وحی میں حکم نماز روزے کا نہیں دیا گیا حکم پڑھنے لکھنے کا دیا گیا اور بتایا گیا کہ علم بالقلم (۱) کتابت (۲) حفاظت (۳) نقل (۴) ابلاغ۔ توسیع و اشاعت کا کامیاب ترین ذریعہ ہیں (۴۹) اسلامی قلمرو کے وسیع حدود میں کتب، بازار کتب اور ہر نوع کے کتب خانوں کی کثرت، قلم سے علوم کی نشر و اشاعت کا ثمرہ ہے۔ قرآن کا نام ”قرآن“ پڑھی جانے والی کتاب رکھا گیا ہے، سورہ فاتحہ کے بعد سب سے پہلی سورت کا دوسرا ہی لفظ ”الکتاب“ ہے۔ قرآن کی ایک مستقل سورت کا نام ”القلم“ ہے اس کا آغاز حسب ذیل الفاظ سے ہوا ہے۔

ن والقلم وما یسطرون (القلم - ۱-۲) ”ن“ قلم کی اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں اس کی قسم“

ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ اور دیگر اکابر مفسرین سے ”ن“ کی تفسیر لفظ دوات سے منقول ہے (۵۰) سورہ طور میں فرمایا گیا ہے ”والطور و کتاب مسطور فی رق منشور“ (الطور - ۱-۲) (کوہ) ”طور کی قسم اور کتاب کی جو لکھی ہوئی کشادہ اوراق میں ہے۔“ علمی مواد کو اپنے خارجی وجود کے لئے حسب ذیل تین چیزیں درکار ہوتی ہیں۔

(۱) قلم جو لکھے۔

(۲) سیاہی جس سے لکھا جائے۔

(۳) وہ چیز جس پر لکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات میں انہی چیزوں کی قسم کھائی ہے اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز کی قسم کھانے سے مقصد اس کی عظمت و اہمیت کی طرف بنی نوع انسان کی توجہ مبذول کرانا ہے۔

انبیاء علیہم السلام و رسل علیہم السلام کی بعثت، تنزیل کتب کا مقصد، ان کی تلاوت و قرأت اور ان کی ترویج و اشاعت رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی جان، اس کا استعمال اور تلاوت و قرأت ہے۔ مذکورہ بالا بحث سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اس کتب خانہ کے عناصر اربعہ علم، کتابت، کتاب و قرأت ہیں اگر کسی کتب خانہ میں کتابیں جمع کر دی جائیں اور وہ استعمال میں نہ آئیں۔ اس میں پڑھنے لکھنے کی اجازت نہ ہو تو وہ مکان کتب خانہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ کتاب کی دکان اور کتب خانہ میں یہی بنیادی فرق ہے اس لئے کتابوں کا استعمال میں آنا اور ان کا پڑھا جانا کتب خانہ کی بقا و ترقی کا ضامن رہا ہے اس لئے اس اہم عنصر کی تکمیل پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔



## باب دوم

## دوسرا حصہ (اجمالی خاکہ)

- ☆ فروغِ کتب اور کتب خانوں میں انبیاء علیہم السلام کی سرگرمیاں
- ☆ انوارِ نبوت کی تابانی کا ثمرہ
- ☆ شرقِ اوسط کے انبیاء و کتب سے قرآن کا اعتناء
- ☆ کتب و کتب خانہ ”بیان“ کا مرہونِ منت
- ☆ گلی کتب خانہ
- ☆ انبیاء علیہم السلام کے کتب خانے
- ☆ قیامِ کتب خانہ کے عوامل





## (دوسرا حصہ)

## کتب خانوں کا ارتقاء

(۱) فروع کتب اور کتب خانوں میں انبیاء علیہم السلام کی سرگرمیاں

انبیاء علیہم السلام پر اتاری ہوئی صحف و کتب کے نور کی روشنی نے بنی نوع انسان میں روشن خیالی پیدا کی۔ فلسفہ زندگی کے لئے ہر نوع کے ادبی سرمایہ اور کتابی مواد کو جنم دیا اس کا ریکارڈ کرتے رکھنے اور استعمال کرنے کا دلدادہ بنایا، انہی کتب کے نور سے عبادت گاہیں منور رہتی تھیں۔ یہی کتابیں ابتدائی کتب خانے کی تشکیل کا باعث ہوئی تھیں۔ اس لئے ان کتب مقدسہ کی حیثیت کتب خانہ ساز کتب کی تھی ان وجوہ سے کتب سماوی سب سے زیادہ اعتناء و توجہ کی مستحق تھیں لیکن تاریخ کتب خانہ میں الہامی کتب کا نہایت شاندار وسیع و اہم باب تاریخ نگاروں کی نظر سے اوجھل رہا۔ حالانکہ ان کے ذخائر سے کتب خانوں کی تاریخ کا سراغ لگتا ہے، انہی کتب و صحف کے ذخائر نے بنی نوع انسان کو پائیدار، دیرپا اور کم جگہ گھیرنے والا مواد استعمال کرنے پر مجبور کیا اگر یہ کہا جائے کہ کتب خانوں کو گلی گلی قائم کرانے کی تحریک کا آغاز اس سے ہوا تھا تو بے جا نہ ہو گا۔

کتب سماوی نے علمی نشوونما اور تحریک احياء علوم کو جنم دیا لیکن فلاسفہ نے حسی بنیاد پر اس میں تصرف کرنا شروع کیا اس آمیزش سے جو ذخیرہ کتب پھلنا پھولنا شروع ہوا وہ مقدس مقامات کے علاوہ گھروں، شاہی محلوں، درسگاہوں میں عام ہونے لگا تھا۔ اس ذخیرہ کتب کی کھوج لگانے میں مورخین نے خوب داد تحقیق دی جو تصویر کا صرف ایک رخ ہے جیسا کہ جانسن (E.D. Johnson) کی کتاب Communication اور

Alfred Hessel کی کتاب A History of Libraries کے مطالعہ سے ظاہر ہے اور فلاسفہ یونان کا کتب و صحف سماوی سے استفادہ کا اعتراف (۵۱) اس امر کا ثبوت ہے کہ ان کے کتب خانے انہی آسمانی کتابوں کی محرف تعلیمات کے زیر اثر پروان چڑھے تھے (۵۲) چنانچہ علامہ ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ "نقض المنطق" میں رقمطراز ہیں:

"حکماء یونان کے حالات جن اہل علم نے قلم بند کئے ہیں انہوں نے تصریح کی ہے کہ ان اساطین اولین (قدماء) جیسے فیثاغورث، سقراط، افلاطون نے سرزمین شام کا سفر کیا اور لقمان حکیم سے اکتساب فیض کیا، ان کے بعد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے تلامذہ سے تعلیم

پائی، ارسطو اس طرف نہیں آیا اور اس کے پاس آثارِ انبیاء کا ایسا علم نہیں تھا جیسا کہ اس کے اسلاف کے پاس موجود تھا لیکن اسے صائبیہ کی صحیح تعلیمات کا کچھ علم تھا جو اس قیاسی تعلیم کی ایجاد و اختراع کا موجب ہوا اور اس سے ایسا قانون وجود میں آیا جس پر وہ اور اس کے پیروکار چلتے رہے وہ طبائع اجسام اور کبھی صورتہ المنطق میں صحیح کلام کرنے لگا۔“ (۵۳) پھر ان مورخین کا کتب خانہ ساز کتب و صحف کو نظر انداز کرنا حقائق سے صرف نظر کرنے کے مترادف ہے۔

کتب خانوں کے تاریخ نگاروں نے عبادت گاہوں (Temples) اور خانقاہوں (Monasteries) میں تورات و انجیل کے پیدا کردہ مذہبی ادب کے ذخائر کی مختصر طور پر نشاندہی کرنے کی جو کوشش کی ہے اس کا مقصد اس باب میں بنی اسرائیل کی مساعی کو نمایاں کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے کتب خانوں سے اعتناء نہ کرنا خاص طور پر بنی اسماعیل کی کاوشوں سے جن کے کتب خانے کتب خانوں کی تاریخ میں بنی اسرائیل کے کتب خانوں سے زیادہ قدیم اور دائرہ اثر کے اعتبار سے زیادہ وسیع تھے صرف نظر کرنا علمی دیانت داری اور اصول تاریخ نگاری دونوں کے خلاف ہے۔ ”ارسال رسل“ اور ”تنزیل کتب“ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ تہذیب و تمدن کے تاریخ نگاروں کا یہ خیال کہ انسان جاہل پیدا ہوا تھا اسے علم سے کوئی سروکار نہ تھا رفتہ رفتہ وہ علم سے آشنا ہوا ہے (۵۴) صحیح نہیں، اس مفروضہ پر پہلی ضرب الہامی صحف و کتب سے پڑتی ہے کیونکہ عہد نامہ عتیق سے صدیوں پہلے صحف و کتب سماوی لوگوں کے ذہنوں کو جلا بخشتے، ترقی کی راہیں بھاتے اور انبیاء علیہم السلام انہیں جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے کے لئے ابلاغ عام کا فریضہ ادا کرتے تھے۔

محدثین و مورخین اسلام کا ”باب بدء الخلق“، ”باب بدء الوجود“ اور ”کتاب الانبیاء“ کے عنوانات پر مستقل کتابیں لکھنا اور کتب حدیث و تاریخ میں مذکورہ بالا عنوانات کا باندھنا محض تاریخ کائنات پر روشنی ڈالنے ہی کے لئے نہیں تھا بلکہ ان عنوانات کا مقصد بنی نوع انسان کا علم و کتاب معلم و ہادی اور صحف و کتب سے ابتدائی و قدیمی تعلق اور اس کے تدریجی ارتقاء کو بھی بیان کرنا تھا۔

کتب خانہ کی اساس کتابوں پر قائم ہے، کتاب، علم کے وجود خارجی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو وجود بخشا، اس وقت سے علم کا رشتہ ان سے جوڑ دیا گیا تھا اور دنیا کی تمام اشیاء کا علم انہیں پہلے ہی لمحہ دے دیا گیا تھا۔ قرآن کہتا ہے ”علم ادم الاسماء کلھا“ (البقرہ - ۳۱) (اللہ تعالیٰ نے بتا دیئے آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام سارے) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں بھی زمین پر پیدا کی گئی ہیں ان سب کے نام، حقائق و خواص کے ساتھ انہیں بتا دیئے

گئے تھے (۵۵) اس آیت شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لغات کا علم تو قیافی ہے، حق تعالیٰ شانہ نے بنی نوع انسان کو اس سے واقف کرایا ہے (۵۶)

کتب و صحف کا ہیوٹی، ہیئت، نوعیت، کیت و کیفیت تمدن کے تدریجی ارتقاء کے لحاظ سے ہر دور میں مختلف رہی ہے کبھی کتاب دیواروں پر لکیروں کی صورت میں نمایاں ہوئی، کبھی انہیں پتھروں اور کچی پکی اینٹوں کی صورت میں نمائش کا موقع ملا، کبھی کسی اور دھات کی صورت میں منظر عام پر آنے لگی، کبھی یہ ہڈی اور پتے پر نمودار ہوئی اور کبھی اوراق بردی پپائرس پر جلوہ فگن ہوئی، کبھی اس نے چمڑے کا روپ دھارا، کبھی کاغذی پیرہن اختیار کیا اور اب پلاسٹک کی صورت میں ظاہر ہونے کے لئے بے چین ہے، جب کہیں اور جہاں کہیں یہ دو چار مل بیٹھیں اور ہر وارد و صادر کو فیض بخشیاں کرنے لگیں انہوں نے کتب خانے کا نام پایا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی سیرت و کردار، ذکر و فکر اور بحث و نظر کو صحیح خطوط پر ڈھالنے، ترقی کی راہ پر گامزن کرنے اور معاشرے کے تمام شعبہ ہائے زندگی کو علم و کتاب کی روشنی سے آراستہ کرنے، خلافتِ ارضی کے فرائض انجام دینے کے لئے حضرت آدم سے رسالت مآب ﷺ تک ”ارسالِ رسل“ اور ”تنزیلِ کتب“ کا سلسلہ قائم رکھا (۵۷) جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انہی کتب و صحفِ سماوی کی تعلیمات کی روشنی میں ہر قوم اپنے نظامِ فکر و عمل کے علمی سرمایہ اور ثقافتی ورثہ کی حفاظت و استعمال کی خاطر کتب خانوں کی ہر دور میں تعمیر کرتی رہی تھی۔ چنانچہ ہر قوم اور بستی میں پیغمبر، معلم، ہادی و مصلح آکر علم و کتاب کا درس دیتا اور کتاب سمجھاتا رہا تھا۔ قرآن کہتا ہے!

”ولقد بعثنا فی کل امة رسولا“ (النحل - ۳۶) ”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے۔ سورۃ الفاطر میں فرمایا گیا ہے وان من امة الا خلا فیہا نذیر وان یکذبوک فقد کذب الذین من قبلہم جاء تہم رسلہم بالبینت وبالزبر وبالکتاب المنیر (۲۴-۲۵۔ الفاطر) ”اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو ان سے پہلے والوں نے بھی تو جھٹلایا تھا، ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر کھلے ہوئے نشان اور صحیفے اور روشن کتابیں لیکر آئے تھے۔“

یہ امر اس حقیقت کا نہایت بین ثبوت ہے کہ عہدِ قدیم سے ہر شہر اور بستی میں کتاب اور کتب خانہ کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔ انبیاء کے سلسلہٴ ابلاغ کو مزید فروغ دینے اور فیضانِ کتب کو عام کرنے کے لئے نبی کے تربیت و تعلیم یافتہ طبقہ پر اس کا ابلاغ فرض کیا گیا اور اس میں رواداری کو روا نہیں رکھا گیا، قرآن کہتا ہے ”واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا

الكتاب لتعينه للناس ولا تكتمونه“ (آل عمران - ۱۸۷) ”اور (وہ وقت کا ذکر ہے) جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ کتاب کو پوری طرح ظاہر کر دینا عام لوگوں پر اور اسے چھپانامت۔“

امام ابن جریر طبری اور نحر الدین رازی نے آیت شریفہ ”اولم تاتہم بینہ من فی الصحف الاولی“ (طہ - ۱۲۴) ”اور کیا ان کے پاس اس کا ظہور نہیں پہنچا جو کچھ اگلے صحیفوں میں ہے۔“

آیت شریفہ ”شع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا“ (الشوریٰ - ۶۳) ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا حکم نوح علیہ السلام کو کیا تھا“ کی نظیر ہے ”اور تصریح کی ہے کہ آیت شریفہ ”انہ لفی الصحف الاولی صحف ابراہیم و موسیٰ (الاعلیٰ - ۱۸-۱۹) بیشک یہ (مضمون) اگلے صحیفوں میں ہی ہے (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں“ اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ آیت شریفہ صحف ابراہیم و موسیٰ اب عطف بیان ہے اور دوسرا یہ کہ اس سے مراد صحف جمع انبیاء علیہم السلام ہیں جن میں سے صحف ابراہیم اور موسیٰ بھی ہیں (۵۸)

”جمع انبیاء“ کا مطلب یہ ہے کہ جن بہت سے انبیاء کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا ہے ان بھی کتابیں اور صحیفے اتارے گئے ہیں چنانچہ ابو ذر غفاری ”کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں“ آپ نے فرمایا ”ایک سو چار“ (۵۹) اس میں سے تیس انبیاء پر اتاری ہوئی کتابوں کا مطالعہ وہب بن منبہ المتوفی ۱۱۴ھ نے کیا تھا (۶۰)

مختلف زمانوں، زبانوں اور قوموں میں کتنی کتابیں اتری ہیں ان کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے تاہم پہلی صدی ہجری تک آسمانی کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا چنانچہ قدیم زبانوں کے بالغ نظر عالم ماہر (۶۱) وہب بن منبہ کا بیان مورخ ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ ”میں نے بانوے (۹۲) کتب سادہ پڑھی ہیں“ (۶۲) جن میں سے ۷۲ بہتر کتابیں، یہودیوں کے عبادت خانوں میں محفوظ ہیں اور تیس کتابیں لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں لیکن بہت ہی کم لوگوں کو ان کا علم ہے (۶۳) اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صدی ہجری تک یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں کے کتب خانوں کا ذخیرہ مذکورہ بالا کتابوں پر ہی مشتمل تھا۔

”ارسال رسل“ اور ”تنزیل کتب“ کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری ”بیان ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ”ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے گئے ہیں جن میں تین تیرہ صاحب کتاب و شریعت تھے“ (۶۴) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ (۱۲۴۰۰۰) پیغمبروں نے علم

کتاب اور فروغ کتب کے لئے کوشش کی اور کتب و کتب خانہ سازی کے ترقی پذیر سلسلہ کی تحریک کا احیاء کیا، آسمانی کتابوں میں آخری کتاب قرآن ہے۔ یہ سرزمین عرب میں اتارا گیا تھا اس لئے اس میں انہی ”انبیاء و رسل“ اور ”صحف و کتب“ کا ذکر کیا گیا ہے جن سے عرب، یہود اور نصاریٰ واقف تھے جن اقوام و ملل سے عرب اور اہل کتاب زیادہ واقف نہ تھے ان کا ذکر نہیں کیا گیا، غالباً انہی وجوہ سے مجدد الف ثانی نے ”در المعرفت“ میں تصریح کی ہے کہ ”ہندوستان کی سرزمین بھی انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے خالی نہیں رہی ہے۔ وجود و صفات باری تعالیٰ کا علم انوار نبوت کا فیضان ہے جو اس ظلمت کدہ کفر میں بھی روشن ہے اور دنیا کی سرزمین پر ایسا خطہ کم ہے جو اس سعادت سے محروم رہا ہو، فرق یہ ہے کہ ان انبیاء کی بعثت عام نہ تھی وہ مخصوص بستی اور شہر کی طرف بھیجے گئے تھے“ (۶۵)



## (۱) انوارِ نبوت کی تابانی کا ثمرہ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک خطہ زمین پر الہیات، اخلاقیات، قانون، معاشرت، ادب و تاریخ وغیرہ کا ذخیرہ انوارِ نبوت کی تابانی کا ثمرہ ہے اور دین و دانش کا سرچشمہ ہونے کا فخر انہی کتب الہیہ کو حاصل ہے ان کے علمی سرمایہ میں بگاڑ، نظریات و عقائد میں اختلاف اور آسمانی ہدایات سے انحراف، تمام تر خارجی اثرات کا نتیجہ ہیں تام موجودہ فساد اور بگاڑ کے باوجود ازلی صداقت و راستی کے آثار مدہم ہی سہی مگر نظر آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم اور کتاب و کتب خانہ کا رشتہ دنیا میں ”ارسالِ رسل“ اور ”تنزیلِ کتب“ سے وابستہ ہے اس رشتہ کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ بعثتِ انبیاء و کتب کی تاریخ قدیم ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتب و کتب خانہ انسانی ثقافت و تمدن کا اولین مظہر ہے۔

## (ب) شرقِ اوسط کے انبیاء و کتب سے قرآن کا اعتناء

شرقِ اوسط (ایشیا و افریقہ) کی طرف بھیجے گئے ”انبیاء“ و ”کتب“ کا ذکر قرآن میں اس لئے بھی کیا گیا ہے کہ مصر، شام، اردن، جزیرہ، عرب و ایران وغیرہ کو انسانی ثقافت و تمدن کے ارتقاء اور علم و فن کی ترقی میں اعلیٰ مقام حاصل رہا ہے اس سرزمین پر ادیانِ سماوی کا ظہور ہوا یہیں تعمیرِ انکشاف کے قدیم ترین ذرائع کا سراغ لگا اور حروفِ ابجد کی معرفت حاصل ہوئی ہے (۶۶) اور اسی خطہ سے علم جگہ جگہ پھینچا (۶۷)

قرآن نے جن اقوام کا ذکر کیا ہے انہیں اپنی زبان، ادب و ثقافت کی وجہ سے جن کے مطالعہ کتب خانے ہیں اقوامِ عالم کی رہنمائی کا فخر حاصل رہا ہے مگر دنیا کو ان کی قدیم تاریخ اور ان کے شاندار تمدن و ثقافت کا چنداں علم نہ تھا۔ چنانچہ موجودہ دور کے ہٹری انکشافات نے ان حقائق پر پردہ اٹھایا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے ان حقائق کی طرف لطیف اشارے کئے ہیں جو اس باب میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں، وہ فرماتے ہیں:

”قرآن نے جن خطوں کی اقوام کا ذکر کیا ہے، دنیا کو ان کی قدیم تاریخ بہت کم معلوم اور خود عرب اور عربی نسل کی ابتدائی سرگزشیں بھی پردہ میں مستور تھیں۔ لیکن اٹھارویں صدی..... انیسویں صدی..... اور اب بیسویں صدی کے اثری انکشافات روز بروز ایک خاص درجہ پر جا رہے ہیں۔ ان سب سے عرب، عراق، فلسطین، شام اور مصر کی قدیم قوموں اور تمدنوں کے حالات کتب ہوئے ہیں انہوں نے ان خطوں کی قدیم تاریخ کو بالکل ایک نئی شکل دے دی ہے۔“



ب سے زیادہ عجیب بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عربی نسل اور عربی زبان کے صرف اتنے ہی معنی میں ہیں جتنے آج تک سمجھے گئے ہیں، بلکہ یہ قوموں اور نسلوں کی ایک نہایت قدیم اور وسیع استان ہے اور دنیا کے ابتدائی تمدنوں میں عظیم الشان حصہ لے چکے ہیں۔“

ان تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عربی زبان اور اس کی ابتدائی شکلوں کے بولنے والوں کو ایک خاص نسل تسلیم کر لیا جائے تو یہ دراصل بہت سے گروہوں اور قبیلوں کا ایک مجموعہ تھا اور عرب، فلسطین، شام، مصر اور عراق کے خطوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اس نے دنیا کے ابتدائی تمدن کی تعمیر میں بڑے بڑے حصے لئے ان ملکوں کی وہ تمام قدیم قومیں جو آج تک ایک دوسرے سے بالکل الگ سمجھی جاتی تھیں مثلاً اشوری، سریانی، فینیقی، مصری، آرامی وغیرہم فی الحقیقت الگ نہ تھیں۔ عربی زبان کا ابتدائی مواد اور عربی رسم الخط کے ابتدائی نقوش ان سب میں مشترک تھے۔ حتیٰ کہ نئی گروہوں نے مصر کے تختِ عظمت و جبروت پر عرصہ تک شہنشاہی کی اور اپنی زبان، وقت کی تمام تمدن قوموں کو مستعار دے دی۔ چنانچہ دارا کے کتبوں اور مصر کے پہلے غلیفی نقوش میں عربی الفاظ آج تک پڑھے جاسکتے ہیں اور یہ بات تو ایک تاریخی حقیقت کی طرح مان لی گئی ہے کہ بابلیوں نے فنِ کتابت کا پہلا سبق انہی اقوام سے حاصل کیا تھا۔ پس اگر قرآن نے صرف انہی خطوں کی اقوام کا ذکر کیا ہے، کوئی دوسری قوم اس دائرہ میں داخل نہیں ہو سکی ہے تو بہت ممکن ہے اس کی علت اس سے کہیں زیادہ گہری ہو جس قدر اس وقت تک ہم سمجھتے رہے ہیں اس سلسلے میں نین باتیں نمایاں طور پر سامنے آجاتی ہیں۔

اولاً جن اقوام کا ذکر کیا گیا ہے ان کی خصوصیت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ بعض سرزمینِ فاہ کے قرب و جوار میں گزری تھیں اور بعض سے اہل کتاب واقف تھے بلکہ اس سے بھی کوئی زیادہ گہری بات ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام قومیں اصلاً ایک ہی نسلی حلقہ کی ہیں حتیٰ کہ اگر مصریوں کا ذکر کیا گیا ہے تو مصری بھی اس میں داخل ہیں۔

ثانیاً ان انکشافات کی روشنی میں ایک اور مسئلہ بھی بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ قرآن نے جہاں کہیں ترتیبِ ظہور کے ساتھ دعوتوں کا ذکر کیا ہے وہاں قومِ نوح کے بعد قومِ عاد اور عاد کے بعد قومِ ثمود نمایاں ہوئی ہیں اور ان تینوں قوموں کو ایک دوسرے کا جانشین کہا ہے۔ چونکہ ان تینوں قوموں کا جغرافیائی محل ایک دوسرے سے الگ تھا اس لئے یہ بات واضح نہیں ہوئی تھی کہ اس خطاب کا صحیح مطلب کیا ہے؟ لیکن اب بالکل واضح ہو گئی اور ان توجیہوں کی ضرورت نہ رہی جو مفسرین نے اختیار کی ہیں۔

ثالثاً اس سوال پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ قرآن نے ہر جگہ یہ تذکرہ حضرت نوح علیہ

السلام سے ہی کیوں شروع کیا ہے؟ اس کے متعدد وجوہ سامنے آئے تھے، لیکن ان انکشافات روشنی نے ایک نیا پہلو واضح کر دیا ہے یعنی حضرت نوح کی دعوت غالباً اس قدیم نسل میں دعوت تھی اور چونکہ پہلی دعوت تھی اس لئے ناگزیر تھا کہ اس کی دعوتوں کا تذکرہ اسی سے شروع ہو۔

رابعاً تورات کی بناء پر سامی نسلوں اور زبانوں کی جو تقسیم کی گئی تھی اور جو اٹھارہویں انیسویں صدی کے علماء انساب و السنہ کے نزدیک بنیادی تقسیم رہی ہے، اب متزلزل ہو رہی اور معلوم ہوتا ہے کہ از سر نو نئی تقسیمیں کرنی پڑیں گی، ولتعلن نبأہ بعین (۶۸) (۸۸:۳۸)

## (ج) کتب و کتب خانہ "بیان" کا مرہون منت

بنی نوع انسان کی علمی، ثقافتی و تمدنی زندگی جس کے مظاہر کتب و کتب خانہ ہیں یہ "بیان" مرہون منت ہے، اس کے ذریعہ اس کے جذبات، احساسات، تجربات، مشاہدات، ایجادات، تحقیقات کو ہر زمانے میں ہر جگہ پھیلنے پھولنے کے مواقع فراہم ہوئے ہیں، اس بیان اختیار میں مافی الضمیر کے ارتقائی مدارج تین ہیں۔

(۱) اشارہ یہ اپنے معنی و مفہوم میں بڑی وسعت رکھتا ہے اس میں نشانات (Signs)

تصویری خط (Pictorial Writing) اپنے تمام ارتقائی مدارج صوری معنوی ارتقاء کے ساتھ داخل ہے یعنی صوری ارتقاء

(۱) تصویری خط (Pictorial Writing)

(۲) جدولی خط (Linear Writing)

(۳) آثاری خط (Monumental Writing)

(۴) لپیٹ اور رواں خط (Cursive Writing)

معنوی ارتقاء و حقیقی تعبیرات (Primary Signs) مجازی تعبیر

(Associative Signs) اس میں داخل ہیں (۶۹)

(۲) نطق (Power of Speech) جب زبان کی تشکیل، حروفِ تہجی کی تکمیل

گئی، زبان بولی جانے لگی اور تصاویر کی جگہ حروف و الفاظ نے لینا شروع کر دی اس وقت Speech نطق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۳) خط (Writing) تحریر کے فن کی تشکیل و تکمیل کا دور ہے، ان تینوں ادوار

ارتقائی مدارج اور ان کے اساسی ادوار کی طرف عصر حاضر کے فن تحریر کے تاریخ نگاروں سے ہزار برس پہلے مسلمان مفکرین میں سے جاظ المتوفی ۲۵۵ھ اور راغب اصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ نے آیت شریفہ ”الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان“ (الرحمن ۱-۳) ”رحمن نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا“ کی تشریح لفظ بیان کی توضیح میں کی تھی (۷۰) جس سے بیان کے مذکورہ بالا اساسی ادوار کے ارتقاء مدارج کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

## خطِ پیکان

قرآن مجید بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اتر آیا ہے، وہ بنی نوع انسان کے جملہ علوم و فنون صنائع کو روشنی مہیا کرتا ہے (۷۱) اس نے جہاں اور چیزوں کی ابتداء و ترقی کے متعلق اشارے ہیں وہاں نہایت قدیم اور ابتدائی ترقی پذیر خطِ میخی

(Coniform of Wriging) کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ آیت شریفہ ارشاد ہے ”بایدی سفرہ“ (العنبر ۱۵) ”وہ جو اپنے ہاتھ سے (پھاڑ کر نمایاں کر کے) لکھنے لے ہیں۔“

سفر کے مادہ میں انکشاف و جلا کے معنی مضمحل ہیں، سفرہ، سفر بمعنی کاتب کی جمع (۷۲) کتاب کو سفر اور کتب کو اسفار کہتے ہیں، کتب و رسل بھی حقائق کو کھولتے، جہالت کی لکیوں کو چھانٹتے اور علم کی روشنی سے دل و دماغ کو روشن کرتے ہیں، خطِ پیکان وہی خط ہے جو لکھی اینٹوں پر نوکدار چیز سے پھاڑ کر نہایت روشن خط میں لکھا جاتا تھا، یہ اینٹیں پکنے پکانے سے پختہ تر ہو جاتی تھیں اور خطِ میخی سے ان پر نقوش ایسے جم جاتے تھے کہ تختیاں اور اینٹیں لٹ جاتی تھیں مگر نقوش صدیوں باقی رہتے تھے (۷۳) اس لحاظ سے مذکورہ بالا آیت میں خطِ میخی کو آیت کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے۔

## (و) گلی کتب خانہ

آیت شریفہ 'یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب کما بدأ اول خلق نعیده وعدا علینا انا کنا فعلین (الانبیاء- ۱۰۴) (جس دن ہم لپیٹیں لیویں آسمان کو جیسے لپیٹتے ہیں طومار میں کاغذ جیسا سرے سے بنایا تھا ہم نے پہلی بار پھر اس دوہرائیں گے' وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر 'ہم کو پورا کرنا ہے) میں قدیم ترین گلی کتب خانہ ابتدائی تاریخ کی طرف اشارہ نکلتا ہے لیکن اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمیں لفظ "سجل" "سجیل" و "سجین" کی لغوی حقیقت پر غور کرنا ضروری ہے۔

### سجل، سجیل اور سجین کے معنی:

ائمہ لغت نے سجل اور سجیل کے معنی "حجرو طین" پتھر اور گارے کا آمیزہ کئے ہیں اس ظاہر ہے کہ یہ فارسی لفظ سنگ و گل کا معرب ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں اسی قول کو نقل کیا ہے (۷۴) سجین کو قرآن نے "کتب مرقوم" لکھی ہوئی کتاب کہا ہے۔ ابو عبیدہ لفظ سجین وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "نون اور لام کا مخرج قریب قریب ہے اس لئے ایک حرف سے بدل جاتا ہے اس کلمہ میں نون کو لام سے بدلا گیا ہے" (امام بخاری نے بھی قول کو صحیح بخاری میں نقل کیا ہے) (۷۵) مفسرین میں ترجمان قرآن حضرت ابن عباسؓ مجاہد ابن اسحاق کا بھی یہی قول ہے 'دو لفظوں کو ملانے کی وجہ سے "واو" گر ادیا گیا اور سنگ کا "گاف" عربی میں "جیم" سے بدلا گیا تو جیم بن گیا۔ گل کا "گاف" جیم اوری میں تبدیل کیا گیا تو "جیل" بن گیا دو جیم ایک کلمہ میں جمع ہو گئے اس لئے ایک کا دوسرے میں ادغام کیا گیا تو سجیل بن گیا' اس ضحاک نے اس کا ترجمہ اینٹ سے کیا ہے۔ ابن زید نے تصریح کی ہے کہ یہ وہ گارہ ہے جسے اینٹ بنائی جاتی ہے (۷۶) لکھنے کے بعد اینٹ کو پکا کر پختہ کیا جاتا تھا۔ اس کو انگریزی Terra-cotta کہا جاتا ہے۔ "سجل" کے معنی وہ پتھر جس پر لکھتے تھے (۷۷) پھر ہر نوشتہ کو کہنے لگے جیسا کہ آیت شریفہ کطی السجل للکتب (الانبیاء- ۱۰۴) "ہم آسمان کو لپیٹ کر رکھ دیں گے جیسے سجیل میں تحریر لپیٹ دی جاتی ہے" میں وارد ہے یہ ایسا ہے جیسے نوشتہ کو حفاظت کی خاطر لپیٹ کر رکھنا ان وجوہ سے عرب ہر سخت چیز کو سجیل کے لفظ سے تعبیر لگے تھے پتھر کی سل اور اینٹ دونوں بڑی ہوتی ہیں عمدہ قدیم میں ان پر لکھا جاتا تھا اس لئے کہ اس کا کھلنا سخت تھا۔

اس سے گلی تختیوں اور کچی اینٹوں کے قدیم ترین کتب خانہ کی طرف اشارہ ہے جس کا ظہور آثار قدیمہ کی کھدائی سے ہو رہا ہے چنانچہ بابل و نینوا میں سینکڑوں کی تعداد میں اشور بانی پال (۲۵۰۰-۳۰۰۰ ق م) کے کتب خانہ کی بولتی ہوئی تصویریں آج برٹش میوزیم اور دیگر یورپی اور امریکی ممالک کے عجائب خانوں میں محفوظ ہیں۔

عہد قدیم میں مصر و روم میں پپائرس پر اور سرزمین عراق بابل و نینوا میں اینٹوں پر لکھا جاتا تھا۔ مفسرین نے مذکورہ بالا آیت میں سبج کی تفسیر طومار (Rolls) سے کر کے اس کے مرادی معنی کی وضاحت کی ہے اور سبج کی نوشتہ اینٹ اور پتھر سے تفسیر کر کے گلی کتب خانوں کی طرف رہنمائی کی ہے۔ ائمہ لغت و تفسیر کی روشنی میں دونوں ان کا مصداق بن سکتے ہیں اور اسی نقطہ نگاہ سے یہ تشریح کی گئی ہے۔

مذکورہ بالا مباحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام پر اتاری گئی کتابوں اور صحیفوں کی حیثیت کتب خانہ ساز کتابوں کی تھی۔ عہد قدیم میں انہی کتب و صحف سے کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا تھا۔ قرآن نے جن صحف و کتب کا ذکر کیا ان سے جن انبیاء کے کتب خانوں کی نشاندہی ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔



## (۲) انبیاء علیہم السلام کے کتب خانے

### (۱) حضرت ابراہیمؑ کا کتب خانہ

خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام (۲۱۶۰-۱۹۸۵ء ق م) (۷۸) انبیاء اولوالعزم میں آپ کا شمار ہے۔ کعبۃ اللہ آپ نے تعمیر کیا تھا۔ آپ پر نازل کردہ صحیفوں کا ذکر سورۃ النجم آیت ۷۳ و ۷۴ اور سورہ الاعلیٰ آیت ۱۸ و ۱۹ میں کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم کے صحیفوں کے تذکرہ سے یہود و نصاریٰ کی مقدس کتابیں بھی خالی ہیں۔ ”صحفِ ابراہیم“ کی نشاندہی صرف قرآن نے کی ہے (۷۹) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن نے کتب و کتب خانوں کے آثار سے دوسرے کتب مقدسہ کی بہ نسبت زیادہ اعتناء کیا ہے تاکہ لوگ برباد شدہ کتب و صحف کی قدر و منزلت اور منفعت و مصلحت کو سمجھیں (۸۰) حضرت ابراہیمؑ کے کتب خانہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں کتب خانے موجود تھے۔

### (ب) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کتب خانہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام (۱۵۲۰-۱۲۰۰ ق م) (۸۱) کا شمار بھی انبیاء اولوالعزم میں ہوتا ہے بنی اسرائیل کے مشہور جلیل القدر صاحبِ شریعت و صاحبِ کتاب نبی تھے ان پر تورات اور صحیفے اتارے گئے تھے۔ قرآن میں تورات کا بیس (۲۰) مقامات پر (۸۲) اور صحف کا دو مقام پر تذکرہ کیا گیا ہے (۸۳) تورات الواح کی صورت میں اتاری گئی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وکتبنالہ فی اللواح من کل شیء موعظۃ و تفصیلاً لکل شیء فخذہا بقوۃ و امر قومک یاخذوا باحسنہا“ (الاعراف- ۱۳۵) ”اور ہم نے ان کو تختیوں پر ہر چیز لکھ دی تھی نصیحت و تفصیل ہر چیز سے متعلق انہیں قوت سے بڑھو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے اچھے اچھے احکام کو لازم کر لیں۔“

اس آیت شریفہ کے اسلوب بیان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن نے تحریر و سرمایہ کتاب کو بنی نوع انسان کے لئے نعمت و فضل قرار دیا اس لئے اس کا ذکر بطور امتنان کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ کتب و کتب خانہ بنی نوع انسان کے لئے فضیلت و شرف کا موجب ہے نیز بھی معلوم ہوا کہ قرآن نے الواح کو کتاب اور ”صحف“ کے الفاظ سے موسوم کیا ہے۔ تورات کے متعلق اکثر ائمہ لغت کا یہی قول ہے کہ یہ عجمی نام ہے لیکن جو ائمہ لغت اس

عربی کہتے ہیں وہ ”وری الزند“ (چقماق سے آگ روشن ہوگی) سے مشتق مانتے ہیں تو رات میں وہ روشنی و نور تھا جس کے ذریعہ انسان ضلالت سے نکل کر ہدایت پر آجاتا تھا جس طرح انسان اندھیرے سے اجالے میں نکل آتا ہے اس لئے یہ کتاب تو رات کے نام سے موسوم ہوئی اس کی تائید آیت شریفہ ”ولقد اتینا موسیٰ و ہارون ضیاء و ذکر للمتقین“ (الانبیاء۔ ۴۸) ”اور ہم نے دی تھی موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ کرنے والی روشنی اور نصیحت ڈرنے والوں کو“ (۸۴)

اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ کتاب دراصل وہی ہے جو جس فن میں مرتب کی گئی ہو اس میں رہنمائی ہو روشنی کا کام دے اور جو ان اوصاف سے آراستہ نہ ہو کتاب کھلانے کی بھی مستحق نہیں۔

### دو یتیموں کا کتب خانہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی مفسرین نے کتب خانہ کی نشاندہی کی ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ میں قرآن کہتا ہے ”اما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لہما وکان ابوہما صالحا“ (الکہف۔ ۸۲) ”لیکن وہ جو دیوار تھی سو دو یتیم لڑکوں کی تھی اس شہر میں اور اس کے نیچے خزانہ گڑا تھا ان کا اور ان کا باپ تھا نیک۔“

اس آیت شریفہ میں کنز کی تفسیر حضرت ابن عباس ”سعید بن جبیر اور مجاہد سے خزانہ علم اور کتب خانہ منقول ہے (۸۵) نیز یہ بھی ممکن ہے کہ مال اور علم دونوں کا خزانہ دیوار کے نیچے مدفون ہو (۸۶) یہ وہ علمی شہارے تھے جو نیکو کار باپ نے ننھی منی اولاد کے لئے مرنے سے پہلے دیوار کے نیچے دفن کر دیئے تھے تاکہ بچے بڑے ہو کر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

### (ج) حضرت داؤد علیہ السلام کا کتب خانہ

حضرت داؤد علیہ السلام (۱۰۳۴-۹۶۴ ق م) (۸۷) بنی اسرائیل کے مشہور جلیل القدر نبی و رسول اور بادشاہ تھے۔ انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کو قرآن نے خلیفہ کہا ہے ان کی تلاوت اور خوش الحانی ضرب المثل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ملک و سلطنت اور علم و حکمت سب ہی عطا کی (البقرہ۔ ۱۵۰) اور اس نے ان پر زبور نازل کی تھی جس کا قرآن میں تین مقامات پر ذکر آیا ہے (۸)



زبور، زبر سے ماخوذ ہے جس کے معنی لکھنا ہیں زبور فعول کے وزن پر مکتوب اور نوشتہ کے معنی میں ہے۔ امام راغب اصفہانی نے تشریح کی ہے کہ ہر وہ کتاب جس کی کتابت گاڑھی ہو اس کو زبور کہا جاتا ہے۔ حضرت داؤد کی کتاب صرف عقلی حکمتوں پر مشتمل تھی (۸۹) موجودہ زبور بھی ایک سو پچاس حصوں پر مشتمل ہے۔

### (و) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کتب خانہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۱-۳۳۳ھ) بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر تھے۔ ان پر انجیل اتاری گئی تھی۔ فرمایا گیا ہے ”نزل علیک الکتب بالحق مصداقاً لما بین یدیه و انزل التوراة والانجیل من قبل ہدی للناس وانزل الفرقان“ (آل عمران-۳) ”اس (اللہ) نے یہ کتاب (قرآن) آپ پر نازل کی حق کے ساتھ، ان کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے آچکی ہیں اور اس نے اتارا تھا توریت اور انجیل کو اس سے پیشتر لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اس نے فرقان اتارا۔“

کتب سماوی عموماً ”مذہب، الہیات، ادعیہ، اخلاق، رسوم و رواج، قانون، آداب معاشرت، ادب، تاریخ و سیر، قصص، نجوم و فلکیات، صنعتیں اور حرفیں غرض سب ہی علوم سے کم و بیش اعتناء کرتی ہیں گو بحث کی نوعیت مختلف ہوتی ہے، صحف سماوی نے نبی نوع انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کی، ذہنوں کو جلا بخشی، میدان فکر و نظر میں اسے نئے نئے اسلوب بیان سکھائے، ہر موضوع پر جولانی فکر کی نئی نئی بنیادیں فراہم کیں، اچھوتے موضوعات کی طرف اس کی توجہ مبذول کرائی، فکر و نظر کو دادِ تحقیق کے لئے نت نئے میدان فراہم کئے جن کی بنیاد پر سینکڑوں موضوعات نے جنم لیا اور ہر موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھی گئیں، انہی وجوہ سے کتابوں کے ثقافتی انقلاب میں ان کا غیر معمولی حصہ رہا ہے، انہوں نے کتابی ثقافت کی دنیا میں ایسا دریبا اور ٹھوس انقلاب برپا کیا اور ایسی مستحکم بنیادیں مہیا کی ہیں جن کے نقوش رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔

نبی نوع انسان کے ہر نوع کے ادبی سرمایہ کو ان کے زیر سایہ پروان چڑھنے اور چڑھانے کے لئے ایسے راستے کھولے ہیں جو ہمیشہ وار ہیں گے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ کتابوں میں اضافہ کا ترنم پذیر سلسلہ ہر دور میں بڑھتا رہا اور کتب خانوں کے ذخائر کی تعداد اب لاکھوں میں محدود نہیں رہی بلکہ کروڑوں سے بھی آگے نکل رہی ہے۔

آسمانی کتابوں نے کتابی ثقافت کی دنیا میں جو انقلاب برپا کیا ہے اس امر کا اندازہ مشہور لائبریرین اور وقت کے نامور محقق رابرٹ بی ڈاؤنس (Robert B. Downs) کے

طرزِ عمل سے کیا جا سکتا ہے جو اس نے اپنی مشہور کتاب "Books that Changed the world" میں انجیل مقدس کے لئے اختیار کیا ہے اس نے اس سلسلہ کی کتابوں میں سب سے پہلے انجیل مقدس کا تذکرہ کیا ہے اور آغازِ بحث سے پہلے ہی اس کی نسبت یہ معنی خیز فقرہ "The book of the books" (یہ کتابوں کی کتاب) لکھا ہے جو ذہن انسانی پر اس مقدس کتاب کی عظمت، شہرت و اہمیت اور انقلابی اثرات کی نہایت واضح دلیل ہے پھر وہ لکھتا ہے۔ "یہ بارہ علوم (۱) تاریخ (۲) قومی و روایتی قصے (۳) سوانح (۴) علم الانساب (۵) اخلاق (۶) قانون (۷) کہادت میں پنہاں دانائی (۸) نصح (۹) پیش گوئی (۱۰) غنائی شاعری (۱۱) حمد کے گیت اور (۱۲) علم الہیات پر مشتمل ہے۔"

اس کے بعد ڈاؤنس (Downs) مزید تنبیہ کرتا اور لکھتا ہے!

It is not simply a book but a collection of books (90)

یہ سادہ کتاب نہیں ہے بلکہ کتابوں کا ایک مجموعہ ہے۔

موصوف کے مذکورہ بالا زوردار جملے ہمارے مذکورہ بالا دعوے "کتب سماوی کتب خانہ ساز

کتب ہیں" کا نہایت بین ثبوت اور تشریح ہے۔

آیت شریفہ "ام حسب ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا" (۱ لکھن - ۹) کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری کوئی بڑی نشانیوں میں سے تھے، میں رقیم، رقم سے ماخوذ ہے اور "کتاب مرقوم" لکھی ہوئی کتاب کو کہتے ہیں اس سے رقم بنا ہے جس کے معنی دھاری دار چادر کے ہیں۔ چتکبر سے سانپ کو رقم اور رقتہ الوادی پانی کے بننے کی جگہ کو کہتے ہیں کہ وہ بھی خط کی صورت میں اپنی راہ بنا لیتی ہے (۹۱)

الرقیم تانبے یا پتیل کی تختی پر اصحاب کھف کے نام، نسب و مذہب کے متعلق معلومات حاصل کر کے خزانہ شاہی میں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ مفسر ابن عطیہ المتوفی ۵۴۲ھ کا بیان ہے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس خط میں اصحاب کھف آکر ٹھہرے تھے اس خط میں آباد قوم تاریخی واقعات کو قید تحریر میں لاتی تھی جو اس مملکت کی علمی اور ثقافتی عظمت کی نشاندہی کرتی ہے اور یہ نہایت مفید کارنامہ تھا (۹۲) یہ واقعہ ایشیاء کوچک کے مغربی ساحل ایفیس (Ephesus) میں ۲۴۹-۲۵۱ء کے مابین پیش آیا تھا (۹۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے نزول سے پہلے شاہی محل میں تحریری ذخیرہ رکھا جاتا تھا اور کتب خانہ قائم کیا جاتا تھا۔

## (۵) معلم کتاب و حکمت حضرت محمد رسول اللہ

### صلی اللہ علیہ وسلم کا کتب خانہ

آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر پر آخری کتاب ”قرآن“ تیس سال کی طویل مدت میں جتہ جتہ نازل کی گئی جسے آپ نے کاتبانِ وحی سے کھجور کی ٹہنیوں (۹۴) چوڑی صاف ہموار شانہ کی ہڈیوں (۹۵) کپڑے اور چمڑے کے ٹکڑوں، پتلے سفید پتھروں (۹۶) بکری اور اونٹ کی پسلیوں (۹۷) پر صحت کے ساتھ قلم بند کرا کر رکھا (۹۸) اس لئے محمد عجاج الخطیب نے یہ لکھا ہے:

”اسلام کے اندریں کتب خانوں میں سب سے پہلا کتب خانہ رسول کا گھر تھا، اس میں کاتبانِ وحی جو کچھ وحی قرآنی نقل کرتے، یہیں جمع کر کے رکھتے تھے“ (۹۹) پھر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دور خلافت میں اسے قرطاس پر نقل کرا کر محفوظ کرایا (۱۰۰) اور حضرت عثمانؓ نے عہدِ عثمانی میں اس کی نقلیں کرا کر اسلامی قلمرو کے مرکزی شہروں کی جامع مسجدوں میں قراء کے ہمراہ عوام کے استفادہ کے لئے رکھوائی تھیں (۱۰۱)

”الکتاب“ قرآن وحی اور علم کی وہ اساسی کتاب ہے جس کی وجہ سے علوم و فنون کے سرچشمے پھوٹے، عربی زبان کو ترقی ہوئی، کتابوں کی ترویج و اشاعت کے ترقی پذیر سلسلہ کو بقاء و دوام حاصل ہوا، درسگاہوں اور کتب خانوں کے قفل کھلے، عوام و خواص کی ان سے دلچسپی بڑھی، انہیں علم کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوا، کتب خانوں کی توسیع و ترقی کے لئے لوگ دامے قدمے کوشاں ہوئے، مسلمانوں کا کوئی گھر، الکتاب اور حدیث رسول سے خالی نہ رہا، ہر مسجد بجائے خود ایک مدرسہ و کتب خانہ بن گئی، ہر مسلمان اپنے حق میں متعلم و کتاب دار اور دوسرے کے حق میں معلم و کتاب رساں بن گیا، انہی وجوہ سے کتب خانہ ساز کتب و صحفِ سماوی کی تاریخ میں الکتاب کو یہ امتیاز خاص حاصل ہے کہ اس سے پیدا شدہ علوم و فنون کی کتابت، قرأت، حفاظت اور توسیع و اشاعت سب سے زیادہ ہوئی اور کتب خانوں کی تاسیس و تشکیل، توسیع و ترقی میں عہدِ عباسی علمی دنیا میں اپنی نظیر آپ بن سکا۔

(۳)

## قیام کتب خانہ کے عوامل و محرکات

علم و کتاب فطرت کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے، عقل و شعور کی صحیح خطوط پر رہنمائی کرنے اور انہیں پروان چڑھانے کا نہایت موثر ذریعہ ہے۔ اس سے انسان معراج کمال پاتا ہے۔ اسلام نے ہر ایک مسلمان پر علم و ابلاغ علم کو فرض کر کے کتابوں کے پڑھنے، پھیلانے اور جمع کرنے کا پابند کیا تو کوئی گھر تھوڑے بہت ذخیرہ کتب سے خالی نہیں رہا، اس نے رازداری اور کسی طبقہ کی اجارہ داری کو جو انسانی مشترکہ ورثہ کے افادہ و استفادہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اور علم و کتاب کی اصل روح کے منافی ہے، کبھی برداشت نہیں کیا۔ اس لئے کتب خانوں کا وسیع تر سلسلہ اسلامی قلمرو میں برابر فروغ پاتا رہا۔

کتب خانہ بنی نوع انسان کے متاع مشترک کا مظہر ہے۔ مسلم معاشرہ میں کتب خانوں کے قیام کے جو مثبت و منفی فکری، ذہنی، اخلاقی، سماجی اور ثقافتی عوامل و محرکات اقراء کے نور کے پھیلانے اور کتب خانوں کی تشکیل و ترقی میں معاون رہے وہ حسب ذیل ہیں۔

### (۱) تحصیل علم ہر انسان کا بنیادی حق

اسلام نے تحصیل علم ہر انسان کا بنیادی حق قرار دیا اور ہر انسان کی علمی و روحانی ترقی و امداد کے لئے علمی ذخائر سے استفادہ و افادہ اہم اور ضروری سمجھا چنانچہ کتابیں پڑھے لکھے جمع کریں یا بے پڑھے لکھے، بشرطیکہ تجارت کی نیت نہ ہو، انہیں حوائج اصلیہ Basic Necessities میں شمار کیا اور زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے (۱۰۲) یہ امر بھی کتب خانوں کے قیام میں محرک رہا ہے۔

## (۲) علم عبادت و فضیلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے“ (۱۰۳) اس سے ان کے پیرو یہ سمجھنے پر مجبور ہوئے کہ اکتسابِ علم خدا کی مکمل عبادت ہے۔ نیز اہل علم میں علمی تعاون ایک مقدس فریضہ سمجھا گیا ان میں علمی تعاون برقرار رہا اور علوم و کتب کی اشاعت و ذخائر کتب میں اضافہ برابر فروغ پاتا رہا۔ علم اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اس نے انسان کو اس سے آراستہ کیا اور جن باتوں کو یہ جانتا نہ تھا ان کو جاننا فضیلت قرار دیا۔ آیت شریفہ میں فرمایا ہے ”وانزل اللہ علیک الکتب والحکمة وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما“ (النساء- ۱۱۳) ”اور اللہ نے اتاری تجھ پر کتاب اور حکمت اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔“ اس فضلِ عظیم کے حصول کا ذریعہ کتب و کتب خانہ ہے اس لئے بھی مسلمانوں نے اس کی تشکیل و تکمیل میں بہت زیادہ سرگرمی دکھائی۔

## (۳) علم میراثِ انبیاء

ارسالِ رسل و تنزیلِ کتب کا مقصد وحید تعلیم کتاب اور حکمت تھا جو انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے اس میراث سے بہرہ ور علماء کو انبیاء کا جانشین قرار دیا، جانشینی کی سعادت حاصل کرنے کے جذبہ نے امت مسلمہ کو علم کا جو یا اور جمع کتب کا شید ا بنا دیا تھا۔

## (۴) گھر میں کتاب رکھنا نبی کو مہمان رکھنا تھا

مسلم معاشرہ میں اس سعادت سے بھلا کونسا مسلمان اپنے آپ کو محروم رکھتا اور ایسی خیر کی دعوت میں کون شرکت سے پہلو تھی کرتا۔ ہر ایک نے کتب خانہ سازی میں بقدر استطاعت حصہ لیا۔ چنانچہ ابو عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ نے جب جامع ترمذی کی تکمیل کی تو فرمایا ”جس گھر میں یہ کتاب ہے اس گھر میں رسول بول رہا ہے“ (۱۰۴) جس کے پاس کتاب ہے اس کے گھر میں شریعت کا سرمایہ محفوظ ہے۔ ابو داؤد سجستانی المتوفی ۲۷۵ھ نے اپنی کتاب السنن کی تدوین کی تو فرمایا کہ ”پوری کتاب کا ذکر ہی کیا اس کی چار حدیثیں ہی بنی نوع انسان کے کردار کو بنانے اور اسے احکامِ الہی پر کاربند کرنے کے لئے کافی ہیں“ (۱۰۵)

ان باتوں نے مسلمانوں کے دل و دماغ میں علمی ذخیرے کی عظمت و محبت بٹھائی، کتب خانوں کے قیام کو جی جان سے زیادہ عزیز بنایا۔ چنانچہ دینی علم کا ذخیرہ گھر میں رکھنا مسلم معاشرے کے



نہایت مقدس فریضہ بن گیا تھا۔ مردوں اور عورتوں سب ہی نے کتب خانہ سازی میں بھرپور حصہ لیا۔

## (۵) علمی امانت کی پاسداری و ادائیگی

علم ایک امانت اور عالم امین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو علم اور فہم و بصیرت اس کو عطا کی ہے اسے کتابی صورت میں محفوظ کرنا، رکھنا اور اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا لازم ہے۔ اس پاسداری و ادائیگی کے لئے کتب خانہ ناگزیر ہے۔ اس میں کوتاہی کرنا اور خلقِ خدا کو فائدہ نہ پہنچانا خیانت ہے۔ اللہ تعالیٰ امانت علمی و مالی میں خیانت روا نہیں رکھتا۔ قرآن کہتا ہے۔

يا ايها الذين امنوا لا تخونوا الله والرسول وتخونوا امنكم وانتم تعلمون (الانفال - ۲۷)

”اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ سے اور رسول سے اور خیانت نہ کرو آپس میں امانتوں میں جان کر۔“

## (۶) تحفظِ کتب

قرآن سے قبل کی صحف و کتب سماوی تحریف و بربادی کا اس لئے بھی تذکرہ مشق بنی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حفظ و بقاء کی کوئی ذمہ داری نہیں لی تھی بلکہ علماء اور حاملین کتاب کو ان کا پاسبان بنایا تھا۔ قرآن کہتا ہے۔ ”انا انزلنا التوراة فیہا ہدی ونور یحکم بہا النبیین الذین اسلموا للذین ہادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء“ (المائدہ - ۴۴) ”ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، سارے نبی، جو مسلم تھے، اس کے مطابق ان یہودی بن جانے والوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے اور اسی طرح ربانی اور احبار بھی کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔“

اس سے یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ تحفظِ کتب کی تحریک نے احکامِ الہی کے تحت جنم لیا تھا۔ امام فخر الدین رازی نے تصریح کی ہے کہ حفظ و تحفظ کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ کتاب کو یاد رکھنا اور نہ بھلانا۔

۲۔ کتاب کی حفاظت کرنا اور اس کو ضائع نہ ہونے دینا۔

اللہ تعالیٰ نے علماء و احبار سے ان دونوں باتوں کا عہد لیا تھا کہ وہ اس کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں گے، پڑھائیں گے (سینوں سے سفینوں) میں منتقل کریں گے اور کرائیں گے اس کے

احکام کی پابندی کریں گے اس کی بتائی ہوئی باتوں کو نہ چھوڑیں گے (۱۰۶) اس سے معلوم ہوا کہ تحفظ کتاب اور اس کا ابلاغ دونوں پسندیدہ اور مطلوب امر ہیں (۱۰۷)

اس آیت شریفہ میں اس حقیقت کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ اقوام و ملل کی ذلت و پسماندگی کا سبب کتابوں کا تحفظ نہ کرنا اور ان سے قریب نہ ہونا بھی ہے۔ اس تئیبہ سے صحابہ کو تحقیق و تجسس کا ایک اور میدان ہاتھ آیا اور انہوں نے حفظ کتاب پر زور دیا۔ عربوں نے شروع میں حفظ کتاب کے ضمن میں مواد علمی کو قید تحریر میں لانے پر زور نہیں دیا لیکن مواد جب زیادہ ہو گیا تو انہوں نے بھی سینوں سے سفینوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا تھا۔

## (۷) فروغ علم و کتاب

علم کی برکت اس کو فروغ دینا، فروغ علم کے مواقع کو سعادت سمجھنا اور اس کو علم کی اولین برکات میں شمار کرنا بھی کتب خانوں کے قیام و فروغ کا محرک رہا۔ چنانچہ امام و کبج المتوفی ۱۹۷ھ فرماتے تھے ”علم حدیث کی برکت دوسروں کو کتابیں دینے کا موقع ملتا ہے“ (۱۰۸) اور ابو وہب محمد بن مزاحم المتوفی ۲۰۷ھ کہتے تھے ”علم کی سب سے پہلی برکت دوسروں کو کتابیں دینے کی سعادت حاصل کرنا ہے“ (۱۰۹) مذکورہ بالا اقوال میں رسائی کے پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے جس کی جگہ کتب خانہ ہے۔

## (۸) ابلاغ علم

اسلام علم، حق و صداقت کو پھیلانے پر بہت زور دیتا ہے اور اس کو بڑے ہی اجر و ثواب کا کام بتاتا ہے، رسالت مآب کا فرمان ہے: ”جس نے میری بات سنی اسے یاد رکھا اور جس طرح سنا اسی طرح اس کو پہنچایا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو روشن رکھے“ (۱۱۰) اس دعا کا مصداق بننے اور آپ کے ارشاد بلغوا عنی ولو آیه (۱۱۱) ”میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو، پر عمل کرنے کے جذبہ نے مسلمانوں کو علوم و فنون کی ترتیب و تدوین اور نقل و جمع کتب پر آمادہ کیا۔ اللہ علم کی کتابی ضروریات کو پورا کرنا بہت بڑی نیکی سمجھا گیا اس لئے اس کا دائرہ کار شخصی کتب خانوں تک محدود نہیں بلکہ شاہی، خانقاہی، تعلیمی اور عوامی کتب خانوں تک پھیل گیا تھا۔ اسی جذبہ نے بستی بستی میں علمی ضروریات کی تکمیل کے لئے کتب خانے قائم کرنے پر مسلم قوم کو کمر بستہ کیا۔“



## (۹) فراوانی علم

علم بنی نوع انسان کی ظاہری و باطنی ترقی کا زینہ ہے اس کی کوئی غایت و نہایت نہیں ہے اس لئے اس میں اضافہ اور زیادتی ہر آن مطلوب و محبوب ہے۔ رسالت مآب کی ذات سرچشمہ علوم و حکم تھی اور آپ کو علوم و معارف کا نہایت بلند مقام حاصل تھا۔ بایں ہمہ آپ کو اگر کسی چیز کے بیش از بیش طلب کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ طلب علم کا حکم تھا۔ چنانچہ ہدایت کی گئی تھی ”قل رب زدنی علما“ اور کہئے اے رب مجھے زیادہ سے زیادہ علوم و معارف عطا فرما۔“ چنانچہ آپ دعا کرتے تھے الہم انی اسالک علما نافعاً (۱۱۳) ”اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم مانگتا ہوں۔“ یہ حکم اگرچہ افضل رسل کو دیا گیا تھا لیکن اس حکم میں امت مسلمہ کا ہر فرد بدرجہ اولیٰ داخل ہے۔ ترقی علم کے جذبہ کو برقرار رکھنے کا کامیاب ذریعہ کتب و کتب خانہ ہے۔ اضافہ علم کی اصل غایت حصول علم کی جدوجہد میں کسی درجہ پر بھی قناعت نہ کرنا ہے اس راہ میں اکتفاء و استغنا جہالت کا پیش خیمہ ہے چنانچہ مشہور مفسر سعید بن جبیر تابعی فرماتے تھے ”آدمی جب تک بیکتار رہتا ہے وہ برابر عالم رہتا ہے اور جب وہ علم کو چھوڑ بیٹھتا اور جو اس کے پاس ہوتا ہے اس کو اپنی سمجھ بیٹھتا ہے وہ جاہل رہ جاتا ہے“ (۱۱۳)

## (۱۰) وقف

لغت میں وقف کے معنی روکنے کے ہیں (۱۱۴) شرع میں اس سے مراد یہ ہے: کسی شے کا لک بننے سے اپنے آپ کو روکنا اور منافع کا صدقہ کرنا ہے یعنی مالک کا کسی چیز کو نہ اپنی ملک میں رکھنا اور نہ کسی کی ملک میں دینا (۱۱۵) اس سے معلوم ہوا کہ وقف میں اصل شے باقی رہتی ہے جن کے لئے وہ وقف کی جاتی ہے ان کو اس کے منافع سے بہرہ مند ہونے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس کا بچنا وقف کرنا یا کسی کو اس کا وارث بنانا جائز نہیں ہے۔ اس کا مقصد خیر خواہی، رضا جوئی اور اجرو ذاب ہے شریعت نے انسان کو اپنی حیات میں سب کچھ وقف کرنے کا حق دیا ہے لیکن زندگی کے آخری لمحات میں ایک تہائی مال تک وقف کرنا بلا کراہت درست رکھا ہے (۱۱۶) وقف ہی وہ تحریک ہے جس نے علمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اوقاف کا نہایت عظیم الشان سلسلہ قائم کیا اس کی وجہ سے جگہ جگہ کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا اور آتا رہے گا۔

## (۱۱) صدقہ جاریہ

انسان کی اصل حیات روح کی حیات سے عبارت ہے۔ مرنے کے بعد عذاب و ثواب روح کو ہوتا ہے اس کو بقاء و دوام حاصل ہے۔ اس لئے اسے دائمی اجر و ثواب کی بھی ضرورت ہے۔ روح کی تازگی و تابندگی کے لئے بندگی کی جاتی ہے، عبدیت کے اظہار میں فرد کا افراد اور سماج کے لئے ایثار و قربانی کرنا، کھیتوں کو پانی دینا، مویشیوں کو سیراب کرنے کے لئے نہریں جاری کرانا، پیاسوں کی پیاس بجھانے کے لئے کنویں کھدوانا، یاد الہی کے لئے مسجدیں بنوانا، مسافروں کی جسمانی راحت، ذہنی کلفت کو دور کرنے کے لئے بیابانوں میں سرائیں بنوانا، معاشرہ سے جمالت دور کرنے کے لئے مدرسہ تعمیر کرانا، علمی کم مائیگی اور علمی تشنگی کو دور کرنے کے لئے کتب خانے قائم کرنا، کتابیں وقف کرنا، فکری قوتوں کو پروان چڑھانے کے لئے کتابیں دینا ایک ایسا عمل ہے جس سے خلق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے اسی کا نام صدقہ جاریہ ہے (۱۱۷) اسلام نے علم کو صدقہ جاریہ قرار دیا جملہ کی راہیں مسدود کیں، احسان اور لطف و کرم کی تعلیم نے اس کی جڑیں دور تک پھیلا کر علم و کتب کی نشرو اشاعت کو استواری بخشی اور اس کی راہ میں حائل اقتصادی مشکلات کو بھی حل کر دیا۔

## (۱۲) وصیت

”وصی“ کے مادہ میں ملنے، پیوست ہونے کے معنی ہیں وصیت میں بھی ایک بات دوسری بات سے ملایا جاتا ہے اس لئے اس کو وصیت کہا جاتا ہے (۱۱۸) مردے کے سابقہ ذخیرہ ثواب میں اجر کے نئے ترقی پذیر سلسلہ کو پیوستہ کرتی ہے (۱۱۹) شرعی اصطلاح میں وصیت کرنے کے بعد کو کسی چیز کا یا کسی منفعت کا بطریق احسان مالک بنانا ہے (۱۲۰) ایمان لانے کے بعد انسان سے کوتاہیاں ہوتی ہیں اس کی تلافی کرنے اور اس کے اجر و ثواب کا سلسلہ جاری رکھنے کے شریعت نے وصیت کی اجازت دی ہے (۱۲۱) زندگی کے آخری لمحات میں جب آل اولاد اور بندگان بندوں کی محبت انسان کا دامن پکڑتی اور عالم قدس کی کشش اسے اپنی طرف کھینچتی ہے اس وقت اپنا رشتہ خدا سے استوار رکھنا چاہتا ہے وہ اپنی کتابوں اور کتب خانہ کی کسی فرد یا کسی مسجد یا مدرسے یا کسی ادارے کے لئے وصیت کر جاتا ہے۔

## (۱۳) عاریت

شریعت میں اس سے مراد کسی شے کے منافع کا کسی دوسرے کو مفت مالک بنانا ہے گھوڑا سواری کے لئے یا کتاب پڑھنے کے لئے دینا (۱۲۲) فائدہ مند چیز کے دینے کی اسلام تعلیم

ہے ایسی چیزوں کے دینے سے پہلو تھی کرنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ قرآن کہتا ہے  
 وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ“ اور وہ برتنے کی چیزیں عاریتاً نہیں دیتے ہیں۔ ماعون، اعانہ“  
 اسم مفعول ہے اس کا مطلب ”قوت“ سے ”سامان“ سے ”اسبابِ میسرہ“ سے مدد کرنا ہے (۱۲۳)  
 عبیدہ، زجاج، مبرد ہر مفید و مستعار چیز کو ”ماعون“ کہتے ہیں یہی ابن جریر طبری کا مختار ہے (۱۲۴)  
 روزِ آبادی کے نزدیک یہ اضداد سے ہے یعنی ہرزہ شے جو حاجت مند کو دی جائے اور جس سے  
 اس کو روکا جائے ماعون ہے (۱۲۶) قطرب ماعون کو بروزن فاعول معن سے ماخوذ مانتے ہیں جس کے  
 معنی ”شے قلیل“ کے ہیں جو چیز مانگی جاتی ہے وہ بھی کثیر کے مقابلہ میں قلیل ہوتی ہے اس لئے  
 سے ماعون کہتے ہیں (۱۲۷) ائمہ لغت کی مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ماعون کی تفسیر  
 مفسرین سے جو مختلف اقوال، عاریت اور گھر کا سامان وغیرہ منقول ہیں (۱۲۸) وہ سب مراد ہو سکتے  
 ہیں کیونکہ یہ آلات و سامان حاجت کے وقت دینا واجب ہے ان کو نہ دینے والا اور ان سے روکنے  
 کی ملامت کا مستحق ہے۔ دینے سے بھی ان چیزوں کے دینے سے گریز کرنا مسلمانوں کے اخلاق سے بعید  
 ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ”میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں“ (۱۲۹)

اس سے ثابت ہوا کہ علمی ضروریات کی تکمیل بھی مکارمِ اخلاق میں داخل ہے کافروں  
 و منافقوں کے شعار اور آیت شریفہ کی وعید سے بچنے کے لئے مسلمانوں نے کتابی تعاون میں بڑھ  
 کر حصہ لیا اور اسلامی قلمرو میں جگہ جگہ کتب خانے قائم کئے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ عاریت دینا بہت پسندیدہ بات ہے، حاجت مند مجبور و  
 نظر ہوتا ہے وہ ضرورت کے تحت مانگتا اور لیتا ہے اس کے برعکس صدقہ و خیرات محتاج اور جو  
 مانج نہیں ہوتا وہ بھی لے لیتا ہے۔ عاریت اور قرض حاجت مند ہی لیتا ہے اس لئے عاریت کا اجر  
 ثواب بھی صدقہ و خیرات سے کئی گنا زیادہ ہے پھر اس میں دینے والا اللہ تعالیٰ کی نیابت کا شرف  
 و اخلاقِ ربانی کی صفت سے آراستہ ہونے کی سعادت بھی حاصل کرتا ہے چنانچہ آیت شریفہ  
 اَمِنْ يَجِبُ الْمَضْطَرُ اِذَا دَعَاہُ“ (النحل - ۶۳) ”کون پہنچتا ہے بیکس کی پکار کو جب اس  
 کو پکارتا ہے۔“ اس امر کی شاہد ہے۔ فقہاء نے اس اصول کی تصریح کی ہے کہ کار آمد اور مفید  
 چیزوں کو بلا معاوضہ عام کرنا ضروری ہے (۱۳۰)

تفسیر ابن رجب ”کتاب القواعد“ میں رقمطراز ہیں ”وہ چیزیں جن سے فائدہ اٹھانے کی  
 حاجت رہتی ہے انہیں بکثرت پھیلا نا یا وہ منافع جن کی طرف احتیاج ہوتی ہے انہیں بلا معاوضہ مفت  
 پھیلا نا اور خرچ کرنا چاہئے۔ اس قسم کے مسائل سے مصحف کا مسئلہ بھی ہے کہ جس کو قرآن پڑھنے  
 کی حاجت ہو اس کو قرآن پڑھنے کے لئے عاریتاً دینا اور اگر اس مصحف کے سوا کوئی مصحف نہ ملتا

ہو تو قاضی کو اس مصحف کو بڑی جامع میں رکھنا واجب ہے، ابن عقیل نے تصریح کی ہے کہ فقہاء نے ائمہ فقہ کے اس قول کی کہ ”مصحف چرانے والے کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا“ یہی علت ہے کہ اس میں غور و فکر کرنے، احکام شرع کے استنباط و استخراج کرنے کا حق (اہل علم کو) حاصل ہے اور یہ ایسی علت ہے جو سارقِ مصحف و سارقِ کتب سنن میں مشترک ہے کیونکہ وہ بھی اسی کے احکام کی جامع ہیں اور حاکموں، قاضیوں اور مفتیوں کو اس کی حاجت رہتی ہے لوگوں کے پاس ایسی کتابیں نہیں ہیں انہیں ان کتابوں کو عاریتاً دینا ضروری اور واجب ہے“ (۱۳۱)

### (۱۴) ہبہ

لغت میں ہبہ کے معنی دینا اور عطا کرنا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں بلا معاوضہ کسی کو مالک بنانا ہے (۱۳۲) اس سے دینے والے کا مقصد خیر خواہی ہوتا ہے خواہ دنیوی ہو جیسے محبت نیک نامی خواہ اخروی ہو جیسے خلوص نیت سے اجر آخرت کی امید (۱۳۳)

### (۱۵) ہدیہ

تحفہ دینا، آنحضرت ﷺ سے اس کا حکم دیا ہے کہ ”ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس آپس میں محبت و الفت بڑھتی ہے“ (۱۳۴) اس میں مالی، علمی اور کتابی ہدیے سب ہی داخل ہیں۔

### (۱۶) جو دو سخا

اسلام نے جو دو سخا کو مکارمِ اخلاق میں نہایت اعلیٰ درجہ دیا ہے جو داد اور سخا ہونا بہ حوصلہ کی بات ہے اسلام اپنے پیروکاروں کو اس امر کی تعلیم دیتا اور مالی، علمی و کتابی سخاوت کو کرتا ہے۔

جو دو کے معنی جو چیز جس کے مناسب ہے اسے عطا کرنا ہے اس اعتبار سے جو اپنی ذات بہت وسعت و عموم رکھتا ہے۔ علوم و معارف اور ہدایت و دولت سب کچھ اس میں داخل ہے بکثرت جو دو سخاوت کرنے والے کو کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو ایک ملکہ و استعداد ہے سخاوت اس کا اثر ہے (۱۳۵) امام ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے کہ ”مومن پر اپنی اولاد کو ایسے توحید اور سخاوت و احسان کی تعلیم دینا واجب ہے“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماتریدی کے نزد سخاوت کی تعلیم بھی فرض عین ہے (۱۳۶)

اس کے معنی دو سروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دینا ہے (۱۳۷) یہ بات قوت یقین، محبت و صبر سے پیدا ہوتی ہے۔ انسان کو جن چیزوں سے محبت ہوتی ہے جن کی اسے حاجت رہتی ہے ان میں دو سروں کی احتیاج کو مقدم رکھنا، ترجیح دینا بہت اعلیٰ ظرفی بات ہے۔ چنانچہ دو سروں کو کتابیں دینا، اپنے یہاں نقل کی سہولت فراہم کرنا، نقل کرا کر پہنچانا، اب ایثار و قربانی کا کرشمہ تھا جن کی وجہ سے کتب خانے اسلامی قلمرو میں ہر جگہ فروغ پاتے رہے کتابوں کی داد و ستد کا نظام معاشرہ میں قائم تھا۔ چنانچہ ابوالعتاہیہ کے پاس ایک شخص آیا اس نے کتاب مانگی، ابو العتاہیہ نے کہا میرا جی کتاب دینے کو نہیں چاہتا اس نے کہا ”اما مت ان المکارم موصولہ بالمکارہ“ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جن چیزوں کے لئے کوئی نہیں چاہتا انہیں دینا بلند اخلاقی کی بات ہے، اس نے فوراً کتاب دے دی (۱۳۸) قرآن: وَلْيُؤْتُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلِوَلَدِهِمْ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُوقُونَ ﴿۹﴾ اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور بہ ہوا اپنے اوپر فاقہ اور جوہ پچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔“ وہ لوگ جو خود سختیاں برداشت کر کے دو سروں کو آرام و راحت کا سامان کرتے ہیں اور دلوں کی علمی ضرورتوں کی تکمیل کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں روٹی نصیب ہوتی ہے۔

## (۱۸) احسان

یہ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) دو سروں پر انعام و اکرام کرنا اور (۲) اپنے کام میں حسن کرنا۔ یہ بات حسن علم و حسن عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کا قول ہے ”الناس نساء ما يحسنون“ لوگ احسان مندی کے غلام ہوتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے ”ان سنتم احسنتم لانفسکم“ (بنی اسرائیل - ۷) اگر بھلائی کی تم نے تو بھلا کیا اپنا۔ نیکوئی خوبی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور اسے سراہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”ان یامر بالعدل والاحسان“ (النحل - ۹۰) ”اللہ انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا“

اس سے معلوم ہوا کہ احسان کا مرتبہ عدل سے بھی بلند ہے کیونکہ دو سرے کا حق پورا دینا چنانچہ پورا لینا عدل ہے۔ دو سروں کو ان کے حق سے زیادہ دینا اور اپنے حق سے کم لینا احسان



ہے (۱۳۹) انسان پر عدل فرض ہے لیکن احسان کرنا پسندیدہ امر ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے  
 ”احسنوا ان اللہ یحب المحسنین“ (البقرہ- ۱۹۵) ”نیک کام کرو بیشک اللہ نیک  
 کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“ ”احسن کما احسن اللہ الیک“ (القصص  
 ۷۷) ”تو احسان کر جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا ہے۔“

احسان کی منجملہ اور صورتوں کے ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس طرح دوسروں  
 کتابیں حاصل کی جائیں اسی طرح دوسروں کو بھی اپنی کتابیں مہیا کرے اور بلا امتیاز قوم و ملت  
 ایک پر کتب خانے کا دروازہ کھلا رکھے، جن کتابی مشکلات سے خود دوچار ہوا ہے ان مشکلات  
 دوسروں کو بچانے کا جذبہ کتب خانوں کے قیام و اہتمام کا محرک رہا ہے۔

### (۱۹) تعاون

اسلام نے اس کا حکم دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ ”تعاونوا علی البر والتقوی  
 تعاونوا علی الاثم والعدوانی“ (المائدہ- ۲) جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں  
 سے تعاون کرو جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ہاتھ بٹانا واجب ہے (۱۴۰) رسالہ  
 مآب کا ارشاد ہے ”الذال علی الخیر کفاعلہ“ نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا  
 نیکی کرنے والے کی طرح ہے، مفسر ابن عطیہ نے تصریح کی ہے کہ لفظ ”واجب“ مستحب دونوں  
 شامل ہے اور تقوی واجب کی رعایت کو کہتے ہیں۔

ماوردی نے کہا ہے ”تعاون کا ”بر“ اور تقوی کے ساتھ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ  
 میں اللہ کی خوشنودی اور ”بر“ میں لوگوں کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، یہی سعادت و نعمت  
 تکمیل ہے“ (۱۴۱)

ابن خویر منداد نے ”احکام القرآن“ میں لکھا ہے کہ ”تعاون کئی طرح ہوتا ہے چنانچہ  
 پر لازم ہے کہ وہ اپنے علم سے لوگوں کی مدد کرے، مالدار پر ضروری ہے کہ وہ اپنے مال سے  
 کرے اور مسلمانوں پر آپس میں ایک دوسرے کی مدد و نصرت لازم ہے“ (۱۴۲) شخصی شاعر  
 علمی کتب خانوں سے استفادہ کے لئے دوسروں کو موقع فراہم کرنے کا اصل محرک یہ تعاون  
 تھا جو ہمیشہ بڑھتا رہا اور کتب خانوں کی خدمات میں اضافہ ہوتا رہا۔

## (۲۰) مثالی انسان بننا

جو آدمی دوسروں کی مدد کرتا، انہیں فائدہ پہنچاتا اسلام اس کو معاشرہ میں سب سے بہتر انسان قرار دیتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”خیر الناس انفعہم للناس“ (۱۳۳) ”بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچاتا ہے“ دنیا میں سب سے زیادہ مفید کام وہی ہے جس کا اجر و ثواب منقطع نہیں ہوتا اور وہ اقراء کے نور کو پھیلانا، کتابیں لکھنا، پڑھانا، دینا، کتب خانے قائم کرنا ہے تاکہ کتاب زندگی سنور سکے اور سیرت و کردار کی مثالی تعمیر ہو سکے۔

## (۲۱) انفاق

خدا کی راہ میں خرچ کرنا امت اور معاشرے کی مصلحت عامہ سے عبارت ہے (۱۳۴) نیکوکاروں کا شیوہ و مومنین کی صفت ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”ومما رزقناہم ینفقون“ (البقرہ- ۳) جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اسے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں لفظ ”ما“ عام ہے اس میں ہر چیز داخل ہے (۱۳۵) چنانچہ جلیل القدر مفسر حسن بصری سے آیہ شریفہ کی تفسیر انفاق علم منقول ہے (۱۳۶) یہ ایسا عمل ہے جس کا نفع لوٹ کر اسی کو ملتا ہے۔ ”وما تنفقوا من خیر فلا نفسکم“ (البقرہ- ۲۷۲) اور خیرات میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لئے بھلا ہے۔ اسی لئے ہدایت کی گئی ہے کہ اپنی کمائی اور حاصل کی ہوئی چیزوں میں سے پاکیزہ اور اچھی چیزیں نکالو (۱۳۷) اور سب سے بہتر و محبوب چیز خرچ کرو (۱۳۸) خبیث و ناپاک چیزوں سے احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے روکا گیا ہے (۱۳۹)

انفاق کا اجر دو گنا، چو گنا بلکہ سات سو گنا تک بتایا گیا ہے یہ کبھی عددی اور کبھی معنوی ہوتا ہے کہ حزن و خوف نہیں رہتا (۱۵۰) تمام رفاہی و فلاحی کام و کارنامے مسجدیں، سرائیں، مدر سے اور کتب خانے اسی انفاق کی وجہ سے قائم ہوئے اور پروان چڑھے ہیں۔ کتابوں پر رقم خرچ کرنا، سماج سے علمی افلاس کا خاتمہ کرنا، شرف انسانی کا موجب سمجھا جاتا تھا، اس لئے عرب کتابوں پر روپیہ خرچ کرنے اور ان کا ذخیرہ کرنے کو بہت پسند کرتے اور اسے شرف انسانی کی علامت سمجھتے تھے (۱۵۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین نجد میں لیلیٰ کو ڈھونڈنے والے مجنوں ہی نہ تھے بلکہ خالق اشیاء کو جاننے پہچاننے اور ذہن انسانی کی فکری کاوشوں اور علمی تحقیقات سے زیادہ سے زیادہ بہرہ ور ہونے کے لئے کتابوں کے پرستار بھی کم نہ تھے۔ سماج نے عربوں کو یہ امر ذہن نشین کرایا تھا کہ مال نفسانی لذت سے زیادہ علمی اور روحانی لذت کی تسکین پر خرچ کرنا چاہئے، اس لئے وہ اپنی



دولت کا بیشتر حصہ حصول کتب پر خرچ کرتے تھے۔

## (۲۲) بخل

لغت میں بخل اپنے جمع کئے ہوئے ذخیروں کو خرچ کے مقامات پر خرچ نہ کرنا ہے اس کی دو قسمیں ہیں (۱) انسان اپنی چیزوں کو خرچ نہ کرے (۲) دوسروں کو بھی خرچ کرنے سے روکے یہ دونوں باتیں بری ہیں۔ البتہ دوسری قسم پہلی سے بھی بدتر ہے۔ قرآن نے دونوں قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ”ومن يبخل فانما يبخل عن نفسه“ (محمد- ۳۸) ”اور جو بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔“ دوسرے مقام پر فرمایا ”الذین يبخلون الناس بالبخل ويكتمون ما اتهم الله من فضله واعتدنا للكافرين عذابا مهينا“ (النساء- ۱۵۲) ”جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل سکھاتے ہیں اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لئے عذاب ذلت کا۔“

یعنی جو لوگ اپنے مال اور علم خداداد کو لوگوں سے چھپاتے ہیں کسی کو نفع نہیں پہنچاتے ہیں اور قولاً اور عملاً علمی ضرورتوں کو پورا کرنے سے روکتے ہیں وہ بھی اس وعید کے مصداق ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”ایک مومن میں یہ دو خصلت جمع نہیں ہوتی ہیں بخل اور کج خلقی“ (۱۵۳)

علم و کتاب بنی نوع انسان کی مشاع مشترک ہے اس سے نہ خود بہرہ مند ہونا اور نہ دوسروں کو فائدہ اٹھانے دینا کتاب کے بنیادی مقصد ”استعمال“ اور ”خواندگی“ (۱۵۴) کے خلاف ہے۔ اسلام فرد واحد کو اپنی ملکیت میں اس قسم کے ناروا تصرف کا اختیار نہیں دیتا کیونکہ اس سے علم کی نشر و اشاعت کے راستے بند ہوتے ہیں، اسلام میں حوائج ضروریہ سے زائد چیزوں کو بلاوجہ اپنے پاس رکھنا اور دوسروں کو بہرہ ور نہ ہونے دینا حق واجب سے محروم کرنا اور ادائیگی حق واجب میں مانع بن جانا بخل ہے (۱۵۵) اس سے وہ اپنے پیروکاروں کو سختی سے روکتا ہے۔

## (۲۳) اکتناز و تکاثر

مال و دولت اور ضروری سامان کی اس طرح ذخیرہ اندوزی جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے روا نہیں، اسی طرح سے کتابوں کی ذخیرہ اندوزی کرنا کہ کسی کو اس کی ہوا نہ لگنے دینا نہ خود اس سے بہرہ مند ہونا اور نہ حاجت مندوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دینا کتاب کے بنیادی مقصد سے انحراف کرنا ہے ابو حیان توحیدی المتوفی ۴۰۰ھ نے اس قسم کے کتب خانہ سازوں کی سختی سے

ذمت کی ہے۔ وہ کہتا ہے ”کتابوں کا جمع کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سونا چاندی جمع کرنے والا اس کا مشتاق بدترین قسم کا لالچی ہوتا ہے اس کا عاشق ایسا ہے جو کثرت پر اتراتا ہے“ (۱۵۶) اور اس لئے ابن الجوزی نے کہا ”جس کے پاس کتابوں کا ذخیرہ ہو اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ حاجت مندوں کو کتابیں عاریتاً دینے میں بخل نہ کرے“ اسے طلبہ و اساتذہ کی مشکلات کو حل کرنا چاہئے، طلب گاروں کو فائدہ نہ پہنچانا علم اور کتاب کے معاملہ میں ان سے پہلو تہی کرنا ان کو علم سے محروم کرنا ہے، ان باتوں سے بچنا چاہئے یہ مصائب کا پیش خیمہ ہوتی ہیں“ (۱۵۷)

### (۲۳) کتمانِ علم

اسلام نے کتاب کو حق و شہادت قرار دیا ہے۔ علم نافع کو چھپانا، کتاب میں جو نظریات و تحقیقات ہیں ان سے دوسروں کو محروم کرنا کتمانِ حق اور کتمانِ علم ہے اس کی اسلام کسی حال میں اجازت نہیں دیتا۔ قرآن کہتا ہے ”وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ آوَتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ“ (المائدہ- ۱۸۷) ”اور ان اہل کتاب کو وہ عہد بھی یاد دلاؤ جو اللہ نے ان سے لیا تھا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہو گا۔ انہیں پوشیدہ رکھنا نہیں ہو گا۔“

اس لئے حدیث میں کتمانِ علم و کتاب کی سزا قیامت کے دن آگ کی لگام منہ میں ڈالے جانا وارد ہے اس لئے کہ اس سے علم کی راہ کھوٹی ہوتی اور جہل فروغ پاتا ہے۔ ان کے علاوہ بعض عوامل جو اثر و عامل دونوں حیثیتیں رکھتے ہیں جیسے۔

(۲۵) عزت و شہرت

(۲۶) سجاوٹ اور زینت مکیں و مکان

(۲۷) تعلیمی و تحقیقی ضروریات کی تکمیل

(۲۸) رشتہ ازدواج کے لئے وجہ انتخاب

(۲۹) کیف و سرور اور سیر و تفریح کا مرکز

(۳۰) سیادت و قیادت کا بھرم

(۳۱) غذا و دوا دینے والا طبیب

(۳۲) اہل مشرق و مغرب میں وجہ تفاخر

(۳۳) ایک عالم کے پاس کتابوں کا ذخیرہ ہونا

مسلم معاشرہ میں ایک عالم کے پاس کراسوں (کتابوں) کا ذخیرہ مجد و افتخار کا ذریعہ تھا چنانچہ

اسلامی قلمرو میں یہ کہاوت مشہور تھی۔

التاجر مجده في كيسه

والعالم مجده في كرا ريسه

سوداگر کا مجد و افتخار اس کے روپوں کی تھیلی میں ہے اور عالم کا مجد و فخر اس کے ذخیرہ کتب

میں ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسلم معاشرہ میں عالم کا کتب خانہ اس کے مجد و فخر کا باعث تھا اور کتب خانہ سازی کے منجملہ عوامل میں ایک یہ عامل (محرک) بھی معاشرہ میں تیزی سے کار فرما تھا۔ یہ وہ محرکات ہیں جن کا تذکرہ عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات میں کیا گیا ہے اس لئے ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

کتب خانوں کے تاریخی پس منظر کے پیش نظر علمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مذکورہ بالا عوامل میں بعض عوامل ہر مذہب و ملت میں مشترک و عام ہیں۔ البتہ گذشتہ ادوار میں ان پر عمل نہیں کیا گیا اس لئے کتب خانہ سازی کی تحریک اقوام عالم میں پروان نہیں چڑھ سکی تھی۔

غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اسلام میں قیام کتب خانہ کے جتنے عوامل و محرکات پائے جاتے ہیں وہ کسی مذہب و ملت میں نہیں پائے جاتے یہ عوامل نہایت سادہ 'جامع' قید زمان و مکان سے بالاتر اور نہایت دور رس نتائج کے حامل اور آفاقی ہیں۔

تاریخ کتب خانہ میں اس سے قبل ان عمومی و خصوصی عوامل کی نہ کہیں نشاندہی کی ایسی کوشش کی گئی ہے اور نہ جذبہ انسانی کو ابھارنے میں معاون اجزا کا کہیں احاطہ کیا گیا ہے۔ ہم نے پہلی مرتبہ کوشش کی ہے کہ ایسے تمام ممکنہ اجزا کو یکجا نمایاں کیا جائے جو علمی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سبب بنتے رہے تھے اور آج بھی بنے ہوئے ہیں۔

اس باب میں جن امور سے بحث کی گئی ہے ان سے یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ کتب خانہ انسانی تمدن و ثقافت کا اولین مظہر ہے اور یہ بنی نوع انسان کی ذہنی کاوشوں اور علمی تحقیقات و تخلیقات کا پاسبان ہے۔ جس قوم میں ان کا چلن رہا ہے یہ اس کی ذہنی رفعت اور علمی ترقی کا آئینہ دار رہا ہے جس قوم میں کتابوں کی کثرت اور کتب خانوں کی وسعت رہی ہے وہی قوم اقوام عالم میں حکمران رہی، گو اس کی حکومت کسی مخصوص خطہ زمین پر محدود زمانہ تک رہی لیکن وہ اپنے علم و دانش کی وجہ سے برابر حکمرانی کرتی رہی ہے یہی وہ پائیدار اور ناقابل فراموش نقوش ہیں جن سے اس قوم کو اقوام عالم میں ممتاز مقام حاصل ہوتا ہے، مسلمانوں کے دور میں عباسی دور ہی ایک ایسا دور ہے جس میں کتب و کتب خانوں کا سب سے زیادہ چلن رہا ہے اور مسلمانوں نے اس دور میں

تخلیقات کی ہیں انہی کے سہارے یورپ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوا ہے۔ اس لحاظ سے عباسی دور بہت شاندار اور سنہری دور ہے اس کا تذکرہ باب سوم میں کیا جا رہا ہے۔

## فہرست ماخذ

- (۱) الزرنوجی ص ۵۔ نصیر الدین الطوسی کتاب آداب المتعلمین، مجلہ معتمد المخطوطات العربیہ القاہرہ نومبر ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۷ء مجلد ۳، ج ۲، ص ۲۷۳۔
- (۲) حاجی خلیفہ، ج ۱، ص ۲۴۳ و ۲۵۰۔
- (۳) کرامت حسین کتوری، فقہ اللسان، (لکھنؤ، نو لکھنؤ، ۱۹۱۵ء) ج ۲، ص ۶۱۔
- (۴) محمد سلیمان اشرف، المبین، (علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی ۱۳۳۸ھ) ص ۱۳۴۔
- (۵) محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، بحواشی احمد علی السہارنپوری (لکھنؤ، المطبع المصطفائی، ۱۳۰۷ھ) ج ۱، ص ۱۲۔
- (۶) محمد فواد عبدالباقی، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن (القاہرہ، دارالکتب المصریہ ۱۳۶۲ھ) ص ۳۶۹، ۳۸۱۔
- (۷) ابوالقاسم الحسین بن محمد الراغب، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق محمد سید گیلانی (مصر، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الجلی، ۱۳۸۱ھ) ص ۳۹۳ (مادہ ملق)۔
- (۸) فخر الدین محمد بن عمر الرازی، التفسیر الکبیر (مصر، المطبعۃ الہیہ المصریہ ب، ت) ج ۲، ص ۲۸۱۔
- (۹) ابن حزم الاحکام، ج ۵، ص ۶۹۰-۶۹۱۔
- (۱۰) البخاری، ج ۱، ص ۱۲۔۔۔۔۔ ابو داؤد سلیمان بن الأشعث البجستانی، سنن ابی داؤد تصحیح محمود حسن الدیوبندی (دہلی، المطبع الجبائی، ۱۳۱۸ھ) ج ۲، ص ۱۵۷۔۔۔۔۔ الحسن بن مسعود القراء البغوی، شرح السنہ تحقیق شعیب الارناؤوط و محمد زبیر الشادیش (دمشق، المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ ج ۱، ص ۲۷۶۔۔۔۔۔ المتذری) مختصر سنن ابی داؤد للمتذری و معالم السنن لابن سلیمان الخطابی و تہذیب ابن القیم الجوزیہ تحقیق محمد حامد لفقی (القاہرہ، مکتبۃ السنۃ الممدیہ ۱۳۶۸ھ) ج ۵، ص ۲۲۳۔
- (۱۱) البخاری، ج ۱، ص ۱۲۔۔۔۔۔ ابو داؤد البجستانی، ج ۲، ص ۱۵۷۔
- (۱۲) محمد بن یزید بن ماجہ، سنن المصطفیٰ، بحاشیۃ السنن (مصر، الطبعۃ التازیہ، ۱۳۴۹ھ) ج ۱، ص ۹۸۔
- (۱۳) البخاری، ج ۱، ص ۷۔
- (۱۴) البخاری، ج ۱، ص ۷۔۔۔۔۔ البغوی، ج ۱، ص ۲۹۸، ۲۹۹۔

- (۱۵) ابن ماجہ 'ج ۲' ص ۵۳۲۔۔۔۔۔ عبد الرؤف المناوی، فیض القدر شرح الجامع الصغیر (مصر، مطبعة مصطفى محمد ۱۳۵۶ھ) ج ۵، ص ۶۵۔۔۔۔۔ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری، جامع الاصول فی احادیث الرسول، تحقیق عبدالقادر الارناؤوط (حلب، مکتبہ الحلوانی، ۱۳۹۱ھ) ج ۸، ص ۹۔
- (۱۶) ابن ماجہ 'ج ۱' ص ۲۲۔۔۔۔۔ ابو داؤد البجستانی، ج ۲، ص ۱۵۷، ۱۵۸۔۔۔۔۔ البغوی، ج ۱، ص ۲۹۳-۲۹۷۔۔۔۔۔ ابن الاثیر، جامع الاصول، ج ۸، ص ۲۳-۳۳۔
- (۱۷) احمد بن محمد الطحاوی، شرح معانی الآثار، تحقیق محمد زہری النجار، (القاهرة المطبعة الانوار الحمیدیہ ۱۹۶۸ء) ج ۲، ص ۳۱۶۔
- (۱۸) البخاری، ج ۱، ص ۴۹۱۔
- (۱۹) ابراہیم بن موسی الشاطبی کتاب الاعتصام، القاهرة مطبعہ المنار، ۱۳۳۱ھ، ج ۱، ص ۲۲۴۔
- (۲۰) ایضاً، ج ۱، ص ۱۶۔
- (۲۱) محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی، سنن الترمذی، تحقیق ابراہیم عطوہ عویض (مصر، مصطفى البابی الحلبي ۱۳۷۵ھ) ج ۵، ص ۳۴۔۔۔۔۔ ابو داؤد، ج ۲، ص ۱۵۹۔۔۔۔۔ المنذری، مختصر سنن ابی داؤد، ج ۵، ص ۱۵۳۔
- (۲۲) البخاری، ج ۱، ص ۱۹۔
- (۲۳) مجتہد کلیۃ اللغۃ العربیۃ، الرياض، شماره ۲، (۱۳۹۲-۱۹۷۲) ص ۳۰۹ و ابن عبد ربہ، ج ۲، ص ۲۱۵۔
- (۲۴) ایضاً، ج ۱، ص ۹۔۔۔۔۔ ابن الاثیر، جامع الاصول، ج ۸، ص ۱۲۔۔۔۔۔ البغوی، ج ۱، ص ۳۰۱۔
- (۲۵) ایضاً، ج ۱، ص ۲۰۔
- (۲۶) ایضاً، ج ۱، ص ۱۸۔۔۔۔۔ ابن الاثیر، جامع الاصول، ج ۸، ص ۳۳-۳۷۔
- (۲۷) الخلیل، ج ۹، ص ۳۶۴۔۔۔۔۔ ابن الجوزی، کتاب الموضوعات، تحقیق عبدالرحمن محمد عثمان، (مصر، محمد عبدالحسن، ۱۳۸۶ھ) ج ۱، ص ۲۱۵۔۔۔۔۔ السخاوی، المقاصد الحسنیۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشترکہ علی الالسنہ، تحقیق عبداللہ محمد الصدیق (مصر، مکتبہ الخافجی، ۱۴۷۵ھ) ص ۶۳-۱۳۵۔۔۔۔۔ السیوطی، اللالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (مصر، المکتبۃ الحسینیۃ المصریۃ، ۱۳۵۲ھ) ج ۱، ص ۱۹۳۔۔۔۔۔ محمد طاہر العتشی، تذکرہ الموضوعات، القاهرة، ادارہ المنیریہ، ص ۷۱۔۔۔۔۔ علی بن محمد عراق الکنانی، تنزیہ الشریعۃ



- ج ۱، ص ۲۵۸۔۔۔۔۔ اسماعیل بن محمد العجلونی، كشف الحفاط : ۲ (بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۵۱ھ) ج ۱، ص ۱۲۸، نمبر ۳۹۷۔۔۔۔۔ محمد ناصر الدین الالبانی، سلسلہ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ واثرها السیء فی الامہ، ط: ۲، الثانیۃ (دمشق، المکتب الاسلامی، ۱۳۸۲ھ) ص ۲۲، نمبر ۲۱۶۔
- (۲۸) ابن حزم، رسالتہ تلخیص بوجوه التلخیص، ص ۱۵۷ رسالہ الرد علی ابن النفریہ الیہودی و رسائل آخری تحقیق احسان عباس، (القاهرہ مکتبہ دار العروہ، ۱۳۸۰ھ) کے ساتھ طبع ہوا ہے۔
- (۲۹) احمد بن فارس، مقائیس اللغہ، تحقیق عبدالسلام محمد ہارون (مصر، عیسیٰ البابی، الجلی، ۱۳۷۰ھ) ج ۵، ص ۱۵۸ (مادہ کتب)۔۔۔۔۔ ابو ہلال حسن العسکری، کتاب التلخیص فی معرفۃ اسماء الاشیاء، تحقیق عزت حسن (دمشق، مجمع اللغۃ العربیۃ، ۱۳۹۰ھ) ج ۲، ص ۷۰۲۔
- (۳۰) ایضاً۔
- (۳۱) مجد الدین محمد الفیروز آبادی، بصار ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز تحقیق محمد علی النجار (القاهرہ، المجلس الاعلیٰ لثنون الاسلامیہ، ۱۳۸۹ھ) ج ۴، ص ۲۶۳۔
- (۳۲) الراغب، ص ۴۲۳۔ ۴۳۵ (مادہ کتب)۔۔۔۔۔ عبدالرؤف المصری، معجم القرآن (القاهرہ، مطبعۃ حجازی، ۱۳۶۷ھ) ص ۱۱۵۔ ۱۱۷۔۔۔۔۔ الفیروز آبادی، ج ۴، ص ۳۲۹۔ ۳۳۴ (مادہ کتب)۔
- (۳۳) ایضاً۔
- (۳۴) ابن فارس، ج ۵، ص ۱۵۸۔
- (۳۵) علی بن اسماعیل ابن سیدہ، کتاب المخصص، (مصر، المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ، بولاق، ۱۳۱۹ھ) ج ۱۳، ص ۴، (الکتاب والالات)۔
- (۳۶) محمود بن عمر الزحیری، اساس البلاغہ، تحقیق عبدالرحیم محمود (القاهرہ دار الکتب، المصریہ، ۱۹۵۳ء) ص ۲۸۶۔۔۔۔۔ محمد بن مکرم بن منظور الافریقی، لسان العرب (مصر، المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق، ۱۳۰۰ھ) ج ۲، ص ۹۲ (مادہ کتب)۔
- (۳۷) حاجی خلیفہ، ج ۲، ص ۱۳۸۳۔۔۔۔۔ ابو البقاء کفوی، کتاب الکلیات (مصر، دار البیضاء، القاہرہ، ۱۲۵۳ھ) ص ۳۰۶۔
- (۳۸) ابن فارس، ج ۲، ص ۱۷۸۔
- (۳۹) عبدالرحمن الکاشغری، المفید معجم اللغۃ العربیہ المصریہ، (ڈھاکہ، المکتب الامدادیہ، ۱۳۹۰ھ) ص ۱۷۸۔



- (۳۰) الخطيب، تقييد العلم، ص ۱۲۲۔
- (۳۱) الجاحظ، رسالة في مدح الكتب، ص ۳۳۵-۳۳۸۔
- (۳۲) ايضاً ص ۲۳۹-۲۴۰ (له) كتاب الحيوان، ج ۱، ص ۳۸ (له) موجز الحاسن والاضداد، القاہرہ دار المعارف ب ت، ص ۷-۱۲۔۔۔۔۔ ابراہیم بن محمد الیسعنی، الحاسن والمساوی، (لیسک، مطبعتہ ملیوم و روغولین، ۱۳۸۰ھ) ص ۲-۶۔۔۔۔۔ الخطيب، تقييد العلم، ص ۱۲۱-۱۲۲۔۔۔۔۔ الراغب، محاضرات الادباء و محاورات الشعراء والبلغاء، (بيروت دار مکتب الحياة، ۱۹۶۱ء) ج ۱، ص ۵۵۔
- (۳۳) الجاحظ، رسالة في مدح الكتب، ص ۲۴۰۔
- (۳۴) ايضاً ص ۲۴۰-۲۴۱۔
- (۳۵) ايضاً ص ۲۴۱۔
- (۳۶) ايضاً۔
- (۳۷) الراغب، محاضرات الادباء، ج ۱، ص ۱۱۷۔
- (۳۸) ايضاً ص ۱۱۸۔
- (۳۹) محمد عجاج الخطيب، لمحات في المکتب والبحث والمصادر، ط: ۲، (بيروت، دار القلم، ۱۳۹۱ھ) ص ۳۔
- (۵۰) ابو جعفر محمد ابن جرير الطبري، جامع البيان عن اى القرآن، ط: ۲، (مصر، مطبعتہ مصطفى البابی الجلبی، ۱۳۷۳ھ) ج ۲۹، ص ۱۵۔۔۔۔۔ شهاب الدين محمود الأوسى، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع الشانی، ط: ۲، (مصر ادارة الطباعة الخيرية، ب ت، ج ۲۹، ص ۲۳۔
- (۵۱) رسائل اخوان الصفاء، (بيروت، دار صادر، ۱۳۷۷ھ) ج ۲، ص ۴۲۔
- (۵۲) محمد الغزالي، المنقذ من الضلال، (لاهور، بيت الادقاف، ۱۹۷۱ء) ص ۱۶، ۲۷، ۲۹، ۹۰۔
- (۵۳) ابن تيمية، نقض المنطق، ص ۱۱۲-۱۱۳۔
- (۵۴) كرين برنسن وغيره، تاريخ تهذيب، ترجمه و تحييه غلام رسول مهر، (لاهور، غلام علي اينڈسٹریز، ۱۹۶۵ء) ج ۱، ص ۳۳۔
- (۵۵) ابن عثيم، تاويل مشكل القرآن، تحقيق احمد صقر، ط: ۲، (القاہرہ دار التراث، ۱۹۷۳ء) ص ۴۵۔
- (۵۶) الراغب، محاضرات الادباء، ج ۱، ص ۹۶۔۔۔۔۔ الرازى، التفسير الكبير، ج ۱۹، ص ۸۶۔



- (۷۴) محمد بن یوسف الکرمانی، البخاری بشرح الکرمانی (القاهرہ، المطبعة البیتة المصریة ۱۳۵۶ھ) ج ۱۸، ص ۲۱۰۔۔۔۔۔ العینی، ج ۱۸، ص ۲۹۱۔۔۔۔۔ ابن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۳۲۲۔۔۔۔۔ ج ۱۰، ص ۳۶۰۔۔۔۔۔ ابن قتیبة، ص ۸۱، الرازی، ج ۲۲، ص ۲۲۸۔۔۔۔۔ الفیروز آبادی، ج ۳، ص ۱۹۳۔۔۔۔۔ الطبری، ج ۳۰، ص ۱۹۲-۱۹۳۔۔۔۔۔ یحییٰ بن زیاد الفراء، معانی القرآن تحقیق محمد علی النجار (القاهرہ، الھیئۃ المصریة للتالیف والترجمۃ، ب ت) ج ۲، ص ۲۱۲۔۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۳، تفسیر القرآن العظیم (لاہور، سہیل اکیڈمی، ۱۳۹۳ھ) ج ۳، ص ۵۵۱۔۔۔۔۔ الزمخشری، ا کشاف عن حقائق التزیل و عیون الاقاویل فی وجوه التاویل (مصر، مصطفیٰ البابی الحلبي، ۱۳۸۵ھ) ج ۴، ص ۲۸۶۔۔۔۔۔ ابن مطرف الکنانی، القرطین (مصر، مطبعہ الخانجی، ۱۳۵۵ھ) ج ۱، ص ۲۱۲-۲۱۳۔۔۔۔۔ ابن منظور، لسان العرب، ج ۱۳، ص ۳۳۸ (مادہ سکل)۔۔۔۔۔ المصری، معجم القرآن، ص ۲۶۵-۲۶۶۔۔۔۔۔ حسین بن احمد بن خالویہ، کتاب اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم (القاهرہ، مطبعة دار الکتب المصریة ۱۳۶۰ھ) ص ۱۹۴۔
- (۷۵) البخاری، ج ۲، ص ۲۷۸۔
- (۷۶) القرطبی، ج ۹، ص ۸۱-۸۳، ج ۲۰، ص ۱۹۸-۱۹۹۔
- (۷۷) الراغب، ص ۲۲۴-۲۵۵ (مادہ سکل)۔
- (۷۸) عبد الماجد دریا بادی، تفسیر ماجدی (کراچی، تاج کمپنی لیٹڈ، ب ت) ص ۳۸، حاشیہ ۲۲۳۔۔۔۔۔ محمد جمیل احمد، انبیائے قرآن (لاہور، غلام علی اینڈ سنز، ب ت) ج ۱، ص ۱۶۴-۱۶۷۔
- (۷۹) ابوالاعلیٰ مودودی، تفسیر القرآن، طبع پنجم (لاہور، ترجمان القرآن، ۱۹۱۴ء) ج ۵، ص ۲۱۴۔
- (۸۰) الجاخذ، کتاب الحيوان، ج ۱، ص ۹۷-۹۸۔
- (۸۱) عبد الماجد دریا بادی، ص ۲۲، حاشیہ ۱۷۰۔۔۔۔۔ محمد جمیل احمد، ج ۲، ص ۹۶-۹۷۔
- (۸۲) محمد فواد عبد الباقی، ص ۱۵۸۔
- (۸۳) ایضاً، ص ۴۰۳۔
- (۸۴) شیخ زادہ، حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر القاضی السیفاوی (آستانہ) المطبعة العثمانیة، ۱۲۸۲ھ) ج ۱، ص ۶۰۱۔
- (۸۵) الطبری، جامع البیان، ج ۱۶، ص ۵۔۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۳، ص ۹۸-۹۹۔۔۔۔۔ السیوطی،

- ج ۴، ص ۲۳۲۔۔۔۔۔ الراغب، ص ۴۴۲ (مادہ کنز)۔۔۔۔۔ الخلیف یقیناً العلم،  
ص ۴۴۲۔۔۔۔۔ القربی، ج ۱۱، ص ۳۸۔
- (۸۶) ابن الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر (بیروت، المکتب الاسلامی للطباعة والنشر، ۱۳۸۵ھ)  
ج ۵، ص ۱۸۲۔
- (۸۷) عبد الماجد دریابادی، ص ۱۰۱، حاشیہ ۹۵۸۔۔۔۔۔ محمد جمیل احمد، ج ۳، ص ۳۸۔
- (۸۸) فواد، ص ۳۲۹۔
- (۸۹) الراغب، ص ۲۱۱۔
- (۹۰) Down, Robert B. Books That Changed The World.  
2nd ed. Chicago Amercian Library Association  
1978, p 27.
- (۹۱) القربی، ج ۱۰، ص ۳۵۷۔
- (۹۲) ایضاً۔
- (۹۳) ابو الاعلیٰ مودودی، ج ۳، ص ۳۳۔
- (۹۴) ابن حجر، ج ۱۰، ص ۳۸۸۔۔۔۔۔ العینی، ج ۲۰، ص ۱۶-۱۷۔
- (۹۵) ابو عبید قاسم بن سلام الروی، غریب الحدیث (حیدر آباد الدکن، مطبعتہ دائرہ المعارف  
العثمانیہ، ۱۳۸۷ھ) ج ۴، ص ۱۵۶۔
- (۹۶) ابن حجر، ج ۱۰، ص ۳۸۸۔۔۔۔۔ الفتی، مجمع بحار الانوار فی غریب التزیل و لطائف الاخبار  
(لکھنؤ نو، لکھنؤ، ۱۲۸۳ھ) ج ۳، ص ۲۵۰-۲۵۱، مصطفیٰ صادق، تاریخ آداب العرب  
ط: ۴، (بیروت دار الکتاب العربی، ۱۳۵۴ھ)۔ ص
- (۹۷) الرافعی، ج ۲، ص ۱۷۔
- (۹۸) البخاری، ج ۱، ص ۳۹۷ و ج ۲، ص ۵۰۴۔۔۔۔۔ ابو عبید الروی، ج ۴، ص ۱۰۴۔۔۔۔۔
- بن ابی بکر البیہقی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، بتحریر الحافظین العراقی و ابن حجر (القاهرہ، مکتبہ  
القدسی، ۱۳۵۲ھ) ج ۱، ص ۱۵۲۔
- (۹۹) عجاج، ج ۲۶۔
- (۱۰۰) البخاری، ج ۲، ص ۷۴۵-۷۴۸۔۔۔۔۔ العینی، ج ۱۰، ص ۱۶۔۔۔۔۔ عبد اللہ بن ابی داؤد  
السجستانی، کتاب المصاحف (مصر، المطبعتہ الرحمانیہ، ۱۹۲۶ء) ص ۵-۱۱۔۔۔۔۔ ابن حجر،  
الباری، ج ۱۰، ص ۳۸۸-۳۹۰۔۔۔۔۔ السیوطی، الاتقان، ج ۱، ص ۱۷۷-۱۸۸۔

- (۱۰۱) البخاری، ج ۲، ص ۷۴۶۔۔۔۔۔ ابن ابی داؤد، ص ۱۸-۲۵۔۔۔۔۔ الذہبی، تاریخ الاسلام طبقات المشاہیر والاعلام (القاهرة، مکتبہ القدسی، ۱۳۶۸ھ) ج ۲، ص ۱۳۲-۱۳۵۔۔۔۔۔
- العینی ج ۲۰، ص ۱۷-۱۸۔۔۔۔۔ عبد العظیم الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ط: ۳ (القاهرة، عیسیٰ البابی الجلی، ۱۳۷۲ھ) ج ۱، ص ۳۹۶-۳۹۷۔
- (۱۰۲) اثلشی، حاشیہ اثلشی علی تسمین الحقائق شرح کنز الدقائق للذہبی، (مصر، المطبعة الامیریہ، ۱۳۱۳ھ) ج ۱، ص ۳۵۳۔
- (۱۰۳) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، تحقیق محمد فواد عبدالباقی (القاهرة، مطبعة عیسیٰ البابی الجلی، ۱۳۷۲ھ) ج ۱، ص ۸۱ (حدیث نمبر ۲۲۲)۔
- (۱۰۴) ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۶۷۔
- (۱۰۵) ایضاً، ص ۵۵۔
- (۱۰۶) الرازی، ج ۱۱، ص ۳۔۔۔۔۔ الآلوسی، ج ۶، ص ۱۳۴۔
- (۱۰۷) عبد اللہ النسفی، مدارک التزیل وحقائق التاویل (القاهرة، المطبعة الامیریہ، ۱۹۳۳ء) ج ۱، ص ۴۱۲۔
- (۱۰۸) السمعی، ادب الاطباء والاستملاء تحقیق مکس ویویلر (لیدن، مطبعة بریل، ۱۹۵۲ء) ص ۱۷۵۔
- (۱۰۹) ایضاً، ص ۵۹۔
- (۱۱۰) ابو داؤد، ج ۲، ص ۱۵۹۔۔۔۔۔ احمد ابن حنبل، المسند، (مصر، المطبعة المسمیة، ۱۳۱۳ھ) ج ۱، ص ۲۳۷، ج ۳، ص ۲۲۵، ج ۴، ص ۸۰-۸۲، ج ۵، ص ۱۸۲۔
- (۱۱۱) البخاری، ج ۱، ص ۴۹۱۔
- (۱۱۲) احمد، ج ۶، ص ۲۹۳، ۳۰۵، ۳۱۱، ۳۲۲۔
- (۱۱۳) الخلیب، القیہ والمتفقہ تحقیق اسماعیل الانصاری، (بیروت، دار احیاء السنۃ النبویہ، ۱۳۹۵ھ) ج ۲، ص ۱۶۰۔
- (۱۱۴) ابن فارس، ج ۶، ص ۱۳۵۔۔۔۔۔ ناصر ابن عبدالسید المطرزی، المغرب فی تریب المغرب (حیدرآباد الدکن، مطبعة دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۳۲۸ھ) ج ۲، ص ۲۵۸۔۔۔۔۔
- السید الشریف علی الجرجانی، کتاب التعریفات، (بیروت، مکتبہ لبنان، ۱۹۶۹ء) ص ۲۷۴۔
- (۱۱۵) علی بن ابی بکر المرغینانی، الہدایۃ بحواشی محمد عبدالحی (لکھنؤ، المطبعة المصطفائی، ۱۲۹۳ھ) ج ۱، ص ۶۱۷-۶۱۸۔
- (۱۱۶) علاء الدین الکاشانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، (مصر، مطبعة الجمالیہ، ۱۳۳۸ھ) ج ۱، ص ۶۱۷-۶۱۸۔

ج ۸، ص ۳۳۰۔

- (۱۱۷) علی القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح (بمبئی، اصح المطابع، ب، ت) ج ۱، ص ۲۵۰۔
- (۱۱۸) ابن فارس، ج ۶، ص ۱۱۶۔۔۔۔۔ احمد بن محمد الخطاوی، حاشیہ الخطاوی علی الدر المنثور (مصر، دار الطباعة ۱۲۵۳ھ) ج ۴، ص ۱۴۔
- (۱۱۹) ابن منظور، ج ۱۵، ص ۳۹۵۔
- (۱۲۰) عثمان بن علی الزیلعی، تبیین الحقائق فی شرح کنز الدقائق (مصر، المطبعة الامیریہ الکبریٰ) ج ۶، ص ۱۸۱-۱۸۲۔۔۔۔۔ خرم علی بلہوری، غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المنثور (لکھنؤ، نو کشور، ۱۳۰۲ھ) ج ۴، ص ۳۹۷۔۔۔۔۔ العینی، شرح الکنز (مصر، المطبعة الامیریہ بولاق، ۱۲۸۵ھ) ج ۲، ص ۳۳۶۔
- (۱۲۱) الخطاوی، ج ۴، ص ۳۱۴۔
- (۱۲۲) بلہوری، ج ۴، ص ۴۸۳۔
- (۱۲۳) محمد بن عبداللہ ابن العربی، احکام القرآن، تحقیق علی محمد ایجاوی، ط: ۲ (القاہرہ، عیسیٰ البیالی الجلی، ۱۳۸۸ھ) ج ۴، ص ۶۱۹۔
- (۱۲۴) القرطبی، ج ۲۰، ص ۲۱۴۔
- (۱۲۵) الطبری، ج ۳۰، ص ۲۰۳-۲۰۶۔۔۔۔۔ ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی، البحر المحیط (مصر، مطبعة السعاده، ۱۳۲۸ھ) ج ۸، ص ۵۱۶۔
- (۱۲۶) الفیروز آبادی، ج ۵، ص ۵۱۴۔
- (۱۲۷) ابن العربی، ج ۴، ص ۱۹۷۳۔
- (۱۲۸) السیوطی، الدر المنثور، ج ۶، ص ۳۹۹-۴۰۱۔
- (۱۲۹) احمد علی الجصاص، احکام القرآن (آستانہ) مطبعة الاوقاف، ۱۳۲۵ھ) ج ۳، ص ۴۷۵۔
- (۱۳۰) ابن رجب، القواعد (مصر، مکتبۃ الخانجی، ۱۳۵۲ھ) ص ۲۲۴۔
- (۱۳۱) ایضاً، ص ۲۲۵-۲۲۶۔
- (۱۳۲) الخطاوی، ج ۳، ص ۳۹۲۔۔۔۔۔ الجرجانی، ص ۲۷۷۔۔۔۔۔ بلہوری، ج ۴، ص ۴۹۰۔
- (۱۳۳) ایضاً۔
- (۱۳۴) البخاری، الادب المفرد (القاہرہ، لسان الدین الخلیب، ۱۳۷۹ھ) ص ۲۰۸، المناوی، ج ۲، ص ۲۷۱۔
- (۱۳۵) شبیر احمد عثمانی، فضل الباری (شرح اردو) صحیح البخاری (کراچی، ادارہ علوم شرعیہ)









## باب سوم

### عہدِ عباسی میں خلفاء کے کتب خانے

باب دوم میں کتب خانہ کے عناصرِ اربعہ علم، کتابت، کتاب، قرأت و فروغ کتب خانوں کے سلسلہ میں انبیاءِ علیہم السلام کی سرگرمیوں اور ان کے کتب خانوں نیز قیام کتب خانہ کے عوامل و محرکات سے بحث کی گئی تھی۔ باب سوم جس کا عنوان ”عہدِ عباسی (۱۳۲-۶۵۶ھ / ۷۵۰-۶۲۵۸ء) میں خلفاء کے کتب خانے ہیں“ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ خلفاءِ عباسیہ کے کتب خانوں پر اور دوسرا حصہ خلفاءِ بغداد سے الحاق رکھنے والوں اور ان سے ہمسری کرنے والے خلفاء کے کتب خانوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں پہلے عہدِ عباسی کی تعلیمی و ثقافتی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، پھر سترہ (۱۷) خلفاءِ بغداد کے کتب خانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

دوسرا حصہ خلفاءِ بغداد سے الحاق رکھنے والے بیس (۲۰) شاہی سلسلوں، طاہریہ، صفاریہ، سامانیہ، طولونئیہ، حسویہ، دیالمہ، بنو کاکویہ، شاہان بنو مزید، خوارزم، غزنہ، سلاجقہ، غور، نیمروز، سجستان، آل نہاوند زیدیہ، یمن، شاہ مار دین حسام الدین، حاکم جزرہ محمد، ایوبیہ، اغالہ کے مشہور و معروف تینتیس (۳۳) کتب خانوں کا اور خلفاءِ عباسیہ سے ہمسری کرنے والے چار (۴) شاہی سلسلوں، قاطمیین مصر، بنو حمدان، بنو عمار اور اموی خلفاء اندلس کے نو (۹) کتب خانوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس طرح باب سوم میں عہدِ عباسی کے مشہور خلفاء کے کل انسٹھ (۵۹) کتب خانوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سے کتب خانوں کے قیام و اہتمام میں شاہانِ عباسی کی سرگرمیوں اور ان کے کتب خانوں کے اثراتِ اسلامی قلمرو کے ہر حصے میں روشن نظر آئیں گے۔ نیز کتب خانہ سازی کی تحریک کا عالمی پیمانے پر ارتقاء نظروں سے اوچھل نہ ہو سکے گا۔ کتب خانوں کی شناخت کے جو اصول ہم نے وضع کئے ہیں، ان کی روشنی میں عہدِ عباسی کے جملہ اصناف کے کتب خانوں کا اگر احاطہ کیا جائے تو اس کے لئے کئی مقالے بھی کافی نہیں ہو سکتے، ہم نے بطور مثال ہر مشہور صنف میں سے گلے از گلزار مشہور ترین کتب خانوں کے بیان پر اکتفاء کیا ہے۔



## باب سوم

پہلا حصہ (اجمالی خاکہ)

☆ عہدِ عباسی میں تعلیمی و ثقافتی سرگرمیاں

- |      |                         |      |                 |
|------|-------------------------|------|-----------------|
| (۱)  | خلفاء بغداد منصور       | (۲)  | مہدی            |
| (۳)  | ہارون                   | (۴)  | مامون           |
| (۵)  | متوکل                   | (۶)  | مہدی باللہ      |
| (۷)  | معتض باللہ              | (۸)  | مکتفی باللہ     |
| (۹)  | مقتدر باللہ             | (۱۰) | راضی باللہ      |
| (۱۱) | قائم بامر اللہ          | (۱۲) | مقتدی بامر اللہ |
| (۱۳) | مستنجد باللہ            | (۱۴) | مستنفی باللہ    |
| (۱۵) | ناصر لدین اللہ          | (۱۶) | مستنصر باللہ    |
| (۱۷) | معتصم باللہ کے کتب خانے |      |                 |



## (۱) عہدِ عباسی میں تعلیمی و ثقافتی سرگرمیاں

عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی تاریخ سے قبل اس دور کی تعلیمی سرگرمیوں پر روشنی ڈالنا اس لئے ضروری ہے کہ تعلیم اور کتب خانے لازم و ملزوم ہیں۔ تعلیم کے فروغ سے کتب خانوں میں کثرت و تنوع آتی ہے اور وہ فروغ پاتے ہیں۔

اسلامی نظامِ تعلیم کا یہ اثر تھا کہ عہدِ اموی میں تعلیم اور علم و کتاب سے کوئی گھر خالی نہ تھا (۱)۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں جب اصطلاحی مدارس کا رواج نہیں ہوا تھا یہ نظام اتنا مستحکم، ہمہ گیر اور نتائج کے اعتبار سے اتنا دور رس تھا کہ اسلامی قلمرو میں ہر شہر و بستی میں ضرورت کے مطابق تعلیم کا سلسلہ بحسن و خوبی جاری تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں بیدار دل، روشن دماغ، خوش کردار اربابِ کمال و ماہرینِ فن کی جماعت تیار ہو کر نکلتی اور اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح پورا کرتی رہی تھی۔ ہر فن میں ہزاروں اربابِ کمال کی عہد بعد موجودگی پر تذکرہ، طبقات، انساب و بلاد کی تاریخ شاہدِ عدل ہے۔

عہدِ عباسی میں تعلیم کا بہت چرچا تھا۔ ایک ایک جامع میں پچاس پچاس اربابِ کمال کے حلقہ ہائے درس جدا جدا قائم تھے۔ امام شافعی کا جب بغداد میں ورود ہوا تو جامع بغداد میں پچاس درس کے حلقے قائم تھے (۲)۔ محمد بن عبداللہ المعافری المعروف بابن العربی (۱۸۴-۵۴۳ھ) جب بیت المقدس میں آئے تو دیکھا کہ وہاں درس کے اٹھائیس حلقے آباد تھے جہاں مشنگانِ علوم اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ دو مدرسے ایک شافعیہ کا دوسرا حنفیہ کا تھا (۳)۔ ایک استاد کے ایک جامع میں مختلف حلقے ہوتے تھے۔ وہ مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پڑھاتا تھا۔ چنانچہ ابو الفرج عبدالوہاب تمیمی (۳۵۳-۴۲۵ھ) کا جامع منصور میں وعظ و فتوے کا حلقہ ہوتا (۴) فقیہ ابو بکر احمد بن سلیمان المعروف بالنجار کا جمعہ کو جامع منصور میں پہلا فقہ حنبلی کا، دوسرا املاء حدیث کا حلقہ ہوتا تھا (۵)۔ بعض اربابِ فن کے اختصاصی حلقے ہوتے تھے۔ ابو عبداللہ خلنجی کا جامع بغداد میں صرف تصوف اور مکائدِ نفس و ریاضیات ہی موضوعِ درس رہتا تھا (۶)۔

یہ تدریسی حلقے ائمہِ فن و اربابِ کمال کی عزت، عظمت، شہرت و قبولیت کا موجب تھے۔ اس لئے علماء مرکزی درس گاہ میں پڑھانے کے لائق بننے کی آرزو اور دعا کرتے، نذر مانتے تھے، چنانچہ حافظ ابو مسلم کجی المتوفی ۲۹۲ھ نے نذر مانی تھی کہ جب وہ حدیث بیان کرنے کے لائق ہو جائیں گے تو دس ہزار درہم صدقہ کریں گے (۷) مورخ خطیب بغدادی نے زمزم پی کردعا کی تھی

بارالہا! مجھے جامع منصور میں درس دینا نصیب فرما (۸)

ان وجوہ سے اساتذہ ایک ہی جگہ پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ برس طلبہ کو پڑھاتے اور علم و کتب کی اشاعت کرتے رہتے تھے، عوام و خواص میں ان کی قبولیت و ہر دلعزیزی کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ ان اہل علم کا جب کسی مرکزی شہر میں ورود ہوتا تو نہایت شاندار خزیقے پر ان کا استقبال کیا جاتا تھا۔ جب ابو بکر جعفر فریابی بغداد پہنچے تو لوگوں نے ان کا طبل بجا کر استقبال کیا تھا (۹)۔

اسلامی قلمرو میں مساجد کے تعلیمی حلقے تعلیم و تربیت علم و کتب کی اشاعت کا مرکز تھے، جب کوئی زائر مسافر و سیاح شہر کی کسی مسجد میں آکھتا تو اسے کوئی نہ کوئی استاد و ماہر مسجد میں درس دیتا ہوا ملتا تھا (۱۰) جامع سوس میں فقہاء، قراء اور ادباء کے بہت سے حلقے آباد تھے (۱۱) بھستان کے تعلیمی حلقوں کا تذکرہ ابن حوقل نے بھی کیا ہے (۱۲)

اس سے یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ یہ تعلیمی و تدریسی حلقے علوم و کتب کی نشرو اشاعت اور ذخیرہ کتب میں روز افزوں اضافہ کا محرک رہے ہیں۔ عمید عباسی کے کتب خانوں کی تاریخ و ذخیرہ سازی میں ان کا اہم کردار رہا ہے۔ ان ارباب فن کے تعلیمی حلقے بہت وسیع ہوتے تھے۔ تذکرہ نگار ان کی وسعت و عظمت اور اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل علامات سے کرتے تھے:

- (۱) ارباب کمال کی (۱۳)
- (۲) مستملیوں (املا کرانے والوں) کی (۱۴)
- (۳) نگرانوں کی (۱۵)
- (۴) یا ان کے دروازے پر کھڑی ہوئی سواریوں کی (۱۶)
- (۵) یا ان کے ہاتھوں میں دواتیں ہوتی تھیں ان کی (۱۷)
- (۶) یا جو لوگ امتیازی لباس (نشان فضیلت) زیب تن کر کے آتے (۱۸)
- (۷) یا جو ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے ان کی تعداد سے کرتے تھے۔ (۱۹)

علم کی بقا سلسلہ تعلیم سے وابستہ ہے۔ اسلام نے تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ تعلیم میں کوتاہی و غفلت سے علم اٹھتا، جہل فروغ پاتا ہے۔ زمام کار جب جاہلوں اور نااہلوں کے ہاتھ میں آتی ہے تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا ہے اور یہ قیامت کی نشانی ہے (۲۰) اس لئے اسلام نے سب سے زیادہ زور تحصیل علم، تحقیق و ابلاغ پر دیا ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ علم کا تعلق لوازم حیات و مقاصد حیات دونوں سے ہے۔ اس لئے اس نے اولین ذمہ داری فرد پر اور آخری ذمہ داری معاشرہ پر عائد کی ہے۔ اس کے تحفظ و ابلاغ اور ترویج و اشاعت



کافر و معاشرہ دونوں کو پابند کیا (۲۱) اور تعلیم کا سلسلہ مفت رکھا، اسلام کی پہلی درسگاہ کے طلبہ اصحاب صفہ اس کی بہترین مثال ہیں، وہ علمی و کتابی ضروریات کی تکمیل میں سرگرم عمل رہے، اہل ثروت ان کی معاونت کرتے رہے اور تعلیم و تربیت مفت ہوتی رہی۔

حکمِ اقرآن نے مسلمانوں کو علوم و معارف اور تحقیق و جستجو کا ایسا جو یا و شید ابنا یا کہ انہوں نے اپنے اس ترقی پذیر جذبہ کی تشکیل و تکمیل کے لئے تحفظ و تدوین علوم اور ابلاغ علم و کتاب کے تمام ذرائع اختیار کئے چنانچہ عہدِ عباسی میں تحصیل و تحقیق علم اور حصول کتب کے مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے جو سفر کیا جاتا وہ رحلتہ اور جس علمی شخصیت کی طرف کیا جاتا اسے رحلتہ کہا جاتا تھا (۲۲)

مسلم معاشرے میں یہ بات مشہور تھی کہ علم ایک شہر ہے اور اس میں داخل ہونے کے دو دروازے ہیں۔

(۱) روایت و حفظ (۲۳)

(۲) درایت و فہم۔ جو استاد ان دونوں صفتوں سے ممتاز ہوتا مقبول نام رہتا تھا۔  
عہدِ عباسی میں تعلیم حاصل کرنے کے پانچ طریقے رائج تھے:

(۱) روایت و حفظ

(۲) درایت و فہم

(۳) سماع، سنتا

(۴) اطباء۔ لکھوانا

(۵) قرأت و عرض۔

اس لئے کہا جاتا تھا حضور الجالس بلا نسخہ ذل (۲۴) ”درس کے حلقوں میں کتاب کے بغیر آنا ذلت کی بات ہے۔“

مذکورہ بالا طریقہ ہائے تعلیم سے عہدِ عباسی میں کتابوں کو بہت فروغ حاصل ہوا اور کتب خانوں کے ذخائر میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔

شاہانِ عباسی میں پہلا خلیفہ ابو العباس السفاح (۱۳۲-۱۳۶ھ / ۷۵۰-۷۵۴ء) آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس کی اولاد میں سے تھا، اس نسبت سے ان کو عباسی کہا جاتا ہے۔ ان میں کل سینتیس (۳۷) خلیفہ گزرے ہیں۔ ان کی خلافت (اندلس کے سوا کہ وہاں اموی خلفاء حکمران تھے) بحرِ اوقیانوس سے وادیِ سندھ تک کم و بیش پانچ ہزار میل کے طویل و عریض رقبے پر محیط تھی۔ انہوں نے ۵۲۴ سال حکمرانی کی، ان کے اس طویل زمانہ خلافت کو چار ادوار میں تقسیم کیا

جاسکتا ہے۔ پہلا دور ابو العباس السفاح ۱۳۲ھ / ۷۵۰ء سے شروع ہو کر سوئس (۱۰) خلیفہ متوکل علی اللہ (۲۳۲-۲۳۷ھ / ۸۴۷-۸۶۱ء) پر ختم ہوتا ہے۔ یہ ان کے عروج کا دور تھا۔

دوسرے دور کا آغاز گیارہویں خلیفہ مستنصر باللہ (۲۳۷-۲۴۸ھ / ۸۶۱-۸۶۲ء) سے ہوا اور بائیسویں (۲۲) خلیفہ مستکفی باللہ (۳۳۳-۳۳۴ھ / ۹۴۴-۹۴۵ء) تک منتہی رہا۔ یہ زوال و انتشار کا دور ہے۔ تیسرا دور مطیع باللہ کے عہد (۳۳۴-۳۳۷ھ / ۹۴۵-۹۴۶ء) پر ختم ہوتا ہے جس میں ان کا اقتدار سمٹ کر نواحِ بغداد تک رہ گیا تھا۔

چوتھا دور مستنجد باللہ کے زمانے (۵۵۵-۶۵۶ھ / ۱۱۶۰-۱۲۵۷ء) سے مستعصم تک منتہی ہے۔ اس میں انہیں خود مختاری حاصل رہی ہے۔ اس کے بعد ہلاکونے ان کے جامعہ خلافت کو تار تار کر دیا۔

عباسی خلفاء کا پہلا دور بہت شاندار، پر امن، معاشی خوشحالی، علمی و ادبی ثروت، سیاسی استحکام اور تمدنی و ثقافتی ترقی کا دور تھا۔ علمی و ادبی ترقی کے اعتبار سے ان کا ابتدائی ڈھائی سو سالہ دور ہی سنہری دور ہے جس کے تحقیقی کارناموں کو آئندہ کے لئے اساسی ماخذ کی حیثیت اور اس دور عروج کی تصنیفات کو ادبِ عالیہ کا مقام حاصل ہے۔ ان کے پورے دور میں اسلامی قلمرو میں عربی کو سرکاری و علمی زبان کی حیثیت حاصل رہی، کم و بیش ہر بڑے چھوٹے شہر و قصبے میں تعلیم کے لئے مدرسے، مطالعہ کے لئے کتب خانے، بعض مرکزی شہروں میں مشاہدات کے لئے رصد گاہیں اور علاج و تجربات کے لئے شفا خانے قائم کئے گئے تھے۔ صنعت و حرفت اور تجارت کو فروغ حاصل تھا۔

اسلامی قلمرو کے شہروں کی شہرت و عظمت اس وجہ سے نہیں تھی کہ وہ فلاں فلاں بادشاہ کے دار الخلافہ تھے بلکہ ان کی عظمت و شہرت کی بنیاد ہی یہ تھی کہ ان شہروں میں علم و فن پروان چڑھتا رہا تھا۔ ان میں اہل علم کی علمی و کتابی ضروریات کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے کتب خانے قائم تھے اور وہ تہذیب و تمدن کا گوارہ تھے۔

## (ب) خلفاء بغداد کے کتب خانے

اسلامی کتب خانوں کی اساس حکم ”اقراء“ اور ”قیدوا العلم بالکتاب“ پر قائم ہے اور اس کی تمام تر ترقی اسی کا فیضان ہے جیسا کہ گزر چکا۔

غارِ حرا میں اقرأ کے حکم نے عربوں کو اولاً الکتاب کی اور ثانیاً کتاب السنہ والآثار کی

مندرجہ ذیل چار باتوں

(۱) قرأت

(۲) کتابت

(۳) حفاظت

(۴) اشاعت

کا پابند کر کے علم و عرفان کا والہ و شیدا بنایا، پھر ان کی دعوت پر جس قوم و ملت نے اقرأ کی روشنی سے دلوں کو روشن کیا وہ بھی مذکورہ بالا باتوں کی خوگر ہو گئی، اس طرح نور ”اقراء“ اور ”قیدوا العلم بالکتاب“ سے عالم میں علمی دور کا آغاز ہوا اور تحریک علوم و کتب کے احیاء و تحفظ کا ایسا ترقی پذیر سلسلہ شروع ہوا کہ جب تک اس عالم میں ”اقراء“ کا جلوہ قائم ہے اس کی تحریک احیاء و تحفظ علوم و کتب کا دریائے فیض رواں رہے گا۔

اقرأ کی اس تحریک سے کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا۔ پھر شاہانِ عباسی نے خزانہ الحکمہ، بیت الحکمہ، خزانہ الکتاب قائم کر کے بنی نوع انسان کے تمدنی و ثقافتی مشترکہ ورثہ کی حفاظت کے جذبہ کو مزید توانائی بخشی اور ان کے عہد میں کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ خلفاءِ عباسیہ کے عہد میں جو کوششیں بار آور ہوئی ہیں ان کا تذکرہ اس مختصر مقالہ میں کیا گیا، اور ان کے کتب خانوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

بغداد شاہانِ عباسی کا دار الخلافہ ہونے کی بناء پر مختلف ثقافتوں کا سنگم بن گیا تھا۔ یہ عربی و عجمی تمدن کا دو آتشہ تھا۔ عباسی خلفاء نے اقوامِ عالم کے علمی، تمدنی، تاریخی و ثقافتی برہان شدہ ورثہ، سر بھر کتب خانوں اور کامل و ناقص کتابوں کو دور دور کے علمی گہواروں سے سراغ رساں و فود کے ذریعہ ڈھونڈ نکالا اور عالمی علمی سرمایہ کو اپنی اصل شکل میں بیت الحکمہ بغداد میں محفوظ ہی نہیں کرایا بلکہ ارباب فن سے نقدی کے بھاؤ ان کا عربی میں ترجمہ کرا کر اس فیض کو عام کیا۔

شاہانِ عباسی نے اقوامِ عالم کے ضائع شدہ تمدنی و ثقافتی ورثہ کے حصول، باسبانی اور فیض

رسائی کے لئے ”بیت الحکمہ“ قائم کیا اور غیر زبانوں کو سیکھنے کے لئے سب سے پہلے اسلام میں ایک علیحدہ مدرسہ قائم کیا تھا جس میں چھ ہزار طلبہ مفت پڑھتے تھے اور پندرہ ہزار دینار خرچ تھا (۲۵) جبکہ پوری علمی دنیا ایک تماشائی کی طرح بنی نوع انسان کے قدیم ثقافتی ورثہ کے اس مظلوم گوشہ کی طرف جو صدیوں سے متمدن اقوام کے بادشاہوں، مذہبی رہنماؤں کے ظلم و ستم کا شکار چلا آ رہا تھا اور جسے نسلی، قومی، مذہبی و گروہی تعصب و تنگ نظری کی وجہ سے کبھی جلایا جاتا کبھی نام نہاد تحفظ کے بہانے سر بھر کر کے دیمک کے رحم و کرم پر چھوڑا جاتا اور کبھی سفینوں سے دھینوں میں منتقل کیا جاتا تھا، دیکھتی رہی تھی اور اس کے تحفظ کی تدابیر اختیار کرنے میں زبانِ حال سے اپنی بے بسی کا اظہار کر چکی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کے صدیوں پرانے ذہنی کاوشوں کے قیمتی نتائج و ثمرات کا یہ بیش بہا اثاثہ بس شاہانِ عباسی کے نظرِ کرم کا محتاج و منتظر تھا۔ چنانچہ وہ وقت آ گیا کہ عباسی خلفاء نے گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے اس علمی سرمایہ کو سینے سے لگایا اور غیر زبانوں کو سیکھنے کے لئے سب سے پہلے اسلام میں ایک علیحدہ مدرسہ قائم کیا تاکہ ان زبانوں کا علمی سرمایہ ترجمہ کے ذریعہ جلد عام ہو سکے۔ اس علمی ذخیرے کو ترجمے اور نئی تحقیقات کے ذریعہ آئندہ نسلوں تک پہنچایا، انہی خلفاء اور مسلمان حکماء و فلاسفہ ہی کی مساعیٰ جمیلہ اور تحقیقات تھیں جو موجودہ ترقی کی اساس بنی ہیں۔

شاہانِ عباسی کا یہ وہ ناقابل فراموش کارنامہ ہے جس کی وجہ سے آئندہ نسلیں ہمیشہ ان کے احسان سے گراں بار رہیں گی اور رہتی دنیا تک ان کا نام روشن رہے گا۔ عالمگیر تحریکِ کتب خانہ سازی کی تشبیر کا آغاز شاہی کتب خانہ ”بیت الحکمہ“ سے ہوا جس نے وزراء، امراء، روساء اور دولت مندوں کے دلوں میں اپنے علوم و معارف ہی کے جذبہ کو نہیں، اقوامِ عالم کے علوم کی تحصیل اور پاسبانی کے جذبہ کو ابھارا اور اسلامی کتب خانوں کا دائرہ کار علومِ اسلامی کے علاوہ علومِ اوائل و علومِ قدیمہ تک پھیلا یا جو کتب خانوں کے ذخیروں میں ہمہ گیر اور غیر معمولی اضافہ و وسعت کا سبب ہوا۔

شاہانِ عباسیہ مطلق العنان فرمانروا تھے۔ اس لئے شاہی کتب خانوں کا انتساب انہی کی طرف کیا جاتا تھا حالانکہ وہ قومی سرمایہ سے بنائے جاتے تھے۔ شاہی کتب خانے اپنے وظائف کے اعتبار سے قومی کتب خانے کے جانے کے مستحق تھے۔ خزانہ الحکمہ میں نقلِ کتب، ترجمہ و تحقیق اور استفادہ کی سہولت مہیا کی گئی تھی، البتہ کتابوں کو کتب خانہ کے حدود سے باہر لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ یہ پہلا کتب خانہ تھا جس کا کیٹلاگ کتابی صورت میں مرتب کیا گیا تھا۔ ان حقائق کی

روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قومی کتب خانوں کی تاسیس بھی عباسی خلفاء کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔

خلیفہ مامون نے قصر شاہی میں خزانہ المامون کے نام سے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کر کے ”بیت الحکمہ“ کی قومی حیثیت کو اور بھی ممتاز کر دیا تھا۔ خزانہ الحکمہ کی شہرت، عظمت، وسعت، تنوع و ذخائر کتب کی کثرت کی وجہ سے دور دور پہنچ گئی تھی۔

شاہانِ عباسی کا ذوقِ کتب خانہ سازی سلا بعد نسل قائم رہا۔ شاہی کتب خانے درتے میں ایک دوسرے کو منتقل ہوتے رہے۔ اس لئے ہر جانے والے کا نام خارج ہوتا اور ہر آنے والے بادشاہ کا نام اس میں درج ہوتا رہا۔ ان کتب خانوں کی علمی شہرت اور عوام میں قبولیت ہر دور میں کم و بیش برابر قائم رہی۔ ہر خلیفہ نے اس ذخیرہ کتب میں اضافہ کیا اور اس میں ہر علمی و مشہور کتاب کی غیر موجودگی کو باعثِ ننگ و عار سمجھا جاتا رہا۔ جیسا کہ خلیفہ راضی باللہ کے کتب خانہ میں صوں کے بیان سے عیاں ہے۔

عباسی خلفاء و مسلمان حکمران علوم و فنون کے مربی تھے۔ وہ تصانیف پر انعام دے کر علماء و اربابِ کمال کی ہمت افزائی کرتے کتب خانوں کے ذخائر بڑھاتے۔ ہر دور میں ان کے نام جو کتابیں معنون کی جاتی تھیں ان سے کتب خانوں کا سراغ ملتا ہے۔ اس لئے ان واقعات کو بھی نقل کیا گیا۔

شاہانِ عباسی نے اوائلِ عہدِ عباسی میں کتب و کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کی غرض سے مثالی کتب خانے ”خزانہ الحکمہ“ ”بیت الحکمہ“ قائم کئے اور اپنے اختتامی دور میں علم کی اشاعت، کتب خانوں کے فروغ کے لئے مثالی جامعات قائم کیں۔ اس بناء پر مورخ ابن خلدون نے آخری عباسی خلفاء میں سے ناصر الدین اللہ بن مستنسی باللہ کو مشرق میں مغربی خلیفہ الحکم الثانی کا نظیر و مثل قرار دیا (۲۶) ان کی بنائی ہوئی دانشگاہیں یورپ کی جامعات کے لئے نمونہ عمل بنیں اور موجودہ دور کی یونیورسٹیوں کے قیام و نظام میں ان سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا گیا۔ چنانچہ ان کے اوائلِ عہد کے کتب خانے اور اواخرِ عہد کی جامعات، کتب خانوں کے نظام، مدارس کے طریقہ درس اور طرزِ تعمیر پر بہت زیادہ اثر انداز رہی ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان و قابلِ فخر کارنامے ہیں جن کی وجہ سے کتب خانوں کی تاریخ میں ان کا نام سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔



## (۱) خلیفہ منصور کا کتب خانہ

المنصور ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی عباسی (۹۵-۱۵۸ھ / ۷۱۴-۷۷۵ء) فقیہ، محدث، حافظ حدیث و ادیب تھا (۲۷) اسے فلسفہ، نجوم و ہیئت سے بھی دلچسپی تھی علماء و حکماء کی قدر کرتا تھا (۲۸) شاہان عرب میں یہ پہلا بادشاہ تھا جس کے عہد میں عربوں نے یونان و فارس کے علوم کی طرف خصوصی توجہ کی اور دوسری زبانوں کے علمی و فنی کتابوں کے ترجمہ کی تحریک شروع کی (۲۹) خلفاء عباسیہ میں یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے امام مالک سے حدیث کی مشہور کتاب الموطاء (۳۰) اور مورخ محمد ابن اسحاق المتوفی ۱۵۱ھ سے شہزادہ مہدی کے لئے سیرت النبی لکھوائی۔ وہ پہلی مرتبہ بہت لمبی کتاب لکھ لائے۔ منصور نے اس کو ان سے مختصر کرایا، وہی مختصر آج سیرت ابن اسحاق کے نام سے مشہور ہے۔ مطول تاریخ امیرالمومنین کے خزانہ الکتب میں داخل کی گئی (۳۱)

ابو الیشم کا بیان ہے کہ محمد بن اسحاق نے یہ سیرت قراطیس پر لکھی تھی (۳۲) اس خزانہ الکتب میں مشاہیر کے خطوط بھی نقل کرا کر رکھے جاتے تھے چنانچہ کاتب منصور ابو عبداللہ کا بیان ہے ”منصور کے پاس امام اوزاعی کے بہت مکاتیب آتے تھے، ہمیں ان کی کثرت پر تعجب تھا اور ان کی نقل سے عاجز تھے، وہ پہلے کتابوں میں اتارے جاتے، پھر منصور کو پیش کئے جاتے تھے“ (۳۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطوط کا تعلق اس کے دورِ خلافت (۱۳۶-۱۵۸ھ) سے ہے۔ یہ خطوط اور کتابیں سب قصر شاہی کے خزانہ الکتب میں رکھی جاتی تھیں۔

## (۲) خلیفہ مہدی کا کتب خانہ

المہدی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المنصور بن محمد العباسی (۱۲۷-۱۶۹ھ / ۷۴۴-۷۸۵ء) بہت سخی (۳۴) دیندار اور علم کا قدردان تھا۔ اس نے بغداد میں ”جامع رصافہ“ جو مشہور درس گاہ بھی رہی ہے، تعمیر کرائی تھی، اس کو شاہی کتب خانہ ورثے میں ملا تھا۔ عباسی خلفاء میں (۳۵) یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے الحاد و زندقہ کے تدارک اور عالموں کو ان کی تردید میں کتابیں لکھنے کا حکم دیا تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء میں رقمراز ہیں۔

”ہو اول من امر بتصنیف کتب الحدل فی الرد علی الزنادقہ“

الملحدین

(یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے بے دینوں اور زندیقوں کی تردید میں مستکلمانہ مناظرانہ کتابیں لکھنے کا فرمان جاری کیا تھا) جس سے علم کلام کو سرکار کی سرپرستی میں ترقی کرنے کا موقع ملا

ظہرانہ ادب میں وسعت و تنوع پیدا ہوا (۳۶)

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”تم دیکھو گے جب اسلام و ایمان پھیلا اور اس کی شوکت بڑھی تو سنت و اہل سنت کو فروغ مل ہوا، ان کا زور زیادہ ہوا، اور جب کفر و نفاق پھیلا تو اس کے بقدر بدعت کی اشاعت ہوئی۔ مہدی و ہارون رشید جیسے خلفاء کا دور حکومت اس کی مثال ہے۔ یہ وہ خلفاء تھے جن کے دور میں اسلام اور مسلمانوں کی تعظیم کی جاتی تھی، یہ دشمنانِ اسلام یعنی کفار و منافقین سے لڑتے تھے۔ خلیفہ مہدی نے بیسٹار منافقین و زنادقہ کا قلع قمع کیا، المہدی خلفاءِ عباسیہ میں سب سے بہتر خلیفہ تھا۔ وہ سب سے زیادہ ایماندار، منصف مزاج اور سب سے بڑھ کر سخی تھا۔ وہ منافقین و زنادقہ کی بیخ کنی کرتا رہتا تھا“ (۳۷) اس کے دور میں اسلامی ادب کو برگ و بار لانے کا پورا قلع ملا تھا۔

مفضل ضبی المتوفی ۱۶۸ھ نے جاہلی شعراء کے ۱۲۸ قصائد کا منتخب ”المفضلیات“

نام سے مہدی کے لئے مرتب کیا تھا (۳۸)

### (۳) خلیفہ ہارون رشید کا کتب خانہ

الرشید، ابو جعفر ہارون بن محمد بن المنصور عباسی (۱۲۹-۱۹۳ھ / ۷۶۶-۶۸۰۹) بڑا فاضل شاعر تھا (۳۹) اسے فقہ، ادب و حدیث سے بہت مناسبت تھی (۴۰) ایک سال حج کرتا، ایک مال جہاد کرتا، سو علماء و فقہاء کو اپنے ہمراہ حج کے لئے لے جاتا (۴۱) علم دوست، علماء، ادباء و شعراء کا زردان تھا (۴۲) اس کے دربار میں جتنے عالم، شاعر، فقیہ، قاضی، کاتب، ندیم اور گویے جمع ہوئے کسی خلیفہ کے دربار میں نہیں ہوئے۔ اسکے وزیر براء مکہ، اس کے قاضی ابو یوسف تھے۔ درباری شاعر جریر، مروان بن حفصہ تھا (۴۳) یہ خود اخبار و آثار اور اشعار کا راوی تھا (۴۴)

ہارون رشید نے علمی ماحول میں پرورش پائی تھی۔ اس کی طبیعت میں علم کی طلب تھی۔ وہ ائمہ فن کی مجالس میں حاضر ہوتا اور اپنے دربار میں بھی علمی مجلسیں منعقد کرتا تھا۔ حکماء، اطباء، ادباء، فقہاء اور قضاة کا ہم نشین تھا۔ تحقیقات کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات واقف تھا اس لئے تحقیق کرنے والوں کے لئے تحقیقی و علمی مواد کے حصول کی خاطر نہایت وسیع پیمانہ پر قصر شاہی میں ”خزانہ الحکمہ“ کی بنیاد رکھی اور اس کو ترقی یافتہ اقوام کے علمی ذخیروں سے مالا مال کرنے کی سعی بینگ کی۔ ”خزانہ الحکمہ“ کتب خانہ و دارالترجمہ پر مشتمل تھا (۴۵) ابو سہل فضل



بن نوبخت فارسی المتونی بعد ۱۹۳ھ کو ”خزانہ الحکمہ“ کا خازن بنایا تھا۔ یہ فارسی زبان سے عربی کتابوں کا ترجمہ بھی کرتا تھا (۴۶)

”خزانہ الحکمہ“ کے ذخائر میں اضافہ کے لئے نسخ و ورق مقرر تھے جو مصنفین کی کتابوں کو نقل کر کے خزانہ الحکمہ میں پہنچاتے تھے چنانچہ ابوالحسن علی بن المغیرہ الاثرم المتونی ۲۳۲ھ جو ابوعبیدہ کا شاگرد و نسخ تھا، خلیفہ ہارون الرشید کے لئے ابوعبیدہ کی کتابیں نقل کرتا تھا (۴۷) میں علان شعوبی المتونی ۲۱۸ھ برامکہ کے واسطے کتابیں نقل کرتا تھا (۴۸) ہارون رشید کو انقرہ و عمور اور دوسرے رومی شہروں کی فتح میں جو کتابیں ملی تھیں ان کے ترجمہ پر مشہور طبیب یوحنا بن ماری المتونی ۲۲۳ھ کو مامور کیا تھا (۴۹) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خزانہ الحکمہ، انقرہ کی فتح ۱۸۱ھ / ۹۷۱ (۵۰) سے پہلے قائم ہو چکا تھا اور عہد ہارونی میں رومیوں کا شہر عموریہ (۶۷۲ / ۷۷۲ھ میں فتح تھا) (۵۱) اس لئے کچھ عجب نہیں کہ اس سے قبل ”خزانہ الحکمہ“ کا قیام عمل میں آچکا ہو اور ہے کہ ان ذخائر کے حصول کے فوراً بعد ایک قومی کتب خانے کے قیام کا خیال پیدا ہوا ہو۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ خلیفہ ہارون رشید نے ”خزانہ الحکمہ“ قائم کیا تھا اس نے غیر زبانوں کی علمی و فنی کتابوں کو جمع کرنے اور ان کا عربی زبان میں ترجمہ کرانے کی تحریک کو جس کا آغاز منصور نے کیا تھا ترقی دینے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی، بلکہ بہت ممکن ہے رومیوں پر اس کے سالانہ جنگی حملوں کا جنہیں ”صوائف“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک متن نفیس یونانی مخطوطات کو بغداد منتقل کرنا ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال موسم گرما میں بلاد روم پر اس کے فوجی حملوں کا مقصد رومیوں کی قوت و شوکت کو پامال کرنا ہی نہ تھا بلکہ مختلف علوم و فنون، طب، فلکیات، ریاضیات، فلسفہ میں مزید مخطوطات حاصل کرنا بھی تھا۔ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی تھا کہ یونانیوں، ایشیاء کوچک میں ثقافتی مرکز عموریہ و انقرہ وغیرہ پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا جاتا۔ ان شہروں کو قوت و نادر مخطوطات کی کثرت میں شہرت خاص حاصل تھی۔ یہاں کے رہنے والوں کو اپنی نادانی کی بنا پر اس کے سوا کہ وہ ان کے بزرگوں کا چھوڑا ہوا اثاثہ ہے۔ ان کی قدر و قیمت کا صحیح علم نہ تھا اس کے باوجود ہارون رشید کی شرائط صلح میں یہ بات بھی ذکر کی گئی تھی کہ وہ ان میں سے جن کتابوں کو چاہتے لے لے گا اور رومی اس سے تعرض نہیں کریں گے (۵۲)

اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہارون رشید کی یہ فوجی مہمیں تو وسیع پسندیدہ سرگرمیاں نہیں تھیں بلکہ اس کی یہ مہمات بنی نوع انسان کے برباد شدہ علمی و ثقافتی ورثہ کے تحفظ و کتابوں اور کتب خانوں کے حصول، علوم کی نشر و اشاعت، آئندہ نسلوں کی کتابی ضروریات کو

نے اور ان کی علمی، اخلاقی، تمدنی اور ثقافتی ترقی کی خاطر تھیں۔

ہارون رشید نے یوحنا کو جسے مسلمانوں نے فتح ممالک کے وقت قیدی بنایا تھا، ان طبی کتابوں میں ترجمہ کرنے پر مامور کیا، جو اسے انقرہ، عموریہ اور روم کے دوسرے شہروں میں ملیں۔ پھر خلیفہ نے اس کو ترجمہ کا نگران و امین بنایا اور اس کے ماتحت ماہر کاتبوں کو مقرر کیا جو لکھتے کرتے تھے (۵۳)

یوحنا ایک قیدی کی حیثیت سے بغداد میں آیا تھا لیکن علم کی قدر و منزلت نے اس کو قید سے آزاد کیا اور خلیفہ ہارون رشید نے اسے ”خزانۃ الحکمۃ“ جیسے بین الاقوامی علمی و تحقیقی ادارہ میں عظیم الشان منصب ”تراجم کتب“ پر فائز کیا۔ غزوہ بدر کے بعد ہاشمی خاندان میں یہ دوسری فناء عباسیہ میں پہلی مثال ہے۔ ہارون رشید کی معارف پروری اور علم و فن کی قدر دانی کی اس بھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ قومی کتب خانے کے ذخیرہ کو ترجموں سے مالا مال کرنے کے لئے یہ ذیل ترجمہ نگاروں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔

حجاج بن یوسف بن مطر، اس نے کتاب اقلیدس (اصول الهندسہ) کا ترجمہ عربی میں کیا تھا جو ہارونی کے نام سے موسوم ہے (۵۴) نوبخت منجم، یحییٰ بن البطریق، جور جیس بن تیشوع، عبداللہ بن المتفیع، سلام ایرس، باسیل مطران اور سہل بن نوبخت (۵۵)

### (۴) خلیفہ مامون کا کتب خانہ

المامون، ابو العباس عبداللہ بن ہارون بن محمد عباسی (۱۷۰-۲۱۸ھ/ ۷۸۶-۸۳۳ء) امام، نجومی، لغوی اور فلسفی تھا (۵۶) شاہان عباسی میں فقہ اور کلام کا سب سے بڑا عالم (۵۷) اور کتابوں کا مصنف تھا (۵۸) اس کو متعدد علوم فقہ، طب، شعر، فرائض، کلام، نحو، لغت، حدیث، نجوم اور تاریخ (۵۹) میں درک حاصل تھا۔ علوم ادواکل سے خاص اعتناء تھا۔ اس نے فلسفہ میں ترقی پیدا کی۔ یہی مہارت اسے خلق قرآن کی طرف لے گئی (۶۰) مسئلہ خلق قرآن کا آغاز سن ۲۱۸ھ میں ہوا لیکن اس پر اصرار ۲۱۸ھ میں شروع ہوا اور اس سال جب یہ روم کی طرف لشکر لے کر نکلا بیمار پڑا اور مر گیا۔ اس عقیدہ سے اس نے رجوع نہیں کیا (۶۱) مورخ ذبیح اللہ صفا کا خیال ہے مامون چونکہ ایک ایرانی خاتون مراجل کے بطن سے تھا اور اس کی تربیت برا مکہ کے زیر نگرانی ہوئی تھی اس لئے وہ آزادی فکر کا زیادہ قائل، فلسفہ، علوم قدیمہ اور حکماء کا دلدادہ تھا (۶۲)

ابن تیمیہ لکھتے ہیں!

دولتِ عباسیہ کا جب دائرہ وسیع تر ہوا۔ اہل مشرق اور وہ عجمی گروہ جن کی نسبت نبی مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا الفتنة من هنا، فتنہ یہاں نمودار ہو گا اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے، چنانچہ بدعات بکثرت پھیل گئیں۔ اسی دور میں مجوسیوں، فارسیوں، صائبیوں، رومیوں اور مشرکوں کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔

خلیفہ ابو العباس المامون کے دورِ حکمرانی میں خرمیہ جیسے منافقین کو سراٹھانے کا موقع ملا۔ بلا دروم سے قدام یونان کی کتابیں لائی گئی تھیں ان کا عربی میں ترجمہ کیا گیا، ان کی وجہ سے صائبیوں کے افکار و عقائد کی نشرو اشاعت ہوئی ہندوستان جیسے مشرک فرمانرواؤں سے مراسلت قائم ہوئی اس کے اور ان کے درمیان دوستی کے رشتے ناطے استوار ہوئے اور مسلمانوں میں کفر و نفاق نمودار ہوا، مشرکین و اہل کتاب کو جو قوت و طاقت حاصل ہوئی وہ اسی کا اثر تھا، گمراہ فرقے جمیہ و افض کو غلبہ حاصل ہوا اور صائبین و فلاسفہ کو تقرب شاہی ملا، یہ اس فہم و فراست کا اثر تھا۔ خلیفہ مامون اپنی عقل و انصاف پسندی سے سمجھ بیٹھا تھا حالانکہ یہ جہل و ظلم تھا، اس کی وجہ سے فتنہ ابھرا تا آنکہ امت مسلمہ نفی صفاتِ باری تعالیٰ و تکذیب کلام اللہ اور رویت باری کے مسائل سے دوچار ہوئی اور امام احمد وغیرہ امتحان و آزمائش سے گذرے جس کی داستان طولانی ہے (۱۳۰)۔

ابن تیمیہ کے مذکورہ بالا تبصرہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ مامون کے دور میں اسلامی ادب نے کس طرح اسلامی ادب میں بارپایا اور کن اصناف کو فروغ حاصل ہوا۔

مامون کا معاصر الخوارزمی کہتا ہے ”یہ معارف پرور، علوم و فنون کا سرپرست، علم و اہل علم قدر دان تھا، ان سے قریب رہتا، انہیں اپنے قریب رکھتا اور انعام و اکرام سے سرفراز کرتا تھا“ (۶۴) اذکیاء عالم میں اس کا شمار تھا (۶۵) اس نے محدثین کی ریس میں حدیثیں بھی املا کرائیں خلیفہ منصور کے علمی و فنی کتابوں کے ترجمے کا کام تکمیل کو پہنچایا، علمی کتابوں اور کتب خانوں کو معلوم کرایا، حصول کتب کے لئے فوجی مہموں کے علاوہ تحفے تحائف کی روش بھی اختیار کی، مسودہ و دوستانہ برتاؤ کو اپنایا۔ گویا مامون نے حصول کتب و کتب خانوں کے لئے طاقت کے بجائے احسان و اکرام کا راستہ اختیار کیا۔ شاہانِ روم سے تعلقات پیدا کئے، ان کو قیمتی تحفے بھیجے اور ان سے فلاسوف یونان، ارسطو، بقراط، جالینوس، بطلمیوس وغیرہ کی کتابیں منگوائیں، عوام و خواص کے فائدے کے لئے ماہرین فن سے ان کا ترجمہ کرایا، پھر ان کے پڑھنے پڑھانے کی لوگوں کو ترغیب دی، اس فلسفہ کی خوب گرم بازاری ہوئی۔

مامون فلاسفہ کا ہم جلیس تھا، ان کے مناظروں سے لطف اندوز ہوتا، انہیں عنایاتِ خسر سے سرفراز کرتا تھا۔ علماء، فقہاء، محدثین، متکلمین، اہلسنت، مورخین، ماہرینِ انساب و نامور

کے ساتھ مامون کا یہی برتاؤ تھا۔ علماء کی ایک جماعت نے علومِ فلسفہ میں کمال حاصل کیا۔ آئندہ نسلوں کے لئے علمِ طب اور میڈیکل سائنس کی تحصیل کو آسان کیا، انہوں نے ادب کے اصول اور طریقے وضع کئے تا آنکہ عباسی سلطنت دورِ عروج میں سلطنتِ روما کی ہمسری کرنے لگی تھی۔ ہارون کی طرح مامون کا بھی رومیوں پر جنگی حملوں سے مقصد علمی فتوحات حاصل کرنا تھا۔ اس نے قسطنطنیہ، صقلیہ و قبرص میں کتابیں جمع کرنے کے لئے حجاج بن مطر، ابن بطریق اور سلم خازن بیت الحکمہ پر مشتمل وفد بھیجے تھے (۶۷) بادشاہوں کو خطوط لکھے تھے، شاہِ صقلیہ کو مامون کا جب مکتوب ملا، اس نے اپنے مذہبی رہنماؤں اور مملکت کے سربراہوں سے مشورہ کیا، ان کے بڑے مذہبی پیشوا نے کہا، بخدا، آپ یہ کتابیں ان کو بھیجیں، یہ علوم جس قوم میں پہنچے اس قوم کو ان علوم نے تباہ کیا۔ بادشاہ نے اس کے مشورہ کے مطابق عمل کیا“ (۶۸)

پاپائیت کی اساس میں استحکام نہیں پایا جاتا تھا۔ فکری جولانیوں کی اس میں کوئی گنجائش نہ تھی، فلسفہ کو اس نے وبال جان سمجھا ہوا تھا اور اسلام کے بارے میں اس کا کم و بیش یہی تصور تھا کہ یونانی فلسفہ سے اس میں اختلال پیدا ہو جائے گا۔ یونانی فلسفہ نے کم علموں کے ذہنوں کو کسی حد تک متاثر ضرور کیا لیکن مسلمانوں کے ایمان و ایقان کی جڑیں کھوکھلی نہ کر سکا۔

ایک مرتبہ مامون نے حنین بن اسحاق کو جو بیت الحکمہ میں علومِ قدیمہ کی کتابوں کے ترجمہ پر مامور تھا بلا دروم میں کتابیں حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا (۶۹) اس نے جن کتابوں کو قابلِ اعتناء سمجھا، منتخب کیا۔ جب وہ کتابیں بغداد پہنچیں، مامون نے ان کے ترجمہ کا حکم دیا۔ یہ ایک ہزار بار شتر کتابیں ایک عبادت خانہ میں محفوظ تھیں، اس کا دروازہ ہر وقت بند رہتا تھا، کچھ اچھی حالت میں اور کچھ بوسیدہ تھیں، کچھ کو دیمک چاٹ گئی تھی (۷۰) بلا دروم سے پانچ بار شتر کتابیں لائی گئی تھیں، ان میں جو پوری آگئیں وہ آج تک پوری ہیں اور جو ناقص رہ گئیں وہ آج تک ناقص ہیں (۷۱)

اسی طرح مامون نے مشہور مصنف، مترجم، امین (۷۲) دارالترجمہ یوحنا بن بطریق کو بلا دروم کی طرف بھیجا تھا۔ اس کا بیان ہے ”وہ ہیکل عبد شمس میں پہنچا، اس نے پادری کو لطائفِ حیل سے رام کیا، پھر اس نے یوحنا بن بطریق کو ہیکل میں رکھی ہوئی کتابیں دکھائیں، ان میں وہ کتابیں بھی تھیں جن کی امیرالمومنین نے نشاندہی کی تھی، میں نے مطلوب کو پالینے کے بعد امیرالمومنین کو خبر کی“ (۷۳)

اس سے معلوم ہوا کہ کتابوں کے ترجمہ پر مختلف علوم اور زبانوں کے ماہر مختلف شعبوں کے نگران مقرر کئے جاتے تھے۔ چنانچہ ابنِ نباتہ نے تصریح کی ہے کہ سہل بن ہارون کو خزانہ الحکمت سے فلسفہ کی ان کتابوں پر جو جزیرہ قبرص سے منتقل کی گئی تھیں (۷۴) کاتب مقرر کیا تھا



شاہان عباسیہ کی فلاسفہ یونان کے علوم و فنون سے دلچسپی اور اس کی نشر و اشاعت میں غیر معمولی سرگرمی کے باوجود فلاسفہ یونان کے علمی سرمایہ کے ٹھیکیدار ان خلفاء کے ساتھ نہایت سرد مہری اور حقارت آمیز طرز عمل کا مظاہرہ کرتے تھے۔

ڈریپر لکھتا ہے: ”جب علم پرست مامون نے قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ تھیوفلی (Thiophile) کو ایک خط لکھا کہ لیون (Leon) نامی عالم کو بغداد آنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ مجھے ریاضیات کی تعلیم دے، میں اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے مجبور نہ ہوتا تو خود حاضر ہوتا“ اس فرمائشی خط کے ساتھ مامون نے ایک سو قنطار سونا بھی بھیجا اور دائمی صلح کا وعدہ بھی کیا لیکن بادشاہ نے مامون کی اس استدعا کو رد کر دیا اور جواب دیا کہ وہ علوم جن سے رومیوں کا نام آسمان شہرت پر چکا ایک وحشی (عرب) کو نہیں سکھائے جاسکتے (۷۵)۔

اسی رومی بادشاہ پر فلسفہ پاپائیت (Theocracy) کا غلبہ تھا، نسلی تعصب سے اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ علم و حکمت کے شیدائی کو نہ سمجھ سکا، وہ متاع مشترک کو اپنی جاگیر سمجھ بیٹھا تھا۔ بایں ہمہ سرد مہری فلاسفہ یونان کی کتب و کتب خانوں کے حصول اور ان کے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت سے خلیفہ مامون کی سرگرمیاں برابر جاری رہیں اور اس کی داد و دہش اور قدردانی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ چنانچہ ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے۔

”میں نے حنین کے کاتب ازرق کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بہت سی کتابیں جمع کی ہیں، ان کے حروف بڑے بڑے ہیں“ قلم موٹا ہے، سطریں پھیلی ہوئی ہیں، ان کے اوراق کی موٹائی اتنی ہے جتنی اس دور (ساتویں صدی ہجری) کے بنے ہوئے تین یا چار ورق کی ہوتی ہے اور اس کی تقطیع ایک تہائی بغدادی کاغذ کے بقدر ہے۔ حنین کا اس سے مقصد کتاب کے وزن و حجم کو بڑھا کر زیادہ سے زیادہ درہم حاصل کرنا تھا۔ اس کا ایک فائدہ ضرور ہوا کہ وہ کاغذ اپنی موٹائی کی وجہ سے مدت مدید (ساتویں صدی ہجری) تک محفوظ رہ سکا“ (۷۶)۔

مامون کی مساعیٰ جمیلہ سے حکومت کی زیر سرپرستی فلسفہ، نجوم، ریاضیات، طب، ادب اور سیاست کے موضوع پر علمی و فنی کتابوں کا یونانی (۷۷) پیلوی (۷۸)، ہندی (۷۹)، نبطی، عبرانی، لاطینی اور قبلی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا گیا (۸۰) اور مختلف علوم و فنون میں مسلمانوں کی تحقیقات کا سلسلہ شروع ہوا۔

### خزانہ المامون

مامون نے قصر شہابی میں دو کتب خانے بنائے تھے ایک ذاتی جس کا نام ”خزانہ“

المامون“ (۸۱) کتب خانہ مامون تھا، ابن الندیم نے اسے دیکھا تھا۔ وہ ”الفہرست“ میں جہاں ”خزانۃ المامون“ کا لفظ لکھتا ہے اس سے مامون کا یہی ذاتی کتب خانہ اور ”خزانۃ الحکمہ“ اور ”بیت الخزانۃ الحکمہ“ سے (سرکاری کتب خانہ) مراد ہوتا ہے۔

مامون نے خزانۃ المامون میں اپنے مذاق کی کتابیں اور دوسری ثقافتی چیزیں بھی جمع کی تھیں، ابن الندیم کا بیان ہے۔

”اس نے خزانۃ المامون میں چڑے پر عبدالمطلب بن ہاشم کا ایک نوشتہ (۸۳) خط حمیری (۸۴) اور سوڈانی خط کا نمونہ بھی دیکھا تھا (۸۵) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مامون علم کا سچا شیدائی تھا، اس کی طلب و جستجو نے علم کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ تحقیق کے لئے علم و حکمت کے شہ پاروں کو جہاں بھی پاتا حاصل کرتا اور اپنے نجی کتب خانے کو اس سے زینت دیتا تھا۔ خزانۃ المامون کی نگرانی اور نظم و ترتیب کا کام خازن بیت الحکمہ سہل بن ہارون کے سپرد تھا (۸۶) اس اعتبار سے خزانۃ المامون کو قومی کتب خانے ”بیت الحکمہ“ کی شاخ (Branch Library) بھی کہا جاسکتا ہے۔

## بیت الحکمہ کا سال تاسیس

مستشرقین میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار D. Sourdel نے ”خزانۃ الحکمہ“ کا بانی ہارون رشید کو اور ”بیت الحکمہ“ کا بانی خلیفہ مامون کو تسلیم کیا ہے، لیکن ان کے سال تاسیس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا (۸۷) نکلسن نے ہارون رشید کے خزانۃ الحکمہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ مامون کے بیت الحکمہ کا ذکر کیا ہے اور سال تاسیس کی نشاندہی نہیں کی ہے (۸۸) بیٹی نے بیت الحکمہ کو مامون کا کارنامہ قرار دیا اور بیت الحکمہ کا سال تاسیس ۸۳۰ء یعنی ۲۱۵ھ بتایا ہے۔ وہ رصد گاہ باب شامیہ کے سال تاسیس کو بیت الحکمہ کا سال تاسیس سمجھا ہے (۸۹) اسی لئے بیت الحکمہ کا سال تاسیس ۲۱۵ھ / ۸۳۰ء نقل کیا ہے (۹۰) لیکن حسب ذیل تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ کہنا کہ بیت الحکمہ اس سے پہلے قائم ہو چکا تھا، کچھ بے جا نہیں۔

(۱) امام لغت فراء (۷۶۱-۸۲۲ / ۱۴۴-۲۰۷ھ) نے کتاب الحدود کنی برس قصر شامی میں الاما کرائی تھی (۹۱)

(۲) مامون کے خسرو زیر حسن بن سہل المتوفی ۲۳۶ھ نے اپنے دور وزارت (۲۰۲-۲۰۵ھ) میں عمر بن بکیر تلمیذ فراء سے آیات قرآنی کے متعلق سوالات کئے، وہ ان کے جوابات

سے قاصر رہا تو اس نے فراء سے اس مشکل کو حل کرنے کی درخواست کی، فراء نے کتاب ”معانی القرآن“ املا کرائی (۹۲)

(۱۳) مامون نے ان کتابوں کو نقل کرا کر خزائن بیت الحکمہ میں رکھنے کی ہدایت کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ”بیت الحکمہ“ کا آغاز یقیناً اس سے قبل ہو چکا تھا۔

(۱۴) مامون کا درباری منجم موسیٰ بن شاکر تقریباً (۲۰۰ھ / ۶۸۱۵) (۹۳) میں چھوٹے چھوٹے

فرزند چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا تو مامون نے اس کے فرزندوں کو یحییٰ بن ابی منصور

مہندس کے سپرد کیا۔ یہ محمد احمد اور حسن کی بیت الحکمہ میں تربیت کرتا تھا، اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ بیت الحکمہ ۶۸۱۵ / ۲۰۰ھ میں فنی تربیت گاہ کے فرائض بھی انجام دیتا

تھا (۹۴) غالباً اس لئے ہی نے اس کو اسلام میں اعلیٰ فنی تعلیم کا ادارہ قرار دیا ہے (۹۵)

ان حقائق کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ مامون نے سریر آرائے تختِ خلافت

ہونے کے بعد یعنی ۶۸۱۳ / ۱۹۸ھ میں بیت الحکمہ قائم کیا ہو تو کچھ مستبعد نہیں۔

## خزانہ الحکمہ کی وجہ تسمیہ

”خزانہ الحکمہ“ اور ”بیت الحکمہ“ بمعنی کتب خانہ ہیں۔ اس سے مقصد ذخیرہ کتب کی

نوعیت کی وضاحت تھی کہ اس میں طب، فلکیات، ریاضیات، طبیعیات اور منطق و معاشرتی علوم

سب ہی داخل تھے (۹۲)

## بیت الحکمہ:

”بیت الحکمہ“ ایک بین الاقوامی علمی و تحقیقی ادارہ تھا جس میں ہر مذہب، ہر ملک و ملت

کے نامور محقق و ماہر السنہ اور گونا گوں علوم و فنون کے ارباب کمال باہم مل جل کر علمی و تحقیقی کام

کرتے تھے۔ یہ علمی ادارہ ہر قسم کے نسلی، مذہبی و گروہی تعصب سے پاک تھا۔ یہاں ہر محقق و

دانشور کی پذیرائی ہوتی تھی، اس بین الاقوامی تحقیقی ادارہ کی شہرت اس کے علمی و تحقیقی کاموں کی

بہ نسبت ان ذخائر کتب و خدمات کی وجہ سے تھی جو اس کتب خانہ میں مہیا کی گئی تھیں۔

”بیت الحکمہ“ اپنی تنظیم اور حسن کارکردگی کی وجہ سے اس لائق تھا کہ سب کچھ فراموش

کر کے اسی کو یاد رکھا جاتا اور ایسا ہی ہوا۔ دنیا میں آج اس کا نام اپنی درخشاں خدمات اور علمی و

تحقیقی مواد کی وجہ سے زندہ و تابندہ ہے۔



## بیت الحکمہ کے شعبے

- (۱) اسٹیک (Steck) کتب کا ذخیرہ گاہ تھا۔ (۹۷)
  - (۲) دارالمطالعہ تھا جہاں بیٹھ کر کتابیں پڑھی جاتی تھیں۔
  - (۳) دارالترجمہ، بیت الحکمہ میں دارالترجمہ کے شعبوں کو لسانی اعتبار سے تقسیم کیا گیا تھا ہر شعبہ کا نگران جدا تھا یونانی زبان کا، پہلوی اور سنسکرت زبان کے دارالترجمہ کا سربراہ جدا جدا تھا۔
  - (۴) دارالنقل و دارالمنسوخ کا بھی سربراہ جدا تھا، علان شعوبی یہاں بیٹھ کر کتابیں نقل کرتا تھا (۹۸)
  - (۵) دارالتجلید، جہاں کتابوں کی جلد باندھی جاتی تھی (۹۹)
  - (۶) دارالمنظرہ، یہ اس دور کی سماعت گاہ (Auditorium) تھا۔ ہر منگل اور جمعہ کو اس سماعت گاہ میں محدثین، فقہاء اور ادباء و متکلمین جمع ہوتے، مجلس مناظرہ منعقد ہوتی تھی (۱۰۰) اور خلیفہ خود پس پردہ بیٹھا مناظرہ دیکھتا اور سنتا تھا (۱۰۱)
  - (۷) دارالتحقیق و دارالتصنیف۔ اس میں علمی اور تحقیقی کام کرایا جاتا تھا، یہ قصر شاہی کے اندر قائم کیا گیا تھا۔ یہاں ارباب کمال و اہل فن کو بلا کر ٹھہرایا جاتا، انہیں رہنے کے لئے کمرہ دیا جاتا تھا۔ خدمت کے لئے خادم مامور کئے جاتے تھے تاکہ جس چیز کی انہیں ضرورت پیش آئے بروقت پہنچائی جائے اور ان کے دماغی سکون میں خلل نہ واقع ہو، اذان کے اوقات کے سوا انہیں اٹھایا نہ جائے، دولت مندوں اور شعبوں کے نگران کو استفادہ کی ہدایت کی جاتی تھی، کاتب و ڈرافٹ مقرر کئے جاتے تاکہ جو وہ لکھوائیں اسے قلم بند کریں اور ان کی تصانیف کو بیت الحکمہ میں رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ فراء المتوفی ۲۰ھ کو بغداد میں بلایا تو یہ ساری سہولتیں انہیں مہیا کی گئی تھیں۔ موصوف نے کئی برس یہاں رہ کر ”کتاب الحدود“ لکھوائی تھی، مامون نے فراء کی تمام کتابوں کو خزائن کتب میں رکھنے کا فرمان بھی جاری کیا تھا (۱۰۲)
- اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دارالتحقیق کے ساتھ دارالاقامہ بھی بنایا گیا تھا۔ ”خزائن الحکمہ“ دراصل خزائن الحکمہ تھا، اس کے جتنے شعبے تھے ان میں سے ہر شعبہ موضوع کے اعتبار سے ایک جداگانہ شعبہ تھا، اس لئے مامون نے فراء کی کتابوں کے لئے ”خزائن“ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ چنانچہ خطیب بغدادی کا بیان ہے۔
- ”امر المامون بکتابہ فی الخزائن“ (۱۰۳) مامون نے فراء کی کتابوں کے لئے حکم

دیا تھا کہ انہیں خزائن میں رکھیں یعنی جو کتاب جس موضوع کی ہے اس کو اسی کے خزانہ کتب میں پہنچائیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ خزانہ الحکمہ موضوع کے اعتبار سے مرتب تھا اور اس میں کتابیں تنظیم علوم Classified order کے اعتبار سے رکھی ہوئی تھیں۔

اسی طرح ”بیت الحکمہ“ بھی بیوت الحکم تھا اور ہر شعبے اور بڑے موضوع کا خازن علیحدہ تھا، چنانچہ حسن بن مرار رضی المعروف بھنوبری کے متعلق ان کے پوتے ابو بکر احمد بن محمد صنوبری کا بیان ہے: ”کان جدی صاحب بیت حکمة من بیوت حکم المامون فجرت له بین یدیہ مناظرہ یستحسن کلامہ وحدة مزاجہ وقال له انک صنوبری الشکل یرید بذلک الذکاء وحدة المزاج“ (۱۰۴) میرے دادا خلیفہ مامون کے بیوت حکم کے خازن بیت حکمت تھے ایک مرتبہ مامون کے سامنے ان کا مناظرہ ہوا۔ خلیفہ کو ان کا کلام اور ذکاوت بہت پسند آئی اور اس نے کہا تم صنوبری صورت ہو۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم بڑے ذہین اور تیز مزاج ہو۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ابن الندیم نے بیت الحکمہ اور خزانہ الحکمہ کے چند مشہور بڑے بڑے خازنوں (Senior Librarians) کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ بیت الحکمہ میں متعدد خازن تھے جیسے حسن بن مرار رضی، ابو سهل فضل بن نوبخت، علان، شعوبی، سهل بن ہارون ایرانی نژاد تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جو اہل علم خزانہ الحکمہ سے وابستہ ہوئے وہ ایرانی تھے (۱۰۵)

(۸) بیت الحکمہ کے قریب باب الشمسیہ سے متصل ایک رصد گاہ بھی قائم کی گئی تھی جس کی علمی ضروریات بھی بیت الحکمہ پوری کرتا تھا، اس کا سربراہ اور آلات کی درستگی کے لئے سند بن علی (۱۰۶) اور یحییٰ بن ابو منصور (المتوفی ۸۳۱ء یا ۸۳۰ء) کو مقرر کیا گیا تھا ان کے رفقاء کار میں عباس بن سعید جوہری (۱۰۷) عمر بن فرخان طبری، عمر مرو روذی (۱۰۸) تھے۔ اسلام میں خلیفہ مامون نے سب سے پہلی رصد گاہ قائم کی تھی (۱۰۹) اس نے دوسری رصد گاہ سفح قاسیون دمشق میں بنائی تھی (۱۱۰)

## شناخت کتب کی علامت کا آغاز

بیت الحکمہ میں جو کتاب داخل کی جاتی تھی اس پر خلیفہ مامون کی نشانی ”علامة المامون“ کی مہر لگائی جاتی تھی (۱۱۱) ایسی بہت سی کتابیں جن پر مامون کی مہر ثبت تھی ابن ابی

اصیبعہ کے پاس محفوظ تھیں (۱۱۲)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتابوں پر علامت (Stamping) اور شناخت کتاب کی علامت لگانے کا آغاز مامون کے دور سے ہوا تھا جس کا مقصد امتیاز و گرفت اور شناخت کتب تھا اس کا چلن آج بھی ہے اور اس ترقی یافتہ دور میں ہر بڑے اور چھوٹے کتب خانوں میں انہی وجوہ سے کتابوں پر مہر اور خاص علامت لگائی جاتی ہے۔

## بیت الحکمہ کا کیٹلاگ

بیت الحکمہ کا کیٹلاگ بھی کتابی صورت میں موجود تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتابوں کے ناموں پر مرتب تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مامون نے جاویدان خرد کی طلب میں فرست بیت الحکمہ کو دیکھا تو اس میں اس کتاب کا نام نہیں ملا اس نے باز پرس کی کہ اس کتاب کا نام فرست میں اندراج سے کیسے رہ گیا (۱۱۳) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ بھی بیت الحکمہ کا کیٹلاگ استعمال کرتا، بیت الحکمہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا اور ان سے فائدہ اٹھاتا اور آگاہ رہتا تھا۔

## موضوعات ذخائر

بیت الحکمہ میں یونانی، پہلوی، ہندی، لاطینی اور نبطی زبانوں (۱۱۴) سے حسب ذیل موضوعات پر کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا گیا تھا۔

(۱) فلسفہ و ادب (۱۱۵) یونانی

(۲) طب اور اقسام طب (۱۱۶)

(۳) ریاضیات، فلکیات (۱۱۷) نجوم، ہندسہ، موسیقی

(۴) ٹیکنالوجی

(۵) آداب و اخبار، قصص و حکایات اور تاریخ (۱۱۸) (فارسی)

(۶) طب، نجوم، ریاضیات، حساب، کہانیاں، تاریخ (۱۱۹) (ہندی)

یحییٰ بن بطریق لاطینی زبان جانتا تھا اس لئے اس نے لاطینی زبان سے ترجمہ کیا ہو گا (۱۲۰) ان موضوعات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ”بیت الحکمہ“ کا ذخیرہ کتب موضوعات و مضامین کے اعتبار سے مرتب تھا۔

## بیت الحکمہ کی علمی خدمات

لفظی ترجمہ سے بامحاورہ ترجمہ کا آغاز بیت الحکمہ سے ہوا۔ مشہور مترجم حنین بن اسحاق کو دو اہم ذمہ داریاں سپرد کی گئی تھیں۔

(۱) حکماء یونان کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرنا۔

(۲) عربی میں ترجمہ شدہ کتابوں کی اصلاح کرنا (۱۲۱)۔ حنین کی وجہ سے یونانی کتابوں کا ترجمہ یونانی سے براہ راست عربی میں ہونے لگا تھا، ورنہ اس سے قبل یونانی سے سریانی میں اور سریانی سے عربی میں ترجمہ کیا جاتا تھا۔ ابتداء میں کتابوں کا ترجمہ رواں کیا جاتا تھا، غیر زبان کے الفاظ کے بالمقابل عربی زبان کے الفاظ رکھے جاتے تھے، حنین کے زمانہ سے رواں و بامحاورہ ترجمہ شروع ہوا اور اس نے ترجمہ میں مطالب و معانی کو عربی الفاظ کا جامہ پہنایا۔ اس طرح الفاظ کے ترجمہ میں تقدیم و تاخیر شروع ہوئی اور تراجم میں روانی آئی (۱۲۲)

## فنی اصطلاحات سازی کا آغاز

اس دارالترجمہ میں سرکاری طور پر عجمی زبانوں کی علمی و فنی اصطلاحات کے عربی زبان میں بدل ڈھونڈے گئے چنانچہ یونانی زبان کی زیادہ تر فنی اصطلاحات یورپ میں عربی مصطلحات کے ذریعہ منتقل ہوئی تھیں۔

## اختراعات و ایجادات

بیت الحکمہ میں بیٹھ کر خوارزمی نے علم جبر و مقابلہ ایجاد کیا، یہیں بنو شاکر نے مامون کے محیط ارض کی پیمائش کی اور طول میں ان کا اندازہ صحیح نکلا (۱۲۳) بیت الحکمہ میں حکماء نے مامون کے لئے دنیا کا مصور نقشہ تیار کیا تھا چنانچہ مورخ مسعودی کا بیان ہے۔

”الصورة المامونية“ ”وہ نقشہ تھا جسے متعدد حکماء نے تیار کیا تھا جس میں آسمان، ستارے، خشکی، تری، آباد و غیر آباد علاقے، اقوام کے مسکن، شہر و غیرہ کو بالتصویر دکھایا گیا اور یہ بطلموس، مارینوس وغیرہ کے جغرافیائی نقشوں سے بہتر نقشہ تھا (۱۲۴) معلوم ہوتا ہے یہیں مامونی تیار کی گئی تھی (۱۲۵)

## (۵) المتوکل کا کتب خانہ

متوکل علی اللہ ابو الفضل جعفر بن محمد بن ہارون عباسی (۲۰۶-۲۳۷ھ / ۸۲۱-۸۶۱ء) یہ علم اور اہل علم کا قدردان، اور سنت کا دلدادہ، سخی اور شاندار عمارتیں بنوانے کا شوقین تھا۔ اس نے بغداد میں سامرا کے قریب متوکل نامی شہر آباد کیا تھا (۱۲۶) متوکل کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے سریر آرائے تختِ خلافت ہوتے ہی سنہ ۲۳۲ھ میں رویتِ باری اور خلقِ قرآن میں سرکاری طور پر معتزلہ کی ہمنوائی یکسر ممنوع قرار دی۔ اس لئے قاضی بصرہ ابراہیم بن محمد تمیمی فرماتے تھے۔

”تین خلفاء نے کارنامے دکھائے۔ ابو بکر صدیقؓ نے ارتداد کے فتنہ کا انسداد کیا، عمر بن عبدالعزیزؓ نے بنی امیہ کے مظالم کا خاتمہ کیا اور متوکل نے بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا (۱۲۷) علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں!

”خلیفہ متوکل کے دورِ حکمرانی میں اسلام کا بول بالا ہوا تا آنکہ ذمیوں پر عمری شرائط کی پابندی عائد کی گئی اور اہل سنت و الجماعہ کو عزت و شوکت حاصل ہوئی، ہمہ دروائف جیسے فرقوں کی بیخ کنی کی گئی۔ اسی طرح معتضد و مہدی اور قادر باللہ وغیرہ کے دور میں ہوا جو سیرت و کردار کے اعتبار سے لائقِ تعریف خلیفہ تھے۔ ان کا طریقہ کار بہت اچھا تھا، ان کے دور میں اسلام و سنت کا بول بالا رہا“ (۱۲۸)

مذکورہ بالا خلفاء کے دور میں ہر نوع کے اسلامی ادب کو پھلنے پھولنے کا زیادہ موقع ملا ہر نوع کے ذخائر کتب میں اضافہ ہوا۔

اسے بھی کتابوں کا شوق تھا، ائمہ فن کے کتب خانے نگاہ میں رکھتا اور انہیں حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ چنانچہ امام احمد کا جب وصال ہوا تو اس نے ابن طاہر کو امام ممدوح کے مکان پر بھیجا کہ اہل خانہ کی تعزیت کرو اور ان کی کتابیں لدوانے کے متعلق گفتگو کرو، خلیفہ کی طرف سے اس کتب خانہ کو حاصل کرنے کی کوشش جاری رہی لیکن وہ اس کے حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا (۱۲۹)

خلیفہ راضی باللہ کے کتب خانہ میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ اس کے پیشرو خلفاء کے پاس کتب خانے تھے۔ یہ امر بھی خلیفہ متوکل کے کتب خانہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ پھر اہل علم و فنکار اس کے لئے کتابیں لکھتے تھے۔ چنانچہ حسن بن موسیٰ نصیبی نے اس کے لئے کتاب الاغانی حروفِ جمعی کی ترتیب پر تالیف کی تھی اور اس میں غنا کے متعلق ایسی چیزیں بیان کی تھیں جو نہ



اسحاق موصلی نے لکھی تھیں اور نہ عمرو بن بانہ نے کہیں ذکر کی تھیں، اس میں اس نے دور جاہلیت و دور اسلامی کے معنی مردوں اور عورتوں کے نام بھی بیان کئے تھے (۱۳۰) اسی طرح ابن رضی حزام نے کتاب فی البیطرہ متوکل کے نام معنون کی تھی (۱۳۱)

## (۶) المہتدی باللہ کا کتب خانہ

المہتدی باللہ ابو عبد اللہ محمد بن ہارون بن محمد عباسی (۲۲۲-۲۵۶ھ / ۸۳۷-۸۷۰ء) فاضل، ادیب، شاعر (۱۳۲) علماء و فقہاء کا قدر دان (۱۳۳) اور دین کے معاملہ میں خلفاء راشدین کی روش پر قائم تھا۔ اس کے زمانے تک خلفاء عباسیہ کے خزائن کتب کا سلسلہ برابر قائم تھا۔ موزع مسعودی کا بیان ہے۔

”ایک دن خلیفہ مہتدی کے سامنے خزائن کتب سے کتابیں پیش کی گئیں تو ان میں ایک کتاب کی پشت پر وہ اشعار موجود تھے جو معتز باللہ نے کہے اور اپنے قلم سے اس پر لکھے تھے (۱۳۴)

## (۷) المعتضد باللہ کا کتب خانہ

المعتضد باللہ ابو العباس احمد بن علی (۱۳۵) بن جعفر عباسی (۲۴۲-۲۸۹ھ / ۸۵۷-۹۰۲ء) ادیب و شاعر (۱۳۶) اور علم دوست خلیفہ تھا۔ ارباب کمال کی صحبت کو پسند کرتا۔ رفاہ عام کے کاموں سے دلچسپی رکھتا تھا۔ علماء، محدثین اور ارباب فضل و کمال کی صحبت میں رہتا، شہر آباد کرتا اور رعیت کے ساتھ نرمی کرتا تھا (۱۳۷) ایک دن یہ اپنے باغ فردوس میں ثابت بن قرہ کے ساتھ ٹہل رہا تھا اس کا ہاتھ ثابت کے ہاتھ پر لگا تو کہنے لگا۔ ”العلماء یعلون ولا یعلون“ علماء کا حق برتری ہے، ان پر کوئی برتری نہیں جتا سکتا (۱۳۸) اس سے اس کے قلب و نظر میں علم و کتب کی عظمت احترام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کا بھی خزائن کتب تھا۔ ابن الندیم کا بیان ہے۔

”ابو جعفر محمد بن یحییٰ عسکری نے ”جامع المنطق“ کتاب لکھی، اس میں جدولیں قائم کیں۔ معتضد کے ندیم نے اس کی خلیفہ سے تعریف کی، خلیفہ نے وزیر قاسم بن عبید اللہ کو حکم دیا کہ کسی ماہر فن سے اس کی تشریح کرائیں، مبرد کے مشورہ سے یہ کام ابو اسحاق ابراہیم زجاج سپرد ہوا، زجاج نے کہا میں کتاب کے نسخے اور جدولوں کو پیش نظر رکھے بغیر ہی یہ کام انجام دوں گا، تاہم اس کو دوسرا نسخہ تیار کرا کر دے دیا گیا، اس نے ثعلب و سکری سے لغت کی کتابیں مستعار کر کتاب کے ایک حصہ کی شرح لکھی اور ابو الحسن صغیر سے نقل کرا کر اور جلد بند ہوا کروڑوں



دی۔ اس نے جب معتضد کو دکھائی تو وہ بہت خوش ہوا۔ تین سو دینار انعام دیا اور پوری کتاب کی شرح کی فرمائش کی۔ (۱۳۹)

زجاج کی شرح کا علم صرف معتضد کے کتب خانہ سے ہو سکا تھا، اس کی سلطنت کی تباہی کے بعد یہ شرح سلطان کے باقی ماندہ سامان میں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں دستیاب ہوئی تھی۔ یہ باریک و نرم طلحہ کاغذ پر لکھی ہوئی تھی (۱۴۰)

اس شرح کی وجہ سے زجاج کی اتنی قدر و منزلت بڑھ گئی تھی کہ تین سرکاری شعبوں نداء، فقہاء اور علماء کے زمرے میں اس کا شمار ہونے لگا۔ ہر شعبہ سے سو دینار وظیفہ جاری ہو گیا اور تین سو دینار ماہانہ ملنے لگا تھا (۱۴۱) محمد بن شاذان جوہری نے ”کتاب الجواهر و اصناف“ خلیفہ معتضد کے لئے لکھی تھی (۱۴۲) یہ وظیفہ کتب خانے کے ذخیرہ کو بڑھانے میں مدد و معاون ثابت ہوتا تھا۔

عہد عباسی میں کم علموں کے عقائد و خیالات پر یونانی فلسفہ کا برا اثر پڑا تھا، اس لئے معتضد نے سنہ ۲۷۹ھ میں کتب فروشوں پر فلسفہ کی کتابوں کی فروخت و اشاعت پر پابندی لگائی اور منادی عام کرائی تھی کہ کلام فلسفہ اور جدل کی کتابیں نہ بیچی جائیں (۱۴۳)

اہل علم اس کے نام کتابیں معنون کرتے تھے۔ طیب احمد بن طیب سرخسی المتوفی ۲۸۶ھ نے جو معتضد کا استاد ندیم اور بغداد کے محکمہ احتساب کا سربراہ تھا، کتاب اللہ و الملائی و نزہۃ المعکر و الساہی، کتاب البطح، کتاب فی ادب النفس، اس کے نام معنون کی تھیں (۱۴۴)۔ ثابت بن قرہ نے ”جوابات عن مسائل سال المعتضد“ مرتب کی تھی (۱۴۵) یحییٰ بن علی المنجم المتوفی ۳۰۰ھ نے موصوف کے لئے ایک رسالہ موسیقی پر لکھا تھا۔ یہ چار صفحات پر مشتمل ہے اور برٹش میوزیم میں محفوظ ہے (۱۴۶)

## (۸) خلیفہ المکتفی باللہ کا کتب خانہ

المکتفی باللہ ابو محمد علی بن احمد عباسی (۱۴۷) (۲۶۳-۲۹۵ھ / ۸۷۶-۹۰۸ء) عالم ادیب شاعر (۱۴۸) اور صاحب خزانہ الکتب تھا۔ صولی کا بیان ہے!

”مکتفی باللہ نے انہیں سونے سے لکھے ہوئے اشعار جو مدارج (پہلی ہوئی کتابوں) کی صورت میں تھے نکال کر دکھائے تھے (۱۴۹) ملکہ فرنگ نے دیار مغرب سے ایک مرتبہ المکتفی کے نام ایک مکتوب فرنگی رسم الخط میں سفید ریشم پر لکھ کر خادم ملبا کے ہاتھ بھیجا جس میں المکتفی باللہ سے دوستی و شادی کی خواہش کا اظہار کیا تھا (۱۵۰)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی کتب خانہ میں خطوط اور خارجہ پالیسی سے متعلق دستاویزات رکھی جاتی تھیں۔

## (۹) خلیفہ المقتدر باللہ کا کتب خانہ

المقتدر باللہ ابو الفضل جعفر بن احمد بن طلحہ عباسی (۲۸۲-۳۲۰ھ / ۸۹۵-۹۳۲ء) کا خزانہ اکتب تھا۔ ایک شخص اس خزانہ اکتب سے ایک مصحف مصر میں لایا۔ اس پر خون کے دھبے تھے۔ وہ کہتا تھا کہ حضرت عثمانؓ شہادت کے وقت اس میں تلاوت فرما رہے تھے۔ قاضی مصر نے اس کو جامع مصر میں رکھوا دیا اور تمام ماجرا ایک نگرہ پر کندہ کرا کر پاس کھڑی کی، امام مسجد ایک دن اس مصحف میں پڑھتا اور ایک دن مصحف اسماءؓ میں پڑھتا تھا (۱۵۱)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں نادر ذخیرہ کی حفاظت کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کی جاتی تھیں چنانچہ اس مصحف کی حیثیت کو نمایاں کرنے کے لئے ایک تختی پر اس کی پوری کیفیت کندہ کی گئی تھی۔ اس واقعہ سے ہمیں نواور کی حفاظت کے سامان کا علم ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مصحف سے وابستگی قائم رکھنے کے لئے عام لوگوں کے سامنے ایک دن اس مصحف کی بھی تلاوت کی جاتی تھی۔

## (۱۰) خلیفہ الراضی باللہ کا کتب خانہ

الراضی باللہ ابو العباس محمد بن جعفر بن احمد عباسی (۲۹۷-۳۲۹ھ / ۹۱۰-۹۳۰ء) یہ صاحب دیوان شاعر و ادیب تھا (۱۵۳) تاریخ سے دلچسپی رکھتا، اہل علم و ارباب کمال کا قدر دان (۱۵۳) کتابوں کا شوقین تھا۔ اس کے خزانہ اکتب کی بنیاد طالب علمی کے زمانہ میں پڑ چکی تھی۔ اس کے اتالیق صولی کا بیان ہے۔

”راضی باللہ اور اس کے بھائی ہارون کو جب نصر حاجب نے میرے سپرد کیا تو میں نے اس کو ذہین و ہوشمند پایا لیکن علوم سے عاری۔ میں نے محسوس کیا کہ راضی زیادہ تیز اور ادب کا لہر دلدادہ ہے۔ میں نے ان میں علم کی رغبت پیدا کی۔ انہیں فقہ، شعر، لغت و تاریخ کی منتخب کتابیں خرید کر دیں تو دیکھا کہ ان میں مسابقت و منافست کا جذبہ کار فرما ہے اور ہر ایک نے کتابوں کے لئے علیحدہ کتب خانہ بنایا ہے۔ پھر میں نے ان کو پڑھانا شروع کیا“ (۱۵۴)۔

یہ خزانہ اکتب دور خلافت میں زیادہ وسعت اختیار کر گیا تھا اور عوام و خواص میں اس

شہرت ہو گئی تھی۔ اس کے دورِ خلافت کا ایک اہم واقعہ نقل کرتے ہوئے صولی کہتا ہے:

”ایک شعر کی روایت میں اختلاف نظر آیا تو مجھ سے راضی نے کہا شاید وراق سے غلطی ہوئی ہے، میں نے عرض کیا نہیں طبری نے نیشا کتاب میں دیکھا اور نہیں سمجھ سکا۔ اس نے خیال سے اس کو نیشا کسی آدمی کا نام سمجھا حالانکہ یہ شعر نیشا بن جزئی نیشلی کا ہے اس کا دیوان خزانہ الکتب میں موجود ہے۔ اس نے ایسے منگوایا، وہ کتب خانہ میں نہیں ملا، میں نے عرض کیا یہ بڑے تعجب کی بات ہے، عوام میں چرچا ہے کہ ہمارے بادشاہ نے جلالت علمی و علو نعمت کے باوجود خزانہ کتب بنایا ہے جیسا کہ پیشرو خلیفہ بتاتے چلے آئے ہیں، اس میں ایک مشہور شاعر کے کلام کو طلب کیا وہ بھی نہیں ملا“ (۱۵۵)

خلفاء عباسیہ کی معارف پروری و دولت کی فراوانی کی وجہ سے انہیں حصول کتب کی بڑی سہولتیں حاصل تھیں اس لئے ان کے کتب خانے حقیقت میں نوادر کتب کے جامع سمجھے جاتے تھے اور عوام و خواص میں ان کی بہت شہرت ہوتی تھی جیسا کہ مورخ صولی کے مذکورہ بالا بیان سے عیاں ہے۔ صولی کا کہنا ہے:

”خلیفہ نے میری باتیں سننے کے بعد کہا اب کیا تدبیر کی جائے، ہم تو اور کاموں میں مشغول ہیں، میں نے عرض کیا آپ کے خدام کی کتابیں حاضر ہیں، کتب خانہ میں دواوین کی ابتداء مضر سے کی جائے۔ پھر ربیعہ اور اس کے بعد یمن کے شعراء کے دواوین رکھے جائیں، جو دواوین خزانہ الکتب میں نہ ہوں اس کے لئے خدام کی کتابیں جو خدام کی مسوعات سے ہیں حاضر ہیں، اس کا کوئی معاوضہ بھی مطلوب نہیں۔ آپ کے خزانہ الکتب میں وراق ہیں انہیں مشاہرہ ملتا ہے، نقل کر لیں، کتب خانہ میں جلد ساز ہیں وہ ان کی جلدیں باندھیں، یہ سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا، میں نے عرض کیا یہ کسی پیش بندی کے لئے نہیں، ایسی حالت میں مجھے خود اپنی کتابوں پر افسوس ہے، مگر میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ جس کام کو ہمارے آقا کریں وہ کمال کو نہ پہنچے، کہنے لگا جب ہم دوسرے کاموں میں مصروف ہیں تو کیا کریں، میں نے عرض کیا سرکار! اس خزانہ الکتب کو اپنے دونوں ولی عہد ابو جعفر اور ابو الفضل کے نام کر دیں اور جن کتابوں کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ اس پر خلیفہ راضی باللہ راضی ہو گیا، کتابیں نکالنے کا حکم دیا، ہمیں بٹھالیا، ہم انہیں چھانٹنے لگے اور خلیفہ کے سامنے ان کے فرزندوں میں تقسیم کرنے لگے، جو پسند خاطر ہوئیں وہ رکھ لیں باقی ہمیں بخش دیں، جن میں بیشتر کتابیں ایسی تھیں جو سونے کے مول بیچی جاسکتی تھیں“ (۱۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ کتب خانہ میں کتابیں باعتبار موضوع ترتیب سے رکھی جاتی تھیں، کتابیں بیش قیمت رکھی جاتی تھیں، وراقوں اور جلد سازوں کا عملہ رکھا جاتا تھا۔

راضی باللہ کے کتب خانہ میں صرف کتابیں ہی نہ تھیں بلکہ تحائف، خطوط اور تحریریں بھی محفوظ کی جاتی تھیں۔ ۷۹۳ھ/۳۲۶ھ میں شاہ روم کا خطِ راضی باللہ کے نام آیا۔ یہ رومی زبان میں تھا متن سونے سے، ترجمہ چاندی سے لکھا گیا تھا۔ اس میں یہ بھی وضاحت کی گئی تھی کہ ہم نے بارگاہِ خلافت میں سونے چاندی کے ٹکے، پیالے، جواہرات، چاندی کی ٹہنیاں، پردے اور ریشمی سونے کے کاموں کے کپڑے رومال اور بہت سی عمدہ عمدہ چیزیں بھیجی ہیں۔ قبول فرمائیں اور قیدیوں کو رہا کریں۔ خلیفہ نے جواب دیا ”ہم نے یہ تحفے قبول کئے اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم دیا“ (۱۵۷)

## (۱۱) خلیفہ قائم بامر اللہ کا کتب خانہ

قائم بامر اللہ ابو جعفر عبد اللہ بن احمد بن اسحاق عباسی (۳۹۱-۴۶۷ھ/۱۰۰۱-۱۰۷۵ء) خدا ترس، بیدار مغز، انصاف پسند، انشا پرداز، ادیب و شاعر تھا (۱۵۸) اسے بھی اپنے اسلاف سے ورثے میں خزانہ الکتاب ملا تھا اس میں کتابوں کے علاوہ شاہ روم و قسطنطین کا وہ تاریخی خط بھی تھا جس کی متن ایک چادر پر یونانی زبان میں بین السطور عربی ترجمہ کے ساتھ ۴۲۳ھ میں خلیفہ کو بغداد بھیجا گیا تھا (۱۵۹) اور وہ کتابیں جو خلیفہ کے نام معنون کی گئی محفوظ تھیں (۱۶۰)

## (۱۲) خلیفہ المقتدی بامر اللہ کا کتب خانہ

المقتدی بامر اللہ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ عباسی (۴۲۸-۴۸۷ھ/۱۰۵۶-۱۰۹۳ء) ادیب، شاعر، علم اور اہل علم کا قدر دان تھا (۱۶۱) خلفاءِ عباسیہ کی طرح مقتدی کا بھی خزانہ الکتاب تھا جس کا نام خزائن الحکمہ المولویہ المقتدیہ تھا مشہور شاہی طبیب ابو علی یحییٰ بن عیسیٰ بن جزلہ بغدادی المتوفی ۴۹۳ھ نے ”تقویم الابدان فی تدبیر الانسان“ اس کے نام معنون کی تھی۔ وہ اس کے آغاز میں لکھتا ہے ”خادم ابن جزلہ خزائن حکمہ مولویہ المقتدیہ، اللہ تعالیٰ اسے دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ علم طب کی بقدر ضرورت جو بہت بڑے اطباء کی لکھی ہوئی کتابوں اور تدبیر امراض معرفت اسباب و اغراض سے مستغنی کرے۔ خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے اس غرض کے لئے کتاب لکھی ہے“ (۱۶۲)۔ اس طرح ابن جزلہ نے موادِ طبیہ کے موضوع پر ”منہاج البیبا فیما یتعملمہ الانسان“ مقتدی کے لئے لکھی تھی (۱۶۳) اور اس کی فرمائش پر الحسن سعید بن بہتہ اللہ المتوفی ۴۹۵ھ نے ”المغنی فی الطب“ لکھی تھی (۱۶۴)

## (۱۳) خلیفہ المستنجد باللہ کا کتب خانہ

المستنجد باللہ ابو المنظر یوسف بن محمد ابن مستظہر عباسی (۵۱۰-۵۶۶ھ / ۱۱۱۶-۱۱۷۰ء) نصف و رعایا پرور خلیفہ تھا۔ اس نے بہت سے ٹیکس معاف کئے تھے۔ یہ اچھی باتوں کا حکم دیتا اور سی باتوں سے روکتا تھا (۱۶۵) اس کا خزانہ الکتب اس کے وزیر ابن بسیرہ المتونی ۵۶۰ھ نے کتاب الافصاح کا نسخہ نقل کرا کر اس کے کتب خانہ میں داخل کیا تھا (۱۶۶) جو مستنجد کے خزانہ کتب کا بین ثبوت ہے۔

## (۱۴) خلیفہ المستنضی باللہ کا کتب خانہ

المستنضی باللہ ابو محمد حسن بن یوسف المستنضی عباسی (۵۳۶-۵۷۵ھ / ۱۱۴۲-۱۱۸۰ء) درگزر نے والا خلیفہ تھا۔ اس کا خزانہ الکتب تھا۔ اس نے تحت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ات و صدقات کے علاوہ اپنے خزانہ الکتب سے مصاحف کا تحفہ نامور اہل علم کو بھیجا تھا۔ اس ایک نہایت خوشخط و مطلا مصحف ابن الجوزی کو بھی پہنچایا تھا (۱۶۷) مدارس میں مال و دولت بانٹا تھا (۱۶۸) یہ علماء کو مجالس و عظ منعقد کرنے کی ترغیب دیتا اور خود بھی لوگوں سے نظر بچا کر کا وعظ سنتا تھا (۱۶۹) جو اس کی علم دوستی کی دلیل ہے۔

## (۱۵) خلیفہ الناصر لدین اللہ کا کتب خانہ

الناصر لدین اللہ ابو العباس احمد بن حسن بن یوسف عباسی (۵۵۳-۶۲۲ھ / ۱۱۵۸-۱۲۲۵ء) نے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ بڑا مدبر، ہوشمند و جاہ و جلال کا فرمانروا، عالم، مسنف، علم کا قدر دان و معارف پرور تھا (۱۷۰) علماء کو کتابیں اور مصحف تحفہ میں بھیجتا، ان کے وظیفے ی کرتا تھا (۱۷۱) اسے شاندار عمارتیں بنوانے اور ان میں کتب خانے قائم کرنے کا بہت شوق تھا۔ نے پینتالیس (۳۵) برس حکومت کی۔ اس مدت میں عمارتیں، رباطات، مہمان خانے، مسجدیں میں ان میں دارالمطالعہ کھولے، رفاہی کے کام کئے، رباطِ اخلاطیہ، تکیہ اخلاطیہ، رباطِ حریم ری، مشہد عبداللہ، تکیہ عون و معین بنوائے، اپنی ماں کا تکیہ بنوایا، اس سے متصل مدرسہ تعمیر آیا، والدہ کے محل کو سرائے میں تبدیل کرایا، شاہی بازار کی مسجد بنوائی، رباط مرزبانہ کو آباد کیا، ہر



محلہ میں حاجیوں کے واسطے مہمان خانے بنوائے، ان پر بے دریغ روپیہ صرف کیا، ان مقامات میں کتب خانے اور دارالمطالعے کھولے (۱۷۲) مورخ ابن الدبیشی کا بیان ہے:

”موصوف نے مسجدیں، رباطات اور مدرسے آباد کئے۔ ”کتاب رُوح العارفین“ لکھی، اس میں اپنے شیوخ کی سند سے حدیثیں جمع کی تھیں۔ محدثین کو اس کی اجازت دیتا تھا۔ یہ کتاب بغداد کی سو سے زیادہ مسجدوں میں پڑھائی جاتی تھی“ (۱۷۵)

اس سے ظاہر ہے کہ بغداد میں دبیشی کے زمانہ میں سو سے زیادہ مسجدوں میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا اور ان میں کتب خانے بھی موجود تھے، اس لئے مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جوامع و مساجد میں کتب خانے قائم کئے جاتے تھے (۱۷۶) مورخ ابن القطعی نے تصریح کی ہے کہ موصوف نے مہمان خانے، مسجدیں، رباطات، مدرسے زیادہ بنوائے تھے (۱۷۷)

مشرق میں خلفاء میں علم دوستی، معارف پروری، کتب خانوں کے قیام اور علم کی نشر اشاعت میں خلیفہ ناصر دین اللہ خلیفہ الحکم الثانی کی نظیر تھا۔ مورخ ابن خلدون لکھتا ہے:

”الحکم الثانی کے زمانہ میں اندلس میں اتنے کتب خانے جمع ہو گئے تھے جو نہ اس سے کسی کے عہد میں اور نہ اس کے بعد کسی کے دور میں جمع ہوئے سوائے الناصر عباسی ابن

کے“ (۱۷۸)

خلیفہ الناصر عباسی کا عظیم الشان کتب خانہ تھا، اس میں مختلف علوم و فنون کی اس کثرت سے کتابیں جمع کی گئی تھیں کہ اس کتب خانہ سے مختلف کتب خانوں میں ہزاروں کی تعداد

کتابیں وقف کی گئی تھیں، صرف مدرسہ نظامیہ بغداد میں دس ہزار مجلدات بھیجی گئی تھیں۔ ابن الجوزی کا بیان ہے: ”سنہ ۵۸۹ھ میں خلیفہ نے مدرسہ نظامیہ کے دارالکتب کی تجدید کی اور

میں دس ہزار مجلدات بھیجیں جن میں نامور خطاط کی لکھی ہوئی کتابیں تھیں“ (۱۷۹)

خلیفہ نے شاہی کتب خانہ سے انتخاب کا اہم کام نامور مہندس و عالم محاسب برہان الدین الرشید مبشر بن احمد رازی المتوفی ۵۸۹ھ کے سپرد کیا تھا اور انہی کے زیر نگرانی خزانہ دارالم

خزانہ رباط خاتونی، اور کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں کتابیں انتخاب کرا کر بھیجی گئی تھیں (۱۸۰)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابوں کے انتخاب و خریداری کے لئے مخصوص طور پر بھی مقرر کئے جاتے تھے۔ بادشاہوں، وزیروں اور امیروں کے کتب خانوں میں ایک ایک کتاب

کئی کئی نسخے تحقیق کے لئے ہی نہیں تقسیم کی غرض سے بھی رکھے جاتے تھے جیسا کہ یحییٰ بن برکی اور عبد الملک زیات کے کتب خانے میں اس کا تفصیل سے ذکر آئے گا۔



## (۱۶) خلیفہ المستنصر باللہ کا کتب خانہ

المستنصر باللہ ابو جعفر منصور بن محمد بن احمد عباسی (۵۸۸-۶۴۰ھ / ۱۱۹۲-۱۲۴۲ء) بڑا فاضل، سخی، معارف پرور، علم و اہل علم کا قدردان اور بزرگوں کا عقیدت مند تھا۔ داد و دہش بہت کرتا تھا، رفاہ عام کے کاموں میں خوب دلچسپی لیتا تھا۔ اسے تعلیم و کتب خانوں سے خاص شغف تھا، اس نے جامعہ مستنصریہ قائم کیا تھا۔ سبط ابن الجوزی کا بیان ہے: ”مذہب کے معاملہ میں متعصب نہیں تھا، دنیا میں جامعہ مستنصریہ کی نظیر نہ تھی اور نہ عراق میں پہلے کبھی اس جیسا مدرسہ بنایا گیا تھا، اس نے مسجدیں اور مزار بنوائے، راستوں پر سرائیں آباد کی تھیں۔ یہ بزرگوں کی زیارت کرتا، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا، ان کے حالات معلوم کرتا رہتا“ (۱۸۱)

مورخ ابن الفوطی لکھتا ہے ”اس کا ظاہر و باطن بہت اچھا تھا، رعایا کے ساتھ انصاف کرتا اور علماء کا احترام کرتا تھا“ (۱۸۲)

مورخ ابن الطقطقی رقمطراز ہے ”اس کی عمدہ یادگار ہیں، ان میں سب سے بڑی یادگار المستنصریہ ہے اور انہی میں خان حربی، اس کا پل، نواح واسط میں نہر ساہس کی باط، خاتونی رباط، مسجدیں، رباطات اور مہمان خانے وغیرہ ہیں“ (۱۸۳)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

”اس نے اہل علم اور اہل دین کو اپنے قریب رکھا، مدرسے، سرائیں، شفا خانے بنوائے، این کابول بالا کیا، سنن کی اشاعت کی“ (۱۸۴)

مستنصر باللہ کا نہایت عظیم الشان کتب خانہ تھا، اس کی وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ جامعہ مستنصریہ کی تکمیل کے بعد اس میں دینی، سائنسی، تاریخی و ادبی علوم کی نہایت بڑی ایک سو ساٹھ (۱۶۰) بار شتر کتابیں خزانہ شاہی سے منتقل کی گئی تھیں۔ اس کے وزیر نصیر الدین ابوالاثر احمد بن ناقد المتونی ۶۴۳ھ نے خازن کتب و شیخ رباط حریم عبدالعزیز بن دلف اور خزانہ شاہی کے خازن ضیاء الدین احمد کو مدرسہ میں آکر کتابوں کو رجسٹر میں داخل کرنے اور فہرست سے مقابلہ کرنے پر مامور کیا تھا، انہوں نے فہرست سے مقابلہ بھی کیا اور انہیں اچھی ترتیب پر فنوار مرتب کیا تاکہ آسانی سے نکالا جاسکے اور نکالنے والے کو کوئی دقت پیش نہ آئے (۱۸۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دانشگاہوں کے کتب خانوں میں کتابیں موضوعی ترتیب سے

رکھی جاتی تھیں۔ جامعہ مستنصریہ کا کتب خانہ کتابوں کی کثرت اور نسخوں کی ندرت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس میں بہت سے خزان کتب وقف کئے گئے تھے اور اس میں وقف کردہ نسخوں کے حسن و خوبی کی مثال کبھی کانوں نے سنی بھی نہ تھی (۱۸۶)

## (۱۷) خلیفہ مستعصم باللہ کا کتب خانہ

مستعصم باللہ ابو احمد عبداللہ بن منصور بن محمد عباسی (۶۰۹-۶۵۶ھ / ۱۲۱۲-۱۲۵۸ء) یہ آخری عباسی تاجدار علم اور اہل علم کا قدردان تھا، اس نے تحت خلافت پر متمکن ہونے کے سال بھر بعد ۶۴۱ھ میں اپنے محل سرا کے پاس منظرۃ الریحانیین میں باغ کے پیچھے ایک عظیم الشان کتب خانہ بنوایا تھا۔ اس کی دیواروں پر ملک الشعراء صفی الدین عبدالمومن کے حسب ذیل اشعار کندہ کرائے تھے۔

انشاء خلیفۃ العلوم خزانہ

سارت بسیرہ فضله اخبارها

خلیفہ نے علوم کا خزانہ بنایا خلیفہ کی فضیلت ماب سیرت کی وجہ سے اس کی داستان دور تک پھیل گئی ہے۔

تجلو عروسا من غرائب حسنہا

درالفضائل والعلم نثارها

فضائل کے موتی اور علوم کی لڑیاں دلہن کے حسن کو نکھار رہے ہیں۔

اہدی مناقبہ لها مستعصم

باللہ من لا لائہ انوارها (۱۸۷)

اللہ سے اس خلیفہ کے لئے حفظ و امان کا طالب ہوں علوم و فضائل کے موتی اور انوار اس کے حضور میں بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ افتتاح کتب خانہ کے موقع پر شاعر اشعار کہتے تھے اور انہیں کتب خانوں کی دیواروں پر کندہ کرایا جاتا تھا۔ اس کتب خانہ میں نہایت نفیس کتابیں منتقل کی گئیں اور ان کی چابیاں اس کے خازن صفی الدین کے سپرد کی گئی تھیں (۱۸۸) خلیفہ نے وسط بغداد میں فروشوں کے بازار سے متصل 'قصر شاہی' کے قریب بہت بڑے باغ کے پیچھے آمنے سامنے باب کے پاس دو کتب خانے بنائے تھے۔ صفی الدین کا بیان ہے "یہ منظرہ 'مستظہر باللہ

جلسرے متصل بنوایا تھا۔ اس کے پیچھے بڑا وسیع باغ تھا اور اس میں آنے سے سامنے دو کتب خانے تھے جنہیں خلیفہ شہید مستعصم باللہ نے المنظرہ کے پیچھے تعمیر کرایا تھا (۱۸۹)۔ ان میں سب سے پہلے کتب خانے پر مندرجہ ذیل اشعار کندہ تھے۔

انشاء عمارتھا خلیفۃ عصرہ  
ولا زالت الاملاک من انصارہ

خلیفہ وقت نے اس عمارت کتب خانہ کو تعمیر کرایا ہے، تمام املاک اس کی مددگار اور اس کے زیر تصرف ہیں۔

مستعصم باللہ من اوصافہ

جمع العلوم بلیلہ ونہارہ

مستعصم باللہ (اللہ کی رسی کو تھامے رکھنا اور اسی سے التجا کرنا) اس کے اوصاف میں سے ہے، نے علوم و فنون کو شب و روز جمع کیا ہے۔

فاصولھا من بیتہ وفروعھا

تقرا علیہ وکتبہ فی دارہ

اصول و فروع اسی کے گھر سے نکلے ہیں، وہ اس پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کی کتابیں اس کے گھر میں ہیں۔

اور دوسرے کتب خانہ پر حسب ذیل شعر لکھے ہوئے تھے۔

خلیفۃ اللہ قد اکملت بنیتھا

فلیس فی وقتھا شیء یدانیھا

خلیفہ اللہ نے اس عمارت کی بنیاد کی تکمیل کی ہے چنانچہ اس وقت کوئی عمارت اس کا مقابلہ نہیں کرتی۔

اودعتھا من عقول الناس ما سمحت

به النفوس و ابدت من معانیھا

اہل علم و دانش نے جو علوم و فنون کتابوں میں یادگار چھوڑے ہیں اور جو معانی بیان کئے ہیں ان کو اس کتب خانہ میں ودیعت رکھا گیا ہے۔

حتی کان شیوخ العلم قاطبۃ

جاء ۱۹ الیک وقد انکبتھم فیھا (۱۹۰)

تا آنکہ تمام شیوخ علم تیرے پاس آئے اور تم نے کتب خانہ قائم کر کے ان کے علوم و

معارف کو محفوظ کر دیا۔

ان کتب خانوں میں ایک ”خزانہ الکتب القدیمہ“ اور دوسرا ”خزانة الکتب الجدیدہ“ کے نام سے موسوم تھا۔ ان کے خازن بھی دو تھے، قدیم کتب خانہ کے خازن صدر الدین علی بن اور کتب خانہ جدید کے خازن صفی الدین عبدالمومن ارموی موسیقار تھے (۱۹۱) خلیفہ مستعصم قدیم۔ خزانة الکتب میں بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کرتا اور جن لوگوں کی درخواست پر صدر الدین سفارش کرتے تھے اپنی مرثیت کرتا تھا (۱۹۲)

## باب سوم

## دوسرا حصہ (اجمالی خاکہ)

☆ خلفاء بغداد سے الحاق رکھنے والے شاہان :-	
(۱) طاہریہ	(۲) صفاریہ
(۳) سامانیہ	(۴) طولونیہ
(۵) حسویہ	(۶) دہلیلی
(۷) بنو کاکیہ	(۸) بنو مزید
(۹) خوارزم	(۱۰) غزنویہ
(۱۱) سلجوق	(۱۲) نیمروز
(۱۳) آل نہاوند	(۱۴) زیدینہ یمن
(۱۵) ماروین	(۱۶) جزرہ
(۱۷) ایوبیہ	(۱۸) انبالہ کے کتب خانے

☆ خلفاء بغداد سے ہمسری کرنے والے خلفاء :-	
(۱) فاطمین مصر	(۲) بنو حمدان حلب
(۳) بنو عمار شام	(۴) اموی خلفاء اندلس کے کتب خانے





## (دوسرا حصہ)

(۱) خلفاء بغداد سے الحاق رکھنے والے فرمانرواؤں کے کتب خانے

(۱) طاہریہ (۲۰۵-۲۵۹ھ / ۸۲۰-۸۶۲ء) کا کتب خانہ

خانوادہ طاہریہ عہدِ عباسی میں سب سے پہلا نیم خود مختار حکمران خانوادہ تھا جو ۲۰۵ سے ۲۵۹ھ تک خراسان پر حکمرانی کرتا رہا اور علم و فضل کا چرچا اس خاندان میں چوتھی صدی ہجری تک رہا۔

ابو العباس عبد اللہ بن طاہر بن الحسن الخزاعی (۷۹۸-۶۸۳ھ / ۱۸۲-۲۲۰ھ) عالم، بہت سخی، علم دوست (۱۹۳) ادیب، شاعر، موسیقی کا ماہر (۱۹۳) نہایت ہوشمند و بہادر تھا (۱۹۵) اس کے ادیبانہ و دانش مندانہ اقوال ثعالبی نے شمار القلوب میں نقل کئے ہیں (۱۹۶) فراء نے کتاب الہی اس کے نام معنون کی تھی (۱۹۷) یہ اشاعتِ علم پر بہت زور دیتا اور کہتا تھا ”ینبغی ان یبذل العلم لاهلہ وغیر اہلہ فان العلم امنع لنفسہ من ان یصیرالی غیر اہلہ“ (۱۹۸) لائق تر بات یہ ہے کہ علم، اہل و نااہل ہر ایک کو بتایا جائے کیونکہ علم بالطبع اس سے مانع ہے کہ وہ غیر اہل کو ملے۔

شعراء اور علماء کو خوب داد و دہش کرتا تھا (۱۹۹) اس خانوادہ میں طاہر بن عبد اللہ المتوفی ۲۴۸ھ جو محدث بھی تھا خراسان میں ان کے کتب خانے کا نام ”خزانۃ الحکمہ“ تھا، ابن الاعرابی اور ابو عمرو شیبانی کے تلمیذ و راوی ابو سعید احمد بغدادی ضریر (تائینا) (۲۰۰) اور ابو العمیثل عبد اللہ بن خلیل المتوفی ۲۴۰ھ نامور لغوی، شاعر و مصنف (۲۰۱) اس کتب خانے کے ناظم و خازن تھے (۲۰۲) محمد بن طاہر المتوفی ۲۶۲ھ بھی عالم و فاضل اور طلحہ بن طاہر آل طاہر کا حکیم و فلسفی مشہور تھا، انہوں نے کتب خانہ کے ذخیرے کے بڑھانے میں بے دریغ دولت خرچ کی تھی۔

رے میں اس خاندان کا ایک خزان کتب تھا جہاں ہر علم و فن کی کتابیں جمع کی گئی تھیں اور وہ ”خزان طاہریہ“ کے نام سے مشہور تھا۔ خلیل بن احمد کی کتاب العین کا نسخہ اس کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ یہاں سے وہ نسخہ عراق میں آیا تھا (۲۰۳) نیشاپور کے مشہور محلہ رمیان میں بھی آل طاہر بن الحسن کے محلات تھے (۲۰۴) اور شازیاخ (۲۰۵) میں بھی، اس لئے بہت ممکن ہے کہ یہاں بھی اس کا کتب خانہ ہو۔

آل طاہریہ پر جب زوال آیا اور خزائن طاہریہ ورثاء میں تقسیم ہوا تو معلوم ہوا کہ اس خزائن کتب میں مشہور مصنفین کی بعض ایسی کتابیں بھی تھیں جو انہوں نے قدردانی کی وجہ سے انہیں بھیجی تھیں اور ان کے نسخے بھی اپنے پاس نہیں رکھے تھے اس لئے وہ کتابیں ان کے تلامذہ کی روایت سے بھی نہیں پھیل سکی تھیں۔ ابو عبید قاسم بن سلام جن کی تصانیف ان کے تلامذہ کے ذریعہ مشرق و مغرب (ایشیا و یورپ) میں پہنچ گئی تھیں۔ حریم طاہری بغداد میں جو آل طاہر کا مسکن تھا ان کی تصانیف فروخت کے لئے رکھی گئیں تو ابو عبید کی بعض تصانیف خطیب کی نظر سے گزریں جن کا کسی کو علم بھی نہ تھا (۲۰۶) اس سے خزائن طاہریہ کی ندرت و اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲) شاہانِ لیشیہ صفاریہ (۲۵۴-۳۹۳ھ / ۸۶۸-۱۰۰۲ء) کے کتب خانے

اس خانوادہ شاہی کو معارف پروری اور کتب خانہ سازی میں شہرت حاصل ہے۔

(۱) یعقوب صفار

ابو یوسف یعقوب بن لیث صفار (شہسوار) (۶۸۷-۷۶۵ھ) بڑا بہادر اور خراسانی و فارس کا فرمانروا تھا۔ یہ علم و اہل علم کا قدردان اور کتابوں کا شوقین تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا عمدہ کتب خانہ تھا۔ اس نے ابو حاتم سجستانی المتوفی ۲۵۰ھ کا کتب خانہ چودہ ہزار دینار میں خریدا تھا (۲۰۷) یہ اہل علم کو سفر میں بھی ساتھ رکھتا تھا (۲۰۸) اس کے جانشینوں میں ابو جعفر احمد بن محمد المتوفی ۳۵۲ھ اور خلف بن احمد بڑا عالم اور علم و فن کا مربی تھا (۲۰۹)

## (ب) خلف سجزی

ابو احمد خلف بن احمد بن محمد صفار سجزی (۹۳۷-۱۰۰۹ء/۳۲۶-۳۹۹ھ) عالم، سخی، علماء  
اہل فن کا قدردان تھا (۲۱۰) اس نے اپنی فرمانروائی کے زمانہ میں ایک ہزار رباطات اور پانچ سو  
ہمیں بنوائی تھیں (۲۱۱) نہایت بلند پایہ محدث تھا۔

حاکم نیشاپوری نے جو ان کا تلمیذ تھا، تاریخ نیشاپور میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ جلالت  
و اہل علم کی قدردانی میں یکتائے زمانہ فرمانروا تھا۔ اہل علم میں سے جو کوئی اس کے پاس آتا اس  
، ساتھ احسان کرتا تھا۔ ۳۲۳ھ میں موصوف کا ورود نیشاپور میں ہوا تو دارِ اہل منصور میں قیام  
ایا، سماع حدیث کی خاطر علماء صبح و شام ان کے پاس آتے رہے، بغداد پہنچے تو امام دار قطنی نے ان  
ے فوائد کی تخریج کی (۲۱۲)

ابو سعید حسن بن احمد بن زیاد رازی کا بیان ہے کہ بادشاہوں اور حکمرانوں میں اس سے  
ہ کر اہل علم کے حقوق و آداب کا ملحوظ رکھنے والا کوئی نیشاپور میں نہیں آیا (۲۱۳)  
موصوف کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ایک عظیم منصوبہ کے تحت سجستان میں  
بڑے علماء کو بلا کر انہیں قرآن مجید کی نہایت جامع و مبسوط تفسیر لکھنے پر مامور کیا اور ہدایت کی  
لہ نحو و لغت، فقہ و حدیث، ادب و قرأت کا کوئی نکتہ فراموش نہ کریں۔ اس عظیم منصوبہ کی تکمیل  
میں ہزار دینار صرف کئے۔ یہ عظیم الشان تفسیر سو جلدوں میں مکمل ہوئی تھی (۲۱۴) سب سے  
بی تفسیروں میں اس کا شمار ہے (۲۱۵) اس کا نسخہ ۵۳۵ھ تک مدرسہ صابونی نیشاپور میں موجود  
ما (۲۱۶) ابو الشرف ناصح بن ظفر جریاذ قانی المتوفی ۶۰۴ھ نے اصفہان میں کتب خانہ آل خجند  
میں اس کا مکمل نسخہ دیکھا تھا (۲۱۷) ہندوستان میں بحالت قید اس فرمانروا کا انتقال ہوا تھا (۲۱۸)  
موصوف کے پاس موروثی کتب خانہ تھا۔

### (۳) شاہانِ سامانیہ (۲۰۴-۳۹۰ھ / ۸۷۴-۹۹۹ء) کا کتب خانہ

یہ خانوادہ شاہی علماء و فضلاء کی قدر دانی، علوم و فنون کی سرپرستی و کتب خانوں کی ترقی میں بہت ممتاز ہے۔ ان کے دورِ حکمرانی میں خراسان و ماوراء النہر کا علاقہ مرکز علم و خیر کی کان بنا ہوا تھا۔ فقہاء کو شاہوں کا رتبہ حاصل تھا (۲۱۹) اس خانوادہ شاہی کا نہایت عظیم الشان کتب خانہ صوان الحکمہ قصر شاہی میں محفوظ تھا جس کا ذکر کتب تاریخ میں چھٹی صدی ہجری تک ملتا ہے۔

رضی الدین ابو القاسم نوح بن منصور بن نوح بن نصر سامانی (۹۶۴-۹۹۷ء / ۳۵۳-۳۸۷ھ) کے دور میں اس خانوادہ شاہی کے موروثی کتب خانہ کی عظمت و وسعت کا راز کھلا جو بخارا میں قصر شاہی میں صوان الحکمہ کے نام سے موسوم تھا (۲۲۰) ابن سینا کا بیان ہے:

”نوح بن منصور ایک مرتبہ بیمار ہو گیا اور مجھے علاج کے لئے بلایا گیا۔ میں نے علاج کیا اور اچھا ہو گیا“ میں نے ان کے کتب خانہ میں مطالعہ کی اجازت چاہی، اجازت مل گئی، جب داخل ہوا دیکھا کہ بہت سے کمرے ہیں اور ہر کمرے میں کتابیں صندوقوں میں تہ تہ اوپر تلے رکھی ہوئی ہیں۔ ایک کمرے میں ادب کی کتابیں ہیں، ایک میں فقہ کی رکھی ہوئی ہیں۔ اس طرح ہر کمرے میں ایک موضوع کی کتابیں علیحدہ رکھی ہوئی تھیں، میں نے قدامت کی کتابوں کی فہرست کا مطالعہ کیا اور ان میں ایسی ایسی کتابوں کے نام دیکھے جن کا اہل علم نے کبھی نام بھی نہیں سنا تھا۔ یہ ایسی کتابیں تھیں جنہیں میں نے نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں کبھی مجھے ان کا دیکھنا نصیب ہو سکا۔ میں نے ان کتابوں کو پڑھا اور ان کے فوائد سے بہرہ مند ہوا“ (۲۲۱) بعد میں ابن سینا کو اس کتب خانہ کا خازن بنایا گیا (۲۲۲) پھر اس میں آگ لگ گئی، اس کا الزام بھی اس کو دیا جاتا ہے لیکن یہ درست نہیں (۲۲۳)

ابن سینا کے مذکورہ بالا بیان سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ شاہانِ سامانیہ کا موروثی کتب خانہ صوان الحکمہ موضوعی ترتیب پر مرتب تھا اور اس کا کیتلاگ کتابی صورت میں موجود تھا۔ نیز اس سے اس کی کثرت و ندرت کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے مگر اس کی مجموعی تعداد کا سراغ نہیں لگتا۔

اس حکمران خاندان کی علم دوستی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نوح بن منصور صاحب بن عباد کو منصب وزارت کے لئے خفیہ خط بھیجا جس کے جواب میں اس نے لکھا کہ

کتب خانہ چار سو بار شتر کتابوں پر مشتمل ہے، اس کالے جانا آسان نہیں اس لئے میں معذرت چاہتا ہوں (۲۲۴) نوح بن منصور سامانی نے ۳۵۰ھ میں قاضی ابو سعید سیرانی نحوی سے ایک خط میں دریافت کیا تھا کہ ایسی کتاب بتائیں جس میں نحو و ادب کے چار سو سے زیادہ مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہو (۲۲۵)

حاکم ماوراء النہر نوح بن منصور المتوفی ۳۴۳ھ بلند پایہ و بالغ نظر عالم تھا۔ وزیر بلعمی، مرزبان بن محمد ابن خزابہ، ابو جعفر شاہ بختان جیسے نامور فضلاء اپنے مکاتیب میں اس کو امام المسلمین، شیخ الاسلام، شیخ الجلیل، شیخ الفرد کے القاب سے یاد کرتے اور قرآن و حدیث، شعر و لغت کے سینکڑوں مسائل موصوف سے پوچھتے تھے (۲۲۶)

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خانوادہ اسماعیلی نہ تھا نیز یہ سوالات نوح بن منصور کے علمی ذوق اور اس کے خزانۃ الکتب کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان بالغ نظر ادباء، علماء، فرمانرواؤں کی وجہ سے ان کے قلمرو خراسان و ماوراء النہر میں علم کا خوب چرچا تھا یہاں فقہاء کو بادشاہوں کا مرتبہ حاصل تھا (۲۲۷)

اس ترقی یافتہ دور میں سائنس دانوں کو بھی بادشاہ کا مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ شاہان سامانیہ کی اپنے قلمرو میں علمی تحریک سے بی شمار علماء کو تفسیر، فقہ، حدیث، کلام، تصوف، ادب اور لغت میں اختصاص کا درجہ حاصل کرنے کے لئے ان بلاد کا سفر کرنا پڑا، ان علوم کی توجیہ میں شہرت اور نقد و کلام میں سیادت انہی خراسانی علماء کو حاصل رہی (۲۲۸)

### (۴) شاہان طولونیہ (۲۵۴-۲۹۲ھ / ۸۶۸-۹۰۴ء) کا کتب خانہ

ابو العباس احمد بن طولون (۸۳۵-۸۸۴/۲۲۰-۲۷۰ھ) حاکم مصر و شام، حافظ قرآن، بہادر و سخی تھا (۲۲۹) اس نے قاہرہ میں مسجد تعمیر کرائی جو جامع ابن طولون کے نام سے مشہور ہے، اس سے متصل شفا خانہ بنایا اور اس میں خزانۃ الکتب قائم کیا جس میں تمام علوم و فنون کی ایک لاکھ سے زیادہ مجلدات جمع کی تھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں شفا خانے کے ساتھ کتب خانے بنانے کا سہرا مسلمان فرمانروا ابن طولون کے سر ہے۔ عہد عباسی میں جس طرح جسمانی صحت کی بقاء و ترقی کے لئے شفا خانہ بنایا جاتا تھا اسی طرح علمی و دماغی ترقی اور روحانی صحت کو پروان چڑھانے کے لئے کتب خانے کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا (۲۳۰)



## (۵) شاہانِ حسنیہ (۳۲۸-۴۰۶ھ / ۹۵۹-۱۰۱۵ء) کے کتب خانے

حسنیہ بن حسین کردی (۰۰-۶۹۷۱/۰۰-۳۶۹ھ) پچاس برس (۵۰) تک بلا دینور ہمدان، نہاوند کا حکمران رہا (۲۳۱) نیک سیرت، مخیر (۲۳۲) معارف پرور، اہل علم کا قدردان اور کتابوں کا شوقین تھا۔ اس کا ذاتی کتب خانہ چوتھی صدی ہجری کا قابل اعتناء و لائق دید کتب خانوں میں سے ایک تھا (۲۳۳) حکیم و شاعر ابو عبد اللہ ضمیری نے محمد بن زکریا رازی کی طب کی کتاب المنصوری کا دانش نامہ کے نام سے ۳۵۸ھ میں منظوم ترجمہ کر کے حسنیہ کے نام معنون کیا تھا (۲۳۴)

اس کا فرزند ناصر الدین والدولہ ابو النجم بدر بن حسنیہ بن الحسین کردی (۱۰۱۴ء / المقتول ۴۰۵ھ) بڑا دیندار، منصف، مخیر و مدبر فرمانروا تھا۔ ۳۶۹ھ میں عضد الدولہ نے ان کو کردستان کا حاکم بنایا، اس نے دو ہزار سے زیادہ مسجدیں، رباطات وغیرہ تعمیر کرائی تھیں (۲۳۵) ایک لاکھ دینار رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کئے تھے (۲۳۶) اس کے باپ کا مشہور کتب خانہ اس کی جانشینی کے بعد اس کے تصرف میں رہنا ظاہر و باہر ہے۔

## (۶) شاہانِ دہلی (۳۲۰-۴۲۷ھ / ۹۳۲-۱۰۵۵ء) کے کتب خانے

یہ شیعہ فرمانروا کا خانوادہ بھی کتب خانہ سازی میں ممتاز رہا ہے لیکن ان کے زیر سایہ کس قسم کا ادب پروان چڑھا اس کا اندازہ علامہ ابن تیمیہ کے مندرجہ ذیل تبصرہ سے کیا جاسکتا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

”شاہانِ بنی بویہ کے دور میں معاملہ برعکس رہا، ان کے دور میں مذاہب مذمومہ کی بہت سی اصناف پنپیں، زناوتہ، قرامطہ کی کثرت رہی، فلاسفہ، معتزلہ و روافض کو غلبہ حاصل رہا، ان کے عقائد و نظریات کو فروغ ہوا، مسلمان اور اہل سنت کمزور و کمپرسی کے عالم میں رہے، یہاں تک کہ نصاریٰ نے اسلام کی سرحدوں پر تسلط جمایا۔ سرزمین مصر اور مغرب و مشرق وغیرہ میں قرامطہ پھیل گئے اور بہت سے واقعات رونما ہوئے (۲۳۷)

اس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ ان کے زیر سایہ جو ادب پروان چڑھا وہ کس نوع کا ادب تھا اور اس سے کس صنفِ ادب کا اضافہ ہوا۔



## (۱) حبشی بن معزالدولہ احمد بن بویہ بویہ کا کتب خانہ

(۱) حبشی بن معزالدین احمد بن بویہ بویہ (۶۹۷۹-۰۰/۳۶۹-۰۰ھ) کا بصرہ میں بہت عمدہ کتب خانہ تھا۔ جب عزالدولہ بختیار بن معزالدولہ کے فرزند ابو الفضل عباس بن حسین شیرازی المتوفی ۳۶۲ھ نے ۳۵۷/۶۹۶ھ میں اس کو رامہرزم میں قید کیا اور بصرہ میں اس کے مال و متاع کے ساتھ اس کا کتب خانہ جس میں پندرہ ہزار مجلد کتابیں تھیں، 'جزا'، 'شیرازہ بند'، 'مصاحف و غیر مجلد کتابوں کا شمار نہیں (۲۳۸) اس کے بھائی کے قبضہ و تصرف میں آگیا تھا۔

(۲) عزالدولہ ابو المنصور بختیار بن معزالدولہ احمد بویہ (۳۳۱-۳۶۸ھ/۹۴۲-۹۷۸ھ) ادب کا دلدادہ تھا، اس کے بھائی حبشی کا کتب خانہ اس کے تصرف میں آیا تھا۔ اس نے اپنے فرزند مرزبان کو بصرہ کا حاکم بنایا تھا، اس لئے ممکن ہے کہ یہ کتب خانہ بھی مرزبان کی تحویل میں رہا ہو (۲۳۹)

(۳) عضدالدولہ ابو شجاع فنا خسرو ابن الحسن ابن بویہ د یلمی (۳۲۲-۳۷۲ھ/۹۳۶-۹۸۳ھ) کا کتب خانہ: عالم، ادیب و شاعر، نجومی اور علوم ادواکل کا دلدادہ تھا۔ خلیفہ بغداد کے بعد خطبہ میں اس کا نام لیا جاتا تھا (۲۴۰) رفاہ عام کے کاموں میں بہت دلچسپی رکھتا، شفا خانے اور پل بناتا تھا، اہل علم کا قدر دان (۲۴۱) اور کتابوں کا شوقین تھا (۲۴۲) اس نے شیراز میں تین سو ساٹھ کمروں کا نہایت عالی شان محل تعمیر کرایا۔ اس میں کتب خانہ رکھا تھا۔ اس کتب خانہ میں ہر علم و فن کی کتاب تھی، عملہ تھا اور کتابیں بہت نظم و ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ مقدسی نے اس کتب خانہ کو دیکھا تھا (۲۴۳)

(۴) مجد الدولہ ابو طالب رستم بن فخرالدولہ بن بویہ (۳۸۷-۴۲۰ھ) کا کتب خانہ۔ عیش و عشرت و فلسفہ کی کتابوں کے مطالعہ اور ان کی نقل و غیرہ کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔ رے میں اس کا نہایت عظیم الشان کتب خانہ تھا جس میں سو (۱۰۰) بار شتر کتابیں سلطان محمود غزنوی ۴۲۰ھ میں غزنہ لے گیا تھا (۲۴۴)

## (۷) بنو کاگویہ (۳۹۸-۴۸۸ھ / ۱۰۰۷-۱۰۹۵ء) کا کتب خانہ

علاء الدولہ محمد بن کاگویہ (۴۲۷-۴۰۰ھ / ۱۰۳۴-۱۰۰۰ء) علم دوست اور ارباب کمال کا قدردان تھا۔ اس کا اصفہان میں نہایت شاندار کتب خانہ تھا۔ ابن سینا کا جو اس کے دربار سے وابستہ تھا، بیان ہے کہ ابو سہل نے ۴۲۵ھ میں جب اصفہان پر قبضہ کیا تو اس کے مال و متاع کے ساتھ اس کا خزانہ الکتب بھی غزنہ لے گیا اور مسعود بن محمود غزنوی کے خزانہ الکتب میں داخل کیا جسے بعد میں حسین بن حسین غوری کے لشکر نے تباہ کیا تھا (۲۴۵)

## (۸) بنو مزید، فرمانروایان تکریت و حله کا کتب خانہ

ان میں سیف الدولہ کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔ سیف الدولہ ابو الحسن صدقہ بن منصور بن دبیس اسدی (۲۲۲-۵۰۱ھ / ۱۰۵۰-۱۱۰۸ء) عرب اور شرفاء کی تاریخ تھا (۲۴۶) شیعہ خانوادہ کا چشم و چراغ اور شعر و ادب کا دلدادہ تھا (۲۴۷) لکھنا بہت اچھا نہ جانتا تھا لیکن مشکل کتابوں کو پڑھتا تھا کتابوں کا شوقین تھا، اس نے اپنے خزانہ الکتب میں نہایت نفیس کتابیں جمع کی تھیں (۲۴۸) مصنفین و نامور خوشنویسوں کے ہزاروں مجلدات اس میں محفوظ تھے (۲۴۹)

## (۹) شاہان خوارزم (۳۴۰-۶۱۷ھ / ۹۵۱-۱۲۲۰ء) کے کتب خانے

خوارزم یا خیوہ دریائے آمو کی زریں گزر گاہ پر واقع ہے، وسط ایشیاء کے تہذیبی ارتقاء میں یہ بڑی اہمیت کا حامل ہے (۲۵۰) شاہان خوارزم کو معارف پروری اور کتب خانوں کی ترویج و ترقی میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ عہد اسلامی میں پانچویں صدی ہجری میں خوارزم کا دار الخلافہ گونج علمی مرکز تھا۔

(۱) مامون بن محمد بن احمد خوارزم (۳۸۷-۴۰۰ھ / ۹۹۷-۱۰۰۰ء) خوارزم، جرجان حاکم (۲۵۱) اور علم و فن کا مربی تھا۔ اس کا خزانہ الکتب شاہی محل سرا میں تھا، اس کے دربار میں طبیب حکیم ابو سہل جرجانی مسیحی نے اس کے خزانہ الکتب کی زینت کے لئے ایک کتاب تعمیر میں لکھی تھی (۲۵۲) ثعالبی نے نیشاپور میں کتاب الکلیات والتعریض اسی خلیفہ کے لکھی تھی (۲۵۳)

(۲) اتعز بن خوارزم (۵۲۱-۵۵۱ھ / ۱۱۲۷-۱۱۵۶ء) کا بھی خزانہ الکتب تھا

زمحشری المتوفی ۵۳۸ھ نے ”مقدمتہ الادب“ اس کے خزانہ الکتب کے لئے لکھی تھی، اس میں اس کی علم دوستی کا ذکر کیا ہے (۲۵۳)

(۳) ابو الفتح خوارزم شاہ ایل ارسلان بن اتعز بن محمد (۵۶۸-۰۰/۱۱۷۲-۰۰) ۵۵۱ھ/۱۱۵۶ء میں تخت پر بیٹھا (۲۵۵) بہت علم دوست، معارف پرور بادشاہ تھا، اس کے پاس بھی کتب خانہ تھا۔ رشید الدین وطواط نے اس کے لئے ”فصل الخطاب من کلام امیر المومنین عمر بن الخطاب“ لکھی تھی جسے شاہی کتب خانہ کی زینت بنایا گیا تھا (۲۵۶)

(۴) ابو القاسم محمود بن ایل ارسلان بن اتعز خوارزم شاہ (۵۸۹-۰۰/۱۱۹۳-۰۰) ۵۶۸ھ/۱۱۷۲ء میں تخت نشین ہوا (۲۵۷) معارف پروری اور علم دوستی میں باپ کا سچا جانشین تھا۔ اس کا ذاتی کتب خانہ تھا۔ وطواط نے اس کے کتب خانے کے لئے متعدد کتابیں لکھی تھیں (۳۵۸)

(۵) ابو المنظر نکش بن ایل ارسلان بن اتعز خوارزم شاہ (۵۶۸-۵۹۶ھ/۱۱۷۲-۱۱۹۹ء) علم و فن کا دلدادہ و اہل علم کا قدردان تھا۔ اس نے اہل کمال و ادباء کو اپنے گرد جمع کیا تھا۔ نامور فضلاء نے اس کے نام کتابیں معنون کی تھیں۔ فخر الدین رازی نے تقسیم علوم میں کتاب الستینی اس کے نام معنون کی تھی (۲۵۹) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بھی خزانہ الکتب تھا۔

(۱۰) شاہانِ غزنویہ (۲۵۱-۵۸۲ھ / ۹۶۲-۱۱۸۶ء) کے کتب خانے

(۱) محمود بن سبکتگین کا کتب خانہ

(۱) یحییٰ الدولہ ابو القاسم محمود بن سبکتگین غزنوی (۳۶۱-۴۲۱ھ / ۹۷۱-۱۰۳۰ء) علوم و فنون کا ولدادہ و معارف پرور تھا۔ غزنہ اس کے زمانہ میں علوم و معارف کا مرکز بنا ہوا تھا (۲۶۰) مورخ عبدالغافر فارسی کا بیان ہے:

”محمود کی مجلس علماء کا آستانہ ائمہ و قضاة کا ٹھکانہ تھا ہر شخص کے مرتبہ کو جانتا اور اس کے مطابق اس سے گفتگو کرتا تھا ہر فن کے نامور علماء و ائمہ فن کو دار الخلافہ غزنہ میں بلاتا اور ان کے محلات قصر شاہی کے متصل بنواتا، ان کی قدر و منزلت کے مطابق انہیں بلند مناصب پر ممتاز کرتا۔ بڑے بڑے انعام سے سرفراز کرتا تھا (۲۶۱) اس نے غزنی میں بہت بڑا مدرسہ اور اس کے متصل کتب خانہ بھی قائم کیا تھا جس میں نادر و قیمتی کتابیں جمع کی تھیں (۲۶۲) اس کے مصارف کے لئے گاؤں اور اراضی وقف کی تھیں (۲۶۳) علماء، طلبہ اور اساتذہ کے وظائف شاہی خزانے سے جاری کئے تھے (۲۶۴) اس کے زمانہ میں علمی و ادبی تحریک کو بہت فروغ حاصل ہوا (۲۶۵) امام ابن تیمیہ اس کے دور حکومت کے متعلق رقمطراز ہیں:

”سلطان محمود بن سبکتگین کی مملکت اپنے ہمعصوروں میں سب سے بہتر مملکت تھی اسلام و اہل سنت کو اس کی مملکت میں شوکت و غلبہ حاصل تھا اس نے مشرکین ہند سے جنگیں لڑیں انصاف کا ایسا بول بالا کیا کہ اس سے پہلے نہ تھا، اس کے دور حکمرانی میں سنت کو غلبہ تھا اور بدعات مخفی تھیں“ (۲۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اس کی فرمانروائی کے زمانے میں ذخائر کتب میں خالص اسلامی ادب کو زیادہ فروغ حاصل رہا اس نے دوسرے علوم کی بڑی سرپرستی کی ہے۔

محمود غزنوی خطیب و ممتاز حنفی فقہاء میں سے تھا اس نے حنفی فقہ کے ساٹھ ہزار مسائل مشتمل کتاب التفرید لکھی تھی بلادِ غزنہ، غور اور ہندوستان میں اس کا بہت چلن تھا (۲۶۷) یہ علماء اور اربابِ کمال کا ایسا قدردان تھا کہ جب اس کو معلوم ہوا کہ سلطان مامون کا دربار دانش مند اور فلسفہ ابن سینا، البیرونی، ابو نصر عراق اور ابو سہل مسیحی سے آراستہ ہے تو اس نے مامون کو خط لکھا کہ اربابِ فن یہاں بھی تشریف لائیں ہم بھی ان کے علوم سے مستفید ہوں۔ بادشاہ نے ان کو سلطانِ خط پڑھ کر سنایا، ابن سینا نے انکار کیا، البیرونی، ابو سہل اور ابو نصر عراق نے اس پیشکش کو قبول

کیا (۲۶۸)

البیرونی کی سلطان محمود کے دربار سے وابستگی علمی دنیا پر ایسا احسان ہے جو کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی، ہندوستان کے مخصوص علوم ریاضی، فلسفہ و الہیات کو اصل زبان سے منتقل کرنا، متعارف کرانا مشاہدے اور تبصرے سے ان کی صحت و غلطی کو بتانا اس کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے جو بھی دنیا میں ہندوستان کے مخصوص علوم پر لکھنا چاہے اس کے لئے البیرونی کی تصانیف سے استفادہ ناگزیر ہے۔ البیرونی دولتِ غزنویہ کا ایسا ہی درخشاں موتی ہے جیسا دولتِ سامانیہ کا ابن سینا ہے (۲۶۹) فردوسی سے شاہنامہ کی تدوین بھی اس کا کارنامہ ہے۔ خراسان و ملتان سے باطنی تحریک کو ختم کرنے کا فخر اسی کو حاصل ہے (۲۷۰) سلطان محمود کتابوں کا شوقین تھا اس کے خزانہ الکتب میں سو بار شتر کتابیں صرف رستم بن فخر الدولہ بویہی کے کتب خانہ سے داخل کی گئی تھیں (۲۷۱)

(۲) مسعود بن محمود کا کتب خانہ

(۲) مسعود بن محمود بن سبکتگین غزنوی (۰۰-المقتول ۴۳۲ھ / ۰۰-۶۱۰۴۰) نجوم، حقائق علوم کا دلدادہ علماء کا قدردان، نہایت علم پرور (۲۷۲) اور اپنے باپ کا سچا جانشین تھا، علماء و ارباب کمال کے ساتھ بیٹھتا اٹھتا اور داد و دہش کرتا تھا انہوں نے اس کے نام کتابیں معنون کی تھیں، اس کی بہت سی یادگاریں مشہور ہیں، اس کا خط بھی بہت عمدہ تھا (۲۷۳) البیرونی نے ”القانون المسعودی“ اس کے نام معنون کی اس نے ہاتھی کے وزن کے برابر سے چاندی دی بایں ہمہ قدردانی اس نے بے نیازی کے ساتھ واپس خزانہ شاہی میں داخل کرادی اور تصنیف و تالیف میں منہمک ہو گیا (۲۷۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں اہل کمال علم کی دولت کے آگے زر و جواہر کو خرف ریزوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے تھے اس قدردان کے لئے البیرونی نے کتاب لوازم الحریکین لکھی تھی (۲۷۵)

## (II) شاہان کبیر سلجوقی (۲۲۹-۵۵۲ھ / ۱۰۳۷-۱۱۵۷) کے کتب خانے

اس خانوادہ شاہی میں معزالدین شاہ کو علوم و معارف اور کتب خانوں سے خاص شغف تھا معزالدین ابو الحارث بن ملکشاہ بن ارسلان (۲۷۶) سلجوقی المعروف خنجر (۲۷۹-۵۵۲ھ / ۱۰۸۶-۱۱۵۷ء) جمانبانی و حکمرانی میں اپنے اسلاف کا سچا جانشین تھا۔ ۵۱۲ھ میں فرمانبردار ہوا عراق و شام، جزیرہ آذربائیجان، ایران، حرمین، خراسان، ماوراء النہر و غزنہ تک خطبہ میں اس کا نام لیا جاتا اور اسے سلطان کے لقب سے پکارا جاتا تھا، پاک دامن، متقی تھا (۲۷۷) اس کے زمانہ میں خراسان علم و فن کا مرکز بنا ہوا تھا اس کے قلمرو میں بڑے شہر مدارس و کتب خانوں سے آباد تھے، یہ مدارس و کتب خانے غزون (ترکوں کی ایک قوم) کے حملوں میں تباہ ہوئے تھے (۲۷۸)

سلطان خنجر شاہی کتب خانہ میں کتابوں کا مطالعہ کرتا اور علماء، حکماء اس میں کتابیں لکھتے تھے۔ ظہیرالدین بیہقی المتوفی ۵۶۵ھ نے حکیم ابوالفتح کوشک کی تالیفات اس کتب خانہ میں دیکھی تھیں (۲۷۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کو اس کتب خانہ سے استفادہ کی اجازت تھی۔ شاہان غور میں سلطان غیاث الدین معارف پروری و کتب خانہ سازی میں شہرت کا حامل تھا۔ غیاث الدین ابوالفتح محمد بن سام بن الحسین مسعودی (۵۹۹-۶۰۰ھ سنہ ۵۵۸ھ / ۱۱۲۰-۱۱۲۱ء) میں سریر آرائے تخت خلافت ہوا بہت علم دوست نامور خطاط ادیب و اہل علم کا قدردان تھا۔ اس نے شافعیہ کی تعلیم کے لئے بہت بڑا مدرسہ بنوایا تھا (۲۸۰) خراسان میں شافعیہ کے مدرسے (اور کتب خانے) قائم کئے مسجدیں اور راستوں پر خانقاہیں تعمیر کرائی تھیں (۲۸۱) جب کہ شہر میں پہنچتا فقہاء اہل شہر پر احسان کرتا، انہیں خلعتیں پہناتا تھا، سال بھر کے لئے اپنے خزانے سے ان کا وظیفہ جاری کرتا فقیروں میں مال بٹواتا تھا خود مصاحف لکھ کر مدرسوں میں وقف کر دیتا تھا (۲۸۲) اس کا دربار علماء سے بھرا رہتا تھا (۲۸۳) پہلے حنفی تھا پھر شیخ محمد بن محمود مرد روزی شافعی المتوفی ۵۹۹ھ کی ترغیب سے شافعی مذہب اختیار کیا اور اس مذہب کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل رہا (۲۸۳)



## (۱۲) شاہانِ نیمروز بحستان (۴۶۰-۶۲۲ھ / ۱۰۶۷-۱۲۲۵ء) کا کتب خانہ

شاہانِ مرغیناں مدت تک خراسان میں فرمانروائی کرتے رہے ان میں سلطان عزالدین عمر، سلطان تاج الدین عثمان اور ان کا بھانجا سلطان رکن الدین علوم و فنون کے مربی تھے۔ تاج الدین ابو الفتح حرب بن محمد (تقریباً ۵۱۲-۶۱۲ھ / ۱۱۱۸-۱۲۱۹ء) نے سیستان میں مدرسے، دارالعلوم اور کتب خانے بنائے تھے اور یحییٰ بن الدین بہرام شاہ حرب بھی علماء، فضلاء کا قدردان تھا اس نے سیستان میں مدرسہ سرحوض بنوایا تھا اس میں سیستان کا مشہور و معروف کتب خانہ تھا (۲۸۵)

## (۱۳) شاہانِ آلِ نہاوند جبال (۴۶۶-۶۰۲ھ / ۱۰۷۳-۱۲۰۵ء) کا کتب خانہ

اس خانوادہ شاہی میں رستم بن علی کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ رستم بن علی بن شہریار (۵۶۰-۶۰۰ھ / ۱۱۶۳-۱۲۰۰ء) یہ مازندان کا بادشاہ اور علم و علماء کا قدردان تھا اس نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو مدرسہ شاہ غازی رستم کے نام سے مشہور تھا اس میں ایک دارالکتب بنوایا اور اس میں کتابوں کا عمدہ ذخیرہ جمع کیا تھا۔ تاریخ طبرستان کا مصنف اسفندیار اس میں بارہا استفادہ کی خاطر گیا تھا (۲۸۶)

## (۱۴) شاہانِ زیدیہ یمن کا کتب خانہ

ان میں سلطان منصور کو شہرت حاصل ہوئی۔ الامام منصور عبداللہ بن حمزہ بن سلیمان زیدی یمنی (۵۶۱-۶۱۳ھ / ۱۱۶۶-۱۲۱۷ء) یہ ۵۹۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ ادیب، شاعر، مصنف و زیدیہ کے ائمہ مجتہدین میں سے تھا اس کا کتب خانہ قلعہ ظفار ذی بن میں زیدیہ کی کتابوں کا جامع تھا اس نے نامور فقیہ و متکلم قاضی جعفر بن احمد بن عبدالسلام المتونی ۵۷۳ھ کو زیدی مسلک کی نشر و اشاعت کے لئے عراق اور محمد بن منصور ترادی کو بلاد جبل و دلیم کی طرف بھیجا تھا۔ اول الذکر یہ عراق سے معتزلہ کی کتابوں کا اور موخر الذکر فقہ و اصول فقہ کا بہت ذخیرہ لایا اور شاہی کتب خانہ میں محفوظ کرایا تھا یہ کتب خانہ اب جامع کبیر صنعاء کے کتب خانہ میں ضم کر دیا گیا ہے اس کی فہرست قاضی محمد حجری نے سنہ ۱۳۲۳ء میں شائع کی تھی (۲۸۷)

## (۱۵) شاہ ماروین کا کتب خانہ

حسام الدین تیمور تاش ابن ایلیغازی ابن ارتق (۰۰- شہید ۷۵۳ھ / ۰۰-۱۱۵۲ء) اکتوبر  
 برس تک ماروین کا فرمانروا رہا۔ بڑا بہادر، فاضل، فلسفی، علم و اہل علم کا قدردان تھا۔ علمی بحثوں میں  
 حصہ لیتا تھا (۲۸۸) اس نے ماروین میں ایک مشہد (زیارت گاہ شہداء) بنوایا تھا (۲۸۹) اس میں حکمت  
 و فلسفہ کی کتابیں وقف کی تھیں بعد میں اسی مشہد کے کتب خانہ میں فخر الدین ماروینی نے اپنا کتب  
 خانہ وقف کیا تھا (۲۹۰) اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مشہد میں بھی کتب خانے قائم کیے  
 جاتے تھے۔

## (۱۶) شاہ جزرہ کا کتب خانہ

محمی الدین محمد بن محمد بن سعید جزری دمشقی (۰۰-۶۵۱ھ) جزرہ کا حاکم اور ”الصاحب“  
 لقب سے مشہور تھا۔ بڑا فاضل ادیب، مصنف، علم و اہل علم کا قدردان تھا اس کا دربار علماء و ادیبوں  
 سے بھرا رہتا تھا۔ مصنفین اپنی تصانیف اس کے نام معنون کرتے اور کتابیں تحفے میں پیش کر-  
 تے تھے (۲۹۱) ابن سعید مغربی نے ”کتاب المغرب فی محاسن اہل المغرب“ اور ”کتاب المشرق فی اخصیاء  
 المشرق“ اس کے نام معنون کی تھیں، اس کا عظیم الشان کتب خانہ ”خزائن صاحبیہ“ کے  
 سے مشہور تھا۔ اس سے اہل علم استفادہ کرتے تھے چنانچہ نور الدین علی بن موسیٰ ابن سعید غرنا  
 المتونی ۶۸۵ھ نے ”فصل الخطاب فی مدارک الحواس الخمس لاولی الالباب“ میں اعتراف  
 ہے کہ اس نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں ”خزائن صاحبیہ“ سے فائدہ اٹھایا تھا (۲۹۲)  
 نور الدین بن سعید جب مغرب سے مشرق میں آئے اور سمندر میں ان کا مال و متاع  
 کتب خانہ ضائع ہوا تو صاحب کے پاس مدت تک اس کا قیام رہا تھا۔  
 محمی الدین کا باپ شمس الدین محمد بھی فاضل تھا اس کی اولاد بھی فاضل و شاعر تھی (۲۹۳)

(۱۷) سلاطینِ ایوبیہ (۵۶۴-۶۳۸ھ / ۱۱۶۸-۱۲۵۰ء) کے کتب خانے

آخری دورِ عباسی میں سلاطینِ ایوبیہ کو علوم و معارف کی سرپرستی اور کتب خانوں کی ترویج و ترقی میں امتیازی مقام حاصل تھا۔ الملک الحسن ابوالعباس احمد بن یوسف بن ایوب (۵۷۷-۶۳۴ھ / ۱۱۸۱-۱۲۳۶ء) محدثین کی قدر کرتا تھا (۲۹۴) اربل میں خود بھی کتابیں نقل کیں و راقوں سے بھی کرائیں اس کے کتب خانہ میں زیادہ تر حوالے کی کتابیں تھیں جو حلب میں اپنے بھائی کے مدرسہ میں وقف کی تھیں (۲۹۵)

(۱) الملک الظاہر ابو منصور غازی کا کتب خانہ

(۱) الملک الظاہر ابو منصور غازی بن صلاح الدین یوسف بن ایوب ایوبی (۵۶۸-۶۱۳ھ / ۱۱۷۳-۱۲۱۶ء) حلب کا فرمانروا، بڑا ہوشمند فقیہ محدث (۲۹۶) اور علماء و فضلاء کا ندردان تھا ان پر خوب داد و دہش کرتا تھا (۲۹۷) موصوف نے ۶۰۸ھ میں یاقوت رومی سے سورالاقلم کا نہایت خوشخط و مصور نسخہ خریدا تھا (۲۹۸) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کتابوں کا شوق تھا اور اس کے پاس بھی عمدہ کتب خانہ تھا۔

(۲) الملک المنصور ناصر الدین ابو المعالی کا کتب خانہ

(۲) الملک المنصور، ناصر الدین ابو المعالی محمد بن عمر بن شہنشاہ ایوبی (۵۷۷-۶۱۷ھ / ۱۱۸۱-۱۲۲۰ء) تیس (۲۳) برس تک حماة کا فرمانروا رہا۔ مورخ، ادیب، شاعر (۲۹۹) اور مصنف تھا (۳۰۰) دو سو سے زیادہ فقہاء، ادباء، حکماء، فلاسفہ، نجومی، منجم و منشی اس کے دربار سے وابستہ تھے۔ کتابوں کا بہت شوق تھا نہایت عمدہ کتب خانہ قائم کیا تھا (۳۰۱)

(۳) الملک المعظم شرف الدین عیسیٰ کا کتب خانہ

(۳) الملک المعظم شرف الدین عیسیٰ بن محمد ایوب دمشق حنفی (۵۷۶-۶۲۴ھ / ۱۱۸۰-۱۲۲۷ء) سلطان صلاح الدین کے بعد دمشق کا فرمانروا ہوا۔ عالم فقیہ، نجومی، لغوی، ادیب، شاعر (۳۰۳) مصنف، علم و اہل علم کا ندردان اور بہت بہادر تھا۔ بہت داد و دہش کرتا تھا (۳۰۴) کئی مدرسے بنوائے تھے (۳۰۵) کتابوں کا بہت دلدادہ تھا، امام ابو حنیفہ کے فقہی مذہب کو دس (۱۰) جلدوں میں "کتاب التذکرہ" میں مرتب کرایا تھا (۳۰۶) سفر و حضر میں اسے ساتھ

رکھتا، اس نے اعلان کرایا تھا کہ جو فقہ میں جامع کبیر کرمانی یا امام محمد (کشف الظنون میں امام محمد ہے) کو اور نحو میں زمحشری کی المفصل کو یاد کرے گا اسے سو دینار (۳۰۷) اور ابو علی فارسی کی کتاب الايضاح کو یاد کرے گا اسے دو سو دینار دیئے جائیں گے (۳۰۸)

اس نے مسند احمد کو ابواب فقہ پر مرتب کرانے اور جمہرہ ابن درید، صحاح جوہر اور تہذیب ارموی سے ایک جامع لغت تیار کرانے کے لئے ماہرین فن کی ایک جماعت کو مامور کیا تھا اور فتح بن علی بنداری المتوفی ۶۴۳ھ سے شاہنامہ فردوسی کا عربی میں ترجمہ کرایا تھا (۳۰۹) دمشق میں اس کا ذاتی کتب خانہ نوادر کتب پر مشتمل تھا۔ یاقوت نے ابو سعد عمیدی کی کتاب "تنقیح البلاغہ" دس جلدوں میں اس کے کتب خانہ میں دیکھی تھی (۳۱۰)

### (۴) الملک الناصر داؤد بن عیسیٰ کا کتب خانہ

(۴) الملک الناصر داؤد بن عیسیٰ بن محمد حنفی (۶۰۳-۶۵۶ھ / ۱۲۰۶-۱۲۵۸ء) الملک المعظم بیٹا اور کرک کا فرمانروا تھا علوم ادب و علم کلام کا شناسا (۳۱۱) ادیب و شاعر، سخی، مناظر (۳۱۲) علم کا قدر دان تھا۔ سلاطین ایوبیہ میں یہ ایسا فاضل بادشاہ تھا جس نے جامعہ مستنصریہ میں فقہاء مناظرہ کیا اور ان پر غالب رہا تھا (۳۱۳) کتابیں جمع کرنے کا ذوق باپ سے ورثہ میں پایا تھا اس نہایت شاندار کتب خانہ بنایا تھا جو اس کی وفات کے بعد ضائع ہو گیا (۳۱۴)

### (۵) الملک الناصر صلاح الدین یوسف کا کتب خانہ

(۵) الملک الناصر صلاح الدین یوسف بن ملک العزیز محمد بن الظاہر غازی ایوبی حلب (۶۲۷-۶۵۹ھ / ۱۲۳۰-۱۲۶۱ء) (۳۱۵) سات برس کی عمر ۶۳۴ھ میں خلیفہ بنایا گیا یہ بنو ایوب آخری خلیفہ تھا جسے ہلاک کرنے قتل کیا تھا۔ ادیب و شاعر، علم و اہل علم کا قدر دان، کریم و بہادر تھا (۳۱۶) اس کی مجلس نداء و ادباء کی مجلس تھی (۳۱۷) اس نے سخ قاسیون دمشق میں دارالحدیث بنایا تھا (۳۱۸) اس کا عظیم الشان خزانہ کتب تھا صدر الدین علی ابن الفرج بصری المتوفی سنہ ۶۵۶ھ کتاب المہاستہ البصری اس کے خزانہ الکتب کے لئے لکھی تھی، اس کی ترتیب و تدوین میں کے خزانہ الکتب سے استفادہ کیا تھا چنانچہ موصوف کا بیان ہے:

”شعری مجموعے ذہن کو جلا بخشتے ہیں اور یہ نوع بنوع معانی کے ترجمان کی طرح ہمارے آقا شاہ ناصر الدین صلاح الدین دنیا و دین، ناصر اسلام ابو المعظم یوسف بن شاہ عزیز بن ظاہر ایوبی (اللہ کرے ہمیشہ ان کا حکم ہر پست و بالا زمین میں نافذ رہے ان شعری مجموعوں کے ہیں جو عرب کا دیوان کہلاتا ہے، اس لئے میں نے ان کے خزانہ الکتب کے لئے اشعار کو

ایک مجموعہ تیار کرنے کا ارادہ کیا جو عمدہ اشعار و بہترین و قانع و اخبار پر مشتمل ہو، طویل نہ ہو، ابواب کتاب کو جامع ہو چنانچہ جو بھی شعری مجموعے مجھے ان کے خزانہ الکتب میں دستیاب ہوئے جیسے علماء کی امالی، ادباء کے حماسے، نامور قدمات و متاخرین شعراء کے دواوین اور فضلاء کے مختارات جیسے ”کتاب الاشباہ والنظائر“ جو خالد بن (ابو عثمان سعید خالدی المتوفی ۳۹۱ھ و ابو بکر محمد خالدی المتوفی ۳۸۰ھ) کی تصنیف ہے بہترین اشعار کی جامع ہے۔ گو اس میں شعروں کے کہنے والوں کی طرف ان اشعار کی نسبت مذکور نہیں نیز کتاب میں عنوانات بھی نہیں ہیں جن کی وجہ سے انہیں یاد کرنا اور سمجھنا دونوں مشکل ہے، میں نے جو مجموعہ تیار کیا ہے وہ بدائع پر مشتمل ہے اور ترتیب کے اعتبار سے بہتر ہے (۳۱۹)

یہ نو سو اکٹھ شعراء کے اور دو ہزار اکٹھ قصائد و مقطعات کا جامع ہے (۳۲۰) ابن سعید اندلسی جب کمال الدین ابن العدیم کے پاس حلب پہنچا اس نے اسے سلطان موصوف سے ملایا، اس نے اس کے بلاد کے حالات معلوم کئے، آمد کا مقصد پوچھا تو اس نے انکشاف کیا کہ میں کتاب المشرق علی المشرق لکھ رہا ہوں جیسے بلاد مغرب میں مغرب فی حلی المغرب لکھی تو سلطان نے کہا۔

تعینک بما عندنا من الخزان تو صلک الی مالیس عندنا  
کخزائن الموصل و بغداد (۳۲۱)

”ہمارے خزانے کتب میں جو کتابیں موجود ہیں ہم ان سے آپ کی مدد کو تیار ہیں اور جو ہمارے پاس نہیں ہیں ہم آپ کو ان کتب خانوں تک پہنچائیں گے۔ جہاں وہ مل سکتی ہیں جیسے موصل و بغداد کے کتب خانے۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہی کتب خانے علماء و محققین کی خدمت کے لئے کھلے رہتے تھے اور جو کتابیں ان خزانے کتب میں نہ تھیں وہ اگر دوسرے کتب خانوں میں موجود ہوتیں تو انہیں وہاں پہنچایا جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں علماء و محققین کو کتابوں کی فراہمی میں کتنی سہولت دی جاتی تھی۔

وزیر جمال الدین قفلی نے اپنے عظیم الشان کتب خانہ کی وصیت اس خلیفہ کے حق میں کی تھی (۳۲۲) اس سے اس کی عظمت، قدر و اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔



## (۱۸) شاہانِ اعقابہ (۱۸۴-۲۹۶ھ / ۷۹۸-۹۰۹ء) کا کتب خانہ

شاہانِ اعقابہ کا قیام ابتدا ہی سے عباسیہ میں تھا پھر ابراہیم اول (۱۸۴ھ) نے رقادہ میں حکمرانی کی یہیں ابراہیم اصغر منتقل ہوا اس کو علوم ریاضی و حکمت و فلسفہ سے بہت لگاؤ تھا اس نے ۲۶۳/۶۸۷ھ میں رقادہ میں بیت الحکمہ کی بنیاد رکھی۔ ماہر طبیبوں، مہندسوں کو بلا کر لایا۔ افریقہ میں اعقابہ خلفاءِ عباسیہ کی باج گزار تھے انہوں نے دو شہر آباد کئے۔ عباسیوں کی قیادت کو خوشنودی کے لئے ایک کا نام العباسیہ رکھا اور دوسرے کا رقادہ العباسیہ کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ قیروان ان ایام میں مرکز تھا۔ اہل افریقہ یہاں آ کر لغت و ادب، فلسفہ و شرعی علوم کی تحصیل کرتے تھے۔ یونانی، فارسی، سریانی و ہندی کتابوں کے ترجمے یہاں آچکے تھے۔ آراء اہل عراق، آراء مدینہ، آراء اوزاعی و شافعی اور آراء معتزلہ سے بحث کی جاتی تھی (۳۲۳)

### بیت الحکمہ

رقادہ کے شاہی محل کے ہلی میں مقام فتح میں واقع تھا اس کے ایک کمرے میں لکڑی کے مارپیوں میں چمڑے یا قرطاس پر لکھی ہوئی کتابیں رکھی تھیں۔ کتابوں کے پڑھنے، مطالعہ و مقابلہ کرنے کی خاص اوقات میں عام اجازت بھی تھی، چنانچہ نادر کتابوں کے شوقین صحیح نسخوں کے مطالعہ کے لئے قیروان سے رقادہ میں آتے اور مہینوں یہاں نقل و مقابلہ میں مصروف رہتے تھے (۳۲۳)

### موضوعات

ان الماریوں میں دینی علوم کے علاوہ یونانی، سریانی، فارسی، سنسکرت کی حساب، فلکیات، نجوم، طب، نباتیات، منطق و فلسفہ کی کتابیں جن کا عہد اموی اور اوائل عہد عباسی شام، عراق، حیرہ وغیرہ میں ترجمہ کیا گیا تھا، رکھی ہوئی تھیں۔ ”بیت الحکمہ“ میں پیشہ مطالعہ کرنے کے لئے غالیچہ بچھے ہوئے تھے۔ بعض کمروں میں آلاتِ فلکیہ اہل مفسرات، جیوب، طول بلد، عرض بلد کی پیمائش کے آلات بھی رکھے ہوئے تھے۔

رقادہ میں یونانی علوم سے اعتناء کیا جاتا تھا مساجد میں ان علوم سے اعتناء نہ تھا اس طبقات کی کتابوں میں ان علماء کا تذکرہ نہیں ملتا جن علماء نے ان علوم کی نشر و اشاعت میں دکھائی تھی۔



## بیت الحکمہ کے ذخیرے میں اضافے

خلیفہ ابراہیم ثانی ہر سال اور بعض اوقات سال میں دو تین مرتبہ اپنا سفیر بغداد بھیجتا یہ سفیر امور خلافت کی انجام دہی کے علاوہ کتابیں بھی مہیا کرتا تھا جن کی نظیر دیارِ مغرب میں نہیں ملتی اس کے لئے سفیر کو بڑی رقم دی جاتی تھی وہ اس رقم سے حکمت و فلکیات وغیرہ کی کتابیں مہیا کرتا اور امور علماء کو ساتھ لاتا تھا۔

۲۹۶ھ میں جب فاطمی خلفاء کا افریقہ پر تسلط ہوا تو انہوں نے اس ذخیرہ کو نقل کرا کر اور فقہ تحائف سے کتابیں وصول کر کے اپنے ذخیروں میں اضافہ کیا ۳۶۲/۶۹۷ھ میں یہ ذخیرہ قاہرہ منتقل کیا گیا۔ یہاں بھی لائبریرین کو صاحب بیت الحکمہ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا۔ ابراہیم ثانی کے دور میں اس اہم خدمت پر ابراہیم شیبانی بغدادی المعروف بالریاضی مامور تھا۔ بیت الحکمہ میں اس کا ترجمہ بھی قائم تھا (۳۲۵)

## خلفاء بغداد سے ہمسری کرنے والے خلفاء کے کتب خانے

(۱) فاطمین مصر (۲۹۷-۵۶۷ھ / ۹۰۹-۱۱۷۱ء) کے کتب خانے

شاہانِ فاطمین مصر کا عہد بھی نہایت شاندار عہد تھا انہوں نے نہایت عظیم الشان تمدنی ثقافتی کارنامے انجام دیئے، قاہرہ آباد کیا، جامع ازہر بنایا جو آگے چل کر اسلامی علوم و معارف سرچشمہ بنا۔ دارالکتب و دارالحکمہ قائم کئے۔ دور دور سے کتابیں جمع کیں، نقل نویس و نگران مقرر کئے اہل علم، طلبہ، اساتذہ و محققین کو ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائیں اور اس باب میں خلفاء عباسیہ کے نقش قدم پر چلے، اس لئے اسلام کے تین عظیم الشان کتب خانوں میں سے فاطمین مصر کا کتب خانہ بھی شمار کیا گیا۔

المعز لدین اللہ ابو تمیم معد کا کتب خانہ

(۱) المعز لدین اللہ ابو تمیم معد بن المنصور اسماعیل ابن القائم الفاطمی العیسیٰ (۳۲۱-۳۶۵ھ / ۹۵۲-۹۷۵ء) کے سپہ سالار نے سنہ ۳۵۸ھ میں مصر فتح کر کے قاہرہ آباد کیا اور وہ سال میں جامع ازہر تیار کی۔ فقہاء کے لئے کمرے بنائے گئے۔ ۳۷۸ھ میں اس میں تعلیم کا آغاز ہوا اور وہ جامعہ بن گئی۔ حاکم بامر اللہ نے اس کے مصارف کے لئے وقف کئے گئے کتب خانہ کو تر دی (۳۲۶) آج بھی جامع ازہر کے کتب خانہ میں تیس ہزار مخطوطات ہیں جن میں علامہ ابن السنی ابن حجر، سیوطی وغیرہ کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے محفوظ ہیں اس کی فہرست چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

کتب خانہ مارستان

ابن الطویر کا بیان ہے کہ ”مجالس المارستان“ میں تمام علوم کی کتابیں دو لاکھ مجلدات سے زیادہ تھیں ان میں مذاہب اربعہ کی فقہ، نحو، لغت، حدیث، تاریخ، سیر ملوک، روحانیات، کتب غرض ہر صنفِ علم کی کتابوں کے کئی کئی نسخے محفوظ تھے۔ ناقص کتابیں اور مسودات دروازے سے متصل ہی اوپر الماریوں میں اور ابن مقلہ و ابن البواب کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخے بکسوں

رکھے ہوئے تھے (۳۲۷) اس سے معلوم ہوا کہ موضوعات کی مذکورہ بالا ترتیب پر کتب خانہ مرتب تھا۔

## (۲) العزیز باللہ ابو منصور نزار کا کتب خانہ

(۲) العزیز باللہ ابو منصور نزار بن معد بن المنصوری عبیدی فاطمی (۳۲۳-۳۸۶ھ/۹۵۵-۹۹۶ء) ۶۹۷۵/۳۶۵ھ میں فرمازوا ہوا یہ بڑا فاضل و ادیب تھا اس نے جو شاہی کتب خانہ قائم کیا تھا وہ چالیس خزانہ کتب پر مشتمل تھا اور ان میں سے ایک خزانہ الکتب اٹھارہ ہزار کتابوں کا جامع تھا مقررزی لکھتا ہے۔

”قال فی کتاب الذخائر عدة الخزان التي برسم الکتب فی سائر العلوم بالقصر اربعون خزانة خزانه من جملتها ثمانية عشر الف کتاب من العلوم القدیمة“ (۳۲۸)

صاحب کتاب الذخائر کا بیان ہے کہ قصر شاہی میں سرکاری کتب خانوں کی تعداد چالیس تھی جو تمام علوم و فنون کی کتابوں کے جامع تھے منجملہ ان کے ایک کتب خانہ میں صرف علوم قدیمہ کی اٹھارہ ہزار کتابیں تھیں۔

خزانة من جملتها الخ ایسا قرینہ ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں خزانہ سے علوم کا نہایت وسیع ذخیرہ کتب اور وہ شعبہ علم مراد ہے جو اپنے ماتحت تمام انواع، اصناف و اقسام کا جامع ہوتا ہے۔ چنانچہ علوم اوائل اس دور میں جملہ انواع فلسفہ، منطق، ریاضیات، نجوم، فلکیات وغیرہ سے عبارت تھا۔

اولگا پنٹون نے مذکورہ بالا عبارت کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ قصر شاہی کا کتب خانہ چالیس کمروں پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر احمد شلبی نے بھی یہی بات پنٹون کے حوالہ سے نقل کی ہے حالانکہ اس عبارت سے مقصد کمروں کی تعداد بیان کرنا نہیں بلکہ کتب خانے کے بڑے اور اہم شعبوں کی نشاندہی کرنا ہے، کمرے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں اور کم بھی، ڈاکٹر شلبی کا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر کمرے میں اٹھارہ ہزار کتابوں کے رکھنے کی گنجائش تھی، درست نہیں (۳۲۹)

صاحب کتاب الذخائر کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ قصر شاہی کا کتب خانہ موضوعی ترتیب پر مرتب تھا اور اس کا کیٹلاگ بھی کتابی صورت میں موجود تھا۔

اس کتب خانہ میں نامور کتابوں کی تکسی ہوئی کتابوں کا ایک سے ایک اعلیٰ نسخہ رکھا جاتا تھا اسی خصوصیت و ندرت کی وجہ سے ایک ایک کتاب کے پینتیس پینتیس اور سینتیس (۳۷) نسخے کتب خانہ میں محفوظ تھے چنانچہ ایک مرتبہ العزیز باللہ فاطمی کے سامنے خلیل کی کتاب العین کا

ذکر آیا خزان کتب سے اس کے چالیس سے کچھ ہی کم نسخے نکال کر پیش کئے گئے ان میں ایک نسخہ خلیل کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا (۳۳۰) اس طرح اس کے سامنے تاریخ طبری کا وہ نسخہ جو سو دینار میں خریدا گیا تھا پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے خزان (خازنان کتب خانہ) سے اس کتاب کے دوسرے نسخے طلب کئے انہوں نے بیس (۲۰) نسخے دکھائے جن میں ایک نسخہ طبری کا لکھا ہوا تھا (۳۳۱)

لفظ خزان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شعبہ کا خازن علیحدہ تھا، فاطمی خلفاء کے شاہی کتب خانہ کے اس نظم و نسق کو دیکھ کر یہ کہنا درست ہے کہ فاطمی خلفاء نے اس امر میں عباسی خلفاء کے نظم کی اتباع کی تھی۔

### الحاکم بامر اللہ ابو علی منصور کا کتب خانہ

(۳) الحاکم بامر اللہ ابو علی منصور بن نزار ابن سعد عبیدی فاطمی (۳۸۶-۴۱۱ھ / ۹۹۶-۱۰۲۰ء) نے جامع ازہر کے بالکل سامنے قصر شاہی کے جنوبی سمت میں دار الحکمہ قائم کیا تھا۔ یہ اس دور میں ایک مدرسہ اور اکادمی تھا جس میں فقہاء، اطباء، ریاضی دان و ہیئت دان تحقیق میں مصروف رہتے تھے اس میں جو کتب خانہ بنا وہ دارالعلم کے نام سے موسوم تھا۔ شاہی خزائنہ الکتب سے جو چھ لاکھ کتابوں پر مشتمل تھا اس میں کتابیں منتقل کی گئی تھیں۔ اہل علم کو داخلہ کی عام اجازت تھی اور ان کے لئے ضرورت کی ہر چیز اس میں مہیا کی گئی تھی، قلم، دوات و کاغذ وغیرہ یہاں مفت ملتا تھا (۳۳۲) مورخ ابن خلدون نے دارالعلم کو دارالمعرفہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔

### ذخیرہ کتب

قصر شاہی کے ذخیرہ کتب کی تعداد میں اختلاف ہے مورخ ابن ابی طی المتونی ۶۳۰ھ نے دو لاکھ (۲۰۰،۰۰۰) ابن الطویر نے چھ لاکھ (۶۰۰،۰۰۰) اور عماد الدین اصفہانی المتونی ۵۹۷ھ نے بیس لاکھ (۲۰۰۰،۰۰۰) بیان کی ہے

فاطمیین مصر کے ذخیرہ کتب کے تدریجی ارتقاء و اضافہ کے پیش نظر ابن ابی طی کے قول کو ابتدائی ذخیرہ ابن الطویر کے قول کو درمیانی زمانے کے ذخیرہ اور عماد اصفہانی کے قول کو زوالِ فاطمیہ سے قبل کے ذخیرہ کتب پر محمول کریں تو ان مختلف اقوال میں اختلاف باقی نہیں رہتا ورنہ ابن الطویر کا قول تاریخی حقائق کے پیش نظر زیادہ صحیح قرار پاتا ہے کیونکہ وزیر ابو القاسم الملک الافضل احمد المقتول ۵۱۵ھ کا پانچ لاکھ کتابوں پر مشتمل کتب خانہ قصر شاہی میں منتقل کیا گیا تھا ان حقائق کی روشنی میں فاطمیین مصر کا کتب خانہ چھ لاکھ کتابوں سے کسی طرح کم نہیں قرار دیا جاسکتا (۳۳۳) بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک وزیر کا کتب خانہ پانچ لاکھ کتابوں کا جامع ہو سکتا ہے

شاہی کتب خانہ میں بیس لاکھ کتابوں کا جمع ہو جانا مکرر نسخوں کے ساتھ چنداں مستبعد نہیں۔ مذکورہ بالا تاریخی شواہد کی روشنی میں ابوالمحسن کا کل ذخیرہ کتب دس ہزار مجلدات بیان کرنا زیادہ محفوظ ہے اور ابن واصل المتوفی ۶۹۷ھ کا ایک لاکھ بیس ہزار کتابیں بتانا (۳۳۴) بھی قرین صحت میں کیونکہ سلطان صلاح الدین نے اس کتب خانہ کی ایک لاکھ کتابیں قاضی فاضل کو بخش دی ہیں (۳۳۵) اور ابن صورہ دلال نے بقیہ ذخیرہ کتب دس برس کے طویل عرصہ میں بیچا تھا (۳۳۶) جس ہزار کتابوں کی فروخت میں دس برس نہیں لگتے ہیں وہ مختصر مدت میں بک جاتی ہیں اس لئے یہ دنوں قول قابل قبول نہیں۔

یہ ذخیرہ کتب 'صحت' حسن خط' جلد کی خوبی و زینت میں اپنی نظیر آپ تھا۔ مستنصر کے دورِ وال میں قرض خواہ ماہر خطاطوں کے دو ہزار چار سو قرآن مجید 'طغرے اور اجزاء جن پر سونا منڈھا رہا تھا باقی واجبات کی ادائیگی میں اٹھا کر لے گئے تھے یہ وہ نسخے تھے جو کتب خانہ سے باہر رکھے ہوئے تھے۔ محلات کے اندر کے نسخوں تک کسی کی رسائی نہ تھی وہاں ابن مقلہ 'ابن البواب وغیرہ کے مولوں سے صندوق پر تھے (۳۳۷)

مورخ مسیحی المتوفی ۱۲۲۰ھ کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۶ھ میں وزیر ابو الفرح محمد بن جعفر نرہی کو پچیس اونٹوں پر کتابیں لے جاتے ہوئے دیکھا سب پوچھا تو بتایا گیا کہ وزیر موصوف اور لمیر بن موفق خزائن قصر سے اپنے قرض کے عوض کتابیں لئے جا رہے ہیں۔ وزیر ابو الفرح کا قرض سچ ہزار دینار تھا کتابوں کے واقف کار نے بتایا کہ یہ کتابیں ایک لاکھ دینار سے زیادہ کی مالیت کی ہیں، لیکن ناصر الدولہ بن حمدون نے جب شکست کھائی تو اس کا محل سرا بھی لٹ گیا (۳۳۸) اور ارا لعلم قاہرہ کی کتابیں عماد الدولہ ابو الفضل بن المعز اسکندر یہ لے گیا اس کے قتل کے بعد بہت سی کتابیں مغرب (اندلس) منتقل کر دی گئیں (۳۳۹)

(۲) بنو حمدان حلب (۳۹۹ھ - ۳۳۳/۳۳۴ - ۹۳۳ - ۱۰۰۸ء) کا کتب خانہ

اس شیعہ شاہی خانوادے میں معارف پروری کی وجہ سے جو شہرت سیف الدولہ کو حاصل ہوئی وہ کسی کو نہ ہو سکی۔

سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان تغلبی (۳۰۲ - ۳۵۶ھ / ۹۱۵ - ۹۶۷ء) کا  
فاضل، ادیب، علم و اہل علم کا قدردان، بہادر و معارف پرور تھا خلفاء عباسیہ کے بعد اس کے دربار  
میں علماء، فضلاء، حکماء، شعراء کا جیسا اجتماع ہوا کسی اور کے دربار میں نہیں ہوا (۳۴۰) فارابی  
متنبی، ابن خالویہ جیسی نادرہ روزگار ہستیاں اس کے دربار سے وابستہ رہی تھیں (۳۴۱) اس کا  
نہایت عالیشان کتب خانہ قصر شہابی میں ایک خوشنما مقام پر جسے الحلبیہ کہا جاتا تھا واقع تھا (۳۴۲)  
اس کے خازن اور منتظم کتب خانہ ابو عثمان سعید بن ہاشم خالدی المتوفی ۳۷۱ھ اس کا بھائی محمد بن  
ہاشم المتوفی ۳۸۰ھ رگلس کا نامور شاعر احمد بن محمد الحسن ضببی حلبی النطاکی المعروف  
بصنوبری المتوفی ۳۳۴ھ تھے۔ سیف الدولہ نے جامع حلب میں بھی دس ہزار مجلدات  
مشمول خزانۃ الکتب وقف کیا تھا جسے سیف الدولہ کے بستر مرگ کے موقعہ پر جب نسطور  
نے حلب پر فوج کشی کی اور مساجد کے کتب خانوں کو تباہ کیا تو ان کے قصر کو بھی لوٹا اس وقت اس  
کے کتب خانے کو بھی نقصان پہنچا (۳۴۳) پھر ابو الحسن ثابت بن اسلم حلبی اسماعیلی نے  
۳۶۰ھ میں اسے نذر آتش کر دیا (۳۴۴) ابو الفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی کا نسخہ بھیجا تو اس  
ایک ہزار دینار پہنچائے اور اس خطیر رقم پر معذرت بھی کی تھی (۳۴۵)



## (۳) بنو عمار فرمانروایانِ طرابلس شام کے کتب خانے

(پانچویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی عیسوی)

### (۱) امیر الدولہ ابو طالب عبداللہ کا کتب خانہ

امیر الدولہ ابو طالب عبداللہ بن محمد بن عثمان المعروف بالقاضی (۰۰-۴۶۲ھ / ۰۰-۱۰۷۱ء) طرابلس شام کا مخیر فرمانروا تھا اسے مستنصر فاطمی کے زمانہ میں تقریباً ۴۴۰ھ میں قاضی بنایا گیا (۳۴۶) اس نے ایک کتب خانہ وقف کیا تھا نوافل طرابلسی لکھتا ہے، ”طرابلس قدیم کے مقام جہاں اب ایمنیا آباد ہے ایک کتب خانہ تھا جسے قاضی ابو طالب نے جمع کیا اور اس میں تین لاکھ کتابیں عربی، فارسی، یونانی زبانوں میں موجود تھیں (۳۴۷)“

### (۲) جلالتہ الملک ابوالحسن علی کا کتب خانہ

جلالتہ الملک ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بن عمار قاضی ابو طالب کا بھتیجا اور اس کا سچا بانشین تھا اس نے بھی ۴۷۲ھ میں ایک کتب خانہ دارالعلم کے نام سے وقف کیا تھا اس میں ابو العلاء معری کی تصانیف میں سے کتاب الصائل و الشاج، کتاب السمع السلطانی، کتاب الفصول و الغایات، کتاب السادن، کتاب اقلید الغایات، اور رسالہ الاغریض وقف کی تھیں (۳۴۸) آخری فرمانروا فخر الملک ابو علی بن عمار تھا جو ریمند بن صنجلیل سے برسویکار رہا لیکن ریمند پیر کے دن ۱۱ ذی الحجہ ۵۰۳ھ میں طرابلس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا اس نے مال و متاع اور وقف کے تمام کتب خانوں کو لوٹ کر تباہ کر دیا (۳۴۹)

بنو عمار کے دارالعلم کی عظمت، وسعت و کثرت کا اندازہ مورخ ابن الفرات کے نقل کردہ بیان سے کیا جاسکتا ہے۔ شیخ یحییٰ بن ابی علی حمید نجار غسانی حلبی کا بیان ہے۔

”کثرت کتب میں دارالعلم طرابلس کی نظیر نہ تھی مجھے طرابلس کے ایک بزرگ نے بتایا تھا کہ میں فخر الملک ابن عمار والی طرابلس کے ساتھ شیرزمین تھا جب اسے فرنگیوں کے قبضہ کی اطلاع ملی تو اس پر غشی طاری ہو گئی افاقہ ہوا تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے مجھ سے کہا، بخدا مجھے کسی چیز کا اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا کہ اس دارالعلم کی تباہی کا ہوا، اس میں دینیات، قرآن، حدیث و ادب سے متعلق تیس لاکھ کتابیں تھیں جن میں سے صرف پچاس ہزار نسخے قرآن مجید کے اور بیس ہزار جلدیں تفاسیر کی تھیں۔ میرے والد مجھ سے کہتے تھے کہ یہ دارالعلم دنیا کے عجائبات

میں سے تھا بنو عمار کی سب سے زیادہ توجہ اس کی تعمیر و ترقی پر مرکوز تھی۔ ایک سو اسی (۱۸۰) کاتب اس میں کام کرتے تھے چیدہ چیدہ کتابوں کی بہم رسانی کے لئے ہر شہر میں بنی عمار کی طرف سے ایجنٹ مقرر تھے جو کتابیں خرید کر پہنچاتے تھے (۳۵۰)

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عظیم الشان کتب خانہ موضوعات و مضامین کے لحاظ سے مرتب تھا، بیان تعداد کتب سے ظاہر ہے کہ اس کا کیٹلاگ کتابی صورت میں موجود تھا ذخیرہ کتب میں اضافہ کی خاطر اسی (۸۰) کاتب اجرت پر کام کرتے تھے جن میں تیس کاتبوں کا ذخیرہ سب سے زیادہ تھا۔

فرنگی جب طرابلس میں داخل ہوئے تو ایک راہب اس کتب خانہ میں کتابوں کی کثرت کو دیکھ کر ششدر رہ گیا وہ اتفاق سے مصاحف والے کمرہ میں داخل ہوا جو نسخہ اٹھا کر دیکھا وہ قرآن مجید ہی کا نسخہ تھا اس نے نذر آتش کیا اس کی تھوڑی بہت کتابیں مسلمان اپنے ساتھ لے گئے وہی کتابیں بلاد اسلامی میں پہنچ سکی تھیں (۳۵۱) بنو عمار کے عہد میں اس دارالعلم سے استفادہ کی خاطر ہر طرف سے فضلاء طرابلس آتے تھے۔

(۴) اموی خلفاءِ اندلس (۱۳۸-۴۲۲ھ/۷۵۵-۱۰۳۱ء) کے کتب خانے

اموی خلفاءِ اندلس عباسی خلفا سے ہمسری کا دعویٰ کرتے تھے لیکن کتب خانوں کے قیام و اہتمام میں وہ ان ہی کے نقش قدم پر چلتے تھے اس امر میں جس اموی خلیفہ نے سب سے زیادہ ان کی پیروی اور ریس کی وہ خلیفہ الحکم الثانی تھا۔ جس طرح مشرق میں کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کے فروغ کا سہرا ہارون و مامون کے سر ہے اسی طرح سرزمین اندلس میں اس تحریک کا علم بردار الحکم الثانی ہے، صاعد اندلسی کا بیان ہے:

”تیسری صدی ہجری کے وسط سے بعض اہل اندلس میں تحصیل علم کی تحریک پیدا ہوئی اور چوتھی صدی ہجری کے وسط تک بتدریج ترقی کرتی رہی“ (۳۵۲) الحکم الثانی کی مساعی جمیلہ سے اندلس کی سرزمین کتب خانوں سے ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی، اس تحریک کے اثرات کا اندازہ کرنے کے لئے شاہانِ قرطبہ کا سرسری سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمن بن الحکم کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمن بن الحکم اموی قرطبی (۸۲۲-۶۸۸۶/۲۰۷-۲۷۳ھ) سنہ ۲۳۸ میں تخت نشین ہوا، عالم، ادیب و شاعر (۳۵۳) اور ایسا فصیح و بلیغ تھا کہ بادشاہوں میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا (۳۵۴) مجاہد، سخی، علوم کا دلدادہ و محدثین کا قدر دان تھا (۳۵۵) اس کے شاہی محل میں خزانہ الکتب تھا۔ حافظ ابو عبدالرحمن بقی بن مخلد المتوفی ۲۷۶ھ نے مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کا وہ نسخہ جو دیارِ مشرق سے اندلس لائے تھے روایت کرنا شروع کیا یہ بعض مالکیہ پر بہت گراں گزرا بات خلیفہ تک پہنچی، خلیفہ نے بقی اور ان کے معترضین کو دربار میں بلایا فریقین کی گفتگو سننے کے بعد کتاب کو اول سے آخر تک غائر نظر سے دیکھا اور خازن کتب سے کہا:

”ہذا کتاب لاتستغنی خزانتنا عنہ“ (۳۵۶) ”یہ وہ کتاب ہے جس سے ہمارا کتب خانہ خالی نہیں رہنا چاہئے۔“ اسے نقل کراؤ اور بقی سے کہا ”آپ اپنے علم کی نشرو اشاعت کریں، حدیث کا جو ذخیرہ آپ کے پاس موجود ہے اسے بیان کریں، درسگاہ میں بیٹھ جائیں تاکہ آپ سے لوگ فائدہ اٹھائیں (۳۵۷) اور معترضین کو ان سے تعرض کرنے سے منع کر دیا۔

اس سے خلیفہ کی علوم میں بصیرت و ذخیرہ علوم کی اشاعت کی اہمیت، ہمت افزائی، اہل علم کی قدر و منزلت، کتابوں سے محبت اور انہیں اپنے کتب خانہ میں جمع کرنے سے دلچسپی کا اندازہ کیا جا

سکتا ہے۔ نیز خلیفہ کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خزانہ الکتب میں اہم بنیادی، مشہور و متداول کتابیں مہیا کی جاتی تھیں اور ذخیرہ کتب پر اس کی نظر رہتی تھی، اس لئے اس نے کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ اس کتاب سے ہمارا کتب خانہ خالی نہیں رہنا چاہئے۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نئی کتابوں کی نقل کرا کر انہیں کتب خانہ میں رکھا جاتا تھا اور ذخیرہ اتنا وسیع تھا کہ اس کے لئے خازن بھی مقرر تھا ”خزانہ“ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خزانہ الکتب ان کے اسلاف کی یادگار تھا جو نسلاً بعد نسل ان تک پہنچا تھا۔ اموی خلفاء میں حکم ثانی سے ایک صدی قبل اسی کتب خانے کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ اس ذخیرہ کتب کا حکم ثانی کو وراثتاً ملنا کچھ مستبعد نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے اوائل ہی سے اموی خلفاء کے شاہی کتب خانے کثرت و ندرت اور جامعیت میں اہمیت کے حامل ہوتے جا رہے تھے۔

### (۲) عبداللہ بن عبدالرحمن کا کتب خانہ

عبداللہ بن عبدالرحمن بن محمد مروانی (۶۹۵/۱/المقتول ۳۳۹ھ) عالم، فاضل، فقیہ، مورخ، ادیب، شاعر، مصنف، کتابوں کے جمع کرنے کا شوقین، اہل علم کی مجلس کا دلدادہ، علم و اہل علم کا قدردان تھا (۳۵۸) اس کا خزانہ الکتب علیحدہ تھا۔ یہ اور مستنصر دونوں بھائی کتب خانہ سازی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے تھے (۳۵۹) لیکن یہ قبل از وقت خلیفہ بننے کی خواہش میں عید الاضحیٰ کے دن باپ کے ہاتھوں ذبح ہوا پھر اس کا ذخیرہ کتب اس کے بھائی الحکم الثانی کو مل گیا (۳۶۰)

### (۳) المستنصر باللہ ابو العاصی کا کتب خانہ

المستنصر باللہ ابو العاصی الحکم بن عبدالرحمن بن محمد اموی اندلسی (۹۱۳-۶۹۷/۳۰۲-۳۶۶ھ) فقہ (۳۶۱) انساب کا ماہر، شاعر حدیث و دیگر علوم کا دلدادہ، علم و علماء کا قدردان و معارف پرور تھا (۳۶۲) دور دور سے علماء کو بلاتا ان کی مجالس میں جاتا ان سے حدیثیں سناتا اور روایت کرتا تھا۔ پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا ایسا شوقین تھا کہ اس نے اپنے خزانہ العلوم کا بیشتر کتابوں کا مطالعہ کیا تھا (۳۶۳) اور تمام اصناف علوم و فنون پر اتنی کتابیں جمع کی تھیں کہ پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کی تھیں (۳۶۴) اس نے عوام میں علم کی طلب کا جذبہ بیدار کیا اور اپنی داد و دہش ایشیا تک عام کیا تھا (۳۶۵)

ابو الفرج اصفہانی کو کتاب ”الاعانی“ کی تکمیل سے قبل ایک ہزار دینار بھیجے اس لیے اس نے کتاب مذکور کا نہایت عمدہ نسخہ عراق میں نقل و اشاعت سے قبل ہی حکم کو بھیج دیا تھا اس نے بنی امیہ کے نسب، مناقب، مشاہیر کے تذکرہ پر کتاب لکھی اور قصیدہ میں بنی امیہ کے مناقب اور قریش میں ان کے مقام کو نظم کر کے حکم کو پہنچایا اور مزید انعام پایا (۳۶۶)

ابو علی قالی نے کتاب الامالی جس کا شمار ادب کی امہات الکتاب میں ہوتا ہے اس کے نام معنون کی اس سے اندلس میں لغت و ادب کا خوب چرچا ہوا (۳۶۷)

نامور ادیب و فقیہ ابو عبد اللہ محمد خشنی قیروانی المتوفی ۳۶۱ھ نے حکم کے لئے ایک ہزار دیوان مرتب کئے۔ اندلس کے اہل علم پر بھی کتاب لکھی جس سے ابن الفرضی نے بھی استفادہ کیا تھا (۳۶۸)

مستنصر ”بیت المقابلہ والنسخ“ میں جاتا اور علماء سے کتابوں کے متعلق گفتگو کرتا تھا۔ حکم نے محمد بن ابی الحسن کو ابو علی قالی کے ساتھ خلیل کی ”کتاب العین“ کی تصحیح کے لئے مقرر کیا مقابلہ کے لئے جو نسخے تھے ان میں قاضی منذر بن سعید کا وہ نسخہ بھی تھا جو موصوف نے خود نقل کیا اور ابن ولاد سے مصر میں روایت کیا تھا۔ مستنصر نے ان نسخوں کے متعلق دریافت کیا تو بتایا گیا کہ قاضی موصوف کا نسخہ سب سے زیادہ غلط ہے جب اس کے اغلاط کی نشاندہی کی گئی تو اسے بڑا تعجب ہوا (۳۶۹)

حمیدی نے حکم کے کتب خانے میں ابن عبد ربہ کی کتاب العقد الفرید کے بیس سے زیادہ جز لکھے تھے ان پر مستنصر نے ابن عبد ربہ کی تاریخ ولادت و وفات بھی لکھ دی تھی (۳۷۰)

حکم مغربی علماء سے مشرقی علماء کے مقابلہ پر کتابیں مرتب کراتا تھا۔ سنہ ۳۵۲ھ میں مستنصر نے رومیوں سے جہاد کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا اور بلند پایہ ادیب ابو محمد المعروف بابن الصفار المتوفی ۳۵۱ھ کو بھی جہاد میں شرکت کا حکم دیا۔ ابن الصفار نے ضعف کی وجہ سے معذرت کی، مستنصر نے کہا کہ اگر مشرقی و مغربی اموی خلفاء کے متعلق ایسی ہی کتاب لکھیں جیسی کہ صولی نے خلفاء بنی عباس کے متعلق لکھی ہے تو انہیں غزوہ میں شرکت سے معافی مل سکتی ہے۔

موصوف کے اس وعدہ پر کہ وہ یہ خدمت انجام دیں گے انہیں جہاد میں شرکت پر مجبور نہیں کیا گیا اور کہا گیا اگر وہ چاہیں تو یہ کتاب اپنے گھر بیٹھ کر اور چاہیں نہر کے کنارے دار الخلافہ میں لکھیں انہوں نے محل میں بیٹھ کر لکھنے کو پسند کیا اور ایک مجلد تیار کر کے طلیطلہ میں حکم کو بھیجی۔ حکم اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا (۳۷۱)

حکم مشرق سے علمی مفاخرت و مسابقت کو پسند کرتا تھا چنانچہ فن جرح و تعدیل کے امام



ابوالقاسم خالد قرطبی المتوفی ۳۵۲ھ کے متعلق کتا تھا!

”اذا فاخرنا اهل المشرق بیحی بن معین فاخرنا هم بخال  
بن سعید“ (۳۷۲) ”اہل مشرق اگر یحییٰ بن معین پر فخر کرتے ہیں تو ہم کو خالد بن سعید پر  
ہے۔ خالد نے اندلس کے اہل علم پر ایک کتاب لکھ کر حکم کو پیش کی تھی (۳۷۳)  
اس کے دلال کتب مشرق و مغرب میں گھومتے اور کتابیں ڈھونڈ کر حکم کو پہنچاتے تھے  
اسلامیہ میں اس کے وراق کتابیں نقل کر کے بھیجتے رہتے تھے بغداد میں محمد بن طرخان اسی کام  
مامور تھا (۳۷۴) کتب خانہ میں جن کتابوں کا مطالعہ کرتا ان کے شروع یا آخر میں حسب ذیل بات  
اپنے قلم سے لکھتا تھا:

(۱) مولف کا نام

(۲) مولف کا سال پیدائش و سال وفات

(۳) کتاب کا اجمالی تعارف

(۴) کتاب کا راوی اور اس کا سلسلہ روایت

حکم علوم و فنون سے خصوصی اعتناء و کثرت مطالعہ کی بناء پر بسا اوقات ایسی معلومات  
جاتا تھا جو کہیں اور نہیں ملتی تھیں اس کی پیش کردہ معلومات اہل فن میں معتبر و حجت سمجھی  
ہیں۔ مورخین اندلس ان کو بطور سند اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں (۳۷۵) اس کی علمی مجال  
میں علماء، شعراء اور اطباء سب ہی حاضر ہوتے اور اس کی علمی معلومات سے مستفید ہوتے  
چنانچہ حنین کی موت کا واقعہ ابن جلیجل نے طبقات الاطباء و الحكماء میں اس کے حوالہ  
نقل کیا ہے (۳۷۶)

اس نے اندلس کو علوم و فنون کی کتابوں سے بھر دیا تھا اس کا کتب خانہ گونا گوں علوم و  
کی چار لاکھ کتابوں پر مشتمل تھا (۳۷۷) قصر شاہی کے کتب خانہ کے ملازم خاص تولید کا بیان ہے  
”اس کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھیں اور ہر جلد پچاس ورق پر مشتمل تھی  
جلدوں میں صرف کتابوں کے نام درج تھے (۳۷۸) ان کتابوں پر اتنا روپیہ خرچ کیا تھا کہ خزانہ  
میں ان کے رکھنے کے لئے جگہ نہیں رہی تھی چنانچہ ان کتابوں کو دوسری جگہ منتقل کرنے میں  
مہینے لگے تھے۔“ (۳۷۹)

یہ کتب خانہ اہل علم کی خدمت کرتا رہا تا آنکہ منصور بن ابی عامر کے غلام حاجب واد  
حصار بربر کے موقعہ پر اس کی کتابیں فروخت کرائیں اور انہیں کتب خانہ سے خارج کر دیا گیا  
کے قرطبہ میں داخلہ کے وقت لٹ گئیں اور کتب خانہ برباد ہو گیا (۳۸۰)



حکم ثانی نے (۳۵۱-۳۵۵ھ) کے مابین جامع قرطبہ بنوائی اس کے مغربی گوشہ میں دارالصدقہ کھولا، صدقات تقسیم کئے، ضعفاء و مساکین کی تعلیم کے لئے جامع قرطبہ کے نواح میں تنخواہ دار معلم مقرر کئے، قرطبہ کے ہر ربض (فصیل شہر سے متصل آبادی) میں سنتالیس (۳۷) درسگاہیں قائم کی تھیں جن میں سے تین (۳) جامع قرطبہ کے حوالی (اطراف) میں تھیں (۳۸۱)

حکم ثانی کی معارف پروری کی وجہ سے دولت مروانیہ میں قرطبہ "قبة الاسلام" کے لقب سے ممتاز ہوا۔ نامور علماء و ارباب کمال کا مرکز بنا، روایت شعر کے لئے اس کی طرف سفر کیا جاتا۔ یہاں سے علوم کے چشمے پھوٹے، نظم و نثر کے شہسوار نکلے، عمدہ سے عمدہ کتابیں لکھی گئیں اور بہتر سے بہتر تصنیف کی گئی تھیں۔ ہمیشہ بحث و طلب کا بازار گرم اور علوم و فنون کا چرچا رہا، اس لئے اس کو تاریخ میں نہایت ممتاز مقام حاصل رہا ہے۔ اہل قرطبہ نے مغرب میں سب سے زیادہ علم اور کتابوں سے اعتناء کیا ہے (۳۸۲)

اس باب میں پہلے عباسی خلفاء کے کتب خانوں کا اور کتب خانوں کی ترقی میں ان کی سرگرمیوں کا ذکر کیا گیا پھر ان سے الحاق رکھنے والے فرمانرواؤں، ہمسری کرنے والے خلفاء کے کتب خانوں اور ان کی کتابی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی گئی۔ اس سے عباسی خلفاء کی کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کے اثرات، علمی بیداری، معارف پروری، کتابی ذخیروں میں ترقی، علم و اہل علم کی قدردانی، محققین و مصنفین کی حوصلہ افزائی و سرپرستی، کتب و کتب خانوں سے شیفتگی کی لہر اسلامی قلمرو کے مشرق و مغرب (اشیا، افریقہ اور یورپ) کے فرمانرواؤں میں دوڑی اور ان کی مملکتیں مرکز علم و فن بنیں اس کا اندازہ باسانی کیا جاسکتا ہے۔

اس تحریک سے وزراء، عمال، حکام و عوام میں جو علمی بیداری، کتابوں سے محبت و کتب خانہ سازی سے دلچسپی ہوئی اور انہوں نے اپنے محل سرا اور گھر میں حسب حیثیت و استطاعت چھوٹا بڑا کتب خانہ قائم کر کے افادہ و استفادہ کتب کو عام کیا اس کا تذکرہ باب چہارم میں کیا جاتا ہے۔

## فہرستہ ماخذ

- (۱) ابن حزم 'الاحکام' ج ۵، ص ۱۰۴۔
- (۲) الخطیب، ج ۲، ص ۶۸-۶۹۔
- (۳) الشاطبی، کتاب الاعتصام، (القاہرہ، مطبعہ المنار، ۱۳۳۱ھ) ج ۱، ص ۱۹۴۔
- (۴) الخطیب، ج ۱۱، ص ۳۲۔
- (۵) ج ۴، ص ۱۶۰۔
- (۶) ایضاً، ج ۱۴، ص ۴۵۔
- (۷) ایضاً، ج ۶، ص ۱۲۲۔
- (۸) الذہبی، ج ۳، ص ۱۱۳۹۔
- (۹) الخطیب، ج ۷، ص ۲۰۲۔
- (۱۰) المقدسی، ص ۴۱۵۔
- (۱۱) ایضاً، ص ۱۷۹، ۱۸۳، ۲۰۸، ۴۳۹۔
- (۱۲) ابن حوقل، ص ۳۱۷۔
- (۱۳) السمعانی، ج ۲، ص ۴۵۱-----الذہبی، ص ۳۵۲-۳۵۳۔
- (۱۴) الخطیب، ج ۷، ص ۲۰۲۔
- (۱۵) ایضاً، الذہبی، معرفتہ القراءۃ کبار علی الطبقات والاعصار، تحقیق محمد سید جواد الحق (القاہرہ، دار الکتب الحدیثہ، ۱۳۶۹ھ) ج ۱، ص ۲۱۷۔
- (۱۶) یاقوت، ج ۶، ص ۲۸۲۔
- (۱۷) الخطیب، ج ۶، ص ۱۲۲۔
- (۱۸) البسکی، ج ۲، ص ۲۸۵۔
- (۱۹) ابن مفلح المقدسی، ج ۲، ص ۲۰۹۔
- (۲۰) البخاری، ج ۱، ص ۱۳ و ۱۹-----رشید احمد گلنگوی، 'لامع الدراری علی جامع البخاری' تحقیق محمد زکریا الکاندھلوی (سہارنپور، الہند، المکتبۃ الیچیویہ، ۱۳۷۹ھ) ج ۱، ص ۴۲۔
- (۲۱) الجصاص، ج ۳، ص ۱۱۶-۱۱۷۔
- (۲۲) ابن منظور، ج ۱۳، ص ۲۹۶ (مادہ ر حل)۔

- (۲۳) ابن خلکان، ج ۱، ص ۵۸۸۔۔۔۔۔ المقرئ، ”ازهار الرياض في اخبار عياض“ تحقيق (القا وغيره القاہرہ ۱۹۳۹ء) ج ۳ ص ۲۱۳۔
- (۲۴) ابن کثیر، ج ۹، ص ۳۲۵۔
- (۲۵) سید یو (Sedfillot) خلاصہ تاریخ العرب، (مصر، مطبعہ محمد آفندی مصطفیٰ ۱۳۰۹ھ) ص ۱۱۳۔ ۱۱۴۔
- (۲۶) ابن خلدون، ج ۴، ص ۳۱۷۔
- (۲۷) علاء الدین مغلطای بن تلح، سیرہ مغلطای (مصر، مطبعہ السعادة، ۱۳۲۶ھ) ص ۱۰۲۔۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۰، ص ۱۲۶۔
- (۲۸) القفلی، ص ۱۶۰۔
- (۲۹) صاعد، طبقات الامم (مصر، مطبعہ التقدم، ب، ت) ص ۶۲۔۔۔۔۔ ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۳۶۹ و ۳۷۰۔۔۔۔۔ القفلی، ص ۲۲۰ و ۲۷۰۔۔۔۔۔ السیوطی، ”تاریخ الخلفاء“، ص ۲۶۹۔
- (۳۰) عياض، ”ترتيب المدارك وتقريب المسالك لمعرفة اعلام مذہب مالک“ تحقيق احمد بکیر محمد بیروت، دار مکتبہ الحیاء، ۱۳۸۴ھ) ج ۱، ص ۱۹۱ و ۱۹۲۔۔۔۔۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم و فضلہ (مصر، المطبعہ الخیریه، ۱۳۲۵ھ) ج ۱، ص ۱۳۲۔۔۔۔۔ السیوطی، تیز-لین الممالک بمناقب الامام مالک (مصر، المطبعہ الخیریه، ۱۳۲۵ھ) ص ۴۶۔
- (۳۱) الحطیب، ج ۱، ص ۲۲۱۔
- (۳۲) ایضاً، عواد، ص ۱۰۳ و ۱۰۵۔
- (۳۳) الذہبی، ”تاریخ الاسلام“، ج ۶، ص ۲۳۰۔
- (۳۴) مغلطای، ص ۱۰۳۔
- (۳۵) عبد اللہ ابن المعتز، ”طبقات الشعراء في مدح الخلفاء والوزراء“ (لیدن، ای، جے، بریل، ۱۹۳۹ء) ص ۹۳۔
- (۳۶) السیوطی، ص ۲۷۱۔ ۲۷۳۔
- (۳۷) ابن تیمیہ، ”نقض المنطق“، ص ۱۸۔ ۱۹۔
- (۳۸) ابن الندیم، ص ۱۰۲۔۔۔۔۔ مفضل النسی، ”المفضليات“ تحقيق و شرح احمد محمد شاکر عبد السلام ہارون، ط: ۳ (مصر، دار المعارف، ۱۹۶۴ء) ص ۱۱، مقدمتہ الشارحان۔
- (۳۹) محمد بن شاکر، کتبی، ”فوات الوفيات“، تحقيق محمد محی الدین عبد الحمید (مصر، مطبعہ السعادة، ۱۹۵۱ء) ج ۲، ص ۶۷۔

- (۴۰) الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۳۱۳۔
- (۴۱) الخطیب، ج ۱۲، ص ۶۔
- (۴۲) ایضاً، ص ۷۔۔۔۔۔ ابن الاثیر، ج ۶، ص ۲۱۷۔۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۰، ص ۲۱۴۔
- (۴۳) الخطیب، ج ۱۲، ص ۱۱۔
- (۴۴) ابن القفطی، ص ۱۹۶۔
- (۴۵) القفطی، ص ۳۰ و ۳۱۔۔۔۔۔ حاجی خلیفہ، ج ۱، ص ۳۴ و ۳۵۔
- (۴۶) ابن الندیم، ص ۳۸۲۔۔۔۔۔ القفطی، ص ۲۵۵۔۔۔۔۔ ذیح اللہ صفا، تاریخ علوم عقلی در تمدن اسلامی تا اواسط قرن پنجم، چاپ دوم (تهران، چاپخانه، دانشگاه، ۱۳۲۶ ف) ص ۵۹۔
- (۴۷) الانباری، نزہت الباء، ص ۱۲۲۔
- (۴۸) ابن الندیم، ص ۱۵۴۔۔۔۔۔ یاقوت، ج ۵، ص ۶۶، صفا، ص ۴۸۔
- (۴۹) القفطی، ص ۳۸۰۔۔۔۔۔ ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۱۲۴۔
- (۵۰) الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۲۷۸ (لہ) دول الاسلام، ط: ۳، (حیدر آباد الدکن، مطبعہ جمعیتہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۶۴ھ) ج ۱، ص ۸۴۔
- (۵۱) الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۲۷۸۔۔۔۔۔ ایضاً، ص ۸۳۔
- (۵۲) حمادہ، ص ۵۷ و ۵۷۔
- (۵۳) سلیمان بن حسان ابن جلیل، طبقات الاطباء و حکماء تحقیق فواد سید (القاہرہ، مطبعہ المعتمد العلمی الفرسی للاثار الشرقیہ، ۱۹۵۵ء) ص ۶۵۔۔۔۔۔ القفطی، ص ۳۸۰۔۔۔۔۔ ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۱۲۴۔
- (۵۴) ابن الندیم، ص ۳۷۱۔
- (۵۵) صفا، ج ۱، ص ۴۲۔
- (۵۶) مغلطای، ص ۱۰۵۔
- (۵۷) ابن الندیم، ص ۱۱۶۸ تسمی ج ۱، ص ۳۳۷۔
- (۵۸) ایضاً۔
- (۵۹) ابن کثیر، ج ۱۰، ص ۲۷۵۔
- (۶۰) الکتبی، ج ۱، ص ۵۰۱۔
- (۶۱) البسکی، ج ۱، ص ۲۰۷ (المطبعہ الحسینیہ) ابن تغری بردی، ج ۲، ص ۱۲۲۵ تسمی ج ۱، ص ۳۲۸۔















ص ۱۲۲-۱۲۵-

(۱۹) الملك الاشرف الغساني، العبود المسبوك والجوهر المحكوك في طبقات الخلفاء والملوك تحقيق  
شاكر محمود عبدا لمنعم (بغداد دار البيان، ۱۳۹۵ھ) ص ۵۱۶-

ابن الفوطي، ص ۱۶۳-

ابن الطقطقي، ص ۳۳۲-

المخيطب، ج ۸، ص ۸۶۹-----، ابن الاثير، ج ۷، ص ۱۵-

ابن خلکان، ج ۱، ص ۲۶۱-

الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۴۰۶-

(۱) الشعالبي، ثمار القلوب في المضاف والمنسوب، تحقيق محمد ابوالفضل ابراهيم (القاهرة، مطبعه  
المدني، ۱۳۸۳ھ) ص ۳۸۲، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱-

ابن النديم، ص ۱۰۰-

ابن الاثير، ج ۷، ص ۱۲-

المخيطب، ج ۹، ص ۳۵۳-

(۱) القفطي، ج ۱، ص ۷۶، 'ياقوت ج ۱، ص ۱۱۸-۱۲۳، الصفدي، نكت الحميان ص ۹۶-۹۹،

السيوطي، غيثة الوعاة، ج ۱، ص ۳۰۵، (له) المزهر ج ۲، ص ۳۱۱-

(۱) ابن المعتز، طبقات الشعراء، تحقيق عبدالستار احمد فراج، ط ۲: (القاهرة، دار المعارف  
۱۹۶۸) ص ۱۲۸، ابن النديم ص ۷۲-۷۳-

(۲) الحسن بن بشر اللامي، الموازنة بين شعرا أبي تمام والبحتري، تحقيق احمد مقرر، (مصر ۱۳۸۰ھ)،  
دار المعارف ج ۱، ص ۲۰-

ابن النديم، ص ۶۳-

ياقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۲۳۹

ايضا، ج ۳، ص ۵۰۳

المخيطب، ج ۱۲، ص ۴۰۴

القفطي، ج ۲، ص ۶۴

(۲) ايضا، ص ۷۷، ۷۸- محمد بن احمد الازهرى، تهذيب اللغة، تحقيق عبدالسلام محمد هارون  
(القاهرة، دار القومية العربية للطباعة، ۱۳۸۳ھ) ج ۱، ص ۲۵

ضفا، ص ۳۵

(۲۱۰) ابن الاثیر، ج ۸، ص ۵۶۳، ج ۹، ص ۱۷۳، الذہبی، العبر، ج ۳، ص ۷۰

(۲۱۱) لطف اللہ ہنر فر، فرهنگ دوستی و ہنر پروری در آئین پادشاہان ایران، ہنر و

(شہر پور و مہرآباد، ۱۳۵۰ ف) شماره ۱۰۷ و ۱۰۸، ص ۶-۷

(۲۱۲) السمعی، ورق ۲۹۱

(۲۱۳) ایضاً، یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۹۲

(۲۱۴) محمد بن عبد الجبار، العتسی، آئینہ چینی ترجمہ تاریخ یمنی وکیل احمد سکندر پوری (لکھنؤ،

مصطفائی، ۱۳۰۵ھ) ص ۹۲- ابن خلدون، ج ۲، ص ۷۸۳- صفا، ص ۲۳۴

(۲۱۵) ابن الاثیر، ج ۹، ص ۱۷۳

(۲۱۶) العتسی، ص ۹۲- ابن خلدون، ج ۲، ص ۷۸۳- صفا، ص ۱۷۷

(۲۱۷) خلیلی، سلطنت غزنویاں (کابل، مطبعہ عمومی، ۱۳۳۳ ف)

(۲۱۸) یاقوت، معجم البلدان، ج ۳، ص ۱۹۲

(۲۱۹) المقدسی، ۲۹۴

(۲۲۰) حاجی خلیفہ، ج ۱، ص ۶۸۳

(۲۲۱) ابن ابی اصیبعہ، ج ۳، ص ۶۴- ابن سینا، سرگذشت ابن سینا بقلم خود و شاگردش ابو

عبدالواحد جوزجانی با ترجمہ فارسی، مقدس، سعید، لیسلی (تہران، انجمن دوستد

کتاب، ۱۳۳۱ ف) ص ۵۴

(۲۲۲) ابن کثیر، ۱۲، ص ۴۲- نکلسن، ص ۲۶۵، ۲۶۶- اردو دائرہ معارف اسلامیہ (لاہور، د

پنجاب، ۱۹۶۴ ع) ج ۱، ص ۵۶۰

(۲۲۳) حاجی خلیفہ، ج ۱، ص ۶۸۳

(۲۲۴) یاقوت، ج ۲، ص ۳۱۵

(۲۲۵) ایضاً، ج ۳، ص ۹۹

(۲۲۶) ایضاً، ج ۳، ص ۱۰۰

(۲۲۷) المقدسی، ص ۲۹۴

(۲۲۸) احمد امین، ظہر الاسلام، ط: ۳ (القاهرہ، لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر، ۱۳۶۲ھ) ج ۱

(۲۲۹) الذہبی، العبر، ج ۲، ص ۴۲- ۴۳

(۲۳۰) احمد میسی بک، تاریخ السمارستانات فی الاسلام (دمشق، جمیعۃ التمدن الاسلامی

ہ) ص ۳۹ و ۴۰، حسن قاسم، الجامعہ الطولونیتہ اول کلیتہ الطب فی مصر لواء الاس



- ص ۱۰ جمادی الاخرہ ۱۳۶۸ ص ۶-۱۶
- (۲۳۱) ابن خلدون، ج ۴، ص ۱۰۹۷
- (۲۳۲) ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۲۹۶
- (۲۳۳) رکن الدین ہمایوں فرخ، "تاریخچہ" کتاب و کتابخانہ در ایران، ہنر و مردم، (مردار ماہ، ۱۳۴۶ ف) شماره ۵۸، ص ۱۷
- (۲۳۴) ایضاً
- (۲۳۵) ابن الجوزی، ج ۷، ص ۲۷۲- ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۳۵۴
- (۲۳۶) ایضاً
- (۲۳۷) ابن تیمیہ، نقص المنطق، ص ۲۰
- (۲۳۸) احمد بن محمد مسکویہ، تجارب الامم، (مصر، شرکتہ التمدن الصناعیہ، ۱۳۳۳ھ) ج ۲، ص ۳۴۶- ابن الاثیر، ج ۶، ص ۳۱۴ و ج ۸، ص ۵۸۳، ۵۸۴- مز ص ۲۲۶
- (۲۳۹) ابن مسکویہ، ج ۲، ص ۲۲۷- ابن الاثیر، ج ۸، ص ۵۸۴- عزاد، ص ۲۲۳
- (۲۴۰) ابن خلکان، ج ۱، ص ۴۱۶، السیوطی، غیثۃ الوعاة فی طبقات اللغویین و النحاة تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم (مصر، عیسی البابی الحلبی، ۱۳۸۴ھ) ج ۲، ص ۲۲۷
- (۲۴۱) ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۳۰۰- الذمسی، العبر، ج ۲، ص ۳۶۱- السیوطی، غیثۃ الوعاة، ج ۲، ص ۲۲۷-۲۲۸
- (۲۴۲) الشعالی، ج ۲، ص ۲۱۶
- (۲۴۳) المقدسی، ص ۴۴۹
- (۲۴۴) ابن الاثیر، ج ۹، ص ۳۷۲
- (۲۴۵) ایضاً، ص ۴۳۶
- (۲۴۶) سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۱، ص ۲۶
- (۲۴۷) ابن خلکان، ج ۱، ص ۱۷۷-۱۷۸
- (۲۴۸) ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۷۰- ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۴۴۸
- (۲۴۹) ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۴۴۸- ابن خلدون، ج ۴، ص ۲۰۹
- (۲۵۰) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۹، کراسہ ۱، ص ۲۲
- (۲۵۱) زامباور، منجم الانساب و الاسرة الحاكمة فی التاريخ الاسلامی، ترجمہ زکی محمد حسن و حسن احمد محمود (القاهرة، مطبعہ جامعہ فواد الاول، ۱۹۵۱ء) ج ۲، ص ۳۱۶، ابن الاثیر، ج ۹، ص ۱۳۲

- (۲۵۲) البیهقی، ص ۸۸
- (۲۵۳) حاجی خلیفہ، ج ۲، ص ۱۲۵۳
- (۲۵۴) فاضل صالح سامرانی، دراسات النحویہ و اللغویہ (بغداد، دارالنذیر للطباعة و النشر والتوزیع، ۱۹۷۰ء) ص ۹
- (۲۵۵) محمد بن خاوند شاہ معروف اخوند میر، روضہ الصفائی سیرۃ الانبیاء والملوک والملفء (لکھنؤ نو لکھنور، ۱۹۱۴ء) ج ۴، ص ۱۲۸۔ زامباور، ج ۲، ص ۳۱۷
- (۲۵۶) وطواط رشید الدین، رشید وطواط یا کتاب حدائق السحر فی دقائق السحر، تحقیق سعید نفیسی (تہران، کتابخانہ بارانی، ۱۳۳۹ ف) ص ۳۲، مقدمہ نفیسی
- (۲۵۷) ابن الاثیر، ج ۱۱، ص ۳۷۷۔ زامباور، ج ۲، ص ۳۱۷۔ اخوند میر، ج ۴، ص ۱۲۸-۱۲۹
- (۲۵۸) وطواط، ص ۳۱ (مقدمہ نفیسی)
- (۲۵۹) الرازی، جامع العلوم و حدائق الانوار الملقب بہ ستینی یعنی ساٹھ علوم والی مترجم اردو عبدالرحیم (لاہور، کاشی رام پریس، ب، ت) ص ۱۔ لطف اللہ ہنرو مردم، ۱۳۵۰ ف) شمارہ ۱۰، ۱۰۸، ص ۱۱، ۱۲، فرہنگ دوستی و ہنر پروری در آئین پادشاہان ایران، ہنرو مردم (مصر، ۱۳۵۰ ف) شمارہ ۱۰، ۱۰۸، ص ۱۱-۱۲
- (۲۶۰) ابن الاثیر، ج ۹، ص ۴۰۱۔ الکسی، ج ۵، ص ۳۲۰۔ عبدالحی الحسینی الکصنوی، نزہتہ الخواطر بیہتہ المسامع النواظر (حیدرآباد الدکن، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۶۶ھ)
- ص ۹۵۔ الذہبی، العبر، ج ۳، ص ۱۲۵
- (۲۶۱) الفارسی، منتخب السباق، ورق ۱۲۱
- (۲۶۲) تاریخ العتسی مع شرحہ الفتح الوحسی علی تاریخ ابی نصر العتسی لاجد المنینی (مصر، المطبعۃ الوحیۃ، ۱۲۸۶ھ) ج ۲، ص ۲۹۹
- (۲۶۳) محمد قاسم ہندو شاہ، تاریخ فرشتہ، (لکھنؤ، نو لکھنور، ۱۳۸۱ھ) ص ۳۰
- (۲۶۴) احمد امین، ظہر الاسلام، ج ۱، ص ۲۸۰
- (۲۶۵) ایضاً، ص ۲۸۲
- (۲۶۶) ابن تیمیہ، نقض المنطق صفحہ ۲-۲۱
- (۲۶۷) مسعود بن شیبہ السندی، کتاب التعلیم تحقیق محمد عبدالرشید النعمانی (حیدرآباد الدکن، پاکستان الغربی، لجنۃ احیاء الارب السندی، ۱۳۸۴ھ) ص ۲۸۳۔ القرشی، ج ۲، ص ۵۷
- (۲۶۸) Brown, Literary History of Persia, Vol. 2, p. 92

احمد امین، ظہر الاسلام، ج ۱، ص ۲۸۶

ایضاً

عبد القاهر بن طاهر البغدادی، الفرق بین الفرق و بیان الفرقة الناجية منہم تحقیق محمد زاہد

الکوثری (القاهرة) عزت العطار الحسینی، ۱۳۶۷ھ، ص ۱۷۳، ۱۷۴۔ السمعی، ج ۳،

ص ۱۰، ۱۱۔ البسکی، ج ۵، ص ۳۱۹-۳۲۰

جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغة العربیة تحقیق شوقی ضیف (القاهرة) دار الهلال، ۱۹۷۵ء

ج ۲، ص ۳۱۶

یاقوت، ج ۶، ص ۳۱۰

ابن الاثیر، ج ۹، ص ۴۸۷

یاقوت، ج ۶، ص ۳۰۸

عبد السلام ندوی، حکمائے اسلام (اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۹۵۳ء) ج ۱، ص ۳۶۳، ۳۶۵

اس کا عربی میں سلسلہ نسب احمد بن الحسن بن محمد بن دادو بن میقال بن سلجوق ہے

(الذہبی، العبر، ج ۴، ص ۱۲۷)

ابن خلکان، ج ۱، ص ۲۱۷۔ الذہبی، ج ۴، ص ۱۲۷

ابن الاثیر، ج ۱۱، ص ۱۸۲

البیہقی، ص ۱۰۰

ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۳۴

ابن الاثیر، ج ۱۲، ص ۱۸۱

ایضاً، ص ۱۸۲۔ القزوینی، ص ۴۳۰

الصفدی، ج ۳، ص ۸۳

المنذری، ج ۲، ص ۴۱۲

منہاج الدین عثمان جوزجانی، طبقات ناصری تحقیق عبدالحی حبیبی، بار دوم (کابل، یوہنی،

مطبع کابل، ۱۳۴۲ھ) ج ۱، ص ۲۸۰۔ رکن الدین ہمایوں فرخ، تاریخ، سچے کتاب و کتابخانہ

در ایران، ہنرمردم (مردار ماہ، ۱۳۴۶ف) شماره ۵۸، ص ۱۸

ہماد الدین محمد بن حسن بن اسفندیار، تاریخ طبرستان (تہران، کتابخانہ خاور، ب، ت) ج ۱،

ص ۴۔ ہمایوں فرخ، تاریخ، سچے کتاب و کتابخانہ در ایران، ہنرمردم (مردار ماہ، ۱۳۴۶ف)

شماره ۵۸، ص ۱۸

- (۲۸۷) فواد سید، "مخطوطات الیمن" مجلہ المہد المخطوطات العربیہ (ج ۱، شمارہ ۲، ۱۹۵-۱۹۶ ص)
- (۲۸۸) ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۳۲۸
- (۲۸۹) حمزہ ابن اہلانی، ذیل تاریخ دمشق (بیروت، مطبعہ الالباء الیسوعیین، ۱۹۰۸ ص ۳۲۹-۳۳۰۔ ابن تغری بردی، ج ۵، ص ۵۴۶-۵۴۷۔ سبط ابن الجوزی، ج ۱، ص ۲۱۸-۲۱۹)
- (۲۹۰) ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۳۲۸
- (۲۹۱) الصفدی، ج ۱، ص ۲۷۱
- (۲۹۲) ایضاً، ج ۱، ص ۲۸۸
- (۲۹۳) ایضاً، ج ۱، ص ۱۷۳
- (۲۹۴) محمد مرتضیٰ الزبیدی، ترویج القلوب فی ذکر الملوک بنی ایوب تحقیق صلاح الدین (دمشق، مطبعہ الترقی، ۱۹۷۰ء) ص ۹۹
- (۲۹۵) الصفدی، ج ۸، ص ۲۸۳
- (۲۹۶) المنذری، ج ۴، ص ۲۲۴-۲۵۵
- (۲۹۷) ابن الاثیر، ج ۱۲، ص ۳۱۲-۳۱۳۔ سبط ابن الجوزی، ج ۸، ص ۵۷۹-۵۸۰۔ ابو شامہ، ذیل المرسلات، ص ۹۳، ۹۵۔ ابن الفوطی، ج ۴، ق ۲، ص ۱۱۹۹
- (۲۹۸) یاقوت، ج ۶، ص ۱۳۷، ۱۳۸
- (۲۹۹) اکتب، ج ۲، ص ۴۹۹۔ المقریزی، السلوک، ج ۱، ق ۱، ص ۲۰۵
- (۳۰۰) اکتب، ج ۲، ص ۴۹۹۔ زین الدین عمر ابن مظفر الوردی المصری، تتمتہ المختصر فی اخبار المعروف بتاریخ ابن الوردی (مصر، المطبعہ الوہبیہ، ۱۲۸۵ھ) ج ۲، ص ۱۳۹۔ الصفدی، ص ۱۸۶-۱۸۷۔ ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۹۳
- (۳۰۱) اکتب، ج ۲، ص ۴۹۹۔ ابو الفداء، ج ۳، ص ۱۲۵
- (۳۰۲) ابن تغری بردی، ج ۶، ص ۲۶۷
- (۳۰۳) ابن العمامہ، ج ۵، ص ۱۱۵۔ المقریزی، السلوک، ج ۱، ق ۱، ص ۲۲۴
- (۳۰۴) سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۲، ص ۶۳۷-۶۳۸۔ ابن الاثیر، ج ۱۳، ص ۱۲۱
- (۳۰۵) ایضاً، ص ۶۳۹، ۶۵۰
- (۳۰۶) ایضاً، ص ۶۳۷
- (۳۰۷) حاجی خلیفہ جا، ص ۵۶۸ ابن العمامہ، ج ۵، ص ۱۱۵۔ عبدالقادر النعمانی، الدارس

- المدارس تحقيق جعفر الحسني (دمشق، مطبعة الترقى، ١٣٦٤هـ) ج ١، ص ٥٤٩
- سبط ابن الجوزي، ص ٦٣٤-١، لنعيمي، ج ١، ص ٥٨٠ (٣٠٤)
- فتح بن علي البنداري، الشاهنامه للفردوسي، جمعها البنداري، تحقيق عبد الوهاب عزام (القاهرة، مطبعة دار الكتب المصرية، ١٩٣٢ء) ص ٣ (٣٠٥)
- ياقوت، ج ٦، ص ٣٢٨ (٣١)
- ابن كثير، ج ١٣، ص ١٩٨ (٣٠)
- الذهي، العبر، ج ٥، ص ٢٢٩، ٢٣٠- ابن تغري بردي، ج ٤، ص ٦١، ٤٢- القلقشندي، ج ٢، ص ١٤٥ (٣١)
- اليونيني، ج ١، ص ١٣٦ (٣١٢)
- ايضا، ص ١٢٥-١، لكتبي، ج ١، ص ٣١٢ (٣١١)
- المعدي، امراء دمشق، تحقيق صلاح الدين المنجد (دمشق، مطبعة الترقى، ١٩٥٥ء) ص ١٠٢ (٣١٤)
- ابن تغري بردي، ج ٤، ص ٢٠٣، ٢٠٥- ابن الفوطي، الحوادث الجامعة، ص ٢٣٨- الطباخ، ج ٢، ص ٢٢٥-١، لكتبي، ج ٢، ص ١٩١ (٣١)
- الذهبي، العبر، ج ٥، ص ٢٥٦ (٣١٤)
- النعيمي، المدارس، ج ١، ص ١١٥ (٣١)
- علي بن ابي الفرج البصري، كتاب المحامسة البصري، تحقيق عادل سليمان، القاهرة، المجلس الاعلى للشؤون الاسلامية، ١٩٤٨ء) ص ٢٠٣ (٣١١)
- محمد بن عبد الرحمن العبيدي (التذكرة السعدية في الاشعار العربية) - تحقيق عبد الله الجبوري، (بغداد، مكتبة الاحلية، ١٩٤٢ء، ١٣٩١هـ) مقدمة المحقق، ص ١٣ (٣٢٠)
- المقري، فتح الطيب، ج ٨، ص ٣١، العبادي، ص ١١ (٣٢١)
- الكتبي، ج ٢، ص ١٩٢ (٣٢٢)
- حسن حسني عبد الوهاب، بيت الحكمة التونسية، الافلام، شعبان، ١٣٨٣هـ) ج ١، شماره ٥، ص ٤ (٣٢٣)
- ايضا، ص ٨ (٣٢٢)
- ايضا، ص ١٣ (٣٢٥)
- المقريزي، ج ٢، ص ٢٤٣، ٢٤٥- ابن تغري بردي، ج ٢، ص ٣٢- حسن ابراهيم حسن، مجلة المعهد للمخطوطات العربية (القاهرة، جامعة الدول العربية، ١٩٥٥ء) ج ١، ص ٥٦-٦١ (٣٢٦)

(۳۲۷) المقریزی، ج ۱، ص ۴۰۹

(۳۲۸) المقریزی، ج ۱، ص ۴۰۸

(۹) Olga Pinto, "The Libraries of the Arabs during the time of the Abbassides", Pakistan Library Review, Vol. II, No. 1-2 (March and June, 1959) P.61

Ammad Shalaby, History of Muslim Education (Beruit, Daral-Kashshaf, 1954, P. 78.

(۳۳۰) المقریزی، ج ۱، ص ۴۰۸ (لہ) اتعاظ الخلفاء باخبار الامتہ الفاطمیین الخلفاء تحقیق جمال

الشیمال (القاهرة) مطابع شركة الاعلانات الشرقية، ۱۳۸۷ھ، ج ۱، ص ۲۷۸

(۳۳۱) ایضاً ج ۱، ص ۴۰۸

(۳۳۲) ایضاً ج ۱، ص ۴۵۸-۴۶۰ - حسن ابراہیم حسن، ص ۱۶۶، ۳۳۱، ۳۵۵، ۴۲۸ - زین

ج ۳، ص ۲۳۲ - ابن خلدون، ج ۴، ص ۷۹ - دائرة المعارف الاسلامیہ

انتشارات جہان - بوزرجمہری، ب، ت، ج ۷، ص ۲۶۶-۲۷۰

(۳۳۳) حسن ابراہیم، ص ۴۳۰، ۴۳۱

(۳۳۴) ایضاً ص ۴۳۰

(۳۳۵) المقریزی، ج ۲، ص ۴۰۹

(۳۳۶) ایضاً - ابو شامہ، کتاب الروفتین فی اخبار الدولین النوریہ والصلاحیہ تحقیق محمد حلیمی

(القاهرة) مطبعہ لجنہ والترجمہ والنشر، ۱۹۵۶ء، ج ۱، ق ۱، ص ۱۶۸

(۳۳۷) المقریزی، ج ۱، ص ۴۰۹ - حسن ابراہیم، ص ۴۲۸، ۴۲۹

(۳۳۸) ایضاً (لہ) اتعاظ الخلفاء ج ۲، ص ۲۶۴

(۳۳۹) المقریزی، ج ۱، ص ۴۰۹

(۳۴۰) الشعالبی، ج ۱، ص ۱۵، ۱۶ - ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۶۴ - الذہبی، العبر

ص ۳۰۶ - البیاض، ج ۱، ص ۲۷۵-۲۷۶

(۳۴۱) البیاض، ص ۲۹۱

(۳۴۲) زکی المحاسنی، المستی، القاهرة، د. ا. ر. المعارف، ۱۹۸۰ء، ص ۱۳
(۳۴۳) سامی کیلانی، سیف الدولہ و عصر الحمدانیین (القاهرة) دارالمعارف، ۱۹۵۹ء، صفحہ ۱۱۴



- (۳۲) البلاخ ۲۸۰
- (۳۲) ایضاً ۲۷۲
- (۳۱) محمد کرد علی، خطط الشام (دمشق، مطبعہ المفید، ۱۳۳۷ھ) ج ۶، ص ۱۹۷۔ ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۳۶۵-۳۶۶۔ سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۲، ص ۲۱
- (۳۲) محمد ہارون، آئینہ عرب، ترجمہ کتاب صناعت العرب نوفل طرابلسی (لاہور، خادم التعليم، شیم پریس، ۱۹۰۴ء) ص ۲۳۔ محمد امین الخاجی، تجم العمران فی المستدرک علی معجم البلدان (مصر، مطبعہ السعادی، ۱۳۲۵ھ) ج ۲، ص ۲۹۲، ۲۹۳
- (۳۱) البلاخ، اعلام النبلاء ج ۴، ص ۱۳۸، تعریف القدناء بابی العلا (القاهرة دار الكتب المصرية، ۱۳۶۳ھ، ص ۵۵۷)
- (۳) ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۷۶۷۔ ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۱۷۱
- (۳) پشو، ص ۳۱، ۳۲
- (۲) ایضاً
- (۳) صاعد، طبقات الامم، ص ۸۶
- (۳۱) محمد بن عبد اللہ المعروف بابن الابار، الحلۃ السیراء تحقیق حسین مونس (القاهرة، مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمہ، ۱۹۶۶ء) ج ۱، ص ۱۱۹
- (۳۱) الذمسی، العبر، ج ۲، ص ۵۲
- (۳۱) محمد ابن فتوح الحمیدی، جدوة المقتبس فی ذکر ولایة الاندلس تحقیق محمد بن تاویت الطنجی (القاهرة، مکتب نشر الثقافتہ الاسلامیہ، ۱۳۷۲ھ) ص ۱۱، ۱۲۔ محمد ابن عذاری، البيان المغرب فی احبار المغرب (بیروت، مکتبہ صادر، ۱۹۵۰ء) ج ۱، ص ۵۲۔ الصفدی، ج ۳، ص ۲۲۵
- (۳۱) الحمیدی، ص ۱۱، ۱۲۔ ابن عذاری، ج ۱، ص ۵۲۔ الصفدی، ج ۳، ص ۲۲۵
- (۳۵) ایضاً
- (۳۶) ابن الابار، ج ۱، ص ۲۰۶۔ ابن عذاری، ج ۲، ص ۳۲۳۔ السبکی، ج ۳، ص ۳۰۹
- (۳۱) ابن الابار، ج ۱، ص ۲۰۶
- (۳) ایضاً ص ۲۰۱
- (۳) ابن الاثیر، ج ۸، ص ۲۷۷
- (۳۶) ابن الابار، ج ۲، ص ۲۰۱۔ المتقری، ج ۱، ص ۳۶۱۔ ابن الاثیر، ج ۸، ص ۶۷۷

- (۳۶۳) ایضاً ص ۲۰۲
- (۳۶۴) ایضاً ج ۱ ص ۲۰۱۔ المقرئ ج ۱ ص ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱۶
- (۳۶۵) ابن الابار ج ۱ ص ۲۰۱۔ ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱۷
- (۳۶۶) ابن الابار ج ۱ ص ۲۰۱۔ ۲۰۲
- (۳۶۷) ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ المقرئ ج ۱ ص ۳۶۲
- (۳۶۸) ابن الفرغنی ج ۲ ص ۱۱۵
- (۳۶۹) الحمیدی ص ۴۷۔ ۴۸
- (۳۷۰) ایضاً ص ۹۴۔ (۱۰۱) (مطبعة دار المصرية للتالیف والترجمة ۱۹۶۶ء)
- (۳۷۱) ایضاً ص ۲۳۵۔ ۲۳۶ (دار المصرية ص ۲۵۲۔ ۲۵۳)
- (۳۷۲) ابن الفرغنی ج ۱ ص ۱۵۵ ج ۱ ص ۱۳۰
- (۳۷۳) ایضاً ج ۱ ص ۱۳۱
- (۳۷۴) ابن الابار ج ۱ ص ۲۰۲۔ ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱۷۔ المقرئ ج ۱ ص ۳۶۲
- (۳۷۵) ایضاً۔ المقرئ ج ۱ ص ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ الحمیدی ص ۹۴
- (۳۷۶) ابن جلیل ص ۶۹۔ ۷۰
- (۳۷۷) ابن حزم، جمهرة انساب العرب ص ۱۰۰
- (۳۷۸) ایضاً ابن الابار ج ۱ ص ۲۰۳۔ ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱۶۔ المقرئ ج ۱ ص ۳۶۲
- (۳۷۹) المقرئ ج ۱ ص ۳۷۱
- (۳۸۰) ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱۷۔ المقرئ ج ۱ ص ۳۶۲
- (۳۸۱) ابن عذاری ج ۲ ص ۳۵۸۔ ۳۵۹
- (۳۸۲) المقرئ، فتح الطیب تحقیق احسان عباس بیروت، دار صادر، ۱۳۸۸ھ ج ۱ ص ۳۸۶
- ج ۳ ص ۱۰۹
- الحمیدی ص ۱۳۔ ۱۱۶ لصی، بغیة الملتبس فی تاریخ رجال اہل الاندلس ص ۱۸۔ ۲۱
- دار الکتب العربی، ۱۹۶۷ء
- المقرئ، ازهار الریاض ج ۲ ص ۲۸۶۔ ۲۹۴ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۴
- الذ... صی، سیر اعلام النساء ص ۲۳۔ ۲۳۱
- ابن کثیر، ۳۸۵/۱۱
- القوی، سیر اعلام النساء ج ۱ ص ۱۳۰۔ ۱۳۱

## باب چہارم

### انفرادی و عمومی اور فنی و خصوصی کتب خانے

اسلام کی دعوت پر جس قوم و ملت نے اقرار اور "قیدوا العلم بالکتاب" کے نورِ رفت کو دل میں جگہ دی وہ امور اربعہ:

(۱) قرأت

(۲) کتابت

(۳) حفاظت

(۴) اشاعت

کی خوگر ہو گئی۔

الکتاب، اور کتاب السنہ والاخبار کے جن مختلف علمی گوشوں، قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، نحو و لغت، ادب، تاریخ، انساب، فلسفہ، ہندسہ و طب پر ائمہ فن نے علوم و آثار کو بنا و مرتب کیا اس طرح ہر نوع علم میں انفرادی و خصوصی کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا۔ یہ کتب خانے اس اعتبار سے کہ فرد واحد کی ملکیت میں تھے شخصی و انفرادی کتب خانے کہے جاتے ہیں لیکن اپنی خدمات و ذخائر اور علمی ثروت کے لحاظ سے ادارہ جاتی و عوامی کتب خانے کہے جاتے ہیں۔ مستحق ہیں اس نوع کے کتب خانوں میں یہاں قراء، مفسرین، فقہاء، قضات، صوفیہ، ادباء، محوین، ائمہ لغت، محدثین، انساب نگار، اطباء، فلاسفہ و حکماء کے کتب خانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

یہ انفرادی، عمومی، خصوصی و فنی کتب خانے خرید و فروخت، وقف، ہبہ اور وصیت کے ذریعہ عمومی کتب خانوں کی زینت بنتے یا علمی خانوادوں میں متوارث چلے آتے تھے، اس لیے اسلامی کتب خانوں کی تاریخ میں ان انفرادی کتب خانوں کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔



## باب چہارم

### پہلا حصہ (اجمالی خاکہ)

انفرادی و عمومی کتب خانے	☆
وزیروں کے کتب خانے	☆
عمال کے کتب خانے	☆
حکام کے کتب خانے	☆
دربانوں کے کتب خانے	☆
موچی، رنگریز، عطاروں سے شہرت رکھنے والوں کے کتب خانے	☆
وراقوں کے کتب خانے	☆
خوشنویسوں کے کتب خانے	☆
خازنوں کے کتب خانے	☆
فنکاروں کے کتب خانے	☆
تاجروں کے کتب خانے	☆
دولت مندوں کے کتب خانے	☆
غریبوں کے کتب خانے	☆





## (دو سہ حصہ)

## انفرادی و عمومی کتب خانے

عصر حاضر میں کتب خانہ کی بحث میں انفرادی کتب خانوں کو اہمیت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ہے کہ وہ خدمات سے خالی ہوتے ہیں لیکن عہدِ عباسی کے انفرادی کتب خانے اس سے یکسر مختلف تھے، اس دور میں ان کتب خانوں کے ذخائر کے مطالعہ سے ذہنوں میں نئے نئے موضوع و عنوان ابھرتے تھے، تحقیقات کے لیے تحریک پیدا ہوتی تھی اور نئی کتابیں معرض وجود میں آتی تھیں، اس لیے اس دور میں یہ انفرادی کتب خانوں کے ذخیرے، ذخیروں میں اضافہ کا سرچشمہ تھے، تمدنی و تمدنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے عوام کے ذہنوں کو مصفا و مجلا کرتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ عہدِ عباسی کے یہ انفرادی کتب خانے ہی کتابی تہذیب کے ارتقاء میں مدد و معاون تھے اور وہ بجا طور پر اپنی خدمات کے اعتبار سے ادارہ جاتی کتب خانے کہے جانے کے مستحق تھے۔ غالباً انہی وجوہ سے تاریخ نگاروں نے اسلامی کتب خانوں کے وسیع و شاندار باب میں انفرادی و خصوصی کتب خانوں کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔

عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کا جو اثر اسلامی قلمرو کے مسلم فرمانرواؤں پر ہوا اور عہدِ عباسی میں شاہی کتب خانوں کی جس تیزی سے توسیع و اشاعت ہوئی، علوم و معارف کی سرپرستی کا جو جذبہ بادشاہوں میں ابھرا، اس کے اثرات کا تذکرہ باب سوم میں گزر چکا۔ اس عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی نے وزراء، عمال، حکام، وراق، خوشنویس، خازن، فنکار، دولتمند، غریاء، ائمہ فن قراء، تجار، مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین، صوفیہ، ائمہ نحو و لغت، ادباء، شعراء، مورخین، ماہرین، انساب، فلاسفہ، سائنس دان، مہندسین و اطباء کو متاثر کیا، انہیں علوم و کتب اور کتب خانوں کا فریفتہ بنایا اس سے انفرادی و عمومی اور فنی و خصوصی ذخائر کا اس تیزی سے ارتقاء ہوا کہ گھر گھر کتب خانے قائم ہو گئے، اس کا تحقیقی جائزہ اس باب میں پیش کرنے کی غرض سے اس باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ انفرادی و عمومی کتب خانوں پر اور دو سہ حصہ فنی اور خصوصی کتب خانوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں ۱۱۲ اصناف کے ۵۲ اور دوسرے حصے میں ۱۱۶ اصناف کے ۲۰۱ فنی و خصوصی کتب خانوں کا تذکرہ و نشاندہی کی گئی ہے۔ اس طرح باب چہارم کل ۱۲۵۳ انفرادی و عمومی کتب خانوں کا جامع ہے۔

اس باب پر انفرادی و عمومی اور خصوصی و فنی کتب خانوں کا ذکر ہمیں تاریخ و تذکرہ کی

کتابوں میں ملتا ہے، انفرادی کتب خانوں کے ذخائر سے بڑے بڑے کتب خانے ترتیب پاتے تھے بعض انفرادی کتب خانے اپنے ذخائر کی کثرت و ندرت میں وزیروں کے کتب خانوں سے بھی سبق لے گئے تھے چنانچہ حافظ ابن عقده المتوفی ۳۳۲ھ کا کتب خانہ وزیر ابن عباد کے کتب خانہ سے چار سو بار شتر کتابوں پر مشتمل تھا دو سو بار شتر زیادہ کتابوں کا جامع تھا۔ انہی وجوہ سے وزراء، امراء، ملوک انہیں حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔

عمر عباسی میں کتب خانہ سازی مسلم قوم کا شعار بن جانا اور کتب خانوں کا لوازم زندگی ہونا انفرادی کتب خانوں کی کثرت ہی پر موقوف ہے ان کی طلب و رسد سے سوق الکتب آباد جگہ جگہ پڑھنے لکھنے کا چرچا تھا، کتابوں کے ملنے کی سہولت تھی ان سے وقف کے کتب خانوں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ اس بناء پر انفرادی و عمومی اور خصوصی و فنی کتب خانوں کا ذکر جدا باب میں کیا گیا ہے۔

## (۱) وزیروں کے کتب خانے

عبد عباسی میں وزیر بھی عالم اور علم و فن کے قدردان تھے۔ وہ بادشاہوں کی روش پر چلتے، کتب خانہ سازی میں ان کی ریس کرتے، تحقیق کی غرض سے کتابوں کے بہتر سے بہتر اور کئی کئی نسخے کتب خانوں میں رکھتے، اہل علم کی سرپرستی کرتے، ان سے کتابیں لکھواتے، مصنفین ان کے ہم کتابیں معنون کرتے، انعام پاتے، وراق کتب خانوں میں ان کے لیے کتابیں نقل کرتے اور ترجمہ گار فنی کتابوں کا ترجمہ کر کے ان کے ذخائر علم و کتب میں اضافہ کرتے تھے۔ یہ اہل علم کی مجالس سے لطف اندوز ہوتے اور عام لوگوں کی طرح کتب خانے خریدنے جاتے تھے، علم و کتب کی نشرو شاعت اور کتب خانوں کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، اپنے کتب خانوں میں خازن و عملہ رکھتے، کتابوں کا کیٹلاگ مرتب کراتے نامور اہل علم سے کتابوں کی تصحیح کراتے، بعض وزیر عوامی کتب خانے قائم کرتے، مدرسے اور کتب خانے بنواتے تھے۔

### (۱) یحییٰ برمکی کا کتب خانہ

(۱) ابوالفضل یحییٰ بن خالد بن برمک بلخی ثم بغدادی (۱۲۰-۱۹۰ھ / ۷۳۸-۷۸۰ء) رون رشید کا مربی و وزیر تھا۔ مامون اس کے متعلق کہتا تھا ”بلاغت، کتابت، سخاوت، شجاعت میں نبی بن خالد اور اس کے فرزند کی طرح کوئی نہ تھا“۔ (۱) یحییٰ سائنس دان (۲) علم و اہل علم کا قدردان نا۔ (۳) علماء، ادباء و فقہاء اس کے نام کتابیں معنون کرتے تھے۔ (۴) یہ کتابوں کا بہت دلدادہ تھا سکے خزانہ ”الکتب میں ہر کتاب کے تین تین نسخے رکھے جاتے تھے۔ جاہل کا بیان ہے ”مجھ سے وہی بن یحییٰ نے بیان کیا کہ یحییٰ کے خزانہ الکتب اور بیت مدرسہ (دارالمطالعہ اور بحث و نظر کے کمرے) میں ہر کتاب کے تین تین نسخے رکھے جاتے تھے“ (۵)

اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی ہجری کے نصف آخر سے وزیروں کے کتب خانوں میں کتابوں کے کم از کم تین تین نسخے رکھے جاتے تھے تاکہ بیک وقت دو دو تین تین آدمی مطالعہ کر سکیں اور تحقیقی ضروریات کی بخوبی تکمیل ہو سکے۔ اس نے سب سے پہلے بغداد میں کاغذ بنانے کا کارخانہ قائم کیا تھا۔

(۶) اس کا مشہور مقولہ ہے!

”تین چیزیں عقلمندوں کی عظیمندی کو بتاتی ہیں، ہدیہ، کتاب اور سفیر“۔ (۷)

## (۲) فتح بن خاقان کا کتب خانہ

ابو محمد فتح بن خاقان بن احمد ترکی (المقتول ۲۲۷ھ/۰۰۱-۶۸۶) خلیفہ متوکل جعفر کا وزیر (۸) ادیب، شاعر، مصنف، علم و اہل علم کا قدردان تھا۔ اس کا محلسرا، ادباء، شعراء اور کوئی و بصری علماء کا مرکز تھا۔ کتابوں کا فریفتہ اور ان کے مطالعہ کا شوقین تھا۔ ہمہ وقت اپنی آستین میں کتاب رکھتا جب وقت ملتا مطالعہ میں منہمک ہو جاتا تھا حتیٰ کہ بیت الخلاء میں بھی کتاب کا مطالعہ نہیں چھوڑتا تھا۔ اس کے ذاتی کتب خانہ میں ہر علم و فن کی کتابیں مہیا کی گئی تھیں۔ (۹)

اس کے کتب خانہ کو بالغ نظر فاضل شاعر و منجم ابوالحسن علی بن یحییٰ المتوفی ۲۷۵ھ نے بنا دیا تھا اور وہی اس کا خازن تھا۔ اس نے اس میں وہ تمام کتابیں مہیا کی تھیں جو اس کے خزانہ الحکمہ میں موجود تھیں۔ (۱۰)

## (۳) قاسم بن عبید اللہ حارثی کا کتب خانہ

ولی الدولہ ابوالحسن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان حارثی (۲۵۸-۲۹۱ھ/۸۷۲-۹۰۴) وزیر ابن وزیر تھا، پہلے معتضد باللہ پھر معتفی باللہ عباسی کا وزیر رہا۔ ادیب و شاعر تھا۔ (۱۱) اس کے دور وزارت جمادی الاخریٰ ۲۹۱ھ میں جب امام ثعلب کا انتقال ہوا تو اس نے اپنے اتالیق زجاج المتوفی ۳۱۱ھ کے توسط سے ان کا کتب خانہ جو ایک ہزار دینار کی مالیت کا تھا تین سو دینار میں خریدا تھا۔ (۱۲) لیکن اسی سال ذیقعدہ میں اس کا بھی انتقال ہو گیا اور اس کا کتب خانہ بھی بلکنا شروع ہوا۔ ابو بکر محمد بن یحییٰ صولی بھی اسے خریدنے گئے تھے۔ (۱۳)

## (۴) محمد بن عبد الممالک الزیات کا کتب خانہ

ابو جعفر محمد بن عبد الممالک بن ابان دسکری بغدادی المعروف بابن الزیات (تیل فروش بیگا) (۱۷۳-۲۳۳ھ/۷۸۹-۸۴۷) سنہ ۲۲۵ھ سے خلفائے عباسیہ میں معتصم، واثق، اور متوکل کا وزیر، بڑے پایہ کا ادیب، شاعر، مصنف (۱۴) نحوی، لغوی تھا (۱۵) کتابوں کا دلدادہ انتخاب کتب نہایت اعلیٰ ذوق رکھتا تھا اپنے کتب خانہ میں کتاب کا بہتر سے بہتر نسخہ رکھتا تھا۔

ایک مرتبہ اس نے فصد کھلوائی جب صحت ہوئی تو جاظ بھی مبارک باد دینے گیا اور یہ کتاب کی "الکتاب" پیش کی، ابن الزیات نے کہا تمہارا خیال تھا کہ ہمارا خزانہ الکتب سیویہ کی الکتب سے خالی ہوگا، اس نے عرض کیا "نہیں" لیکن یہ نسخہ فراء کے ہاتھ کا لکھا ہوا کسائی کا مقابلہ کیا، عمرو جاظ کا آراستہ کیا ہوا اور فراء کے وارثوں سے خریدا ہوا نسخہ ہے، ابن الزیات نے کہا تم

سے پسندیدہ تحفہ لے کر آئے اور شکریہ کے ساتھ اسے قبول کیا (۱۶) ابن الزیات نقل نویسوں، ترجمہ نگاروں پر ہر مہینہ دو ہزار دینار خرچ کرتا تھا۔ (۱۷) حسن بن وہب جیسا نامور ادیب اس کے لیے کتابیں نقل کرتا تھا۔ (۱۸)

### (۵) یحییٰ بن اکثم مروزی کا کتب خانہ

ابو محمد یحییٰ بن اکثم بن محمد تمیمی مروزی (۱۵۹-۲۲۲ھ / ۷۷۵-۸۵۶ء) فقیہ، ادیب، نامور عالم بغداد کے قاضی القضاة اور خلیفہ مامون کے وزیر تھے۔ (۱۹) کتابوں کے شوقین اور مصنف تھے۔ (۲۰) فقہ میں بہت کتابیں لکھی تھیں، یحییٰ بن معین کا انتقال ہوا تو ان کے کتب خانہ کے خریداروں میں یہ بھی تھے لیکن زہیر بن حرب المتوفی ۲۳۲ھ نے انہیں کتب خانہ لینے کی مہلت ہی نہ دی۔ پہلے ہی خرید لیا۔ (۲۱) موصوف مصر کے وراقوں سے بھی کتابیں خریدتے تھے۔ (۲۲)

### (۶) اسماعیل بن عباد طالقانی المعروف بصاحب ابن عباد کا کتب خانہ

کافی الکفاة ابو القاسم اسماعیل بن عباد بن العباس طالقانی المعروف بصاحب ابن عباد (۳۲۶-۳۸۵ھ / ۹۳۸-۹۹۵ء) ابن العمید کے ساتھ ہمہ وقت کی ہمشینی سے اس کا لقب صاحب پڑ گیا تھا۔ یہ وزیر ابن الوزیر (۲۳۳) 'بلند پایہ ادیب' شاعر، انشاء پرداز لغوی، مصنف (۲۳) محدث (۲۵) 'نظم (۲۶) موید الدولہ دیلمی اور اس کے بھائی فخر الدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ معارف پرور، علم و علماء کا نردوان تھا۔ خلیفہ ہارون رشید کے بعد سب سے زیادہ شعراء کا اجتماع اس کے محلسرا میں رہا ہے (۲۷) کتابوں کا بہت دلدادہ تھا۔ رے میں اس کا نہایت شاندار کتب خانہ تھا اس میں کتابوں کی اتنی کثرت تھی کہ ان کی باربرداری کے لیے چار سو سے زیادہ اونٹ درکار تھے۔ (۲۸) اہل علم کو ہر سال بغداد میں پانچ ہزار دینار بھیجتا اور انہی کے ساتھ زیادہ تر اٹھتا بیٹھتا اور ان سے کہتا تھا "نحن بالنهار سلطان وباللیل اخوان" (۲۹) ہم دن میں حاکم اور رات کو بھائی بھائی ہیں۔

اس کے خزانے کتب میں دو لاکھ چھ ہزار مجلدات تھے۔ موصوف کا بیان ہے:-

"لقد اشتملت خزانتي على مائتي الف وستة الاف مجلد

ماہر سمیری و لاغانی منها سواہ۔" (۳۰)

"میرے خزانے کتب میں دو لاکھ چھ ہزار مجلدات ہیں لیکن رات میں میری ہم سخن اور

دل بہانے والی الاغانی کے سوا کوئی کتاب نہیں ہے۔"

صاحب ابن عباد کے کتب خانہ میں مصاحف کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ بادشاہوں کے



خزانة الكتب کے سوا کسی کے کتب خانہ میں مصاحف کی اتنی بڑی تعداد موجود نہ تھی چنانچہ کسی نے نہایت عمدہ لکھا ہوا مصحف اسے ہدیۃً بھیجا، ابن عباد شکر یہ کے خط میں اس کو لکھتا ہے:

”میں اس خط کی تعریف کرتا ہوں جس سے آنکھیں روشن ہو گئیں وہ تعریف سے بالاتر اور صحت اقسام کو جامع ہے اس نے قلم کی نخوت کو بڑھایا ہے اب میں اس کی ترک تعریف کو بیان تعریف سمجھتا ہوں میں قسم کھا کر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ بادشاہوں کو چھوڑ کر میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے اتنے مصحف جمع کئے ہوں جتنے میں نے کئے ہیں اور جتنی جدت میں نے ان کے لکھوانے میں کی ہے کسی نے کی ہو، بلاشبہ یہ مصحف ان تمام مصحفوں سے فائق ہے، اس کو ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے سر کو ماتھے پر فضیلت ہے بلکہ اتنی جتنی کہ حج کو عمرہ پر ہے۔“

لقد اهدیتہ علقا نفیسا وما

یهدی النفیس سوی النفیس (۳۲)

”واللہ! آپ نے ہدیہ میں نہایت ہی نفیس چیز دی ہے اور نفیس آدمی ہی نفیس چیز تحفہ میں دیتا ہے۔“

یہ نہایت نادر و منتخب روزگار کتابیں اپنے کتب خانہ میں رکھتا تھا، ایک مرتبہ قاضی قزوینی عمیری نے اس کو کچھ کتابیں تحفہ میں بھیجیں اور ساتھ ہی یہ شعر بھی لکھ بھیجے:

العمیری عبد کافی الکفاة

ومن اعتد فی وجوه القضاة

”عمیری جو کافی الکفاة کا غلام ہے اور جس کا نامور قاضیوں میں شمار ہے۔“

خدم المجلس الرفیع بکتب

مفعمات من حسنہا مترعات

”اس نے مجلس عالی میں چند کتابیں پیش کی ہیں جو حسن و خوبی کی مسرت سے لبریز ہیں۔“

صاحب ابن عباد نے ان میں سے ایک کتاب رکھ لی اور اس رقعہ کے نیچے یہ اشعار لکھ

بقیہ کتابیں واپس کر دیں۔

قد قبلنا من الجمیع کتابا

وردنا لوقتہا الباقیات

”ہم نے ان تمام کتابوں سے ایک کتاب رکھ لی اور باقی فی الفور واپس کر دی ہیں۔“

لست استغنم الكثير فطبعی قول

خذ لیس مذہبی قول ہات (۳۳)



”میں بہت زیادہ کو غنیمت نہیں سمجھتا میری طبیعت خدا صفا عمدہ چیز لو میرا مذہب قول نیار  
س ہے۔“

مذکورہ بالا اشعار سے ابن عباد کے خزانۃ الکتب کے معیار اور اس کی اہمیت کا اندازہ کیا  
سکتا ہے کہ کیسی اہم نادر و معیاری کتابیں اس نے کتب خانہ میں جمع کی تھیں۔

ابن عباد کے کتب خانہ میں جو کتابیں داخل کی جاتی تھیں ان کی تصحیح و مقابلہ بھی ائمہ فن کی  
یگرانی کرایا جاتا تھا۔ چنانچہ ابو العلاء حسین بن محمد بن مرویہ نے اپنی کتاب ”الاجناس الجواہر“  
لکھا ہے کہ ”میں بغداد میں ابو علی فارسی نحوی المتوفی ۷۷۳ھ کی خدمت میں جاتا رہتا تھا خلیفہ  
نے کافی الکفاۃ کے کتب خانہ کے لیے کتاب ”التذکرہ“ کی تصحیح کی خاطر ہفتہ میں دو دن میرے  
ان کے ساتھ مقرر کئے تھے ہم چند ورق پڑھتے تو ادبی بحثیں چھڑ جاتی تھیں“ (۳۴)

مشہور امام لغت ابن فارس المتوفی ۳۶۵ھ نے اس کے خزانۃ الکتب کے لیے فقہ  
فتہ العربیہ کے موضوع پر کتاب لکھی اور اس کے نام معنون کی اسی نسبت سے اسے ”الصاحبی“  
ما جاتا ہے۔ (۳۵)

موصوف کے کتب خانے کا کیٹلاگ بھی دس جلدوں میں کتابی صورت میں موجود تھا جو  
۷۷۳ھ میں ابو الحسن بیہقی کی نظر سے گذرا تھا۔ یہ صرف سو بار شتر کتابوں کا کیٹلاگ تھا۔ (۳۶)  
یہ کتب خانہ (۴۲۰ھ / ۱۰۲۹ء) تک محفوظ رہا سلطان محمود غزنوی نے جب رے پر قبضہ کیا  
رے سے بتایا گیا کہ یہ روافض کی کتابوں پر مشتمل ہے تو اس نے اس سے علم کلام کی کتابیں نکلوا کر  
یہ کتابیں غزنی بھیج دی تھیں۔ (۳۷)

صاحب ابن عباد کا کتب خانہ بظاہر خانگی کتب خانے کی حیثیت رکھتا تھا لیکن علماء و فضلاء کو  
اس کتب خانے سے استفادہ اور سفر میں کتابیں انتخاب کر کے لے جانے کی سہولت بھی حاصل  
تھی۔ چنانچہ ابو دلف مسعر بن مہمل خزرجی ینبوعی المتوفی ۳۹۰ھ نامور شاعر و سیاح صاحب  
ابن عباد کے کتب خانے سے سفر میں کتابیں انتخاب کر کے لے جاتا تھا۔ (۳۸)

سنہ ۳۸۵ھ میں جب صاحب کا انتقال ہوا تو اس کے خازن کتب ابو محمد نے جو فخر الدولہ کا  
جاسوس تھا۔ مرنے کی اطلاع کی اس نے اس کے مال و متاع پر قبضہ کیا اس طرح اس کا کتب خانہ  
شاہی کتب خانے میں چلا گیا۔ (۳۹)

## (۷) محمد بن الحسین قتی المعروف بکاتب ابن العمید کاکتب خانہ

ابوالفضل محمد بن الحسین بن محمد قتی المعروف بکاتب ابن العمید (۳۶۰-۳۷۰ھ / ۹۷۱-۹۸۱ء) بلند پایہ ادیب، انشاء پرداز، شاعر، فلسفی، ہیئت دان، مهندس و مصنف (۴۰) وزیر ابن الوزير تھا، علم اہل علم کا قدر دان اور کتابوں کا دلدادہ تھا۔

سنہ ۳۵۵ھ میں جب ڈاکوؤں نے اس کے مجلسرا کو لوٹا اور اس کو خبر کی گئی تو اس نے سب سے پہلی بات یہی پوچھی تھی کہ کتب خانے کا کیا ہوا اسے بتایا گیا کہ وہ بچ گیا ہے تو اس نے کہا تھا کہ ہر چیز مل سکتی ہے لیکن کتابیں اگر لٹ جائیں تو ان کا بدل ممکن نہ تھا۔ ابن مسکویہ اس کے خزانہ الکتب میں خازن ہونے کی وجہ سے الخازن کے لقب سے مشہور تھا۔

## (۸) یعقوب بن یوسف بغدادی ثم مصری المعروف بابن کلس کاکتب خانہ

ابوالفرح یعقوب بن یوسف بن ابراہیم بغدادی ثم مصری المعروف بابن کلس (۳۱۸-۳۸۰ھ / ۹۳۰-۹۹۰ء) وزیر، انشاء پرداز، متکلم اور باطنیوں کا نامور عالم تھا۔ (۴۱) کلس کتابوں کا شیدائی تھا۔ مجلسرا میں اس کا کتب خانہ تھا اس میں بہت سے وراق کام کرتے تھے، کچھ قرآن لکھتے، کچھ حدیث، کچھ فقہ، اور کچھ ادب و طب کی کتابیں نقل کرتے تھے۔ ایک جماعت مقابلہ کرتی رہتی تھی، کچھ قرآن پر نقطے اور اعراب لگاتے تھے۔ (۴۲) اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کتب خانہ موضوعات علوم کی ترتیب پر مرتب تھا۔

## (۹) ابوالقاسم احمد جمالی کاکتب خانہ

الملك الافضل ابوالقاسم احمد بن بدر جمالی (۲۵۸-۵۱۵ھ / ۱۰۶۵-۱۱۲۱ء) کو خلیفہ مستقر فاطمی نے ۴۸۸ھ میں مصر کا وزیر (امیر عساکر) بنایا۔ یہ وزیر بن وزیر نہایت دولت مند (۴۳) کتاب کا شوقین اور صاحب سیف و قلم وزیر تھا۔

اس کے ذاتی کتب خانہ میں پانچ لاکھ مجلدات موجود تھیں (۴۴) کتابوں کے سلسلہ موصوف کا جذبہ یہ تھا کہ مصر میں بیرون ملک سے کتابیں درآمد ہوں لیکن مصر کے ذخائر سرزمین مصر سے باہر نہ جائیں چنانچہ شاہی طبیب افرائیم اسرائیلی کے طبی کتب خانہ سے جب ہزار (۱۰،۰۰۰) مجلدات ایک عراقی تاجر نے خریدیں اور اس کی خبر وزیر موصوف کو ہوئی تو وہ

خانہ خود خرید لیا۔ عراقی تاجر کے پاس نہ جانے دیا۔

مذکورہ بالا واقعہ اسی جذبہ کا مظہر و بین ثبوت ہے نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کتب خانہ میں ہر علم و فن کی کتابیں محفوظ تھیں۔ وزیر موصوف کے کتب خانہ میں جو نئی کتاب آتی اس پر ان کے القاب لکھے جاتے تھے۔ (۴۵)

یہ عقائد میں فاطمیوں کے ہمنوا نہیں تھے اس لیے انہیں قتل کرایا گیا۔ (۴۶) ان کا سارا مال و متاع بار بردار جانوروں پر لاد کر شاہی خزانہ میں جمع کرایا گیا۔ (۴۷) اس میں ان کا کتب خانہ بھی چلا گیا تھا۔ فاطمی عقائد کی آگ میں ایک محسن کتب خانہ الملک الافضل اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کر گیا۔

(۱۰) احمد بن عبدالرحیم بلیسانی مصری المعروف القاضی اشرف کا کتب خانہ

ابوالعباس احمد بن عبدالرحیم بن علی بیسانی مصری المعروف بالقاضی اشرف (۵۷۳-۶۴۳ھ / ۱۱۷۷-۱۲۴۵ء) قاضی فاضل کا فرزند، محدث (۴۸) 'ادیب' شاعر اور املک العادل ابو بکر ایوبی کا وزیر تھا۔ (۴۹) کتابوں کے جمع کرنے کا بہت دلدادہ تھا۔ (۵۰) ابن سعید اندلس نے موصوف کے متعلق لکھا ہے:

”یہ علم و فضل سے آراستہ تھا، اس کا وجود مغترباتِ روزگار سے تھا خوب علم حاصل کیا اور بہت لکھا تھا اس کے پاس باپ کے خزانے کتب سے بہت کچھ نادر ذخیرہ علمی موجود تھا، اس نے بھی مختلف بلاد سے جمع کیا تھا بائیں ہمہ فضائل علمی باتوں کے بیان کرنے اور کتابوں کے دینے میں سب سے زیادہ بخیل تھا۔“ (۵۱)

اس کا نہایت عظیم الشان کتب خانہ تھا جس کی وسعت اور کتابوں کی کثرت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ جمادی الاولیٰ ۶۲۶ھ میں موصوف کے محل کا محاصرہ کیا گیا اور ان کے تمام خزانے کتب کو قلعہ الجبل (قاہرہ) میں منتقل کیا گیا تو اس کتب خانہ کی جملہ کتب ۶۸ ہزار مجلدات پر مشتمل تھیں ۳ جمادی الآخریٰ کو ان کے محل سے الماریوں کی لکڑیوں کے تختے منتقل کئے گئے۔ انچاس (۴۹) اونٹوں پر بھجوائے گئے تھے اور کتابیں ۵۹ اونٹوں پر تین پھیروں میں منتقل کی گئی تھیں۔ (۵۲)

## (۱۱) کمال الدین بن ابی سعید دمشقی کا کتب خانہ

کمال الدین امین الدولہ بن غزال بن ابی سعید دمشقی (۶۲۸-۰۰/۱۲۵۰-۰۰) بلند پایہ طبیب، عالم و مصنف تھا۔ سنہ ۶۲۸ھ تک سلطان بعلبک، بہرام شاہ بن فرخ شاہ کا وزیر، پھر سنہ ۶۲۳ھ تک سلطان ابو الفداء اسماعیل بن ابی بکر کا وزیر رہا (۵۳) موصوف کو کتابوں کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا جملہ علوم و فنون کی عمدہ کتابیں فراہم کی تھیں، نقل نویس ان کے پاس کتابیں نقل کرتے رہتے تھے۔

ابن ابی اصیبعہ کی کتاب ”عیون الانباء“ کا پتہ چلا تو ان کے باپ سعید الدین سے کہا: ”میرے کتب خانہ میں بیس ہزار کتابیں ہیں لیکن اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں ہے میں یہ کتاب نقل کرانا چاہتا ہوں۔ ابن ابی اصیبعہ نے فاضل خطاط سے کتاب نقل کرا کر پہنچائی تو ابن ابی اصیبعہ کو انعام و خلعت سے سرفراز کیا“ (۵۴)

## (۱۲) جمال الدین بن ابراہیم شیبانی قفطی کا کتب خانہ

الوزیر الاکرم جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف بن ابراہیم شیبانی قفطی (۵۶۸-۶۳۶ھ/۱۱۷۲-۱۲۳۸ء) موصوف قاضی بن قاضی، وزیر اور ایک علمی خانوادے کے گوہر شب چراغ تھے۔ (۵۵) موصوف کا محل علماء، شعراء، ادباء وغیرہ کا آستانہ تھا۔ (۵۶) یاقوت رومی کا بیان ہے: ”علی بن یوسف قفطی کتابوں کے جمع کرنے کا شوقین اور کتابوں کا بے حد حریص تھا، میں نے کتابوں کے مشغلہ کتب فروشی کے باوجود اس سے زیادہ کتابوں کا اہتمام کرنے اور حاصل کرنے کا حریص کوئی نہیں دیکھا۔ موصوف نے اتنی کتابیں جمع کی تھیں کہ معاصرین میں سے کسی کے پاس نہیں تھیں“ (۵۷)

یاقوت نے اپنی کتاب ”معجم البلدان“ کا نسخہ قفطی کو تحفہ میں پیش کیا تھا اور اس کے حوالہ سے بہت سی باتیں ”معجم الادباء“ میں نقل بھی کی ہیں (۵۸) اس کے کتب خانے میں ہر علم و فن پر تقریباً پچاس ہزار دینار کی مالیت کا ذخیرہ کتب موجود تھا۔ جس کی وصیت الملک المظاہر کے لیے کی تھی۔ (۵۹) اس کے انتقال کے بعد یہ کتب خانہ شاہی کتب خانے میں داخل کیا گیا تھا۔

موصوف کو کتابوں سے جیسی کچھ دل بستگی اور محبت تھی اس کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے کیا جاسکتا ہے:

”علامہ سمعانی کی کتاب ”الانساب“ کا خود سمعانی کا نسخہ انہیں ملا مگر وہ قدرے ناقص تھا جب موصوف کو یہ معلوم ہوا کہ ٹوپی فروش نے اس کے ورق میں کسی کو ٹوپی لپیٹ کر دی تھی تو

بہت رنج ہوا اس رنج ہی رنج میں بستر پکڑ لیا، لوگ ان کی عیادت کو آنے لگے تھے۔ (۶۰)

(۱۳) ابوطالب محمد بن علی العلقمی بغدادی کا کتب خانہ

موید الدین ابو طالب محمد بن احمد بن علی العلقمی بغدادی (۵۹۳-المقتول ۶۵۶ھ / ۱۱۹۷-۱۲۵۸ء) بڑا فاضل ادیب و آخری خلیفہ مستعصم کا وزیر تھا۔ علم و اہل علم کا قدردان اور کتابوں کا شوقین تھا۔ (۶۱) اس نے اپنے محل میں سنہ ۶۳۴ھ میں ایک خزانہ کتب قائم کیا تھا جس میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں جمع کی تھیں۔ شعراء نے اس کی تعریف میں شعر لکھے اور عمدہ عمدہ قصیدے کہے تھے (۶۲)۔ اس کے فرزند شرف الدین علی کا بیان ہے ”اباجان کا خزانہ کتب دس ہزار (۱۰۰۰۰) مجلدات پر مشتمل تھا“۔ (۶۳)

اس کتب خانہ سے اہل علم کو استفادہ اور نقل کی سہولت حاصل تھی، مرزبانی کی کتاب ”الموشح“ کے آخر میں ناقل نے تصریح کی ہے کہ ”میں نے یہ نسخہ وزیر محمد العلقمی کے نسخہ سے نقل کیا ہے جس پر اس کے دستخط و تحریر موجود تھی اور وہ نسخہ محمد بن علی المعروف بالنقاش کا لکھا ہوا تھا“ (۶۴) اہل علم اس کے نام کتابیں معنون کرتے تھے۔ چنانچہ ابن الحدید المتوفی ۶۵۶ھ نے ”شرح نہج البلاغہ“ اس کے نام معنون کی تھی۔



## (ب) عمال کے کتب خانے

عمال (گورنر) بھی بادشاہوں اور وزیروں کی طرح کتب خانے بناتے تھے ان کے کتب خانے ہر علم و فن کی کتابوں کے جامع ہوتے تھے۔ سرکاری منصب سے سبکدوش ہونے کے بعد بعض عمال کی توجہ کا تمام تر مرکز ان کا کتب خانہ ہی ہوتا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ سازی عہد عباسی میں سماجی زندگی کا اٹوٹ حصہ بن گئی تھی۔ نمونہ کے طور پر صرف ایک عامل کے کتب خانہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

### (۱) اسحاق بن علی ہاشمی عباسی کا کتب خانہ

اسحاق بن سلیمان بن علی ہاشمی عباسی (۰۰-۱۹۴ھ / ۰۰-۶۸۰۹) مدینہ، سند، مکران، حمص، بصرہ، آرمینیا کا عامل رہا۔ (۶۵) موصوف علم و اہل علم کے قدردان اور کتابوں کے شوقین تھے علوم اوائلی، یونانی و ہندی علوم سے زیادہ شغف تھا ان زبانوں سے ترجمہ نگاروں کی ایک جماعت ان کے لیے کتابوں کا ترجمہ کرتی تھی۔ بغداد میں ان کا خزانۃ الکتب جداگانہ مکان میں تھا۔ آخر عمر میں یہیں بیٹھ کر مطالعہ کرتے رہتے تھے اپنے محل سرا کو جس میں موصوف کا کتب خانہ تھا چشم مرید کہتے تھے۔ (۶۶) جاہل کی ان کے یہاں آمد و رفت تھی وہ ان کے دونوں زمانوں کا چشم دید حال لکھتا ہے:

”میں اسحاق بن سلیمان کے پاس ان کی گورنری کے زمانہ میں پہنچا تو دیکھا کہ فرش بچھا ہوا ہے لوگ دو رویہ بیٹھے ہوئے ہیں گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں (بے حس و حرکت خاموش) اور اس کا فرش و فروش بھی دیکھا، سلیمان کی پوشاک بھی دیکھی تھی، جب معزول ہو گیا اس وقت بھی اس کے پاس پہنچا، دیکھا تو وہ اپنے کتب خانہ میں بیٹھا تھا اس پاس جامہ دان (کتابوں سے پر) چمڑے کے نوشتے، جزدان، کتابیں مسطر، دواتیں رکھی ہوئی تھیں، میں نے اس کو آج کے دن سے زیادہ پروقار، بلند تر، بارعب و با عظمت کبھی نہیں دیکھا تھا اس لیے کہ اس نے ہیبت کے ساتھ محبت کو اور عظمت کے ساتھ حلاوت اور سیادت کے ساتھ حکمت کو جمع کیا تھا“۔ (۶۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں کتب خانہ رکھنا لکھنے پڑھنے اور کتابوں میں منہمک رہنا اہل علم کی نظر میں کتنا پسندیدہ فعل سمجھا جاتا تھا وہ گورنری کے ٹھاٹھ باٹھ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے، اس کے لیے منکہ ہندی سنسکرت (۶۸) سے اور داریشوع سریانی سے کتابوں کا ترجمہ کرتے اور شرح لکھتے تھے۔ (۶۹)



اس قسم کے ذخائر کتب مندرجہ ذیل عمال بھی رکھتے تھے:

(۲) ابو عبد اللہ ہارون بن مقتدر باللہ جعفر عباسی المتوفی بعد ۳۲۰ھ (۷۰)

(۳) علاء الدین عطاء ملک بن محمد بن محمد جوینی المتوفی (۶۷۱ھ / ۱۲۷۷ء) (۷۱)

## (ج) حکام کے کتب خانے

عہد عباسی میں بیشتر سرکاری عہدے دار کتابوں کے شوقین تھے وہ کتب خانے رکھتے اور اپنی بساط کے مطابق کتب خانے بناتے، علوم و فنون اور کتابوں کی نشر و اشاعت کرتے تھے ان میں سے بعض کے کتب خانے بہت عظیم الشان کتب خانے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں کم و بیش ہر صاحب سیف و قلم کتب خانہ رکھتا تھا۔

### (۱) تاج الدین بن حسین بغدادی کا کتب خانہ

تاج الدین ابو سعد حسن بن محمد بن حسین بغدادی (۵۲۷-۶۰۸ھ / ۱۱۵۳-۱۲۱۱ء) سیف الدولہ کے خاندان کا آخری عالم، ادیب، کاتب، مصنف تھا۔ بغداد میں شفاخانہ عضدی کا ناظم اور نکسال کا نگران تھا۔ کتابوں کے جمع کرنے کا شوق تھا بڑی قیمت دے کر بھی لے لیتا تھا۔ بنیادی نامور کاتبوں اور مصنفوں کے لکھے ہوئے نسخے جمع کئے تھے جو بہت سے اہل علم کے پاس نہیں تھے۔ (۷۲) استادوں سے پڑھی ہوئی چھوٹی بڑی کتابیں خود باریک قلم سے لکھی تھیں ان کا مقابلہ و تصحیح کی تھی۔ (۷۳)

موصوف کے معاصر یا قوت رومی کا بیان ہے:

”ان پر ایک وقت ایسا آیا کہ اپنے ہاتھ سے اپنی کتابیں نکال کر بیچتے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہوتے تھے ان کی اس وقت ایسی حالت ہوتی تھی جیسے کوئی اپنے عزیز کو جدا کرتا ہو یا اپنے پیارے دوست کی جدائی پر دل بھر آتا ہو، میں نے ان سے عرض کیا آپ پر کشائش کا زمانہ آئے گا، زمانہ یکساں نہیں رہتا۔ آپ اس سے بہتر کتابیں جمع کر لیں گے فرمایا، صابرا دے سنو:

”یہ میری پچاس سالہ زندگی کا حاصل ہے مانا کہ مال آجائے گا اور زندگی بھی بڑھ جائے گی کتابیں مل جائیں گی لیکن افسوس! اس کے بعد بھی ان سے جدائی ہوگی اور پھر ملنا نہ ہوگا۔ ان کا انتقال ہو گیا اور آرزو پوری نہ ہو سکی“ (۷۴)

ابن حمدون کتابوں کا فریفتہ تھا مگر دوسروں کو کتابیں مستعار دینے میں بڑا فیاض واقع ہوا تھا۔ یا قوت کا بیان ہے ”مجھے موصوف کو فوراً کتاب مستعار دینے پر تعجب ہوتا تھا انہوں نے ایک دن مجھ سے فرمایا میں نے کبھی کتاب مستعار دینے میں بخل نہیں کیا اور نہ میں نے اس پر کبھی زر

ضمانت طلب کیا مجھے معلوم نہیں کہ کبھی مستعار دینے میں میری کوئی کتاب کھوئی ہو“ (۷۵)  
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں مستعار دینے میں احتیاط سے کام لیا جاتا تھا اور عمر  
 ضمانت طلب کیا جاتا تھا اس لیے یا قوت کو ان کی فیاضی اور کتابوں کی بازیابی پر تعجب و حیرت  
 اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بلا معاوضہ مستعار کتابیں دینے کا بھی چلن تھا اس  
 شخص کی ضمانت لی جاتی تھی اور نہ زر ضمانت ہی طلب کیا جاتا تھا۔ حالانکہ یورپ میں یہ بات  
 ۱۸۵۰ء تک بھی رائج نہیں ہو سکی تھی۔

### (۲) ابوالحسن علی بن رشید حریمی حنبلی کا کتب خانہ

ابوالحسن علی بن رشید بن احمد حریمی حنبلی (۵۳۵-۶۰۵ھ / ۱۱۲۸-۱۲۰۸ء) و جلد  
 آخری کنارے حربی میں قیام پذیر تھا۔ خلیفہ ناصر الدین اللہ کے زمانہ میں مختلف سرکاری عہدہ  
 ممتاز رہا۔ مخدث (۷۶) 'تقیہ' ادیب و شاعر اور اچھا خوشنویس تھا۔ ابن مقفہ کی روش پر لکھا  
 (۷۷) کتابوں کا دلدادہ تھا۔ بہت لکھا تھا اور بہت کتابیں جمع کی تھیں (۷۸) اس نوع کے ذخیرے  
 مندرجہ ذیل حکام کے پاس تھے: ۷

- (۳) ابوالحسن بن احمد بن امیرک نیشاپوری المتوفی (۵۱۰ھ / ۱۱۱۶ء) (۷۹)
- (۴) سپہ سالار افواج خوارزم شاہ ابو علی حسین بن عبداللہ اور ان کے فرزند سپہ
- (۵) ابوشجاع محمد بن حسین رکھتے تھے۔ رشید الدین وطواط المتوفی ۵۷۲ھ نے
- کے خزانہ کتب کے لیے "مفتاح الحکم و مصابح الظلم" اور ابوشجاع کے خزانہ کتب
- "جواہر القلائد و زواہر الفرائد" لکھی تھیں۔ (۸۰)

## (د) دربانوں کے کتب خانے

عبد عباسی میں حاجب (دربان) بھی علم و کتب سے بہرہ ور تھے اور وہ بھی اپنے پاس کتب خانہ رکھتے تھے۔

### (۱) ابوالحسن عبدالعزیز کا کتب خانہ

ابوالحسن عبدالعزیز بن ابراہیم بن نعمان (۰۰-۳۵۱ھ / ۰۰-۶۶۲ء) کا باپ کاتب و دربان تھا۔ ابوالحسن ادیب، مصنف و فتری امور و کتابت کے فن میں طاق، معزالدولہ کے دور حکمرانی میں دیوان سواد (عراق) کا سربراہ اور کتابوں کا دلدادہ تھا۔ بہت بڑا اور عمدہ کتب خانہ جمع کیا تھا۔  
ابن الندیم کا بیان ہے:

”اس کے کتب خانہ سے زیادہ بہتر کتب خانہ نہیں دیکھا گیا کیونکہ یہ اصل کتابوں اور ان کے یکتا و یگانہ دو اویں پر جو مصنفین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے تھے، مشتمل تھا“ (۸۱)  
اس سے معلوم ہوا کہ کتب خانوں میں اس کتب خانہ کو اہمیت و شہرت حاصل ہوتی تھی جس میں مصنفین کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے محفوظ ہوتے تھے۔

(۲) محمد بن نصر حاجب (۰۰-۳۱۲ھ / ۰۰-۶۶۵ء) صولی کا بیان ہے کہ موصوف نہایت عالی ہمت، بہت سے محاسن کے جامع اور علم کے دلدادہ تھے۔ حدیثیں لکھی تھیں دو ہزار دینار سے زیادہ کاتب خانہ چھوڑا تھا۔ (۸۲)

(۵) موچی، رنگریز اور عطاروں سے شہرت رکھنے والوں کے کتب

خانے

(۱) ابو مخلد عطاء بن مسلم حلبی المعروف بالخفاف کاتب خانہ

ابو مخلد عطاء بن مسلم حلبی المعروف بالخفاف (چرمی جوتے ساز) اعمش المتوفی سنہ (۶۷۱-۶۷۵ھ / ۶۷۱-۶۷۵ھ) اور سفیان ثوری المتوفی سنہ (۹۷-۱۶۱ھ / ۷۱۶-۷۱۸ھ) کے شاگرد تھے۔ موصوف کے پاس کتب خانہ تھا جو انہوں نے زیر زمین دفن کرایا تھا۔ (۸۳)

(۲) ابو نصر محمود بن فضل بن محمود اصفہانی ثم بغدادی کاتب خانہ

ابو نصر محمود بن فضل بن محمود اصفہانی ثم بغدادی صباغ رنگریز (۵۱۲-۵۱۸ھ / ۱۱۱۸-۱۱۱۸ھ) حافظ حدیث و محدث تھے زود نویس و خوشنویس تھے بڑی لمبی لمبی کتابیں نقل کی تھیں (۸۴)۔

(۳) ابو عبد اللہ محمد بن مخلد دوری بغدادی کاتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن مخلد بن حفص دوری بغدادی عطار (۲۳۳-۳۳۱ھ / ۸۴۷-۸۴۷ھ) حافظ حدیث مسند بغداد، مورخ و مصنف تھے (۸۵) ان کا کتب خانہ ان کی مسوعات و مصنفات پر مشتمل تھا جس میں زیادہ تر حدیث، فقہ، رجال کی کتابیں تھیں۔ (۸۶)

(۴) ابو الفضل نصر بن محمد بن احمد طوسی عطار کاتب خانہ

ابو الفضل نصر بن محمد بن احمد طوسی عطار (۳۱۱-۳۸۲ھ / ۹۲۳-۹۹۴ھ) محدث خراسان حافظ حدیث، مصنف رفیق شبلی، بلند پایہ صوفی تھے۔ موصوف نے حدیث کی کتابوں کا اتنا ذخیرہ جمع کیا تھا کہ ان کے معاصرین میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔ (۸۷)

## (و) وراقوں کے کتب خانے

عہدِ عباسی میں وراق و خوشنویس کتابیں نقل ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض اپنے پاس کتب خانے بھی رکھتے تھے اور کتابوں کے سلسلہ میں اہل علم کی رہنمائی بھی کرتے تھے۔

### (۱) ابواسحاق ابراہیم بن سعید نعمانی کا کتب خانہ

ابو اسحاق ابراہیم بن سعید بن عبد اللہ نعمانی مولیٰ تیمی کتبی وراق مصری المعروف حبال (۳۹۱-۴۸۲ھ / ۱۰۰۱-۱۰۸۹ء) حافظ حدیث، محدث و مصنف تھے، کتابوں کی تجارت تے اور خود بھی کتابیں جمع کرتے تھے اس لیے ان کے پاس حدیث کی کتابوں کے اصل نسخے اور اے اتنے زیادہ جمع ہو گئے تھے کہ بیان نہیں کئے جاسکتے۔ حبال اپنے نسخے اور کتابیں اپنی موجودگی، طلبہ کو نقل کے لیے دیتے جب تک بیٹھتے نقل کرنے دیتے اور جب اٹھتے نسخے واپس لے لیتے، ان کے پاس ایک کتاب کے کئی کئی نسخے تھے اور اتنی کتابیں، تھیں کہ معاصرین کے پاس نہ

س- (۸۸)

### (۲) ابوبکر محمد بن احمد المعروف بابن الخاضہ کا کتب خانہ

ابوبکر محمد بن احمد بن عبد الباقی وفاق بغدادی المعروف بابن الخاضہ (۴۸۹ھ / ۱۰۹۵-۰۰ء) حافظ حدیث، امام فن، مفید بغداد (۸۹) قاری، ادیب، عمدہ خطاط و وراق، نقل نویسی پر ان کی گزر بسر تھی، صحیح پڑھتے، صحیح لکھتے تھے۔ (۹۰)

ان کا ذاتی کتب خانہ تھا جو کوئی ان کے کتب خانے سے کتاب عاریتاً مانگتا اسے کتاب دیتے، اور اگر اپنے کتب خانہ میں نہ ہوتی جہاں سے مل سکتی اس کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ (۹۱)

### (۳) ابوبکر محمد بن الحسین بابن الخفاف الوراق کا کتب خانہ

ابوبکر محمد بن الحسین بن ابراہیم المعروف بابن خفاف الوراق (۴۱۸-۰۰ھ / ۱۰۲۷-۰۰ء) رث، وضاع و کذاب تھا کتابوں کا بڑا ذخیرہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ بازار باب الطاق جل لیا تو اس کے ہزار اسی من اجزاء نذر آتش ہو گئے تھے۔ (۹۲)

محدثین کی اصطلاح میں ایک من دس جز کا ہوتا ہے۔ (۹۳)

## (ز) خوشنویسوں کے کتب خانے

(۱) ابو بشر شعیب بن ابی حمزہ حمصی کا کتب خانہ

ابو بشر شعیب بن ابی حمزہ بن دینار مولیٰ اموی حمصی (۹۲-۱۶۲ھ / ۸۱۰-۷۷۸ء) حافظ حدیث، خوشنویس، خلیفہ ہشام بن عبد الملک المتوفی ۱۲۵ھ کے کاتب اور صاحب الزہری (زہری) تھے۔ ان کے پاس حدیث کی کتابوں کا ذخیرہ تھا تمام کتابیں خوشخط زیر و زبر کے ساتھ لکھی ہوئی تھیں۔ امام احمد نے ان کی کتابوں کو دیکھا تھا۔ (۹۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاتی کتب خانوں کے دروازے بھی اہل علم کے استفادہ کے لیے کھلے رہتے تھے۔

(۲) ابو ایسر ابراہیم بن احمد شیبانی کا کتب خانہ

ابو ایسر ابراہیم بن احمد شیبانی بغدادی المعروف بالریاضی (۲۲۳-۲۹۸ھ / ۸۳۸-۸۱۱ء) نحوی، لغوی، ادیب و شاعر، مصنف و خطاط (۹۵) اور ہر فن سے بہرہ ور تھا۔ اکثر کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کی تھیں، بہت اچھا وراق تھا بڑھاپے میں سیویہ کی ”الکتاب“ ایک قلم سے نقل کی تھی موصوف کے ذخیرہ کتب خانہ میں ہر فن کی کتابیں تھیں ریاضی نے افریقہ و یورپ (اندلس) محدثین کے مسائل اور شعراء کا کلام و تذکرہ پانچایا تھا۔ (۹۶)

(۳) ابو علی حسن بن عبد اللہ مصری کا کتب خانہ

ابو علی حسن بن علی بن عبد اللہ المعروف بابن ابی جرادہ مصری (۵۵۱-۵۰۰ھ / ۱۱۰۰-۱۰۶۱ء) شاعر، ادیب، کاتب و خوشنویس تھا، ابن مقلہ کی طرز پر نسخ اور ابن البواب کی روش پر رقعہ لکھتا تھا۔ اس کا کتب خانہ ان کے باپ نے بنا کر دیا تھا۔ (۹۷) اس قسم کے کتب خانے مندرجہ ذیل خوشنویسوں کے پاس تھے۔

(۴) ابو نصر حسن بن محمد بن ابراہیم تور تانی اصحاب

(۲۶۶-۵۲۷ھ / ۱۰۷۳-۱۱۳۲ء) (۹۸)

(۵) ابو البرکات عبد القاہر بن علی بن عبد اللہ المعروف بابن جرادہ

(۵۵۲ھ / ۱۱۵۷ء) (۹۹)



## (ح) خازنوں کے کتب خانے

عہد عباسی میں کتب خانوں کے خازن جن کی زندگی کتب خانوں میں گزرتی تھی کتابوں سے سیری نہیں ہوتی تھی اپنے ذوقِ علمی کی تسکین کی خاطر ان میں سے بعض بہت عظیم کتب رکھتے تھے اور اسے اہل علم کے استفادہ کے لیے وقف کر دیا کرتے تھے۔

### (۱) عبدالسلام بن الحسین لغوی کا کتب خانہ

ابو احمد عبدالسلام بن الحسین بن محمد بصری لغوی (۳۲۹-۴۰۵ھ / ۹۴۰-۱۰۱۴ء) بلند پایہ 'لغوی' ادیب، دارالعلم ساہور کا خازن و سخی تھا۔ اس کے پاس بھی کتابوں کا ذخیرہ کتب تھا۔ جب مسائل آتا اور درہم یا دینار کچھ پاس نہ ہوتا تو اپنے ذاتی اور نجی ذخیرہ کتب سے کتاب نکال کر دیتا تھا۔ مسائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتا تھا۔ (۱۰۰)

### (۲) ابوالفضل سعد بن احمد شعبی کا کتب خانہ

ابوالفضل سعد بن احمد بن ابی روح شعبی (۰۰- قبل ۵۲۰ھ / ۰۰-۱۱۲۶ء) فقیہ، خطیب، مصنف، شام کا قاضی اور دارالعلم طرابلس کا لائبریرین تھا۔ یہ خود بھی کتابیں جمع کرنے کا مہم تھا۔ حیف میں ایک دارالکتب بنایا تھا جس میں چار ہزار سے زیادہ مجلدات جمع کی تھیں۔ (۱۰۱)

اس نوع کا کتب خانہ محدث ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد انصاری جبانی اندلسی نزیل حلب (۳۹-۵۷۳ھ / ۱۰۹۹-۱۱۶۸ء) ناظم کتب خانہ مدرسہ نوریہ کے پاس تھا جو موصوف نے "اصحاب ایٹ" پر وقف کیا تھا (۱۰۲)

## (ط) فنکاروں کے کتب خانے

عبد عباسی میں فنکاروں کو بھی اہل علم کی طرح کتابوں اور کتب خانوں سے گہری دلچسپی چنانچہ بعض فنکاروں کا کتب خانہ اپنی کثرت و ندرت میں نامور علماء کے کتب خانوں سے کم نہ تھا۔ مشہور مغنی اسحاق موصلی کا کتب خانہ اس نوع کا تھا ہم نے بطور مثال اس کتب خانے کے ذکر اکتفاء کیا ہے۔

### (۱) ابو محمد اسحاق بن ابراہیم موصلی کا کتب خانہ

ابو محمد اسحاق بن ابراہیم بن میمون موصلی (۱۵۵-۲۳۵ھ / ۷۷۲-۸۵۰ء) کو شعر، ادب لغت، حدیث، کلام و فقہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ خلیفہ ہارون، مامون، معتصم اور واثق کا نندہ مشہور مغنی و کثیر التصانیف مصنف تھا۔ (۱۰۳) اس کے ذاتی کتب خانہ میں صرف لغت میں اس سماع کئے ہوئے اور اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ایک ہزار جزء تھے، دار الخلافہ بغداد میں لغت میں زمانے میں صرف دو ہی کتب خانے قابل ذکر تھے ایک اسحاق موصلی کا اور دوسرا ابن الاعرابی لیکن ابن الاعرابی کا ذخیرہ کتب اس سے کم تھا۔ (۱۰۴)

اس کے کتب خانے میں کتابوں کی کثرت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ جس ہارون رشید کے ساتھ رقبہ گیا تو اس نے سفر میں مطالعہ کے لیے جو کتابیں انتخاب کی تھیں وہ اور بقول بعض اٹھارہ صندوقوں میں اٹھارہ اونٹوں پر لے جانی گئی تھیں۔ (۱۰۵)

### (۲) ابو بکر محمد بن یحییٰ بشطرنجی کا کتب خانہ

ابو بکر محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ صولی المعروف بشطرنجی (۰۰-۳۳۵ھ / ۰۰-۶۰۰ء) ادب، تاریخ و طبقات میں یگانہ روزگار اور شطرنج کے کھیل میں لائٹانی تھا اس کا یہ کھیل ضرب تھا۔ چنانچہ آج بھی کہا جاتا ہے ”فلان یلعب الشطرنج مثل الصولی“ فلاں صولی کی طرح شطرنج ہے۔ یہ خلیفہ راضی باللہ کا اتالیق مکتفی باللہ و مقتدر باللہ کاندیم تھا۔ (۱۰۶) شاعر، مصنف اور کاتب کا بہت دلدادہ تھا۔ (۱۰۷) اس کے شاگرد محمد مرزبانی المتوفی ۳۸۲ھ کا بیان ہے۔

”صولی کتابوں کی درجہ بندی اور انہیں موضوع کے اعتبار سے اپنی اپنی جگہ پر رکھتا ماہر تھا“ (۱۰۸) ابو بکر بن شاذان کا بیان ہے:

”میں نے صولی کا کتابوں سے بھرا ہوا بہت بڑا مکان دیکھا ہے اس میں کتابیں قطار اندر

رکھی ہوئی تھیں، کتابوں کی جلدیں مختلف رنگوں کی تھیں کتابوں کی ایک قطار اور نوع دوسری قطار اور نوع سے رنگ میں جدا تھی، ایک صنف سرخ رنگ کی جلدوں کی تھی دوسری سبز رنگ کی تھی، تیسری زرد رنگ کی تھی علیٰ هذا القیاس یہ سب کتابیں ان کی اساتذہ سے سنی ہوئی اور پڑھی ہوئی تھیں“ (۱۰۹) ابو سعد عقیلی نے صولی کے کتب خانے کی نسبت سے حسب ذیل شعر کہے تھے:

انما الصولی شیخ

اعلم الناس خزانہ

”بلاشبہ شیخ صولی اپنے کتب خانے کے زیادہ جاننے والے تھے۔“

ان تسئل عن مشکلات

طالباً منہ ابانہ

”اگر تم مشکل امور کے متعلق پوچھو اور صولی سے ان کا حل چاہو۔“

قال ! یا غلمان ہا تو

رزمہ العلم فلانہ (۱۱۰)

”تو وہ خدام سے فرمائیں گے فلاں علم کی فلاں پوٹ اٹھالاؤ۔“

صولی رنگ کو نوٹیشن (Notation) کی جگہ استعمال کرتا تھا اور کلاسی فیکیشن (Classification) کے مطابق کتابوں کی ترتیب میں جلدوں کے رنگوں کے ذریعہ امتیاز کرتا تھا، بصرہ میں اس کا انتقال ہوا۔ صولی کتب خانہ ساز تھا اس نے راضی باللہ کا کتب خانہ بنوایا تھا۔ صولی کا کتب خانہ (۳۲۹ھ / ۹۴۰ء) میں دہلیمیوں کے ہاتھوں برباد ہوا تھا۔ (۱۱۱)

صولی کا اتنا عظیم الشان کتب خانہ تھا کہ اس نے اپنے کتب خانے سے خلیفہ راضی باللہ کے کتب خانہ شاہی کے لیے کتابیں دی تھیں۔ (۱۱۲) اس تباہی و بربادی کے باوجود معلوم ہوتا ہے کہ صولی نے پھر کتب خانہ بنایا تھا۔ ابن الندیم نے اسے دیکھا تھا۔ (۱۱۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اہل علم استفادہ کرتے تھے۔

## (ی) تاجروں کے کتب خانے

تاجر عہد عباسی میں نہ صرف تجارت میں مصروف رہتے بلکہ وہ پڑھنے لکھنے کے لیے بھی وقت نکالتے اور اپنے علم و آگہی میں اضافہ کی خاطر کتب خانے بناتے تھے ان کے کتب خانوں کا ذخیرہ صرف اقتصادیات، معاشیات ہی پر مبنی نہیں ہوتا تھا بلکہ تمام علوم متداولہ پر ان کا ذخیرہ مشتمل ہوتا تھا بعض ان میں ایسے تاجر بھی پائے جاتے تھے جو خاص موضوعات پر امام مانے جاتے ہیں یہ تاجر اپنے ذخیرہ کتب کو منجمد نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ اگر سفر و سیاحت کے لیے نکلتے تھے تو کتب خانہ بھی جو کئی بار شتر کتابوں پر مشتمل ہوتا تھا ساتھ لے کے چلتے تھے۔ یہ عہد عباسی میں تاجروں کے کتب و کتب خانوں سے شغف و شیفتگی کی نہایت بین دلیل ہے۔

### (۱) ابو بکر احمد بن محمد بن فضل جراح خزاز کا کتب خانہ

ابو بکر احمد بن محمد بن فضل جراح خزاز بغدادی (۰۰-۳۸۱ھ / ۰۰-۶۹۱ء) بڑا فاضل، راست گو، محدث، ادیب، شہسوار و تاجر تھا اسی کے پاس دس ہزار درہم کی قیمت کا کتب خانہ تھا۔ موصوف کا بیان ہے ”میری کتابیں، میری باندیاں، میرے ہتھیار اور میرے جانور ہر ایک دس ہزار درہم کے ہیں“۔ (۱۱۳)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت میں عجیب جولانی تھی اس نے دس ہزار کے عدد کو اپنا مخصوص ہدف بنا رکھا تھا ہر عزیز و محبوب چیز کی مالیت کو دس ہزار درہم تک پہنچایا ہوا تھا۔

### (۲) ابو منصور عبدالحسن بن محمد شیخی بغدادی کا کتب خانہ

ابو منصور عبدالحسن بن محمد شیخی بغدادی المعروف بابن شدانک (۳۲۱-۴۸۹ھ / ۱۰۳۰-۱۰۹۵ء) محدث، تاجر و جہان گشت تھے کتابوں کے بہت شوقین تھے بہت کتابیں جمع کیں اور نقل کی تھیں۔ (۱۱۵) حدیث سے خاص انس تھا۔ (۱۱۶) حدیث کی کتابوں کے اصل نسخے جمع کئے تھے۔ (۱۱۷)

### (۳) ابواللیث نصر بن حسن بن قاسم شاشی کا کتب خانہ

ابوالفتح، ابواللیث نصر بن حسن بن قاسم تنکلی شاشی نیشاپوری (۴۰۶-۴۸۶ھ / ۱۰۱۵-۱۰۹۳ء) مشہور محدث و تاجر تھے شہر شہر جاتے مال بیچتے اور حدیث پڑھاتے

نے موصوف نے مشرق و مغرب (ایشیا، افریقہ، یورپ، اندلس) تک علم حدیث پہنچایا۔ مورخ  
 الخافرقاری کا بیان ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت و علم میں برکت دی انہوں نے جب  
 ناپور کو وطن بنایا تو ان کے پاس کئی بار شتر حدیث کے اجزاء اور خطیب کی نادر کتابیں تھیں“ (۱۱۸)

(۴) ابوالحسن سعد الخیر بلنسی اندلسی کا کتب خانہ

ابوالحسن سعد الخیر بن محمد انصاری بلنسی اندلسی ثم بغدادی المتوفی (۵۴۱ھ / ۱۱۳۶ء) محدث،  
 فقیہ و تاجر تھے چین تک سفر کیا تھا (۱۱۹) بغداد میں موصوف کا ذاتی کتب خانہ نفیس کتابوں پر  
 ممل تھا۔ (۱۲۰)

(۵) تقی الدین ابو محمد عبدالعزیز بزاز کا کتب خانہ

تقی الدین ابو محمد عبدالعزیز بن محمود بن المبارک جنابزی بغدادی حنبلی بزاز المعروف بابن  
 نضر (۵۴۳-۶۱۱ھ / ۱۱۳۰-۱۲۱۵ء) محدث بن محدث، حافظ حدیث، محدث عراق، فقیہ و مصنف  
 (۱۲۱) بغداد میں درب قیار میں رہتے تھے۔ زقاق ریحانیین میں خان حسبہ میں  
 مانتے تھے۔ (۱۲۲) جامع بغداد میں بھی ان کا حلقہ درس قائم تھا۔ خان خلیفہ میں کپڑے کی دکان  
 تھی۔ ان کے شاگرد منذری کا بیان ہے ”موصوف نے اپنے قلم سے اپنے لیے اور دوسروں کے  
 لیے لکھا، حدیث کی کتابوں کے اصلی نسخے خریدنے میں قیمت بھی خوب دی تھی“ (۱۲۳) یہ تاجر تھے  
 ناپر بیٹھتے تھے اس لیے اپنے مطالعہ و استفادہ کے لیے دکان پر کتابیں رکھتے تھے۔

## (ک) دولتمندوں کے کتب خانے

عہد عباسی میں امیر غریب علم و کتب کا ولدادہ تھا اور بعض غریب قابل فخر نوادر پر مشتمل کتب خانہ رکھتے تھے جس پر بادشاہوں کا جی لپجاتا تھا۔

### (۱) ابو اسحاق ابراہیم حربی بغدادی کا کتب خانہ

ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق بن بشیر بغدادی حربی (۱۹۸-۲۸۵ھ / ۸۱۵-۸۹۸ء) لغت حدیث فقہ ادب تاریخ کے امام حافظ حدیث و کثیر التصانیف مصنف تھے۔ (۱۲۳) ان کی جاگیر تھیں بائیس مکان اور باغ تھے جو ایک ایک کر کے بیچے اور تمام رقم علم حدیث کی تحصیل میں خرچ کی۔ (۱۲۵)

حربی بہت ہی عسرت کی زندگی بسر کرتے اور کتابیں جمع کرتے تھے ان کا کتب خانہ جداگانہ کمرے میں مکان کے دروازے سے متصل تھا جو بغداد میں شارع باب الدینار میں واقع تھا۔ کتب خانہ اتنا وسیع تھا کہ اس کے صرف ایک گوشہ میں لغت و غریب الحدیث کے بارہ ہزار جزء کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے رکھے تھے۔ موصوف نے اس امر کا اظہار بھی مرتے وقت کیا تھا۔ قصہ بھی بہت دلچسپ ہے۔

”امام حربی جب بہت زیادہ بیمار پڑے تو خلیفہ معتضد نے دس ہزار درہم کی تھیلی بھیجی انہوں نے واپس کر دی حالانکہ گھر میں کچھ نہ تھا ان کی بیٹی نے چچا سے عرض کیا ہم پر بہت کڑے آگے ہیں، مہینوں بیت جاتے ہیں گھر میں کھانے کو سوکھے ٹکڑوں اور نمک کے سوا کچھ نہیں ہوتا اوقات نمک بھی نہیں ہوتا ہے کل معتضد نے ایک تھیلی بھیجی تھی وہ بھی ابا جان نے واپس کر دی فلاں فلاں نے بھیجا وہ بھی قبول نہیں کیا اب بیمار پڑے ہیں حربی یہ باتیں سن رہے تھے بیٹی طرف منہ کر کے مسکرائے کہا تم فقر سے ڈرتی ہو وہ بولی ”جی ہاں“ فرمایا ذرا گھر کے اس حصہ کو دیکھ اس نے دیکھا کتابیں ہی کتابیں تھیں، فرمایا یہاں بارہ ہزار جزء لغت اور غریب الحدیث کے میرے لکھے ہوئے رکھے ہیں جس کے پاس بارہ ہزار درہم ہوں وہ کہیں فقیر ہوتا ہے“۔ (۱۲۶)

یہ بیت الکتب کے صرف ایک گوشے کا حال تھا لوگ ان کی تنگدستی کو اور ان کے کتب خانہ کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے ایک موقع پر کسی شخص سے نہ رہا گیا اور اس نے ابراہیم حربی کو پوچھ ہی لیا کہ آپ نے اتنی کتابیں کیسے جمع کیں غصہ سے فرمایا ”بلغمی ودی“ خون پسینہ ایک کتب جمع کی ہیں۔ (۱۲۷) امام حربی کا کتب خانہ ان کے گھر کی دہلیز کے پاس ایک جداگانہ مکان میں تھا۔



بیٹھ کر مطالعہ کرتے اور لکھتے پڑھتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ ان پر کئی دن فاقہ سے گزر گئے بیوی نے آکر کہا میں اور آپ تو صبر سے بیٹھے رہیں گے لیکن ان دو بچیوں کو کہاں تک بھوکا ماریں، اپنی کتابوں میں سے کچھ دیجئے انہیں بیچیں یا گروی رکھیں انہوں نے ذرا بجل سے کام لیا اور کہا تم ان کے لیے کہیں سے قرض لے لو مجھے ایک دن کی اور مہلت دو، موصوف کا بیان ہے:

”رات کا وقت تھا میں بیت الکتب میں بیٹھا مطالعہ کر رہا تھا کہ کسی نے دستک دی، میں نے پوچھا کون؟ اس نے کہا، آپ کا پڑوسی! میں نے کہا اندر آئیے وہ بولا چراغ بجھا دیجئے میں نے چراغ مت ہی مدھم کیا وہ آیا اور ایک رومال میں پانچ سو درہم اور کھانے کا سامان رکھ کر چلا گیا میں نے بوی کو بلا کر کہا بچوں کو جگاؤ اور کھانا کھلاؤ“ (۱۲۸)

فقرو فاقہ، پیٹ کی آگ سب کچھ اپنے ہی پر نہیں بیوی پر نہیں بچیوں پر بھی گوارا کی، لیکن کتابوں کی جدائی کو کسی قیمت پر گوارا نہیں کیا کیونکہ انہی کتابوں نے ان کی کتاب زندگی کو سنوارا نا۔ فکری تربیت کی تھی، ان کے ذہن کو جلا بخشی تھی کہ ان کے مذاق و مزاج پر حاوی ہو گئی تھیں یسے رفیق اور ساتھی کو کون جدا کر سکتا ہے؟

اس قسم کے ذخائر کتب مندرجہ ذیل دو لئمنڈ بھی رکھتے تھے۔

### (۲) ابو الوفاء بن سلمہ ہمدانی کا کتب خانہ

ابو الوفاء بن سلمہ ہمدانی (۰۰-۰۰) ہمدان کے رئیسوں میں تھا اس کا ہمدان میں بہت نادر کتابوں کا جامع کتب خانہ تھا۔ ابو تمام (۱۸۸-۲۲۱ھ / ۸۰۳-۶۸۳۶ء) نے اس کے خزائنۃ الکتب میں بیٹھ کر ”دیوان الحماسہ“ مرتب کیا تھا اس کتب خانہ میں غالباً ابو تمام کو ابو العطاء سندی ’پاکستانی‘ کا دیوان ملا تھا جس کے اشعار سے اس نے دیوان الحماسہ کو زینت بخشی تھی۔ (۱۲۹)

### (۳) ابو جعفر محمد بن یعقوب خزرجی کا کتب خانہ

ابو جعفر محمد بن یعقوب ابن الفرخ خزرجی (۲۷۱ھ / ۶۸۸۳ء) محدث فقیہ و صوفی جن کے متعلق ہمام بن احمد مصری کا بیان ہے: ”میں ان سے ملنے گیا تو دیکھا کہ وہ ایسے مکان میں بیٹھے ہیں جو کتابوں سے بھرا ہوا ہے۔“ (۱۳۰)

(۴) ابو جعفر ہارون بن محمد ضببی کا کتب خانہ

ابو جعفر ہارون بن محمد بن ہارون ضبسی المتوفی (۳۳۵ھ/۶۹۶۵ء) لغت، شعر، نحو، معانی قرآن و کلام میں ممتاز تھا موصوف نے اپنے کتب خانہ میں نامور خطاط و مصنفین کی لکھی ہوئی کتابیں جمع کی تھیں ان کا محل سراہر فن کے ارباب کمال کا ٹھکانا تھا۔ (۱۳۱)

(۵) ابوالحسین محمد بن محمد حسنی علوی بغدادی کا کتب خانہ

ابوالحسین محمد بن محمد بن زید حسنی علوی بغدادی نزہل سمرقند (۳۶۹-۵۶۰ھ/۱۰۷۶-۱۱۶۳ء) محدث، مصنف و مخیر تھے بہت کتابیں جمع کی تھیں اپنے تلامذہ کتابیں نقل کرنے کو دیتے تھے۔ (۱۳۲)

## (ل) غرباء کے کتب خانے

(۱) محمد بن حسین شیعہ کاتب خانہ

محمد بن حسین المعروف بابن ابی بعرہ شیعہ (۰۰-۰۰) ابن الندیم صاحب "الفہرست" المتوفی (۲۳۸ھ / ۸۵۱ء) کا معاصر و دوست اور کتابوں کا فریفتہ تھا اس نے بہت ہی عمدہ کتب خانہ جمع کیا تھا۔ ابن الندیم کا بیان ہے: "ابن ابی بعرہ کتابوں کے جمع کرنے کا بہت شوقین تھا میں نے اس کے جیسا کثیر نوادہ کا جامع کتب خانہ کسی کا نہیں دیکھا" (۱۳۳)

ابن الندیم کو اس ذخیرہ تک بڑی مشکل سے رسائی ہوئی تھی، وہ بنو حمدان کے ڈر سے کہ یہ ذخیرہ وہ چھین نہ لیں کسی کو اس کی ہوانہ دینا تھا چنانچہ ابن الندیم کا بیان ہے:

"میں ابن ابی بعرہ سے کئی دفعہ ملا وہ پھر مجھ سے مانوس ہوا اگرچہ وہ میل جول سے متنفر تھا اور کتابوں کے معاملہ میں بے حد بخیل واقع ہوا تھا اس کی وجہ بھی بنو حمدان کا خوف ہی تھا، تاہم اس نے مجھ پر کرم کیا ایک بہت بڑا بورا دکھایا جس کا وزن تین سو رطل (پونے چار من) تھا اور وہ حسب ذیل نوادہ پر مشتمل تھا۔

"گاوخر کے چمڑے پر اقرار نامے، مصری کاغذ، چینی اور تہامی اوراق، اونٹ کی کھال، خراسانی کاغذ اور ان پر ائمہ لغت کے نوشتے، شعراء عرب کے قصائد، کچھ مسائل نحو، قصے کہانیاں، اسماء و نسب نامے وغیرہ، علوم عرب اور دیگر علوم کے بہت سے نوشتے تھے، یہ ذخیرہ کوفہ کے ایک شخص کا تھا جس کا نام میرے ذہن سے اتر گیا ہے وہ شخص قدیم نوشتے جمع کرنے کا شوقین تھا جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنی دوستی، اتحادِ مسلک و عقیدہ کی وجہ سے محمد حسین کے حوالہ کیا۔ محمد حسین کے اس ذخیرے کو میں نے دیکھا اور خوب کھنگالا ہے، اس میں عجیب و غریب چیزیں دیکھنے میں آئی تھیں۔ امتدادِ زمانہ کی وجہ سے ان چیزوں میں کہنگی کے آثار نمایاں ہو چکے تھے، زمانہ کی دست برد سے اس کے نشانات مٹنے اور نقوش و اثرات محو ہونے لگے تھے ان کے ہر جز اور کاغذ پر ترتیب کے ساتھ علماء کے دستخط اور مہرے ثبت تھے۔ یہ بھی مذکور تھا کہ یہ کس کی تحریر ہے اور ہر مہر کے نیچے دوسرے کی مہر موجود تھی علماء کی شہادتیں ثبت تھیں۔

میں نے اس ذخیرے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مصاحب و رفیق خالد بن ابی الہیاج کا لکھا ہوا ایک مصحف بھی دیکھا تھا جو ابو عبد اللہ بن ہانی رحمۃ اللہ کی طرف منتقل ہو گیا تھا، میں نے اس میں امام حسن و حسین کے مکتوبات بھی دیکھے، حضرت علی اور دوسرے صحابہ کرام کے لکھے

ہوئے عہد نامے بھی دیکھے تھے، اس میں ابو عمرو بن العلاء، ابو عمرو شیبانی، اصمعی، ابن الاعراب، سیویہ، فراء، کسائی جیسے علماء نحو و ائمہ لغت اور سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، اوزاعی و ائمہ حدیث کے نوشتے اور ایسے کاغذات بھی میری نظر سے گزرے جو اس امر کے شاہد ہیں کہ نحو ابو الاسود سے منقول ہے، جن کاغذات میں یہ بات درج تھی وہ چار ورق تھے اور جہاں تک سمجھتا ہوں وہ چینی کاغذ پر تھے جن کا عنوان تھا کہ ان میں فاعل و مفعول سے متعلق ابو الاسود کی درج ہے۔ یہ تحریر یحییٰ بن یعمرو کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی اور اس کے نیچے ابن علان نحو کی اور اس کے نیچے انصر بن شمل کی تحریر تھی۔ اس کی وفات کے بعد کتابوں کا یہ بورا اور ذخیرہ ایسا گم ہوا کہ سخت جدوجہد کے باوجود ایک مصحف کے سوا کچھ نہ مل سکا اور نہ ہم نے اس متعلق کچھ سنا اور نہ اس کی کوئی چیز کبھی دیکھنے میں آئی۔ (۱۳۴)

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ بنو حمدان بادشاہ اور وزیر سب ہی کتابوں کے جو یاد رکھتے تھے۔ نادر ذخیرہ پر ان کی نگاہ رہتی تھی وہ اسے حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے، عوام بھی کتابوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، کسی قیمت پر کتابوں کو جدا کرنے پر راضی نہ ہوتے تھے، کتابوں کی قدر ان کی نظر میں دیناروں سے کہیں زیادہ تھی اس لیے ابن ابی بعرہ اس انمول ذخیرے کی کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتا تھا، لیکن اس اہتمام و احتیاط کے باوجود ابن الندیم کی آنکھوں نے وہ بھی دیکھ لیا جب کتابوں کا یہ انمول بورا ایسا غائب ہوا کہ پھر اس کا سراغ بھی نہیں مل سکا۔ شیبلی نے اس کتب خانہ کے تذکرہ کے موقع پر لکھا ہے:

”اس خزانہ علمی کے حالات بہت کم معلوم ہیں جس کی وجہ مورخین کی بے پروائی ہے یہ بھی ہے کہ خود محمد حسین بانی کتب خانہ نے اس کو گتائی کے پردہ میں رکھنا چاہا تھا وہ کسی سے ذکر تک نہیں کرتا تھا اور حقیقت جو نایاب علمی یادگاریں اس کے کتب خانہ میں محفوظ تھیں اس لحاظ سے یہ احتیاط اور بخل بے جا بھی نہیں تھا۔“ (۱۳۵)

مورخین علماء کے حالات میں ان کے کتب خانے کا ذکر کرتے ہیں، محمد بن حسین کوئی تھا مصنف نہ تھا یہی وجہ ہے کہ ابن الندیم نے بھی اس کے نام کے ساتھ کوئی ایسی کسی صفت نہیں کیا جس سے اس کے عالم ہونے کا شبہ بھی ہو سکے، اس لیے اس کا ذکر ہی مورخین نگاروں کے یہاں کیوں آتا، پھر بخیل بھی تھا کتابیں اہل علم کو دکھاتا نہیں تھا، کتابیں اہل استعمال و مطالعہ میں نہیں آتی، ان کی نظروں سے او جھل رہتی ہیں ان کا ذکر تاریخ کے صفحات جگہ نہیں پاتا ہے اس لیے اس اہم ذخیرے کی شہرت علمی حلقوں میں نہیں ہو سکی تھی اگر خانہ اہل علم کے استعمال میں آتا تو اس کا ذکر مورخین کے یہاں بھی آتا، کتب خانہ کی جان

استعمال ہے۔

تاریخ میں جن ناخواندہ اور علمی لوگوں کے کتب خانہ کا ذکر ہمیں ملتا ہے وہ ان کے کتب خانوں کے وقف کرنے اور استعمال میں آنے کی وجہ سے آتا ہے، انہوں نے کتب خانے کے روازے اہل علم کے لیے کھولے ہوئے تھے اس لیے وہ کتابیں، کتب خانے اور ان کے بانی علمی لائقوں میں مانوس اور مشہور ہوئے تھے اور ہر اہل علم زیر بار احسان ہو کر ان کی تعریف میں رطب لسان رہتا تھا، صرف ابن الندیم نے اس کو دیکھا اس سے فائدہ اٹھایا تو اس کا تذکرہ بھی اپنی کتاب الفہرست میں کر گیا اور آج تاریخ کے صفحات میں اس کے خزانۃ العلم کا نام باقی رہ گیا۔

### (۲) ابوالحسن علی بن ابوبکر ہروی موصلی کا کتب خانہ

ابوالحسن علی بن ابوبکر بن علی ہروی موصلی (۰۰-۶۱۱ھ / ۰۰-۶۱۵ء) خطیب، سیاح، مصنف، ریاحت میں ضرب المثل تھا۔ موصوف کے پاس بھی کتب خانہ تھا۔ (۱۳۶) اس کی بیشتر کتابیں رنگیوں نے چھین لی اور سمندر میں ڈبو دی تھیں۔ (۱۳۷)

### (۳) ابوبکر معین الدین ابن نقطہ کا کتب خانہ

(۳) ابوبکر معین الدین محمد بن عبدالغنی بن ابی بکر بغدادی حنبلی المعروف بابن نقطہ (۶۲۹-۶۲۹ھ / ۱۱۸۳-۱۲۳۱ء) فقیر باپ کے بیٹے، تھے، علوم میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ابن نقطہ نے حدیث و رجال کے حوالے کی کتابیں جمع کی تھیں۔ (۱۳۸)





## باب چہارم

### دوسرا حصہ

- ☆ فنی و خصوصی کتب خانے
- ☆ قراء کے کتب خانے
- ☆ مفسرین کے کتب خانے
- ☆ محدثین کے کتب خانے
- ☆ محدثہ خواتین کے کتب خانے
- ☆ فقہاء کے کتب خانے
- ☆ قضاة کے کتب خانے
- ☆ متکلمین کے کتب خانے
- ☆ صوفیہ کے کتب خانے
- ☆ نحویوں کے کتب خانے
- ☆ ائمہٴ لغت کے کتب خانے
- ☆ ادیبوں کے کتب خانے
- ☆ شاعروں کے کتب خانے
- ☆ مورخین کے کتب خانے
- ☆ ماہرین انساب کے کتب خانے
- ☆ فلاسفہ کے کتب خانے
- ☆ مہندسوں کے کتب خانے
- ☆ اطباء کے کتب خانے



(دوسرا حصہ)

## فنی و خصوصی کتب خانے

فنی اور خصوصی کتب خانوں کی ترتیب میں موضوع کی مناسبت سے اسلامی علوم کے ماہرین قراء، مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین، صوفیہ، ائمہ نحو، ائمہ لغت، ادباء، شعراء، مورخین، ماہرین انساب کے کتب خانوں کا پہلے اور علوم قدیمہ کے ارباب کمال فلاسفہ، سائنس دان، مہندسین اور اطباء کے کتب خانوں کا تذکرہ بعد میں کیا گیا ہے۔

### (۱) قراء کے کتب خانے

قراء کا ذخیرہ کتب علوم قرأت کے علاوہ علوم تفسیر، حدیث، فقہ، لغت و تاریخ وغیرہ کے موضوعات پر مشتمل ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ قاری کے اپنے پسندیدہ موضوعات کی کتابوں پر بھی قراء علوم کی نشر و اشاعت، تصنیف و تالیف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے چنانچہ ان میں سے بعض رات میں کھڑے ہو کر کتابیں لکھتے، سفر میں کتابوں کا پتلا اپنے ساتھ رکھتے تھے گویا حضری کتب خانہ کے علاوہ سفری و گشتی (Mobile) کتب خانہ ان کے ساتھ رہتا تھا۔

ذخیرہ کتب میں اضافہ کی خاطر سفر و حضر میں کتابیں خریدتے تھے ان کے ذخیروں کی ندرت و کثرت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ ان کے ذخیرے کا کیٹلاگ بھی کتابی صورت میں مرتب ہوتا تھا۔

### (۱) ابو عمرو بن العلاء تمیمی مازنی بصری کا کتب خانہ

ابو عمرو بن العلاء بن عمار تمیمی مازنی بصری (۷۰- ۱۵۳ھ / ۶۹۰-۶۷۱ء) ان کا شمار نحو و لغت، شعر و ادب، ایام عرب قرأت کے ائمہ اور دیستان بصرہ کے پیشواؤں اور مصنفین میں ہوتا ہے۔ (۱۳۹) موصوف نے اتنا لکھا تھا کہ ان کے نوشتوں اور کتابوں سے مکان چھت تک اٹا ہوا تھا پھر انہوں نے زہد اختیار کیا اور سب کتابوں کو جلا دیا تھا۔ (۱۴۰)

## (۲) ابو بکر محمد بن الحسن النقاش کاتب خانہ

ابو بکر محمد بن الحسن بن محمد مولیٰ ابی دجانہ سماک انصاری موصلی بغدادی المعروف بالنقاش (۲۶۶-۳۵۱ھ / ۸۸۰-۹۶۲ء) فن قرأت میں دستان بغداد کے ائمہ میں سے تھے۔ تفسیر حدیث دوسرے علوم میں بھی موصوف کو بہت درک حاصل تھا پڑھاتے اور کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ موصوف کاتب خانہ ایک کمرہ میں تھا یہ ”بیت ملان کتب“ (۱۳۱) کتابوں سے اٹا ہوا تھا انہوں نے ایک تفسیر بارہ ہزار ورق میں لکھی تھی (۱۳۲) یعنی ”کتاب الاعانی“ سے دگنی تھی۔

## (۳) ابوالعلاء حسن بن احمد ہمدانی عطار حنبلی کاتب خانہ

ابوالعلاء حسن بن احمد بن الحسن ہمدانی عطار حنبلی (۲۸۸-۵۶۹ھ / ۱۱۰۳-۶۲۷ء) حدیث، محدث، قاری، نحوی، لغوی، ادیب، مورخ و مصنف تھے، فن تجوید و قرأت میں مشرق ان کا وہی مقام تھا جو مغرب میں علامہ دانی کو حاصل تھا۔

موصوف جو کتاب لکھتے ہیں پر نقطے اور زیر و زبر لگاتے تھے۔ (۱۳۳) ابوالعلاء نے قرآن و حدیث پڑھاتے، مطالعہ کرتے اور لکھتے تھے، رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، پہلی رات میں لکھتے بغداد میں چراغ اونچی جگہ لٹکایا جاتا تھا اس لیے موصوف کھڑے ہو کر لکھتے۔ (۱۳۴) ان کا ذاتی کتب خانہ تھا۔ (۱۳۵)

## (۴) تاج الدین ابوالیسین زید بن الحسن کندی بغدادی ثم دمشق حنفی کاتب خانہ

تاج الدین ابوالیسین زید بن الحسن بن زید کندی بغدادی ثم دمشق حنفی (۶۱۳-۱۲۶۶ھ / ۱۲۱۶-۱۲۶۶ء) مسند شام حافظ حدیث، نحوی، ادیب، شاعر، لغوی، قاری، محدث و مصنف (۱۳۶) عمدہ خطاط، قرأت و روایات نحو و لغت میں حرفِ آخر و علو اسناد میں اپنی تہذیب تھے۔ (۱۳۷) کتابوں کا شوق تھا موصوف نے بنیادی اور اصولی نسخے جمع کئے تھے۔ (۱۳۸)

ان کا کتب خانہ ان کی حویلی میں دربار العجم (دمشق) میں واقع تھا۔ (۱۳۹) کندی نے اپنے آزاد کردہ غلام ادیب نجیب الدین یاقوت المعروف بعبد اللہ المتوفی ۶۲۳ھ اس اور علماء پر وقف کیا تھا۔ یاقوت نے اس کتب خانہ کو مقصورہ ابن سنان حنفیہ (جامع دمشق) مشہد زین العابدین سے متصل تھا منتقل کر دیا وہاں سے کتابیں چوری ہوئی اور فروخت کر دی گئیں۔ (۱۵۰)

مورخ ابو شامہ مقدسی نے اس کتب خانے کا کیٹلاگ دیکھا تھا وہ لکھتا ہے: ”اس کتب خانہ“

س کل سات سو اکٹھ (۷۶۱) مجلدات تمہیں جن میں:

- (۱) علوم قرآن میں ۱۳۰
- (۲) علوم حدیث میں ۱۹
- (۳) علوم فقہ میں ۳۹
- (۴) علوم لغت میں ۱۳۳
- (۵) علوم شعر و ادب میں ۱۲۲
- (۶) علوم نحو و صرف میں ۱۷۵

علوم ادب اور طب وغیرہ میں ۱۳۳ مجلدات تمہیں۔ (۱۵۱)  
 مذکورہ بالا بیان سے Division, Main Classes اور ترتیب کا پتہ چلتا ہے  
 اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیٹلاگ کلاسی فائڈ آرڈر میں تھا اور ثابت ہوتا ہے کہ ذاتی کتب خانوں  
 میں بھی کتابیں موضوعی ترتیب سے رکھی جاتی تھیں۔

## (ب) مفسرین کے کتب خانے

قرآن کی تفسیر کے لیے ایک مفسر کو جن علوم کی احتیاج ہوتی ہے ان کی تعداد پندرہ ہے۔ (۱۵۲) جس کے معنی یہ ہیں کہ ان علوم کا ذخیرہ کم و بیش ہر مفسر کے پاس رہتا تھا، ان مفسرین میں بعض ایسے مفسر بھی گزرے ہیں جن کی تفاسیر کے مطالعہ سے مفسر کو استغنا نہیں لگتا۔ مفسرین کی تفسیریں کم و بیش ہر مفسر کے کتب خانے کی زینت ہوتی تھیں۔

مفسرین علوم قرآن سے خصوصی شغف کی بناء پر تفاسیر سے متعلق علوم کا خصوصاً اسلامی و ادبی علوم کا عموماً اچھا ذخیرہ رکھتے تھے نمونے کے طور پر ہم نے صرف تین مفسروں کا ذکر ہے۔

### (۱) ابو بکر محمد بن القاسم انباری کا کتب خانہ

ابو بکر محمد بن القاسم بن محمد انباری (۲۷۱-۳۲۸ھ / ۸۸۲-۹۴۰ء) حدیث، تفسیر، قرأت، ادب، نحو کے امام و مصنف، خلیفہ راضی باللہ کے شہزادوں کے اتالیق اور حاضر جوابی ضرب المثل تھے۔ (۱۵۳) موصوف کو پندرہ صندوق کتابیں اور ایک سو بیس قرآن کی تفسیریں تھیں۔ (۱۵۴) ایک مرتبہ یہ بیمار ہو گئے دوست و شاگرد مزاج پرسی کو آنے لگے ان کے والد کو بے چین دیکھا تسلی دینے لگے تو قاسم نے کہا مجھے ایسے فرزند کی بیماری سے بے قراری کیوں نہ ہو وہ تمام کتابیں یاد رکھتا ہو جنہیں تم اپنی آنکھوں سے ”حیری“ میں دیکھ رہے ہو۔ ”حیری“ یہ وہ تھا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ (۱۵۵)

### (۲) ابو یوسف عبدالسلام بن محمد المعروف بابن بندار کا کتب خانہ

ابو یوسف عبدالسلام بن محمد بن یوسف قزوینی معتزلی المعروف بابن (۳۹۲-۴۸۸ھ / ۱۰۰۲-۱۰۹۵ء) نامور مفسر، فقیہ، متکلم، استاد و مصنف تھے کتابوں کے تھے اصفہان، ہمدان، رے و طرابلس وغیرہ سے بہت کتابیں جمع کی تھیں۔ مصر وغیرہ سے گراں قیمت میں بھی کتابیں خریدی تھیں اس لیے آخر میں شادی کی تھی۔

ابن بندار جب مصر سے بغداد میں داخل ہوئے تو مختلف علوم و فنون کی کتابیں دس ہزار پر لدی ہوئی تھیں ان میں زیادہ تر کتابیں مشہور خطاط و نامور مصنفین کے اپنے ہاتھ کی لکھی تھیں ان میں ساتھ صرف تفسیریں تھیں اور ان کے علاوہ فقہ، ادب، تفسیر، کلام وغیرہ کی کتابیں



ہزار جلد کتابیں تھیں جو ان کے انتقال کے بعد کئی برس میں فروخت ہوئی تھیں اس ذخیرے میں ان کی اپنی تصانیف، سینکڑوں کی تعداد میں تھیں صرف قرآن کی تفسیر ہی موصوف نے تین سو مجلدات سے زیادہ میں لکھی تھی۔ (۱۵۶) بعض تذکرہ نگار چار سو (۱۵۷) اور بعض سات سو (۱۵۸) مجلدات بتاتے ہیں۔ یہ اسلام میں سب سے بڑی تفسیر ہے جسے ابن بندار نے مشہد ابی حنیفہ میں وقف کیا تھا (۱۵۹)

ابن بندار قزوینی نے تفاسیر قرآن کی جو تعداد بتائی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے کتب خانہ کی موضوعی فہرست (کیٹلاگ) کتابی صورت میں موجود تھی۔ تذکرہ نگاروں کا کتب خانہ کی جملہ مجلدات کو بیان کرنا اس کے کتب خانہ کی فہرست کا شاہدِ عدل ہے۔ ابن بندار قزوینی اپنے کتب خانے سے اہل علم و مرہی علم و فن کو کتابیں بھی نذر کرتے تھے۔ (۱۶۰)

ابن بندار کے کتب خانے کی جملہ مجلدات کی تعداد میں مورخین کے دو قول ہیں۔ مورخین نے چالیس ہزار مجلدات بیان کی ہیں اور صفدی نے چار ہزار مجلدات بتائی ہیں۔ مورخ نے موخر الذکر قول کو ترجیح دی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ دس اونٹوں پر چالیس ہزار کتابیں نہیں آسکتیں۔ (۱۶۱) لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ ابن بندار کے ورود بغداد کے موقعہ پر ان کی پاس چار ہزار مجلدات ہوں پھر کتابوں میں اضافہ ہوتے ہوتے آخر میں چالیس ہزار مجلدات ہو گئیں یا کئی مرحلوں میں ان کی کتابیں بغداد منتقل ہوئی ہوں۔ صفدی نے ورود بغداد کی تعداد پر اتفاق کیا ہو اس صورت میں مورخین کے اقوال میں اختلاف باقی نہیں رہتا ہے۔

(۳) ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری شافعی کا کتب خانہ

ابوالحسن علی بن احمد بن محمد واحدی نیشاپوری شافعی (۳۹۸-۴۶۸ھ / ۱۰۰۷-۱۰۷۶ء) بلند پایہ مفسر، فقیہ، محدث، لغوی، نحوی، ادیب، شاعر و یکتائے زمانہ استاد تھے۔ (۱۶۲) واحدی تاجر کے بیٹے تھے مگر علم کی راہ میں ساری دولت لٹا دی تھی۔ (۱۶۳) موصوف کے تلمیذ مورخ عبدالغافر فارسی کا بیان ہے:

”واحدی نے بچپن اور جوانی تحصیل علوم میں بسر کی اور کتابوں کے اصل نسخے جمع کئے۔ (۱۶۴) پھر واحدی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں منہمک ہو گئے، نصابی نقطہ نگاہ سے تصانیف کیں انہیں حسن قبول حاصل ہوا ان کی کتابوں کی حسن ترتیب و تدوین پر سب کا اتفاق ہے۔ اساتذہ اپنے اسباق میں ان کا حوالہ دیتے تھے۔ (۱۶۵) امام غزالی نے انہی کی کتابوں کو دیکھ کر اپنی کتابوں کے نام ”الوجیز“ ”الوسیط“ ”البسیط“ رکھے تھے وہ ان کی تفسیر کے

بہت ہی مداح و قائل تھے۔ (۱۶۶)

## (ج) محدثین کے کتب خانے

محدثین کا ابتداء ہی سے خزانہ الکتب کے فروغ، وسعت و کثرت میں غیر معمولی حصہ رہا ہے جس کی بڑی وجہ بقول حافظ حدیث مروان بن محمد المتوفی ۲۱۰ھ یہ تھی کہ کسی محدث کو راست گوئی، حفظ اور صحت کتب کے بغیر چارہ نہ تھا اگر وہ (۱) صفت صدق (راست گوئی) (۲) صحت کتب سے آراستہ ہوتا تو اس کی تضعیف ممکن نہ تھی، اگر اس کی یادداشت قوی نہ ہوتی تو وہ اپنی صحیح کتابوں کو دیکھ کر حدیثیں بیان کر سکتا تھا۔ (۱۶۷) اس بناء پر محدثین میں ہر ایک محدث ذاتی کتب خانہ رکھتا تھا۔ (۱۶۸) مذکورہ بالا صفات سے آراستہ رہنا محدثین کے قیام کتب خانہ کا محرک تھا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابوں کو جمع کرنا، ان کی حفاظت اور توسیع و اشاعت کرنا، محدثین کے فرائض میں سے تھا۔ محدثین اپنے اصل نسخوں کو محض تصرف کے خطرہ کی وجہ سے اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے اپنی موجودگی میں ان کی نقل کراتے اگر وہ کسی کو دیتے تو نہایت قائل اعتماد شاگرد اور عالم کو دیتے تھے جس کے متعلق انہیں ادنیٰ سے تصرف و ضیاع کا شبہ بھی نہ ہوتا تھا۔ (۱۶۹)

ابوالعباس احمد بن محمد بن غلیل مفرج اموی معروف بعشاب جو بلند پایہ محدث و طبیب اور جڑی بوٹیوں کے ماہر تھے، فرماتے تھے، حدیث و نباتات کی صنعت میں قدر مشترک موجود ہے ان کا مواد، رحلہ (تحصیل و تحقیق اور علم کی خاطر سفر) کتابت، تصحیح اصول و مشکلات لفظیہ کی تحقیق نیز حفظ ادیان و ابدان ہے۔ (۱۷۰)

محدثین کی شنیدہ و تحریر کردہ روایات میں مطابقت شرط ہے۔ یہ امر بھی ان کے کتب خانے رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کا محرک تھا۔ (۱۷۱)

بعض محدثین کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث (طلب حدیث دو جداگانہ امر ہیں) طلب حدیث ایک اصطلاح ہے جو ماہیت حدیث کی تحصیل پر چند زائد امور سے عبارت ہے امور علم کی ترقی کا باعث ہیں محدث کو ان میں زیادہ تر حسب ذیل امور سے شغف رہتا ہے:

- (۱) حدیث کی کتابوں کے عمدہ نسخے حاصل کرنا۔
- (۲) عالی سند رکھنا۔
- (۳) زیادہ شیوخ سے سند لینا۔
- (۴) مسند، محدث و حاکم وغیرہ کے لقب سے خوش ہونا۔

(۵) درازی عمر کا آرزو مند رہنا۔

(۶) بعض باتوں میں یکتا ہونا۔ (۱۷۲)

اس سے معلوم ہوا کہ شروع ہی سے کتب حدیث کے عمدہ نسخے حاصل کرنا ایک محدث کے لیے لازمی امر تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ محدثین حدیثیں تین مقاصد کے تحت قلمبند کرتے تھے۔

(۱) تعمیر سیرت و عمل

(۲) اضافہ علم

(۳) ضعیف راویوں کی شناخت اور ان سے اجتناب

یہ تمام امور محدثین کے کتب خانہ سازی کے محرکات سے تھے اس لیے محدثین کے منتخب کتب خانوں کی تعداد بھی دوسرے ائمہ فہن کے کتب خانوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

بعد کے دور میں محدثین کے ذخائر کتب کے متعلق کہا جانے لگا تھا۔ ”زواہل اسفار بدون ماعمم“ ”یہ کتابوں کے بورے ہیں ان حدیث دانوں کو معلوم نہیں کہ ان کے ذخائر کتب کیا ہے“ (۱۷۳)

(۱) ابو عبد اللہ سفیان بن سعید مسروق ثوری کوفی کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی (۹۷-۱۶۱ھ/۷۱۶-۷۷۸ء) اپنے زمانے میں حدیث، تفسیر، فقہ، زہد و ورع کے امام، محدث، حافظ حدیث، مجتہد و مصنف تھے۔ تفسیر، حدیث، زہد و خلافت کے موضوع پر کتابیں لکھی تھیں۔ (۱۷۴) ان کا خزانۃ الکتب کوفہ میں نو طر کتابوں پر مشتمل تھا۔ (۱۷۵) موصوف کے ذخیرہ علمی میں امام ابو حنیفہ کی تصانیف بھی تھیں جو انہوں نے اپنے کتب خانہ کے لیے نقل کی تھیں، ثوری نے عمار بن سیف کو اپنی کتابیں جلا دینے کی میت کی تھی اس کے مطابق انہوں نے ان کو جلا دیا تھا، محمد بن حسین المعروف بابن بعرہ کے خزانۃ الکتب میں ثوری کے بعض نوشتے محفوظ تھے۔ (۱۷۶)

## (۲) ابو جعفر احمد بن مہدی اصفہانی کا کتب خانہ

ابو جعفر احمد بن مہدی بن رستم اصفہانی (۰۰-۵۲۷۲/۰۰-۶۸۸۵) یہ نامور محدث تھے موصوف نے اپنے کتب خانہ میں کتابوں کے صحیح نسخے جمع کئے تھے اور ان پر موصوف نے تیر لاکھ درہم خرچ کئے تھے۔ (۱۷۷)

(۳) ابو اسامہ حماد بن اسامہ مولیٰ بنی ہاشم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو اسامہ حماد بن اسامہ بن زید مولیٰ بنی ہاشم کوفی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۱-۵۲۰۱/۷۳۹-۶۸۱۷) حدیث، مورخ اور زاہد تھے ان کی کتابیں نہایت صحیح تھیں۔ (۱۷۸) موصوف اہل علم کو کتابیں عاریتاً دیتے تھے۔ و کعب نے ان کو منع کیا تھا کہ کتابیں عاریتاً دینے سے کتابیں ضائع ہو جاتی ہیں مگر یہ اس سے باز نہیں آئے۔ آخر عمر میں ان پر زہد کا غلبہ ہو گیا تو انہوں نے تمام کتابیں زیر زہد دفن کر دی تھیں۔ (۱۷۹)

## (۴) ابو محمد روح بن عبادہ قیسی بصری کا کتب خانہ

ابو محمد روح بن عبادہ بن العلاء بن حسان قیسی بصری (۰۰-۵۲۰۵/۰۰-۶۸۲۰) محدث حدیث و مصنف تھے، حدیث، تفسیر و فقہ وغیرہ کی احادیث اور کتابوں کا نہایت عمدہ ذخیرہ جمع کیا اور ان موضوع پر کتابیں بھی تصنیف کیں۔  
علی بن المدینی نے ان کے کتب خانے میں ایک لاکھ سے زیادہ لکھی ہوئی حدیثیں دیکھی تھیں ان میں سے دس ہزار حدیثیں انہوں نے نقل بھی کی تھیں۔ (۱۸۰) ان کے ذخیرہ کتب مسائل زہری بھی تھے یہ اپنے کتب خانہ سے لوگوں کو کتابیں عاریتاً دیتے تھے۔ عثمان بن عمر نے سے کتاب ہشام عاریتاً لی تھی۔ (۱۸۱)

(۵) ابو خیشمہ زہیر بن حرب شداد نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو خیشمہ زہیر بن حرب بن شداد نسائی (۱۶۰-۵۲۳۳/۷۷۷-۶۸۴۸) بلند پایہ محدث بغداد، حافظ حدیث و مصنف تھے۔ (۱۸۲) کتابوں کے شوقین تھے ان کے پاس احادیث اور تصانیف کا ذخیرہ تھا۔ موصوف نے یحییٰ بن معین کے مرنے کے بعد ان کا کتب خانہ دو سو روپے نام خرید لیا تھا۔ (۱۸۳)

(۶) ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم رازی <sup>رضی اللہ عنہ</sup> کا کتب خانہ

(۶) ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید رازی (۲۰۰-۲۶۳ھ / ۸۱۵-۸۷۸ء) موالی میں سے تھے، فن حدیث و رجال کے امام، بلند پایہ محدث، حافظ حدیث تھے۔ بہت لکھا تھا۔ ایک لاکھ حدیثیں ابراہیم فراء اور ایک لاکھ ابن ابی شیبہ سے نقل کی تھیں۔ (۱۸۴)

موصوف کا کتب خانہ ”بیت الکتب“ کے نام سے موسوم تھا چنانچہ ایک مرتبہ محمد بن مسلم بن دارہ المتوفی ۲۷۰ھ اور فضل بن العباس الصائغ المتوفی ۲۷۰ھ میں حدیث کا مذاکرہ شروع ہوا ابن دارہ نے ایک حدیث پڑھی اور الصائغ نے انہیں ٹوکا کہ حدیث یوں نہیں بحث شروع ہو گئی، فضل صائغ بولے فیصلہ ابو زرعہ پر ہے یہ ابو زرعہ کے پاس آئے، ابن دارہ نے ابو زرعہ کو قصہ سنایا اور پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں ہم میں سے کون غلطی پر ہے ابو زرعہ خاموش رہے، ابو زرعہ اور تغافل کرنے لگے ابن دارہ کا اصرار بڑھا اور کہنے لگے اگر میں غلطی پر ہوں یا وہ بتا دیجئے، فرمایا ابو القاسم کو بلاؤ اس سے فرمایا ذرا ”بیت الکتب“ میں جاؤ اور قطر اول سے سولہ تک گننے کے بعد سترھوان قطر اٹھالادو، وہ اٹھالایا ابو زرعہ نے ورق پلٹا اور حدیث نکال کر ابن دارہ کو دے دی انہوں نے پڑھی اور کہا بلاشبہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ (۱۸۵)

اس لیے ابو زرعہ فرماتے تھے: ”میرے گھر میں پچاس برس سے حدیثیں لکھی ہوئی رکھی ہیں جب سے انہیں لکھا ہے مطالعہ نہیں کر سکا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ کون سی حدیث کس کتاب کے کس ورق، کس صفحے اور کس سطر میں موجود ہے۔“ (۱۸۶)

عبد عباسی کے یہ انفرادی کتب خانے تھے لیکن اپنی ہیئت کے اعتبار سے ذاتی کتب خانوں کی حیثیت رکھتے تھے یہ ادارے تھے بلکہ ادارہ جاتی کتب خانے کہے جانے کے مستحق ہیں کیونکہ یہ جن کے کتب خانے تھے وہ عوامی کتب خانوں کے تمام وظائف و لوازمات (Functions) تعلیم، تحقیق و ذوق جمال کی تسکین کا سامان مہیا کرتے تھے۔

(۷) ابو الحسن علی بن عبداللہ جعفر مولیٰ سعدی بصری ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو الحسن علی بن عبداللہ بن جعفر مولیٰ سعدی بصری المعروف بابن المدینی (۱۶۱-۲۳۳ھ / ۷۷۸-۶۸۴۸ء) بھی موالیٰ کی اولاد سے تھے۔ حافظ حدیث، محدث ابن محدث، فقیہ اصولی، مورخ، انساب و رجال کے ماہر، لغوی اور دوسرے علوم میں مناسبت رکھتے تھے، فن حدیث کے امام و بلند پایہ مصنف تھے۔ (۱۸۷) امام احمد بن حنبل جلالت علمی کی بناء پر انہیں نام کے بجائے کنیت سے یاد کرتے تھے۔ (۱۸۸)

موصوف کتابیں قطر میں رکھتے تھے ایک مسند قرطاس پر لکھی اور گھر میں اسے ایک بڑے قطر میں رکھ کر سفر پر روانہ ہو گئے جب آکر قطر کے ہاتھ لگایا تو بہت وزنی معلوم ہوا کھول کر دیکھا دیمک چاٹ چکی تھی بہت صدمہ ہوا اور ساری مسرت جاتی رہی۔ (۱۸۹) اس سے ان کے کتابوں سے شغف کا اندازہ کیا جاسکتا ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا کتب خانہ گھر ہی میں تھا۔ ان کے ذخیرہ کتب میں امام شافعی کے ”کتاب الرسالہ“ کے علاوہ ان کی دو سو تصانیف بھی تھیں جن میں سے حدیث و رجال کی بعض کتابوں کے نام حاکم نے ”معرفۃ الحدیث“ میں تقریباً ایک صفحے میں گنائے ہیں اور لکھا ہے ”ہم نے اس مقام پر ان کی تصانیف فرست پر اکتفاء کیا ہے جو ان کے تبحر علمی، فن میں برتری و کمال علمی کی دلیل ہے۔“ (۱۹۰) ابن الندیم نے ”الفہرست“ میں ان کی صرف چھ کتابوں کے نام نقل کئے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نامور مصنفین کی تصانیف کا کس قدر کم ذخیرہ کتاب ”الفہرست“ میں رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ محدثین نے ابن الندیم کی کتاب الفہرست سے زیادہ اعتناء نہیں کیا نیز ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محدثین، فقہاء وغیرہ کی تصانیف کی کتابیات تیار کی جاتی تھی اور اس اشاعت ان کے تلامذہ اور راویان کتب کے ذریعہ ہوتی تھی۔

(۸) ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل مولیٰ جعفری بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم مولیٰ جعفری بخاری (۱۹۳-۲۵۶ھ / ۸۱۰-۶۸۷۰ء) حدیث، حجت، فقہ میں ماہر، حدیث میں مجتہد اور کثیر التصانیف مصنف تھے۔ (۱۹۱) ایک ہزار سے زائد شیوخ سے حدیث لکھی تھیں اٹھارہ برس کی عمر سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ (۱۹۲) چھ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کر کے صحیح بخاری لکھی تھی۔ (۱۹۳) موصوف کے کتب خانہ میں چھ لاکھ حدیثوں کے علاوہ عبداللہ بن المبارک، وکوف اور موصوف کی اپنی تصانیف کا بھی ذخیرہ محفوظ تھا۔ (۱۹۴) اس دور میں ان کا یہ ذخیرہ تالیفات



عظیم الشان ذخیرہ تھا جس سے اسلامی کتب خانوں کی تاریخ میں صرف نظر نہیں کی جاسکتی۔  
 ”صحیح بخاری“ میں موصوف نے صرف استنباط مسائل کی خاطر اسلامی علوم کی درجہ بندی اور عنوانات کی ترتیب و ”تبویب“ بہت انوکھے طریقہ پر کی ہے اسلامی علوم کی درجہ بندی کی تاریخ میں بخاری کی تبویب بڑی اہمیت و افادیت کی حامل ہے، بخاری نے یہ اہم کام روضہ نبوی اور منبر کے مابین دوگانہ ادا کر کے انجام دیا تھا۔ (۱۹۵) اس دور میں حدیث میں اتنے زیادہ ابواب اور نوع نوع تبویب کی یہ پہلی کوشش تھی۔

امام بخاری نے ”التاریخ الکبیر“ میں صحابہ سے اپنے دور تک راویوں کے حالات قلمبند کئے ہیں یہ علمی و فنی اعتبار سے بڑی اہم و مستند کتاب ہے حروف تہجی پر مرتب ہے موصوف نے سے روضہ نبوی کے پاس بیٹھ کر چاندنی راتوں میں لکھا تھا۔ (۱۹۶) اور ”التاریخ الصغیر“ اسماء الرجال میں ایک مختصر کتاب (Hand-Book) ہے اس میں راویوں کے حالات بتدریب منین ذکر کئے ہیں یہ دونوں کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں، ”کتاب الکنی“ میں ایک ہزار راویان حدیث کی کنیتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ (۱۹۷)

موصوف علمی مصروفیت کی وجہ سے اپنے لکھنے کے لیے کاغذ اور سیاہی بھی کسی کو روپیہ بے کرمنگاتے تھے ان چیزوں کو خود خریدنے کی نوبت ہی نہیں آسکی تھی۔ (۱۹۸)

(۹) ابو عبد اللہ محمد بن ایوب بجلی رازی ابن الضریس کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن ایوب بن یحییٰ بجلی رازی المعروف بابن الضریس (۲۰۰-۵۲۹ھ/۸۱۶-۶۹۰۶) محدث ابن محدث، حافظ حدیث، مسند و مصنف تھے، کتابوں کے شوقین تھے بہت کتابیں نقل کی، کرائی تھیں اور کتابوں کی نقل حاصل کرنے پر زہرِ خطیر صرف کیا تھا۔ موصوف کا بیان ہے: ”میں جب آخری مرتبہ بصرہ آیا تو میں نے وراقوں کو دس ہزار درہم اجرت ادا کی تھی“ (۱۹۹)

موصوف کے مذکورہ بالا بیان سے ان کے کتب خانے کی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بصرہ اہل علم کا مرکز تھا یہاں نقل نویسی بہت زیادہ تھی اور سوق الوارقین کتابوں سے بھرا ہوا تھا اس لیے اہل علم یہاں بار بار آتے اور کتابیں نقل کراتے تھے۔

## (۱۰) ابو عبد اللہ محمد بن سنجر جرجانی ثم قطابی مصری کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن سنجر جرجانی ثم قطابی مصری (۰۰-۲۵۸ھ/۰۰-۶۸۷) محدث، حافظ حدیث و مصنف تھے۔ (۲۰۰) حدیثیں لکھی (۲۰۱) اور اجرت پر کتابیں نقل کرائی تھیں، موصوف نے ایک علمی سفر کے موقعہ پر نو ہزار دینار صرف کتابوں کے نقل کی اجرت ادا کی تھی۔

قطابی کا بیان ہے: ”میں نے علمی سفر کیا، اسحاق کوچ میرے ہمراہ تھے نو ہزار دینار پاس تھے اسحاق میرے لیے ہر شہر میں اجرت پر کتابیں نقل کرتے اور شادی کرتے، میں ان کا مرادا کرتا تھا۔“ (۲۰۲)

موصوف کے مذکورہ بالا بیان سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو گئی کہ مشرق میں اسلامی قلمرو کے ہر شہر میں سوق الکتاب اور کتب خانے موجود تھے۔ شائقین کتب کتابوں کے حاصل کرنے کے لیے سفر کرتے تو سفر میں وراق بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

## (۱۱) ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ مولیٰ ذہلی نیشاپوری کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ مولیٰ ذہلی نیشاپوری (۱۷۲-۲۵۸ھ/۷۸۸-۸۷۲) مولیٰ کی اولاد سے تھے۔ محدث خراسان، حافظ حدیث، علوم حدیث کے امام و مصنف تھے۔ ایک لاکھ پچاس ہزار درہم تعلیم پر خرچ کئے تھے۔ (۲۰۳) بہت مرویات جمع کی تھیں بہت لکھا اور کتابیں مدون کی تھیں۔ (۲۰۴)

ان کے پاس بڑا کتب خانہ تھا جس میں ان کی مسموعات و مصنغات رکھی ہوئی تھیں، کتب خانہ میں زہری کی مرویات کا خاص ذخیرہ تھا۔ موصوف نے انہیں دو جلدوں میں جمع کیا تھا۔ (۲۰۵) اور اس اختصاص کی وجہ سے زہری کی نسبت سے بھی مشہور تھے۔ (۲۰۶) امام احمد بن حنبل زہری کی مرویات کے لیے محدثین کو ان کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ (۲۰۷)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے وسط میں خصوصی کتب خانہ کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ موصوف کے کتب خانے کے متعلق ان کے فرزند ابو زکریا یحییٰ کا بیان ہے:

”میں ابا جان کے پاس سخت گرمی میں دوپہر کو آرام کے وقت پہنچا تو دیکھا کہ اپنے کتب خانے میں بیٹھے ہوئے تصنیف میں منہمک ہیں، چراغ جل رہا ہے میں نے عرض کیا ابا جان: یہ نماز کا وقت ہے اور دن میں اس چراغ کا دھواں! کاش اس کو آپ دور رکھتے! فرمایا! جان پدر! میں

وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ و تابعین رحمہم علیہ کے ساتھ مصر گیا تھا۔“ (۲۰۸) مورخ ذہبی کا خیال ہے کہ حدیث زہری کی تدوین کے زمانے میں یہ واقعہ پیش

مورخین نے موصوف کے متعلق ”کتب الکثیر“ و ”دون الکتب“ بہت لکھا اور کتابیں صنیف کیں کے الفاظ لکھے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اس سے مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس کے پاس کتابیں اتنی ہوں کہ گھر بھرا ہو۔

مذکورہ بالا واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ علم کی اشاعت، کتابوں کی تدوین اور نشر و اشاعت میں محدثین نے آرام و آسائش کیا، جان کی بھی پروا نہیں کی تھی۔

(۱۲) ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری نیشاپوری رحمہ اللہ کا کتب خانہ

ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری (۲۰۳-۲۶۱ھ / ۸۲۰-۸۷۵ء) شہور محدث، حافظ حدیث، فن حدیث و رجال کے امام تھے۔ تذکرہ نگار، ان کا ذکر ”الامام الحافظ حجتہ لاسلام“ کے الفاظ سے کرتے ہیں ان کے پاس حدیث و رجال کا اچھا کتب خانہ تھا۔ احمد بن سلمہ کا بیان ہے:

”ایک موقعہ پر مذاکرہ کی مجلس منعقد ہوئی ایک حدیث کا ذکر چھڑا موصوف نے اس پر بحث میں کی گھر واپس آئے رات ہو گئی تھی چراغ جلایا، اہل خانہ سے کہا تم میں سے کوئی اب کتب خانہ میں نہ آئے، عرض کیا گیا ایک ٹوکرا کھجور کا آیا ہوا رکھا ہے فرمایا میرے پاس کتب خانہ میں رکھ دو حدیث ڈھونڈتے جاتے اور کھجور کھاتے جاتے تھے اسی میں ہنج ہو گئی ٹوکرا بھی خالی ہو گیا حدیث بھی مل گئی لیکن امام مسلم جان بحق ہو گئے“ (۲۱۰)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کا کتب خانہ علیحدہ کمرے میں تھا اور ذخیرہ اتنا زیادہ تھا کہ ایک حدیث کی جستجو میں پوری رات گزر گئی تھی۔

(۱۳) ابو زکریا یحییٰ بن معین سری بغدادی رحمہ اللہ کا کتب خانہ

ابو زکریا یحییٰ بن معین بن عون مری بغدادی (۱۵۸-۲۳۳ھ / ۷۷۵-۸۴۸ء) موالی کی اولاد سے تھے، موصوف کو ”حجتہ الاسلام“ ”سید الحفاظ“ اور ”امام الجرح والتعديل“ کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (۲۱۱) چھ لاکھ حدیثیں تو اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں۔ (۲۱۲) اور ایک سو چودہ قطر اور بیعتی والے چار بڑے مشکے کتابوں سے بھرے ہوئے موجود تھے۔ موصوف نے وفات کے وقت کتابوں کے تیس (۳۰) قطر اور بیس (۲۰) بھرے ہوئے مشکے چھوڑے تھے قاضی یحییٰ بن اکثم القسری ۲۳۲ھ نے ان کی کتابیں دو سو دنار میں لینا چاہیں مگر ابو خیشمہ زہیر بن حرب بغدادی نے ان

سے پہلے خرید لیں اور قاضی ابن اکثم اس سے محروم رہ گئے (۲۱۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں کتابوں کے شائقین کی کثرت ہو گئی تھی قاضی اور جسٹس جیسے بااثر لوگ بھی ایک معمولی عالم کے مقابلہ میں کتابیں حاصل کرنے میں ناکام ہو جاتے تھے۔

(۱۴) ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید مولیٰ بنی ہاشم ہمدانی کوفی زیدی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید مولیٰ بنی ہاشم ہمدانی کوفی زیدی جارودی شیعہ المعروف بابن عقدہ (۲۵۰-۳۳۲ھ / ۸۶۲-۹۴۴ء) ان کا باپ نحوی و وراق تھا اس کا لقب عقدہ تھا اس لیے موصوف ابن عقدہ کے لقب سے مشہور تھے۔ محدث، حافظ حدیث و مصنف تھے۔ کوفہ میں ان کے پاس چھ سو بار شتر کتابیں تھیں۔

ابوالعباس بن عقدہ نے اپنی قیامگاہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا چاہا تو کتابیں اٹھوا کر لے جانے کے لیے حملوں سے بات چیت کی، اونٹ والوں سے ہر پھیرا ایک دانق میں طے ہوا تو ان کی اجرت سو درہم بنی اور کتابیں چھ سو بار شتر تھیں۔ (۲۱۴)

(۱۵) ابوالعباس احمد بن منصور ثابت شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابوالعباس احمد بن منصور بن ثابت شیرازی (۲۹۴-۳۸۲ھ / ۹۰۶-۹۹۲ء) محدث شیراز حافظ حدیث تھے۔ علوم حدیث کا اتنا ذخیرہ جمع کیا جو معاصرین میں سے کسی کے پاس نہ تھا اس ذخیرہ میں تین لاکھ حدیثیں صرف امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول و محفوظ تھیں۔ (۲۱۵)

(۱۶) ابوالقاسم سلیمان بن احمد عجمی شامی طبرانی کا کتب خانہ

ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب عجمی شامی طبرانی (۲۶۰-۳۶۰ھ / ۸۷۳-۹۷۱ء) مسند الدنیا محدث، بلند پایہ حافظ، فقیہ، فن رجال کے ماہر، شاعر اور کثیر التصانیف مصنف تھے، ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے سماع کیا پھر املا کرایا، موصوف جب املا کراتے تھے تو اجزا کی حدیث کو اپنی بغل میں رکھتے تھے۔ (۲۱۶) حدیث کا اتنا ذخیرہ جمع کیا تھا کہ تعجب ہوتا تھا، ذکواری کا بیابان ہے کہ میں نے پوچھا اتنا ذخیرہ کیسے جمع کیا، فرمایا تیس برس تک چٹائی پر سویا ہوں۔ (۲۱۷)

ان کا ذخیرہ کتب ان کی مسوعات و مصنعات پر مشتمل تھا جن میں دو دو سو جزء کی تالیفات بھی تھیں، ان کی تصانیف کے نام ذہبی نے ایک ورق میں گنائے ہیں اور لکھا ہے کہ اکثر تصانیف حافظ یحییٰ بن مندہ نے نہیں دیکھا۔ (۲۱۸)

(۱۷) ابو محمد عبداللہ بن قرشی مطلبی نیشاپوری المعروف ابن شبرویہ رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن قرشی مطلبی نیشاپوری المعروف بابن شبرویہ (۳۰۵-۰۰/۶۷۱-۰۰) محدث، حافظ حدیث، فقیہ اور کثیر التصانیف مصنف تھے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ تھا کتابوں پر اتنی رقم خرچ کی تھی کہ مفلس رہتے اور ان کے استاد بندگان سے کہتے تھے کہ

”تم نے مجھے مفلس کر دیا (میرا تمام علم تم نے حاصل کر لیا میرے پاس اب کچھ نہیں رہا) اور تمہیں وراثتوں نے مفلس کر دیا“۔ (۲۱۹)

(۱۸) ابو حفص عمر بن احمد ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی واعظ المعروف بابن شاہین (۲۹۷-۳۸۵/۹۰۹-۶۹۵) محدث، حافظ حدیث، مفسر، مورخ، ادیب اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ سنہ ۳۰۸ھ میں احادیث کا سماع شروع کیا تحصیل علوم کے لیے شام، فارس و بصرہ وغیرہ کا سفر کیا۔ گیارہ برس کی عمر سے حدیثیں لکھنا شروع کیں بہت ذخیرہ جمع کیا تھا زہری کا بیان ہے:

”ابن شاہین کے پاس سات سو جزء صرف بغوی کی مرویات کے موجود تھے، اتنا لکھا تھا کہ سات سو درہم کی چار سو (۴۰۰) رطل سیاہی خرچ ہو گئی تھی“ (۲۲۰)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے کتب خانے کا بجٹ بھی علیحدہ تھا موصوف نے اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ کتابیں لکھی تھیں (۲۲۱) ان کی تصانیف کے متعلق ان کا بیان ہے:

”میں نے تین سو تیس تصنیفات کی ہیں“ ”تفسیر الکبیر“ ایک ہزار اجزاء میں ”المستدرک“ ایک ہزار تین جزء میں ”التاریخ“ ڈیڑھ سو اور ”الزهد“ سو جزء میں لکھی تھیں“ (۲۲۲)

ابن شاہین کے مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ موصوف نے اپنی تصانیف کی فرست (کتابیات) مرتب کی تھی۔ عماد الدین حزامی نے واسط میں ان کی تفسیر تیس مجلدات میں دیکھی تھی (۲۲۳) ابن شاہین کی تصانیف تاریخ، رجال، حدیث، تفسیر اور زهد کے موضوع پر تھیں۔

(۱۹) ابو العباس محمد بن اسحاق سراج رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو العباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم مولیٰ ثقفی خراسانی نیشاپوری شافعی المعروف سراج رحمۃ اللہ علیہ (۲۱۶-۳۱۳/۸۳۱-۶۹۲۵) محدث، مورخ، شیخ خراسان، حافظ حدیث، کثیر التصانیف

(۲۲۴) اور بہت دولت مند آدمی تھے۔ کتابوں کا شوق تھا ان کے کتب خانہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) مسائل کا مجموعہ محفوظ تھا (۲۲۵) موصوف نے اپنی کتاب ”التاریخ“ میں ایسی اہم معلومات جمع کی تھیں کہ ائمہ فن اس سے استفادہ کی خاطر ان کے کتب خانہ میں آتے تھے موصوف کا بیان ہے:

”محمد بن اسماعیل بخاری نے میری کتاب ”التاریخ“ کا مطالعہ کیا اور اس سے ورق کے ورق اپنے قلم سے نقل کئے تھے“ (۲۲۶) ان کے کتب خانہ میں کتابوں کے مستند نسخے محفوظ تھے حافظ ابو عبد اللہ بن اہرم کا بیان ہے۔

”سراج نے صحیح مسلم پر تخریج کی تو مجھ سے بھی مدد لی مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ ان کے پاس احادیث کی کثرت تھی اور اصول (حوالے) کی کتابیں بھی عمدہ تھیں (۲۲۷) کتابیں کتب خانے میں منضدہ تہ بہ تہ رکھی ہوئی تھیں“ (۲۲۸)

(۲۰) ابو عبد اللہ بن اسحاق ابن مندہ رحمہ اللہ کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ بن اسحاق بن محمد عبدی اصہبانی المعروف بابن مندہ (۳۱۰-۳۹۵ھ / ۹۲۲-۹۰۵ء) کا گھرانہ محدثین و حفاظ حدیث کا گھرانہ تھا۔ (۲۲۹) خود بھی محدث اصہبان حافظ حدیث، فقہ، حدیث، تاریخ و رجال کے ماہر تھے۔ سترہ سو شیوخ حدیث سے پڑھا (۳۳۰) اور کتابیں جمع کی تھیں، جعفر مستغفری کا بیان ہے:

”میں نے ایک مرتبہ ابو عبد اللہ ابن مندہ سے پوچھا کہ آپ نے شیوخ حدیث سے کتنا سنا ہے، فرمایا جتنا سنا ہے وہ پانچ ہزار من ہے“ (۲۳۱)

جرجی عواد نے لکھا ہے کہ ”من“ کی حقیقت معلوم نہیں (۳۳۲) لیکن مورخ ذہبی نے تصریح کی ہے کہ ”من“ محدثین کی اصطلاح میں دس اجزاء کو کہتے ہیں (۲۳۳) جس کے معنی ہیں ۵۰،۰۰۰ ہزار اجزاء ان کے پاس صرف اپنے شیوخ کی مسوعات پر مشتمل تھے جب تکمیل علوم کے بعد اصہبان واپس آئے تو چالیس اونٹوں پر کتابیں لے کر آئے تھے۔ (۲۳۴)

(۲۱) ابوالحسن محمد بن العباس بغدادی ابن الفرات کا کتب خانہ

ابوالحسن محمد بن العباس بن احمد بغدادی المعروف بابن الفرات (۳۱۹-۳۸۴ھ / ۹۳۱-۹۹۴ء) محدث، حافظ حدیث، حفظ و صحت نقل میں سند تھے، بہت کتابیں نقل تھیں موصوف کے پاس اتنی کتابیں تھیں کہ ان کے معاصرین میں سے کسی کے پاس نہ تھیں ان کے ذخیرہ کتب میں ایک ہزار جز علی بن محمد بصری کی سند سے موجود تھے اور سو تفسیریں اور سو تار



کی کتابیں تھیں (۲۳۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کتب خانہ کایٹلاگ کتابی صورت میں موجود تھا اٹھارہ صندوق کتابوں سے بھرے ہوئے ان کے پاس محفوظ تھے یہ سب وہ کتابیں تھیں جو چوری کے بعد اہ گئی تھیں (۲۳۶) ابن الفرات کا حافظ بہت اچھا تھا ان کی خادمہ ان کے لکھے ہوئے کا ان سے مقابلہ کرتی تھی (۲۳۷)

اس سے معلوم ہوا کہ خواتین پروف ریڈنگ کا کام کرتی، کتابوں کا مقابلہ کرتی اور کتابیں لکھتی بھی تھیں۔

(۲۲) ابو عبد اللہ محمد بن المسیب ارغیانی اسفنجی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن المسیب بن اسحاق نیشاپوری ارغیانی اسفنجی (۲۲۳)۔  
۵۳۱/۸۳۸-۶۹۲) ممتاز حافظ حدیث، کثیر التصانیف مصنف و لائق اتباع بزرگ تھے۔ فرماتے تھے ”اسلام کا کوئی منبر ایسا نہیں جہاں میں نے جا کر حدیث نہ سنی ہو“۔

ان کے پاس کتب خانہ تھا اور ایک لاکھ حدیثوں کا مختصر کتب خانہ ہر وقت اپنی قمیص کی آستین میں ساتھ رکھتے تھے، موصوف کا بیان ہے ”میں مصر میں چلتا پھرتا تھا اور میری آستین میں سو زء ہوتے تھے ہر جزء میں ایک ہزار حدیث ہوتی تھیں“ (۲۳۸)۔

یہ بات بڑی اچھی تھی، ابو علی نے جب یہ واقعہ مجلس درس میں بیان کیا تو بعض طلبہ سے نہ رہا گیا اور انہوں نے شیخ ابو علی حافظ سے آخر پوچھا، یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔ انہوں نے بتایا ان کے جزء بہت چھوٹے ہوتے تھے خط بہت باریک تھا، ہر جزء میں ایک ہزار حدیثیں گن کر لکھی تھیں۔ یہ سو جزء اپنے ساتھ اٹھائے پھرتے تھے اور ان کی یہ بات بہت مشہور تھی (۲۳۹)

(۲۳) ابو عثمان سعید بن محمد بخیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد بخیری نیشاپوری (۲۵۱-۰۰/۵۱۵۶-۰۰) محدثین اور صوفیہ کے خانوادہ کے گوہر شب چراغ، مسند خراسان (۲۴۰) ثقہ، زاہد، شجاع و غازی تھے، صاحب سیف و قلم تھے، ان کے آباؤ اجداد کا تذکرہ حاکم نے ”تاریخ نیشاپور“ میں کیا ہے نیشاپور میں ان کی خانقاہ، مسجد اور ”بیت الکتب“ تھا یہ مؤرخ عبد الغافر فارسی المتوفی ۵۲۹ھ کی زندگی تک آباد تھا۔ موصوف نے سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان پر حملہ میں، داد شجاعت دی تھی (۲۴۱)

(۲۴) ابوذر عبد بن احمد ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابوذر عبد بن احمد بن محمد انصاری ہروی مالکی المعروف بابن السماک (۳۵۵ھ - ۲۳۲ھ/۹۶۶-۶۰۳۳ء) علامہ وقت، محدث، حافظ حدیث، شیخ الحرم، فقیہ اصولی، متکلم، صوفی مصنف تھے گیارہ سو سے زیادہ شیوخ وقت سے علوم کی تحصیل کی تھی (۲۳۲) موصوف کا کتب خانہ ایک علیحدہ مکان میں تھا اور اس کا خازن بھی تھا، فقیہ ابو عمران قابسی مکہ میں ان سے پڑھنے جا رہے تھے، سمرقند میں ابوذر ہروی سے ملاقات ہوئی، قابسی نے ابوذر کے خازن کتب سے کہا کہ مجھے ان کی کتابیں نکال دو جب تک وہ نہیں آتے ہیں انہیں نقل کرتا رہوں گا، جب وہ حرم میں آئیں گے میں ان سے پڑھ لوں گا، خازن نے جواب دیا میں یہ جرات نہیں کر سکتا یہ چاہیاں موجود ہیں، آپ چاہیں تو خود نکال لیں اس نے جو کتابیں چاہیں نکال لیں، ابوذر ہروی کو جب خبر لگی وہ سوار ہو کر مکہ آئے اور اپنی کتابیں ان سے لے لیں انہیں حدیث نہیں پڑھائی تھی ابوذر ہروی نسخوں میں تصرف کے خدشہ سے اتنی احتیاط کرتے تھے (۲۳۳) موصوف کا کتب خانہ حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ و کلام کی کتابوں پر مشتمل تھا۔

(۲۵) ابو محمد عبد الصمد بن احمد سلیمی رازی ابن طاہر نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو محمد عبد الصمد بن احمد بن علی سلیمی رازی المعروف بابن طاہر نیشاپوری ثم ہمدانی (۸۲۰-۸۰۰ھ/۱۰۸۹-۱۰۰۰ء) محدث، حافظ حدیث تھے۔ موصوف نے اپنے قلم سے اچھے خط میں زہر وزیر کے ساتھ اتنا لکھا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔

ابو الحارث عبد اللہ بن ارسلان بسامیری المتوفی (۲۵۱ھ نے ۲۵۰ھ) میں بغداد پر قبضہ کیا کتب خانوں پر تباہی آئی، لٹی ہوئی کتابیں بکیں، ان کتابوں میں سے کچھ سلیمی نے بھی خریدیں تھیں جس پر مسعود ناصر سجزی نے کہا تھا کہ سلیمی کو ان لٹی ہوئی کتابوں سے فائدہ اٹھانا روا نہیں، کیونکہ وہ بغداد میں بسامیری کا لوٹ کا مال ہے۔ (۲۳۳)

اس سے معلوم ہوا کہ معاشرہ میں جائز و صحیح طریقہ سے کتابوں کے حصول کو پسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا تھا اور حصول کتب کے ذرائع پر بھی کڑی نظر رکھی جاتی تھی کسی بھی غیر پسندیدہ طریقہ سے کتابوں کو حاصل کرنا گوارا نہیں ہوتا تھا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس دور میں حصول کتب میں کتنی جانچ پڑتال کی جاتی تھی اور کس قدر احتیاط برتی جاتی تھی۔

(۲۶) شیخ الاسلام ابو محمد عطیہ تفسی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

شیخ الاسلام ابو محمد عطیہ بن سعید بن عبداللہ تفسی اندلسی (۰۰-۵۲۰۷ھ/۰۰-۶۱۰۶ء) محدث، حافظ حدیث، فقیہ، صوفی و مصنف تھے (۲۴۵) بہت لکھا اور بہت کتابیں جمع کی تھیں (۲۴۶) کتابوں کا بہت شوق تھا اتنی کتابیں جمع کی تھیں کہ ان کا کتب خانہ بہت سے بختی اونٹوں پر ان کے ہاتھ چلتا تھا (۲۴۷) مکہ میں انتقال ہوا (۲۴۸) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کتب خانہ مکہ میں

(۲۷) عماد الدین (صدر الدین) احمد بن محمد سلفی اصفہانی اسکندری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

عماد الدین (صدر الدین) احمد بن محمد بن احمد سلفی اصفہانی اسکندری شافعی (۲۷-۵۷۶ھ/۱۰۸۲-۱۱۸۰ء) محدث، حافظ حدیث، فقیہ، لغوی، ادیب، شاعر و مصنف تھے۔ بیٹ، فقہ، ادب وغیرہ میں اتنی کتابیں لکھی تھیں کہ شمار سے باہر ہے (۲۴۹) ان کی نقل کی ہوئی کتابیں خوشخط، صحیح اور زیر و زبر لگی ہوئی ہوتی تھیں (۲۵۰)

کتابوں کے عاشق تھے بہت مالدار عورت سے شادی کی تھی اس کے باغات کی آمدنی سے انہیں خریدی جاتی تھیں (۲۵۱) ان کا نہایت نفیس کتب خانہ تھا، دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے بچ ہو گیا۔ حافظ عبدالعظیم منذری کا بیان ہے:

”سلفی کتابوں کے جمع کرنے کے عاشق تھے جو رقم ملتی تھی وہ کتابوں کی خریداری کی نذر ہو لیا تھی ان کے پاس کتابوں کے خزانے تھے مگر انہیں دیکھنے کی فرصت نہ تھی، اسکندریہ کے ناک ہونے کی وجہ سے کتابوں سے بدبو آنے لگی تھی اور ان کے اوراق چپک گئے تھے انہیں ہمارے آلات سے چھڑاتے تھے جس کی وجہ سے زیادہ تر کتابیں برباد ہو گئی تھیں“ (۲۵۲)

کم و بیش اسی قسم کے کتب خانے مندرجہ ذیل نامور محدثین کے پاس بھی تھے:-

(۲) ابو اسحاق ابراہیم بن منقذ بن ابراہیم عصفری مولیٰ خولانی مصری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی (۲۶۹ھ/۶۸۸۲ء) (۲۵۳)

(۲) ابو مسعود احمد بن الفرات بن خالد نسبی رازی المتوفی (۲۵۸ھ/۶۸۷۲ء) (۲۵۴)

(۳) ابو الفضل عباس بن یزید بن ابی حبیب بحرانی بصری المتوفی (۲۵۸ھ/۶۸۷۲ء) (۲۵۵)

(۳) ابو بکر عبداللہ بن محمد بن علی بلخی طرخانی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۵۶ھ کے معاصر و شاعر، محدث و مصنف تھے (۲۵۶)

- (۳۳) ابو کریب محمد بن العلاء بن کریب ہمدانی ثم کوفی (۱۶۱-۲۲۸ھ / ۷۷۷-۶۸۵۷) (۲۶۰)
- (۳۴) ابو اللیث نصر بن سیار بن الفتح زادری سمرقندی المتوفی (۲۹۳ھ / ۶۹۰۶) (۲۶۱)
- (۳۵) ابو بکر احمد بن ابراہیم بن الحسن المعروف بابن شاذان بزاز (۲۹۸-۳۸۳ھ / ۹۱۰-۹۹۳) (۲۶۲)
- (۳۶) ابو الحسن احمد بن عمیر بن یوسف مولیٰ بنی ہاشم دمشقی المعروف بابن جوصاء المتوفی (۳۲۰ھ / ۶۹۳۲) (۲۶۳)
- (۳۷) ابو الحسن احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ جرجانی المعروف بابن ابی عمران نجار المتوفی (۳۶۸ھ / ۶۹۷۸) (۲۶۴)
- (۳۸) ابو احمد بکر بن محمد بن حمدان میرفی مروزی د خمسنی بخاری المتوفی (۳۲۸ھ / ۶۹۵۹) (۲۶۵)
- (۳۹) ابو محمد جعفر بن الحارث عراقی نزیل نیشاپوری المتوفی (۳۵۶ھ / ۶۹۶۶) (۲۶۶)
- (۴۰) ابو عبد اللہ حسین بن احمد بن محمد ریحانی بصری بغدادی المتوفی (۳۸۷ھ / ۶۹۸۸) (۲۶۷)
- (۴۱) ابو علی حسین بن محمد بن مانر جسی نیشاپوری المعروف بابن زہری المتوفی (۲۹۸-۳۶۵ھ / ۹۱۰-۶۹۷۵) (۲۶۸)
- (۴۲) عبید اللہ بن اسحاق بن محمد عبدی اصبہانی المعروف بابن مندہ موصوف حافظ ابو عبد اللہ ابن اسحاق المتوفی (۳۹۵ھ / ۱۰۰۴) کے بھائی تھے (۲۶۹)
- (۴۳) ابو عمرو عثمان بن احمد بن سمعان رزاز المعروف بالجاشی بغدادی المتوفی (۳۶۷ھ / ۷۷۷) (۲۷۰)
- (۴۴) ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم نیشاپوری ثم اسفرائینی المتوفی (۳۱۶ھ / ۲۸) (۲۷۱)
- (۴۵) ابو محمد حسن بن احمد بن محمد کو خمیشی سمرقندی (۳۰۹-۳۹۱ھ / ۱۰۱۸-۱۰۹۸) (۲۷۲)
- (۴۶) ابو علی حسن بن عبد اللہ بن نصر شاشی المتوفی بعد (۳۲۱ھ / ۱۰۳۹) (۲۷۳)
- (۴۷) ابو القاسم حمزہ بن یوسف بن ابراہیم قرشی جرجانی المتوفی (۳۲۷ھ / ۱۰۳۷) (۲۷۴)
- (۴۸) ابو محمد عبد العزیز بن محمد نخشبی المعروف بصاحب المستغفری المتوفی (۳۵۷ھ / ۱۰۶۴) (۲۷۵)
- (۴۹) ابو محمد عبد اللہ بن عطار بن عبد اللہ ابراہیمی ہروی المتوفی (۳۷۶ھ / ۱۰۸۳) (۲۷۶)
- (۵۰) ابو حازم عمر بن احمد بن ابراہیم عبدویہ حدلی مسعودی نیشاپوری المعروف بابن اعرج المتوفی (۳۱۷ھ / ۱۰۱۶) (۲۷۷)

- (۵۱) ابو مسلم عمر بن علی بن احمد لیشی نجاری المتوفی (۲۷۶ھ / ۸۷۴ء) (۲۷۸)
- (۵۲) ابوالفتح محمد بن احمد بن عبداللہ اصفہانی المعروف بابن سکوہیہ  
(۲۷۹) (۱۰۱۸-۱۰۹۰ء) (۲۷۹)
- (۵۳) ابوالفتح حمد بن احمد بن محمد بغدادی المعروف بابن الفوارس (۳۸۸-۴۱۲ھ / ۹۹۸-۱۰۲۲ء)  
(۲۸۰)
- (۵۴) منصور بن عبدالملک بن ابراہیم قزوینی ابوالحسن علی مودب تمیمی نزیل بغداد المتوفی  
(۲۸۱) (۲۶۷) (۶۰۸۸ھ / ۱۰۸۸ء) کے والد تھے
- (۵۵) ابوالقاسم تمیم بن احمد بندنچی بغدادی ازہبی (۵۳۳-۵۹۶ھ / ۱۱۳۹-۱۱۹۹ء) (۲۸۲)
- (۵۶) ابوالقاسم زاہد بن طاہر بن محمد شحابی شروطی مستملی (۴۳۶-۵۳۳ھ / ۱۰۵۳-۱۱۳۸ء)  
(۲۸۳)
- (۵۷) ابوالبرکات عبدالوہاب بن المبارک بن احمد انماطی حنبلی  
(۲۸۴) (۱۰۷۰-۱۱۴۳ء) (۲۸۴)
- (۵۸) ابو نصر احمد بن عمر بن محمد اصفہانی المعروف بغازی (۴۴۸-۵۳۲ھ / ۱۰۵۶-۱۱۳۷ء)  
(۲۸۵)
- (۵۹) ابوالحسن مبارک بن عبدالجبار بن احمد ازہبی بغدادی صیرفی المعروف بابن الہمامی و  
ابن الطیوری (۴۱۱-۵۰۰ھ / ۱۰۲۱-۱۱۰۷ء) (۲۸۶)
- (۶۰) تاج الاسلام ابو بکر محمد بن منصور بن محمد تمیمی سمعانی مروزی (۳۶۶-۵۱۰ھ / ۱۰۷۳-۱۱۱۶ء)  
(۲۸۷)
- (۶۱) شیخ الاسلام ابو بکر محمد بن احمد بن ابراہیم زاہد بلخی حجتہ علیہا المتوفی (۵۸۳ھ / ۱۱۸۸ء) (۲۸۸)
- (۶۲) سیف الدین ابو العباس احمد بن عیسیٰ بن عبداللہ المقدسی الصالحی الحنبلی (۶۰۵-۶۳۳ھ)  
(۲۸۹)
- (۶۳) ابو المعالی احمد بن یحییٰ بن عبید اللہ بغدادی المتوفی (۶۰۳ھ / ۱۲۰۶ء) (۲۹۰)
- (۶۴) جمال الدین عبداللہ بن عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی صالحی حنبلی  
(۵۸۱-۶۲۹ھ / ۱۱۸۵-۱۲۳۱ء) (۲۹۱)
- (۶۵) رشد الدین ابوالحسن علی بن محمد بن علی تبریزی المتوفی (۶۰۳ھ / ۱۲۰۷ء) (۲۹۲)
- (۶۶) محمد بن داؤد بن یاقوت صاری المتوفی (۶۶۰ھ / ۱۲۶۱ء) (۲۹۳)
- (۶۷) شرف الدین محمد بن عروہ موصلی دمشقی المتوفی (۶۲۰ھ / ۱۲۲۳ء) (۲۹۴)

## محدثہ خواتین کے کتب خانے

عہدِ عباسی میں مرد ہی نہیں بعض محدثات و اربابِ تدریس خواتین بھی ذاتی کتب خانے رکھتی تھیں اور علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں مردوں کی طرح حصہ لیتی تھیں۔ چنانچہ:

(۱) فاطمہ بنت عبد الرحمن بن ابی صالح الحمرانی المعروف بالصوفیہ کا کتب

### خانہ

چنانچہ فاطمہ بنت عبد الرحمن بن ابی صالح الحمرانی المعروف بالصوفیہ المتوفاة ۳۱۲ھ محدثہ صوفیہ تھیں۔ اسی (۸۰) سال کی عمر پائی تھی ان کے پاس اپنی مرویات اور کتابوں کا ذخیرہ تھا (۲۹۵)

(۲) شہدہ بنت احمد الابری بغدادی کا کتب خانہ

(۲) شہدہ بنت احمد الابری بغدادی المتوفاة ۵۷۴ھ نامور محدثہ تھیں ان کے پاس بہت سی بنیادی کتابیں اور بعض کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کی ہوئی موجود تھیں ان سے علامہ سمعانی وابن الجوزی وغیرہ نے کتابوں کی سند لی تھی ان کا خط بہت پاکیزہ تھا (۲۹۶)

اسی طرح مغربی قلمرو ہسپانیہ میں مسلم خواتین کتب خانے بناتی تھیں چنانچہ عائشہ بنت احمد بن محمد بن قادم قرطیبہ (۲۰۰-۴۰۰ھ / ۱۰۱۰-۱۰۰۰ء) کے عظیم الشان کتب خانے کا تذکرہ مورخین نے کیا ہے (۲۹۷)



## (۵) فقہاء کے کتب خانے

ائمہ مجتہدین ابو حنیفہ، شافعی، زفر بن ہذیل، ابو یوسف، عافیہ بن یزید اور حسن بن زیاد نے فقہ طور پر یہ بات کہی ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک سے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم نے یہ بات کس بنیاد پر کہی ہے (۲۹۸) اس لیے فقہاء کو خاص طور پر ان مذہب کی کتابوں کا ذخیرہ رکھنا پڑتا تھا اس کے علاوہ قرآن و سنت نحو و لغت اور تاریخ و کلام عبرہ کی کتابیں بھی جمع کرنی پڑتی تھیں۔ مذکورہ بالا اقوال فقہاء کے کتب خانوں کے قیام اور ان میں مافہ کتب کے محرک تھے۔

### (۱) امام مالک بن انس اصبحی حمیری رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

امام دارالجمہ مالک بن انس اصبحی حمیری (۹۳-۱۷۹ھ / ۷۱۲-۷۹۵ء) فقیہ الامہ، فقہی مذہب اربعہ کے دوسرے امام مجتہد، حافظ حدیث، محدث، مصنف تھے (۲۹۹) امام موصوف کا بھی کتب خانہ تھا اور کتابیں صندوق میں رکھی ہوتی تھیں چنانچہ ابن ماجشون نے جب یہ بتایا کہ حضرت کی نماز جنازہ حضرت حمزہ کی طرح بہتر (۷۲) مرتبہ پڑھی گئی تو ان سے دریافت کیا گیا کہ اس کا ماخذ کیا ہے فرمایا، اس روایت کا ماخذ وہ صندوق ہے جو امام مالک نے اپنے قلم سے عن نافع بن ابن عمر احادیث کا ذخیرہ لکھ کر چھوڑا ہے (۳۰۰)

یہ صندوق صرف ایک نافع کی مرویات کا تھا معلوم نہیں اور کتنے صندوق ان کے یا سرے شیوخ کی مرویات کے لکھے ہوئے موصوف کے خزانۃ الکتب میں موجود ہوں گے پھر یہ صرف حدیث کے ذخیرے کا ذکر ہے فقہ وغیرہ کا ذخیرہ کتنا تھا اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

امام مالک کا حبیب نامی کتب خانہ تھا وہ ان کی کتابیں نقل کرتا رہتا تھا (۳۰۱) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ذخیرہ کتب میں اضافہ کا سلسلہ جاری تھا۔

### (۲) امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

الامام الاعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطا مولیٰ تیمی کوفی (۸۰-۱۵۰ھ / ۱۹۹-۷۶۷ء) فقہ مذہب اربعہ کے سب سے بڑے امام مجتہد، ائمہ اربعہ میں پہلے متکلم (۳۰۲) محدث، حافظ حدیث (۳۰۳) اور مصنف تھے (۳۰۴) امام موصوف کے پاس حدیث و فقہ وغیرہ کا بہت ذخیرہ تھا۔

حافظ ابو یحییٰ نیشاپوری المتوفی ۲۹۸ھ نے موصوف کا قول نقل کیا ہے:

”عندی صنادیق من الحدیث ما اخرجت الا الیسیر الذی

یانتفع بہ“ میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں“ ”مگر میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں نکالیں جن سے لوگ نفع اندوز ہوں۔“

امام اعظم نے صرف کتاب الاثار چالیس ہزار حدیثوں سے انتخاب کر کے لکھی تھی (۳۰۶) یہ صرف حدیث کے ذخیرے کا ذکر ہے فقہ کے جو مسائل موصوف نے مدون کئے تھے ان تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار (۱۲۹۰۰۰۰) سے اوپر ہے (۳۰۷)

(۳) ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی وائل بغدادی کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی وائل بغدادی (۱۶۳-۲۴۱ھ / ۷۷۰-۸۵۵ء) اربعد میں چوتھے امام، فن حدیث و رجال کے نامور امام اور مصنف تھے۔ انہوں نے بہت لکھا صرف ابن و صیب سے پچاس ہزار حدیثیں لکھی تھیں (۳۰۸) موصوف کا ذاتی کتب خانہ تھا چنانچہ حافظ ابو زرہ رازی کا بیان ہے: ”میں نے امام احمد کی کتابیں انتقال کے وقت شمار کیں تو بارہ بار کتابیں نکلی تھیں“ (۳۰۹)

حافظ ابو زرہ رازی کا بیان ہے کہ امام موصوف کا قلم ہمیشہ رواں رہا انہوں نے وفات کے دن بھی لکھا تھا ان کی کتابیں بارہ بار شتر تھیں اور یہ سب انہیں زبانی یاد تھیں۔ (۳۱۰)

صالح بن احمد فرماتے ہیں کہ ابا جان فرماتے تھے میں نے دس لاکھ حدیثیں لکھی تھیں یہ ذخیرہ اس کے علاوہ ہے جو میرے لیے نقل کیا گیا تھا۔ (۳۱۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کو کتب خانوں سے کتنا اعتناء اور کتابوں کی کتنی تھی وہ کتابوں اور کتب خانوں کے متعلق کتنی معلومات رکھتے تھے۔

خلیفہ متوکل عباسی نے اس کتب خانہ کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، امام ممدوح فرزند صالح کا بیان ہے۔

”ابا جان کے انتقال کے کچھ دن بعد متوکل باللہ کا مکتوب ابن طاہر کے نام آیا جس ہماری تعزیت کرنے کا اور ہماری کتابوں کے اٹھالانے کا حکم تھا، میں نے ان کو بتایا کہ یہ مسموعات میں سے ہیں، یہ ہمارے ہی پاس رہنی چاہئیں ان کی نقل ہمارے پاس کی جاسکتی ہے اچھا امیر المؤمنین سے عرض کروں گا چنانچہ ہم برابر خلیفہ سے اس معاملہ میں جھگڑتے رہے اور کا شکر ہے کہ ہم نے کتابیں اپنے پاس سے نہیں نکالیں“ (۳۱۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء ائمہ فن اور نامور علماء کے خزانہ کتب کے کیسے جو مشتاق ہوتے تھے اور اسے حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ نیز اس

یہ بھی ثابت ہوا کہ خلیفہ متوکل باللہ کا کتب خانہ تھا جس کے لیے یہ کتابیں حاصل کی جا رہی تھیں۔

### (۴) ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم ابن راہویہ کا کتب خانہ

ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد تمیمی حنظلی مروزی المعروف بابن راہویہ (۱۶۱-۲۳۸ھ/۷۷۸-۶۸۵۳ء) عالم مشرق، حافظ حدیث، فقیہ مجتہد، مفسر و مصنف تھے (۳۱۳) ان کے ذخیرہ کتب میں ایک لاکھ حدیثیں تھیں (۳۱۴) اور موصوف کی تصانیف کے علاوہ امام شافعی کی بھی جملہ تصانیف موجود تھیں (۳۱۵) کتابوں کا شوق ایسا تھا کہ ایک عورت سے شادی اس لیے کی تھی کہ اس کے پاس امام شافعی کی جملہ تصانیف محفوظ تھیں۔

### (۵) ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس شافعی رحمہ اللہ کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس شافعی مطلی قرشی (۱۵۰-۲۰۳ھ/۷۶۷-۶۸۲۰ء) فقہ کے ائمہ اربعہ میں سے تیسرے امام، حدیث، فقہ، تفسیر، لغت، ادب، تاریخ و سیرت میں امام فن تھے۔ امام موصوف کا بھی بڑا اتنی کتب خانہ حدیث و فقہ وغیرہ کا جامع تھا اس کی وسعت و ندرت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ موصوف نے صرف امام محمد سے ایک بار شتر ذخیرہ قلبند کیا تھا (۳۱۶) یمن سے علم فراست کی کتابیں نقل کی تھیں (۳۱۷) امام شافعی نے ساٹھ دینار صرف امام محمد کی کتابوں پر خرچ کئے تھے ان پر غور کیا اور ہر مسئلہ کے پہلو میں ایک حدیث لکھی تھی (۳۱۸)

### (۶) محمد بن اسحاق ابن خزیمہ سلمی نیشاپوری رحمہ اللہ کا کتب خانہ

محمد بن اسحاق ابن خزیمہ سلمی نیشاپوری شافعی (۲۲۳-۳۱۱ھ/۸۳۸-۶۹۲۳ء) شیخ الاسلام امام الائمہ، حافظ حدیث، محدث، فقیہ، مجتہد و مصنف تھے۔ موصوف کو کتابوں کا شوق تھا بہت کتابیں جمع کی تھیں ان کا ایک علیحدہ مکان میں ”بیت الکتب“ تھا۔ حاکم نیشاپوری کا بیان ہے:

”موصوف کے پوتے ابو طاہر محمد بن الفضل خزیمی المتوفی ۲۸۷ھ کے پاس گیا اور ان کے دادا کے ”بیت الکتب“ میں پہنچا اس میں ڈھائی سو جزء علامہ ابن خزیمہ کی سماعت صحیحہ سے ان کے لیے نکالے اور انہیں اپنی قیامگاہ پر لے آیا، دس جزء میں ان کے فوائد کو جمع کیا اور شیخ ابو طاہر سے کہا: ان اصول صحیحہ کو حفاظت کی خاطر میرے پاس رہنے دو لیکن چند برس کے بعد وہ ان اجزاء کو اٹھا کر لے گئے اور لوگوں کو نقل کے لیے دے دیئے، اس طرح وہ اجزاء ان کے ہاتھ سے نکل گئے اور پھر انہیں دوسروں سے مانگ کر ان اجزاء کو پڑھنا پڑا تھا“ (۳۱۹) ان کے بیت الکتب میں اور کتابوں کے علاوہ ان کی ڈیڑھ سو سے زیادہ تصانیف کا ذخیرہ بھی تھا (۳۲۰) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی

تصانیف کی کتابیات بھی موجود تھی۔

حاکم نیشاپوری کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتب خانے سے اہل علم کو استفادہ کی اجازت حاصل تھی اور کتابیں عاریتاً دی جاتی تھیں اور وہ عرصہ دراز تک اہل علم کے پاس رکھی رہتی تھیں۔

### (۷) ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا کتب خانہ

ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید طبری (۲۲۳-۳۱۰ھ / ۸۳۹-۹۲۳ء) نہایت نامور حافظ حدیث، محدث، فقیہ، مجتہد، صاحب مذہب، مورخ، ادیب، مفسر، قاری، ان علوم میں سند و کثیر التصانیف تھے (۳۲۱) ان کو منطق، ریاضی، جبر و مقابلہ اور طب میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا (۳۲۲) موصوف چالیس برس تک روزانہ چالیس ورق لکھتے رہے تھے (۳۲۳) موصوف کے تلمیذ ابو محمد فرغانی کا بیان ہے کہ ان کے تلامذہ نے بلوغ کے بعد سے تادمِ مرگ ان کی تصانیف کے اوراق حساب لگایا تو پورے ورق یومیہ کا حساب بیٹھا تھا (۳۲۴)

ابن جریر کے ذاتی کتب خانے میں ان کی تصانیف کے علاوہ ابن حمید اور ابو لریب کی ایک ایک لاکھ حدیثوں کا بھی ذخیرہ تھا (۳۲۵) امام داؤد ظاہری کی جملہ تصانیف موصوف نے نہایت باریک قلم سے نقل کی تھیں (۳۲۶) موصوف اپنے کتب خانہ میں ایک ایک موضوع پر مستقل تصنیفیں و راقوں سے منگا کر مطالعہ کرتے اور عرصہ دراز تک اپنے پاس رکھتے تھے۔

ابو القاسم حسین بن حبیش وراق کا بیان ہے ”مجھ سے قیاس کے موضوع پر تمہیں (۳۰) سے اوپر کتابیں منگا کر مطالعہ کیں ان پر سرخ نشانات لگائے اور مدت کے بعد واپس کی تھیں (۳۲۷) ”کتاب الفردوس“ کو نقل کرا کر کتب خانہ میں رکھا تھا (۳۲۸) موصوف کی چھبیس (۲۶) تصانیف کا ذکر یاقوت نے ”معجم الادباء“ میں کیا ہے اور محمد ابو الفضل ابراہیم نے تاریخ طبری کے مقدمہ میں ان کی نشاندہی کی ہے (۳۲۹) ابن الندیم نے ابن جریر کے ہاتھ کی بہت سی لغت، شعر، انساب، قبائل کی کتابیں لکھی ہوئی دیکھی تھیں (۳۳۰)

ابو محمد عبدالعزیز طبری کا بیان ہے ”علوم قرآن، قرأت، تاریخ وغیرہ پر ان کی تصانیف اسلام میں جو قبول عام ہوا ہے وہ مؤلفین اسلام میں کم کسی کی تصانیف کو حاصل ہو سکا (۳۳۱) ان کی بعض بڑی بڑی تصانیف بڑے بڑے ائمہ فن کی روزی کا ذریعہ بنی ہوئی تھیں چنانچہ مشہور منطقی یحییٰ بن علی المتوفی ۳۶۲ھ کو ابن الندیم نے سوق الوراقین میں دیکھا تو ان کی بہت زبردستی سے نقل نویسی پر حرف گیری کرنے لگا وہ کہنے لگے میں نے تفسیر طبری کے دو نسخے نقل کر کے بادشاہ

کے کتب خانے میں بھیجے ہیں اور متکلمین کی بے شمار کتابیں نقل کی ہیں، میں شب و روز میں سو ورق لکھتا ہوں“ (۳۳۲)

### (۸) ابو بکر احمد بن محمد برقانی کا کتب خانہ

ابو بکر احمد بن محمد بن احمد خوارزمی شافعی المعروف برقانی (۳۳۶-۳۲۵ھ / ۹۴۸-۹۳۴ء) حافظ حدیث، محدث، فقیہ، نحوی، ادیب، شاعر و مصنف تھے۔ تحصیل علم کے لیے بلاد اسلامی کا سفر کیا (۳۳۳)

ان کا بہت بڑا کتب خانہ تھا اس کی کثرت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ یہ تریسٹھ (۶۳) سفظ (جامہ دان) اور دو صندوق میں رکھا ہوا تھا (۳۳۴) ابوالحسن نعیمی نے ان سب کتابوں کو پڑھا اور ان پر حواشی لکھے تھے۔

ایک مرتبہ برقانی کو محلہ کرخ بغداد سے باب الشعیر میں منتقل ہونا پڑا انہوں نے کتابیں لے جانے کے لیے اونٹ کرائے پر لیے اور احمد بن غانم حمای کو ہدایت کی کہ کوئی کرخ میں تم سے پوچھے کہ ان اونٹوں پر کیا ہے تو اسے بتا دینا کہ اس پر کتابیں ہیں، کہیں وہ ریشم سمجھ کر لوٹ نہ لیں (۳۳۵) تذکرہ نگاروں میں سمعانی، سبکی، ابن العماد، ابن کثیر، اسنوی، شیرازی کسی نے بھی موصوف کے کتب خانے کا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ اس دور میں ہر مشہور عالم کے پاس کتب خانہ ہوتا تھا اس کی شہرت ذکر سے مستغنی تھی۔

### (۹) ضیاء الدین ابو شجاع سطامی بلخی کا کتب خانہ

ضیاء الدین ابو شجاع عمر بن عبداللہ بسطامی بلخی (۴۷۵-۵۶۲ھ / ۱۰۸۲-۱۱۶۷ء) فقیہ، مفتی، مسند بلخ، محدث، حافظ حدیث، مفسر، ادیب، شاعر، کاتب، ظریف، واعظ، گونا گوں علوم میں ماہر عابد و مصنف تھے (۳۳۶) ان کا بلخ میں ”خزانة الکتب“ تھا جس سے طلبہ و اہل علم استفادہ کرتے تھے، ان کے تلمیذ علامہ سمعانی نے سنہ ۵۳۶ھ میں ان کی تصانیف میں سے کتاب المعجم شیوخ ابی محمد عبدالعزیز بن محمد بن محمد النخشبی الحافظ کا نسخہ اسی خزانة الکتب میں دیکھا پڑھا اور اس انداز پر موصوف نے کتاب التیسیر لکھی تھی (۳۳۷) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظانہ کو اساتذہ کے کتب خانہ سے استفادہ کی اجازت تھی۔

اس نوع کے کتب خانے حسب ذیل فقہاء کے بھی تھے۔

(۱۰) ابو حفص احمد بن حفص کبیر بخاری المتوفی (۲۱۸ھ / ۸۳۰ء) (۳۳۸)

(۱۱) ابو یعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام مروزی نزیل نیشاپوری المعروف بالکوج الوراق

المتوفى (۲۵۱ھ / ۶۸۶۵) (۳۳۹)

(۱۲) ابو محمد سليمان بن عبد الله زغنداني المتوفى (۲۲۱ھ / ۶۸۳۵) (۳۳۰)

(۱۳) ابو عبد الله محمد بن نصر مروزي سمرقندي (۲۰۲-۲۹۳ھ / ۸۱۷-۶۹۰۶) (۳۳۱)

(۱۴) زيد بن الحسن بن محمد قاشي يمني (۲۵۸-۵۲۸ھ / ۱۰۶۲-۱۱۳۳) (۳۳۲)

(۱۵) ابو عبد الله محمد بن الحسين بن محمد مروزي زاغولي شافعي (۲۷۲-۵۵۹ھ / ۱۰۸۰-۱۱۶۳)

(۳۳۳)

(۱۶) تاج الدين ابو عبد الله محمد بن بهتة الله حموي مصري شافعي (۵۳۶-۵۹۹ھ / ۱۱۵۱-۱۲۰۲)

(۳۳۴)

(۱۷) عز الدين ابو الفتح محمد بن عبد الغني بن عبد الواحد مقدسي

(۵۶۶-۶۱۳ھ / ۱۱۷۰-۱۲۱۶) (۳۳۵)

(۱۸) شرف الدين ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن سلمى مري

(۵۷۰-۶۵۵ھ / ۱۱۷۴-۱۲۵۷) (۳۳۶)

ع



## (۵) قضاة کے کتب خانے

کے کتب خانوں میں فقہاء کے ذخیرہ کتب کے علاوہ قضا کے موضوع پر فصوصی کتابوں کا ہونا بھی ناگزیر تھا پھر بعض مصنفین کا ذخیرہ کتب ان کے پاس موجود ہونا قضا کی ماہیت کی علامت سمجھا جاتا تھا چنانچہ محدث شام ابو العباس ولید بن مسلم المتوفی ۱۹۷ھ کی تصانیف کے متعلق یہ مشہور تھا ابن جو صا کا بیان ہے۔

”ہم برابر یہ سنتے رہے کہ جس نے ولید کی تصانیف کو نقل کیا وہ عمدہ قضا پر مامور ہونے کا اہل سمجھا جاتا تھا“ موصوف کی ستر (۷۰) تصانیف تھیں (۳۴۷) نیز جاحظ کا بیان ہے۔

”عہد عباسی میں بعض اوقات ایک عالم پچاس برس احادیث و آثار اور تاویل قرآن کی جستجو میں گزارتا، فقہاء کی ہمنشینی کرتا امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے معاصرین کی کتابوں میں غور و فکر کرتا، کتاب الشروط یاد کرتا پھر کہیں منصب قضا پر مامور کیا جاتا تھا۔“ (۳۴۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں قاضی کو کتنا ذخیرہ علمی پیش نظر رکھنا ہوتا تھا۔

### (۱) ابو عبد اللہ محمد بن عمر مدنی واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد سہمی اسلمی مدنی واقدی (۱۳۰-۲۰۷ھ / ۷۲۷-۶۸۲۳) کے دادا واقد اسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ موصوف محدث، حافظ حدیث، فقیہ، مفسر، مورخ، ادیب، لغوی، قاضی بغداد اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے (۳۴۹) ان کا ذاتی کتب خانہ چھ سو (۶۰۰) قسط کتابوں پر مشتمل تھا ہر قسط اتنا وزنی تھا کہ اس کو دو آدمی اٹھاتے تھے (۳۵۰) دو غلام اس کے لیے رات دن لکھتے رہتے تھے، مورخ محمد ابن سعد المتوفی ۲۳۰ھ کو کاتب واقدی کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ واقدی کے ذخیرہ کتب کی کثرت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ جب موصوف بغداد کے مغربی گوشے سے مشرقی جانب منتقل ہوئے تو ان کی کتابیں ایک سو بیس اونٹوں میں کنی تھیں (۳۵۱) اس دور میں اس قسم کے کتب خانوں کا تو ذکر ہی کیا اس سے بھی بہتر اور زیادہ ذخیرے کے کتب خانے کم و بیش ہر ایک محدث کے پاس موجود تھے۔

واقدی کا بیان ہے ”معاصرین میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی کتابیں اس کے حفظ سے زیادہ نہ ہوں البتہ میرا حفظ میری کتابوں سے زیادہ ہے“ (۳۵۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاصر علماء و محدثین میں سے ہر ایک کے پاس اتنے ہی بڑے کتب خانے موجود تھے۔ واقدی کو صرف حفظ کی وجہ سے ان پر فوقیت حاصل تھی، واقدی کے

انتقال کے بعد اس کا کتب خانہ دو ہزار دینار میں فروخت ہوا تھا (۳۵۳) گویا اس کیفیت و کیت کے کتب خانے اس دور میں عام تھے۔

### (۲) ابو احمد بن محمد الحاکم الکبیر رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو احمد بن محمد بن احمد نیشاپوری کراچی المعروف بالحاکم الکبیر (۲۸۵-۳۷۸ھ/۸۱۸-۶۹۸۸ء) موٹے کپڑے کے تاجر (۳۵۳) حافظ حدیث، محدث خراسان، فقیہ، کثیر التصانیف مصنف اور قاضی شاش و طوس تھے (۳۵۵) اور بہت لکھا تھا (۳۵۶) موصوف ہمہ وقت کتابوں کے مطالعہ میں منہمک رہتے اور لکھتے پڑھتے رہتے تھے تا آنکہ کرسی عدالت پر بھی کتاب کا مطالعہ نہیں چھوٹا تھا۔ حاکم نیشاپوری کا بیان ہے: "جب طوس میں قاضی تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دیکھتا کہ کتابیں ان کے سامنے رکھی ہوتی تھیں یہ فیصلہ کرتے پھر کتابوں میں منہمک ہو جاتے تھے" (۳۵۷)

### (۳) ابو عمر محمد بن یوسف ازدی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب بن اسماعیل ازدی بغدادی (۲۲۳-۳۲۰ھ/۸۵۷-۶۹۳۲ء) فقیہ، محدث، فصیح و بلیغ خطیب تھے۔ بغداد میں ان کے دادا۔ زمانے سے عمدہ قضا ان کے خاندان میں چلا آ رہا تھا موصوف کو بھی سنہ ۳۱۷ھ میں بغداد کا قاضی القضاہ بنایا گیا تھا۔ موصوف کا بغداد میں خزان کتب تفسیر حدیث، فقہ کے علاوہ قداماء کے دواوین بہت بڑا ذخیرہ محفوظ تھا (۳۵۸)

### (۴) ابو الولید عبداللہ بن محمد ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو الولید عبداللہ بن محمد بن یوسف ازدی اندلسی قرطبی مالکی المعروف بابن الفرضی (۳۵۱-۴۰۳ھ/۹۶۲-۱۰۱۳ء) مورخ، انساب کے ماہر، حافظ حدیث، محدث، فقیہ، شاعر، مصنف اور بلنسسہ کے قاضی تھے۔ تحصیل علوم کے لیے مغرب و مشرق (ایشیا اور یورپ) کا سفر کیا اور بہت کتابیں جمع کی تھیں (۳۵۹)

"کان جماعاً للکتب فجمع منها اکثر ما جمعه احد من عظماء البلد" (۳۶۰)

موصوف کتابیں جمع کرنے کے شوقین تھے اتنی زیادہ کتابیں جمع کی تھیں جتنی شہر کی شخصیتوں میں سے کوئی سربر آوردہ شخصیت جمع کرتی ہے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اندلس میں دو قسم کے کتب خانوں کا رواج تھا ایک پڑھے لکھے لوگ جن کے وسائل معاش و ذرائع آمدنی محدود ہوتے تھے ان کے کتب خانے مالی و سال کی کمی کے باعث زیادہ بڑے نہیں ہوتے تھے، ایسے لوگوں میں اگر کوئی عظیم الشان کتب خانہ بنا لیتا جیسا کہ دولت مند اور ملک کی سربر آوردہ شخصیتیں جن کے وسائل آمدنی زیادہ ہوتے ہیں، بناتے تھے تو تعجب و حیرت کی بات سمجھی جاتی تھی۔ ابن الفرغی دولت مند نہ تھے ان کا ایسا عظیم الشان کتب خانہ قائم کرنا یقیناً باعث حیرت تھا۔ ابن الفرغی کا کتب خانہ تاریخ، حدیث، فقہ، رجال، ادب و لغت کی کتابوں اور ان کی تصانیف پر مشتمل تھا۔

(۵) ابو منصور محمد بن عبد الجبار تمیمی مروزی حنفی (۰۰-۴۵۰ھ / ۰۰-۱۰۵۸ء) کا کتب خانہ علامہ عبد الکریم سمعانی کے پرداد، امر و میں آباد تھے موصوف اپنے وقت میں حنفیہ کے سر تاج، فقیہ، محدث، مفتی، قاضی، و صاحب التصانیف عالم تھے (۳۶۱) اس خانوادہ میں سیادت و قیادت، قضاء، افتاء، درس و تدریس، تصنیف و تالیف کا سلسلہ برابر قائم رہا اس لئے یہ خاندان اپنی دینی، علمی شہرت و عظمت میں نظیر نہیں رکھتا (۳۶۲)

علامہ سمعانی کے والد ابو بکر محمد المتوفی ۵۱۰ھ اصفہان سے کتابیں لاتے تھے اس لئے ان کے آبائی خزانہ الکتب میں بہت زیادہ اضافہ ہوا، ان کے فرزند عبد الکریم سمعانی کی تالیفات اور علمی خدمات کی وجہ سے اس خانوادہ کو اور بھی شہرت ہوئی ان کی کتاب ”الانساب“ کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ محتاج بیان نہیں۔ یاقوت نے مرو میں خانوادہ سمعانی کے دو خزانہ الکتب کا تذکرہ کیا ہے (۳۶۳) لیکن اس امر کی طرف اشارہ نہیں کیا کہ یہ کون سے دو خزانہ الکتب تھے، دراصل ایک انکا جدی اور دوسرا ”مدرسة السمعانيين“ کا خزانہ الکتب تھا، ”مدرسة السمعانيين“ وہی مدرسہ تھا جس میں ان کے آباء و اجداد پڑھاتے چلے آئے تھے ان کا ذکر علامہ سمعانی نے ”مدرستنا“ (۳۶۴) اور کبھی ”مدرستی“ (۳۶۵) کے الفاظ سے کیا ہے۔ یہی خزانہ الکتب مرو میں کتابوں کی کثرت و ندرت میں مشہور تھا۔

(۶) ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم شیبانی بصری ظاہری المعروف بابن ابی عاصم

(۲۰۶-۲۸۷ھ / ۸۲۲-۹۰۰ء) (۳۶۶)

- (۷) ابو الحسن علی بن مسهر مولیٰ کوفی قرشی المتوفی (۱۸۹ھ / ۸۰۵ء) (۳۶۷)
- (۸) ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل ازدی بصری بغدادی مالکی (۱۹۹-۲۸۲ھ /  
(۸۱۵-۸۹۶ء) (۳۶۸)
- (۹) ابو علی حسن بن زیاد لوکوی کوفی المتوفی (۲۰۳ھ / ۸۱۹ء) (۳۶۹)
- (۱۰) ابو الحسن نصر بن شمیل بن خرشہ مازنی بصری مروزی (۱۲۲-۲۰۳ھ /  
(۷۷۴-۸۱۹ء) (۳۷۰)
- (۱۱) ابو العباس احمد بن عمر بن سرتج بغدادی (۲۲۹- بعد ۳۰۶ھ / ۸۶۳-۹۱۸ء)  
(۳۷۱)
- (۱۲) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد ضبی طہمانی نیشاپوری شافعی المعروف بابن ابی العز  
والحاکم (۳۶۱-۳۰۵ھ / ۹۳۲-۱۰۱۳ء) (۳۷۳)
- (۱۳) ابو الفرح محمد بن عبید اللہ بن حسن بصری شافعی المعروف بابن ابی البقاء  
(۳۱۸-۳۹۹ھ / ۱۰۲۷-۱۱۰۵ء) (۳۷۴)
- (۱۴) ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد وامغانی بغدادی حنفی (۲۰۰-۷۷۸ھ) (۳۷۵)

## (ز) متکلمین کے کتب خانے

متکلمین کا ذخیرہ کتب علم کلام کے علاوہ ان کے اساتذہ کی گونا گوں علوم و فنون کی کتابوں کا مع اور ان کے مختلف علوم میں شغف و بصیرت کی بناء پر تنوع کا حامل ہوتا تھا۔

### (۱) رکن الدین ابو المعالی امام الحرمین کا کتب خانہ

رکن الدین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف جوینی نیشاپوری شافعی المعروف بابام ربین (۳۱۹-۴۷۸ھ / ۱۰۲۸-۱۰۸۵ء) بلند پایہ فقیہ، متکلم، مفسر، نحوی، ادیب و مصنف تھے۔ نظام ملک طوسی نے نیشاپور میں مدرسہ نظامیہ ان کے لیے بنایا تھا (۳۷۶) ان کا ذاتی کتب خانہ علیحدہ ان میں تھا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ سب کتابیں ان کی پڑھی ہوئی تھیں (۳۷۷)

### (۲) ابو حیان علی بن محمد توحیدی کا کتب خانہ

ابو حیان علی بن محمد بن العباس توحیدی (۳۰۰-۴۰۰ھ / ۹۰۰-۱۰۰۰ء) نحوی، ادیب، شاعر، صوفی، متکلم، معتزلی، کثیر التصانیف مصنف، بلا کا ذہین و وراق تھا (۳۷۸)

وراق و کتابت پر گزر بسر کرتا (۳۷۹) اور اپنی تصانیف کی ناقدری پر روتا تھا کتابوں کا بہت ادہ تھا بہت نو اور کتب جمع کئے تھے۔ یہ زیادہ تر اصل نسخے اور حوالے کی کتابیں تھیں، اسماعیل، عباد طالقانی جو کتابوں کا شیدائی و علم کا پروانہ تھا جب اس کا مخالف ہوا اور اسے قید خانے میں آیا تو جوش غضب میں اس کا کتب خانہ بھی نذر آتش کر دیا اس واقعہ کا ذکر ابو حیان نے بہت دکھ، ساتھ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

”اس (طالقانی) نے مجھے سال بھر قید میں رکھا، میری کتابیں جمع کر کے جلا دیں حالانکہ ان کا فراء و کسائی کی کتابیں تھیں، مصاحف قرآنی تھے، فقہ و کلام کی بہترین بنیادی کتابیں اور اصل نسخے تھے اس نے ان میں اور علوم اوائل کی کتابوں میں بھی امتیاز نہیں کیا۔ بغیر سوچے سمجھے انتہائی اہت اور سخت طیش سے ان میں آگ لگانے کا حکم دے دیا اس نے کیوں نہیں اپنے خزانہ کتب میں آگ لگائی جس میں ابن راوندی کی کتابیں ہیں، ابن ابی العوجاء کا کلام ہے جو اس کے زعم میں قرآن کا معارضہ ہے، صالح بن عبد القدوس ابی سعید حمیری کے کلام و ارسطو طالیس وغیرہ کی کتابوں میں آگ نہیں لگائی، کتابوں کو جلاتا اس کی حماقت کی نشانیوں میں سے ہے“ (۳۵۹)۔

اس سے معلوم ہوا کہ معاشرہ میں کتابوں کا جلاتا غایت درجہ معمول، سمجھا جاتا تھا اس لیے

باوجود یہ حادثات اتفاقی طور پر کبھی کبھی ہوتے رہتے تھے۔

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ ابو حیان توحیدی کا کتب خانہ کیسی اہم کتابوں مشتمل تھا اور اسے اپنے کتب خانے کے جلانے کا کتنا قلق و صدمہ تھا، اس نے صاحب ابن عباد اس کی اس حرکت پر کس طرح مطعون کیا اور سمجھایا ہے ”ہر کہ بخود نہ پسندی بدیگرے پسند“ نیز اس سے معلوم ہوا کہ صاحب ابن عباد کے کتب خانہ میں کس کس نوع کی کتابیں تھیں۔ آخر عمر میں ابو حیان توحیدی نے اپنی تصانیف کو زیادہ مفید خیال نہ کر کے اور مرنے کے ناقدروں کے ہاتھوں میں جانے کے ڈر سے نذر آتش کر دیا تھا (۳۸۱)۔

حسب ذیل نامور متکلمین بھی کم و بیش اس نوع کے ذخائر کتب رکھتے تھے۔

(۳) ابو عبد الرحمن علی بن الحسن بن شفیق عبدی مروزی (۱۳۷-۵۲۱۵/۷۵۴-۷۳۰)

(۳۸۲)

(۴) ابو سعد اسماعیل بن علی بن حسین معتزلی المعروف بالکلبی

(۳۶۹-۵۲۲۳/۹۷۹-۶۱۰۵) (۳۸۲)

(۵) ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی نزہیل بغدادی ثم نجفی شیعہ (۳۸۵-۵۲۶۰/۹۹۵-۹۷۷)

(۳۸۲)

(۶) ابو بکر محمد بن الحسن بن نورک انصاری اصفہانی شافعی المتوفی (۳۸۵-۵۲۰۶/۶۱۰۱۵)



## (ح) صوفیہ کے کتب خانے

صوفیہ کے متعلق عام خیال ہے کہ انہیں دینیو مشاغل سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور علم بے بہرہ ہوتے ہیں اس مفروضہ کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عہد عباسی میں یہ کتابیں پڑھتے ہی نہ تھے کتابوں کا ذخیرہ رکھتے اور کتب خانے بناتے تھے ان کا ذخیرہ کتب فلسفہ و تصوف کے علاوہ علوم قرآن و سنت، فقہ و کلام اور تاریخ کی کتابوں کا بھی جامع ہوتا تھا۔

عہد عباسی میں بیشتر صوفیہ بلند پایہ عالم ہوتے تھے اور بعض صوفیہ علوم کے ایسے لداہ تھے وہ اپنے ساتھ دراقوں کی ایک جماعت لے کر نکلتے تھے جو ان کیلئے کتابیں نقل کرتی تھی، بد اللہ صفار ایسے ہی صوفیہ میں سے تھے، بعض صوفیہ صرف کتابوں کے مقابلہ کیلئے پچاس پچاس دیتے تھے اور بعض کتب خانے میں ہمیشہ با وضو داخل ہوتے تھے۔

### (۱) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ صفار کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن احمد اصفہانی المعروف صفار (ٹھیکرے) ۳۳۹ھ/۸۵۶-۶۹۵) بلند پایہ محدث (۳۸۶) صوفی و کثیر التصانیف بزرگ تھے (۳۸۷) وف نے ابن ابی الدنیا قاضی اسماعیل بن اسحاق ابو بکر بن ابی شیبہ سے ان کی تصانیف کا عبد اللہ حمد سے مسند احمد کا سماع کیا تھا۔ اور یہ سب کی سب نقل بھی کی تھیں۔ موصوف جب سفیان لحن سے حدیثوں کا سماع کرنے نکلے تو نقل نویسوں کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر تھے (۳۸۸)۔ ان کے ذخیرہ کتب میں اور کتابوں کے علاوہ مذکورہ بالا ائمہ فن کی تمام تصانیف تھیں۔

ابو العباس مصری ان کا وراق تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ان کے ساتھ خیانت کی اور ان کے ب خانے سے پانچ سو سے زیادہ جزء نکال لیے، مگر موصوف اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے واپسی کی کوشش کرتے رہے مگر اس نے واپس نہیں کئے آخر شیخ کی بددعا سے اسے نقصان

(۲) ابو سعد احمد بن محمد ہروی مالینی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

(۲) ابو سعد احمد بن محمد بن عبد اللہ ہروی مالینی المعروف بطاؤس الفقراء (۲۱۲ھ / ۸۲۷ء) حافظ حدیث، محدث، صوفی و مصنف تھے (۳۹۰) صاحب تاریخ جرجان حمزہ سہمی المتوفی ۷۲۷ھ ان کی دوستی تھی ان کے پاس اپنی کتابیں بطور امانت رکھی تھیں جب موصوف نے ان کی جرجان کو دیکھا تو بہت پسند کیا اور اپنا تذکرہ بھی اس میں کرنے کے لیے کہا ۷۲۰ھ میں اپنا کتب یہاں سے مصر لائے، مصر میں انتقال ہوا (۳۹۱) مالینی نے کتب خانے میں ایسی کتابیں جمع کی تھیں معاصرین میں سے کسی کے پاس نہ تھیں (۳۹۲)۔

مالینی خود بھی کتابیں نقل کرتے اور دوسروں سے اجرت پر نقل کراتے، مقابلہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عبدالعزیز کو نقل و مقابلہ کی اجرت پچاس دینار دی تھی (۳۹۳)۔

(۳) شیخ الاسلام ابو عثمان اسماعیل بن عبدالرحمن صابونی کا کتب خانہ

شیخ الاسلام ابو عثمان اسماعیل بن عبدالرحمن بن احمد (۳۷۳-۳۲۹ھ / ۹۸۳-۱۰۵۷ء) تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور کلام میں امام فن و شیخ تھے، مصنف، واعظ، استاد، ادیب و شاعر تھے۔ خراسان، غزنہ، جرجان، طبرستان، آذربائیجان، حجاز و ہند کے اتنے علماء نے موصوف سے حدیث پڑھی تھی کہ شمار نہیں کیا جاسکتا (۳۹۴) فاروقی دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا ان کا ذاتی کتب خانہ تھا جس کے متعلق فرماتے ”میں نے مجاہد جو حدیث و اثر بیان کیا اس کی سند مجھے یاد ہے اور میں کتب خانہ میں ہمیشہ با وضو داخل ہوا“ (۳۹۰)۔

اس سے معلوم ہوا کہ علماء و محدثین علم کو عبادت، اور کتب خانہ کو عبادت گاہ سمجھتے تھے۔

(۴) ابو عبدالرحمن محمد بن الحسین سلمیٰ نیشاپوری کا کتب خانہ

ابو عبدالرحمن محمد بن الحسین بن موسیٰ ازدی سلمیٰ (۳۲۵-۳۱۲ھ / ۹۳۶-۱۰۲۱ء) ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ، حافظ حدیث، صوفی، شاعر و مصنف تھے (۳۹۶) ان کا ذاتی کتب خانہ تھا، ابو القاسم قشیری المتوفی ۴۶۵ھ کا بیان ہے ”میں ایک بار شیخ ابو علی حسن و قاق کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ان کی طرف جاؤ تو انہیں اپنے ”بیت الکتب“ میں بیٹھا ہوا پاؤ گے اور سامنے کتابوں کے اوپر جلد کچھوٹی چو کور کتاب رکھی ہوئی ہے، اس میں حسین منصور (حلاج) کے اشعار ہیں۔“

میرے پاس لے آنا یہ دوپہر کا وقت تھا میں سلمیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ وہ اپنے ”بیت  
الکتب“ میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ مجلد کتاب جہاں ابو علی نے بتائی تھی رکھی ہوئی تھی (۳۹۷) میں نے  
وہ کتاب شیخ سلمیٰ سے لا کر انہیں پیش کر دی۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اس کتب خانہ سے مشائخ نیشاپور بھی کتابیں عاریتاً لے جاتے تھے،  
اس کتب خانہ میں بیٹھ کر شیخ سلمیٰ مطالعہ کرتے اور کتابیں لکھتے تھے۔ شیخ سلمیٰ کے ذخیرہ کتب میں  
اور بہت سی کتابوں کے علاوہ ان کی سو (۱۰۰) سے زیادہ تصانیف بھی تھی (۳۹۸)۔ اس سے معلوم ہوا  
کہ ان کی Author Bibliography بھی تیار کی گئی تھی۔

اس قسم کے کتب خانے مندرجہ ذیل صوفیہ بھی رکھتے تھے۔

- (۵) ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن عبد العزیز بن عمر بن الخطاب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۸۳ھ (۳۹۹)  
(۶) ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۶۷ھ (۴۰۰)  
(۷) ابو مسعود احمد بن عبد رازی بجلی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (۳۶۲-۴۲۹ھ / ۹۷۲-۱۰۵۷ھ)  
(۴۰۱)

(۸) ابو محمد فضل بن احمد بن محمد صاعدی فراوی رحمۃ اللہ علیہ (۴۱۴-۴۸۷ھ) (۴۰۲)

(۹) ابو عبد اللہ اسعد بن احمد بن محمد نسوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۰۰ھ (۴۰۳)

(۱۰) ابو حفص محمد بن عبد الحمید ایوردی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۰۱ھ (۴۰۴)

(۱۱) عزالدین ابو العباس بن ابراہیم بن عمر فاروٹی واسطی  
(۶۱۴-۶۹۴ھ / ۱۲۱۷-۱۲۹۴ھ) (۴۰۶)

(۱۲) ابو بکر عبد الرزاق بن عبد القادر بن ابی صالح جبلی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۵۲۸-۶۰۳ھ)  
(۴۰۶)

(۱۳) جمال الدین ابو غانم محمد بن حبتہ اللہ بن محمد بن حبتہ اللہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بابن ابی  
جرادہ رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۰-۶۲۸ھ / ۱۱۴۵-۱۲۳۱ھ) (۴۰۷)

## (ط) نحویوں کے کتب خانے

نحویوں کے پاس ابتدائی دور میں اپنے اپنے دیستان کا خصوصی اور دوسرے علوم و موضوعات کا ان کے مذاق کے مطابق عمومی ذخیرہ کتب جمع رہتا تھا چنانچہ ابن جنسی المتوفی ۳۹۲ھ کا بیان ہے:

”ہمارے اصحاب یعنی دیستان کوفہ کے ہمارے اساتذہ نحو نے علل نحویہ امام محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۹۸ھ کی کتب فقہ سے اخذ کئے ہیں۔“ (۴۰۸) (۴۰۸) متاخرین ائمہ لغت و نحو کے ذخائر کتب میں کوفہ و بصرہ کے ہی نہیں بغداد کے ائمہ لغت و نحو کے اختلافات کا ذخیرہ بھی کیا جاتا تھا نیز اسلامی و ادبی علوم کا بھی تاکہ معلوم کیا جاسکے کہ متاخرین میں سے کسی نے اپنی اہم تالیف میں لغت و نحو کی کوئی غلطی تو نہیں کی ہے چنانچہ ابو عمر زاہد غلام ثعلب کا بیان ہے: میں نے تفسیر طبری کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اس میں نحو و لغت کی کوئی غلطی نہیں پائی“ (۴۰۹) اس غرض سے وراق ان کیلئے کتابیں نقل کرتے اور ان کے علوم و کتب کی نشر و اشاعت کرتے تھے۔

بعض نحویوں کا ذخیرہ کتب اتنا وسیع تھا کہ انہوں نے اس کی ترتیب و سہولت کی خاطر نوٹیشن (Notation) ایجاد کیا تھا اور کتابوں کی درستی و حفاظت کے معاملہ میں اتنا اہتمام کرتے تھے کہ کتابوں کے خراب ہو جانے کے بعد مسالہ لگا کر درست کرتے تھے۔

(۱) ابو العباس احمد بن یحییٰ شیبانی ثعلبی حمزہ علیہ کا کتب خانہ

ابو العباس احمد بن یحییٰ بن زید شیبانی المعروف ثعلب (۲۰۰-۲۹۱ھ / ۸۱۶-۹۰۴ھ) دیستان کوفہ میں لغت و نحو کے حافظ و امام، شعر قدیم کے راوی، فراء و امام کسائی کی کتابوں کے حافظ و راوی (۴۱۰) حافظ حدیث اور مصنف تھے (۴۱۱)۔

امام ثعلب نے کتاب سامنے رکھ کر کبھی درس نہیں دیا نہ کبھی ہاتھ میں کتاب رکھ کر با اینہما ان کے پاس ذاتی کتب خانہ تھا اور اس میں نہایت جلیل القدر کتابیں تھیں موصوف نے انتقال سے پہلے ایک شاگرد علی بن محمد کوفی کو وصیت کی تھی کہ یہ کتابیں ابو بکر احمد بن اسحاق قطری کو دیدیں۔

ابو اسحاق ابراہیم زجاج المتوفی ۳۱۱ھ نے قاسم بن عبید اللہ رأس البغل المتوفی ۲۹۱ھ سے ان جلیل القدر کتابوں کا خیال رکھے، ساری کتابیں خرید لی جائیں، قاسم نے خیران و راق سے ان قیمتیں لگوائیں، اس نے دس دینار والی کتاب کے تین دینار لگائے پھر بھی کتابیں تین سو دینار تک

پہنچی تھیں" اس طرح اس البغل نے ایک ہزار دینار کی کتابیں تین سو دینار میں خرید لی تھیں۔ اس ذخیرہ کتب میں مسائل انفوش بخط ذی الرمہ وراق ابی حاتم کا نسخہ مستنصر باللہ کے نسخہ بننے سے پہلے بغداد سے قرطبہ پہنچ گیا تھا، محمد بن ابان نخعی المتوفی ۳۵۲ھ نے یہ نسخہ مستنصر باللہ کے پاس دیکھا تھا (۴۱۳)۔

### (۲) ابو موسیٰ سلیمان بن محمد حامض رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو موسیٰ سلیمان بن محمد بن احمد نحوی بغدادی المعروف بحامض (۳۰۵-۰۰/۹۱۸-۰۰) نامور عربی لغوی تھے، چالیس برس ثعلب سے کسب کمال کیا پھر ان کی جگہ مسند نشین ہوئے، حسن ضبط و اذیت میں شہرت حاصل تھی، تلخ گو اور ترش رو تھے، متعدد کتابیں ان سے یادگار ہیں (۴۱۳) ان کے پاس کتابوں کا ذخیرہ تھا جس کی وصیت انہوں نے ابو فاتک مقتدری کے حق میں کی تھی (۴۱۲)۔

### (۳) ابوالحسن علی بن محمد ابن الکلونی کا کتب خانہ

ابوالحسن علی بن محمد بن الزبیر اسدی المعروف بابن الکلونی (۲۵۳-۳۳۸ھ/۸۶۸-۹۶۹) مدنی لغوی، ادیب، صحیح الخط، بجا (بہت چھان بین کرنے والا) امام ثعلب کا تلمیذ خاص، مصنف (۴۱۱) و محدث تھا (۴۱۶) اس کے باپ نے پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) دینار چھوڑے تھے، یہ ساری دولت ان کی طلب کتابوں کی خریداری میں اور کچھ اپنے نادار شاگردوں میں خرچ کی تھی۔

اس کی لکھی ہوئی کتابیں صحت و حسن خط میں اپنی نظیر آپ تھیں، وزیر جمال الدین قفلی کا بیان ہے، "آج بھی یعنی ساتویں صدی ہجری میں ان کی کتابوں پر غور کیا جائے تو وہ بیدار مغزی، محقق اور علم کی طرف رہنمائی کرتی ہیں (۴۱۷)۔"

یا قوت رومی نے ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں دیکھی ہیں وہ کہتا ہے: "جب یہ کہا جائے کہ میں نے ابن الکلونی کے خط سے نقل کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے احتیاط میں حد لگائی ہے" اور صحت اعراب و صحت خط میں ان سے بہتر کتابیں میری نظر سے نہیں گزریں، بوصوف احتیاطاً حرف پر اعراب بھی بمقدار حرف لگاتے تھے اور مشکوک کلمہ پر بار بار صحیح جمع لکھتے تھے ان کا لکھا ہوا پرزہ بھی ایک درہم میں بکتا تھا" (۴۱۸)۔

ابن الندیم کتاب "الفہرست" میں جابجا "قرات بخط ابن الکلونی" میں نے یہ بات ابن الکلونی کے نوشتہ سے پڑھی ہے، یہ امر ابن الکلونی پر اس کے اعتماد کا شاہدِ عدل ہے۔ ابن الکلونی کتابوں کا بہت دلدادہ تھا، نہایت عمدہ کتب خانہ جمع کیا تھا (۴۱۹)۔

موصوف نے اپنے "خزائن الکتب" میں کتابوں کی کثرت کی وجہ سے ہر نوع کی کتابوں کے

لیے ایک مخصوص جگہ بنا رکھی تھی کتابوں کو نکالنے اور رکھنے کی سہولت کی خاطر کتاب کے شروع میں مخصوص علامت بھی لکھتے تھے (۴۲۰)۔

(۴) ناصح الدین ابو محمد سعید بن المبارک ابن الدھان کا کتب خانہ

ناصر الدین ابو محمد سعید بن المبارک بن علی نحوی بغدادی المعروف بابن الدھان (۳۹۴-۵۶۹ھ / ۱۰۰۰-۶۰۷۳ء) مفسر، بلند پایہ لغوی، سیبویہ عصر، ادیب، شاعر و کثیر التعمیر تھے، اصفہان کے وقف کے کتب خانوں سے فائدہ اٹھایا، ادب کی کتابیں زیادہ اپنے ہاتھ سے لکھیں (۴۲۱) ساری عمر کتابیں ہی جمع کرتے اور کتب خانہ بناتے رہے تھے (۴۲۲)۔

وزیر جمال الدین ابو جعفر محمد اصبہانی المتوفی ۵۵۹ھ بڑا دوست اور سخی انسان تھا، نے انہیں پڑھانے کیلئے موصل بلا لیا، ۲۴ برس یہاں پڑھاتے اور کتاب لکھتے رہے، بغداد سے جانے کا وقت اپنا کتب خانہ اپنے مکان میں جو محلہ مقتدیہ (۴۲۳) بغداد میں واقع تھا چھوڑ گئے تھے، ان مکان کے عقب میں کھالیں صاف کرنے کا کارخانہ تھا۔ ۲۰ رمضان ۵۶۹ھ بروز جمعہ وجلہ کا پانی چڑھا کہ مدرسے کے دروازے تک آگیا، گلی کوچوں میں کشتیاں تیرنے لگیں (۴۲۴) ان کا مکان کتابیں خراب ہو گئیں جب یہ کتابیں موصل میں ان تک پہنچیں تو انہیں بخود (مسالوں) سے صاف کرنے کا مشورہ دیا گیا انہوں نے لاذن (ایک قسم کا مسالہ) سے کتابوں کو دھونی دینا شروع کیا، رمل لاذن سے بھی زیادہ استعمال کیا اسکا دھواں دماغ میں چڑھ گیا، آنکھیں خراب ہو گئیں اور بے بسے (۴۲۵)۔ موصوف نے اس عمل میں اپنی جان دے کر کتابوں کو اہل علم کے استفادہ کے قابل دیا تھا۔

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ اصفہان میں عوامی کتب خانے کافی تھے ان کا کتب خانہ ان عوامی کتب خانوں کے ذخیرۃ ادب کا ایک حد تک جامع تھا۔ اسی قسم کے کتب خانے حسب ذیل نحو یوں کے تھے۔

(۵) ابراہیم بن محمد بن سعدان نحوی ثم بغدادی المعروف بابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۲۵ھ (۶۸۶۳ / ۴۲۶) (۴۲۶)

(۶) ابو زکریا یحییٰ بن زیاد بن عبد اللہ دیلمی المعروف بالفراء (۱۴۳-۲۰۷ھ / ۷۶۱-۲۲۲) (۴۲۶)



## (ی) ائمہ لغت کے کتب خانے

ائمہ لغت کا ذخیرہ کتب لسانیات و ادبیات ہی کا جامع نہیں ہوتا تھا بلکہ اسلامی علوم، قرآن، ہیئت، فقہ وغیرہ پر بھی حاوی ہوتا تھا۔ اس لئے بعض کثیر التصانیف ائمہ لغت کے کتب خانوں کی نوعیت کا بھی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

### (۱) ابو نصر احمد بن حاتم باہلی کا کتب خانہ

ابو نصر (ابو احمد) احمد بن حاتم باہلی نحوی بغدادی المعروف بغلام الاصحی (۲۳۱/۰۰-۶۸۴۶) اصمعی کا نامور شاگرد، اس کی تصانیف کا راوی، ادیب لغوی اور مصنف تھا۔ نے لغت و ادب کی کتابیں نقل کی تھیں (۴۲۸) اس کا کتب خانہ اصمعی، ابو عبیدہ اور زید وغیرہ کی انیف کا جامع تھا (۴۲۹) حمزہ نے کتاب الاصبہان میں لکھا ہے۔

”سنہ ۲۲۰ھ میں جب خسیب بن اسلم نے ابو محمد باہلی کو اصفہان بلایا وہ تصانیف اصمعی بھی لایا اور محمد بن العباس کے پاس کتابیں رکھ کر حج کو چلا گیا اس نے وہ کتابیں لوگوں کو نقل دیں جب باہلی واپس آیا تو اس خبر سے اس پر قیامت گزر گئی وہ عبد اللہ کے پاس گیا اور کہا یہ میری آمدنی کا ذریعہ تھیں مجھے اتنا نقصان ہوا ہے، اس نے اہل شہر سے دس ہزار درہم جمع کئے اور ماہ ہزار درہم اپنے پاس سے ملا کر بیس ہزار درہم خسیب کو پہنچائے وہ یہ رقم لیکر بصرہ واپس آیا (۴۳۰)“

اس سے معلوم ہوا کہ صرف اصمعی کی تصانیف کا ذخیرہ بیس (۲۰) ہزار درہم کا تھا باہلی کے کا ذخیرہ کی قیمت جو وہ اصفہان لایا تھا بیس ہزار سے کم نہ تھی یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل علم کتابیں نہایت معتبر آدمی کے پاس رکھتے تھے کتابیں رکھنے میں اہم بات اعتماد و وثوق تھا اس لئے ہمیشہ دن بہت معتبر آدمی کو بنایا جاتا تھا اور کتب خانہ کمائی اور آمدنی کا بھی ذریعہ تھا۔

### (۲) ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان جشمی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان جشمی سجستانی (۱۶۶-۲۵۰ھ / ۷۸۲-۸۶۳) لغت، نحو، ادب، عروض کے امام، محدث، ادیب، شاعر، استاد و کثیر التصانیف تھے۔ دیستان بصرہ کے پیشوا جامع بصرہ کے امام تھے، کتابوں کے بہت دلدادہ تھے، جمع بھی کرتے اور فروخت بھی کرتے تھے (۴۳۱)

ان کا جب انتقال ہوا تو شاہ بستان یعقوب صفار المتونی ۲۶۵ھ نے اپنا آدمی بھیج کر ان کے داروں سے پورا کتب خانہ خرید لیا یہ شیراز و امواز پر قابض تھا۔ اہل بصرہ کو بصرہ پر قبضہ کا خطرہ تھا

اس لئے انہوں نے نہایت قلیل رقم صرف چودہ ہزار دینار میں اسے دلوادیا اور یہ کتب خانہ یعقوب صفار کے یہاں منتقل ہو گیا (۴۳۲)۔

(۳) ابوالحسن علی بن احمد بن علی ایزدیحی فالی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو الحسن علی بن احمد بن علی ایزدیحی فالی بغدادی (۰۰-۴۳۸ھ / ۰۰-۶۰۵۶ء) اور شاعر محدث (۴۳۳) مصنف (۴۳۴) اور کتاب "المحدث الفاصل" راہرزی کاراوی تھا (۴۳۵) موصوف کا ذاتی کتب خانہ بڑے نوادر پر مشتمل تھا گردش ایام سے فالی کو کچھ کتابیں بیچنی پڑیں اور میں سے جمہورہ ابن درید کا نسخہ بھی جو قاضی ابوبکر بن بدیل تبریزی نے پانچ دینار میں خریدا تھا قاضی موصوف اس نسخہ کو تبریز لے آئے اس نسخہ سے ابوبکر زکریا تبریزی نے ۱۰۰۰ جمہورہ نسخہ نقل کیا اس کی ایک جلد میں فالی کا خط رکھا ہوا تھا جس پر فالی کے وہ شعر لکھے ہوئے تھے جو اس نے اس کتاب کی جدائی پر کہے تھے ان سے فالی کی کتابوں سے محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ابن خلکان نے اس واقعہ کی نسبت قاضی ابوبکر بن بدیل کے بجائے شریف مرتضیٰ الموسیوی کی طرف کی ہے (۴۳۸) عصر حاضر کے بعض مورخین نے ابو علی القالی بغدادی (۲۸۸-۳۵۶ھ) سے اس واقعہ کا انتساب کیا ہے جو صحیح نہیں (۴۳۹) کم و بیش اس قسم کے کتب خانے مندرجہ ذیل نامور ائمہ لغت کے پاس تھے۔

- (۴) ابو عبدالرحمن غلیل بن احمد بن مرو فراسیدی ازدی بصری (۹۶-۱۴۰ھ / ۶۸۶-۷۱۰ء) (۴۴۰)
- (۵) ابو سعید حسن بن حسین عتکی سکری (۲۱۲-۲۷۵ھ / ۸۲۷-۸۸۸ء) (۴۴۱)
- (۶) ابو عمرو شمر بن حمدویہ نھروی المتونی (۲۵۵ھ / ۸۶۹ء) (۴۴۲)
- (۷) ابو عبدالرحمن عبداللہ بن محمد بن ہانی نیشاپوری المتونی (۲۳۶ھ / ۸۵۰ء) (۴۴۳)
- (۸) ابوالحسین رازی المتونی (۲۷۶ھ / ۸۸۹ء) (۴۴۴)
- (۹) ابو عمرو اسحاق بن مرار شیبانی کوفی نزہل بغدادی (۹۳-۳۰۶ھ / ۷۱۳-۷۸۲ء) (۴۴۵)
- (۱۰) ابو علی حسن بن احمد بن عبدالغفار فاری فسوی (۲۸۸-۳۷۷ھ / ۸۲۳-۸۸۷ء) (۴۴۶)
- (۱۱) ابوالحسن علی بن احمد الدریدی وراق ابوبکر بن درید المتونی (۳۲۱ھ / ۹۳۲ء) (۴۴۷)
- (۱۲) ابوبکر محمد بن الحسن بن درید ازدی بصری ثم بغدادی (۲۳۳-۳۲۱ھ / ۸۳۸-۹۰۱ء) (۴۴۸)
- (۱۳) ابوالحسن علی بن عبید اللہ بن الغفار سمسانی بغدادی المتونی (۲۱۵ھ / ۸۲۴ء) (۴۴۹)

## (ک) ادیبوں کے کتب خانے

ادیبوں نے لسانی اور ادبی علوم کی ترتیب و تدوین کی اور اتنا ذخیرہ جمع کیا کہ اس سے ان کا بھر گیا تھا، انہوں نے اپنے مذاق کے مطابق دیگر موضوعات پر بھی کتابیں جمع کی تھیں، اس سے کتب خانوں کی وسعت و کثرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ کاتب خانہ

ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب کنانی بصری معزز جاحظ (۱۵۰-۲۵۵ھ / ۷۹۷-۶۸۶۹) (اس آنکھوں کے ڈھیلے ابھرے ہوئے تھے۔ اس لئے جاحظ کے لقب سے مشہور تھا) (۳۵۰)۔ یہ بلا کا نا وزیر ک تھا، مختلف علوم و فنون میں درک رکھتا تھا (۳۵۱) لیکن پڑھنے لکھنے کے شوق نے اسے نئے دوام بخشی یہ فرقہ جاحظیہ کا امام (۳۵۲) صاحب طرز انشاء پرداز، شاعر، کثیر التصانیف نگار اور کتابوں کا سچا عاشق تھا۔

ابو صفوان عبداللہ بن احمد المتوفی ۲۵۰ھ کا بیان ہے: ”میں نے جاحظ سے بڑھ کر علوم و کتب کا سہ نہ دیکھا نہ سنا، جو کتاب اس کے ہاتھ میں آگئی وہ خواہ کسی قسم کی ہو اس کو پورا پڑھتا تھا“ (۳۵۳)۔ مورخ مسعودی کا بیان ہے ”اہل علم و ارباب تدریس میں جاحظ سے بڑھ کر مصنف اور اہل والا صاحب علم نے نہیں دیکھا“ (۳۵۴)۔

جاحظ کتب فروشوں کی دکانوں پر جاتا ان سے رات بھر کیلئے دکان کرایہ پر لیتا اور کتابوں کا امانت کرتا رہتا تھا (۳۵۵)۔ کتابیں لکھتا اور انہیں قدر دانوں کے نام معنون کر کے انعام پاتا تھا۔ نچے کتاب الحيوان کو عبدالملک بن الزيات کے نام معنون کیا اور انعام پایا تھا۔ کتابوں کے بہترین نسخے حاصل کرتا، انہیں اپنے سرپرستوں کی خدمت میں پیش کرتا تھا (۳۵۶)۔

جاحظ کی تصانیف کا بڑا پایہ ہے ابو الفضل ابن العمید کا قول ہے۔ ”جاحظ کی کتابیں پہلے عقل و بائیں پھر ادب سکھاتی ہیں“ (۳۵۷) اس کے دو وراق تھے ایک ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ (۳۵۸) اور سہرا ابو القاسم عبدالوہاب بن عیسیٰ بغدادی المتوفی ۳۱۹ھ یہ اس کیلئے کتابیں نقل کرتے تھے (۳۶۰)۔ بصرہ میں جاحظ کا اپنا کتب خانہ تھا۔

جاحظ نے عقائد و کلام، اخلاق، آداب، سائنس، تاریخ، جغرافیہ، معاشرت سب ہی موضوعات پر کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ یا قوت نے ان کی تعداد ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) (۳۶۰) سبط ابن جوزی نے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بیان کی اور تصریح کی ہے کہ ان میں سے بیشتر کتابیں میں نے مشہد

ابو حنیفہ کے خزانۃ الکتب میں دیکھی ہیں (۴۶۱)

آخری عمر میں جب اس کے آدھے دھڑ پر فالج گر چکا تھا کتابوں کا مطالعہ اس سے چھوٹا ادھر ادھر کتابوں کا انبار لگا رہتا اور یہ کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ یہ کتاب مطالعہ میں مصروف تھا کہ کتابوں کا ڈھیر اس پر آگرا اور یہ اس ڈھیر میں ڈھیر ہو گیا اور یوں یہ کتاب میں جاں بحق ہو کر رہ گیا (۴۶۲)۔

## (۲) محمد بن زیاد سندی ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

محمد بن زیاد سندی کوئی المعروف بابن الاعرابی (۱۵۰-۲۳۱/۷۶۷-۶۸۴۵) لغت اور تاریخ، انساب کا امام، زبردست مصنف، دستان کوفہ کا سرتاج، نحویان کوفہ کا مرجع تھا۔ موصوف مجلس درس سو (۱۰۰) علماء سے بھری رہتی تھی جو ان سے کوئی بات پوچھتا کتاب کے بغیر جواب دیتا تھا۔

ابن الاعرابی کا ان ائمہ فن میں شمار تھا جن کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی چنانچہ ان کے شاگرد ثعلب کا بیان ہے ”میں پندرہ (۱۵) برس ان کے ساتھ رہا میں نے کبھی ان کے ہاتھ میں کوئی کتاب نہیں دیکھی“ (۴۶۳) بایں ہمہ ان کے پاس بھی کتب خانہ تھا چنانچہ ابو جعفر قحطبی کا بیان ہے:

”ابن الاعرابی کا جب انتقال ہو گیا تو ہم ان کی کتابیں خریدنے گئے دیکھا کہ ان کی کتاب رقاق (سفید پتلی جھلی) پر اور رقاق (کپڑے کے ٹکڑوں) پر مشتمل تھیں ان کتابوں میں صرف فتاویٰ (زیرا کی علامات لکھی ہوئی تھیں) (۴۶۴) ابن ابی بعرہ ۵۰ کے کتب خانے میں موصوف کے نوٹ موجود تھے (۴۶۵)۔“

## (۳) امیر ابو الفضل عبید اللہ بن احمد میکانی کا کتب خانہ

امیر ابو الفضل عبید اللہ بن احمد بن علی میکانی نیشاپوری المتوفی ۴۳۶ھ / ۱۰۴۴ء ادیب، شاعر، محدث اور مصنف تھے۔ موصوف کا نہایت شاندار کتب خانہ تھا اہل علم کو اس سے استفادہ کی اجازت تھی بلکہ بعض اہل علم کو اس کتب خانہ سے باہر دیہات میں بھی کتابیں لے جانے کی اجازت دی تھی۔ ثعالبی کا بیان ہے:

”مجھے امیر موصوف نے اجازت دی تھی کہ میں ان کی کتابوں کے خزانوں سے اپنے راہ کیلئے پھلوں کو ساتھ رکھ لوں، اللہ تعالیٰ ان کے خزان کتاب کو ان کی طول حیات کے ساتھ رکھے، آمین، تاکہ جس کام کے میں درپے ہوں ان سے میں مدد لیتا رہوں یہ امیر رصنما کی طرح

سافر کی توشہ سے مدد کرتا ہے اور طبیب کی طرح سے ہیں جو مریض کو دوا کے ساتھ غذا بھی دیتا اس طرح گویا مجھے اولی کتابوں کے ساتھ چھوڑ دیا گیا میں ان سے مطلب کی باتیں نکالتا، اقتباس ابواب بندی کرتا، فصلیں قائم کرتا، نوع بنوع ترتیب دیتا تھا۔ میں ائمہ فن خلیل، اصمعی، ابو عمرو، کسائی، فراء، ابو زید، ابو عبیدہ، ابن الاعرابی، نصر بن شمیل، ابو العباس مبرد، ابو العباس ثعلب، ابن درید، نسطویہ، ابن خالویہ، خازن نجی، ازہری اور ان کے علاوہ طریف ادیب جو بخت و بلاغت کے جامع ہیں جیسے صاحب ابوالقاسم، حمزہ بن حسن اصہبانی، ابوالفتح مراغی، ابو بکر رزمی، قاضی ابوالحسن علی بن عبدالعزیز، جرجانی اور ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا قرظینی کے رفیوضات سے مستفید ہونے لگا۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امیر ابوالفضل کاتب خانہ کیسے جلیل القدر ائمہ فن کی نیک سے معمور تھا (۴۶۶)۔

علامہ ثعالبی نے امیر موصوف کا مقابلہ اس طبیب سے کیا ہے جو جسمانی امراض کے دوائیں بھی مہیا کرتا اور مریضوں کو غذا بہم پہنچاتا ہے اس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ عباسی میں کتب خانہ روحانی اور دماغی تسکین کیلئے بنایا جاتا تھا۔ موصوف طالبوں کی رہنمائی تے ان کی علمی تشنگی کو دور کرتے اور زبانِ قلم سے عالم کو فائدہ پہنچانے کیلئے کتب خانہ سے بیش درنادر کتابیں ان کو شہری میں نہیں دیات میں بھی لے جانے کیلئے ہارتی دیتے تھے اس طرح ان کتب خانہ سے دور و نزدیک ہر جگہ فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ بستی بستی اس انفرادی کتاب خانہ سے بھٹاتی اور علم کے نور سے روشن ہوتی جا رہی تھی۔ یہ ان کے شہری میں نہیں دیات میں بھی مدت کیلئے کتابیں مستعار دینے کا فیض تھا۔

مورخ ثعالبی نے یتیمۃ الدھر میں موصوف کا تذکرہ چودہ صفحات میں کیا ہے (۴۶۷) اور انہیں میقال کا آفتاب اور فن ادب کا ابن بجدہ (اداشناس ماہر) کہا ہے۔ امیر موصوف کی ان علماء ادباء کی مجلس تھی جہاں فضلاء نکتہ شناساں ادیب آکر بیٹھتے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔ ان اہل علم کو اپنی زمینوں پر لیجاتے چنانچہ فیروز آباد جب اپنے کھیتوں پر گئے تو ثعالبی کو بھی لے گئے تھے (۴۶۸) اہل علم کی ہمت افزائی کرتے اور ان کی سرپرستی فرماتے تھے۔ ادباء، نراء اپنی تصانیف کو ان کے نام معنون کرنا فخر سمجھتے تھے، چنانچہ جاخط عصر علامہ ابو منصور ثعالبی المتوفی ۴۲۹ھ نے اپنی تین اہم کتابوں فقہ اللغۃ (۴۶۹) سحر البلاغتہ و سر البراءۃ (۴۷۰) اور ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب (۴۷۱) کو ان کے نام معنون کیا ہے۔ ثعالبی نے البلاغۃ میں کتاب الامثال والحکم کے زیر عنوان ”ما خرج من کلام ابی الفضل عبید اللہ بن احمد

المیکالی "حکمت آموز جملے نقل کئے ہیں (۴۷۲)

امیر موصوف کی نظراتنی وسیع اور گہری تھی کہ ثعالبی جیسا بالغ نظر محقق بھی کتابیں لکھ کر پیش کرتا تو اس پر اضافہ و اصلاح کا متمنی رہتا تھا اور امیر موصوف اس پر اضافہ کرتے تھے چنانچہ "تیمتہ الدھر" کے آخر میں ابوالحسن علی بن محمد غزنوی کے کلام کا اضافہ امیر موصوف کے قلم کا مرہون منت ہے (۴۷۳)۔

اس قسم کے کتب خانے حسب ذیل ادیبوں کے پاس بھی تھے۔

- (۴) ابوالعباس احمد بن موسیٰ المعروف بابن القرات المتوفی ۲۹۱ھ / ۶۹۰۳ (۴۷۴)
- (۵) ابو سعید عبدالملک بن قریب بن علی باہلی اصمعی بصری (۱۲۲-۲۱۶ھ / ۷۴۰-۸۳۱) (۴۷۵)
- (۶) ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ مولیٰ تمیمی بصری خارجی (۱۱۰-۲۰۹ھ / ۷۲۸-۸۲۲) (۴۷۶)
- (۷) ابو سعید وھب بن ابراہیم بن لحازاد (۰۰-۲۶۰ھ / ۰۰-۶۹۷) (۴۷۷)
- (۸) ابوالحسن احمد بن عبید اللہ بن احمد المعروف بابن قزاعۃ کلوازی تلمیذ محمد صولی المتوفی ۳۳۵ھ (۴۷۸)۔
- (۸) ابوالحسن علی بن المفسیرہ اثرم بغدادی (۰۰-۳۳۲ھ / ۰۰-۶۸۲۶) (۴۷۹)
- (۱۰) ابو عمران موسیٰ بن عبداللہ فجنذی (۰۰- قبل ۳۶۰ھ / ۰۰-۶۹۷۰) (۴۸۰)
- (۱۱) ابو غالب محمد بن احمد بن بشر حنفی واسطی المعروف بابن خالد (۳۸۰-۴۶۲ھ / ۹۹۰-۱۰۷۰) (۴۸۱)
- (۱۲) ابوالحسن علی بن عبداللہ بن محمد انطاکی (۳۶۱-۵۴۱ھ / ۱۰۶۸-۱۱۳۶) (۴۸۲)
- (۱۳) حجتہ الدین ابو جعفر محمد بن عبداللہ صقلی (۴۹۷-۵۶۵ھ / ۱۱۰۴-۱۱۷۰) (۴۸۳)
- (۱۴) ابو نزار ربیعہ بن حسن بن علی حضرمی ذماری شافعی (۵۲۵-۶۰۹ھ / ۱۱۳۰-۱۲۱۲) (۴۸۴)



## (ل) شاعروں کے کتب خانے

عربوں کا یہ شعار ازمنہ قدیم سے چلا آرہا تھا کہ وہ اپنے حافظہ پر اتنا اعتماد کرتے تھے کہ اپنی تخلیقات کو ضبطِ تحریر میں لانا ہی سمجھتے تھے لیکن ”اقراء“ کے نور کی روشنی اتنی پھیلی کہ شعراء بھی عالمگیر تحریکِ کتب خانہ سازی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ شعراء نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا اور کتب خانے قائم کئے ان کے کتب خانوں میں صرف دواوین ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ لغت، علم و ادب کی کتب کا بھی ذخیرہ ہوتا تھا اس ذخیرہ میں اضافہ کیلئے خود بھی کتابیں نقل کرتے تھے۔

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ابن ابوالعتاہیہ کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن القاسم عینی المعروف بابن ابی العتاہیہ (۰۰-۲۱۱ھ / ۰۰-۶۸۲۶ء) شاعر بن شاعر اور ادیب تھا اس کا کتب خانہ شعر و لغت کی ایک ہزار (۱۰۰۰) مجلدات اور دس ہزار (۱۰۰۰۰) اوراق پر مشتمل تھا اس دور میں ایک مجلد تقریباً دس ورق کا ہوتا تھا (۳۸۵)۔

(۲) ابو عبادہ الولید بن عبید اللہ البحتری کا کتب خانہ

ابو عبادہ الولید بن عبید اللہ بن یحییٰ الطائی البحتری (۲۰۶-۲۸۳ھ / ۸۲۱-۶۸۹۸ء) اپنے زمانے کا نامور شاعر تھا اسے اپنے آگے معاصر شاعروں کی مقبولیت پسند نہ تھی اس لئے اس نے پانچ سو ہمعصر شاعروں کے دواوین کو نذرِ آتش کر دیا تاکہ ان کے اشعار کو قبولیتِ عام حاصل نہ ہو سکے اس سے معلوم ہوا کہ اس کے ذاتی ذخیرہ کتب میں صرف معاصر شعراء کے کلام کا کتنا عظیم الشان ذخیرہ محفوظ تھا (۳۸۶)۔

(۳) ابوالطیب احمد بن حسین متسی کا کتب خانہ

ابو الطیب احمد بن حسین بن حسن جعفی کوفی کندی المعروف منسی (۳۰۳-۳۵۲ھ / ۹۱۵-۶۹۶۵ء) عربی زبان کا نہایت نامور معنی آفرین شاعر اور کتابوں کا دلدادہ تھا اس پر اس کا مندرجہ ذیل ضرب المثل شعر شاہد ہے۔

اعز مکان فی الدنی سرج سابع  
و خیر جلیس فی الزمان کتاب

دنیا میں عزیز ترین جگہ تیز رزم رفتار گھوڑوں کی زین ہے اور زمانے میں سب سے بہتر ہمنشیں کتاب ہے (جس سے طرح طرح کی معلومات حاصل ہوتی ہیں)

متنبی کا زیادہ تر وقت سوق الوراقین میں کٹتا تھا رات کو سونے سے پہلے کتابوں کا مطالعہ اس کا ہمیشہ کا معمول تھا (۴۸۷)۔ متنبی سفر میں نچروں پر سونا چاندی، زیب وزینت کا سامان، ہتھیار اور بیش قیمت کتابیں ساتھ لے کر نکلتا تھا اسے سب سے زیادہ خیال اپنی کتابوں کا لگا رہتا تھا کیونکہ انہیں اس نے خود نقل کیا تھا۔ اچھی طرح سے پڑھنا محنت سے تصحیح کی تھی (۴۸۸) چنانچہ ابوسعید العمیدی المتوفی ۴۳۳ نے نہایت باوثوق ذرائع سے نقل کیا ہے کہ جب ابواز کے راستے میں اسے قتل کیا گیا تو اس کی خرمین سے اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان الطائیین کا نسخہ ملا تھا جس کے اوراق کے حواشی پر اس امر کی علامتیں موجود تھیں کہ یہ معانی فلاں شاعر کے شعر سے ماخوذ ہیں جن سے قدام کے دوادین پر اس کی وسعت نظر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے لیکن افسوس ہے راستے میں ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کیا اور یہ شعر و ادب کا قیمتی ذخیرہ جنگل میں ضائع ہو گیا حملہ کے وقت بھی متنبی کتاب و سامان کتابت کو فراموش نہیں کر سکا تھا موت کے عالم میں بھی یہ شعر کہہ گیا ہے۔

فالخیل واللیل والبیداء تعرفنی

والسیف والرمح والقرطاس والقلم (۴۸۹)

گھوڑے، رات، خشک جنگل، شمشیر و سنان، کاغذ و قلم سب مجھے بخوبی جانتے ہیں کہ میں

صاحبِ رزم و بزم اور صاحبِ سیف و قلم ہوں۔“

(۴) فخر الدین مبارک شاہ بن حسین مروزی کا کتب خانہ

فخر الدین مبارک شاہ بن حسین مروزی (۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء - ۷۰۰ھ/۱۳۰۵ء) سلطان غیاث الدین

محمود غزنوی کا درباری تھا۔ عربی فارسی میں بے تکلف شعر کہتا تھا، مہمان نواز، علم دوست و اہل علم کا

قدر دان تھا اس کا ذاتی کتب خانہ بغداد میں تھا۔ اس کا مہمان سرا علماء، فضلاء اور ادیبوں کی بیٹھک تھا

جہاں کھیل اور مطالعہ کے شوقین آکر اپنے ذوق کی تسکین کرتے تھے۔ مورخ ابن الاثیر کا بیان

ہے:

”اس کا محل مہمان سرا تھا اس میں کتابیں اور شطرنج رکھی ہوئی تھی، علماء کتابوں کا مطالعہ

کرتے اور جاہل شطرنج کھیلتے تھے“ (۴۹۰)۔

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ یہ کتب خانے اس دور میں عوامی کتب خانہ کے تمام

وظائف پورے کرتے تھے۔ تحقیق، تعلیم، معلومات اور ذوقِ جمال کی تسکین و تفریح کا سامان بہم پہنچاتے اور اس کی سہولتیں مہیا کرتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کے کتب خانے فکری توانائی کے ساتھ تفریح کا سامان بھی مہیا کرتے تھے۔

(۵) عضد الدین ابوالفوارس مرہف کنانی کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

عضد الدین ابوالفوارس مرہف بن اسامہ کنانی کلبی (۵۲۰-۶۱۳ھ / ۱۱۲۶-۱۲۱۶ء) خانوادہ علمی و ادبی کے فرد تھے۔ محدث (۴۹۱) ادیب و شاعر تھے کتابوں کے بہت دلدادہ تھے (۴۹۲) ان کا بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ یا قوت رومی کا بیان ہے:

”سنہ ۶۱۲ میں قاہرہ میں ان سے ملا تھا، موصوف کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا، میں ان کی مجلس میں گیا انہوں نے مجھ سے کتابیں خریدیں اور بتایا کہ میرے پاس اتنی کتابیں ہیں کہ ان کی صحیح تعداد کا علم مجھے بھی نہیں، ان کا کہنا تھا کہ ایک مرتبہ ایک افتاد میں انہوں نے چار ہزار (۴۰۰۰) کتابیں بیچی تھیں لیکن کتب خانہ میں اس سے کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ بانوے (۹۲) سال کی عمر میں بھی باریک خط ایسے پڑھتے تھے جیسے جوان پڑھتے ہیں، اونچا سنتے تھے اور یہی چیز مجھے ان سے زیادہ بات کرنے میں مانع رہی تھی“ (۴۹۳)۔

کم و بیش اس طرح کے کتب خانے حسب ذیل شعراء بھی رکھتے تھے۔

(۶) رشید الدین محمد بن عبد الجلیل عمری بلخی المعروف بالوطواط (۰۰-۵۷۳ھ / ۰۰-۱۱۵۷ء) (۴۹۴)

(۷) ابو غانم معروف بن محمد قسری معاصر ثعالبی المتوفی ۴۲۹ھ / ۱۰۳۷ء (۴۹۵)

(۸) ابوالعباس احمد بن جعفر بن احمد دمشقی واسطی (۰۰-۶۲۱ھ / ۰۰-۱۲۲۴ء) (۴۹۶)

## (م) مورخین کے کتب خانے

مورخین کا ذخیرہ علوم تاریخ اور کتب تاریخ ہی کا نہیں اسلامی علوم کا بھی جامع ہوتا تھا کتب تاریخ میں بعض مورخین کی تصانیف کا مطالعہ جاہلیت کی تاریخ کو اور بعض مورخین کی تالیفات کا مطالعہ اسلام کی تاریخ کو سمجھنے کیلئے ناگزیر تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ مورخین کے یہاں دوسری کتب تاریخ کے علاوہ ان تاریخی کتابوں کا ذخیرہ بھی ان کے کتب خانوں میں محفوظ ہوتا تھا۔ بعض مورخین نے اتنا اہم ذخیرہ جمع کیا تھا کہ ان کے یہاں شائقین علم و کتب کا رات میں بھی کثیر تعداد میں قیام رہتا تھا اس غرض سے انہوں نے پچاس لکاف بنا کر رکھے تھے۔

### (۱) ابوالحسن علی بن محمد بصری مدائنی ثم بغدادی کا کتب خانہ

ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بصری مدائنی ثم بغدادی (۱۳۵-۱۳۲۵ھ/۷۵۲-۷۸۴۰ء) انساب کے عالم شعر و ادب کے راوی، مورخ کثیر التصانیف مصنف تھے (۴۹۷) مغازی و سیر خلفاء اسلام، تاریخ اسلام جاہلی شعراء کے تذکرہ پر زیادہ کتابیں لکھی تھیں۔ مورخ مسعودی نے جاہظ سے موازنہ کرتے ہوئے موصوف کے متعلق لکھا ہے

”ابوالحسن مدائنی بلاشبہ کثیر التصانیف مصنف تھا، جاہظ اور اس میں فرق یہ ہے کہ اس (مدائنی) نے جو سنا اسے جوں کاتوں قلبند کیا ہے“ (۴۹۸) ثعلب کہتا ہے۔

”جو شخص جاہلیت کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہے اسے ابو عبیدہ کی تصانیف کا مطالعہ کرنا چاہیے جو اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہے اسے مدائنی کی کتابیں پڑھنی چاہیں“ (۴۹۹)۔

ابن الندیم نے ابوالحسن بن الکوئی کے حوالے سے اس کی دو سو (۲۰۰) سے زیادہ تصانیف کے نام چھ صفحات میں نقل کئے ہیں (۵۰۰)

### (۲) ابو عبداللہ عمر بن سعد بن منیع زہری رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ

ابو عبداللہ عمر بن سعد بن منیع زہری بصری المعروف بکاتب الواقدی (۱۶۸-۲۳۰ھ/۷۸۲-۸۴۵ء) بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام تھے پھر واقدی کے کاتب ہو گئے تھے۔

محدث، حافظ، مورخ، اور مصنف تھے (۵۰۱) موصوف نے حدیث، فقہ، سیرت سے متعلق بہت ذخیرہ قلبند کیا تھا (۵۰۲) یہ ان چار علماء میں پہلے عالم تھے جن کے پاس واقدی کی جملہ تصانیف موجود تھیں۔ (۵۰۳)

ابن سعد اپنے کتب خانے سے لوگوں کو کتابیں علانیاً بھی دیتے تھے چنانچہ امام احمد بن حنبل وادی کی حدیثوں کے دو جزء جمعہ کو ان سے منگاتے اور دوسرے جمعہ تک مطالعہ کر کے واپس کر دیا کرتے تھے (۵۰۴) ان کے کتب خانے میں کتابوں کا بہت ذخیرہ تھا (۵۰۵)۔

ظاہر ہے جب وادی کا کتب خانہ عظیم الشان تھا تو اس کے وراق شاگرد کا کتب خانہ بھی صحیح معنی میں ”کثیر الکتب“ کا مصداق تھا۔

### (۳) ابو عبید اللہ محمد بن عمران مرزبانی کا کتب خانہ

ابو عبید اللہ محمد بن عمران بن موسیٰ مرزبانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ معتزلی (۲۹۷-۳۸۴ھ / ۹۱۰-۹۹۳ء) مورخ، ادیب، کاتب اخباری اور کثیر التصانیف مصنف تھا اس نے جب ”المعجم باسماء الشعراء“ مرتب کی تو ایک ہزار (۱۰۰۰) شعراء کے صرف دو ادین جمع کئے تھے ادب و تاریخ کی کتابوں کا ذخیرہ اس کے علاوہ تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کثیر التصانیف اہل قلم گزرے ہیں، اکثر ان کے پاس بھی عمدہ کتب خانہ ہوتا تھا (۵۰۶)۔

اسے تصنیف و تالیف کا جاحظ سے زیادہ اچھا سلیقہ تھا، عضد الدولہ اس کی قدر کرتا تھا وہ جب اس کی حویلی کی طرف سے گزرتا آداب بجالاتا اور نذر پیش کرتا تھا، ازہری کا بیان ہے:

”اس کے پاس دو ات قلم رکھا رہتا تھا اور پیالہ میں نبیذ رکھی ہوتی تھی، نکھتا رہتا اور پیتا رہتا تھا“ (۵۹۷)

اس کا مجلس راجو شارع عمرو رومی پر مشرقی بغداد میں واقع تھا ادباء کی قیام گاہ تھا اس نے اہل علم کیلئے پچاس (۵۰) لحاف اور بستر بنا رکھے تھے (۵۹۸) علم و ادب کے شائقین اس کے یہاں آکر ٹھہرتے، رات بسر کرتے اور اس سے ادب کی کتابیں روایت کرتے تھے (۵۰۹) جب یہ مرا اسی مکان میں اسے دفن کیا گیا تھا (۵۱۰)۔

## (۴) ابو عبد اللہ محمد بن علی صوری بغدادی کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عبد اللہ صوری بغدادی (۰۰-۲۲۱ھ / ۰۰-۶۰۴۹ء) حافظِ حدیث، محدث، ادیب و شاعر، مورخ کثیر التالیف (۵۱۱) مصنف تھے۔ ایک مجلد ایک جزء میں نقل کرتے تھے (۵۱۲) بہت کتابیں جمع کی تھیں (۵۱۳)

صوری، خراسانی کاغذ کے ایک صفحہ کے آٹھویں حصہ میں اسی (۸۰) سطریں لکھتے تھے (۵۱۴)۔ صوری نے بارہ (۱۲) بار شتر کتابوں پر مشتمل کتب خانہ چھوڑا تھا جسے خطیب بغدادی نے صوری میں جا کر ان کی ہمشیرہ سے خریدا تھا۔

کم و بیش اسی نوع کے کتب خانے مندرجہ ذیل مورخین بھی رکھتے تھے۔

(۵) ابوالحارث اسد بن حمدویہ بن سعید ورتھینی نسفی (۰۰-۳۱۵ھ / ۰۰-۶۹۲ء) (۵۱۵)

(۶) ابوالقاسم سعید بن محمد بن احمد بقال اصفہانی (۰۰- بعد ۳۳۲ھ / ۰۰-۶۰۴۲ء) (۵۱۶)

(۷) ابوالفضل علی بن الحسن بن احمد حمدانی المعروف بابن الفلکی

(۰۰-۲۲۷ھ / ۰۰-۶۰۳۶ء) (۵۱۷)

(۸) ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن علی دیشی ثم واسطی شافعی

(۵۵۸-۶۳۷ھ / ۱۱۶۲-۶۲۳۹ء) (۵۱۸)



## (ن) ماہرینِ انساب کے کتب خانے

ماہرینِ انساب کا ذخیرہ کتبِ رجال، تاریخ و سیر کی کتابوں ہی پر مشتمل نہ تھا بلکہ دوسرے ان کے پسندیدہ موضوعات کی کتابوں کا ذخیرہ بھی ان کے پاس موجود ہوتا تھا۔

(۱) امیر سعد الملک ابو نصر علی بن ہبہ اللہ ابن ماکولا کا کتب خانہ

الامیر سعد الملک ابو نصر علی بن ہبہ اللہ بن علی عجل جرباز قانی ثم بغدادی المعروف بابن ماکولا (۲۲۱-۵۴۷ھ/۱۰۳۰-۶۱۰۸۲) محدث، حافظِ حدیث، علمِ انساب کے ماہر، ادیب، نحوی، شاعر، مصنف خانوادہ علماء فقہاء و وزراء کے گوہر شب چراغ تھے (۵۱۹) تحصیلِ علم کے لئے بلادِ اسلامی کا سفر کیا اور علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔ ثانی خطیبِ بغدادی کہلائے۔

ان کے ذاتی کتب خانہ میں زیادہ تر مصنفین کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے محفوظ تھے۔ چنانچہ تاریخِ مصر ابن یونس کا نسخہ ابو عبد اللہ صوری کا لکھا ہوا، غنجان کی تاریخ بخارا کا نسخہ خود مصنف کا نسخہ تھا، نسب میں کتابِ شبلی بن تکین کا انہی کا لکھا ہوا نسخہ موجود تھا اس طرح دوسری کتابیں ابن الفرات، ابن عبدہ نسابہ اور علی بن عیسیٰ ربغی کی لکھی ہوئی تھیں، نسبِ حمیر پر احمد بن محمد بن سعد کی کتاب خود انہی کے قلم سے ان کے پاس محفوظ تھی (۵۳۰)

تاریخ اور انساب کی بہت کتابیں جمع کی تھیں۔ ابن ماکولا (۲) کو علماء کے نام، لقب، کنیت وغیرہ کا بچپن ہی سے شوق تھا اور اس موضوع پر موصوف کی تصنیف ”الاکمال“ بہت مشہور ہے اس کے متعلق حمیدی کا بیان ہے:

”میں نے جب کبھی خطیبِ بغدادی سے ناموں کے متعلق دریافت کیا تو ہمیشہ انہوں نے ان کی کتاب کو دیکھنے کا مشورہ دیا“ (۵۲۱)۔

(۲) یحییٰ بن الدین ابوالقاسم قسم بن طلحہ ابن الاتقی کا کتب خانہ

یحییٰ بن الدین ابوالقاسم قسم بن طلحہ بن علی زینبی المعروف بابن الاتقی (۵۵۰-۶۰۷ھ/۱۱۶۱-۶۲۱۰) ادب، تاریخ، انساب کے عالم (۵۲۲) و خوشنویس تھے۔ خلیفہ مستضی باللہ اور ناصر الدین اللہ کے زمانے میں بعض سرکاری عہدوں پر ممتاز رہے اس کے پاس کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔ یا قوت کا بیان ہے۔

”موصوف نے انساب، تاریخ، ادب کے موضوع پر بہت لوگوں کی لکھی ہوئی کتابیں جمع کی

تھیں اور اپنے پاکیزہ خط سے بھی بہت لکھا تھا“ (۵۲۳)۔

(۳) اسی نوع کا ذخیرہ کتب ابو عبد اللہ زبیر بن بکار عبد اللہ قر

(۱۷۲-۲۵۶ھ/۷۸۹-۶۸۷ء) کے پاس تھا (۵۲۳)۔

## (س) فلاسفہ کے کتب خانے

بیشتر مسلم فلاسفہ کا ذخیرہ کتب 'فلسفہ و اخلاق کے علاوہ لسانیات، ادب عالیہ، اسلامی علوم اور علومِ اوائل، طب، ریاضی، ہندسہ، نجوم، ہیئت، موسیقی کے موضوعات پر مشتمل ہوتا تھا اور بعض کا ذخیرہ عربی زبان کی کتابوں کا ہی جامع نہیں بلکہ یونانی و سریانی زبانوں کی کتابوں کا بھی قابلِ رشک کتب خانہ ہوتا تھا۔

### (۱) ابراہیم بن عبد اللہ نصرانی کا کتب خانہ

ابراہیم بن عبد اللہ نصرانی (۰۰-۰۰) یہ یحییٰ بن عدی المتوفی ۲۶۳ھ کا معاصر اور علومِ اوائل کا ماہر تھا (۶۲۵) سریانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتا تھا، اس کے پاس قدماء کی کتابوں کا نہایت قیمتی ذخیرہ موجود تھا (۵۲۶) کتابوں کا بہت دلدادہ و شیدائی تھا کسی قیمت پر کتاب کو اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا۔ یحییٰ بن عدی کا بیان ہے:

”قص سو تسلیمًا“ ”قص الخطابیہ و نص الشعراء“ جن کا اسحاق بن حنین نے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ میں نے موصوف سے پچاس دینار میں خریدنا چاہا تو بھی نہیں بیچا“

اس کا جب انتقال ہو گیا تو اس کے ورثاء نے اس کی کتابیں فروخت کیں ان میں سکندر فردوسی کی کتاب السماع و کتاب البرہان کی شرحیں بھی تھیں۔ چنانچہ یحییٰ بن عدی کا بیان ہے:

”میں نے اس کی میراث میں پوری کتاب السماع، کتاب البرہان کی شرحیں دیکھیں یہ ایک سو بیس (۱۲۰) دینار میں مجھے دی جا رہی تھیں میں دینار فراہم کرنے نکلا جب لیکر آیا تو دیکھا کہ دونوں شرحیں دوسری کتابوں کے ساتھ ایک خراسانی تین ہزار (۳۰۰۰) دینار میں لے کر چلا گیا۔ یہ دو شرحیں ایسی تھیں کہ انہیں آستین میں اٹھا کر لے جانا ممکن تھا“ (۵۲۷)۔

### (۲) ابو یوسف یعقوب بن اسحاق بن صباح کندی کا کتب خانہ

ابو یوسف یعقوب بن اسحاق بن صباح کندی بغدادی بصری (۰۰-۲۵۲ھ / ۰۰-۶۸۶۷) اسلام میں سب سے پہلا عرب فلسفی ہے کندی، کو منطق، فلسفہ، طب، ریاضی، ہندسہ، نجوم، ہیئت، موسیقی (۵۲۸ھ-الف) شعروادب (۵۲۹) یونانی، فارسی اور ہندی علوم میں مہارت، یونانی، سریانی اور عربی زبانوں میں اسے دستگاہ حاصل تھی، اس لئے خلیفہ مامون نے اس کو ارسطو اور یونانی فلسفہ کی کتابوں کے ترجمہ پر مامور کیا تھا۔

کندی نے یونانی و سریانی سے عربی میں ترجمہ نہیں کیا بلکہ ان علوم میں مستقل کتابیں بھی یادگار چھوڑی تھیں (۵۳۰) اسے کتابوں سے بہت شغف تھا بہت کتابیں جمع کی تھیں اس کا ذاتی کتب خانہ بہت بڑا اور قابل رشک تھا۔ وراق صنویہ، نسطویہ اور سلمویہ اس کے لئے کتابیں نقل کرتے تھے (۵۳۱)

اس کتب خانہ پر موسیٰ بن شاکر، محمد اور احمد کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں وہ اس پر قبضہ کر چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے موقعہ پا کر خلیفہ متوکل کو کندی سے برگشتہ کیا سزا دلانی، خلیفہ نے محمد و احمد کو کندی کے مکان پر بھیجا انہوں نے اس کے کتب خانے پر قبضہ کیا اور اپنے محل سرا میں آئے اور اس کا نام ”خزانۃ الکندیہ“ رکھا۔ کچھ مدت کے بعد کندی کے دن پھرے خلیفہ متوکل محمد اور احمد سے ناراض ہو گیا انہوں نے خلیفہ کی رضا جوئی کیلئے سند بن علی کو واسطہ بنایا وہ کندی دوست تھا اس نے پہلی شرط یہ رکھی کہ خزانۃ الکندیہ واپس کریں چنانچہ کندی کو پھر خزانہ اکتب مل گیا (۵۳۲)

اس قسم کے کتب خانے حسب ذیل فلاسفہ کے پاس بھی موجود تھے۔

(۳) ابو بکر قوسمی فلسفی تلمیذ یحییٰ بن عدی المتوفی ۳۶۲ھ / ۹۷۴ء (۵۳۳)

(۴) ابو عبید عبدالواحد بن محمد جوزجانی المتوفی ۴۲۸ھ / ۱۰۳۷ء (۵۳۴)

(۵) رکن الدین ابو منصور عبدالسلام بن عبدالوہاب بن عبدالقادر جیلانی بغدادی

(۵۳۸-۵۱۱ھ / ۱۱۵۳-۱۲۱۳ء) (۵۳۵)

## (ع) مہندسوں کے کتب خانے

مہندسوں کا کتب خانہ فلکیات و ریاضیات کے علاوہ دوسرے علوم و موضوعات کا بھی جامع ہوتا تھا اور ان میں سے بعض کے کتب خانوں کی دور دور تک دھوم تھی۔ چنانچہ جب حملہ ہوتا تو اوباش ان کا کتب خانہ لوٹتے تھے ہم نے مہندسوں کے کتب خانوں میں نمونے کے طور پر چند کتب خانوں کا ذکر کیا ہے۔

### (۱) احمد بن موسیٰ، حسن بن موسیٰ اور محمد بن موسیٰ کا کتب خانہ

خلیفہ مامون عباسی کے دور میں موسیٰ بن شاکر کے تین بیٹے احمد المتوفی بعد ۲۵۹ھ / ۸۷۳ء حسن المتوفی بعد ۲۵۹ھ / ۸۷۳ء اور محمد المتوفی بعد ۲۵۹ھ / ۸۷۳ء حیل و فلکیات میں بڑے ماہر تھے بلا دروم کا سفر کیا، فلسفہ، ہندسہ، موسیقی، ریاضی اور طب وغیرہ کی کتابیں جمع کیں، (۵۳۶) ان کا ترجمہ کرایا، ان کو سائنسی علوم پر کتابیں جمع کرنے، ان کا ترجمہ کرانے اور اپنے کتب خانہ میں ذخیرہ کتب کے بڑھانے کا شوق تھا یہ اس میں اپنی ساری دولت خرچ کرتے تھے۔ چنانچہ یہ حنین بن اسحاق حبیش بن الحسن، ثابت بن قرہ وغیرہ کو فنی کتب کے ترجمہ پر پانچ سو دینار مشاہرہ دیتے تھے۔ محمد جس کی سالانہ آمدنی چار لاکھ دینار تھی، احمد کی آمدنی ستر ہزار دینار تک پہنچ گئی تھی جو کتب خانہ بنانے اور سائنسی علوم کی نشر و اشاعت میں خرچ ہوتی تھی (۵۳۷)۔

### (۲) ابو محمد حسن بن موسیٰ بغدادی شیعہ نو بختی کا کتب خانہ

ابو محمد حسن بن موسیٰ بن حسن بغدادی شیعہ نو بختی (۳۱۰-۰۰ / ۹۲۲-۰۰) متکلم، ہیئت دان، مصنف، علم و اہل علم کا قدر دان اور کتابوں کا دلدادہ تھا۔ بہت کتابیں جمع کی تھیں اور اپنے قلم سے بھی بہت کچھ نقل کیا تھا (۵۳۸)۔ فلسفہ اور سائنس کی کتابوں کا ترجمہ کرتے تھے (۵۳۹)۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ انفرادی کتب خانے ذاتی کتب خانے ہی نہ تھے بلکہ ایک ایک فرد ایک ایک ادارہ تھے اس لئے ان کتب خانوں میں کتابوں کا مطالعہ ہی نہیں بلکہ تصنیف و تالیف اور ترجمہ کا کام بھی کیا جاتا تھا۔

### (۳) علی بن احمد عمرانی موصلی کا کتب خانہ

علی بن احمد عمرانی موصلی (۰۰ تقریباً ۳۳۳/۰۰-۹۵۵) فلکیات و ریاضیات کا ماہر استاد اور مصنف تھا کتابیں جمع کرنے کا شوقین تھا (۵۲۰) اسکا ذاتی کتب خانہ موصل میں تھا (۵۲۱) اس سے اور اس کے کتب خانے سے استفادہ کی خاطر اہل علم اس کے پاس آتے تھے (۵۲۲)۔  
یہ موصل میں تیسرا کتب خانہ تھا جس کی شہرت دور دور پہنچی ہوئی تھی۔ ابن الندیم بھی اس کے کتب خانے میں آیا تھا اور ابو عثمان دمشقی کے اصول المندسہ کے چند مقالات کا ترجمہ اس کے کتب خانے میں دیکھا تھا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ذاتی کتب خانے اپنی ہیئت کے اعتبار سے انفرادی کتب خانے تھے لیکن وظائف کی ادائیگی میں عوامی کتب خانوں کے ہمسرتھے۔

### (۴) ابوریحان محمد بن احمد بیرونی خوارزمی کا کتب خانہ

ابوریحان محمد بن احمد بن محمد بیرونی خوارزمی (۳۶۲-۵۲۴ھ / ۹۷۳-۱۰۳۸ء) بلند پایہ ریاضی دان، جغرافیہ دان، سائنس دان، فلسفی، طبیب، ادیب، شاعر، مورخ، لغوی، مختلف زبانوں کا ماہر اور بہت سی کتابوں کا مصنف تھا (۵۲۳)۔ مورخ ابوالحسن علی بیہقی المتوفی (۵۲۵ھ) بیرونی کے متعلق لکھتا ہے: ”موصوف نے بہت کتابیں لکھی تھیں میں نے اکثر کتابیں ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی ہیں، ان کی تصانیف ایک بار شتر سے زیادہ تھیں“ (۵۲۴)  
بیرونی کے کثیر التصانیف ہونے کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں منہمک رہتا تھا۔ یا قوت لکھتا ہے:

”بیرونی کا ہاتھ قلم کو، اسکی آنکھ مطالعہ کو، اور اس کا دل غور و فکر کو سال میں صرف دو روز چھوڑنے کیلئے تیار ہوتے تھے۔ ایک نوروز، دوسرے روز مرگان کو“ (۵۲۵)۔

یا قوت نے بیرونی کی تصانیف کی فہرست جامع مرو کے کتب خانہ میں ساٹھ ورق میں گنجانے کا خط میں لکھی ہوئی دیکھی تھی (۵۲۶)۔

یہ بھی اس امر کا بین ثبوت ہے کہ مسجد کے کتب خانوں میں ہر موضوع کی کتابیں محفوظ ہوتی تھیں۔



(۵) عین الزمان ابو علی حسن بن علی مروروزی المعروف بالقطان کاتب خانہ

عین الزمان، ابو علی حسن بن علی مروروزی المعروف بالقطان (۳۶۵-۵۲۸ھ / ۱۰۷۳-۱۱۵۳ء) مهندس، حکیم، فلسفی، لغوی، ادیب اور مصنف تھا (۵۲۷) اس کا مرو میں ذاتی کتب خانہ تھا اس میں بہت نادر کتابیں تھیں۔

خوارزم شاہ کا لشکر جب مرو پر حملہ آور ہوا اور مرو میں افراتفری پھیلی اس کا کتب خانہ بھی لٹا، رشید الدین وطواط نے اس کتب خانہ کو لشکر گاہ میں منتقل کرنا چاہا لیکن کتابیں اتنی زیادہ تھیں اور بد نظمی ایسی تھی کہ انہیں لے جانا بھی ممکن نہ ہوا۔ اس کو اسی جگہ چھوڑنا پڑا۔ آخر کار مرو کے ” اوباشوں نے اس کو لوٹ لیا (۵۲۸)۔

(۶) امیر محمود الدولہ ابو الوفاء مبشر بن فاتک امری کاتب خانہ

امیر محمود الدولہ ابو الوفاء مبشر بن فاتک امری (تقریباً ۵۰۰ھ / ۱۱۰۶-۱۱۰۶ء) مصر کے فضلاء میں سے تھا۔ بلند پایہ فلسفی، حکیم، ہیئت دان، ریاضی دان مورخ و مصنف تھا (۵۲۹) حکمت و فلسفہ کا درس دیتا تھا، ابو محمد سلامہ یہودی اور ابن المہیشم جیسے مہندس ان کے شاگرد تھے (۵۵۰) کتابوں کا بہت دلدادہ تھا متقدمین کی بہت کتابیں جمع کی تھیں (۵۵۱)

اس کے کتب خانہ کی بہت سی کتابیں ایسی ملیں جن کے اوراق کا رنگ پانی کے لگنے سے بدل گیا تھا۔ ابن فاتک کے کتب خانہ کی بڑی عبرتناک داستان ہے۔

یہ تحصیل علوم کا دلدادہ تھا اس کا زیادہ تر وقت خزائن کتب میں گزرتا اس میں بیٹھ کر لکھتا پڑھتا اور ایسا منہمک رہتا تھا کہ دنیا کی کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا۔

اس کی بیوی بڑے گھرانے کی ذی حیثیت خاتون تھی ان کتابوں سے اس کا کلیجہ پھکا پڑا تھا اس کا انتقال ہوا تو وہ اور اس کی خادماںیں اٹھکر اس کے خزائن کتب میں پہنچیں اور ان کو محل کے حوض میں پھینکنا شروع کیا لوگوں نے دوڑ کر انہیں نکالا مگر اتنی دیر میں اوراق کا رنگ بدل گیا تھا (۵۵۲)

## (ف) اطباء کے کتب خانے

عہدِ عباسی میں اطباء کے لئے جس طرح حاذق طبیبوں کی صحبت، شفا خانوں میں فنی تربیت فن میں درک و بصیرت حاصل کرنے کے لئے لازمی امر تھا، اس طرح گھروں پر طبی کتابوں کے مطالعہ کے بغیر چارہ نہ تھا یہ بات اطباء کے لئے گھروں پر ذخیرہ کتب رکھنے اور کتب خانے بنانے میں محرک تھی (۵۵۳)

معاشرہ میں اطباء کو اپنا وقار بلند رکھنے کے لئے فن سے متعلق زیادہ سے زیادہ کتابیں جمع کرنے اور مسائل فن سے باخبر رہنے کی تاکید کی جاتی تھی، یہ امر بھی اطباء کے کتب خانہ سازی کا محرک تھا۔ (۵۵۴)

### (۱) ابو زید حنین بن اسحاق عبادی نصرانی کا کتب خانہ

ابو زید حنین بن اسحاق عبادی نصرانی (۱۹۴-۵۲۶ھ/۸۰۹-۶۸۷ء) بلند پایہ ادیب، شاعر، طبیب، مترجم و مصنف تھا اسے تین زبانوں عربی، سریانی، اور یونانی پر عبور حاصل تھا (۵۵۵) ترجمہ نگار، اصطفیٰ ابن باسیل، موسیٰ بن خالد، یحییٰ بن ہارون وغیرہ کا افسر تھا (۵۵۶) اس کی تصانیف و ترجمہ کی ہوئی کتابوں کی تعداد ایک سو تیس (۱۳۰) سے اوپر ہے اس نے قدیم کتابوں کی تلاش و جستجو میں مختلف بلاد کا سفر کیا تھا (۵۵۷) اس کے پاس کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ بختیشیوع نے خلیفہ متوکل کو اس سے برگشتہ کر کے اسے قید کرایا اس کا سارا سامان اور کتب خانہ ضبط کرایا مکان بھی کھدوا پھکوا یا تھا (۵۵۸) چنانچہ اس کا بیان ہے۔

”جتنی کتابیں بھی میری ملکیت میں تھیں ان میں سے ایک کتاب بھی میرے پاس نہیں

رہی تھی (۵۵۹)۔

اس کتب خانہ کی وسعت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے کتب خانہ میں ہمہ وقت دو وراق ازرق (۵۶۰) اور محمد بن الحسن بن دینار احوال کتابیں لکھتے رہتے تھے (۵۶۱)۔

مامون نے اس کو دارالترجمہ کا نگران اعلیٰ بنایا ہوا تھا جو کتاب ترجمہ کر کے پیش کرتا اس کے برابر خزانہ شاہی سے سونا ملتا تھا (۵۶۲) یہ موٹا کاغذ استعمال کرتا بڑے بڑے حروف میں لکھتا اور نقل کرتا بین السطور میں کافی فاصلہ چھوڑتا اور چھڑاتا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ رقم وصول کرے بائیں ہمارے خلیفہ مامون اس کی قدر کرتا اور انعام دیتا تھا (۵۶۳)۔

حنین بنو شاکر کے لئے بھی کتابوں کا ترجمہ کرتا تھا۔ خلیفہ اہل علم سے ناراض ہوتا اور قید

کرتا تو قید میں بھی انہیں علم کی نشر و اشاعت کی پوری آزادی حاصل ہوتی اور لکھنے پڑھنے پر کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی تھی۔

حنین بن اسحاق نے اپنی ایام اسیری سے پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا چنانچہ مورخ عبید اللہ بن جبرائیل بن بختیشیوع "مناقب الاطباء" میں لکھتا ہے:

"حنین سال بھر قید میں رہا مگر اس کے ترجمہ کرنے، شرح لکھنے اور تصنیف و تالیف کرنے کا مشغلہ برابر جاری رہا" (۵۶۳)۔

### (۲) ابو بکر محمد بن زکریا رازی کا کتب خانہ

ابو بکر محمد بن زکریا رازی (۲۵۱-۸۶۵/۳۱۱-۶۹۲۳) امام طب و فلسفہ (۵۶۵) منطقی، مهندس (۵۶۶) ادیب و شاعر، مصنف و استاد (۵۶۷) شفا خانہ رے و بغداد کا نگران اعلیٰ تھا (۵۶۸) اس کی چھوٹی بڑی تالیفات کا ذخیرہ ہی تین سو (۳۰۰) سے زیادہ تھا (۵۶۹)۔ اس کے ایک معاصر کا بیان ہے:

"رازی لپٹی ہوئی اور غیر لپٹی ہوئی کتابوں کو بھی جدا نہیں کرتا تھا، میں جب کبھی اس کے پاس پہنچا اس کو لکھتے ہوئے یا مسودے کو صاف کرتے ہی دیکھا" (۵۷۰)۔

رازی کی تصانیف کی کتابیات بھی مرتب کی گئی تھی (۵۷۱) اس نے طب کا دائرۃ المعارف "الحاوی" کے نام سے لکھا تھا جس کا مسودہ ابن العمید نے اس کی بہن سے گران قیمت میں خرید کر رازی کے تلامذہ سے رے میں مرتب کرایا تھا (۵۷۲)۔

### (۳) ابو کثیر افرائیم بن الحسن بن اسحاق اسرائیلی ابن الزفان کا کتب خانہ

ابو کثیر افرائیم بن الحسن بن اسحاق اسرائیلی المعروف بابن الزفان (۵۰۰-۸۷۸/۰۰-۶۱۰۹۳) مصر کا نامور شاہی طبیب و مصنف تھا۔

بادشاہوں کے علاج معالجہ سے کمائی ہوئی دولت کتابوں کے حاصل کرنے، نقل کرانے میں خرچ کرتا تھا اس معاملہ میں بہت باہمت و فراخ حوصلہ واقع ہوا تھا، ہمیشہ نقل نویس اس کے یہاں کتابیں نقل کرتے رہتے تھے اور یہ ان سب کی کفالت کرتا تھا (۵۷۳)۔ ان میں ایک محمد بن سعید بن جشام حجری المعروف بابن ملاقہ بھی تھا، ابن ابی اصیبعہ نے اس کی نقل کی ہوئی متعدد کتابیں دیکھی ہیں جن پر افرائیم کے دستخط مثبت تھے۔ افرائیم نے مرتے وقت بیس ہزار سے زیادہ جلدات چھوڑی تھیں (۵۷۴)۔

## (۴) موفق الدین بن اسعد ابن مطران کا کتب خانہ

موفق الدین اسعد بن الیاس بن جرجیس مطران دمشق المعروف بابن مطران (۵۸۷-۰۰/۱۱۹۳ء) طبیب بن طبیب، مصنف سلطان صلاح الدین کا شاہی طبیب تھا (۵۷۵) اسے کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا بہت کتابیں نقل کی اور خریدی تھیں اس کے کتب خانے میں طب کی دس ہزار سے زیادہ مجلدات تھیں (۵۷۶)۔

تین نقل نویس ہمہ وقت اس کے کتب خانے میں کتابیں نقل کرتے رہتے تھے جن کی خوراک، پوشاک، تنخواہ کا بار خود برداشت کرتا تھا ان میں جمال الدین المعروف بابن جمالہ بھی تھا یہ صاحب خط اور نہایت اچھا خوشنویس تھا اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں حسن خط، صحت و اعراب کی درستی میں اپنی نظیر آپ تھیں۔

موفق الدین بڑی بڑی کتابوں کا خلاصہ تیار کر کے اپنی آستین میں رکھتا جب وقت ملتا مطالعہ کرتا رہتا تھا اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا تھا اسلئے اس کا کتب خانہ مرنے کے بعد بکا، اس کے خلاصوں کی جب بولی لگی تو ہر جزء ایک درہم کے حساب سے تین ہزار جزء، تین ہزار درہم میں فروخت ہوئے اور زیادہ تر حکیم عمران نے خریدے تھے۔ ابن مطران بڑا کریم النفس تھا اپنے شاگردوں کو کتابیں بخش دیتا تھا (۵۷۷)۔

## (۵) نصر بن محمد بن المنظر کا کتب خانہ

نصر بن محمد بن معرف المعروف بالمنظر (۵۳۳-۰۰/۱۱۴۰ء) کو علوم حکمیہ میں مہارت حاصل تھی، سائنسی علوم سے شغف تھا، خط بہت اچھا تھا طب اور حکمت کی بہت سی کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں۔ مطالعہ کا شوق تھا کتابیں جمع کرتے اور پڑھتے تھے، موصوف کا کتب خانہ اپنی حویلی میں تھا، شیخ سدید الدین منطقی کا بیان ہے:

”منظر کے مکان میں ایک بہت بڑے حصے میں الماریاں کتابوں سے اٹی ہوئی تھیں اس کا بیشتر وقت اس جگہ کتابوں کے پڑھنے لکھنے میں گزرتا تھا“ (۵۷۸)۔

منظر کا کتب خانہ صرف سائنسی علوم کے ساتھ خاص نہ تھا اس میں ہر فن کی ہزاروں کتابیں موجود تھیں۔

ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے ”سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ ہر فن کی ہزاروں کتابوں کے مالک تھے اور کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس کے پیچھے موصوف نے اس فن سے متعلق نادر معلومات پیش نہ کی ہوں میں نے ابو المنظر کی طب و حکمت کی بہت سی کتابیں دیکھیں ہیں

پر ان کا نام لکھا ہوا تھا اور ان کی نفیس معلومات درج تھیں۔ کتاب سے متعلق متفرق فوائد بھی ہوئے تھے، یہ شاعر بھی تھے، نجوم، کیمیا اور طب پر ان کی تصانیف ہیں“ (۵۷۹)۔

اس نوع کے کتب خانے مندرجہ ذیل اطباء کے پاس بھی موجود تھے۔

ثادوس بغدادی خلیفہ معتضد عباسی کے دور (۲۷۹-۲۸۹ھ / ۸۹۲-۹۰۲ء) کا نامور پادری طبیب تھا (۵۸۰)

ابن الواسطی طبیب خلیفہ مستظہر باللہ عباسی المتوفی ۵۱۲ھ / ۱۱۱۸ء (۵۸۱)

مجدالدین ابوالفضل ہبثہ اللہ بن محمد المتوفی ۵۸۳ھ / ۱۱۸۷ء (۵۸۲)

اوحیدالدین عمران بن صدقہ دمشقی (۵۶۱-۶۳۷ھ / ۱۱۶۵-۱۲۳۸ء) (۵۸۳)

ابونصر سعید بن ابی الخیر بن عیسیٰ خضیری نسوری المعروف بابن المسیحی المتوفی

۶۵۸ھ / ۱۲۶۰ء (۵۸۴)

ابوالخیر مسیحی بن ابی البقابن ابراہیم نزیل بغداد المعروف بابن العطاء المتوفی ۶۰۸ھ / ۱۲۱۱ء

(۵۸۵)

اس باب میں انفرادی و عمومی اور فنی و خصوصی کتب خانوں کے بیان و نشاندہی سے انفرادی و عمومی کتب خانوں میں:

۵ (ج) حکام کے	۳ (ب) عمال کے	۱۳ کے
۳ (و) وراقوں کے	۴ (ہ) موچی، رنگریز	۲ کے
۲ (ط) فنکاروں کے	۲ (ح) خازنوں کے	۵ خوشنویسوں کے
۳ (ل) غرباء کے	۵ (ک) دولت مندوں کے	۵ تاجروں کے

## کل.....(۵۲)

### فنی و خصوصی کتب خانوں میں

قراء کے ۴	(الف)
مفسرین کے ۳	(ب)
محدثین و محدث کے ۶۹	(ج)
فقہاء کے ۱۸	(د)
قضاة کے ۱۴	(ه)
متکلمین کے ۶	(و)
صوفیہ کے ۱۳	(ز)
نحویوں کے ۶	(ح)
ائمہ لغت کے ۱۳	(ط)
ادباء کے ۱۴	(ی)
شعراء کے ۸	(ک)
مؤرخین کے ۸	(ل)
ماہرین انساب کے ۳	(م)
فلاسفہ کے ۵	(ن)
مہندسین کے ۶	(س)
اطباء کے ۱۱	(ع)



## کل.....(۲۰۱)

اور ہردو کی مجموعی تعداد ۲۵۳ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ محرکات و عوائل کتب اور عہدِ عباسی میں کتب سازی کی عالمگیر تحریک نے عوام و خواص میں تیزی سے کتب خانہ سازی کے ذوق کو پروان چڑھایا اسلامی علوم و فنون پر علومِ ادواکل کے ارتقاء و ذخائر کی توسیع و اعانت میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ عہدِ عباسی میں فنی و خصوصی کتب خانوں کی کثرت کی بڑی وجہ تھی کہ ہر فن میں ائمہ فن کی کتابیں ہر مہنتی عالم کے پاس ہونا اسکی اہلیت و قابلیت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں فن میں اختصاص (Specialization) حاصل کرنے کا رجحان زیادہ پایا جاتا تھا جو علوم و ذخائر میں تنوع و کثرت، یہی قومی ترقی اور صحت مند معاشرہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

انفرادی کتب خانوں کی کثرت سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ مسلم معاشرہ میں ذہنی بیداری اتنی بڑھ گئی تھی کہ وزراء و اہل ثروت غیر زبانوں سے فنی کتابوں کے ترجمہ، ہم ادواکل کی اشاعت اور ذخیرہ کو عام کرنے کیلئے ماہانہ خطیر رقم صرف کرتے تھے۔ اہل علم کتب نہ سازی و ذخائر میں اضافہ کی خاطر و راقوں کی جماعت لیکر نکلتے جو اسلامی قلمرو کے مختلف کتب خانوں سے حسب ضرورت و مذاق ان کے لئے کتابیں نقل کرتی تھی اسلئے کبھی فنی و خصوصی کتب نہ کے ذخائر کثرت میں و زیروں کے کتب خانوں سے بھی سبقت لے جاتے تھے۔

عہدِ عباسی میں ایک ایک امام فن کی تالیفات پر ساٹھ ساٹھ دینار اور بیس بیس ہزار درہم سے زیادہ رقم خرچ کی جاتی تھی حالانکہ ضروریات زندگی، سواری کا گھوڑا اور کپڑے وغیرہ زیادہ سے زیادہ اٹھارہ بیس درہم میں مل جاتے تھے (۵۸۶) یہ مسلم معاشرہ میں قوت خرید کی مثالیں ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں عوام و خواص میں علمی ذوق اور کتابی ضروریات کی تکمیل کو سب سے زیادہ فوقیت حاصل تھی۔

دورِ عباسی میں انفرادی کتب خانوں کے ذخیرے، عوامی اور شاہی کتب خانوں کے ذخیروں میں اضافہ کا سرچشمہ تھے اور تہذیبی و تمدنی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے عوام کے ذہنوں کو مصفا و مجلّا کرتے، کتابی تہذیب کے ارتقاء میں مدد و معاون تھے اور وہ اپنی خدمات کے اعتبار سے ادارہ جاتی کتب خانے کہے جانے کے مستحق تھے۔ انہی ذخائر سے بڑے بڑے کتب خانے ترتیب پاتے تھے۔

عہد عباسی میں وزیر، عالم و عالم ہر ایک علم و فن کا قدردان اور شیدائی تھا اور اہل  
 غریب، عالم و جاہل علوم و کتب اور کتب خانوں کی نشرو اشاعت میں سرگرم رہتا تھا۔  
 اسلامی تعلیمات اور عہد عباسی میں عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے ہر طبقہ کو عوامی  
 علمی ضروریات کی تکمیل، معاشرہ کی ذہنی رفعت، اور آئندہ نسلوں کی علمی ترقی کی خاطر عوامی  
 خانے قائم کرنے، مدرسے اور کتب خانے بنوانے پر کمر بستہ کیا تھا۔ آئندہ باب میں انہی ادارہ  
 عوامی اور علمی کتب خانوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

## فہرست ماخذ

- الخطیب، ج ۱۴، ص ۱۳۸۔۔۔ یا قوت، ج ۷، ص ۲۷۶۔۔۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۲۴۳  
ابن الندیم، ص ۴۹۷
- یا قوت، ج ۷/۲۷۵۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱/۲۰۵  
ابن الندیم، ص ۳۸۶، ۴۳۸
- الجاحظ، ج ۱/۶۰۔۔۔ عواد، ص ۱۷۷-۱۷۸
- تھامس ارنولڈ، میراث اسلام The Legacy of Islam ترجمہ عبدالمجید  
سالک (لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۰ء) ص ۴۴۸
- الخطیب، ج ۱۴، ص ۱۲۹  
زامبادر، ج ۱، ص ۴۲
- ابن الندیم، ص ۱۶۹، ۲۰۵۔۔۔ یا قوت، ج ۶، ص ۱۱۶-۱۱۷، ۱۹۹ ابن خلکان، ج ۱، ص  
۳۵۶۔۔۔ الکتبی، ج ۲، ص ۲۴۶
- ابن الندیم، ص ۲۰۵۔۔۔ یا قوت، ج ۵، ص ۴۵۹۔۔۔ الکتبی، ج ۲، ص ۲۴۶ علی اکبر  
دیخدا، لغت نامہ (تہران، چاپخانہ دولتی ایران، ۱۳۳۷ء) شماره مسلسل ۷۹، شماره حرف  
۱، ص ۴۹۔۔۔ فواد افراہم البستانی، دائرہ المعارف (بیروت، ب ت ۱۹۵۸ء) ج ۱،  
۲۸۶/۰-۲۸۷۔۔۔ محمد فرید وجدی، دائرہ معارف القرن العشرين ص ۴  
(القاہرہ مطبعۃ دائرہ معارف القرن العشرين، ۱۳۸۶ھ) ج ۷، ص ۱۲۰
- المرزبانی، ص ۲۲۰۔۔۔ ابن الطقطقی، ص ۲۵۷
- الزبیدی، ص ۱۶۶۔۔۔ یا قوت، ج ۲، ص ۱۴۴۔۔۔ القفلی، ج ۱، ۱۴۸/۰۔۔۔ ابن الجوزی، ج ۶،  
ص ۴۷-۴۶
- ابن الندیم، ص ۱۷۷۔۔۔ المرزبانی، ص ۳۶۵۔۔۔ ابن خلکان، ج ۲،  
ص ۵۳-۵۵۔۔۔ الصفدی، ج ۴، ص ۳۲
- السمعانی، ج ۶، ص ۳۵۶۔۔۔ الخطیب، ج ۲، ص ۳۴۲-۳۴۳۔۔۔ ابن الطقطقی،  
ص ۲۴۳-۲۴۴۔۔۔ عواد، ص ۱۷۸-۱۷۹۔۔۔ محمد بن احمد العمیدی، اللابانہ عن سرقات  
المتنبی، تحقیق ابراہیم الدسوقی البساطی، (القاہرہ، دارالمعارف، ۱۹۶۱ء) ص ۲۲۴

- (۱۵) ابن خلکان 'ج ۲' ص ۵۴
- (۱۶) یاقوت 'ج ۶' ص ۸۵، ۸۶۔۔۔ التقطی 'ج ۲' ص ۳۵۱
- (۱۷) ابن ابی اصیبعہ 'ج ۲' ص ۱۷۶-۱۷۷۔۔۔ کرد علی 'امراء البیان' ج ۲' ص ۲۹۱۔  
عواد 'ص ۱۷۸-۱۷۹
- (۱۸) العمیدی 'ص ۲۲۴
- (۱۹) الخطیب 'ج ۱۴' ص ۱۶۷-۱۶۸۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۲' ص ۲۱۸
- (۲۰) ابن حجر 'ج ۱۱' ص ۱۸۲
- (۲۱) الخطیب 'ج ۱۴' ص ۱۸۳
- (۲۲) ابن حجر 'ج ۱۱' ص ۱۸۰
- (۲۳) یاقوت 'ج ۲' ص ۲۷۴
- (۲۴) ابن الندیم 'ص ۱۹۴۔۔۔ ابن الانباری 'ص ۲۲۲۔۔۔ التقطی 'ج ۱' ص ۲۰۱
- (۲۵) ابو نعیم 'ج ۱' ص ۲۱۴
- (۲۶) یاقوت 'ج ۲' ص ۲۷۶۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۲۱۵۔ ابن حجر 'لسان المیزان' ص ۳۱۳، ۳۱۶
- (۲۷) الشطابی 'ج ۳' ص ۱۸۹۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۱' ص ۲۰۲۔۔۔ ابن العماد 'ج ۳' ص ۱۱۴
- (۲۸) یاقوت 'ج ۲' ص ۳۱۵۔۔۔ ابن التقطی 'ج ۱' ص ۲۰۲۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۳۱۵۔۔۔  
خلکان 'ج ۲' ص ۷۹۔۔۔ ابن الاثیر 'ج ۹' ص ۱۱۰۔۔۔ ابو الفداء 'ج ۲' ص ۱۳۰۔۔۔ ابن  
ج ۱' ص ۴۵۱۔۔۔ ابن خلدون 'ج ۴' ص ۹۹۴۔۔۔ ابن الفداء 'ج ۳' ص ۱۱۵
- (۲۹) ابن الجوزی 'ج ۷' ص ۱۸۰
- (۳۰) بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معجم الادباء کے مطبوعہ نسخہ (ج ۵' ص ۱۵۰) میں تصحیف ہے۔ اسلئے کہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (ج ۱' ص ۱۲۹) میں مائتہ و سبعة عشر الف مجلد (ایک لاکھ سترہ ہزار مجلدات) کے الفاظ نقل کئے ہیں کی روشنی میں یہ کتاب بجا ہے کہ یہاں مائتہ الف تھا جو تصحیف ہو کر مائتین رہ گیا ہے۔ اس دو ہزار ہزار دو سو مجلدات کوئی قابل ذکر تعداد نہیں تھی۔ اس زمانہ میں عظیم الشان کتب خانوں کے تعداد لاکھوں سے متجاوز رہی ہے۔ اس سے بھی ہمارے مذکورہ بالا خیال کی مزید تائید ہوتی ہے۔
- یاقوت 'ج ۵' ص ۱۵۰ (۳۱)
- الشطابی 'ج ۳' ص ۲۵۱۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۷' ص ۱۸۰۔۔۔ یاقوت 'ج ۲' ص ۲۱۴ (۳۲)

ابن کثیر ج ۱۱ ص ۳۱۵

یاقوت ج ۲ ص ۳۱۲

ایضاً ج ۳ ص ۱۴

ابن فارس 'الصاحبی' تحقیق احمد مقرر (القاهرة عیسیٰ البابی الحلبي ۱۹۷۷ء) ص ۳

یاقوت ج ۲ ص ۳۱۵

(۳۷) Muhammad Nazim. Life and Time of Sultan Mahmud of Chazna. London, Cambridge, 1931, p.

الشعابی ج ۳ ص ۲۵۳

محمد بن الحسین الملقب ظہیر الدین الرذوذی 'ذیل کتاب تجارت الامم (مصر، مطبعة

شركة التمدن الصناعية ۱۳۳۲ھ) ج ۳ ص ۳۶۲

الشعابی ج ۳ ص ۱۵۲-۱۵۵- الصفدی ج ۲ ص ۳۸۱-۳۸۲ -- ابن خلکان ج ۲ ص

ص ۵۷ -- الذہبی ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۸ -- ابن العماء ج ۳ ص ۳۱

ابن خلکان ج ۲ ص ۳۳۳ -- البستانی ج ۳ ص ۲۸۱

ابن خلکان ۵۷/۵۷ ص -- حسن ابراہیم حسن ص ۲۳۲

ابن کثیر ج ۱۲ ص ۱۸۸-۱۸۹

حسن ابراہیم حسن ص ۲۳۱

ابن ابی اصیبعہ ج ۳ ص ۱۷۵

الذہبی ج ۳ ص ۳۵

ابن الاثیر ج ۱۰ ص ۵۸۹-۵۹۰ -- ابن کثیر ج ۱۲ ص ۱۸۹

الذہبی ج ۵ ص ۱۷۵ -- ابن العماد ج ۵ ص ۲۱۸

الصفدی ج ۷ ص ۵۷

ابن خلکان ج ۱ ص ۲۸۶

العبادی ابن سعید الاندلسی 'حیاتیہ و تراثہ الفکری والادبی' ص ۱۵۰

المقریزی 'کتاب السلوک' ج ۱ ق ۱ ص ۲۳۲

ابن ابی اصیبعہ ج ۳ ص ۳۸۳ -- البستانی ج ۳ ص ۲۱۳

ایضاً ص ۳۸۶-۳۸۷

یاقوت ج ۳ ص ۳۸۳

- (۵۶) التقفلی، ج ۳، ص ۱۳ (مقدمہ محمد ابوالفضل)
- (۵۷) یاقوت، ج ۵، ص ۴۸۳۔۔ البیاض، ج ۴، ص ۴۲۱
- (۵۸) التقفلی، ج ۱، ص ۱۳ (مقدمہ محمد ابوالفضل)
- (۵۹) ابن الفوطی، ص ۲۳۸۔۔ البیاض، ج ۴، ص ۴۲۵۔۔ لکتبی، ج ۲، ص ۱۹۱
- (۶۰) البیاض، ج ۴، ص ۴۲۶۔۔ التقفلی، ج ۱، ص ۲۰ (مقدمہ محمد ابوالفضل)
- (۶۱) ابن الطقطقی، ص ۳۳۷۔۔ الصفدی، ج ۱، ص ۱۸۴۔۔ ابن الفوطی، ص ۱۵۷
- (۶۲) ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۱۷۲۔۔ ابن الفوطی، ص ۲۰۹۔۔ مصطفیٰ جواد، ص ۲۵۵
- (۶۳) ابن الطقطقی، ص ۳۳۷
- (۶۴) مصطفیٰ جواد، ص ۲۵۵
- (۶۵) ابن الاثیر، ج ۶، ص ۱۰۸، ۱۲۱، ۱۴۱۔۔ ابن تغری بردی، ج ۲، ص ۸۷۔۔ محمد بن یوسف الکندی، کتاب الولاة و القضاة تحقیق رفق گت (بیروت، مطبعة الایسوعیین، ۱۹۰۸ء) ص ۱۳۶
- (۶۶) الشعالی، شمار القلوب فی المضاف والمنسوب، ص ۱۶۲ (لہ) لطائف المعارف، ص ۷۷
- بصرہ میں مرید سحر طراز خطیبوں اور نامور شاعروں کے جوہر دکھانے اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی جگہ تھی (یا قوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۹۸) اس زمانہ میں کتب خانہ بھی اہل علم کے جوہر دکھانے اور بازی لے جانے کی جگہ تھی اسلئے اسے مرید کہتا ہے۔
- (۶۷) الجاحظ، ج ۱، ص ۶۱ و ۶۲
- (۶۸) ابن الندیم، ص ۴۲۱۔۔ صفا، ج ۱، ص ۸۹
- (۶۹) ایضاً، ص ۳۴۲
- (۷۰) الصولی، ص ۲۱۱۔۔ عواد، ص ۲۲۰
- (۷۱) عواد، ص ۱۸۷۔۔ ۱۸۸
- (۷۲) یاقوت، ج ۳، ص ۲۱۵۔۔ ابوشامہ، ص ۷۹۔۔ ابن کثیر، ج ۳، ص ۶۲-۶۳
- (۷۳) ایضاً، ص ۲۱۷
- (۷۴) ایضاً، ج ۳، ص ۶۱۶۔۔ عواد، ص ۲۶۶
- (۷۵) ایضاً
- (۷۶) المنذری، التکملة، ج ۳، ص ۲۱۶-۲۶۲۔۔ ابن السامی، ص ۶۷۱



- (۷۷) یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۳۲۷-۳۲۸- ابن رجب، ج ۲، ص ۴۸- ابن العماد، ج ۵، ص ۱۷
- (۷۸) ایضاً ص ۲۳۸- عواد، ص ۲۶۱
- (۷۹) الفارسی، ورق ۸
- (۸۰) رشید الدین و طواط، ص ۳۵ و ۳۶ (مقدمہ نفیسی)
- (۸۱) ابن الندیم، ص ۱۹۳- الخطیب، ج ۱۰، ص ۴۵۶- مصطفیٰ جوادی الضائع من معجم الادباء (مجلة الجمع العلمي العراقي) ج ۶ (۱۳۷۸ھ) ص ۱۵۵- عواد، ص ۲۲۵
- (۸۲) عریب بن سعد القرطبی، صلہ تاریخ الطبری (لیدن، مطبعة بریل، ۱۸۹۷ع) ص ۱۸۱- مز، ج ۱، ص ۱۴۶
- (۸۳) السمطانی، ج ۸، ص ۱۷۰
- (۸۴) الذہبی، ج ۴، ص ۱۲۵۲
- (۸۵) السمطانی، ج ۵، ص ۳۸۶- الخطیب، ج ۳، ص ۳۱۰-۳۱۱- ابن الندیم، ص ۸۲۵
- (۸۶) الذہبی، ج ۳، ص ۸۲۸
- (۸۷) ابن تغری بردی، ج ۴، ص ۱۶۶
- (۸۸) الذہبی، ج ۳، ص ۱۱۹۱-۱۱۹۳
- (۸۹) ایضاً ج ۵، ص ۱۲۴۴ (لہ) دول الاسلام، ج ۲، ص ۱۱۳ (لہ) العبر، ج ۳، ص ۲۶۵-۲۶۶
- (۹۰) ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۵۳- ابن الجوزی، ج ۹، ص ۱۰۱- یاقوت، ج ۶، ص ۳۳۶
- (۹۱) الذہبی، ج ۴، ص ۱۲۲۴- یاقوت، ج ۶، ص ۳۳۶-۳۳۷- ابن الجوزی، ج ۹، ص ۱۰۱- الصفدی، ج ۲، ص ۸۹-۹۰- البستانی، ج ۲، ص ۴۸۵
- (۹۲) الخطیب، ج ۲، ص ۲۵۰- عواد، ص ۲۳۲
- (۹۳) الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۳۴
- (۹۴) ایضاً ج ۱، ص ۲۲۱ (لہ) العبر، ج ۱، ص ۲۴۲- ابن حجر، ج ۴، ص ۳۵۱
- (۹۵) محمود حسن التوکی، معجم المصنفین (بیروت، مطبعة دوز تکو غراف طبارہ، ۱۳۴۴ھ) ج ۳، ص ۶۵- ابن عذاری، ج ۱، ص ۶۲- ۱۶۳
- (۹۶) السمطانی، ج ۶، ص ۴۱۰-۴۱۱
- (۹۷) یاقوت، ج ۶، ص ۲۱۰- البیاض، ص ۴، ص ۴۶۷-۴۶۸

- (۹۸) ابن الجوزی 'ج ۱۰' ص ۳۲
- (۹۹) یاقوت 'ج ۶' ص ۲۲ -- البلیاخ 'ج ۴' ص ۴۷۰
- (۱۰۰) القفطی 'ج ۲' ص ۱۷۵-۱۷۶ -- الخطیب 'ج ۱۱' ص ۵۷-۵۸ -- ابن الجوزی 'ج ۲' ص ۲۷۳-۲۷۴ -- محمد بن الجزی 'ج ۱' ص ۳۸۵ -- السیوطی 'ج ۲' ص ۹۵
- (۱۰۱) ابن حجر 'لسان المیزان' 'ج ۱' ص ۳۸۶
- (۱۰۲) المقرئ 'فتح الطیب' (مصر مطبعة الازهریہ المصریہ ۱۳۰۲ھ) ج ۱ ص ۳۹۰-۳۹۶
- (۱۰۳) ابن الندیم 'ص ۲۰۱ -- ابن خلکان 'ج ۱' ص ۶۵ -- ابن کثیر 'ج ۱۰' ص ۳۱۲ -- الذہبی 'ج ۱' ص ۲۲۰ -- ابن عساکر 'ج ۲' ص ۴۱۶-۴۱۷ -- الخطیب 'ج ۲' ص ۲۳۸ -- یاقوت 'ج ۲' ص ۱۹۸-۱۹۹ -- القفطی 'ج ۱' ص ۲۱۵
- (۱۰۴) القفطی 'ج ۱' ص ۲۱۶ -- ابن خلکان 'ج ۱' ص ۶۶
- (۱۰۵) الخطیب 'ج ۶' ص ۳۲۰-۳۲۱ -- ابن عساکر 'ج ۲' ص ۴۱۷ -- یاقوت 'ج ۱' ص ۱۹۸-۱۹۹ -- القفطی 'ج ۱' ص ۳۱۷ -- عواد 'ج ۱' ص ۱۹۵-۱۹۶
- (۱۰۶) ابن الندیم 'ص ۲۱۵ -- ابن الانباری 'ص ۱۸۸ -- ابن خلکان 'ج ۱' ص ۵۰۸
- (۱۰۷) الخطیب 'ج ۲' ص ۴۲۷ -- ابن الانباری 'ص ۱۸۸ -- السمعانی 'ورق' ص ۱۳۶ -- القفطی 'ص ۲۳۵ -- الصفدی 'ج ۵' ص ۱۹۰
- (۱۰۸) الخطیب 'ج ۳' ص ۴۳۱ -- القفطی 'ج ۳' ص ۲۳۲ -- الصفدی 'ص ۱۹۳ -- عبد اللہ الیافعی 'مرآة الجنان عبرة الیقظان (حیدرآباد الدکن مطبعة دار المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ) ج ۲' ص ۳۲۲-۳۲۵
- (۱۰۹) الخطیب 'ج ۳' ص ۴۳۲ -- القفطی 'ج ۳' ص ۲۳۵ -- ابن الانباری 'ص ۱۸۸ -- ابن الجوزی 'ج ۶' ص ۳۵۹ -- السمعانی 'ص ۳۵۷ -- ابن حجر 'لسان المیزان' 'ج ۵' ص ۴۲۸
- (۱۱۰) الخطیب 'ج ۳' ص ۴۳۲ -- القفطی 'ج ۳' ص ۲۳۶ -- یاقوت 'ج ۱' ص ۱۳۶ -- ابن خلکان 'ج ۱' ص ۵۱۰ -- الصفدی 'ج ۵' ص ۹۲
- (۱۱۱) الصولی 'ج ۲' ص ۲۱۱
- (۱۱۲) ایضاً 'ص ۳۹-۴۰ -- عواد 'ص ۲۱۹-۲۲۰
- (۱۱۳) ابن الندیم 'ص ۲۱۵
- (۱۱۴) الخطیب 'ج ۵' ص ۸۲ -- ابن الجوزی 'ج ۷' ص ۱۶۵ -- الصفدی

- ص ۸۰۔۔ ابن تغری بردی 'ج ۴' ص ۳۸۱۔۔ عواد' ص ۳۲۳
- (۱۱۵) الذہبی 'ج ۳' ص ۳۲۵
- (۱۱۶) السمعی 'ورق ۳۴۳۔۔ یاقوت' مبجم البلدان 'ج ۳' ص ۳۷۹
- (۱۱۷) الذہبی 'ج ۳' ص ۳۲۵
- (۱۱۸) الفارسی 'ورق ۱۶۷۔۔ السمعی' ج ۲' ص ۸۸۔۔ ابن الاثیر 'اللباب' ج ۱' ص ۲۲۵
- (۱۱۹) سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ق' ص ۱۹۲۔۔ الیافعی 'ج ۳' ص ۲۷۴-۲۷۵ الذہبی 'العبر'  
ج ۴' ص ۱۱۲
- (۱۲۰) ابن الجوزی 'ج ۱۰' ص ۱۲۱۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۲۲۱-۲۲۲۔۔ عواد' ص ۲۲۸
- (۱۲۱) الذہبی 'ج ۴' ص ۱۳۸۳-۱۳۸۴ (لہ) العبر 'ج ۵' ص ۳۸۔۔ ابن رجب 'ج ۲'  
ص ۷۹۔۔ ابن العماد 'ج ۵' ص ۴۶-۴۷
- (۱۲۲) ابو شامہ 'ص ۸۸
- (۱۲۳) المنذری 'ج ۴' ص ۱۳۷۔۔ الذہبی 'ج ۴' ص ۱۳۸۳۔۔ ابن رجب 'ج ۲'  
ص ۷۹۔۔ صدیق حسن القنوجی 'التاج المکمل من جواهر الطراز الاخر والاول تحقیق  
عبد حکیم شرف الدین (بمبئی شرف الدین الکتبی '۱۳۸۳ھ) ص ۲۲۳-۲۲۴
- (۱۲۴) الخطیب 'ج ۶' ص ۲۸۔۔ ابن الندیم 'ص ۳۲۳۔۔ السمعی' ج ۴'  
ص ۱۱۲۔۔ القفلی 'ج ۱' ص ۱۵۵۔۔ یاقوت 'ج ۱' ص ۳۷
- (۱۲۵) السمعی 'ج ۱۲' ص ۱۱۲
- (۱۲۶) الخطیب 'ج ۱' ص ۳۲-۳۳۔۔ ابن ابی یعلیٰ 'ج ۱' ص ۸۸۔۔  
العلیمی 'ج ۱' ص ۱۹۸۔۔ یاقوت 'ج ۱' ص ۴۰۔۔ القفلی 'ج ۱'  
ص ۱۵۷-۱۵۸۔۔ الطونکی 'ج ۳' ص ۷۷۔۔ عواد' ص ۲۰۸-۲۰۹۔۔ ابراہیم الحربی'  
کتاب المناکب واماکن طرق الحج ومعالم الجزیرہ تحقیق احمد الجاسر (الریاض' دار الیمامہ  
للبحث والترجمہ والنشر' ۱۳۸۹ھ) ص ۱۶۷-۱۶۸ (مقدمتہ الحق)۔
- (۱۲۷) الخطیب 'ج ۶' ص ۳۲-۳۳
- (۱۲۸) ایضاً 'ج ۶' ص ۳۲۔۔ القفلی 'ج ۱' ص ۱۵۶-۱۵۷
- (۱۲۹) حاجی خلیفہ 'ج ۱' ص ۲۹۱-۲۹۲۔۔ کرمانی 'نسائم الاسفار' ص ۷۹
- (۱۳۰) ابن الجوزی 'ج ۵' ص ۸۳
- (۱۳۱) الخطیب 'ج ۱۳' ص ۳۳۔۔ ابن الجوزی 'ج ۲' ص ۳۵۶۔۔ ابن تغری بردی'

- ج ۳ ص ۳۹۴ -- ابن کثیر ج ۱۱ ص ۲۱۸
- (۱۳۲) الفارسی، منتخب السياق، ورق ۱۳
- (۱۳۳) ابن الندیم، ص ۶۰
- (۱۳۴) ایضاً، ص ۶۱-۶۲
- (۱۳۵) شبلی، ج ۶، ص ۱۶۳-۱۶۴
- (۱۳۶) ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۲۷ -- البیاض، ج ۴، ص ۳۳۵-۳۳۶
- (۱۳۷) علی بن ابی بکر المہروی، کتاب الاشارات الی معرفتہ الزیارات، تحقیق جانین سورویل، طومین، (دمشق، المعهد القرسی، ۱۹۵۳ع) ص ۱۰۰
- (۱۳۸) ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۳۳ -- الذہبی، ج ۴، ص ۱۲۱۳ -- الصفدی، ج ۳، ص ۲۶۷ -- ابن رجب، ج ۲، ص ۱۸۲
- (۱۳۹) الحسن السیرانی، اخبار النحویین البصریین، تحقیق طہ محمد الزینی، محمد عبد المنعم، ص ۷۶ -- الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۶، ص ۳۲۳ (لہ) معرفتہ القراء، ج ۱، ص ۳۸۶ -- القفطی، ج ۴، ص ۲۷ -- یاقوت، ج ۴، ص
- (۱۴۰) الجاظ، ج ۱، ص ۳۲۱ -- ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۸۶ -- یاقوت، ج ۴، ص ۶۱۷ -- الذہبی، تاریخ الاسلام، ج ۶، ص ۳۲۳ (لہ) العبر، ج ۱، ص ۲۲۳ (لہ) معرفتہ القراء، ج ۱، ص ۸۶ -- ابن الجزری، ج ۱، ص ۲۹۰ -- القفطی، ج ۴، ص ۱۲۷ -- وکیل احمد سکندر پوری، اخبار نجات (دہلی، مطبع مجتہائی، ۱۲۱۴ھ) ص ۲۵ -- البستانی، ج ۴، ص ۴۸۰-۴۸۲ -- دوحدا، ج ۳، ص ۱۸۷ (ابوسعبد-اثبات) آریانا دائرۃ المعارف (کابل، مطبعۃ عمومی کابل، ۱۳۳۲ھ) ج ۱، ص ۲۶-۲۷
- (۱۴۱) الذہبی، معرفتہ القراء، ج ۱، ص ۲۴۰ -- ابن الجزری، ج ۲، ص ۱۲۱ الخطیب، ج ۲، ص ۲۰۱ -- السبکی، ج ۳، ص ۱۳۵
- (۱۴۲) ابن الندیم، ص ۵۰
- (۱۴۳) ابن الجوزی، ج ۱۰، ص ۲۴۸ -- یاقوت، ج ۳، ص ۲۶-۲۷ -- ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۲۸۶ -- الذہبی، ج ۴، ص ۱۳۲۴-۱۳۲۵ (لہ) العبر، ج ۴، ص ۳۰۶ (لہ) معرفتہ القراء، ج ۴، ص ۱۳۲۴-۱۳۲۵ (لہ) العبر، ج ۴، ص ۳۰۶ (لہ) معرفتہ القراء، ج ۲، ص ۴۳۴-۴۳۵ -- ابن الجزری، ج ۱، ص ۲۰۴ -- السیوطی، ج ۱، ص ۲۹۴
- (۱۴۴) الذہبی، ج ۳، ص ۱۳۲۵-۱۳۳۶ (لہ) معرفتہ القراء، ج ۲، ص ۴۳۶ (لہ) العبر، ج ۴، ص

- ص ۶۰۷۔۔۔ الجزری 'ج ۱' ص ۲۰۴۔۔۔ یاقوت 'ج ۳' ص ۳۲
- (۱۳۵) ایضاً 'ج ۲' ص ۴۳۵۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۱' ص ۲۳۸ (لہ) مناقب الامام احمد بن حنبل 'ص ۵۳۲۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۲۸۶
- (۱۳۶) یاقوت 'ج ۲' ص ۲۲۲-۲۲۳۔۔۔ القفلی 'ج ۲' ص ۱۲۔۔۔ ابن الاثیر 'ج ۱۲' ص ۳۱۵۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۱' ص ۱۹۷۔۔۔ القرشی 'ج ۱' ص ۲۴۶۔۔۔ ابوشامہ 'ص ۹۵۔۔۔ الذہبی 'العبر' ج ۵' ص ۴۴-۴۵ ابن الجوزی 'ج ۱' ص ۲۹۷۔۔۔ السیوطی 'بغیة الوعاه' ج ۱' ص ۵۷۰۔۔۔ ابن العماد 'ج ۱' ص ۵۲۔۔۔ النعمی 'ج ۱' ص ۴۸۳
- (۱۳۷) الذہبی 'معرفتہ القراء' ج ۲' ص ۴۶۸۔۔۔ ابن تغری بردی 'ج ۱' ص ۲۱۷۔۔۔ السیوطی 'ج ۱' ص ۵۷۰۔۔۔ ابوشامہ 'ص ۹۶
- (۱۳۸) ابوشامہ 'ص ۹۵
- (۱۳۹) یاقوت 'ج ۲' ص ۲۲۳۔۔۔ القفلی 'ج ۲' ص ۱۱۔۔۔ السیوطی 'ج ۱' ص ۵۷۱
- (۱۵۰) ابن کثیر 'ج ۱۳' ص ۷۲۔۔۔ الذہبی 'معرفتہ القراء' ج ۲' ص ۲۳۸۔۔۔ ابوشامہ 'ص ۹۸۔۔۔ النعمی 'ج ۱' ص ۴۸۵
- (۱۵۱) ابوشامہ 'ص ۹۸۔۔۔ النعمی 'ج ۱' ص ۴۸۴
- (۱۵۲) السیوطی 'الاتقان' ج ۲' ص ۱۸۰
- (۱۵۳) الخطیب 'ج ۳' ص ۱۸۲۔۔۔ السمطانی 'ج ۱' ص ۲۵۴۔۔۔ ابن ابی یعلیٰ 'ج ۲' ص ۶۹۔۔۔ ابن الانباری 'ص ۱۸۱۔۔۔ القفلی 'ج ۳' ص ۲۰۲
- (۱۵۴) القفلی 'ج ۳' ص ۲۰۳۔۔۔ یاقوت 'ج ۷' ص ۷۳۔۔۔ ابن الجزری 'ج ۲' ص ۲۳۱
- (۱۵۵) الخطیب 'ج ۲' ص ۱۸۲۔۔۔ ابن الانباری 'ص ۱۸۷۔۔۔ ابن ابی یعلیٰ 'ج ۲' ص ۷۰۔۔۔ یاقوت 'ج ۷' ص ۷۳۔۔۔ القفلی 'ج ۳' ص ۲۰۲
- (۱۵۶) القرشی 'ج ۱' ص ۳۱۶۔۔۔ السبکی 'ج ۵' ص ۱۲۲۔۔۔ الایسیوطی (السیوطی) طبقات المفسرین (طهران محمد حسین اسدی ۱۹۶۶ء) ص ۱۹۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۹' ص ۹۰
- (۱۵۷) ابن الجوزی 'ج ۹' ص ۹۰۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۱۵۰۔۔۔ السبکی 'ج ۲' ص ۱۲۲
- (۱۵۸) السبکی 'ج ۵' ص ۱۲۱-۱۲۲۔۔۔ ابن حجر 'لسان المیزان' ج ۴' ص ۱۱-۱۲
- (۱۵۹) ابن تغری بردی 'ج ۵' ص ۱۵۶۔۔۔ عواد 'ص ۱۵۲۔۔۔ عماد عبد السلام' ص ۴۲
- (۱۶۰) السبکی 'ج ۵' ص ۱۲۱-۱۲۲۔۔۔ ابن حجر 'لسان المیزان' ج ۱' ص ۱۱-۱۲
- (۱۶۱) عواد 'ص ۲۴۱

- (۱۶۲) القفلی، ج ۲، ص ۲۲۳۔۔۔ السیوطی، ج ۲، ص ۱۲۵ (لہ) طبقات المفسرین، ص ۲۳۔۔۔ الدبجی، ص ۱۵۲۔۔۔ جمال الدین عبدالرحیم الاسنوی، طبقات الشافعیہ تحقیق عبداللہ الجبوری (بغداد مطبعة الارشاد، ۱۳۹۱ھ) ج ۲، ص ۵۳۹۔۔۔ ابن الجزری، ج ۱، ص ۵۲۳۔۔۔ الذہبی، العبر، ج ۳، ص ۲۶۷
- (۱۶۳) الدبجی، ص ۱۵۳۔۔۔ یاقوت، ج ۵، ص ۹۷۔۔۔ السبکی، ج ۵، ص ۲۲۰
- (۱۶۴) الفارسی، ورق ۶۷
- (۱۶۵) ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۱۲۔۔۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۳۳
- (۱۶۶) الدبجی، ص ۱۵۳
- (۱۶۷) الذہبی، ج ۱، ص ۳۲۹
- (۱۶۸) عیاض، الالماع، ص ۱۳۵
- (۱۶۹) ابن الصلاح، مقدمتہ ابن الصلاح وشرح التفیید والایضاح (حلب، المطبعة العلمیة، ۱۳۵۰ھ) ص ۱۸۲-۱۸۵۔۔۔ ابن حجر، نزہة النظر فی توضیح نخبہ الفکر بتحشیة محمد عبداللہ التوکلی (کائفور، المطبع القیومی، ۱۳۴۰ھ) ص ۲۵
- (۱۷۰) لسان الدین بن الخطیب، الاحاطہ فی اخبار غرناطہ ج ۱، ص ۲۱۵
- (۱۷۱) عیاض، الالماع، ص ۱۳۵
- (۱۷۲) الذہبی، ج ۱، ص ۲۰۵
- (۱۷۳) ابن الجوزی نقد العلم والعلماء او تلبیس ابلیس ط: ۲۔ (القاهرة، اداره الطباعة المنیریہ ب ت) ص ۱۱۳
- (۱۷۴) البستی، ص ۱۶۹-۱۷۰۔۔۔ ابن الندیم، ص ۳۱۵۔۔۔ الخطیب، ج ۹، ص ۱۵۲۔۔۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۲۱۰۔۔۔ ابن حجر، ج ۳، ص ۱۱۴
- (۱۷۵) الخطیب، ج ۹، ص ۱۶۱
- (۱۷۶) ابن قتیبہ، ص ۲۱۹۔۔۔ ابن الندیم، ص ۶۱، ۳۱۵۔۔۔ عرشی، الامام الثوری وکتاہ فی التفسیر، ص ۱۸۰-۱۸۱۔۔۔ عواد، ص ۱۹۱-۱۹۲
- (۱۷۷) ابو نعیم، ج ۱، ص ۸۵
- (۱۷۸) الذہبی، ج ۱، ص ۳۲۱ (لہ) میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۵۸۸
- (۱۷۹) ابن حجر، ج ۳، ص ۳
- (۱۸۰) الخطیب، ج ۸، ص ۴۰۱۔۔۔ الذہبی، ج ۱، ص ۳۵۰۔۔۔ ابن حجر، ج ۳، ص ۳



- ص ۲۹۲-۲۹۳
- ایضاً ص ۲۰۴ (۱۸۱)
- ایضاً ج ۸ ص ۲۸۲۔۔۔ الذہبی ج ۱ ص ۲۳۷۔۔۔ ابن حجر ج ۳ ص ۳۲۳۔۔۔ محمد جعفر الکتانی، الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة تحقیق محمد المنتصر الکتانی ط: ۳ (دمشق: مطبعة دار الفکر، ۱۳۸۳ھ) ص ۵۶، ۶۳، ۶۳، ۱۶۳
- الخطیب ج ۱۴ ص ۱۸۳ (۱۸۳)
- ایضاً ج ۱۰ ص ۳۲۷ ابن ابی حاتم، تقدمته کتاب الجرح والتعديل (حیدرآباد الدکن الہند: مطبعة مجلس دائرہ العثمانیہ، ۱۳۷۱ھ) ص ۳۳۷ (۱۸۴)
- ایضاً ص ۳۳۰-۳۳۱۔۔۔ ابن حجر ج ۷ ص ۳۳ (۱۸۵)
- ابن حجر ج ۷ ص ۳۳-۳۳۱۔۔۔ ابن ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۲۰۱ (۱۸۶)
- الخطیب ج ۱۱ ص ۲۵۸۔۔۔ الشیرازی ص ۱۰۳-۱۰۴۔۔۔ السبکی ج ۲ ص ۲۵ (۱۸۷)
- ۔۔۔ النووی ج ۱ ص ۳۵۰۔۔۔ ابن الندیم ص ۳۲۲۔۔۔ ابن ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۱۶۸ صابن حجر ج ۷ ص ۳۵۲
- الذہبی ج ۲ ص ۲۲۸۔۔۔ الخطیب ج ۱۱ ص ۲۵۸-۲۵۹ (۱۸۸)
- الخطیب ج ۱۱ ص ۲۶۲۔۔۔ ابن حجر ج ۷ ص ۳۵۲ (۱۸۹)
- الحاکم، معروفہ علوم الحدیث (القاهرہ: مطبعة دارالکتب المصریہ، ۱۹۳۷ء) ص ۷۱-۷۲۔۔۔ النووی ج ۱ ص ۳۵۰۔۔۔ الذہبی ج ۲ ص ۲۲۹ الخطیب ج ۱۱ ص ۲۵۸۔۔۔ ابن ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۱۶۸۔۔۔ ابن حجر ج ۷ ص ۳۵۷ (۱۹۱)
- ابن الندیم ص ۳۲۱-۳۲۲۔۔۔ الذہبی ج ۲ ص ۵۵۵ (لہ) العبر ج ۲ ص ۱۲ (۱۹۲)
- الخطیب ج ۲ ص ۷۔۔۔ الذہبی ج ۲ ص ۵۵۵۔۔۔ السبکی ج ۱ ص ۲۱۶ (۱۹۳)
- ایضاً ج ۲ ص ۸ و ۱۴ (۱۹۳)
- ایضاً ص ۷۔۔۔ ابن ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۲۷۶ (۱۹۴)
- الخطیب ج ۲ ص ۹ (۱۹۵)
- الذہبی ج ۲ ص ۵۵۵ (۱۹۶)
- اردو دائرہ معارف اسلامیت ج ۴ ص ۱۲۳ (۱۹۷)
- الخطیب ج ۲ ص ۱۱ (۱۹۸)
- الذہبی ج ۲ ص ۶۳۳۔۔۔ ابن العماد ج ۲ ص ۲۱۶ (۱۹۹)

- (۲۰۰) ایضاً ص ۵۷۸ (لہ) العبر ج ۲ ص ۱۷
- (۲۰۱) حمزة السهمی 'تاریخ جرجان' (حیدرآباد الدکن) مطبعتہ دائرہ المعارف العثمانیہ
- (۲۰۲) (۱۳۶۹ھ) ص ۳۳۷۔۔ السمعی ورق ۲۵۶ ب۔۔ ابن الاثیر 'اللباب' ج ۳ ص ۳۳۳  
السمعی ورق ۲۵۶۔۔ السیوطی 'حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاهرہ' (مصر) عیسیٰ بن  
الجلبی '۱۳۸۷ھ ج ۱ ص ۳۲۸
- (۲۰۳) الصفدی ج ۷ ص ۱۸۶
- (۲۰۴) ابن حجر ج ۹ ص ۵۱۶
- (۲۰۵) الخطیب ج ۶ ص ۳۵۱
- (۲۰۶) السمعی ج ۶ ص ۳۵۱
- (۲۰۷) الخطیب ج ۳ ص ۴۱۷۔۔ ابن حجر ج ۹ ص ۵۱۲-۵۱۳
- (۲۰۸) ایضاً ج ۲ ص ۴۱۹۔۔ ایضاً
- (۲۰۹) الذہبی ج ۲ ص ۵۳۱
- (۲۱۰) الخطیب ج ۱۳ ص ۱۰۳۔۔ ابن الجوزی ج ۵ ص ۳۲۔۔ ابن کثیر ج  
ص ۳۳۔۔ ابن حجر ج ۱۰ ص ۱۲۷
- (۲۱۱) الخطیب ج ۱۴ ص ۱۷۷۔۔ الذہبی 'العبر' ج ۱ ص ۴۱۵۔۔ ابن حجر ج ۱۱ ص  
الذہبی ج ۲ ص ۴۳۰ (لہ) العبر ج ۱ ص ۲۱۵۔۔ ابن رجب شرح علل الترمذی  
سبحی قاسم العمید بغداد مطبعتہ العالی ۱۳۹۶ ص ۱۸۸
- (۲۱۳) الخطیب ج ۱۴ ص ۱۸۳۔۔ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۱۵۔۔ ابن ابی یعلیٰ  
ص ۱۸۳۔۔ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۱۵۔۔ ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۲۰۵۔۔ ابن حجر  
ص ۲۸۲
- (۲۱۴) الخطیب ج ۵ ص ۱۸۔۔ ابن الجوزی ج ۶ ص ۳۳۷۔۔ ابن کثیر ج ۱۱  
۲۰۹۔۔ الذہبی ج ۳ ص ۸۳۹-۸۴۰ (لہ) العبر ج ۳ ص ۲۳۰ (لہ) میزان الاعتدال  
ج ۱ ص ۱۳۷۔۔ ابن حجر 'لسان المیزان' ج ۱ ص ۲۶۴۔۔ ابن العماد  
ص ۳۳۲۔۔ عواد ص ۲۱۷۔۔ الیافعی ج ۲ ص ۳۱۱
- (۲۱۵) ابن عساکر ج ۲ ص ۹۶-۹۷۔۔ الذہبی ج ۳ ص ۱۰۰۹-۱۰۱۰ الصفدی ج ۸ ص ۸۹
- (۲۱۶) ابن عساکر ج ۶ ص ۲۳۰ و ۲۳۲۔۔ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۱۵
- (۲۱۷) ابن عساکر ج ۶ ص ۲۳۰ و ۲۳۲۔۔ ابن الذہبی ج ۳ ص ۹۱۲۔۔ یاقوت



- ۲۲۰۔۔ ابن العماد، ج ۳، ص ۱۱۰
- (۲۳۶) الخطیب، ج ۳، ص ۱۲۲۔۔ ابن الجوزی، ج ۷، ص ۱۷۷۔۔ الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۱۵۔۔ ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۳۱۳۔۔ الصفدی، ج ۳، ص ۱۹۶۔۔ ابن تغری بردی، ج ۱، ص ۱۶۸
- (۲۳۷) ابن کثیر، ج ۷، ص ۲۷۱
- (۲۳۸) الذہبی، ج ۳، ص ۷۸۹-۷۹۰ (لہ) العبر، ج ۲، ص ۱۶۳۔۔ ابن العماد، ج ۱، ص ۱۶۹-۱۷۰
- (۲۳۹) السمعانی، ج ۱، ص ۱۶۹-۱۷۰
- (۲۴۰) الذہبی، العبر، ج ۳، ص ۲۲۶
- (۲۴۱) الفارسی، ورق ۳۳ ب
- (۲۴۲) ابراہیم بن علی ابن فرحون، الديباج المذعوب في معرفة اعيان علماء المذهب (مصر، عمارة بن عبد السلام، ۱۳۵۱ھ) ص ۶۱۷۔۔ الذہبی، ج ۳، ص ۱۱۰۶۔۔ محمد القاسی، العقد السمين تاريخ البلد الامين (القاهرة، المطبعة السنه المحمديه، ۱۳۷۸ھ) ص ۵۴۰۔۔ ابن عساکر، تبیین کذب المقتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاعظم (دمشق، مکتبۃ القدسی، ۱۳۴۷ھ) ص ۳۵۵۔۔ الخطیب، ص ۱۴۱۔۔ المقری، ج ۲، ص ۲۷۵
- (۲۴۳) الذہبی، ج ۳، ص ۱۱۰۵-۱۱۰۶
- (۲۴۴) الفارسی، ورق ۸۱۔۔ الذہبی، ج ۴، ص ۱۲۲۳۔۔ ابن الجوزی، ج ۹، ص ۵۰۔۔ ابن ج ۱۲، ص ۱۳۵
- (۲۴۵) الحمیدی، ص ۳۰۱۔۔ الخطیب، ج ۱۲، ص ۳۲۲-۳۲۳۔۔ احمد بن الضبی، کتاب بغیة الملتمس في تاريخ رجال الاندلس (محرطه روخس، ۱۸۸۵ع) ص ۴۲۰-۴۲۱
- (۲۴۶) خلف بن عبد الملك بن بشکوال، کتاب الصلہ (القاهرة، الدار المصریة والترجمتہ، ۱۹۶۶ع) ج ۲، ص ۲۴۹۔۔ الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۸۸
- (۲۴۷) ابن بشکوال، ج ۲، ص ۲۴۹۔۔ الضبی، ص ۴۲۱۔۔ الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۸۹
- (۲۴۸) الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۸۹
- (۲۴۹) السبکی، ج ۶، ص ۳۹
- (۲۵۰) الذہبی، ج ۴، ص ۱۳۰۱۔۔ الصفدی، ج ۷، ص ۳۵۳۔۔ ابن الجوزی، ج ۱، ص ۱۰۱۵

- ص ۳۶۱-۳۶۲
- (۲۱) الذہبی، العبر، ج ۲، ص ۳۰۲۔۔۔ البسکی، ج ۶، ص ۳۷۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۳۲۹۔۔۔ ابن الجوزی، ج ۸، ق ۱، ص ۳۶۱۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۳۰۸
- (۲۲) الذہبی، العبر، ج ۲، ص ۳۰۳۔۔۔ البسکی، ج ۶، ص ۳۹
- (۲۵) السمعی، ورق ۳۹۲۔۔۔ ابن الجوزی، ج ۵، ص ۶۸۔۔۔ الذہبی، العبر، ج ۲، ص ۳۰۔۔۔ عواد، ص ۳۰۵
- (۲۶) الذہبی، ج ۲، ص ۵۳۲۔۔۔ ابن عساکر، ص ۳۳۳
- (۲۱) الخطیب، ج ۱۲، ص ۱۲۲۔۔۔ السمعی، ج ۲، ص ۱۰۰۔۔۔ الذہبی، ج ۲، ص ۵۰۳-۵۰۴
- (۲۱) السمعی، ورق ۳۶۹۔۔۔ ابن الاثیر، اللباب، ج ۲، ص ۲۷۹
- (۲۶) الخطیب، ج ۱۱، ص ۴۴۸۔۔۔ ابن حجر، ج ۷، ص ۳۲۳-۳۲۵
- (۲۱) الخطیب، ج ۱۲، ص ۴۶۸-۴۶۹۔۔۔ الذہبی، ج ۲، ص ۴۲۶
- (۲۱) الخطیب، ج ۱۲، ص ۴۶۶۔۔۔ ابن حجر، ج ۹، ص ۳۸۵
- (۲۱) الذہبی، العبر، ج ۱، ص ۴۵۲۔۔۔ ابن حجر، ج ۹، ص ۳۸۵
- (۱) السمعی، ورق ۲۶۷۔۔۔ ابن الاثیر، اللباب، ج ۲، ص ۵۴
- (۲۱) الخطیب، ج ۲، ص ۲۰۔۔۔ ابن الجوزی، ج ۷، ص ۱۷۳
- (۲۶) ابن عساکر، ج ۱، ص ۴۲۰۔۔۔ الذہبی، ج ۳، ص ۷۹۵-۷۹۷۔۔۔ السفدی، ج ۷، ص ۴۰۳۔۔۔ ابن حجر، لسان المیزان، ج ۱، ص ۲۳۰
- (۲۶) الذہبی، ج ۲، ص ۹۸۵
- (۲۶) السمعی، ج ۵، ص ۳۲۵
- (۲۱) یاقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۹۳۔۔۔ السمعی، ورق ۵۱۹۔۔۔ ابن الاثیر، اللباب، ج ۲، ص ۴۷
- (۲۶) الخطیب، ج ۸، ص ۱۱۔۔۔ السمعی، ورق ۲۶۳۔۔۔ ابن الاثیر، اللباب، ج ۲، ص ۷۷
- (۲۶) الذہبی، ج ۳، ص ۹۵۶۔۔۔ ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۵۶۔۔۔ ابن الجوزی، ج ۷، ص ۸۱
- (۲۶) الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۳۵
- (۲۷) الخطیب، ج ۱۱، ص ۳۰۶-۳۰۷۔۔۔ السمعی، ورق ۵۰۸
- (۲۷) الذہبی، ج ۳، ص ۷۸۰ (لہ) العبر، ج ۲، ص ۱۶۵۔۔۔ ابن خلکان، ج ۲، ص ۱۶۵

ص ۳۰۸-۳۰۹ لسبکی، ج ۳، ص ۲۸۷

(۲۷۲) الفارسی، ورق ۷

(۲۷۳) ایضاً ورق ۵۔۔ ابن عساکر، ج ۱۸۹

(۲۷۴) الفارسی، ورق ۱۳۔۔ ایضاً ج ۲، ص ۲۵۳۔۔ الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۵۹ (لہ) العبر،

ص ۱۶۱-۱۶۲

(۲۷۵) الفارسی، ورق ۱۰۶۔۔ الذہبی، ج ۳، ص ۱۱۵

(۲۷۶) ابن حجر، لسان المیزان، ج ۳، ص ۳۱۶۔۔ ابن العماد، ج ۳، ص ۳۵۳

(۲۷۷) الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۷۳ (لہ) العبر، ج ۲، ص ۲۶۔۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۲۰۔۔

الجوزی، ج ۸، ص ۲۷

(۲۷۸) الذہبی، ج ۲، ص ۱۲۳۵۔۔ السمطانی، ورق ۲۹۷ ب

(۲۷۹) الذہبی، ج ۲، ص ۱۲۱۲۔۔ ابن الجوزی، ج ۹، ص ۵۲۔۔ ابن کثیر،

ص ۱۳۶۔۔ الصفدی، ج ۲، ص ۸۸

(۲۸۰) الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۵۳۔۔ ابن الجوزی، ج ۸، ص ۵-۶۔۔ الذہبی، العبر، ج ۱۲،

۱۰۹۔۔ الخطیب، ج ۱، ص ۳۵۲-۳۵۳۔۔ الصفدی، ج ۲، ص ۶۰-۶۱

(۲۸۱) السمطانی، ورق ۲۲۲ ب

(۲۸۲) المنذری، ج ۲، ص ۲۷۵۔۔ ابن الساعی، ج ۹، ص ۵۸۔۔ ابن الدیبی،

ص ۲۶۷۔۔ ابن حجر، ج ۳، ص ۷۲

(۲۸۳) الفارسی، ورق ۲۱ ب۔۔ ابن الجوزی، ج ۱۰، ص ۸۰

(۲۸۴) ابن الجوزی، ج ۱۰، ص ۱۰۸ (لہ) صيد الخاطر، تحقیق محمد الغزالی (مصر، دار

الحديث، ب، ت) ص ۲۲۰۔۔ عواد، ص ۲۲۷-۲۲۸ الذہبی،

ص ۱۲۸۳۔۔ ابن رجب، ج ۱، ص ۲۰۲

(۲۸۵) الصفدی، ج ۷، ص ۲۶۳۔۔ السمطانی، ورق ۴۰۵۔۔ الذہبی، ج ۲، ص ۱۲۷۶

(۲۸۶) ابن الجوزی، ج ۹، ص ۱۵۴۔۔ ابن حجر، لسان المیزان، ج ۵، ص ۹-۱۰ الذہبی،

ج ۳، ص ۳۵۶۔۔ ابن العماد، ج ۳، ص ۴۱۲

(۲۸۷) السمطانی، ورق ۳۰۸ ب

(۲۸۸) واعظ بلخی، ص ۳۷۱-۳۷۸-۳۸۰

(۲۸۹) ابن رجب، ج ۲، ص ۲۴۱۔۔ الذہبی، ج ۲، ص ۱۲۳۶-۱۲۳۷۔۔ ابن العماد،



ص ۲۱۷

الصفدی 'ج ۸' ص ۲۳۲۔۔ المنذری 'ج ۳' ص ۱۶۹۔۔ ابن السامی 'ج ۹' ص ۱۱۴۔۔ ابن الدیمشی 'ج ۱' ص ۲۲۶۔۔ ابن الفوطی 'ج ۴ ق ۳' ص ۱۱۰۔۔ عواد' ص ۲۶۰-۲۶۱

الذہبی 'ج ۴' ص ۱۴۰۸-۱۴۰۹۔۔ ابن رجب 'ج ۲' ص ۱۸۵-۱۸۶ النعمی 'ج ۱' ص ۴۷-۴۸

جنید شیرازی 'شد الازار فی حط الاوزار عن الزوار' تحقیق محمد قزوینی (طهران) چاپخانہ مجلس '۱۳۲۸ھ' ص ۲۵۴

ابن کثیر 'ج ۱۳' ص ۲۳۷

ایضاً۔۔ الصفدی 'ج ۴' ص ۹۲۔۔ النعمی 'ج ۱' ص ۸۲

الخطیب 'ج ۱۴' ص ۴۴۱

السمعی 'ج ۱' ص ۹۶۔۔ ابن الجوزی 'ج ۱۰' ص ۶۸۸۔۔ تاجی معروف 'عالمات

بغدادیات فی العصر العباسی (بغداد) دار لجمہوریہ '۱۹۶۷ع' ص ۱۵ و ۱۶

ابن بشکوال 'ج ۲' ص ۲۵۴ (نمبر ۱۵۳)۔۔ السیوطی 'نزہۃ الجلساء فی اشعار

النساء' تحقیق صلاح الدین المنجد (بیروت) دار المکتوف '۱۹۵۸ع' ص ۷۱

ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی 'بستان ابواللیث سمرقندی مترجمہ اردو (دہلی) مطبع فاروقی

۱۳ (۱۳۰۱ھ)

الذہبی 'ج ۱' ص ۶۰۷ (لہ) العبر 'ج ۱' ص ۲۷۶۔۔ ابن الندیم 'ص ۲۵۱

مغلطای 'ص ۸۱

الذہبی 'ج ۱' ص ۲۱۱

عبدالقاهر البغدادی 'اصول الدین' (استانبول) مطبعة الدوالتہ '۱۳۳۶ھ' ج ۱' ص ۳۰۸۔۔

الشیرازی 'ص ۸۶

الذہبی 'ج ۱' ص ۱۶۸

ابن الندیم 'ص ۳۸۵۔۔ البغدادی 'ص ۳۰۸

الموفق 'ج ۱' ص ۹۵-۹۶۔۔ نعمانی 'ص ۱۶۳

الموفق 'ج ۱' ص ۹۵۔۔ محمد عبدالرشید النعمانی 'ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ

(کراچی) نور محمد کاخانہ تجارت کتب '۱۳۷۶ھ' ص ۱۰



ص ۹۳

- (۳۲۲) یاقوت 'ج ۶' ص ۲۳۸
- (۳۲۳) الخطیب 'ج ۲' ص ۱۶۲ -- النودی 'ج ۱' ص ۷۹ -- ابن الجزری 'ج ۶' ص ۱۷۱ -- یاقوت 'ج ۶' ص ۲۲۳ -- ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۱۳۵
- (۳۲۴) یاقوت 'ج ۶' ص ۲۲۶ -- الذہبی 'ج ۲' ص ۷۱
- (۳۲۵) یاقوت 'ج ۶' ص ۲۳۰-۲۳۱
- (۳۲۶) ایضاً 'ج ۶' ص ۲۵۰
- (۳۲۷) ایضاً 'ج ۶' ص ۲۵۳
- (۳۲۸) ایضاً 'ج ۶' ص ۲۶۰
- (۳۲۹) ایضاً 'ج ۶' ص ۲۲۶-۲۲۷ -- الطبری 'تاریخ الطبری' تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم (القاهرہ) دار المعارف (۱۹۶۰ع) ج ۱ ص ۱۵-۲۶ (مقدمہ محقق)
- (۳۳۰) ابن الندیم 'ص ۳۲۷
- (۳۳۱) یاقوت 'ج ۶' ص ۲۳۷
- (۳۳۲) ابن الندیم -- ابن ابی اصیبعہ 'ج ۲' ص ۲۲۷
- (۳۳۳) الخطیب 'ج ۲' ص ۳۷۳ -- السمعانی 'ج ۶' ص ۱۶۸-۱۶۹ -- ابن الاثیر 'اللباب' ج ۱ ص ۱۲۰ -- ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۳۶ -- شیرازی 'ص ۱۲۷ -- السبکی 'ج ۲' ص ۷۷ -- الذہبی 'ج ۳' ص ۱۰۷۴ (۱۰۷۴) العبر 'ج ۳' ص ۱۵۶ -- الاسنوی 'ج ۲' ص ۲۰۲-۳۰۲
- (۳۳۴) ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۸۰ -- الذہبی 'ج ۳' ص ۱۰۷۵
- (۳۳۵) الخطیب 'ج ۲' ص ۳۷۵ -- یاقوت 'معجم البلدان' ج ۱ ص ۳۸۷ -- عواد 'ص ۲۳۲-۲۳۳
- (۳۳۶) السمعانی 'ج ۲' ص ۲۳۱ -- ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۳۳۱
- (۳۳۷) مطاع الطوائش 'حول کتاب التحبیر' مجلة اللغة العربية 'ج ۲۸' شمارہ ۲ (ربیع الاول ۱۳۹۳ھ) ص ۳۷۳
- (۳۳۸) واعظ بلخی 'ص ۲۱۲ -- فقیر محمد 'ملی' حدائق الحنفیہ' بارسوم' (لکھنؤ) نوکٹور پریس' ۱۳۲۳ھ) ص ۱۲۳-۱۲۴
- (۳۳۹) الخطیب 'ج ۶' ص ۳۶۲ -- ابن ابی یعلیٰ 'ج ۱' ص ۱۱۳ -- ابن عساکر 'ج ۲'

- ص ۲۵۳۔۔۔ الذہبی 'ج ۲' ص ۵۲۲
- (۳۲۰) السمطانی 'ورق ۶۷۳۔۔۔ ابن الاثیر 'الباب' ج ۲' ص ۷
- (۳۲۱) الخطیب 'ج ۳' ص ۲۱۵۔۔۔ ابن حجر 'ج ۹' ص ۲۹۰۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۱۰۲۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۶' ص ۶۴۔۶۵۔۔۔ الذہبی 'ج ۲' ص ۶۵۲۔۶۵۳
- (۳۲۲) الجعدی 'ص ۱۵۶
- (۳۲۳) الذہبی 'ج ۲' ص ۱۳۳۸۔۔۔ الصفدی 'ج ۱' ص ۳۷۳۔۔۔ السبکی 'ج ۱' ص ۹۹۔۱۰۰۔۔۔ الاسنوی 'ج ۱' ص ۱۱۵
- (۳۲۴) المنذری 'ج ۲' ص ۴۰۹
- (۳۲۵) الذہبی 'ج ۲' ص ۱۴۰۱ (لہ) العبر 'ج ۵' ص ۷۔۔۔ ابن رجب 'ج ۲' ص ۹۰۔۔۔ الصفدی 'ج ۳' ص ۲۶۶۔۲۶۷
- (۳۲۶) ابن کثیر 'ج ۱۳' ص ۱۹۷۔۔۔ یاقوت 'ج ۷' ص ۱۸۔۔۔ ابن العماد 'ج ۳' ص ۳۵۵۔
- (۳۲۷) الذہبی 'العبر' ج ۱' ص ۲۱۹۔
- (۳۲۸) الجاظ 'ج ۱' ص ۸۷۔
- (۳۲۹) ابن سعد 'ج ۵' ص ۳۱۴۔۔۔ ابن الندیم 'ص ۱۴۴۔۔۔ یاقوت 'ج ۷' ص ۵۵۔۔۔ السمطانی 'ورق ۵۷۶ ب۔۔۔ الصفدی 'ج ۲' ص ۲۳۸۔۔۔ الذہبی 'ج ۱' ص ۳۲۸۔۔۔ (لہ) میزان الاعتدال 'ج ۳' ص ۶۶۳۔۔۔ ابن فرحون 'ص ۲۳۰۔
- (۳۵۰) ابن الندیم 'ص ۱۴۴۔۔۔ الخطیب 'ج ۳' ص ۶۔۔۔ السمطانی 'ورق ۵۷۶ ب۔۔۔ یاقوت 'ج ۷' ص ۵۸۔۔۔ الذہبی 'میزان الاعتدال' ج ۳' ص ۶۶۵۔
- (۳۵۱) الخطیب 'ج ۳' ص ۴۔۵۔۔۔ السمطانی 'ورق ۵۷۶ ب۔۔۔ یاقوت 'ج ۷' ص ۵۷۔۵۸۔۔۔ الصفدی 'ج ۲' ص ۲۳۸۔۔۔ الذہبی 'العبر' ج ۱' ص ۳۵۳ (لہ) میزان الاعتدال 'ج ۳' ص ۶۶۵۔۔۔ الیافعی 'ج ۲' ص ۳۶۔۔۔ ابن حجر 'ج ۹' ص ۳۶۵۔۔۔ عوالی ص ۱۹۳۔
- (۳۵۲) الخطیب 'ج ۳' ص ۶۔۔۔ یاقوت 'ج ۷' ص ۵۷۔
- (۳۵۳) ابن الندیم 'ص ۱۴۴۔
- (۳۵۴) ابن الجوزی 'ج ۷' ص ۱۴۶۔۔۔ الذہبی 'ج ۲' ص ۹۷۶۔۔۔ ابن العماد 'ج ۳' ص ۹۲۔
- (۳۵۵) الذہبی 'العبر' ج ۳' ص ۹۔
- (۳۵۶) الذہبی 'ج ۳' ص ۹۷۷۔۔۔ الصفدی 'ج ۱' ص ۱۱۵۔۔۔ الاسنوی 'ج ۱' ص ۴۲۰۔

- (۳) ابن الجوزی 'ج ۷' ص ۱۳۶۔
- (۳) الخطیب 'ج ۲' ص ۳۵۸۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۶' ص ۳۸۱-۳۸۲۔۔۔ یاقوت 'ج ۷' ص ۲۷-۲۸۔۔۔ الذہبی 'ج ۳' ص ۸۷۵۔۔۔ البسکی 'ج ۲' ص ۱۹۱۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۲۳۱۔۔۔ القفلی 'ج ۳' ص ۱۷۳۔۔۔ السیوطی 'ج ۱' ص ۱۶۵۔
- (۲) ابن المقرئ 'ج ۲' ص ۳۲۹-۳۳۱۔۔۔ الحمیدی 'ص ۵۳'۔۔۔ ابن پیام 'ج ۲' ق ۱' ص ۱۳۰۔۔۔ الذہبی 'العبر' ج ۳' ص ۷۵۔
- (۱) ابن بشکوال 'ج ۱' ص ۱۵۳۔۔۔ الذہبی 'ج ۱' 'العبر' ج ۳' ص ۱۵۳۔۔۔ اردو دائرۃ معارف اسلامیہ 'ج ۱' ص ۶۳۲۔
- ( ) السمطانی 'ورق ۳۰' ب۔۔۔ ابن الاثیر 'الباب' ج ۲' ص ۱۳۸۔۔۔ عبدالحی الکنوی 'الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ' (کراچی) نور محمد کارخانہ تجارت کتب' ۱۳۹۳ھ) ص ۱۷۳۔
- (۱) البسکی 'ج ۷' ص ۱۸۱۔
- (۳) یاقوت 'معجم البلدان' ج ۵' ص ۱۱۴۔
- (۲) البسکی 'ج ۷' ص ۳۲۔
- (۲) ایضاً 'ج ۶' ص ۱۰۳۔
- (۲) الذہبی 'ج ۲' ص ۶۳۰-۶۳۱ (لہ) 'العبر' ج ۲' ص ۷۹۔۔۔ الصفدی 'ج ۴' ص ۲۶۹۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۸۴۔
- (۳) الذہبی 'ج ۱' ص ۲۹۱ (لہ) 'العبر' ج ۱' ص ۳۰۳۔۔۔ ابن حجر 'ج ۷' ص ۳۸۳۔۔۔ الصفدی 'تکلیف الہیمان' ص ۲۱۹۔
- (۳) ابن الندیم 'ص ۱۶۹۔۔۔ الخطیب 'ج ۶' ص ۲۸۷-۲۸۸۔
- (۲) الخطیب 'ج ۷' ص ۳۱۴۔۔۔ السمطانی 'ورق ۲۹۶' ب۔۔۔ ابن الندیم ص ۲۸۸-۳۱۵۔
- (۳) القفلی 'ج ۳' ص ۳۴۸۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۲' ص ۱۶۲-۱۶۳۔۔۔ الذہبی 'ج ۱' ص ۱۷۔
- (۳) اثیرازی 'ص ۱۰۹۔۔۔ البسکی 'ج ۳' ص ۲۳۔۔۔ النووی 'ج ۲' ص ۲۵۲ الذہبی 'ج ۳' ص ۸۱۲۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۱۲۹۔۔۔ الخطیب 'ج ۴' ص ۲۸۷-۲۹۰۔
- (۳) الخطیب 'ج ۳' ص ۲۸ و ۳۱۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۷' ص ۳۸۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۲۶۲۔۔۔ الذہبی 'ج ۳' ص ۹۲۶-۹۲۷۔۔۔ ابن حجر لسان المیزان 'ج ۵'

- ص ۳۲۲۔۔۔۔۔ الصفدی 'ج ۳' ص ۴۲۰۔۔۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۱' ص ۴۸۴۔۔۔۔۔ الخطیب  
'ج ۵' ص ۴۷۳۔
- (۳۷۳) الذہبی 'ج ۳' ص ۱۰۴۰۔۔۔۔۔ الصفدی 'ج ۳' ص ۴۲۰۔۔۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۱' ص ۴۸۴۔  
الخطیب 'ج ۵' ص ۴۷۳۔
- (۳۷۴) ابن الاثیر 'ج ۱۰' ص ۴۴۱۔۔۔۔۔ عواد 'ص ۲۴۲۔
- (۳۷۵) السمطانی 'ج ۵' ص ۲۹۰۔۔۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۱۹۲۔۔۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۷۷۔
- (۳۷۶) ابن عساکر 'تبیین کذب المفتوی' ص ۲۷۸۔۔۔۔۔ علی بن الحسن 'الباخرز  
دمیتہ القصر و عصره اهل العصر (طب' مطبعة العلمية ۱۳۴۸ھ) ص ۱۹۶-۱۹۷۔
- القاسی 'ج ۵' ص ۵۰۷-۵۰۸۔۔۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۹' ص ۱۸۔۔۔۔۔ ابن خلکان 'ج  
ص ۲۸۷-۲۸۸۔۔۔۔۔ الذہبی 'العبر' ج ۲' ص ۲۹۱۔۔۔۔۔ ابوالفداء 'ج ۲' ص ۱۹۶۔
- الصفدی 'ج ۱' ص ۲۷۴۔۔۔۔۔ الیافعی 'ج ۳' ص ۱۲۴۔۔۔۔۔ الاسنوی 'ج ۱' ص ۲۰۹۔  
ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۱۲۸-۱۲۹۔
- (۳۷۷) البسکی 'ج ۵' ص ۱۸۵۔۔۔۔۔ الغزالی 'المنحول من تطبیقات الاصول' بتحقیق محمد  
بیتو (دمشق دار الفکر ۱۳۹۰ھ) ص ۱۵-۱۶ (مقدمہ المحقق)۔
- (۳۷۸) یاقوت 'ج ۱' ص ۳۸۰۔۔۔۔۔ ابن حجر 'لسان المیزان' ج ۶' ص ۳۷۰۔
- (۳۷۹) البیهقی 'ص ۱۱۶۔
- (۳۸۰) یاقوت 'ج ۲' ص ۳۹۶۔
- (۳۸۱) ایضاً 'ج ۵' ص ۳۸۶۔
- (۳۸۲) الخطیب 'ج ۱۱' ص ۳۷۱-۳۷۲۔۔۔۔۔ الذہبی 'ج ۱' ص ۳۷۰۔۔۔۔۔ ابن حجر 'ج  
ص ۲۹۔
- (۳۸۳) ابن عساکر 'ج ۳' ص ۳۵۔۔۔۔۔ الذہبی 'ج ۳' ص ۱۱۲۲۔۔۔۔۔ یاقوت 'معجم البلدان'  
ص ۱۲۱۔۔۔۔۔ القرشی 'ج ۲' ص ۱۵۷۔
- (۳۸۴) ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۷۲۔۔۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۱۷۹۔۔۔۔۔ ابن الاثیر 'ج ۹' ص ۱۳۷۔  
ابن حجر 'ج ۵' ص ۱۳۵۔۔۔۔۔ الخوانساری 'ج ۶' ص ۲۲۵ ابو جعفر محمد بن الحسن  
رجال الطوسی' تحقیق محمد صادق آل بحر العلوم (النجف المطبعة الحیدر  
۱۳۸۱ھ) ص ۱۶-۱۷۔
- (۳۸۵) ابن عساکر 'تبیین کذب المفتوی' ص ۲۳۲۔۔۔۔۔ الفارسی 'ورق'۔۔۔۔۔ ابن خلکان



- ص ۳۸۲۔۔۔۔۔ الصفدی 'ج ۲' ص ۳۴۴۔۔۔۔۔ الاسنوی 'ج ۲' ص ۲۶۷۔
- (۳۸۶) ابو نعیم 'ج ۲' ص ۲۷۱۔۔۔۔۔ ابن الاثیر 'الباب' 'ج ۲' ص ۲۴۳-۲۴۴۔
- (۳۸۷) الذہبی 'العبر' 'ج ۲' ص ۲۵۰۔۔۔۔۔ الصفدی 'ج ۳' ص ۳۴۷۔۔۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۲' ص ۳۴۹۔۔۔۔۔ الاسنوی 'ج ۲' ص ۷۳۲۔۔۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۲۲۴۔۔۔۔۔ ابن العماد 'ج ۲' ص ۳۴۹۔
- (۳۸۸) السمطانی 'ورق' ۳۵۳ 'الف و ب'۔
- (۳۸۹) البسکی 'ج ۳' ص ۱۷۸۔
- (۳۹۰) ابن عساکر 'ج ۱' ص ۴۴۵۔۔۔۔۔ یاقوت 'ج ۵' ص ۴۴۔۔۔۔۔ الذہبی 'ج ۲' ص ۵۹-۶۰۔
- (۳۹۱) السہمی 'ص ۸۲-۸۳۔
- (۳۹۲) الخطیب 'ج ۳' ص ۳۷۲۔۔۔۔۔ السمطانی 'ورق' ۵۰۳ ب۔
- (۳۹۳) ابن عساکر 'ج ۱' ص ۴۴۶۔۔۔۔۔ الذہبی 'ج ۳' ص ۱۰۷ (ل) 'العبر' 'ج ۳' ص ۱۰۷۔۔۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۳۔۔۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۱۰۔۔۔۔۔ ابن العماد 'ج ۳' ص ۱۹۵۔
- (۳۹۴) السمطانی 'ورق' ۳۴۷۔۔۔۔۔ الفارسی 'منتخب السياق' 'ورق' ۲۸۔۔۔۔۔ ابن عساکر 'ج ۳' ص ۳۰-۳۱۔۔۔۔۔ ابن الاثیر 'الباب' 'ج ۲' ص ۲۲۸۔۔۔۔۔ البسکی 'ج ۴' ص ۲۷۱-۲۷۳۔۔۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۷۶۔۔۔۔۔ ابن العماد 'ج ۳' ص ۲۸۲-۲۸۳۔۔۔۔۔ الاسنوی 'ج ۲' ص ۱۳۷-۱۳۸۔
- (۳۹۵) الفارسی 'منتخب السياق' 'ورق' ۲۸۔۔۔۔۔ البسکی 'ج ۴' ص ۲۷۵۔۔۔۔۔ ابن عساکر 'ج ۳' ص ۳۱۔
- (۳۹۶) الفارسی 'ورق' ا ب۔۔۔۔۔ البسکی 'ج ۴' ص ۱۴۳۔
- (۳۹۷) الخطیب 'ج ۲' ص ۲۴۸-۲۴۹۔۔۔۔۔ عبدالکریم القشیری 'الرسالة القشيرية' (مصر: مطبعة مصطفى البابي الحلبي ۱۳۵۹ھ) ص ۱۱۷-۱۱۸۔۔۔۔۔ مصطفى العروسی 'نتائج الافکار القدسیہ' فی بیان معانی شرح الرسالہ القشیریہ شیخ الاسلام زکریا الانصاری (دمشق: عبدالوکیل الدروبی ۱۳۹۰ھ) ج ۳ ص ۱۸۱۔۔۔۔۔ البسکی 'ج ۴' ص ۱۴۵۔
- (۳۹۸) الفارسی 'ورق' اب۔۔۔۔۔ الذہبی 'ج ۳' ص ۱۰۴۶۔۔۔۔۔ البسکی 'ج ۴' ص ۱۴۴۔
- (۳۹۹) الجاخذ 'ج ۱' ص ۶۲۔۔۔۔۔ ابو نعیم 'حلیۃ الادلیا' 'ج ۸' ص ۲۸۳۔
- (۴۰۰) ابن عساکر 'ج ۲' ص ۲۴۷۔
- (۴۰۱) الفارسی 'منتخب السياق' 'ورق' ۲۶۔۔۔۔۔ الذہبی 'ج ۳' ص ۱۱۲۶ (ل) 'العبر' 'ج ۳' ص ۱۲۹۔

- (۴۰۲) الفارسی 'منتخب السیاق' ورق ۱۲۔
- (۴۰۳) ایضاً ورق ۲۸۔
- (۴۰۴) ایضاً ۱۸۔
- (۴۰۵) الیافیعی 'ج ۲' ص ۲۲۳۔
- (۴۰۶) الذہبی 'ج ۲' ص ۱۳۸۶۔۔۔ ابن رجب 'ج ۲' ص ۴۰۔
- (۴۰۷) یاقوت 'ج ۶' ص ۲۳۔۔۔ البیاض 'ج ۲' ص ۳۷۷۔
- (۴۰۸) عثمان ابن جنی 'الخصائص' تحقیق محمد علی النجار، القاہرہ، دارالکتب المصریہ، (۱۳۷۷ھ) ج ۱، ص ۱۶۳۔ السیوطی (کتاب الافتراح فی علم اصول النحو تحقیق احمد محمد قاسم القاہرہ، مطبعة العادة ۱۳۹۶ھ) ص ۱۲۱۔
- (۴۰۹) الطبری جامع البیان تحقیق محمود محمد شاکر، (القاہرہ دارالمعارف، ۱۳۷۴ھ) ج ۱ ص ۱۲ (مقدمہ المحقق)۔
- (۴۱۰) الزبیدی 'ص ۱۵۵۔۔۔ ابن الانباری 'ص ۱۵۷۔ ۱۵۸۔۔۔ الخطیب 'ج ۵' ص ۲۰۴۔۔۔ ۲۰۵۔ ۲۰۹۔۔۔ یاقوت 'ج ۲' ص ۱۳۳، ۱۳۱۔۔۔ القفطی 'ج ۱' ص ۱۳۸، ۱۳۴۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۱' ص ۳۰۔۔۔ السمعی 'ورق ۵۵۵ ب۔
- (۴۱۱) ابن الجوزی 'ج ۶' ص ۴۴۔۔۔ ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۹۸۔۔۔ الذہبی 'ج ۳' ص ۶۶۶۔۔۔ القفطی 'ج ۱' ص ۱۳۹۔۔۔ یاقوت 'ج ۱' ص ۱۳۴۔
- (۴۱۲) الزبیدی 'ص ۱۶۶۔۔۔ القفطی 'ج ۱' ص ۱۴۸۔۔۔ یاقوت 'ج ۲' ص ۱۴۴۔ ۱۴۵۔
- (۴۱۳) الزبیدی 'ص ۱۱۰۔ ۱۱۱ النذیم ۱۷۷ الخطیب ج ۹' ص ۶۱، الانباری 'ص ۳۰۶ السمعی 'ورق ۱۰۲ یاقوت ج ۱۱ ص ۲۰۵۔ ۲۰۷۔ ابن القفطی ج ۲ ص ۲۱۔ ۲۳۔
- (۴۱۴) ابن خلکان ج ۲ ص ۲۰۶، السیوطی ج ۱ ص ۶۰۱۔
- (۴۱۵) ابن النذیم 'ص ۱۱۷۔۔۔ یاقوت 'ج ۵' ص ۳۲۶۔ القفطی 'ج ۲' ص ۳۰۵۔۔۔ السیوطی بغیة الوعاة 'ج ۲' ص ۱۹۵۔
- (۴۱۶) الخطیب 'ج ۱۲' ص ۸۱۔۔۔ الذہبی 'العبر' ج ۲ ص ۲۷۹۔
- (۴۱۷) القفطی 'ج ۲' ص ۳۰۵۔ ۳۰۶۔
- (۴۱۸) یاقوت 'ج ۵' ص ۳۲۶۔
- (۴۱۹) ابن النذیم 'ص ۱۷۷۔۔۔ یاقوت 'ج ۵' ص ۳۲۶۔۔۔ القفطی ج ۲ ص ۳۰۵۔۔۔ السیوطی 'ج ۲' ص ۱۹۵۔۔۔ عواد 'ص ۲۲۱۔ ۲۲۲۔

- (۴۲۰) القفطی 'ج ۲' ص ۳۰۵۔
- (۴۲۱) ایضاً 'ج ۲' ص ۴۷۔۔۔۔۔ یا قوت 'ج ۲' ص ۲۴۱۔۔۔۔۔ الصفدی 'نکت الهمیان' ص ۱۵۸۔۔۔۔۔  
السیوطی 'بغیة الوعاة' ج ۱' ص ۵۸۷۔
- (۴۲۲) ابن خلکان 'ج ۱' ص ۲۰۹۔
- (۴۲۳) ایضاً القفطی 'ج ۲' ص ۴۷-۴۸۔۔۔۔۔ یا قوت 'ج ۲' ص ۲۴۲۔۔۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۲' ص ۲۰۹۔۔۔۔۔ الصفدی 'ج ۱' ص ۱۵۸۔
- (۴۲۴) ابن الجوزی 'ج ۱۰' ص ۲۴۶۔
- (۴۲۵) القفطی 'ج ۲' ص ۴۸ و ۵۰۔۔۔۔۔ یا قوت 'ج ۲' ص ۲۴۲۔۔۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۲' ص ۲۰۹۔۔۔۔۔ الصفدی 'ج ۱' ص ۱۵۸۔
- (۴۲۶) القفطی 'ج ۱' ص ۱۸۵۔۔۔۔۔ ابن الندیم ص ۱۱۸۔
- (۴۲۷) الخطیب 'ج ۱۴' ص ۱۵۰۔۔۔۔۔ القفطی 'ج ۲' ص ۱۰۔۔۔۔۔ ج ۲' ص ۸ و ۳۵۱۔۔۔۔۔ ابن خلکان 'ج ۲' ص ۲۲۸۔۔۔۔۔ یا قوت 'ج ۶' ص ۸۵-۸۶ 'ج ۷' ص ۲۷۷۔۔۔۔۔ ابن الانباری 'ج ۲' ص ۶۵۔۔۔۔۔ السیوطی 'بغیة الوعاة' ج ۲' ص ۳۳۳۔
- (۴۲۸) الترییدی 'ص ۱۹۷۔۔۔۔۔ الخطیب 'ج ۲' ص ۱۱۴۔۔۔۔۔ القفطی 'ج ۱' ص ۳۶۔
- (۴۲۹) ابن الندیم 'ص ۸۳۔۔۔۔۔ یا قوت 'ج ۱' ص ۴۰۵۔
- (۴۳۰) یا قوت 'ج ۱' ص ۷۰۶-۷۰۷۔
- (۴۳۱) السیرافی 'ص ۷۰-۷۱۔۔۔۔۔ ابن الانباری 'ص ۱۳۰-۱۳۱۔۔۔۔۔ ابن الندیم 'ص ۸۷۔۔۔۔۔ السمعی 'ورق ۲۹۱۔۔۔۔۔ الذہبی 'معرفۃ القراء' ج ۱' ص ۱۷۹ ابن الجوزی 'ج ۱' ص ۳۲۰-۳۲۱۔۔۔۔۔ السیوطی 'بغیة الوعاة' ج ۱' ص ۶۰۶۔۔۔۔۔ القفطی 'ج ۲' ص ۴۸-۵۹۔۔۔۔۔ یا قوت 'ج ۲' ص ۲۵۸۔۔۔۔۔ ابن حجر 'ج ۲' ص ۲۵۷-۲۵۸۔۔۔۔۔ عواد 'ج ۲۰۱- البستانی 'ج ۲' ص ۲۴۴-۲۴۵۔۔۔۔۔ آریانا دائرة المعارف 'ج ۱' ص ۴۹۲۶۔
- (۴۳۲) القفطی 'ج ۲' ص ۶۴۔
- (۴۳۳) الخطیب 'ج ۱۱' ص ۳۳۴۔۔۔۔۔ السمعی 'ورق ۴۱۸۔۔۔۔۔ ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۱۷۴۔۔۔۔۔ یا قوت 'معجم البلدان' ج ۲' ص ۱۳۲۔۔۔۔۔ ابن الاثیر 'اللباب' ج ۲' ص ۲۰۹۔
- (۴۳۴) حاجی خلیفہ 'ج ۲' ص ۱۳۸۹۔

- (۲۳۵) ابن حجر تبصیر المنتبه بتحریر المشتبہ تحقیق علی محمد البجاوی (مصری) الدارالمصريه للتالیف والترجمه ۱۳۸۶ھ ج ۳ ص ۱۱۲۹۔۔۔۔۔ الرامرمزی ص ۲۵ (مقدمته المحقق)۔
- (۲۳۶) ابن الجوزی ج ۸ ص ۱۷۴-۱۷۵۔۔۔۔۔ یاقوت ج ۵ ص ۸۲۔۔۔۔۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۳۷۔۔۔۔۔ الدبجی ص ۱۲۸۔۔۔۔۔ السیوطی 'النزهة فی علوم اللغته وانواعها' تحقیق محمد احمد جاد المولی بک وغیره ط: ۲ (مصر، عیسیٰ البابی، الحلبي، پت) ج ۱ ص ۹۵۔
- (۲۳۷) یاقوت ج ۵ ص ۸۳۔
- (۲۳۸) محسن جمال الدین 'ادباء بغداد یون فی الاندلس' بغداد، کتبه النهیسه ۱۰۶۲ھ ص ۲۰۱۹۔
- (۲۳۹) ابن خلکان ج ۱ ص ۳۳۷۔
- (۲۴۰) ابن عبدالبر ج ۱ ص ۷۷۔
- (۲۴۱) یاقوت ج ۲ ص ۱۳۲۔۔۔۔۔ القفطی ج ۱ ص ۱۲۸۔
- (۲۴۲) الازهری ج ۱ ص ۷۵ او ۲۵۔۔۔۔۔ القفطی ج ۲ ص ۷۷-۷۸۔
- (۲۴۳) ایضاً ج ۱ ص ۲۲۔۔۔۔۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۲۷۔
- (۲۴۴) القفطی ج ۲ ص ۱۸۳۔
- (۲۴۵) ابن الانباری ج ۶۲۔۔۔۔۔ ابن الندیم ص ۱۰۲۔۔۔۔۔ القفطی ج ۱ ص ۲۲۸-۲۲۹۔
- یاقوت ج ۲ ص ۲۳۲۔
- (۲۴۶) ابن خلکان ج ۱ ص ۳۶۔۔۔۔۔ ابن حجر 'لسان المیزان' ج ۱ ص ۱۶۔۔۔۔۔ یاقوت ج ۲ ص ۲۰۔
- (۲۴۷) یاقوت ج ۵ ص ۸۱۔۔۔۔۔ القفطی ج ۲ ص ۲۲۲۔۔۔۔۔ الزبیدی ص ۲۰۲، السیوطی، بغیة الوعاة ج ۲ ص ۱۲۷۔
- (۲۴۸) یاقوت ج ۵ ص ۸۱۔
- (۲۴۹) ابن خلکان ج ۱ ص ۳۳۶۔ یاقوت ج ۵ ص ۲۷۱-۲۷۲۔۔۔۔۔ القفطی ج ۲ ص ۲۸۸۔
- ۳۰۵۔۔۔۔۔ السیوطی ج ۲ ص ۱۷۸۔
- (۲۵۰) الخوانساری ج ۳ ص ۳۲۵۔۔۔۔۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۸۸۔
- (۲۵۱) ابن الانباری ج ۱۳۲۔
- (۲۵۲) السمعانی ج ۳ ص ۱۶۲-۱۶۳۔۔۔۔۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۸۸۔۔۔۔۔ البغدادی، الفرق بزرگ

الفرق' ص ۱۷۵---- ابن قتيبه، تأويل مختلف الحديث في الرد على اعداء اهل الحديث  
(مصر، مطبعة كردستان العلمية ۱۳۲۶ھ) ص ۷۱---- زهدی حسن جار الله المعتزله  
(القاهرة مطبعة مصر ۱۳۶۶ھ) ص ۱۴۵-

(۳۵۳) ابن الندیم، ص ۱۶۹---- یا قوت، ج ۶، ص ۵۶-

(۳۵۴) المسعودی، ج ۵، ص ۱۹۵-

(۳۵۵) ابن الندیم، ص ۱۶۹---- یا قوت، ج ۶، ص ۵۶-

(۳۵۶) یا قوت، ج ۶، ص ۷۵-۷۶-

(۳۵۷) ایضاً، ج ۶، ص ۷۴-

(۳۵۸) ایضاً، ص ۸۵-

(۳۵۹) الخطیب، ج ۱۲، ص ۲۸-۲۹---- السمعی، ورق ۵۸۰-

(۳۶۰) یا قوت، ج ۶، ص ۷۶-۷۷-

(۳۶۱) الجاظم، کتاب الحيوان، ج ۱، ص ۶ (مقدمته عبد السلام محمد هارون-

(۳۶۲) ابو الفداء، ج ۲، ص ۴۷-

(۳۶۳) ابن الندیم، ص ۱۰۲-۱۰۳---- ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۹۲-

(۳۶۴) الخطیب، ج ۵، ص ۲۸۳-

(۳۶۵) ابن الندیم، ص ۶۱-

(۳۶۶) الشعالی، فقه اللغة، ص ۹-

(۳۶۷) الشعالی، ج ۴، ص ۳۵۴-

(۳۶۸) ایضاً، فقه اللغة، ص ۸-

(۳۶۹) ایضاً، ص ۹-

(۳۷۰) ایضاً، سحر البلاغه و سر الیراعة (دمشق مطبعة الترقی، ۱۳۵۰ھ) ص ۹-

(۳۷۱) ایضاً، ثمار القلوب، ص ۴-

(۳۷۲) ایضاً، سحر البلاغه، ص ۱۹۵-۱۹۶-

(۳۷۳) ایضاً، ج ۴، ص ۴۴۹-

(۳۷۴) الصفدی، ج ۸، ص ۱۳۱-۱۳۲-

(۳۷۵) السیوطی، المنزهر، ج ۲، ص ۳۰۷---- الزییدی، ص ۱۹۵---- ابن الندیم، ص ۶۱---- ابو الفرج

علی بن الحسین الاصفهانی، کتاب الاغانی (القاهرة مطبعة دار الكتب المصرية ۱۳۶۹ھ) ج ۵،

ص ۳۰۲۔

- (۳۷۶) الزییدی، ص ۱۹۵۔۔۔ ابن الندیم، ص ۷۹۔۸۱۔۔۔ ابن حجر، ج ۱۰، ص ۲۲۸۔۔۔
- ج ۳، ص ۲۷۹۔۔۔ ابن خلکان، ج ۲، ص ۱۰۶۔۔۔ ابن الانباری، ص ۷۲۔
- (۳۷۷) ابن الندیم، ص ۱۸۹۔۔۔ اسماعیل پاشا، ہدیہ العارفين اسماء المولفين و آثار المصنفين (استنبول مطبعة المعارف، ۱۹۵۱ء) ص ۵۰۲۔۔۔ عواد، ص ۲۲۴۔
- (۳۷۸) الخطیب، ج ۴، ص ۲۵۴۔۔۔ السمطانی، ورق ۲۷۶ ب۔
- (۳۷۹) ابن الندیم، ص ۸۳۔۔۔ القفطی، ج ۲، ص ۳۲۰۔۔۔ یاقوت، ج ۵، ص ۴۳۱۔
- (۳۸۰) السمطانی، ج ۵، ص ۵۳۔
- (۳۸۱) یاقوت، ج ۶، ص ۳۳۴۔
- (۳۸۲) ایضاً، ج ۶، ص ۲۱۔۲۲۔۔۔ البیاض، ج ۴، ص ۲۳۰۔۲۳۱۔
- (۳۸۳) ایضاً، ج ۷، ص ۱۰۲۔۔۔ السیوطی، بغیة الوعاة، ج ۳، ص ۴۲۔
- (۳۸۴) الذہبی، ج ۴، ص ۱۳۹۳۔۔۔ ج ۱، ص ۵۶۶۔۵۶۷۔
- (۳۸۵) المرزبانی، ص ۳۷۷۔۳۷۸۔۔۔ الخطیب، ج ۲، ص ۳۴۔۳۶۔
- ص ۱۳۷۔۔۔ القطری، ج ۱۴، ص ۲۳۶۔۔۔ محمد کبر علی، القدیم والحديث (مصر، المطبعة  
الرحمانیہ، ۱۹۲۵ء) ص ۸۰۔
- (۳۸۶) البحر جانی، الوساطہ، ص ۱۶۰۔
- (۳۸۷) عبدالوہاب عزام، ذکری ابی الطیب بعد الف عام (مصر، دارالمعارف، ۱۹۷۵ء)  
ص ۳۴۔
- (۳۸۸) ایضاً، ص ۱۱۲۳، العمیدی، ص ۲۵۔
- (۳۸۹) احمد بن الحسن المتنبی، دیوان المتنبی، بتحقیق محمد اعزاز علی  
کتب خانہ رحیمیہ، ۱۳۷۳ھ) ص ۵۵۰۔
- (۳۹۰) ابن الاثیر، ج ۱۲، ص ۲۴۳۔۔۔ محمد بن بخاری عوفی، لباب الالباب، تحقیق سعید  
(تہران، چاپ اتحاد، ۱۳۳۳ھ ش) ص ۱۱۳ (حواشی) عواد، ص ۲۶۰۔
- (۳۹۱) المنذری، ج ۴، ص ۲۱۰۔۔۔ ابوشامہ، ص ۹۳۔
- (۳۹۲) ایضاً یاقوت، ج ۲، ص ۱۹۶۔۔۔ ابن الفوطی، ج ۳، ق ۱، ص ۴۵۶۔۴۵۷۔
- (۳۹۳) یاقوت، ج ۷، ص ۱۹۶۔۱۹۷۔۔۔ ابن الفوطی، ج ۳، ق ۱، ص ۴۵۶۔۴۵۷ (حاشیہ)۔
- (۳۹۴) یاقوت، ج ۳، ص ۱۷۱۔



- (۴۹۵) الثعالبی، تتمہ الیتیمہ (طهران مطبعہ فردین، ۱۳۵۳ھ) ج ۱، ص ۱۳۰۔
- (۴۹۶) ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۱۰۵۔
- (۴۹۷) الخطیب، ج ۱۲، ص ۵۵۔۔۔۔ ابن الاثیر، الباب، ج ۵، ص ۳۰۹۔
- (۴۹۸) المسعودی، ج ۲، ص ۱۹۵۔
- (۴۹۹) الخطیب، ج ۱۲، ص ۵۵۔۔۔۔ یاقوت، ج ۵، ص ۳۰۹۔
- (۵۰۰) ابن الندیم، ص ۱۲۷۔۔۔۔ ۱۵۲۔۔۔۔ ایضاً، ص ۳۱۱۔ ۳۱۸۔

Carl Brockelmann, Geschichte der Arabischen  
Litterature, (Leiden, E.J. Brill, 1937) S.I.R., 214.

- (۵۰۱) ابن الندیم، ص ۱۲۵۔
- (۵۰۲) الخطیب، ج ۵، ص ۳۲۳۔۔۔۔ السمعی، ورق ۴۷۰۔۔۔۔ الذہبی، ج ۲، ص ۲۲۵۔۔۔۔ الصفدی، ج ۳، ص ۸۸۔۔۔۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۵۰۷۔۔۔۔ ابن حجر، ج ۹، ص ۱۸۳۔
- (۵۰۳) الخطیب، ج ۳۲۱۔۔۔۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۵۰۷۔
- (۵۰۴) الخطیب، ج ۵۲۔۔۔۔ السمعی، ورق ۴۷۰۔۔۔۔ الذہبی، ج ۲، ص ۲۲۵۔۔۔۔ ابن حجر، ج ۹، ص ۱۸۳۔
- (۵۰۵) الخطیب، ج ۵، ص ۳۲۲۔۔۔۔ الصفدی، ج ۳، ص ۸۸۔۔۔۔ الذہبی، ج ۲، ص ۲۲۵۔
- (۵۰۶) السمعی، ورق ۵۲۱۔۔۔۔ ابن الندیم، ص ۱۹۱۔ ۱۹۲۔۔۔۔ الخطیب، ج ۳، ص ۱۳۵۔۔۔۔ ابن حجر، لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۲۶۔۔۔۔ القفلی، ج ۳، ص ۱۸۰۔
- (۵۰۷) الخطیب، ج ۳، ص ۱۳۶۔۔۔۔ یاقوت، ج ۱۸، ص ۲۶۹۔۔۔۔ یوسف البدعی، الصبح المنبئی، عن حیثیتہ المتنبئی، تحقیق مصطفیٰ القا، شتا محمد عبده زیاده عبده، (القاهرہ، دار المعارف، ۱۹۶۳ء) ص ۱۸۵۔
- (۵۰۸) الخطیب، ج ۳، ص ۱۳۶۔۔۔۔ ابن حجر، لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۲۶۔۔۔۔ القفلی، ج ۳، ص ۱۸۱۔۔۔۔ یاقوت، ج ۷، ص ۵۰۔
- (۵۰۹) الخطیب، ج ۳، ص ۱۳۶۔۔۔۔ القفلی، ج ۳، ص ۱۸۱۔
- (۵۱۰) ایضاً۔
- (۵۱۱) الذہبی، ج ۳، ص ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔۔۔۔ (لہ) العبراء، ج ۲، ص ۱۹۸۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۶۰۔
- (۵۱۲) ابن الجوزی، ج ۸، ص ۴۴۔۔۔۔ الذہبی، ج ۳، ص ۱۱۳۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۶۰۔

- (۵۱۳) الذہبی ج ۳ ص ۱۱۵ ---- ابن العماد ج ۳ ص ۲۶۷۔
- (۵۱۴) الذہبی ج ۳ ص ۱۱۴ (لہ) العبر ج ۳ ص ۱۹۸ ---- یاقوت ج ۳ ص ۱۳۳ ---- ابن الجوزی ج ۸ ص ۱۴۴ ---- الخطیب ج ۳ ص ۱۰۳ ---- ابن العماد ج ۳ ص ۱۶۷۔
- (۵۱۵) السمطانی ۵۸۰ ب۔
- (۵۱۶) الفارسی ورق ۲۳ ب۔
- (۵۱۷) ایضاً ۶۱ ---- الذہبی ج ۲ ص ۱۱۲۵ (لہ) العبر ج ۳ ص ۱۶۲ ---- السمطانی ورق ۲۳۱ ب۔
- (۵۱۸) الذہبی ج ۴ ص ۱۴۱۴ - ۱۴۱۵ (لہ) العبر ج ۵ ص ۱۵۴ ---- الصفدی ج ۳ ص ۱۰۲ ---- البسکی (الحسینیہ) ج ۵ ص ۲۶ ---- ابن الجوزی ج ۲ ص ۱۴۵ ---- الاسنوی ج ۱ ص ۵۲۲۔
- (۵۱۹) یاقوت ج ۵ ص ۴۲۶ ---- الذہبی ج ۴ ص ۱۲۰۱ - ۱۲۰۲ (لہ) العبر ج ۳ ص ۳۱۷ - ۳۱۸ ---- ابن خلکان ج ۱ ص ۳۳۳ - ۳۳۴ ---- ابن الجوزی ج ۹ ص ۷۹ ---- ابن کثیر ج ۲ ص ۱۲۳ - ۱۲۴ ---- ابن الاثیر ج ۱۰ ص ۱۲۸ و ۲۲۷۔
- (۵۲۰) علی بن ہبہ اللہ ابن ماکولا، الأکمال فی رفع الارتياب عن الموتلف والمختلف من الاسماء والکنی والانساب، تحقیق عبدالرحمن بن یحیی الیمانی (حیدر آباد الدکن، مطبعة دائرة المعارف العثمانیہ ۱۳۸۱ھ) ج ۱ ص ۴۰ (مقدمہ المحقق)۔
- (۵۲۱) الذہبی ج ۴ ص ۱۲۰۳ - ۱۲۰۴۔
- (۵۲۲) یاقوت ج ۶ ص ۲۰۳ ---- المنذری ج ۳ ص ۳۳۴۔
- (۵۲۳) یاقوت ج ۶ ص ۲۰۳۔
- (۵۲۴) الخطیب ج ۱۸ ص ۴۷۱ ---- ابن خلکان ج ۱ ص ۱۸۹ ---- زبیر بن بکار، جمہور نسب قریش واخبارها تحقیق محمود محمد شاکر (القاهرة، نبع المدنی، ۱۳۸۱ھ) ص ۵۹ (مقدمہ محمود محمد شاکر)۔
- (۵۲۵) القفطی ۵۴۔
- (۵۲۶) ایضاً ص ۳۶ - ۳۷ ---- ابن الندیم ص ۳۴۱ ---- صفا ج ۱ ص ۳۶۳ - ۳۶۴۔
- (۵۲۷) ابن الندیم ص ۳۶۴۔
- (۵۲۸) ابن جلجل ص ۷۳ ---- ابن ابی اصیبعہ ج ۲ ص ۱۷۹ ---- ابن حجر لسان المیزان ج ۶ ص ۳۰۵ ---- لطفی جمعہ تاریخ فلاسفة الاسلام (بیروت، بن ب ت) ص ۳۔

- (۵۲۹) المرزبانی، ص ۵۰۰۔
- (۵۳۰) ابن الندیم ص ۳۵۷-۳۶۵۔۔۔۔۔ القفلی، ص ۳۷۶۔۔۔۔۔ ابن ابی اصیبعہ ج ۲، ص ۱۸۱۔۔۔۔۔ احمد امین، فحی الاسلام، ج ۳، ص ۶۶-۰۔
- (۵۳۱) ابن ابی اصیبعہ ج ۲، ص ۱۸۰۔۔۔۔۔ لطفی جمعہ، ص ۵، عواد، ص ۱۹۸-۱۹۹۔
- (۵۳۲) ایضاً ایضاً ایضاً۔
- (۵۳۳) دہخدا، ج ۱، ص ۳۸۰ (ابو سعد)۔
- (۵۳۴) حاجی خلیفہ، ج ۲، ص ۱۹۲۹۔
- (۵۳۵) ابن السامی، ج ۹، ص ۱۲۰-۱۲۱۔۔۔۔۔ سبط ابن الجوزی، ج ۸، ص ۳۷۲۔۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۶۸۔۔۔۔۔ القفلی، ص ۲۲۸-۲۲۹۔۔۔۔۔ ابن حجر، لسان المیزان، ج ۳، ص ۱۵۔۔۔۔۔ ابن العماد، ج ۵، ص ۲۵-۲۶۔۔۔۔۔ عواد، ص ۲۶۳-۲۶۶۔
- (۵۳۶) القفلی، ص ۳۰-۳۱-۳۱۵-۳۲۱۔۔۔۔۔ ابن ابی اصیبعہ، ج ۱، ص ۱۸۲۔
- (۵۳۷) ابن الندیم ص ۳۷۹۔۔۔۔۔ صاعد، ص ۵۵۔ غریغور ریوس المملی، المعروف بابن العبری، تاریخ مختصر الدول، ط: ۲ (بیروت، مطبعة الکاثولیکیہ ۱۹۵۸ء) ص ۲۶۳-۲۶۵۔۔۔۔۔ الصفدی، ج ۵، ص ۸۲۔۔۔۔۔ ابن خلکان، ج ۲، ص ۷۹۔۔۔۔۔ صفا، ج ۱، ص ۳۶-۳۷۔۔۔۔۔ عواد، ص ۲۱۰-۲۱۱۔
- (۵۳۸) ابن الندیم ص ۲۵۲۔۔۔۔۔ عواد، ص ۲۱۲۔۔۔۔۔ اللوسی، ص ۷۱۔۔۔۔۔ تعجب ہے کہ طوسی نے اس کے جماعتہ الکتب ہونے کا ذکر نہیں کیا۔
- (۵۳۹) ابن الندیم، ص ۲۵۱۔۔۔۔۔ النوبختی، ص۔۔۔۔۔ ک (مقدمہ) حبیبہ الدین الحسینی)۔
- (۵۴۰) ابن الندیم، ص ۳۹۳۔۔۔۔۔ القفلی، ص ۲۳۳۔
- (۵۴۱) ایضاً ایضاً۔
- (۵۴۲) ایضاً، ص ۳۹۳۔۔۔۔۔ القفلی، ص ۲۳۳۔۔۔۔۔ عواد، ص ۲۲۰-۲۲۱۔
- (۵۴۳) یاقوت، ج ۶، ص ۳۰۸۔۔۔۔۔ ابن ابی اصیبعہ، ج ۳، ص ۳۰۔۔۔۔۔ ابن العبری، ص ۱۸۶۔۔۔۔۔
- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۵، ص ۲۶۳۔۔۔۔۔ دائرہ المعارف الاسلامیہ (طهران) ج ۴، ص ۴۰۲۔
- (۵۴۴) البیہقی، ص ۶۲-۶۳۔
- (۵۴۵) یاقوت، ج ۶، ص ۳۰۹۔۔۔۔۔ السیوطی، بغیة الوعاه، ج ۱، ص ۵۱۔۔۔۔۔ کرد علی، نوز، -الاجداد (دمشق مطبعة الترقی، ۱۳۷۰ھ) ص ۲۳۸۔

- (۵۳۶) یاقوت، ج ۶، ص ۳۱۱۔
- (۵۳۷) البیهقی، تمتہ صوان الحکمر، ص ۱۵۵۔۔۔۔۔ السیوطی بغیة الوعاه، ج ۱، ص ۱۱۳۔
- (۵۳۸) یاقوت، ج ۳، ص ۱۷۳۔
- (۵۳۹) یاقوت، ج ۶، ص ۲۲۱۔۔۔۔۔ التقفلی، ص ۲۶۹۔
- (۵۵۰) ابن ابی اصیبعہ، ج ۳، ص ۱۶۳۔۔۔۔۔ التقفلی، ص ۲۶۹۔
- (۵۵۱) یاقوت، ج ۶، ص ۲۲۱۔
- (۵۵۲) ابن ابی اصیبعہ، ج ۳، ص ۱۶۳۔
- (۵۵۳) ابن علی بن احمد المعروف ابن جبل البغدادی، کتاب المختارات فی الطب، (حیدر  
الدکن دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۶۲ھ) ج ۱، ص ۷۔
- (۵۵۴) محمد بن زکریا الرازی، اخلاق الطیب تحقیق عبداللطیف محمد العبد، القاہرہ مکتبہ  
المصریہ، ۱۳۰۲ھ ص ۱۲۹۔
- (۵۵۵) التقفلی، ص ۱۷۱۔۔۔۔۔ ابن الندیم، ص ۴۰۹۔۔۔۔۔ ابن جبل، ص ۶۸-۶۹۔
- (۵۵۶) التقفلی، ص ۱۷۱۔۔۔۔۔ البیهقی، ص ۴۔
- (۵۵۷) التقفلی، ص ۱۷۳-۱۷۴۔۔۔۔۔ ابن الندیم، ص ۴۱۰۔
- (۵۵۸) ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۱۴۹۔
- (۵۵۹) ایضاً، ص ۱۵۹۔
- (۵۶۰) ایضاً، ص ۱۶۰۔
- (۵۶۱) یاقوت، ج ۶، ص ۲۴۲۔۔۔۔۔ ابن الندیم، ص ۱۱۷۔
- (۵۶۲) ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۱۴۳۔
- (۵۶۳) ایضاً، ج ۲، ص ۱۶۰۔
- (۵۶۴) ایضاً، ج ۲، ص ۱۴۳-۱۴۴۔۔۔۔۔ التقفلی، ص ۱۷۶۔
- (۵۶۵) ابن الندیم، ص ۴۱۵۔
- (۵۶۶) التقفلی، ص ۱۷۱۔
- (۵۶۷) المقدی، ص ۷۷۔
- (۵۶۸) ابن جبل، ص ۷۷۔۔۔۔۔ التقفلی، ص ۲۷۲۔
- (۶۶۹) ابن الندیم، ص ۴۱۶، ۴۲۰، ۵۰۴۔۔۔۔۔ ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۳۵۲، ۳۶۱۔۔۔۔۔  
ج ۶، ص ۳۶۳۔

- (۵) ابن الندیم، ص ۲۱۶۔۔۔۔ ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۳۲۵۔
- (۶) ابن الندیم، ص ۲۱۶۔
- (۷) ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۳۵۰۔۔۔۔ الصفدی، ج ۳، ص ۷۷۔
- (۸) ابن ابی اصیبعہ، ج ۳، ص ۱۷۲۔
- (۹) ایضاً، ص ۱۷۵۔
- (۱۰) ایضاً، ج ۳، ص ۲۸۷-۲۸۸۔
- (۱۱) ایضاً، ج ۳، ص ۲۹۲۔۔۔۔ احمد حمیمی بک، ص ۱۳۶۔۔۔۔ البستانی، ج ۲، ص ۴۳۔
- (۱۲) ابن ابی اصیبعہ، ج ۳، ص ۲۹۳۔
- (۱۳) ایضاً، ج ۳، ص ۱۷۹-۱۸۰۔
- (۱۴) ایضاً۔
- (۱۵) ایضاً، ج ۲، ص ۷۶۔۔۔۔ عواد، ص ۲۰۹۔
- (۱۶) ایضاً، ج ۲، ص ۲۶۱-۲۶۲۔
- (۱۷) ایضاً، ص ۲۷۶۔
- (۱۸) ایضاً، ج ۲، ص ۲۹۳۔
- (۱۹) ایضاً، ج ۲، ص ۳۳۱۔
- (۲۰) القفلی، ص ۳۳۲-۳۳۳۔ عواد، ص ۲۶۳۔
- (۲۱) الخطیب، ج ۹، ص ۲۶۲۔





## باب پنجم

### ادارہ جاتی، عوامی اور علمی کتب خانے

باب چہارم میں انفرادی و عمومی اور فنی و خصوصی کتب خانوں کے بیان سے یہ بات واضح ہوئی کہ حکم اقرأ کے نور، عوائل و محرکات کتب خانہ اور عباسی خلفاء کی کتب خانہ سازی کی عالمگیر ٹریک نے مسلم معاشرہ میں کتابوں کے استعمال کو عام کیا۔ ہر مسلمان کو علم و کتاب کا گرویدہ اور کتابوں کے جمع و تحفظ اور توسیع و اشاعت کا ایسا خوگر بنایا تھا کہ ہر حلقہ اثر (Community) ملہ اور بستی میں کم و بیش ہر عالم و جاہل کے یہاں کتابوں کا ذخیرہ ملتا اور اہل علم کو اس سے فائدہ پہنچتا۔ انفرادی و خصوصی کتب خانوں کا یہ تنوع ہمارے مذکورہ بالا دعویٰ کا شاہدِ عدل ہے۔

باب پنجم جس کا عنوان ”ادارہ جاتی، اور علمی کتب خانے“ ہیں اس کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں عوامی کتب خانوں کا بیان ہے جن میں اوقاف کے، مسجدوں کے، خانقاہوں کے، رباطات اور زاروں کے کتب خانے داخل ہیں۔ دوسرے حصے میں علمی کتب خانوں کا ذکر ہے جن میں رسکھوں، دانش گاہوں، شفاخانوں، طبی مدرسوں اور رصد گاہوں کے کتب خانے شامل ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں معاشرہ کی تحقیقاتی، علمی، اور فنی ضروریات کی تکمیل، اس کی علمی ترقی اور آئندہ نسلوں کی علمی بیداری اور اس کی تحقیقاتی سرگرمیوں کو پروان اڑھانے کا اہتمام کیا جاتا تھا اور ان پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا، نیز عوامی سطح پر علمی و تحقیقاتی میدان میں کتابی ذخیرہ نہایت وسیع پیمانے پر فراہم کیا جاتا، شائقین کتب اور محققین و مصنفین کو بلا امتیاز مذہب و ملت استعمال کے لئے دیا جاتا تھا۔



## باب پنجم

پہلا حصہ (اجمالی خاکہ)

- ☆ عوامی کتب خانے
- ☆ اوقات کے کتب خانے
- ☆ مسجدوں کے کتب خانے
- ☆ خانقاہوں کے کتب خانے
- ☆ رباطات کے کتب خانے
- ☆ مزاروں کے کتب خانے



## (پہلا حصہ)

## عوامی کتب خانے

اسلام نے بنی نوع انسان کی متاع مشترک علم کو عبادت کا درجہ دیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے عبادت ہر انسان پر فرض کی اسی طرح علوم کی تحصیل بھی ہر ایک مرد اور عورت پر فرض کی ہے۔ اس لئے ہر عبادت گاہ (مسجد) کو آغاز اسلام ہی سے درسگاہ کی حیثیت بھی حاصل رہی اور ہر مسجد میں کتب خانہ قائم کیا گیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ”انہی لوگوں کے فیضان کا سلسلہ مرنے کے بعد جاری رہتا ہے جو تعلیم دیتے“ مسجد بناتے، کتابیں لکھتے اور وقف کرتے ہیں“

بنی نوع انسان کی متاع مشترک علم کی تحصیل، جمع و تحفظ اور توسیع و اشاعت پر مسلمانوں کو امدادہ کیا۔ چنانچہ بادشاہوں، وزیروں، امیروں، دانشوروں، عالموں، تاجروں ہی نے نہیں بلکہ ہر ایک مسلمان نے کتابیں جمع کرنے، کتب خانہ بنانے پھر اس کو وقف عام کرنے میں حسب توفیق و استطاعت حصہ لیا اور جو اس سے بن سکا وہ اس نے اللہ کی راہ میں دیا اس سے ہر چھوٹے بڑے نر، دیہات و قصبہ میں اور ہر حلقہ اثر کی مسجدوں میں کتب خانے قائم ہوتے رہے۔

مسلمانوں نے اپنے ذوق کتاب داری کی بناء پر قدیم علمی سرمایہ کا تحفظ کیا اس کی توسیع و اشاعت کی، جہاں تک ممکن ہو سکا قدیم کتب خانوں کو بھی آباد رکھا اور ان سے بھی استفادہ کیا۔ چنانچہ مروشاہجہاں میں شاہان بنی ساسان میں سے یزدگرد نے کچھ ذخیرہ چھوڑا تھا جو تاریخ میں کتب خانہ یزدگرد کے نام سے موسوم ہے اس علمی ذخیرے سے بھی اہل علم نے بے اعتنائی نہیں کی اور جدید تقاضوں کے مطابق اسے بھی اپنایا۔

مورخ بغداد ابن طیفورد (۸۱۹-۶۸۹۳/۲۰۴-۲۸۰ھ) کا بیان ہے:

میرے شیخ احمد بن محمد مہلبی نے کہا کہ یحییٰ بن الحسن نے فرمایا میں رقبہ میں محمد بن طاہر بن حسین کے سامنے حوض پر بیٹھا ہوا تھا، کسی ضرورت سے میں نے اپنے غلام کو بلایا۔ اس سے فارسی میں باتیں کرنے لگا۔ اتنے میں شاعر ابو عمرو کلثوم بن عمرو عتالی المتوفی ۲۲۰ھ بھی پہنچ گیا اور میرے ساتھ فارسی بولنے لگا۔ میں نے کہا: تم فارسی خوب جانتے ہو۔ اس نے کہا: میں یہاں تین مرتبہ آیا ہوں اور مرو کے خزانہ سے کتب سے عجمی زبان کی کتابیں لکھتا رہا ہوں یہ وہ کتابیں ہیں جو یزدگرد کے پاس تھیں۔ یہیں رہ گئیں تھیں اور اب تک موجود ہیں۔ میں نے ان سے ضرورت کی چیزیں نقل کیں پھر نیشاپور سے دس فرسخ پر زودر نامی بستی میں پہنچا تو ایک کتاب یاد آئی وہ مجھے درکار تھی۔ میں مرو آیا اور یہاں ایک مہینے ٹھہرا، میں نے کہا ابو عمرو تم پہلوی زبان کی کتابیں کیوں

لکھتے ہو؟ اس نے کہا معانی و بلاغت پہلوی کتابوں میں ہوتی ہے“ (۱)

اوقاف و مساجد، خانقاہ و رباطات نیز مزارات وغیرہ کتب خانوں کے مقصد ادارہ کتب خانوں کے قیام نے علم و آگہی کے پھیلانے اور آنے والی نسلوں تک ثقافتی ورثہ کو پہنچانے میں جو اہم کردار ادا کیا، یہ اس کی وضاحت کرتا ہے۔

کتب خانوں کی تاریخ کا یہ ایک ایسا پہلو ہے جس پر پٹو جیسی محنتی خاتون بھی کوئی اہم فراہم نہ کر سکی اور نہ مسلمان دانشوروں نے اب تک اس موضوع سے کوئی اعتنا کیا۔

یہ حقیقت ہے کہ دوسری صدی ہجری کے ربع ثانی یعنی آخر دور اموی میں علمی ادارہ آغاز ہوا اور سب سے پہلے امام ابو حنیفہؒ نے فقہی مسائل کی تدوین کے لئے اپنے چار (۴۰) نامور ائمہ فن تلامذہ پر مشتمل ایک غیر سرکاری علمی ادارہ (Academy) کی تشکیل کی (۲)۔

دوسری صدی ہجری کے اواخر ۱۹۸ھ میں خلیفہ مامون الرشید نے سرکار کی زیر نگرانی میں پہلی اکیڈمی ”بیت الحکمتہ“ کے نام سے قائم کی تھی جس میں تصنیف و تالیف، ترجمہ و تشریح، تربیت افراد کے لئے ائمہ فن کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ پھر بنی موسیٰ نے بغداد میں اپنی ”دارالترجمہ“ قائم کیا۔ جس میں علوم قدیمہ اور اہلسائنسی کتب کا ترجمہ کیا جاتا تھا، وزراء میں وزیر یحییٰ بن خالد برکی المتوفی ۱۹۰ھ نے بیت المدارس کے نام سے ایک اکیڈمی قائم کی تھی جس کی علمی مجالس منعقد ہوتی تھیں۔

شاہان صفاریہ میں ابو احمد خلف بن احمد بن محمد سجزی المتوفی ۲۹۹ھ نے بھستان میں ایک مجلس علمی ترتیب دی اور اس سے قرآن مجید کی نہایت جامع و مبسوط تفسیر لکھوائی جلدوں میں مکمل ہو سکی تھی۔ اس عظیم منصوبہ پر بیس (۲۰،۰۰۰) ہزار دینار صرف کئے تھے۔ فاطمیین مصر نے اپنے عقائد و نظریات کی اشاعت کے لئے مصر میں پہلی شاندار جداگانہ عمارت ”جامعہ ازہر“ کے نام سے بنوائی اور اس میں ایک مجلس دعوت و تبلیغ کی تھی۔

چوتھی صدی ہجری میں ”اخوان الصفا“ کے نام سے چند فلاسفہ کا ایک خفیہ ادارہ قائم ہوا جس نے اپنے علمی افکار و نظریات، رسائل کی صورت میں شائع کرتا تھا ان کے رسائل کا مجموعہ ”رسالہ اخوان الصفا“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے اس طرح کی اور بھی علمی انجمنیں بغداد میں کام کرتی تھیں جن کے علمی اجلاس میں زیر بحث مسائل اور افکار و نظریات کتابی صورت میں جلوہ گر ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ ابو حیان توحیدی کی کتاب ”المقابسات“ اس کی نہایت روشن دلیل ہے۔



ہے (۳)۔ عہدِ عباسی کے علمی اداروں میں مساجد، شاہی مجلات، دارالعلوم کے کتب خانوں کو شمار کیا

یہ عہدِ عباسی میں مستقل ادارے تھے، نئے نئے موضوعات و مباحث پر تحقیقات پیش تے رہتے تھے اس دور میں عارضی اور وقتی ادارے وہ علمی مجالس تھیں جو قدردان علم و فن، نزویان وقت کے درباروں، امراء، وزراء کے محل سراؤں اور خزانۃ الکتب میں وقتاً فوقتاً

قد ہوتی رہتی تھیں۔ چنانچہ احمد بن روح کا بیان ہے:

”قاضی ابوالحسن معانی بن زکریا جریری نہروانی المعروف ابن طرار ۹۰۰ء/۳۰۳-۳۹۰ھ) جو بڑے فقیہ اور ادیب تھے، کسی رئیس کے گھر پہنچے، وہاں اہل علم و اہل علم کی ایک جماعت موجود تھی وہ بولی کہ اقسامِ علوم میں سے کسی ایک علم میں مذاکرہ ہو، معانی نے رائیں سے فرمایا آپ کا کتب خانہ اصنافِ علوم و انواعِ ادب کا جامع ہے، کسی خادم کو کتب خانہ بولنے کا حکم دیں، جس قریبی کتاب پر اس کا ہاتھ لگے اس کو اٹھالائے، آپ اسے کھولیں اور بھیں کہ کس علم سے تعلق رکھتی ہے اس پر مذاکرہ ہو اور اہل علم جولانی طبع دکھائیں“ (۴)۔

لورہ بلا تاریخی واقعہ سے یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ محلِ سراؤں اور کتب خانوں میں اکریے ہوتے تھے اور اس طرح علوم و فنون کی نشرو اشاعت ہوتی تھی۔

عہدِ عباسی میں بعض علماء و فضلاء کے مکانوں کو بھی علمی ادارہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اگر ساج کی سماعت گاہوں پر نظر ڈالی جائے تو یہ عہدِ عباسی میں ذاتی مکانوں اور محلِ سرائوں میں مننے والی علمی مجلسوں کی ترقی یافتہ بیٹھکیں معلوم ہوتی ہیں انہیں علمی اداروں اور سماعت گاہوں میں ناکرنا چاہئے۔ ہمارے اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ عہدِ عباسی کے تذکرہ نگار س قسم کے عارضی اداروں کا ”دارہ مجمع العلماء“ اس کا مکان علماء کی اکیڈمی تھا (۵) ”منزلہ مالفاہم“ اس کا مکان ان اہل علم کی دلچسپی کا مرکز تھا (۶) کے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں۔ جسے اس عہد کے مورخین نے نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ ان عارضی اداروں میں تنوع و اختصاص بھی پایا جاتا تھا چنانچہ اس قسم کے بعض عارضی ادارے اہل ادب کے، بعض فقہاء کے، بعض محدثین کے اور بعض فلاسفہ وغیرہ کے مرکز ہوتے تھے۔ چنانچہ علی بن یحییٰ المنجم کا مکان اہل ادب کی اکیڈمی تھا (۷) ان ذاتی علمی اداروں اور کتب خانوں میں اہل علم اور راقوں کی شب گزاری کے لئے پچاس بستروں کا انتظام واہتمام کیا جاتا تھا (۸)

ان وجوہ سے ادارہ جاتی کتب خانوں (Institutional Libraries) کو در حصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا حصہ عوامی کتب خانوں (Public Libraries) پر مشتمل ہے اس کا مصداق  
اوقاف، مساجد و رباطات اور مزاروں کے کتب خانے ہیں۔

دوسرا حصہ علمی کتب خانوں (Academic Libraries) پر محیط ہے۔ اس  
مصداق درسگاہوں، مدرسوں، دانش گاہوں، شفاخانوں اور رصد گاہوں کے کتب خانے ہیں۔  
مقامات کے کتب خانے ہی وہ کتب خانے تھے جن کے دروازے بلا معاوضہ، بلا امتیاز مذہب و مسلک  
اور قوم و فرقہ، مقامی و بیرونی ممالک کے عوام و خواص پر کھلے ہوئے تھے (۹) یہ ادارہ جاتی کتب خانے  
اپنی فطرت میں عوامی کتب خانوں کے فرائض بھی ادا کرتے تھے حالانکہ یہ خصوصی و علمی کتب  
خانے تھے، اس حیثیت سے عہدِ عباسی کے عوامی کتب خانے اپنے مفہوم و مصداق کے اعتبار سے  
موجودہ دور کے ترقی یافتہ عوامی کتب خانوں سے زیادہ وسیع، زیادہ متنوع، زیادہ سودمند، زیادہ  
سہولت بخش تھے اور اس لئے عہدِ عباسی میں مسلم معاشرے میں عوامی کتب خانے زیادہ مشہور  
زیادہ با وقعت اور زیادہ ہر دل عزیز ہوتے تھے۔

وقف کے لغوی معنی سے بحث عوامی کتب خانہ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ رسالت مآب  
ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کو مرنے کے بعد مندرجہ ذیل چیزوں کا ثواب پہنچتا رہتا ہے ”علم  
علمہ و نشرہ، و ولداً صالحاً ترکہ، و مصحفاً ورثہ، او مسجداً بناہ... او صدقۃً اخرجہ  
من مالہ فی صحته و حیاتہ تلحقہ بعد موتہ“ (۱۰) علم جو اس نے کسی کو پڑھا  
اور جسے پھیلایا، نیک اولاد جسے چھوڑا، یا مصحف جو ورثہ کے لئے چھوڑا یا مسجد جسے اس نے بنا  
صدقہ جو اس نے بقیدِ صحت و حیات اپنے مال میں سے نکالا، اس کے مرنے کے بعد اس کا ثواب  
رہتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں ”علم علمہ“ میں تعلیم ”نشرہ“ میں تصنیف و تالیف اور وقف کے  
”مصحفاً ورثہ“ میں علوم شرعیہ کی کتابیں ”مسجد ابناہ“ میں مدرسہ اور سرائے داخل ہیں (۱۱)  
عبدالحق محدث دہلوی نے نشرہ کی شرح اشاعتِ علم سے کی ہے (۱۲) یہ ارشاد نبوی ﷺ خیر  
کاموں میں بہت محرک رہا اور کتب خانوں کے بنانے میں وقف کا غیر معمولی حصہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی میں کتب خانے اوقاف ہی سے بنتے ہیں اور آج بھی یہ  
جاری ہے اس کے ذریعہ بہت ہی نایاب و نادر کتابیں کتب خانوں کو حاصل ہوتی ہیں بعض شائق  
کتب ایسے ذرائع سے کتابیں اور ذخائر کتب جمع کرتے ہیں جن ذرائع سے عوامی اور سرکاری کتب  
خانے کتابیں حاصل کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ مثلاً خاندانی کتب خانے جس میں اس خانوادہ  
اہلِ علم کی جملہ تصانیف موجود ہوتی ہیں خاص طور پر آخر زمانے کی تالیفات جس کا علم تلامذہ

حباب کو بھی بسا اوقات نہیں ہوتا یا مصنف قبل تکمیل اس کا اظہار مناسب نہیں سمجھتا ہے یا بعض مباح (۱) بخل (۲) یا فخر کی وجہ سے (۳) یا ندرت کی بناء پر ایسی کتابوں کے نسخے ہی دنیا میں ایک دو ہوتے ہیں اور جس کے پاس ہوتے ہیں وہ انہیں کسی قیمت پر جدا کرنا نہیں چاہتے یا بعض اہم کتابیں دوسروں کو بتانے سے گریز کرتے ہیں ایسی کتابوں کا علم

(الف) وقف یا

(ب) ذخیرے کی فروخت یا

(ج) ورثہ کے ذریعہ یا

(د) اہل علم کی اس کتب خانہ تک رسائی کی صورت میں ہوتا ہے۔

اس قسم کے ذخیرے جب کتب خانوں میں وقف کئے جاتے ہیں ان سے کتب خانوں کے ذخیروں میں اضافہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ان کی اہمیت، افادیت، عظمت و شہرت بھی بہت بڑھ جاتی ہے اس سے وقف کتب کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ واقف وقف کبھی از خود اور کبھی کسی تحریک و تحریص سے اپنی حیات میں کر جاتا ہے۔ کبھی اس کے وارث و دوست اس کی وصیت کے مطابق اس ذمہ داری کو پورا کرتے ہیں جیسا کہ یا قوت روی کی وصیت کے مطابق علامہ ابن الاثیر نے موصل سے اس کا کتب خانہ جامع زیدی بغداد میں پہنچایا تھا (۱۳)

کتب خانے حسب ذیل اسباب کے تحت وقف کئے جاتے ہیں۔

(۱) کتب خانے کے قیام کا شوق

(۲) ذخائر کتب میں غیر معمولی اضافہ۔

(۳) جمع کتب کے بعد وسائل کی کمی۔

(۴) ضیاع کا خطرہ۔

(۵) نگہداشت میں کوتاہی۔

(۶) ذخائر کتب سے خود استفادہ کرنے سے قاصر ہونا۔

(۷) اہل علم اور محققین کی کتابی ضروریات کی تکمیل کا شوق۔

(۸) شہرت و ناموری

(۹) ان اغراض و مقاصد کا پورا ہو جانا جن کے تحت ذخیرہ کتب مہیا کیا گیا تھا یا ان کا پورا نہ

ہونا۔

(۱۰) معاشی نقطہ نظر سے افادیت اور مناسبت و مصلحت کے پیش نظر کتب خانہ وقف کیا جاتا

تھا اور کیا جاتا رہے گا۔

(۱۱) عبد عباسی میں جن صاحب ثروت اہل علم کے پاس کتب خانہ ہوتا اور اولاد وغیرہ نہ ہوتی ان کا مال و اثاثہ بیت المال میں داخل کیا جاتا تھا، اس لئے بھی اہل علم و ارباب ثروت اپنے کتب خانہ وقف کر جاتے تھے اس کے لئے انہیں حکومت وقت سے اجازت نامہ لینا ہوتا تھا جو بہ آسانی مل جاتا تھا چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنا کتب خانہ اسی طرح وقف کیا تھا (۱۴)

ایک مسلمان کے دل و دماغ میں ان تمام اسباب کا محرک رضاء الہی، فروغ علم اور اہل علم کی علمی تشنگی کو دور کرنے کا جذبہ ہے۔ وقف کتب خانے کے محرکات کو کتب خانے کے تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو اسلام سے پہلے مندرجہ بالا عوامل پورے طور پر کام کرتے نظر نہیں آتے۔ ان محرکات کو اگر کسی چیز نے مہمیز کیا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث ہے اس حدیث کی روشنی میں جن محرکات کا احاطہ کیا جاسکا ہے اس کا نمونہ اس سے پہلے کہیں نہیں ملتا۔

(۱) ذخیرہ کتب مناسبت، مصلحت و افادیت کے پیش نظر کبھی ایک کتب خانے میں اور کبھی

متعدد کتب خانوں میں وقف کیا جاتا تھا جیسا کہ مورخ ابن النجار نے اپنا کتب خانہ بغداد میں دو کتب خانوں میں وقف کیا تھا (۱۵)۔ دو چار دس کتابوں کے وقف کا تو ذکر ہی کیا کبھی ایسی ایک دو کتابیں جو سینکڑوں جلدوں پر مشتمل ہوتی تھیں وقف کی جاتی تھیں جیسا کہ محمد بن علی ادنوی نحوی المتوفی ۳۸۸ھ نے اپنی تفسیر جو ایک سو بیس (۱۲۰) جلدوں میں تھی وقف کی تھی (۱۶) قاری ابو محمد عبد اللہ بن المبارک عکبری المعروف بابن نبال المتوفی ۵۲۸ھ نے ابو الوفا بن عقیل کی کتاب الفنون جو آٹھ سو (۸۰۰) مجلدات میں تھی اور کتاب الفصول جو دس (۱۰) جلدوں پر مشتمل تھی وقف کی تھیں (۱۷)

(۲) کبھی پورا ذخیرہ کتب کسی خاص عوامی کتب خانہ میں وقف کیا جاتا جیسا کہ یاقوت نے اپنا کتب خانہ جامع زیدی بغداد میں وقف کیا تھا (۱۸)۔

(۳) کبھی کسی سرکاری کتب خانہ میں دے دیا جاتا تھا جیسا کہ تفتی نے اپنا عظیم الشان کتب

خانہ سلطان الملک الظاہر ایوبی کو دے کر شاہی کتب خانہ میں شامل کیا تھا (۱۹)

(۴) (الف) کبھی خود واقف ہی کتب خانے کے لئے علیحدہ عمارت بنا کر اس میں کتب خانہ وقف کرنا

اور اسے اپنے نام کے بجائے اپنی بیوی کے نام موسوم کرتا تھا۔ جیسے بغداد میں الوقف السلجوقی تھا جو خلیفہ ناصر دین اللہ نے اپنی ملکہ سلجوقی المتوفیة ۱۱۸۹ء / ۵۸۵ھ کے نام پر رباط اخلاطیہ میں وقف کیا تھا (۲۰)

(ب) کبھی واقف خود اپنے موقوفہ کتب خانہ کو عام نام سے موسوم کرتا تھا جیسا کہ وزیر ابو نصر ساہور نے بغداد میں کتب خانے کا نام دارالعلم رکھا تھا (۲۱)۔  
عہد عباسی میں انفرادی ذخائر کی امتیازی شان برقرار رکھنے کے لئے حسب ذیل طریقے استعمال کئے جاتے تھے۔

(۱) کبھی خود واقف یا مصنف یا کوئی نامور عالم و خطاط اپنے علم سے ان پر وقف وغیرہ کے الفاظ لکھتا تھا جیسا کہ وزیر بن القصاب نے کیا تھا (۲۲)۔  
(۲) کبھی منتظم کتب خانہ واقف کے نام کی تختی آویزاں کرتا اور انہیں علیحدہ نمایاں جگہ پر رکھتا تھا جیسا الوقف السناری (۲۳) اور الوقف السلجوقی (۲۴) سے عیاں ہے۔  
(۳) وقف کی ہوئی کتابوں کا کیٹلاگ کتابی صورت میں علیحدہ تیار کیا جاتا تھا (۲۵) یہ بھی اس کی منفرد و ممتاز حیثیت کو بتاتا تھا۔

(۴) وقف انفرادی کی اس امتیازی حیثیت کو تذکرہ نگار بھی ملحوظ رکھتے تھے چنانچہ وقف کے انفرادی ذخائر سے جب کسی کتاب کی نشاندہی کرتے تو النسخة التي في وقف ابن الخشاب برباط المامونيه (وہ نسخہ جو وقف ابن الخشاب میں رباط مامونہ کے خزانہ الکتب میں محفوظ ہے) کے الفاظ سے کرتے تھے (۲۶)۔  
وقف کتب میں واقف کبھی (۱) اپنے مذاق کی جیسے کہ ابن درید نے اپنا کتب خانہ اپنے وراق و شاگرد ابوالحسن علی بن احمد الدریدی المتوفی ۳۲۱ھ کے لئے مخصوص کیا تھا (۲۷)۔ (۲) اپنے مسلک کی یا (۳) اپنی عقیدت کی بنا پر کوئی قید لگا کر کسی خاص طبقہ یا خاص مسلک سے وابستگان کے ساتھ اس وقف کو مخصوص کرتا تھا جیسے (الف) اصحاب الحدیث (۲۸)۔

(ب) ۱۔ فقہاء حنفیہ (۲۹) ۲۔ فقہاء مالکیہ ۳۔ فقہاء شافعیہ (۳۰) ۴۔ فقہاء حنابلہ (۳۱)

(ت) صوفیہ

وقف تین قسم کے ہوتے تھے۔

(۱) وقف انفرادی، فرد واحد کا وقف مخصوص افراد کے لئے جیسے کسی عالم کا اپنا ذخیرہ کتب اپنی اولاد یا کسی مخصوص خادم جیسے زید کنڈی کا اپنے مخصوص خادم یا قوت کے نام وقف کر جانا یا شاگرد کے لئے وقف کر جانا جیسے ابن درید کا اپنا کتب خانہ اپنے شاگرد ابوالحسن الدریدی کو دے دینا ان مذکورہ تمام صورتوں میں استفادہ جس کے نام وقف ہوتا اس کی اجازت سے کیا جاتا تھا۔

(۲) وقفِ اجتماعی، عوام کا عوام کے لئے وقف کرنا جیسے مسجد وغیرہ جو عموماً چندہ سے تعمیر کی جاتی ہے۔

(۳) وقفِ سرکاری، جو خلیفہ عاۓدۃً وقف کرتا تھا۔

وقف میں ایک خاص بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ وقف ہو جانے کے بعد اسے باطل نہیں کیا جاسکتا چنانچہ مقتدر باللہ کی ماں نے اراضی وقف کرنے کے بعد اسے باطل کرنے کی کوشش کی لیکن سو مند نہ ہو سکی۔ بویہی خلفاء نے اس نظام میں تبدیلی کی اور عضد الدولہ نے ۳۷۲ھ میں سواد عراق کی تمام اراضی موقوفہ کو حکومت کی ملکیت قرار دیا تھا (۳۲)



## (۱) اوقاف کے کتب خانے

مسلمانوں کو شروع ہی سے قرآن مجید سے غیر معمولی شغف اور وابستگی رہی ہے۔ اسے مسجدوں میں رکھا اور جب تعداد زیادہ ہو گئی تو ان کے لئے علیحدہ مکان بنایا جانے لگا تھا۔ عہدِ اموی میں سب سے پہلے ابن ابی لیلیٰ انصاری کوئی المتونی ۶۰۲/۸۲ھ کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے مسجد کے علاوہ ایک جداگانہ مکان میں بیت المصاحف بنایا تھا (۳۳) عہدِ عباسی میں "دارالمصاحف" زیادہ تر مسجد سے متصل بنائے جاتے تھے اور ان میں مصاحف کے ساتھ دوسرے علوم کی کتابیں بھی رکھی جاتی تھیں لیکن قرآن کے ساتھ نسبتِ خاص کی وجہ سے ان کو "دارالمصاحف" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اس قسم کا ایک "دارالمصاحف" اصفہان کی جامع مسجد میں تھا جو پانچ سو سے زیادہ سونے چاندی کے کام سے آراستہ، قیمتی و نادر قرآن کے نسخوں پر مشتمل تھا اس میں حضرت ابی بن کعب (۰۰-۲۱ھ / ۰۰-۶۱۳ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصحف بھی محفوظ تھا۔ ۲ ربيع الآخر ۵۱۵ھ میں جامع اصفہان میں آگ لگی تو دس ہزار دینار کی لکڑی اور پانچ سو قیمتی مصحف بھی جل گئے تھے اس میں یہ مصحف بھی ضائع ہوا تھا (۳۴)

ابو عمرو حارث بن مسکین بن محمد اموی مالکی مصری (۱۵۴-۲۵۰ھ / ۷۷۱-۶۸۳ھ) محدث حافظ حدیث، فقیہ اور مصنف تھے (۳۵) خلیفہ متوکل عباسی نے انہیں ۲۳۷ھ میں مصر کا قاضی بنایا تھا (۳۶) موصوف نے جامع عمرو بن العاص میں اپنی طرف سے ایک "دارالمصاحف" کھوا اور اس میں ایک امین (لابریرین) مقرر کیا تھا (۳۷) قضاة میں پہلا قاضی تھا جس نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا (۳۸)

قاضی ناصر الدین بیضاوی المتونی ۶۸۵ھ نے "نظام التواریخ" میں لکھا ہے کہ جامع شیراز میں ایک قدیم مسجد ہے، یہ عمرو بن الیث المتونی ۲۸۹ھ نے بنائی تھی۔ اس مسجد میں ایک "دارالمصاحف" تھا اور اس میں صحابہ و تابعین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے بہت سے قرآن مجید کے نسخے اور سپارے محفوظ تھے اس میں ایک قرآن مجید امیر المومنین حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ، علی بن حسینؑ اور جعفرؑ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے موجود تھے۔ ایک مصحف امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا بھی تھا جس پر ان کے خون کے دھبے تھے۔ فتنہ کے زمانے میں وہاں سے اڑالیا گیا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی، یہ مسجد اولیاء اللہ سے کبھی خالی نہیں رہتی ہے (۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں لابریرین کے لئے "امین" کا لفظ بھی بولا جانے لگا تھا اور آج کل اضافی صورت میں "امین المکتبہ" لابریرین کے معنی میں عام

استعمال ہوتا ہے۔

## (۲) دورِ اموی میں عوامی کتب خانہ

دورِ اموی میں سب سے پہلے ایک اموی نوجوان عبد الحکیم (عبد الحکم) بن عمرو بن عبد اللہ جمعی نے مرکز اسلام مکہ میں ایک عوامی نوعیت کا کتب خانہ علیحدہ مکان میں قائم کیا تھا جس میں ہر فن کی کتابیں جمع کی تھیں (۴۰) اور کھیل کا سامان بھی شطرنج، نزد (پانسہ) اور گوٹی (جس کو آج کل مصری سیبجہ کہتے ہیں) جمع کیا تھا۔ یہاں جس کا جی چاہتا کتابیں پڑھتا اور جس کا کتابوں کے مطالعہ سے جی بھر جاتا وہ کپڑے دیوار کی کھونٹیوں میں ٹانگ کر کھیل میں لگ جاتا تھا (۴۱)

یہ پہلی صدی ہجری کے نصف میں اسلام میں پہلا عوامی کتب خانہ تھا جس میں کتابوں کے مطالعہ، کھیل اور تفریح کی سہولت بہم پہنچائی گئی تھی اس تاریخی شہادت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مطالعہ کتب اور تفریح کی یکجا سہولت بہم پہنچانے کے موجد بھی عرب ہی تھے۔ مستشرقین کو بھی اس امر کا اعتراف ہے کہ مسلمانوں نے عوامی کتب خانوں کی عام ضرورت بہت پہلے محسوس کر لی تھی (۴۲) اس کتب خانے میں نامور ادباء و شعراء آتے تھے۔ چنانچہ عربی زبان مشہور ہجو گو شاعر عبد اللہ احوص المتوفی (۶۷۳ء) ۱۰۵ھ سے پہلے یہاں آتا تھا (۴۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دورِ اموی میں (ابتداءً) فنون (تفسیر، حدیث، فقہ، ادب اور طب وغیرہ) کی کتابیں اس میں جمع کی گئی تھیں اور ”من کل علم“ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فہرست اور کیٹلاگ بھی موضوعی ترتیب پر مرتب تھا۔

## عہدِ عباسی میں عوامی کتب خانے

(۱) موصل میں دارالعلم (کتب خانہ)

ابوالقاسم جعفر بن محمد بن حمدان موصلی شافعی (۲۲۰-۳۲۳ھ / ۷۵۴-۶۹۳۵) رئیس صاحبِ وجاہت، فقیہ، اصولی، متکلم، فلسفی، ہیئت و ریاضی دان مروّجہ علوم اسلامی کا ماہر، لغت کا حافظ، ادب کی کتابوں کا راوی، کثیر التصانیف مصنف تھا۔ (۴۴) ابن الندیم کا بیان ہے

”موصلی، تصنیف و تالیف کا اچھا ذوق رکھتا تھا، شاعر، ادیب، ناقد شعر، کثیر الروایہ، تھا اس کی تصانیف میں ”کتاب السرقات“ مکمل نہیں ہوئی اگر وہ اس کو پوری کر جاتا تو لوگوں کو اس موضوع پر دوسری کتابوں سے بے نیاز کر جاتا۔ یہ کتابوں کا شوقین تھا بہت کتابیں جمع کی تھیں، موصل میں اس نے ایک دارالعلم کھولا اس میں کتب خانہ قائم کیا ہر قسم کی سہولت مہیا کی اور ہر ایک کو اس سے استفادہ کی اجازت حاصل تھی اگر کوئی اجنبی، مسافر علم کا جو یا آجاتا نادار ہوتا اس کو یہاں ”ورق“ کتاب اور ”ورق“ نقدی بھی ملتی تھی اور اس کی مالی مدد بھی کی جاتی۔ یہ کتب خانہ روزانہ کھلتا کسی دن بند نہیں کیا جاتا تھا۔ (۴۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں معاشرہ کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کو جاری رکھنے پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ چنانچہ قوم کی تحقیقاتی سرگرمیوں کے انجام دینے کی غرض سے کتب خانہ میں کسی دن چھٹی نہیں کی جاتی تھی۔ کتب خانہ ہر روز کھلا رکھا جاتا تھا تاکہ قوم کی علمی ترقی کو نقصان نہ پہنچے۔

ابوالقاسم اپنی سواری سے اتر کر یہاں آتا شنگانِ علوم اس کے پاس آکر بیٹھ جاتے یہ انہیں اپنے اشعار اور دوسرے شعراء کا کلام سناتا، قصے اور لطیفے بیان کرتا (۴۷) اس طرح ان میں کتاب اور کتب خانے سے دلچسپی پیدا کرتا، موقعہ بموقعہ نادر تحقیقات اور علمی نکتے سناتا اور فقہی باتیں بتا کر علم کا شیدائنا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری اور دسویں صدی عیسوی کے اوائل میں عوامی کتب خانوں نے اتنی ترقی کر لی تھی کہ کتابوں کے پڑھنے اور ان سے مانوس کرنے کے لئے غریب طلبہ و نادار اہل علم کی کتب خانے میں مالی مدد بھی کی جاتی تھی جس کی نظیر موجودہ دور کے ترقی یافتہ ممالک میں بھی نہیں ملتی۔

ابن الندیم نے ابوالقاسم کے مذکورہ بالا محاسن لکھنے کے باوجود اس کتب خانہ کی طرف ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عہدِ عباسی میں اس قسم کے عوامی کتب

خانے قائم کرنا مسلمانوں کا ایک عام دستور بن گیا تھا اس لئے اس کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی تھی۔

## (۲) بصرہ اور رامہرمز میں دارالکتب

ابو علی بن سوار کاتب (۰۰-۳۷۲ھ/۰۰-۶۹۸۲) علوم و فنون کا دلدادہ کتابوں کا شوقین اور ان کے متعلق بڑی معلومات رکھتا تھا۔ ابن الندیم "صاحب الفہرست" کا دوست تھا۔ ابن الندیم کتابوں کے متعلق اس سے معلومات فراہم کرتا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم بستی کی تالیفات اور بہت کے بارے میں ابن الندیم کی تحقیقات ابن سوار کی معلومات پر مبنی ہیں۔ اس نے ابن الندیم کو بتایا تھا کہ اس کی فلاں فلاں کتابیں خزانۃ الکتب میں موجود ہیں اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ابن سوار نے اپنے خزانۃ کتب میں کیسی نادر کتابیں جمع کی تھیں (۴۷)۔

اس نے فقیہ ابوالقاسم موصلی کے طرز پر ۳۶۷ھ سے قبل دو "دارالکتب" ایک خوزستان کے شہر رامہرمز میں اور دوسرا بصرہ میں وقف کئے تھے (۴۸)۔

یہاں بھی وہی سہولتیں اور آسانیاں فراہم کی گئی تھیں جو ابن حمدان موصلی نے دارالعلم میں مہیا کی تھیں۔ یہاں بھی اگر کوئی کتابیں پڑھتا اور نقل کرنا چاہتا تو اسے کتابوں کے علاوہ نقد روپیہ بھی دیا جاتا تھا (۴۹)۔

بصرہ کا دارالکتب بہت بڑا اور بہت آباد تھا کتابیں بھی رامہرمز کے دارالکتب کے مقابلہ میں یہاں زیادہ تھیں۔ ایک درسگاہ بھی بنائی گئی تھی جس میں ایک شیخ معتزلی علم کلام پڑھاتا رہتا تھا (۵۰)۔ چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر میں رامہرمز (فارس) اور بصرہ (عراق) میں اس نوع کے پہلے عوامی کتب خانے تھے۔ ابن سوار کا بصرہ کا دارالکتب ایک صدی سے زیادہ محققین، علماء و طلبہ کے علمی تشنگی دور کرتا رہا۔ جمادی الاولیٰ ۲۸۰ھ میں تلیانے بصرہ کو آگ لگائی تو یہ دارالکتب بھی جل کر خاکستر ہو گیا تھا۔ مورخ ابن الجوزی کا بیان ہے۔

"تلیانے جو امام مہدی ہونے کا مدعی تھا اس نے بصرہ کو جلایا اور دارالکتب کو بھی جسے عضد الدولہ کی آمد سے پہلے بصرہ میں قائم کیا گیا تھا یہ پہلا دارالکتب تھا جو اسلام میں قائم کیا گیا تھا (۵۱)۔ بصرہ میں اپنی نوع کا یہ پہلا وقف کہا جاسکتا ہے ورنہ موصل میں ابن حمدان موصلی کا بزرگ وقف تھا یہ ایسا عمدہ کتب خانہ تھا جس کی دور دور نظیر نہ تھی (۵۲)۔"

عضد الدولہ المتوفی ۳۷۲ھ جس کی حکومت ۳۶۷ھ سے پہلے قائم ہو چکی تھی جب وہ بصرہ میں آیا تو اس نے اس دارالکتب کو دیکھ کر کہا تھا "ہذہ مکرّمہ سبقنا لیہا" (۵۳)۔

ایسا خیر کا کارنامہ ہے جس میں ابن سوار ہم سے گویا سبقت لے گیا۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلم معاشرہ میں عوامی کتب خانوں کے قیام و اہتمام کو کیسی عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ عضد الدولہ کے ان مذکورہ بالا الفاظ میں عوامی کتب خانوں کے قیام کا ایک گونہ عزم و ارادہ بھی پایا جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ تلیا کی بربادی کے بعد بصرہ میں پھر چہل پہل شروع ہوئی تو ابن سوار کے اس دارالکتب کو اہل بصرہ نے آباد کیا اور چھٹی صدی ہجری کے اوائل تک اس میں رونق باقی تھی۔ علماء ادباء کی مجلس یہاں جمتی تھی۔ عربی زبان کے نامور ادیب ابو محمد قاسم حریری المتوفی ۵۱۶ھ نے حارث بن ہمام کی زبانی القامۃ الحلوانیہ میں اس کا نقشہ حسب ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔ وہ کہتا ہے:

”میں جب اپنے سفر سے واپس وطن پہنچا تو وہاں کے دارالکتب میں جو ادب آموزوں کی نمجمن، اہل بلد اور مسافروں کی ملاقات کا مرکز ہے، آیا تو اچانک ایک گھنی داڑھی والا پراگندہ حال کتب خانہ میں داخل ہوا اور بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کر کے مجمع کے پیچھے بیٹھ گیا اور اپنے صدری بلوم (سینہ میں پوشیدہ) کو کھولنے لگا اور اپنی دو ٹوک باتوں سے حاضرین کو محو حیرت بنانے لگا جو پاس بیٹھے ہوئے تھے ان سے پوچھنے لگا آپ کونسی کتاب کے مطالعہ میں منہمک ہیں اس نے جواب دیا ”دیوان ابی عبادہ“ کے مطالعہ میں مصروف ہوں، جس کے کلام کی سب میں شہرت ہے۔ (۵۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتب خانے ثقافتی سرگرمیوں کے مرکز بنے ہوئے تھے۔

### (۳) بغداد میں دارالعلم

بہاء الدولہ ابو نصر ساہور بن اردشیر (۳۴۶-۴۱۶ھ / ۹۵۷-۱۰۲۵ء) نیک، پاک باطن، پاک دامن اور بہت مخیر انسان تھا (۵۵) ۳۸۰ھ میں بہاء الدولہ بن عضد الدولہ نے اسے اپنا وزیر بنایا پھر معزول کیا (۵۶) یہ علم دوست، اہل علم کا بڑا قدردان (۵۷) اور کتابوں کا دلدادہ تھا۔ اس نے سرزمین بغداد میں سب سے پہلے عوامی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ یہ موصوف کا ایسا شاندار کارنامہ ہے جس کی وجہ سے اسلامی کتب خانوں کی تاریخ میں اس کا نام ہمیشہ عزت سے لیا جاتا رہے گا۔

موصوف نے ۳۸۳ھ / ۹۹۳ء میں جب بغداد میں کال پڑا ہوا تھا (۵۸) کرخ بین السورین میں جو وسط بغداد (۵۹) کا سب سے بڑا، اچھا اور سب سے زیادہ آباد محلہ تھا (۶۰) ایک بہت بڑی حویلی خریدی اسے گرا کر از سر نو کتب خانہ کی ضروریات کے مطابق تعمیر کرائی۔ اس پر رنگ کرایا (۶۱) اور اس کا نام دارالعلم رکھا (۶۲) اس نام سے ابن کثیر کو یہ شبہ ہوا کہ یہ درسگاہ بھی تھی (۶۳) حالانکہ ایسا

نہیں تھا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وسط شہر اور مرکزی مقام پر لائبریری قائم کرنے کا تصور مسلمانوں میں شروع ہی سے تھا البتہ چوتھی صدی ہجری اور دسویں صدی عیسوی کے ادائل میں تصور زور پکڑ گیا تھا۔

وزیر موصوف نے اس دارالعلم میں اہل علم کے لئے ایک خزانة الکتب جو دس ہزار (۱۰،۰۰۰) سے زیادہ مجلدات پر مشتمل تھا (۶۴) وقف کیا۔ یہ تمام تر جمع کی ہوئی اور خریدی ہوئی کتابیں تھیں (۶۵) اس میں سو (۱۰۰) سے زیادہ نادرہ روزگار خطاطوں کے لکھے ہوئے قرآن مجید نسخے محفوظ تھے اور دس ہزار چار سو (۱۰،۴۰۰) مجلدات تھیں جن میں بیشتر خود علماء و مصنفین اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے اور کتابیں تھیں یا پھر وہ کتابیں تھیں جو نامور اہل علم کے زیر مطالعہ ان کی ملکیت میں رہ چکی تھیں۔ (۶۶) ابن الجوزی نے ان کی تعداد بارہ ہزار (۱۲،۰۰۰) مجلدات بیان کی ہے (۶۷)

اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتب خانہ کا کتابی صورت میں کیٹلاگ بھی موجود تھا۔ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ اس محزانة الکتب کی فہرست (کیٹلاگ) بنوائی گئی تھی (۶۸) ابو نصر ساہور نے انتظامی امور اور کتب خانہ کی ترقی کے لئے سب سے پہلے لائبریری کی تشکیل کی (۶۹) اس کے اخراجات پورا کرنے کے لئے زرعی اراضی بھی وقف کی تھی (۷۰) مشہور نحوی و ادیب ابو احمد عبدالسلام بن حسن بصری لغوی المتوفی ۱۰۱۳ھ / ۲۰۵ھ کو اس کا پہلا خانہ مقرر کیا گیا تھا (۷۱)

اس دارالعلم کے دروازے ہر ذی علم کے لئے کھلے ہوئے تھے لوگ دور دور سے اس کے لئے یہاں آتے اور کتابیں عاریتہ لے جاتے تھے۔ چنانچہ ابوالعلاء معری (۷۲) نے ۱۰۵۷ھ / ۲۴۹ھ جب ۹۷۹ھ / ۳۶۹ھ میں بغداد آیا اور ڈیڑھ برس ٹھہرا تو دوران قیام اس کتب خانہ سے فائدہ اٹھایا چنانچہ ایک قصیدے میں خازن کتب عبدالسلام کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

اقراء السلام علی عبدالسلام فلی

جید الی نحوہ مازال ملفوقا (۷۲)

میرا سلام عبدالسلام سے کہو میری گردن اس کی طرف برابر جھکی ہوئی ہے۔

اور اس دارالعلم کا ذکر دوسرے شعر میں اس طرح کیا ہے۔



وغنت لنا في دار سابور قينه

من الورق مطراب الا صائل مهاب (۷۳)

یہ عظیم الشان کتب خانہ پہلی مرتبہ ۱۲۲۷ھ/۱۰۵۵ء طغرل بیگ کی آمد بغداد پر (۷۳) اور ۱۲۷۱ھ میں شیعہ سنی جھگڑے میں تباہ ہوا تھا (۷۵) ۱۲۲۷ھ/۱۰۵۵ء میں جب یہ کتب خانہ لٹنے لگا تو ملک کندری نے عوام کو دور ہٹا کر اس نے کتابوں کو علیحدہ کیا اور چھانٹا اس کی وجہ سے مورخ الاثیر نے اسے لٹیروں کے زمرہ میں داخل کیا اس کے اس کارنامہ کو کوئی اچھا فعل نہیں قرار دیا اپنے تعصب مذہبی کی بناء پر اس کا موازنہ نظام الملک طوسی سے کیا اور لکھا ”عمید الملک کندری نظام الملک کے کردار میں کتنا تفاوت ہے نظام الملک وہ ہے جس نے تمام اسلامی شہروں میں سے آباد کئے علوم کی تدوین کا سامان کیا کتب خانے وغیرہ وقف کئے“ (۷۶) اور اس نے خود کتب کو لوٹا حالانکہ عمید الملک کندری کا جلتی آگ میں کود کر قیمتی کتابوں کو نکالنا اور انہیں ضیاع سے کتابوں سے اس کی محبت اور شوق کو ثابت کرتا ہے۔

اس دور میں یہ کتب خانہ اپنی نظیر آپ تھا دنیا میں اس سے زیادہ بہتر کتابیں نہیں تھیں۔

(۷۷)

اخیر زمانہ میں ابو منصور محمد بن احمد بن طاہر بغدادی شیعہ المتونی ۵۱۰ھ کو اس کا خازن (۷۸) شریف مرتضیٰ ابو القاسم علی بن الحسن موسوی (۳۵۵-۳۳۶ھ/۹۶۵-۱۰۳۳ء) کو نگرانِ اعلیٰ کیا تھا۔ موصوف نے اس میں ایک ہوشیار، مشرف افسر بکارِ خاص (Officer on Special Duties) ابو عبد اللہ بن احمد کا تقرر کیا یہ بڑا چالاک و عیار۔ ابو منصور کو جل دیتا رہتا اور یہ اس کی جل کو نہیں سمجھتا تھا (۷۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لائبریری میں حسبِ ضرورت ایڈیشنل لائبریرین اور افسر امورِ خاص بھی مقرر کیا جاتا تھا۔

(۴) ہمدان میں دارالکتب

چوتھی صدی ہجری میں ابو جعفر مہلبی ہمدانی نے ہمدان میں ایک عوامی دارالکتب قائم کیا تھا جو بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مجلدات پر مشتمل تھا (۸۰)

(۵) رے کا عوامی کتب خانہ

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ابن عباد المتونی ۳۸۵ھ/۹۹۵ء نے رے میں اپنی رباط (جو قلعہ تھا) اور رے کے بالائی حصے میں جو محلہ روزہ میں واقع تھا، ایک عوامی کتب خانہ قائم کیا

تھا (۸۱) اس رباط کی وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ اس میں بیک وقت ایک ہزار (۱۰۰۰) آدمی کھانا کھاتے تھے (۸۲) روزہ بہت آباد مقام تھا یہاں بازار تھا، سرائیں تھیں، مکانات ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور سڑک بہت چوڑی تھی تجارت خوب ہوتی تھی (۸۳) بازار کے دوسرے سرے کو جہاں بابویہ آباد تھے سر روزہ اور وسط کو وسط روزہ اور بائیں حصہ کو اسفل روزہ کہتے تھے (۸۴)

اس سے ظاہر ہے کہ یہ مقام ہر اعتبار سے مرکزی مقام تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کتب خانہ اور محل عموماً مرکزی اور نہایت آباد جگہ پر تعمیر کئے جاتے تھے۔

### (۶) بغداد میں دارالکتب

ابوالحسن محمد بن ہلال بن الحسن صابی حرانی بغدادی شیعہ المعروف بغرس (۱۰۰۰-۳۸۰/۰۰-۶۰۸۷) ادیب، مورخ، کاتب، مصنف اور بہت سے کمالات و فضائل کا جامع خلیفہ کے دربار میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی (۸۵)

۴۵۹/۶۰۵۹ھ میں جب وزیر ابو نصر سابور کا دارالعلم محلہ کرخ میں لٹ لٹا کر ختم ہو گیا صابی نے رجب ۴۶۰/۶۰۶۰ھ میں شارع ابی عون پر اپنے محل سرا کے قریب دارالکتب جس میں ایک ہزار کتابیں تھیں وقف کیا تھا۔ (۸۶) اور ابو طاہر بن ابی قیراط علوی کو اس خازن مقرر کیا تھا (۸۷) پھر اس میں اضافہ کرتے رہے اور ۴۸۰/۶۰۸۷ھ تک اٹھائیس سال مدت میں یہ تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) تک پہنچ گئی تھی۔ اس کتب خانہ میں ہر علم و فن کی کتابیں جمع تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتب خانہ موضوعی ترتیب پر مرتب تھا اور کتابی صورت اس کا کیٹلاگ بھی موجود تھا۔

اس کتب خانہ میں اہل علم کی مجلس جہتی تھی چنانچہ ابو الوفاء ابن عقیل المتوفی ۵۱۳ھ کا بیان ہے کہ ہم ایک دن اس کتب خانہ میں گئے تو عقل کے حسن و قبح پر مذاکرہ ہوا تھا جس کی تفصیل موصوف نے ”کتاب الفنون“ میں نقل کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں دارالکتب خانے ثقافتی سرگرمیوں کے مرکز ہوتے تھے۔ (۸۸)

ابن الاقساسی علوی اس کا خازن تھا علماء اس کتب خانے سے استفادہ کرتے تھے (۸۹) میں جب یہ کتب خانہ مالی بحران کا شکار ہوا اور خازن کو تنخواہ ملنا بند ہو گئی تو اس نے اس میں کرنا شروع کیا اور کتابوں سے وقف کا لفظ مٹا کر انہیں فروخت کرنے لگا، ابن الجوزی کا بیان ہے کہ ”میں نے اس کو بیچنے سے منع کیا تو وہ کہنے لگا کہ دارالکتب النظامیہ کے ہوتے

اس کتب خانے کی حاجت نہیں، میں نے کہا وقف شدہ کتابوں کو بیچنا حرام ہے، بولا میں نے ان کی قیمت خیرات کر دی ہے۔ (۹۰)

اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا لفظ جن کتابوں پر لکھا ہوتا تھا اسے کوئی نہیں خریدتا تھا اس لئے فروخت کے وقت وقف کا لفظ مٹا دیا جاتا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کتب خانہ ۵۷۷ھ / ۱۱۷۰ء میں جو ابن الجوزی کی کتاب المنتظم کا سال تالیف ہے (۹۱) بربادی کے کنارے آگاکھا۔

### (۷) بصرہ میں دارالکتب

ابو منصور بن شاہ مردان (۰۰-۰۰) یہ عماد الدولہ ابو کالیجار مرزبان بن ابی شجاع بویہی المتوفی ۴۴۰ھ / ۱۰۴۸ء (جس کا دور حکمرانی ۴۱۵-۴۴۰ھ / ۱۰۲۴-۱۰۴۸ء تک رہا ہے) کا وزیر تھا (۹۲) اس نے بصرہ میں ابن سوار کاتب المتوفی ۳۷۳ھ / ۹۸۳ء کے دارالکتب کے بعد نہایت نفیس و نادر کتب پر مشتمل کتب خانہ وقف کیا تھا۔ (۹۳) یہ کتب خانہ ۱۰۹۰ء / ۳۸۳ھ میں تلیا کے حملہ بصرہ میں نذر آتش ہوا تھا (۹۴)

### (۸) اصفہان میں دارالکتب

عزالدین ابو نصر احمد بن حامد بن محمد اصفہانی (۳۷۲ھ / ۱۰۷۹-۱۱۳۲ء) خانوادہ ادباء کا گوہر شب چراغ تھا (۹۵) عماد اصفہانی کا چچا نہایت فاضل ادیب و شاعر، مکارم اخلاق کا جامع، نخی و شعراء کا قدردان تھا۔ (۹۶) سلجوقیوں کے دور میں مستوفی کے عہدہ پر ممتاز تھا آخر میں سلطان محمود سلجوقی طغرل ثانی کے خزانہ شاہی کا متولی و نگران بنایا گیا تھا۔ موصوف نے اصفہان میں ایک دارالکتب بنایا تھا (۹۷)

تذکرہ نگاروں نے موصوف کا تذکرہ کیا ہے لیکن دارالکتب کے قیام کا ذکر نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہوں، وزیروں، امیروں، صوفیوں اور عالموں کے محل سراؤں، قیام گاہوں میں کتب خانے بنانا اور عوام کے لئے کتب خانے قائم کرنا عام معمول و دستور تھا اس بناء پر مورخین و تذکرہ نگار ہر ایک حاکم و عالم کے تذکرہ میں ان باتوں کے ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے اس لئے زیادہ تفصیلات بھی نہیں ملتی ہیں۔

### (۹) بغداد میں ابن القصاب کا دارالعلم

موید الدین ابوالمظفر محمد بن علی بن احمد شیرازی (۹۸) ثم بغدادی المعروف بابن

القصاب (۱۱۲۶-۱۱۹۶ھ/۵۲۰-۵۹۲ھ) اس کا باپ بغداد میں درب بصریین کے سرے پر گوشت بیچتا تھا اس نے پڑھا اور علوم و آداب میں بصیرت پیدا کی (۹۹) ادیب و شاعر (۱۰۰) مہندس (۱۰۱) اور اچھے خوشنویس کی حیثیت سے شہرت پائی (۱۰۲) ۵۸۴ھ میں بغداد آیا اور دفتر انشاء کا نگران مقرر ہوا۔ ۵۹۰ھ میں خلیفہ ناصر دین اللہ نے اس کو اپنا وزیر بنایا۔ (۱۰۳) اس طرح وہ سیف و قلم کا بادشاہ بن گیا یہ علم و اہل علم کا قدردان اور کتابوں کا شوقین تھا۔ اس نے بغداد میں درب الخیاطین میں نفیس کتابوں پر مشتمل ایک خزانة الکتب قائم کیا اس کا نام ”دارالعلم“ رکھا اور وقف کیا تھا۔ (۱۰۴) اس نے ہر کتاب پر اپنے قلم سے وقف کی صراحت بھی کی تھی (۱۰۵)

### (۱۰) بغداد میں ابن المارستانیہ کا دارالعلم

فخر الدین ابو بکر عبید اللہ بن علی بن نصر تمیمی بکری حنبلی المعروف بابن المارستانیہ (۱۱۲۶-۱۲۰۲ھ/۵۴۱-۵۹۹ھ) نامور طبیب (۱۰۶) محدث، فقیہ، مورخ، ادیب و شاعر، فلسفہ، نجوم اور علومِ اولیٰ کا ماہر تھا (۱۰۷) جامع قصر (جامع سوق الغزل) میں اس نے حدیث کا درس دیا (۱۰۸) باپ کے بیٹے دونوں شفاخانہ عضدی کے جو دجلہ کے غربی جانب واقع تھا اوقاف کے نگران رہے (۱۰۹) پھر ابن المارستانیہ ترقی کرتے کرتے وزارت کے عہدے پر ممتاز ہوا۔ یہ کتابوں کا شوقین تھا اس نے بہت کتابیں جمع کی تھیں (۱۱۰) اور اپنے ہاتھ سے نقل بھی کی تھیں۔ حدیث کی کتابوں کے بنیادی نسخے حاصل کئے تھے اور اس فن سے اعتناء کیا تھا (۱۱۱)

اس نے درب شاکریہ میں ایک مکان بنوایا اس میں کتب خانہ وقف (۱۱۲) کر کے اس کا نام دارالعلم رکھا (۱۱۳) ۵۹۰ھ میں اوقاف شفاخانہ عضدی میں کوتاہی کے جرم میں ابن المارستانیہ کو دو سال کی سزا ہوئی اور ایک زمانہ تک شفاخانہ میں مجنونوں کے ساتھ داخل رہا۔ ”دارالعلم“ کی کتابیں فروخت ہوتی رہیں اور ان کا مال و اسباب اور جائیداد سب کچھ ضبط ہو گیا (۱۱۴) دو سال بعد ابن المارستانیہ کو قید سے رہائی نصیب ہوئی پھر قبولِ عام حاصل ہوا۔ حالات بہتر ہوئے اور اس نے از سر نو کتب خانہ بنایا (۱۱۵)

### (۱۱) بوزجان میں کتب خانہ

بوزجان جو نیشاپور اور ہرات کے مابین خراسان کا ایک بہت چھوٹا شہر ہے۔ (۱۱۶) اس میں ایک عوامی کتب خانہ تھا جسے تذکرہ نگاروں نے ”بیت کتب بوزجان“ کے نام سے ذکر کیا ہے اس میں ہر علم و فن کی کتابیں جمع تھیں اس میں ابن سینا کی کتاب الحاصل والمحصل کا نسخہ ظہیر الدین بیہقی المتوفی ۵۶۵ھ کے زمانہ تک موجود تھا (۱۱۷)

## (۱۲) سرخس میں کتب خانہ

سرخس، خراسان میں نیشاپور اور مرو کے مابین ایک قدیم شہر ہے اس میں بھی ایک عوامی کتب خانہ بہت سے نوادر کا جامع تھا۔ خواجہ ابوالفضل محمد بن الحسن بیہقی المتوفی ۷۰۷ھ نے تاریخ آل محمود (غزوی) جو تیس (۳۰) جلدوں میں تھی اس کی بعض جلدیں کتب خانے میں محفوظ دیکھی گئیں (۱۱۸)

## (۱۳) جنزہ میں کتب خانہ

جنزہ یہ اران کا شہر ہے جو شروان اور آذربجان کے وسط میں واقع تھا عوام اسے کنجہ کہتے تھے یہاں سے اہل علم کی ایک جماعت نکلی ہے (۱۱۹) پانچویں صدی ہجری میں یہاں ایک عوامی دارالکتب تھا اس میں اتنی کتابیں تھیں کہ اس کے لئے ایک مستقل لائبریرین رکھا گیا تھا (۱۲۰)

## (۱۴) بغداد میں کتب خانہ خطیب بغدادی

ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب بغدادی شافعی (۱۰۰۲-۱۰۷۲/۳۹۳-۴۶۳ھ) محدث، حافظ حدیث، فقیہ، مورخ، ادیب، شاعر، مصنف (۱۲۱) زود نویس و خوشنویس تھے (۱۲۲) کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا۔ موصوف نے شام میں مورخ صوری کا بارہ (۱۲) بار شترکتب خانہ ان کی بہن سے خریدا تھا (۱۲۳) خطیب سفر میں بھی ایک بار شترکتب خانہ ساتھ رکھتے تھے، جب حج کیا تو بھی ایک بار شترکتب خانہ ساتھ تھا (۱۲۴) ان کا ذاتی کتب خانہ بہت اچھا اور کئی کتب خانوں کا جامع تھا۔ انتقال سے پہلے مسلمانوں پر وقف کیا اور فضل بن خیرون کو اس کا نگران بنایا تھا ان کے متبنی فضل کی نگرانی میں رہا، گھر میں آگ لگی تو وہ برباد ہو گیا (۱۲۵)

## (۱۵) بغداد میں حازی کا کتب خانہ

زین الدین ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان حازی ہمدانی شافعی (۵۲۸-۵۸۴ھ/۱۱۵۳-۱۱۸۸ء) محدث، حافظ حدیث، فقیہ، مورخ، انساب کے عالم، عابد، زاہد و کثیر التعمیرات مصنف تھے (۱۲۶) تحصیل علوم کے لئے شام، حجاز، عراق کا سفر کیا اور بہت لکھا تھا۔ بغداد میں رباط بدیع میں رہتے تھے رات کو کمرہ میں داخل ہوتے پوری رات مطالعہ کرتے اور لکھتے رہتے تھے (۱۲۷) حازی نے اپنا کتب خانہ اصحاب حدیث پر وقف کیا تھا (۱۲۷)

## (۱۶) فارسی سلامی کا کتب خانہ

ابوالفضل محمد بن ناصر بن محمد فارسی سلامی بغدادی شافعی ثم حنبلی (۱۲۹) (۲۶۷-۵۰۰ھ/۱۰۷۵-۱۱۵۵ء) محدث عراق، حافظ حدیث، فقیہ، ادیب، مدرس و مصنف تھے (۱۳۰) حدیث پڑھاتے اور ادب کی کتابوں کو پڑھانے پر اجرت لیتے تھے (۱۳۱) صحیح لکھتے اور اچھا نقل کرتے تھے (۱۳۲) ابن الجوزی نے ۳۰ برس تک ان سے استفادہ کیا تھا اور جتنا ان سے استفادہ کیا کسی سے نہیں کیا (۱۳۳) فقیر منش بزرگ تھے (۱۳۴) مگر کتب خانہ بڑا رکھتے تھے۔ موصوف نے نہایت صحیح و اصلی نسخے جمع کئے تھے انہوں نے اپنا کتب خانہ محدثین پر وقف کیا تھا (۱۳۵)

اس کتب خانے کا کیٹلاگ بھی کتابی صورت میں موجود تھا۔ وہ ابن الجوزی کے مطالعہ سے گزرا تھا (۱۳۶) یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ موصوف نے بغداد میں کہاں یہ کتب خانہ وقف کیا تھا۔ مرتے وقت تن کے کپڑے اور تین دینار چھوڑے تھے اولاد کوئی نہ تھی، کتب خانہ پہلے ہی وقف کر چکے تھے۔

## (۱۷) دومی مستظہری کا کتب خانہ

ابوالحسن منتخب بن عبداللہ دومی مستظہری (۵۰۸-۵۰۰ھ/۱۱۱۴-۱۱۱۳ء) دولتمند و زاہد تھے (۱۳۷) ان کے پاس کتابوں کا ذخیرہ تھا جو موصوف نے محدثین پر وقف کیا تھا اور ان موقوفہ کتابوں میں مسند احمد بن حنبل بھی تھی (۱۳۸)

## (۱۸) ابی قفل کا کتب خانہ

ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد زیادی عمدی حضرمی شافعی المعروف بابی قفل (۵۵۹-۶۳۱ھ/۱۱۶۳-۱۲۳۳ء) حافظ حدیث و محدث تھے ایک زمانہ تک مسجد ابان کی امامت کی پھر اس کے مشرق میں ایک نہایت عمدہ مسجد بنوائی اور تاحیات اس مسجد میں رہے اپنے قلم سے بہت حدیثیں لکھیں تھیں موصوف نے اپنا ذاتی کتب خانہ مکہ معظمہ میں وقف کیا تھا (۱۳۹)

## (۱۹) سویدی کا کتب خانہ

برہان الدین سویدی المتوفی ۶۵۶ھ عالم اور مدرسہ عادلہ میں استاد تھے ان کے پاس کتب خانہ تھا جو موصوف نے مدرسہ ابن رواحہ میں وقف کیا تھا (۱۴۰)



## (ب) مسجدوں کے کتب خانے

علم اور عبادت کا ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے تاریخ شاہد ہے کہ عبادت گاہوں میں جو بول بولے جاتے، کسی بھی زبان میں حمد و ثنا کے جو گیت گائے جاتے ان کا مقدس ذخیرہ کسی بھی شکل میں کتنا ہی محدود سہی ہمیشہ معبدوں (Churches) مندروں (Temples) اور آتشکدوں (Fire-Temples) میں رہا ہے جو مذکورہ بالا دعویٰ کا نہایت بین ثبوت ہے۔

پنڈتوں، مہنتوں، موبدوں، راہبوں اور پادریوں کی علم پر اجارہ داری نے علم کو فروغ پانے سے روکا اور عوام کو جب ان مقدس عبادت گاہوں میں بھی علم کی روشنی سے محروم رکھا جانے لگا تو علم کا دائرہ تنگ سے تنگ تر ہوتا گیا۔ نہ علم پھل پھول سکا نہ اس میں تنوع و کثرت پیدا ہو سکی نہ وسائل کتابت و مواد کتابت پروان چڑھ سکی اور نہ ان کتب خانوں کو عوامی کتب خانوں کا مقام حاصل ہو سکا۔ عوام کی شرح پیدائش میں روز افزوں ترقی کے باوجود شرح خواندگی کم سے کم تر ہوتی چلی گئی اور عبادت گاہوں میں جو عوام میں فروغ علم کی اصل جگہیں تھیں علم و کتاب اور ذخیرہ کتب تک ان کی رسائی نہ ہو سکی۔

اسلام نے بنی نوع انسان کو علم کی آزادی بخشی، قرأت و کتابت علم کو بنی نوع انسان کی اولین و بنیادی ضرورت قرار دے کر ہر فرد کو پڑھنے لکھنے کا پابند کیا علم کی تحصیل کا حکم دیا گیا "اقرا" پڑھ، یہ وحی غار حراء میں جو ان دنوں آنحضرت ﷺ کی عبادت گاہ تھی اتری اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ قرأت و کتابت اور احیاء علوم کی عالمگیر تحریک کا آغاز ایک عبادت گاہ سے ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی عوامی و خصوصی تعلیم و تحریک احیاء علوم کا آغاز ایک عوامی عبادت گاہ، مسجد ہی سے کیا اور قدرے سہولت کے بعد سب سے پہلے مسجد میں عوام کے لئے تحصیل علم کی سہولتیں مہیا کیں۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے مساجد و مراکز عبادت میں علم و عرفان کو عام کرنے پر اس لئے زور دیا تھا کہ یہاں صحیح عقائد اور سچی تعلیمات کو فروغ حاصل ہوتا تھا گمراہی و بدعت کو پنپنے کا موقع نہ مل سکتا تھا عالم و جاہل ہر مسلمان کو ان مراکز میں عبادت کے لئے آنے جانے کی آزادی تھی ہر استاد کی باتیں شعوری و غیر شعوری طور پر اس کے کانوں میں پڑتی تھیں کسی کو اسلام کے خلاف کوئی بات کہنے کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی اس طرح ہر امر میں قرآن و سنت پر مبنی علوم کو فروغ حاصل ہوتا تھا۔

خلافت راشدہ میں سرکار کی زیر سرپرستی مساجد کو معاشرتی ثقافتی مراکز کی حیثیت سے فروغ دینے کے لئے خلفاء نے ان میں کتاب اللہ کو رکھوا کر ذخیرہ کتب کا اہتمام کیا تھا۔ یہی خشت

اول مسلمانوں میں آج تک اساس بنی ہوئی ہے چنانچہ عہدِ خلافت راشدہ (۶۳۲-۶۶۱/۱۱-۲۰ اور دورِ اموی (۶۶۱-۷۵۰/۲۱-۱۳۲ھ) میں مسجدِ نبوی ﷺ، بیت الحرام، جامع دمشق، جامع بصرہ، وکوفہ کو عظیم دانشگاہوں کی حیثیت حاصل رہی، ان کی وجہ سے ان شہروں کو علومِ قرآنی و سنت کی اشاعت میں امتیازِ خاص حاصل رہا ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں!

”پانچ شہر مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام وہ ہیں جہاں سے علومِ نبوت، علومِ ایمانی، علومِ قرآنی اور علومِ شریعت نکلتے ہیں۔ (۱۳۱)

کتاب اللہ کی تدوین اس کی قرأت و کتابت مسجد میں ہوئی تھی اس لئے علماء بھی برکتِ قبولیت کی خاطر تعلیم و تدریس اور تصانیف کا آغاز بھی مسجد میں کرتے تھے چنانچہ امام بخاری نے بخاری کی ترتیب و تالیف کا کام مسجد حرام میں اور ترجمۃ الابواب کے لکھنے کا کام مسجدِ نبوی ﷺ روضہ شریفہ کے سامنے کیا تھا (۱۳۲) مسجدیں عہدِ عباسی میں قرأت و کتابت، تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف کا مرکز رہی ہیں۔

ابتداءً عہدِ عباسی میں مسجدیں ہی درس گاہ کتاب بنی ہوئی تھیں چنانچہ ہسپانیہ اندلس میں جامع قرطبہ (۱۳۳) اور افریقہ میں فاس میں جامع القزویین جسے محمد فہری کی بیٹی فاطمہ و مریم ۲۲۵/۶۸۵ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ تیسری صدی ہجری میں یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا اور جہل کی تاریکیاں چھٹنے لگیں۔ اسلامی ثقافت اور عربی تمدن افریقہ میں پھیلنا شروع ہوا یہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول و کلام، ادب، صرف و نحو، معانی و بیان، فلسفہ و حکمت، فلکیات، طب، ہندسہ، دانشگاہ بن گئی اور اسے جامعۃ الاندلس کہا جانے لگا۔ علماء کہتے ہیں ”علم مدینہ میں پیدا ہوا“ میں نشوونما ہوئی، مصر میں پسائی اور فاس میں چھٹائی ہوئی، عبدالواحد مراکش المتوفی ۶۳۷/۱۵۰۰ نے فاس کے متعلق کہا ہے، ہمارے زمانے میں فاس مغرب کا دار الخلافہ، علم کا ٹھکانہ، قیروان و قرطبہ کے علوم کا جامع ہے اسے بغداد مغرب کہا جاتا ہے (۱۳۴) آج بھی اس کا خزانہ الکتب علمی دنیا کی اپنی نظیر آپ ہے۔

جامع زیتونیہ تونس جسے عامل بنی امیہ ابن الحجاج نے ۳۲۲/۶۸۴ھ میں بنایا اس میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور اس کے کتب خانہ کی بھی شہرت ہے (۱۳۵) جامع قیروان، اسے فاتح افریقہ عقبہ بن نافع نے پہلے ۵۰ھ میں پھر ۸۶ھ میں منہدم کر دیا دوبارہ تعمیر کرائی تھی یہ شمالی افریقہ میں عہدِ اغالیہ میں اہم ثقافتی مرکز رہی حاکم فاطمی کے تسلط کے اس کی علمی حیثیت کو ٹھیس پہنچی لیکن شاہانِ صنہا جہ کے دور میں اسے عروج حاصل ہوا آج تک اس کی عظمت برقرار ہے (۱۳۶) جامع ازہر کا تذکرہ باب سوم میں گزر چکا ہے۔

اسلامی دنیا کے یہ چار جوامع 'جامع ازہر' جامع زیتونیہ، جامع قسرویین، اور جامع قیروان جن میں آج بھی علمی و ثقافتی سرگرمیاں جاری ہیں، عہدِ عباسی کی علمی سرگرمیوں کی یاد تازہ کرتی ہیں ان کے کتب خانے اس کی نہایت واضح دلیل ہیں کہ مساجد کی درسگاہوں کے کتب خانوں کی تاریخ نہایت قدیم ہے اور اس کا سلسلہ مسلمانوں میں اب تک قائم ہے۔

عہدِ عباسی میں دار الخلافہ بغداد میں جامع منصور (۱۲۷) جامع رصافہ (۱۲۸) جامع قصر (۱۲۹) اصفہان میں جامع اصفہان (۱۵۰) کو، مصر میں جامع ابن طولون اور نیشاپور میں جامع نیشاپور (۱۵۱) کو بھی یہی امتیاز و فخر حاصل تھا ان کا کوئی گوشہ کسی امام کے نام اور کوئی ستون کسی کے نام سے موسوم تھا (۱۵۲)

ان مساجد کو ایسی مرکزی دانشگاہ کی حیثیت حاصل تھی کہ ان میں پڑھانے کی آرزو حاصل زندگی بن گئی تھی جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا کہ خطیب بغدادی (متوفی ۳۶۳ھ) نے زمزم پی کر یہی دعا کی تھی کہ بار الہا! مجھے جامع منصور میں درس حدیث کی توفیق ارزانی فرما" (۱۵۳)

چوتھی صدی ہجری میں ان مساجد میں "علمی مجالس کی تعداد سینکڑوں تک پہنچنے لگی تھی چنانچہ جامع قاہرہ میں عشاء کے وقت ایک سو دس (۱۱۰) علمی مجالس شمار کی گئی تھیں (۱۵۴) دیارِ مغرب (ہسپانیہ) میں مساجد ہی کو ہمیشہ مدارس کی حیثیت حاصل رہی اور اندلس میں مساجد سے علیحدہ مدارس کا قیام ہی عمل میں نہیں آیا (۱۵۵)

ان وجوہ سے عہدِ عباسی میں مسجدیں عمومی اور خصوصی دونوں قسم کی تعلیم کا مرکز رہی ہیں ہر بڑی مسجد جسے مسجد جامع یا مسجد کبیر کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے اس میں مدرسہ اور کتب خانہ بھی بڑا ہوتا تھا (۱۵۶) چھوٹی مسجدوں میں جن کی تعداد زیادہ ہوتی تھی مکتب بنایا جاتا تھا ان میں گویا ابتدائی اور متوسط درجہ کی تعلیم کا بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ جن مساجد میں اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی طلبہ کے قیام و طعام کا بندوبست کیا جاتا ان میں کتب خانہ بھی بڑا بنایا جاتا تھا ہر چھوٹی بڑی مسجد میں فرمانرواؤں اور عوام و خواص کی طرف سے کتابیں اور کتب خانے وقف کئے جاتے تھے اب بھی کہیں کہیں اس کا رواج ہے، مسجدیں چونکہ وقف ہوتی ہیں اس لئے ان میں ہر چھوٹا بڑا بلا روک ٹوک آتا استفادہ کرتا تھا۔

تعلیمی ضروریات کی تکمیل کی غرض سے ان میں کتب خانے قائم کئے جاتے یا مسجدوں سے متصل بنائے جاتے تھے اس لئے یہ کتب خانے ہمیشہ اخلاقی گندگیوں سے پاک صاف رہے۔

مساجد کے کتب خانے دینی علوم ہی کی کتابوں پر مشتمل نہیں ہوتے تھے بلکہ ہر علم و فن کی کتابوں کے جامع تھے۔ سائنسی علوم و فلسفہ پر بھی ان میں کتابیں رکھی جاتی تھیں (۱۵۷) نقل و

مطالعہ کی سہولت، کتب خانہ ہی میں مہیا نہیں کی جاتی تھی بلکہ کتب خانہ سے باہر بھی اہل علم کتابیں عاریتاً دی جاتی تھیں

ان کتب خانوں کی کثرت و ندرت اور ان کے استعمال کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ بعض مساجد کے کتب خانوں سے اہل علم اور محققین کو بیک وقت دو سو (۲۰۰) حوالے کی کتابیں گھر لے جانے کی اجازت حاصل تھی (۱۵۸)

عہد عباسی میں کتابیں زرِ خالص کی حیثیت رکھتی تھیں پھر ان پر سونا چاندی منڈھا جاتا، کاری و زرپاشی کی جاتی تھی اس بناء پر وہ بہت گراں قیمت میں خریدی جاتی تھیں اور بہت ہی سرمایہ سمجھی جاتی تھیں۔ انہیں مسجدوں کے کتب خانوں میں بھی رکھا جاتا تھا اس لئے یہ مسجدیں لٹتی رہتی تھیں اور کتب خانوں پر بھی تباہی آتی رہتی تھی۔ (۱۵۹)

مسجدیں کثرت سے بنائی جاتی تھیں، ان میں کتب خانے بھی کثرت سے قائم کئے جاتے اور ان میں ان کتب خانوں سے استفادہ کرتے یا ان میں کوئی نادر کتاب پاتے یا کوئی نامور عالم ان اپنا ذخیرہ کتب وقف کرتا تو تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں ضمناً اس مسجد کے کتب خانے کا ذکر بھی جاتا تھا عہد عباسی کی تمام مساجد کے کتب خانوں کا احاطہ اس مقالہ میں ممکن نہیں یہ موضوع اور تحقیقی مقالہ کا محتاج ہے تاہم یہاں اس قسم کے چند مشہور کتب خانوں کا ذکر کیا جاتا ہے ان سے عہد عباسی میں مساجد کے کتب خانوں کی اہمیت، افادیت اور خدمات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

## (۱) کتب خانہ جامع حلب

حلب میں جامع اموی حلب کا کتب خانہ قدیم ترین کتب خانہ تھا جسے سیف الدولہ علی بن محمد بن حمدون تغلبی المتوفی ۳۵۶ھ / ۹۶۶ء نے ۲۳۳ھ / ۹۴۴ء میں حلب پر قبضے بعد قائم کیا تھا اس میں مختلف علوم و فنون کی دس ہزار (۱۰۰۰۰) مجلدات تھیں (۱۶۰) یہ کتب خانہ ۶۱۰/۴۶۰ھ تک اہل علم کی خدمت کرتا رہا اور جب اس کے خازن ثابت بن اسلم نخوی کو بلیہ نے گرفتار کر کے مصر میں پھانسی دی تو اس عظیم الشان کتب خانے کو نذر آتش کیا گیا (۱۶۱) مگر مہم ہوتا ہے کہ جامع حلب کا یہ کتب خانہ پھر آباد ہوا۔ ۵۷۹ھ / ۱۱۸۳ء میں جب سلطان صلاح الدین ایوبی حلب پر قابض ہوا اور جامع اموی حلب میں پہنچا تو اس کے فرزند ملک افضل کے اتالیق الدین محمد خراسانی مسعودی المتوفی ۵۸۴ھ / ۱۱۸۸ء کو یہ کتب خانہ مباح کر دیا انہوں نے اس ایک بار شتر کتابیں انتخاب کیں تھیں (۱۶۲) بائیں ہمہ افتاد جامع حلب کا یہ کتب خانہ کسی نہ کسی میں نویں صدی ہجری تک باقی رہا چنانچہ علامہ غرس الدین خلیل بن احمد حلبی نے الافادہ جو لوہے تانبے اور پتھر سے ایک خوشنما موٹاتنے دار درخت بنایا تھا۔ اس میں ریاضی کے جدولوں اور خطوط کی صورت میں دکھایا گیا تھا اس کی ٹہنیوں اور پتوں پر علوم ریاضی کے اصول کی نشاندہی کی گئی تھی۔ ریاضی کے طلبہ اس سے استفادہ کرنے کے لئے دراز سے حلب پہنچتے تھے۔ ۱۳۴۱ھ میں اس کتب خانہ کو ادارہ اوقاف نے مدرسہ اسلامیہ میں پھر ۱۳۴۵ھ میں اسے دارالکتب الاسلامیہ مدرسہ اشرفیہ میں شامل کر دیا۔ (۱۶۳)

## (۲) جامعہ دمشق کا کتب خانہ

ابو الفضل احمد بن علی بن الفضل معتزلی رافضی (۴۴۱-۴۹۴ھ / ۱۰۲۰-۱۱۰۰ء) کو حدیث و رسم و لچپی تھی اس کا ذاتی کتب خانہ تھا جسے موصوف نے جامع دمشق میں وقف کیا تھا (۱۶۴) اسے معلوم ہوا کہ جامعات اور مسجدوں کے ذخیروں میں اضافہ کا باعث وقف شدہ کتابیں ہوتی ہیں۔

## (۳) جامعہ میافارقین اور جامع آمد میں کتب خانے

ابو نصر احمد بن یوسف سلیمی منازی (۱۰۴۵-۱۱۰۴ھ / ۰۰-۰۰) شاہ میافارقین ابو نصر احمد مروان کردی المتوفی ۴۵۴ھ کا وزیر ادیب صاحب دیوان شاعر (۱۶۵) اور کتابوں کا دلدادہ تھا۔ اسے کتابیں جمع کی تھیں پھر اپنا ذخیرہ کتاب جامع میافارقین اور جامع آمد میں وقف کیا تھا جو کتب

السنازی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ذخیرہ مورخ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ کے زمانہ تک محفوظ تھا (۱۶۱)

### (۴) جامع مرو اور جامع نیشاپور میں کتب خانے

ابو علی حسان بن سعید بن حبان مخزومی منیعی مرو روزی نیشاپور (۴۶۳-۵۰۰/۶۰۷-۶۰۷) فقیہ، محدث، بلند پایہ صوفی، مخیر رئیس اور دولتمند تھے۔ تجارت کی اس سے بہت نفع ہوا (۱۶۷) پھر حدیث کی طرف رغبت ہوئی تو سفر کر کے شیوخ حدیث سے اس تحصیل و تکمیل کی، زہد اختیار کیا اور عوام و خواص میں ہر دلعزیز ہو گئے۔ خیر کے بہت کام کیے، مسجدیں، سرائیں بنوائیں، کنوئیں کھدوائیں، پل بنوائیں، مدرسے کھولے، کتب خانے قائم کئے، کے مصارف کی تکمیل کے لئے اوقاف چھوڑے۔ (۱۶۸)

قصر رصح پر جو خراسان کے راستے میں پہلی منزل اور نیشاپور سے ساٹھ فرسخ پر واقع نہایت عمدہ سرائے بنوائی تھی۔ مورخ عبدالغافر فارسی کا بیان ہے۔

بني الابنيه الميمونه .... من المدارس و بيت الكتب (۱۶۹) موصوف مدارس اور کتب خانوں کی مفید و بابرکت بنیادیں رکھی تھیں۔ علماء کی تربیت بھی کی تھی (۱۷۰) موصوف نے دو مسجدیں ایک مرو روز میں ۵۱۰ھ سے قبل اور دوسری نیشاپور میں بنوائیں تھی ان میں تعلیم کا انتظام کیا اور کتب خانہ بھی قائم کیا تھا (۱۷۱) جو موصوف کی نسبت منیعی مشہور ہیں ان میں چونکہ ائمہ فن نے درس دیا تھا یہ درسگاہ اور کتب خانے کی حیثیت سے ان میں غیر فانی شہرت کی حامل ہیں۔ جامع منیعی نیشاپور میں محمود رشیدی نے اپنا کتب خانہ وقف کیا تھا جیسا کہ محمود رشیدی کے تذکرہ میں مذکور ہے۔

بيت الكتب کا ذکر صرف مورخ عبدالغافر فارسی نے کیا ہے کسی اور مورخ نے نہیں کیا کی وجہ یہی ہے کہ مساجد و مدارس میں عموماً کتب خانے بنائے جاتے تھے۔ شہرت کی بناء پر کا ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔



## (۵) جامع قزوین میں کتب خانہ

ابو غانم حسین بن عیسیٰ کندری (۰۰-۰۰) شیخ ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمیٰ صوفی المتوفی ۴۱۲/۴۱۲ھ کے تلمیذ تھے موصوف نے سلمیٰ کی تصانیف کو نقل کیا کتابوں کو جمع کیا پھر یہ ذخیرہ جامع قزوین میں وقف کیا تھا۔ موصوف کا ذخیرہ جن صندوقوں میں رکھا ہوا تھا ان پر ان کے نام کی نٹ لگی ہوئی تھی یہ صندوق ”العثمانی“ کے نام سے موسوم تھے ان کے ساتھ ابو الحسن علی بن علی کندری نے بھی کتابیں وقف کی تھیں اس لئے سمعانی نے دونوں کا تذکرہ ایک ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ ماہے ”وقفاً کتباً کثیراً“ (۱۷۲) ان دونوں نے بہت کتابیں وقف کی تھیں لیکن تذکرہ نگاروں نے رتمشیل ایک صندوق کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے مورخین نے اس واقعہ کا ذکر ۴۵۷ھ کے واقعات ذیل میں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں سال مذکور میں وقف کی گئی تھیں۔ (۱۷۳) اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شخصی ذخیروں کو بھی کتب خانہ میں ممتاز کر کے رکھا تھا۔ ابو الحسن علی بن علی کندری کے ذخیرہ کتب کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

## (۶) جامع اصفہان میں دارالکتب

تاج الملک ابوالفنائم مرزبان بن خسرو فیروز (۰۰-۴۸۵ھ / ۰۰-۴۹۲ھ) ملک شاہ وقت کا وزیر تھا۔ موصوف نے جامعہ نظامیہ کے بعد ۴۸۳/۴۰۵۹ھ میں بغداد میں مدرسہ تاجیہ قائم کیا (۱۷۴) اور ایک دارالکتب جامع اصفہان میں بھی وقف کیا تھا۔ اس میں بہت نادر کتابیں جمع تھیں اس دارالکتب میں عماد الدین کاتب اصفہانی المتوفی (۵۹۷ھ / ۱۲۰۰ھ) نے ۵۵۱ھ / ۱۱۵۶ھ میں ابن الحسین باخرزی المتوفی ۴۰۷ھ / ۴۶۷ھ کی کتاب دمیۃ القصر کا مطالعہ کیا جس نے یدۃ القصر و جریدۃ العصر کی تالیف پر آمادہ کیا (۱۷۵) اور بلاد شرقیہ کے نامور شعراء کو حیات جاوید

## (۷) جامع صروف میں کتب خانہ

مدرسہ جامع صروف..... یہ یمن کی چھوٹے سے شہر صروف کی جامع مسجد میں ایک مدرسہ تھا جس میں فقیہ عبداللہ بن محمد بن سالم المتوفی ۵۰۰ھ پڑھاتے تھے (۱۷۶)

## (۸) جامع عتیق میں کتب خانہ

مدرسہ جامع عتیق، یہ مدرسہ شیخ موفق الدین جو سر بن عبداللہ معظمی نے جامع عتیق میں بنایا تھا اس میں فقیہ محمد عبدالملک المتوفی ۵۷۰ھ پڑھاتے تھے (۱۷۷-۱۷۸)۔ گو ان میں کتب خانہ کی صراحت نہیں کی گئی ہے لیکن مدرسہ کی تصریح خزانة الکتب کی نشاندہی کرتی ہے یہ چند ایسے مدارس ہیں جن کا تذکرہ ناجی معروف سے بھی ”علماء النظامیات و مدارس المشرفین الاسلامی“ میں رہ گیا ہے اس لئے ان کا ذکر ضروری تھا۔

## (۹) جامع منیعی نیشاپور میں کتب خانہ

ابوالمعالی محمود (۱۷۸) بن محمد بن محمود رشیدی (۰۰-۰۰) ادیب لغوی (علوم قدیمی) کے ولد دادہ، علامہ سمغانی المتوفی ۵۶۲ھ کے استاد اور محمد بن محمود تاجر (۴۱۱-۴۷۸ھ) کے فرزند تھے ان بھی کتب خانہ تھا جو علوم ادبیہ و لغت، علوم قدیمہ، فلسفہ، ریاضیات و فلکیات پر مشتمل تھا۔ موصوف نے یہ کتب خانہ نیشاپور میں وقف کیا تھا۔ فتنہ غز میں جامع منیعی کا کتب خانہ جل گیا اس میں یہ ذخیرہ بھی جلا تھا (۱۷۹) اس سے ثابت ہوا کہ مسجدوں کے کتب خانوں میں ہر موضوع کی کتابیں رکھی جاتی تھیں۔

## (۱۰) جامع ساوہ میں کتب خانہ

موفق الدولہ ابو طاہر کمال الدین خاتونی ساوی (۰۰- بعد ۵۳ھ / ۰۰-۱۱۵۲ء) فارسی زبان کا ادیب و شاعر، فلکی، ریاضی دان و مصنف تھا محمد بن ملکشاہ کی ملکہ گوہر خاتون کا مستوفی (بخشی) اس لئے خاتونی کی نسبت سے مشہور تھا (۱۸۰) قزوینی نے موصوف کی نسبت وزیر کا لفظ بھی لیا ہے۔ فارسی زبان میں مناقب الشعراء اور تاریخ السلاجقہ اس سے یادگار ہیں۔ قزوینی کا بیان ”وسط جامع ساوہ میں ایک کتب خانہ، کتب خانہ وزیر ابو طاہر خاتونی کے نام سے مشہور ہے اس دور تک کی ہر کتاب (Current Literature) مہیا کی گئی ہے اس میں نامور خطاط کی لکھی ہوئی نادر کتابیں اور نوشتے موجود ہیں نیز فلکی آلات، اصطراب اور کرے رکھے ہیں (۱۸۲) یہ ایک ایسا کتب خانہ تھا جس سے بڑھ کر کتب خانہ دنیا میں نہیں تھا مجھے معلوم ہوا کہ تاتاریوں نے اس کو جلا دیا ہے“۔ (۱۸۳)

اس کتب خانہ میں اہل تشیع کی بھی ساری بنیادی کتابیں موجود تھیں۔ (۱۸۴) یہ ایک ایسا کتب خانہ تھا جس میں رصد گاہ کا سامان بھی فراہم کیا گیا تھا نیز معلوم ہوا کہ کتب خانہ

عصبت نہیں برتی جاتی تھی ہر مکتبہ فکر کی کتابیں جمع کی گئی تھیں اور ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کو اس سے استفادہ کی سہولتیں حاصل تھیں۔ بلادِ اسلامی میں اس میں کتب خانہ کو بہت شہرت حاصل تھی۔ ابو طاہر خاتونی نے مرو شاہجہاں میں بھی ایک مدرسہ بنوایا اور اس میں کتب خانہ وقف کیا تھا یہ بھی کتابوں کی ندرت و کثرت کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ یاقوت نے اس کو دیکھا اور اس سے فائدہ اٹھایا تھا۔

مرو میں دس عوامی کتب خانوں میں کتابوں کا نہایت نایاب ذخیرہ محفوظ تھا اور اہل مرو ہر استفادہ کرنے والے کو ایسی سہولت بہم پہنچاتے تھے کہ وہ ان کتب خانوں کا ہو کر رہ جاتا تھا اور اس کا دل پھر مرو چھوڑنے کو نہیں چاہتا تھا۔

یاقوت کا بیان ہے ”یہاں دس (۱۰) کتب خانے موجود تھے میں نے کثرت اور نسخوں کی صحت و نفاست کے اعتبار سے ان سے اچھے کتب خانے دنیا میں کہیں نہیں دیکھے میں تین برس یہاں رہا اگر تاتاریوں کے حملے اور ان کی لوٹ مار کا خطرہ نہ ہوتا تو مرتے دم تک یہاں سے نہ جاتا۔“ (۱۸۵)

استفادہ کی سہولت کا حال بھی اس کی زبانی سنئے وہ کہتا ہے ”میں ان کتب خانوں سے دو سو (۲۰۰) مجلد کتابیں جن کی قیمت دو سو (۲۰۰) دینار ہوتی تھی (جبکہ پانچ سو دینار میں کتب خانہ رہن رکھا جاتا تھا) مستعار کتابیں اپنی قیام گاہ پر لے جاتا اور ان سے استفادہ کرتا، اقتباس لیتا رہتا تھا، ان کی محبت و الفت نے تمام شہروں کو بھلا دیا تھا میں تو اہل و عیال کو بھی بھول گیا تھا میری یہ کتاب معجم البلد ان اور بعض دوسری کتابوں کے بیشتر مضامین ان کتب خانوں کے رہن منت ہیں۔ (۱۸۶)

یاقوت کے مذکورہ بالا بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دوسری اقسام کے کتب خانوں کے علاوہ جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا، مرو میں دس پبلک لائبریریاں ایسی موجود تھیں جہاں عاریت کے قواعد و ضوابط کی رعایت رکھتے ہوئے علمی شخصیتوں کو ایک ہی وقت میں دو سو (۲۰۰) دینار کی کتابیں جن کی تعداد سینکڑوں جلدوں تک پہنچتی تھی اور ان میں بھی زیادہ تر حوالے کی کتابیں ہوتی تھیں۔ عارضی دی جاتی تھیں اور کوئی شخصی ضمانت یا زر ضمانت بھی طلب نہیں کیا جاتا تھا۔

یورپ میں اٹھارہویں صدی سے قبل تک کتابوں کی تعداد زیادہ نہ تھی اور جو تھی اس ذخیرے سے کتابیں کسی کو ملتی نہ تھیں اگر کسی کو اس سے کتابیں مطلوب ہوتی تھیں تو اسے زر ضمانت کے بعد بھی ہفت خوان طے کرنے پڑتے تھے اس امر کا اندازہ بریفالٹ کے بیان سے لگایا جاسکتا ہے۔

وہ کہتا ہے ”کتابوں کی انتہائی نایابی کی بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ چرمی جھلی بہت کمیاب تھی ہمیں معلوم ہے کہ قدیم مسودات کے متن بار بار مٹا دیئے جاتے تھے۔ تاکہ اولیائے مسیحی کی عبادتی کتابیں اور روایتیں لکھنے کے لئے کاغذ مہیا کیا جاسکے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج گیارہویں صدی سے زیادہ پرانا کوئی مسودہ مشکل ہی سے دستیاب ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کتابیں بے انتہا مہنگی ہوتی تھیں۔ اینجسو کی ایک کاؤٹس (نواب بیگم) نے پند و نصائح کی ایک کتاب کے لئے دو سو (۲۰۰) بھٹریں اور گندم رائی اور باجرے کے پانچ پانچ پیانے بطور قیمت ادا کئے یہاں تک کہ لوئی یازدہم کے عہد میں بھی یہ حال تھا کہ جب شہنشاہ نے الرازی کی جتنی تصانیف پیرس یونیورسٹی کے کتب خانے سے عاریتاً چیل کیں تو بطور ضمانت نقرئی و طلائی مہروں کی خاصی تعداد بھی دینی پڑی اور اپنے ساتھ ایک امیر کے دستخط بھی ضمانت نامے پر کرنے پڑے تاکہ کتابوں کی واپسی بالکل متعین ہو جائے۔ (۱۸۷)

۱۸۵۰ء تک یورپ میں کتاب عاریت دینے کا کوئی ضابطہ ہی نہ تھا۔ ہندوستان اور پاکستان کے کتب خانوں میں شخصی ضمانت و زر ضمانت کی پابندیاں آج تک عائد ہیں، حوالے کی کتابیں تو اس ترقی یافتہ دور میں کہیں کتب خانے سے باہر نکلیں دی جاتی ہیں اور اتنی بڑی تعداد میں حوالہ کے علاوہ کتابیں بھی کتب خانے سے باہر استعمال کے لئے نہیں دی جاتی ہیں۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا  
ان کتب خانوں میں خاص بات یہ تھی کہ ان میں کتابوں کے بنیادی، اصلی نسخے اور حوالے کی کتابیں جمع کی گئی تھیں۔ (۱۸۸) اور کتب خانے کی جان حوالے کی کتابیں ہوتی ہیں ایسے ہی کتب خانے اہل علم محققین کی علمی تشنگی کو بجھاتے ہیں۔

## (۱۱) جامع مرو میں خزانہ عزیز یہ

عزیز الدین ابو بکر عتیق (عتیق ابن ابی بکر) زنجانی (۰۰-۰۰) مرو شاہجہاں کے بازاروں میں میوہ و عطر بیچتا تھا پھر سلطان سخر معز الدین ابو الحارث احمد بن حسن سلجوقی المتوفی ۵۵۲ھ / ۱۱۵۷ء کے زمرہ مقربین میں داخل ہو گیا تھا۔ اس نے بارہ ہزار (۱۲،۰۰۰) مجلدات پر مشتمل ایک کتب خانہ جامع مرو میں وقف کیا تھا جو خزانہ العزیز یہ اور وقف فقاعی کے نام سے موسوم (۱۸۹) و مشہور (۱۹۰) تھا۔ ۶۱۶ھ / ۱۲۱۹ء میں تاتاریوں نے اس کو تباہ کیا تھا۔ یاقوت نے اس سے استفادہ کا ذکر (۱۹۱) البلدان میں کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں میوہ فروشوں کے جذبات و خیالات کتنے بلند تھے

کا کردار کتنا اونچا تھا انہیں کتابوں اور کتب خانوں سے کیسی محبت ہوتی تھی، مرو کی علمی دنیا میں برت و عظمت انہی کتب خانوں کی وجہ سے تھی۔ تعداد کتب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتب خانہ کے کیٹلاگ بھی کتابی صورت میں موجود تھے۔

### (۱۲) جامع زیدی بغداد میں کتب خانہ

ابوالحسن علی بن احمد بن محمد زیدی علوی حسینی بغدادی (۵۲۹-۵۷۵ھ) زاہد و عارف اور ق (۱۹۲) و محدث، حافظ حدیث و بزرگ تھے عوام و خواص میں مقبول و ہر دلعزیز، ان کا تمام تر وقت دت، تعلیم و تدریس میں صرف ہوتا تھا، انہوں نے کثرت سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ بہت شیں لکھی تھیں، مسانید و مصنفات و اجزاء بکثرت جمع کئے تھے (۱۹۳) ان کا اچھا کتب خانہ تھا۔

۵۶۶ھ میں جب خلیفہ مستضی المتوفی ۵۷۵ھ نے عضد الدین ابوالفرح محمد بن اللہ المتوفی ۵۷۳ھ کو اپنا وزیر بنایا تو ابوالفرح نے منصب وزارت پر ممتاز ہونے کی خوشی میں لکن زیدی کو ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار پیش کئے جب خلیفہ نے سنا تو اس نے بھی ہزار دینار بھیجے پھر ام الخلیفہ نے بھی ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار بھجوائے (۱۹۳) انہوں نے اس رقم سے درب ر صغیر میں زمین خریدی، مسجد بنوائی، بقیہ رقم کی کتابیں خریدیں اور مسجد میں کتب خانہ وقف - (۱۹۵) تاکہ اہل علم اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس وقف میں اپنے رفیق صبیح بن عبداللہ عطار شریک کار بنایا۔

اس کتب خانے میں محدث علیمی نے اپنا کتب خانہ وقف کیا یہ کتب خانہ بغداد میں ی کی وفات کے بعد پہنچا جسے ان کے رفیق نے مسجد زیدی کے کتب خانہ میں داخل کیا تھا (۱۹۶)۔ یاقوت رومی نے بھی مرنے سے قبل اپنا کتب خانہ مسجد زیدی میں وقف کیا تھا۔ (۱۹۷) مسجد زیدی مدرسہ مستنصریہ کے پاس تھی اب جامع قبالی میں شامل ہے۔ (۱۹۸)

### (۱۳) جامع زیدی میں علیمی کا کتب خانہ

ابوالخطاب عمر بن عبداللہ بن محمد علیمی (۱۹۹) دمشق المعروف بابن کش (۵۲-۵۷۳ھ) موصوف بڑے تاجر و محدث تھے، اسلامی ممالک میں جہاں جاتے تجارت کرتے۔ جس شہر میں پہنچتے وہاں کے محدثین سے حدیثیں لکھتے تھے۔ (۲۰۰) خط بڑا پاکیزہ تھا انہوں نے کتابیں جمع کی تھیں ان کا کتب خانہ دمشق میں تھا جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنی کتابیں وقف کر دیں اور وصیت کی کہ یہ کتابیں بغداد میں مسجد زیدی میں پہنچائی جائیں چنانچہ وہ کتابیں مسجد زیدی میں پہنچائی گئی تھیں۔

موصوف کے بھائی ابو الفضل علیمی کا بیان ہے کہ ”علیمی جب ۵۵۹ھ میں بغداد میں آئے تھے تو شریف زیدی کے یہاں ان کا اٹھنا بیٹھنا زیادہ رہا تھا اس زمانہ میں موصوف نے شریف زیدی اور صبح سے اپنی کتابیں ان کے کتب خانہ میں وقف کرنے کا وعدہ کیا تھا“ (۲۰۱) ان کی وصیت کے مطابق وفات کے بعد ان کے بھائی نے وہ کتابیں صبح کو پہنچائی تھیں۔

### (۱۴) جامع قمریہ بغداد میں کتب خانہ

(۱۴) خزانة کتب جامع قمریہ بغداد۔ جامع قمریہ دجلہ کے کنارے رباط بسطام کے سامنے واقع ہے۔ ابن الفوطی کا بیان ہے ”۶۲۶ھ میں اس میں حدیث و قرآن کی تعلیم کا مدرسہ قائم کیا گیا (۲۰۲) پھر اس مدرسہ میں ایک خزانہ کتب بنایا گیا اس میں بہت سی کتابیں منتقل کی گئی تھیں یہ مسجد آج بھی بغداد میں موجود ہے۔ (۲۰۳)

### (۱۵) جامع زیدی میں یا قوت کا کتب خانہ

ابو عبد اللہ یا قوت بن عبد اللہ حموی رومی (۵۷۴-۶۲۶ھ / ۱۱۷۸-۱۲۲۹ء) یہ آزاد کلام تھا۔ مورخ، نامور جغرافیہ داں، ادیب و شاعر اور بہت سی کتابوں کا مصنف تھا (۲۰۴) کتابوں تاجر اور ان کا دلدادہ تھا۔ بہت کتابیں جمع کی تھیں۔ حلب میں جب اس کے مرنے کا وقت قریب تو اس نے اپنی تمام کتابیں ابن الاثیر کے حوالہ کیں اور وصیت کی کہ یہ کتابیں بغداد میں مسجد زیدی کے کتب خانہ میں دربار صغیر (جامعہ قبالی) میں پہنچادیں (۲۰۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جامع زیدی کے کتب خانہ اپنی خدمات کی وجہ سے خواص میں زیادہ مقبول تھے اس لئے یا قوت نے اپنا کتب خانہ اس میں وقف کیا تھا۔



## (ج) خانقاہوں کے کتب خانے

خانقاہ اور رباط کے معنی میں اداہل عمدہ عباسی میں فرق رہا ہے گو بعد میں رباط بھی خانقاہ کے معنی میں استعمال ہوا پھر وہ فرق بھی اٹھ گیا لیکن عمدہ عباسی کے نامور مورخین علامہ اسمعانی اور ابن الاثیر نے خانقاہ و رباط کی نسبت میں اس فرق کو نظر انداز نہیں کیا ہر ایک کی نسبت کو جدا جدا ذکر کیا ہے۔ ہم نے بھی عمدہ عباسی کے اس امتیاز و تنوع کو ختم نہیں کیا اس لئے خانقاہوں اور رباطوں کے کتب خانوں کو جدا جدا سرخی کے تحت ذکر کیا ہے۔

خانقاہوں میں کتب خانوں کا رواج اسلام سے قبل بھی تھا۔ راہبوں اور پادریوں کی (Monastries) میں کتب خانے پائے جاتے تھے لیکن ان کے علمی ذخائر میں تنوع نہ تھا زیادہ تر ذخیرہ مذہبی کتابوں پر مشتمل تھا اسلام سے پہلے کا ذکر ہی کیا سترہویں صدی عیسوی سے قبل تک دو سو چار سو سے زیادہ کتابیں نہ تھیں (۲۰۶) صلیبی جنگوں کے بعد عیسائیوں کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا تو ان کے معبدوں کے کتب خانوں کے ذخیروں کی تعداد بمشکل ہزار تک پہنچ سکی تھی انہی ذخائر سے یورپ کی جامعات کے کتب خانوں کی بنیاد پڑی تھی (۲۰۷) علماء اور مواد کتابت دونوں کی کمی کی وجہ سے کتابوں اور کتب خانوں کی تعداد محدود تھی جو ذخیرہ تھا وہ بھی بوقت ضرورت مخصوص مذہبی علماء کے لئے تھا اس ذخیرے تک عوام ہی کی نہیں خواص کی بھی رسائی نہ تھی۔ صرف راہب ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے پھر (Monastries) کے کتب خانے عوامی کتب خانے نہیں تھے۔

خانقاہوں کے کتب خانے صوفیہ کے وقف کی وجہ سے کثیر عوامی کتب خانے تھے ان کے ذخائر میں تنوع تھا۔ یہ کتب خانے مذہبی کتابوں کے ساتھ مخصوص نہ تھے ان میں مذہب کے علاوہ فلسفہ، ادب، ریاضی، ہیئت و نجوم، طب و تاریخ وغیرہ ہر علم و فن کی کتابیں رکھی جاتی تھیں یہ کتب خانوں کی اتنی کثرت ہوتی تھی کہ انہیں علیحدہ کمروں میں رکھا جاتا تھا اہل علم کے متعلقہ کرنے اور گھروں پر لے جانے کی سہولتیں مہیا کی جاتی تھیں۔ خازن و عمدہ رکھا جاتا تھا ان میں ایسے کثیر الشان کتب خانے وقف کئے جاتے تھے کہ ان کی دور دور شہرت ہوتی تھی ان سے بہت وقت قبل علم کو حوالے کی دو دو سو مجلدات مکان پر لیجنے کے لئے مل جاتی تھیں۔

## (۱) مرو شاہجہاں میں خانقاہ ضمیریہ کا خزانہ الکتب

خانقاہ ضمیریہ کا خزانہ الکتب انہی کتب خانوں میں سے تھا جس سے استفادہ کا تذکرہ یا قوت نے بھی کیا ہے۔ (۲۰۸) عبد عباسی میں خانقاہوں میں رشد و ہدایت، وعظ و تذکیر کے علاوہ تعلیم و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا (۲۰۹) اس لئے ان سے متصل مدرسہ بنایا جاتا اور ان میں کتابیں وقف کی جاتی تھیں۔ مورخین ان کتب خانوں میں صحیح و نادر کتاب دیکھتے تو ان خانقاہوں کے کتب خانوں کا نام بھی تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں آجاتا تھا ورنہ ان کا ذکر ہی ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

## (۲) جامع دمشق میں خانقاہ سمیساطیہ میں خزانہ الکتب

ابوالقاسم علی بن محمد بن یحییٰ سلمی سمیساطی دمشقی المتوفی (۲۵۳ھ/۶۱۰۶۱) نے جامع دمشق سے متصل ایک خانقاہ بنوائی، اسے صوفیہ و اہل قرآن پر وقف کی (۲۱۰) اس میں بھی خزانہ الکتب تھا۔ تاج الدین ابو سعید محمد بن عبدالرحمن بن محمد مسعودی خراسانی مرو روڈی پنجگدہی شافعی (۵۵۲-۵۸۲/۱۱۲۸-۱۱۸۸) نامور ادیب، شاعر، لغوی، محدث فقیہ، صوفی، مصنف، الملک الافضل نور الدین علی ایوبی المتوفی (۶۲۲ھ/۱۲۲۵) کے اتالیق اور کتابوں کے عاشق تھے جہاں سے کتابیں ملتی تھیں چھوڑتے نہ تھے۔ ۱۱۵۳ھ/۵۷۹ میں جب صلاح الدین ایوبی نے حلب کو فتح کیا حلب کے کتب خانوں سے ان کو کتابوں کے انتخاب کی اجازت دی۔ یہ جامع حلب میں گئے۔ خزانہ جامع حلب سے کتابیں انتخاب کیں اور اونٹ پر لے گئے تھے۔ موصوف نے اپنا ذخیرہ خانقاہ سمیساطی دمشق میں وقف کیا تھا (۲۱۱)

(۳) کتب خانہ مدرسہ خانقاہ صدوقی

(۴) کتب خانہ مدرسہ خانقاہ طرطوسی۔

(۵) کتب خانہ مدرسہ خانقاہ ابوالفضل المعید نیشاپوری (۲۱۲)

(۶) کتب خانہ خانقاہ غزالی کو شہرت حاصل تھی (۲۱۳) خانقاہ غزالی کے کتب خانہ میں فخر

الدین رازی نے کتاب المستصفی للغزالی کا مطالعہ کیا تھا (۲۱۴) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خانقاہوں کے کتب خانوں میں ائمہ فن بھی آتے اور کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور انہیں ان کتب خانوں سے استغنا نہیں تھا۔

## (د) رباطات کے کتب خانے

رباطات کے کتب خانوں پر بحث سے قبل اس کے لغوی معنی پر روشنی ڈالنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ربط کے معنی باندھنا ہیں، ربط کے معنی وہ مقام جہاں مجاہد ٹھہرتے، دشمن سے حفاظت کے لئے گھوڑے باندھتے (۲۱۵) اسلحہ رکھتے غنیم کا قلع قمع کرنے کے لئے فوجی دستے روانہ کرتے تھے (۲۱۶) اس کی جمع ربط، رباطات اور اربطہ آتی ہے۔ حکمرانوں نے اس مقصد سے سرحدوں پر کثرت سے رباط بنوائی تھیں۔ اسماعیل بن احمد سامانی المتوفی ۶۹۰ھ/۲۹۵ھ نے خراسان کے صحرا میں ایسی وسیع رباطات جن میں ایک ہزار شہسواروں کے قیام کی گنجائش تھی تعمیر کرائی تھیں ان کے مصارف کے لئے وقف کئے تھے۔ (۲۱۷) جو ان اوقاف کی نگرانی کرتا اس کو رباطی کہا جاتا تھا (۲۱۸) جب غزوات کا سلسلہ کم ہو گیا تو مشرق میں اس کے یہ لغوی و اصطلاحی معنی بھی بدل گئے، رباط صوفیہ کی قیام گاہ و ریاضت گاہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ خانقاہ و خامگاہ کا لفظ بھی رباط پر بولا جانے لگا تھا ان کی جمع خوانق و خانقاہات خوانک و خامکات بھی مستعمل تھی (۲۱۹) خانقاہی کی نسبت سے اہل علم کو شہرت حاصل تھی (۲۲۰) عراق و حجاز میں رباط کا اور شام میں خانقاہ کا لفظ رواج پا گیا تھا نیز شہروں میں رباط کا دیہات میں ان پر زاویہ (۲۲۱) کا اور سرائے کے لئے خان کا لفظ بولا جاتا تھا۔

عہدِ عباسی میں مسلمانوں نے رباط سے غازیوں کی قیام گاہ، تحفظِ سرحدات، ارسال مجاہدین ہی کا کام نہیں لیا بلکہ ان سے مجاہدہ نفس کا جہالت کے قلع قمع کرنے کا ذخیرہ علم کے تحفظ و ابلاغ علم کا بھی کام لیا تاریخ و تذکرے اس امر کے شاہد ہیں کہ عہدِ عباسی میں خانقاہیں تعلیمی و تدریسی مقاصد کے تحت بھی بنائی جاتی تھیں۔ چنانچہ محلہ الرازیین نیشاپور میں ابو حاتم بستی المتوفی ۳۵۴ھ/۶۶۵ء سے حدیث پڑھنے اور ان کی تصانیف کی اجازت لینے کے لئے خانقاہ بنائی گئی تھی۔ (۲۲۲)

بعض فرقے اپنے عقائد کی تبلیغ و علمی مجالس کے انعقاد کی غرض سے بھی رباط اور خانقاہیں بکثرت بناتے تھے چنانچہ کرامیہ (محمد بن کرام المتوفی ۲۵۵ھ/۸۶۹ء) کے پیرو بہت زیادہ رباطات و خانقاہیں بناتے تھے۔

مقدسی کا بیان ہے کہ ”ایران و ماوراء النہر کے علاقہ میں ان کی خانقاہیں ہیں، فسطاط میں ان کا محلہ آباد ہے یہ اپنی خانقاہوں میں مجلسیں منعقد کرتے اور کتابیں پڑھتے تھے جس طرح حنفیہ کا معمول ہے (۲۲۳) درسگاہوں اور تعلیم گاہوں میں علمی ضروریات کی تکمیل کے لئے عہدِ عباسی میں

کتب خانے بنانے کا عام دستور تھا اس لئے خانقاہوں میں کتب خانے بنائے جاتے تھے۔

### (۱) رباط اخلاقیہ بغداد کا کتب خانہ

رباط اخلاقیہ: جو سیدہ سلجوقی المتوفاة ۱۱۸۹ھ/۵۸۵ھ کے مزار سے متصل تھی اس کا خزانہ الکتب بہت ہی نوادر پر مشتمل تھا علی بن فضال قیروانی المتوفی ۴۷۹ھ/۱۰۸۶ء کی کتاب الدول فی التاریخ کا نسخہ اس کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ یاقوت رومی کا بیان ہے۔

”میں نے اس کتاب کی تیس (۳۰) جلدیں وقف سلجوقی بغداد میں دیکھی تھیں۔ (۲۲۴) اس کتب خانہ کی زیارت سے یاقوت و مورخ حلب کمال الدین عمر بن العدیم المتوفی ۶۶۰ھ/۱۲۶۱ء بھی مستغنی نہیں رہ سکے تھے۔ فخر الدین ابوالریح سلیمان بن احمد سلمی دمشقی اس رباط کے خزانہ الکتب کا خازن تھا (۲۲۵)

ان رباط اور خانقاہوں میں شعرو سخن کی مجلس گرم ہوتی، حدیث کی روایت کی اجازت دی جاتی، کتابوں کا سماع کیا جاتا، وعظ و نصیحت کی محفلیں جمتی تھیں، درس و تدریس کا سلسلہ رہتا تھا، تصنیف و تالیف کی جاتی تھیں۔ چنانچہ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی المتوفی ۵۸۴ھ رباط بدیع زنجانی بغداد میں کتابیں لکھتے تھے، عوارف المعارف خانقاہ میں لکھی گئی تھی۔ (۲۲۶) یہی صورت کم و بیش مغرب میں رہی اسکندریہ کے ساحل سے بحر محیط اطلسی تک یہ سلسلہ پھیلا ہوا تھا مالکی فقہاء نے انہی رباطوں میں بیٹھ کر علم و کتب کی نشرو اشاعت کی اور کتب خانے آباد رکھے (۲۲۷)

یہ ثقافتی پہلو مسلم معاشرہ میں رباطات کی اہمیت کی دلیل ہیں۔ رباطات میں مذکورہ بالا تعلیمی سرگرمیاں جاری رہتی تھیں اس لئے رباطات سے متصل مدرسہ بھی بنایا جاتا تھا (۲۲۸) اہل علم، اہل ثروت خواتین و مرد رباطات بنانے، ان میں مدرسہ و کتب خانہ قائم کرنے، ان میں کتابیں وقف کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ عہد عباسی میں بعض خواتین اور مردوں کو رباطات، مساجد، مدرسوں اور خانقاہوں کے بنانے ان میں کتب خانے قائم کرنے میں غیر معمولی شہرت حاصل رہی ہے۔ جن میں خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی کی ماں زمرہ خاتون المتوفاة ۵۹۹ھ/۱۲۰۲ء (۲۲۹) بنفشہ بنت عبد اللہ المتوفاة ۵۹۸ھ/۱۲۰۱ء (۲۳۰) سلطان ابوالفتح محمد بن سام المتوفی ۵۹۹ھ (۲۳۱) شاہ موصل مجاہد الدین قایماز بن عبد اللہ رومی المتوفی ۵۹۵ھ/۱۱۹۹ء (۲۳۲) نظام الملک طوسی (۲۳۳) اور عبد الرزاق منبغی المتوفی ۶۶۳ھ (۲۳۴) کا نام سرفہرست آتا ہے۔

رباط وقف کرنے والوں کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اس میں کتب خانہ بھی وقف کرتے تھے جہاں کتابیں مطالعہ، نقل، مراجعت و حوالے وغیرہ کے لئے رکھی جاتی تھیں، ان کتابوں کے انتظام و

نصرام، ترتیب و تنظیم اور استفادہ کرنے والوں کی مدد و سہولت کے لئے عملہ رکھا جاتا تھا جو ان خدمات کو ہمہ وجہ انجام دیتا تھا (۲۳۵) ان کتب خانوں سے اہل علم استفادہ کرتے تھے چنانچہ زمرہ ماتون نے ایک رباط محلہ مامونیہ بغداد میں بنائی تھی اس کے کتب خانہ میں بیٹھ کر ابن الجوزی، ابو الوفاء علی بن عقیل بغدادی المتوفی ۵۱۳ھ کی کتاب الفنون کا جو سات سو (۷۰۰) مجلدات میں محفوظ فی مطالعہ کرتے تھے اس کی صرف دس جلدوں کا اختصار علامہ ابن الجوزی کی تصانیف کا اصل سرمایہ ہے (۲۳۶)

طبقہ صوفیہ میں علماء، ادباء، شعراء، حکماء، محدثین، فلاسفہ، متکلمین، فقہاء، سب ہی گزرے ہیں اور ہر نوع کا ادب ان میں پروان چڑھا اور ترقی کرتا رہا ان کا اثر اسلامی ادب و ثقافت پر نہایت گہرا پڑا ہے اس لئے عہدِ عباسی میں رباط و خانقاہوں کے ذخائر کتب میں تنوع پایا جاتا تھا۔ اسلامی قلمرو میں رباطوں اور خانقاہوں کی کثرت رہی پھر بھی بعض اقلیموں جیسے خراسان و اوراء النہر اور شہر جیسے اسبججاب کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔ اسبججاب میں ایک ہزار سات (۱۰۰۷) رباط تھیں (۲۳۷) طرابلس رباطات کی کثرت میں شہرت رکھتا تھا (۲۳۸)

اہل بلخ کو بلند و مضبوط مسجدوں، مدرسوں، رباطوں اور خانقاہوں کے بنانے میں شہرت موصول تھی (۲۳۹) مصطفیٰ جوادی نے الربط البغدادیہ میں بغداد کی پچیس (۲۵) رباط کا ذکر کیا ہے۔ (۲۴۰) اس سے عہدِ عباسی میں رباطات اور ان میں کتب خانوں کی کثرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند مشہور رباطوں کے کتب خانوں اور ان میں کتب خانہ وقف کرنے والوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جن سے مذکورہ بالا امور کی باسانی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

## (۲) رباط رملہ بغداد کا کتب خانہ

رباط رملہ : خاتون سلجوقی بنت قلع ارسلان بن مسعود المتوفی ۵۸۴ھ / ۱۱۸۸ء خلیفہ ناصر لدین اللہ عباسی کی ملکہ تھی خلیفہ نے اس کے مزار کے پاس رباط بنوائی جو رباط رملہ کے نام سے مشہور ہے (۲۴۱) اس میں ایک کتب خانہ وقف عام کیا اس کتب خانے کے لئے شاہی کتب خانے کے کتابوں کا انتخاب ابوالرشید مبشر بن احمد المتوفی ۵۸۹ھ / ۱۱۹۳ء نے کیا تھا۔ یاقوت رومی نے کتاب الدول فی التاریخ تالیف علی بن فضال قیروانی المتوفی ۵۷۹ھ / ۱۱۹۳ء کا نسخہ تیس (۳۰) مجلدات میں اسی کتب خانے میں دیکھا تھا (۲۴۲)

نجم الدولہ نجاح شرابی المتوفی ۶۱۵ھ / ۱۲۱۹ء نے پانچ سو مجلدات اس میں وقف کی تھیں ان پر شرابی کا نام درج تھا (۲۴۳)



اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رباطوں اور خانقاہوں کے کتب خانے میں وقف کی ہوئی کتابوں پر واقف کا نام بھی لکھا جاتا اور وقف کے ذخیرے کو کتب خانے کی بقیہ کتابوں سے ممتاز کر کے رکھا جاتا تھا۔ اس کتب خانے کے آثار ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال قبل تک موجود تھے مگر اب معدوم ہو چکے ہیں (۲۴۴)

### (۳) رباط مامونیہ بغداد کا کتب خانہ

ابو محمد عبداللہ بن احمد بن الخشاب بغدادی المعروف بابن الخشاب (۲۹۲-۵۶۷ھ/۱۰۹۹-۱۱۷۲ء) نحو میں حرفِ آخر تھے، محدث، فقیہ، ادیب اور لغوی تھے۔ منطق، فلسفہ، حساب، ہندسہ، نسب، فرائض و تفسیر میں درک حاصل تھا اچھے شاعر، خطاط و مصنف تھے (۲۴۵) بغداد کے شہزادوں کے اتالیق تھے (۲۴۶) کتابوں کے جمع کرنے کا بڑا شوق تھا بہت عمدہ اور نفیس کتابیں جمع کی تھیں کسی سے کتاب مستعار لے کر واپس دینا جانتے نہیں تھے اگر مطالبہ زیادہ کرتا تو فرماتے کتاب تو میری کتابوں میں گم ہو گئی، بے حد بخیل تھے، شادی تک نہیں کی تھی (۲۴۷) روپیہ پینہ کتابوں کی خریداری میں خرچ ہوتا تھا، نہایت سستی اور میلی کچیلی کتاب خریدتے تھے۔ قیمتی کتاب خریدتے وقت نگاہ بچا کر اس کا ورق پھاڑ دیتے اور بیچنے والے سے کہتے کتاب ناقص ہے قیمت کم کرو اور یوں قیمتی سے قیمتی کتاب کوڑیوں کے مول لیتے تھے اگر کوئی عالم و محدث مرتابہ اس کی تمام کتابیں خرید لیتے تھے اس طرح ان کے پاس ائمہ فن کی کتابیں جمع ہو گئی تھیں (۲۴۸) کتاب کو کسی طرح چھوڑتے نہ تھے ایک مرتبہ انہوں نے چند کتابیں پانچ سو (۵۰۰) دینار میں خریدیں جیب میں دبڑی نہ تھی، بیچنے والے سے تین دن کی مہلت لی اور کتابیں لے کر چل دیں۔ جلدی سے مکان پر آئے اور مکان کو بیچنے کے لئے آواز لگائی لیکن فوراً ہی کہیں سے پانچ سو (۵۰۰) دینار ادھار مل گئے کتابوں کی قیمت ادا کی اور مکان رہ گیا (۲۴۹)

ان کا ایک پرانا آبائی مکان تھا اس کے بیچ والے کمرے میں چٹائیاں بچھی رہتی تھیں، لکڑی کے تختوں پر کتابیں جمی ہوئی بوریوں سے ڈھکی رہتی تھیں۔ یہیں ایک طرف ابن الخشاب بیٹھے مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ مرنے سے پہلے موصوف نے اپنا پورا کتب خانہ ابن الخشاب کے علم پر رباط مامونیہ میں وقف کیا تھا لیکن وہ کتابیں خورد برد ہو گئیں اور رباط مامونیہ میں ان میں سے صرف دس فیصد کتابیں رہ گئیں تھیں۔

ابن الجوزی نے ان کتابوں کا مثبت (کیٹلاگ) دیکھا تھا ان کا اندازہ ہے کہ یہ کئی بار شتر کتابیں تھیں (۲۵۰) ابن الخشاب کو لوگ بخیل سمجھتے تھے لیکن کتابوں کے معاملہ میں وہ بڑا سخی و سخاوت مند تھا۔



ہوا تھا واقعہ یہ ہے کہ ابن الخشاب کاغذی پیرہن میں ایسا محور ہا کہ نقش فریادی کو آمد کا موقعہ نہیں دیا اور وہ شوخی تحریر کا مظاہرہ نہ کر سکا۔

### (۴) موصل میں رباط ابن الاثیر کا کتب خانہ

نجد الدین ابوالسعادات مبارک بن محمد بن محمد جزیری حشاشافی المعروف بابن الاثیر (۵۲۴-۶۰۶ھ / ۱۱۵۰-۱۲۱۰ء) بلند پایہ محدث، مفسر، فقیہ، اصولی، لغوی، ادیب و مصنف تھا (۲۵۱) موصل میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی، موصل کے عالم (حاکم) مجاہد الدین قایماز المتوفی ۵۶۵ھ ان کا عقیدہ تمند تھا یہ اس کے دربار میں بلند منصب پر ممتاز تھے (۲۵۲) شاہ موصل نور الدین ارسلان نے ان کو وزارت کی پیش کش کی تھی مگر موصوف نے یہ کہہ کر مسترد کی کہ میں اپنی علمی شہرت کو وزارت سے متصف نہیں کرنا چاہتا (۲۵۳) انہیں کتابوں کا شوق تھا ہر علم و فن کی عمدہ عمدہ کتابیں جمع کی تھیں دربار دراج موصل میں جہاں موصوف کا قیام تھا وہ مکان علماء امراء اور صوفیہ سے بھرا رہتا تھا اسے وقف کیا۔ موصل کے ایک گاؤں میں طلبہ و صوفیہ کے لئے ایک رباط تعمیر کرائی (۱۵۳) اس کے مصارف کے لئے اپنی ساری جائیداد وقف کی اس میں اپنا کتب خانہ بھی دیا تھا چھٹی کے زمانے میں تصنیفی کاموں کے لئے معاون رکھے ہوئے تھے ان سے مدد لیتے رہتے تھے (۲۵۵)

### (۵) رباط ربیع مکہ کا کتب خانہ

الملك الافضل نور الدین علی بن یوسف بن ایوب (۵۱۱-۶۲۲ھ / ۱۱۷۱-۱۲۲۵ء) نے محلہ اجداد میں ایک رباط غرباء پر وقف کی تھی یہ رباط ربیع سے موسوم تھی اس میں موصوف نے کتابیں وقف کی تھیں جن میں المجمل فی اللغة ابن فارس اور کتاب الاستیعاب ابن عبدالبر تھیں۔ (۲۵۶)

### (۶) رباط شرابی کا کتب خانہ

امیر شرف الدین اقبال شرابی المتوفی ۶۵۳ھ نے ۶۳۰ھ میں ایک کتب خانہ بھی اس میں وقف کیا تھا (۲۵۷)

## (۵) مزارات کے کتب خانے

عربی زبان میں مزار کے لئے مشہد کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع مشاہد ہے یہ شہد سے ماخوذ ہے۔ شہین، ہا، دال کے بارے میں حاضر ہونے دیکھنے اور جاننے کے معنی پائے جاتے ہیں (۲۵۸) مشہد حاضر ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ (۲۵۹) مشاہد سے وہ مقامات مراد ہیں جن کی لوگ زیارت کرتے اور برکت حاصل کرتے ہیں (۲۶۰) زیارت عموماً "مزاروں کی جاتی ہے انہی پر لوگ حاضر ہوتے ہیں ان مشاہد سے مزار مراد ہیں۔

بنی نوع انسان نے شروع سے ایسے مقام پر جہاں کسی دلہستگی کی وجہ سے وہ آتا جاتا رہا ہے علم کا ذخیرہ رکھنے کی کوشش کی ہے اس لئے مقامات مقدسہ (Sacred Places) عبادت گاہوں، خانقاہوں اور یادگاری مقامات (Monumental Places) میں تحریری سرمایہ رکھنا اس سلسلہ کی ایک کڑی مزار و مقبرے بھی ہیں۔ چنانچہ آج سے پانچ ہزار (۵۰۰۰) سال قبل مصریوں نے بادشاہوں کے مزاروں پر جو یادگاری مقامات کی حیثیت رکھتے تھے قابل ذکر باتیں دیواروں پر کندہ کرائی، تھیں اور علم کا ذخیرہ کیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”دنیا کی کسی پرانی قوم نے اپنی تاریخ کی کتابت و حفاظت کا انتظام نہیں کیا جیسا کہ قدیم مصریوں نے کیا تھا جس وقت تک پیپرس (Papyrus) (قدیم مصری کاغذ) ایجاد نہیں ہوا تھا۔ شاہی محلوں مندروں اور مقبروں کی دیواروں پر ہر عہد کے حالات مسلسل نقش کئے جاتے رہے اور جب پیپرس رائج ہو گیا تو باقاعدہ دفاتر مدون ہونے لگے۔ علاوہ بریس ہر بادشاہ اور امیر کی وفات کے بعد اس کی نعش حنوط (مٹی) کر کے اس کے خاص مقبرہ میں رکھی جاتی تھی اور نعش کے ساتھ اس کی زندگی کے وقائع بھی رکھ دیئے جاتے تھے۔ اب یہ تمام آثار روشنی میں آگئے ہیں..... ان معلومات نے ہمیں پانچ ہزار (۵۰۰۰) برس پیشتر کے واقعات تک پہنچا دیا ہے۔ (۲۶۱)

عہد عباسی میں مسلمان قابل قدر ہستیوں کی روحوں کو ثواب پہنچانے کی خاطر ان کے مزارات سے متصل مدرسے اور کتب خانے بناتے تھے۔ یہ خیر کے کام کبھی بادشاہ (۲۶۲) وزیر (۲۶۳) صوفی، عالم، دولتمند، اپنی زندگی میں کرتے اور اس میں وہ دفن کئے جاتے (۲۶۵) کبھی ان کے متعلقین اور بھی خواہ انہیں اس میں دفن کرتے کبھی مرید، شاگرد یا عقیدت مند ان کے مرنے کے بعد مدرسے اور کتب خانے بناتے تھے۔ (۲۹۵) ان وجوہ سے عہد عباسی میں مزاروں سے ملحق مدرسے اور کتب خانے بکثرت بنائے گئے تھے چنانچہ عہد عباسی کے جغرافیہ نویس و مورخین اسلامی شہروں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس امر کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ یا قوت کہتا ہے:

”جبل قاسیون (دمشق) جو انبیاء علیہم السلام کا مدفن ہے یہاں رباطات مدارس اور مشہد کے کتب خانوں کی بہت کثرت و شہرت رہی ہے (۲۶۶) صرف جامع دمشق میں چار مشہد تھے اور ہر مشہد میں کتب خانے تھے (۲۶۷) عہد عباسی میں جب کوئی سیاح اسلامی شہروں کا سفر کرتا اپنے سفرنامہ میں ”مشاہد“ کی سرخی جماتا ان کے مدرسوں اور کتب خانوں کا ذکر کرتا تھا (۲۶۸) مصر میں ’قراہ جیسی شہر و معروف جگہ سے متصل مدارس تھے ان کے لئے مدرسہ کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ مشہد خانقاہ کا لفظ بولتے مدرسہ اور اس کا کتب خانہ مراد لیتے تھے (۲۶۹) اس سے معلوم ہوا کہ مشہد خانقاہ کے ہم معنی لفظ سمجھے جاتے تھے۔

### (۱) خزانہ حیدریہ نجف

یہ نجف اشرف میں حضرت علیؑ کے مزار سے متصل واقع ہے اور نہایت قدیم کتب خانہ ہے اس میں شیعہ سلاطین، امراء، وزراء، علماء، و ثقافتی کتابیں وقف کرتے رہے ہیں جن میں نند الدولہ بویہی المتوفی ۳۷۲ھ کا نام سرفہرست آتا ہے۔ اس کتب خانے میں قدیم مخطوطات کا بڑا بڑا ذخیرہ ہے۔ کوئی اندلسی اور یمنی خط میں مصاحف موجود ہیں یہاں مصاحف کی تعداد چار سو سے زائد ہے۔ ۴۰ھ کا کوئی خط میں ہرن کی کھال پر لکھے ہوئے قرآن شریف کا ایک حصہ بھی موجود ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کا لکھا ہوا ہے۔ چوتھی صدی ہجری کی لکھی ہوئی بعض کتابیں جیسے ابو علی فارسی کی ”المسائل الشیرازیہ“ کا نسخہ جو ۳۶۳ھ میں ان سے پڑھا گیا تھا اور شرح مقصورہ ابن درید کا نسخہ جو ۳۷۵ھ میں ابن درید سے پڑھا گیا تھا۔ اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ (۲۷۰) یا قوت رومی کی ”معجم الادباء“ کی پہلی جلد جو خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اسی کتب خانے میں محفوظ ہے (۲۷۱) یا قوت مستعصمی احمد تبریزی کے لکھے ہوئے مصحف بھی اس میں محفوظ ہیں۔ ۷۵۵ھ میں آگ لگنے سے کتب خانہ کو نقصان پہنچا بعض مصحف جل گئے، بعض کتابیں رطوبت سے، بعض دیمک سے، بعض چوری اور عاریت کی وجہ سے ضائع ہو چکی ہیں۔

## (۲) مشہد ابی حنیفہ کا کتب خانہ

یہ شمال بغداد سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر محلہ اعظمیہ میں مدرسہ ابی حنیفہ ساتھ اب تک موجود ہے۔ اسے الپ ارسلان سلجوقی کے مستوفی شرف الملک ابوسعید محمد منصور عمید خوارزمی نے ۴۵۹ھ/۱۰۶۶ء میں بنایا اور اس میں ایک خزانہ الکتب طلبہ پر وقف تھا۔ اس کا پہلا خازن عبدالعزیز بن علی بن ابی سعید خوارزمی تھا۔ پھر ابن الاہوازی المتوفی ۵۶۹ھ بنایا گیا تھا (۲۷۳)

اس کتب خانہ میں جاظہ کی تقریباً تین سو ساٹھ (۳۶۰) تصانیف موجود تھیں۔ سبط الجوزی نے ان کو دیکھا تھا (۲۷۴) ابو یوسف عبدالسلام قرظوبی المتوفی ۴۸۸ھ نے اپنی تفسیر کا نسخہ سات سو (۷۰۰) مجلدات پر مشتمل تھا اس کتب خانے میں وقف کیا تھا (۲۷۵) ابن جزلہ المتوفی ۴۹۳ھ نے اپنی تمام کتابیں اس کتب خانے میں وقت کی تھیں (۲۷۶) اس میں تفسیر کشاف زعمری کا اپنا نسخہ، حاجی خلیفہ کی نظر سے گزرا تھا (۲۷۷) لیکن اب وہ نہیں ہے (۲۷۸) اس سے عہد عباسی میں اس کتب خانے کی خدمات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے آج یہ کتب خانہ کلیتہاً الشریعہ کے حجرے میں رکھا ہوا ہے (۲۷۹)

## (۳) کتب خانہ قلعہ الموت

قلعہ الموت (آشیانہ عقاب) جسے حسن بن زید باقری نے ۲۴۶ھ میں تعمیر کرایا ۴۸۳ھ میں حسن بن صباح نے اس پر قبضہ کیا اور مستنصر فاطمی کے انتقال کے بعد اس کو اسماعیلیوں کی دعوت کا دوسرا بڑا مرکز بنایا۔ یہ فلسفہ، حکمت، نجوم، ہندسہ و سحر کا عالم تھا (۲۸۰) اس وجہ سے نظام الملک طوسی بھی اس کی قدر کرتا تھا اس کے دور میں کتب خانہ میں اسماعیلیوں کی مذہبی ذہنی کے علاوہ مذکورہ بالا علوم کی کتابیں جمع کی گئی تھیں۔ یہ اسماعیلیوں کا سب سے قدیم اور بڑا کتب خانہ تھا۔ حاکم قوہستان نے نصیر الدین طوسی کو قلعہ الموت میں تعلیم دینے کی غرض سے بھیجا تھا (۲۸۲) یہاں کی علمی ترقی کا شاہد ہے۔

۶۵۴ھ میں ہلاکو کے حکم سے یہ قلعہ تباہ (۲۸۲) اور کتب خانہ ضبط کیا گیا لیکن عطاء جوینی کی سفارش پر کتب خانہ کو بحال کر دیا گیا اس میں سے الحاد کی کتابوں کو نذر آتش کیا گیا سے بہت سی کتابیں مراغہ کے کتب خانہ میں منتقل کی گئی تھیں۔ (۲۸۳) خود عطاء الملک جوینی اپنے کتب خانے کے لئے یہاں سے کتابیں انتخاب کی تھیں۔ یہ انتخاب اس کتب خانے کی دستاویز کا کثرت و اہمیت کا شاہد عدل ہے۔

### (۴) کتب خانہ متصل مزار کرخی

زمرہ خاتون والدہ ناصر الدین اللہ المتوفیۃ ۵۹۹ھ نے معروف کرخی کے مزار سے متصل ایک تعمیر کرایا تھا جس کا افتتاح ۵۸۹ھ میں کیا گیا تھا۔ جامعہ نظامیہ و جامعہ مستنصریہ کے بعد اس کو حاصل تھی (۲۸۴) اس سے ظاہر ہے کہ اس کا کتب خانہ بھی اہمیت کا حامل تھا۔

### (۵) مشہد قاسیون میں کتب خانہ

وزیر ملک اشرف محمد بھنسی المتوفی ۶۲۸ھ نے اپنا ذخیرہ کتب اپنے مشہد میں جو ان میں بنایا تھا وقف کرنے کی وصیت کی تھی (۲۸۵)

### (۶) کتب خانہ مشہد حسام الدین مازوین

محمد بن عبدالسلام بن عبدالرحمن مازوینی (۵۱۲-۵۹۳ھ / ۱۱۱۸-۱۱۹۸ء) یکتائے روزگار، طبیب و مصنف تھا۔ اس کا کتب خانہ فلسفہ و طب کی کتابوں پر مشتمل تھا۔ اس میں زیادہ تر کے اساتذہ سے پڑھی ہوئی اور تصحیح کی ہوئی کتابیں تھیں۔ موصوف نے اسے مازوین میں الدین بن ارتق کے مشہد میں وقف کیا تھا اس کتب خانہ میں بیشتر فلسفہ کی کتابیں تھیں۔





## باب پنجم

دو سہ حصہ (ا.جمالی خاکہ)

- ☆ علمی کتب خانے
- ☆ درس گاہوں کے کتب خانے
- ☆ مدرسوں کے کتب خانے
- ☆ جامعات کے کتب خانے
- ☆ طبعی مدرسوں اور شفا خانوں کے کتب خانے
- ☆ رصد گاہوں کے کتب خانے



## (دوسرا حصہ)

## علمی کتب خانے

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام نے بنی نوع انسان میں تعلیم کو عام کرنے، بغیر اجرت لانے اور معاشرہ کو علم سے بہرہ ور کرنے کو بڑے اجر و ثواب کا کام بتایا ہے۔ علماء اجر و ثواب کی بر علم کی خدمت کرتے اور تجارت و ہنر سے پیٹ بھرتے تھے اس لئے ان کی نسبت میں بقال (ری فروش)، 'نجار (بڑھئی)، 'خصاف (موچی)، 'بزار (کسان)، 'بزاز (پارچہ فروش)، 'وراق (نقل س)، 'خزاز (نانبائی)، 'زیات (تیلی)، 'حمل (قلی) وغیرہ الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔

عہد قدیم میں بھی جب کبھی اور جہاں کہیں تعلیم کا آغاز ہوا علمی ذخیرہ خواہ اس کی نوعیت و کیفیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ طلبہ، اساتذہ، اہل علم، و محققین کے استعمال، ان کی ضروریات کی تکمیل کے لئے کتب خانہ تشکیل کیا جاتا رہا۔ البتہ مسلمانوں کے مدارس میں ہمیشہ ہم مفت دی جاتی اور طلبہ و اساتذہ کو کتابیں مفت مہیا کی جاتی تھیں۔ رفاہ عام کے اداروں میں ابوں کا ذخیرہ کرنا بھی تعلیم کی طرح ایک مقدس فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ طلبہ و اساتذہ کی تعلیمی و ریات کو پورا کرنے اور علمی و تحقیقی سرگرمیوں کو پروان چڑھانے کے لئے ہر مدرسہ، 'کلیہ' و 'مد میں مفت کتابیں فراہم کرنے کا انتظام کیا جاتا تھا اس لئے عہد عباسی میں ہمیشہ سے کتب خانہ ہر مدرسہ و جامعہ کا جزء لاینفک (اٹوٹ انگ) رہا ہے۔

اسلامی قلمرو میں جس طرح مدارس کی کثرت رہی، تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے، میں کتب خانوں کی بھی کثرت رہی ہے ان وجوہ سے مورخین و تذکرہ نگاروں نے مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ کا جداگانہ تذکرہ نہیں کیا اور نہ بانیان کتب خانہ کے تذکرہ میں ان کی کتب خانہ کی صفت کی نشاندہی کو ضروری سمجھا چنانچہ نظام الملک طوسی جیسے مرہی تعلیم، مدارس ساز کا تذکرہ کم و بیش اس عہد کی تاریخ و تذکرہ کی ہر کتاب میں ملتا ہے۔ ہر ایک مورخ نے اس کی مدارس سازی کی صفت کو سراہا ہے۔ ابن الجوزی اور سبکی کے علاوہ کسی نے اس کے "دارالکتب" بنانے کی ملاحظہ نہیں کی (۲۸۷) مدارس و جامعات کا تذکرہ ان کے یہاں کسی خاص سبب سے آیا ہے مثلاً کسی خازن نے دارالکتب میں شعر سنائے انہیں نقل کیا تو وہ اس خزانہ الکتب کا تذکرہ بھی ضمناً کر لیا کسی اہل علم نے کوئی اہم کتاب اس خزانہ الکتب میں دیکھی تو اس نے اس کا نام بھی لے لیا اس لئے درسگاہ، مدارس و جامعات کا تذکرہ اور ان کی نشاندہی دراصل مدارس و جامعات کے کتب

خانوں کی نشاندہی ہے پھر بھی تجسس و جستجو سے عہد عباسی کی جن درسگاہوں، مدارس و جامعات تذکرہ مل سکا ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔

### (۱) درسگاہوں کے کتب خانے

عہد عباسی میں ابتداء میں کتب خانے درسگاہوں کے ساتھ بنانے کا رواج تھا۔ مساجد جو درسگاہیں تھیں ان کے کتب خانوں کی نوعیت ابتداء میں کم و بیش ایسی ہی تھی البتہ عہد کے آخری دور میں مدارس میں درسگاہوں کے کتب خانوں کا چلن ہوا چنانچہ شرف الدین عروہ موصلی دمشقی المتوفی ۶۲۰ھ / ۱۲۲۳ء جو الملک المعظم عیسیٰ بن ابی بکر المتوفی ۶۲۱ھ / ۱۲۲۴ء مقربین میں سے تھا (۲۸۸) علم و علماء کا قدردان اور کتابوں کا بھی شوقین تھا اس نے جامع امویہ ایک گوشہ کو جو مشہد علی کے نام سے معروف تھا اور بطور ذخیرہ گاہ استعمال میں آتا تھا خالی حوض و دارالحدیث بنا کر اس میں کتب خانہ وقف کیا (۲۸۹)

یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ عہد عباسی میں درسگاہوں میں اور ان سے متعلق خانے بنائے جانے کا معمول تھا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ الہامی ادب کے استعمال و احترام کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ دارالحدیث سے متصل وضو کرنے کے لئے حوض تھا۔ عہد عباسی کے مدارس و جامعات کے کتب خانوں کے تذکرے سے پیشتر مدرسہ کے لغوی پر روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں خود کتب خانہ کے معنی و مفہوم مدرسہ کی تاریخ اور مدارس سازی کی تحریک کا سرسری جائزہ جو دراصل مدارس و جامعات کتب خانہ سازی کی تحریک کا پیش خیمہ تھی، نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اس لئے مختصراً اس تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مدرسہ 'درس' سے بنا ہے 'دال' 'را' اور سین کے مادہ میں خفاء، پوشیدگی، پستی اور معنی مضمہ ہیں (۲۹۰) راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔

”درس الدار“ کے معنی گھر کا نشان رہ گیا ہے اور نشان کا باقی رہنا اس کے مٹنے کا اس لئے درس کے معنی مٹا کئے جاتے ہیں ”درس الکتاب“ اور ”درس العلم“ کے معنی کتاب یا علم کو یاد کر کے اس کا اثر قبول کر لیا یہ بات بار بار پڑھتے رہنے سے حاصل ہوتی ہے لہذا وہیم پڑھتے رہنے کو لفظ درس سے تعبیر کرتے ہیں (۲۹۱) درس کے ذریعہ قوائے دماغیہ زائل ہو جاتے ہیں آثارِ جہل مٹ جاتے ہیں اصل جو ہر استعداد صاف ستھرا ہو کر چمک یہ کیفیت ریاضت و محنت اور نفس کو رام کرنے سے حاصل ہوتی ہے (۲۹۲) اس امر کی

تکمیل کے لئے جو ذخیرہ علم درکار ہوتا ہے وہی ذخیرہ کتب خانے کی اساس بنتا ہے۔ قرآن نے کہا ہے  
 درسوا ما فیہ (الاعراف - ۱۶۹) جو کچھ اس کتاب میں ہے اس کو انہوں نے پڑھ لیا ہے۔ سورہ  
 آل عمران میں فرمایا گیا ہے ”ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتب  
 وبما کنتم تدرسون (آل عمران - ۷۹)“ اور لیکن بولے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم  
 کتاب اللہ کی تعلیم دیتے اور اسے پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔“  
 اس طرح سے تمہارا علم کتابی و ذخیرہ کتب بڑھتا رہے گا۔

مدرسہ ابتداء میں درسگاہ، کلیہ، جامعہ و دانشگاہ کے معنی میں استعمال ہوتا تھا اس کی جمع  
 مدارس آتی ہے۔ مدارس عبرانی میں بمعنی مدرسہ ہے۔ (۲۹۳) یہ عربی میں یہودیوں کی درسگاہ  
 کے معنی میں آتا تھا (۲۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ جن اقوام میں تعلیم کا تھوڑا بہت چرچا تھا ان میں مدارس کا رواج  
 تھا۔ رسالتناہ کی تعلیم و تعلم کی مساعی جمیلہ سے عہد رسالت ہی میں ”دارالقرآء“ بن  
 گئے تھے (۲۹۵) اور مسجدوں میں تعلیمی حلقے قائم ہو چکے تھے (۲۹۶) پوری قوم تعلیم کے پھیلائے اور  
 مدارس کے قائم کرنے میں سرگرم عمل تھی۔

عہد عباسی میں مساجد سے علیحدہ مدارس کے قیام کا سلسلہ مستشرقین نے خلیفہ مامون سے  
 شروع کیا ہے چنانچہ Encyclopaedia... Britannica کے فاضل مقالہ نگار نے  
 لکھا ہے کہ موصوف نے خراسان میں ایک کالج قائم کیا تھا (۲۹۷) ہمیں اس کے ماخذ کا علم نہیں۔  
 قدیم مورخین اسلام اس باب میں خاموش ہیں تاہم مقالہ نگار کی یہ تحقیق اگر صحیح ہے تو خراسان  
 میں یہ پہلا سرکاری مدرسہ کہا جاسکتا ہے۔

عہد عباسی میں خلیفہ معتمد باللہ ابوالعباس احمد عباسی المتوفی ۲۷۹ھ نے سب سے پہلے ملکی و  
 مذہبی تعلیم اور صنعت و حرفت کو سرکار کی زیر سرپرستی فروغ دینے کے لئے نہایت جامع منصوبہ تیار  
 کیا تھا اس منصوبہ کے مطابق وہ قصر شامیہ (بغداد) کے متصل درسگاہیں (تجربہ گاہیں) صنعت گہ اور  
 قیام گاہیں تعمیر کرانا چاہتا تھا تاکہ ان میں ہر فن کے ماہر اساتذہ و صاحب ہنر رہیں، طلبہ اگر ٹھہریں،  
 پڑھیں اور جو چاہیں ہنر سیکھیں انہیں وظیفے دئے جائیں لیکن اس جامع، مفید، تعلیمی و صنعتی ترقیاتی  
 منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے سے قبل ہی معتضد کو قتل کر دیا گیا اور یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا  
 (۲۹۸)

قتل معتضد کے بعد خلفاء عباسیہ کو زمانہ دراز تک سکون و اطمینان میسر نہ آسکا اس لئے پھر  
 اس نوع کا کوئی جامع تعلیمی منصوبہ دارالخلافہ بغداد میں سامنے نہ آسکا۔ لیکن خراسان میں سلطان

اسماعیل بن احمد سامانی المتوفی ۲۹۵ھ / ۹۰۷ء نے بخارا میں ایک مدرسہ و کتب خانہ بنایا (۲۹۹) اس کے مصارف کے لئے وقف کیا پھر ۳۲۸ھ / ۹۵۹ء میں طغرل بیگ قدری خاں نے چوبہ بقالان بخارا میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا تھا (۳۰۰) اس کے بعد سلطان محمود غزنوی وغیرہ نے بعض بلادِ غزنہ و فارس میں حنفی فقہ و ماتریدی عقائد کی ترویج و اشاعت کے لئے مدرسے بنائے اور ان میں کتب خانے وقف کئے (۳۰۱) لیکن یہ ایک تحریک کی صورت میں نہ تھے ان کا دائرہ محدود تھا اس لئے ان کو مدارسِ نظامیہ کی شہرت حاصل نہ ہو سکی تھی۔

دوسری صدی ہجری کے نصفِ آخر سے خلافتِ عباسیہ سیاسی خلفشار کا شکار رہی اور چوتھی صدی ہجری کے نصفِ اول میں اس کی حکمرانی کا دائرہ سمٹ کر دار الخلافہ بغداد اور اس کے اطراف تک محدود ہو کر رہ گیا اس کے بڑے بڑے صوبوں میں نئی نئی سلطنتیں قائم ہو گئیں اور ان کے فرمانرواؤں کا خلافتِ عباسیہ سے رسمی کے بجائے اسی تعلق رہ گیا۔ مورخ ابن کثیر کا بیان ہے:

۳۲۴ھ میں خلیفہ کا حکم بغداد اور اس کے مضافات تک چلتا تھا۔ قلمرو عباسی کی حالت بہت خراب تھی بصرہ میں محمد ابنِ واثق اور جوزستان میں ابو عبداللہ بریدی کا تسلط ہو چکا تھا، تستر اور اس کے اطراف میں ابن یاقوت کا اور فارس کے علاقہ پر عماد الدولہ ابن بویہ کا غلبہ تھا، کرمان پر ابوعلی محمد بن العباس، بلادِ موصل، جزیرہ، دیارِ یکر و مضروبجہ پر بنو حمدان قابض تھے۔ مصر و شام میں محمد بن طفج کی فرمانروائی تھی، افریقہ، مغرب کے شہروں پر قائم بامر اللہ ابن مہدی فاطمی امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا جانے لگا تھا، اندلس میں خلیفہ عبدالرحمن بن محمد اموی کی بادشاہت تھی، خراسان و ماوراء النہر کا علاقہ نصر بن احمد سامانی کے تصرف میں تھا، طبرستان و جرجان پر دیلمی حکومت کرنے لگے تھے، بحرین، یمامہ اور ہجر کا علاقہ ابو طاہر سلیمان ابی سعید جنابی قرمطی کے پاس تھا (۳۰۲)

ان میں سے بعض فرمانرواؤں نے معارف پروری، علم دوستی، خلفاء عباسیہ سے ہمسری کرنے کی غرض سے اپنے قلمرو میں کتب خانے اور درسگاہیں بنوائی تھیں جن کا تذکرہ باب سوم میں کیا گیا ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں اسماعیلی عقائد کی دعوت زور پکڑ گئی تھی شاہانِ عباسیہ بھی سرزمینِ فارس و عراق میں آلِ بویہ کے اثر و نفوذ کو کم کرنے میں مصروف ہو گئے تھے شیعہ قائد ارسلان بسائیری المقتول ۴۵۱/۱۰۶۰ھ دار الخلافہ بغداد میں داخل ہوا تو فاطمی خلیفہ مستنصر کا نام خطبہ میں لیا جانے لگا۔ یہ فاطمی خلفاء کی سیادت و قیادت کو تسلیم کئے جانے کا برملا اعلان تھا (۳۰۳) اسماعیلی و شیعہ تحریکاتِ خلافتِ عباسیہ کے مقابلہ میں ایک سیاسی قوت بن کر ابھر آئی تھیں، ان کا زور



کرنے، ان کی دعوت کو روکنے، ان کی سیاسی قوت کو توڑنے اور خلافتِ عباسیہ کی مرکزی حیثیت کو بحال کرنے کے لئے شاہانِ سلجوق میدان میں آئے اور انہوں نے دو اہم کام کئے۔

(۱) شاہانِ سلجوق خلافتِ عباسیہ کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، طغرل بیگ نے ۴۵۱ھ/۱۰۶۰ء میں بسامیری کو بغداد میں قتل کر کے خلافتِ عباسیہ کی گرتی ہوئی دیوار کو تھاما پھر خلفاءِ عباسیہ کا نام خطبہ میں پڑھا جانے لگا اور اس کے نتیجے میں پاپا ارسلان نے بلادِ اسلامی کو دمشق تک فاطمیوں کی گرفت سے آزاد کرایا۔

(۲) انہوں نے علم سے خاص اعتناء کیا سرکار کی زیر نگرانی اسلامی قلمرو میں مدارس کا جال بچھا کر اسماعیلی دعوت اور معتزلانہ افکار و خیالات کا سدباب کیا (۳۰۴) چنانچہ نامور سیاسی مدیر و ماہر تعلیم وزیر نظام الملک طوسی نے بادشاہ کے ایما پر (۳۰۵) ایک نہایت جامع تعلیمی منصوبہ کے تحت بغداد، بلخ، نیشاپور، مرو، ہرات، اصفہان، بصرہ، آمل، موصل، جزیرہ و طوس وغیرہ میں بہت بڑی دانشگاہیں قائم کیں۔ (۳۰۶) جن میں سے بعض کی تعمیر جیسے نظامیہ بغداد پر دو لاکھ (۲۰،۰۰۰) دینار صرف کئے گئے تھے (۳۰۷) پندرہ (۱۵،۰۰۰) ہزار دینار سالانہ کی زمین سے آمدنی تھی (۳۰۸) اوقاف کی آمدنی کے علاوہ سرکاری آمدنی کا دس فیصد حصہ مدارس نظامیہ کی تعلیم پر خرچ کیا جاتا تھا (۳۰۹) نظام الملک طوسی نے اہل سنت کے مختلف گروہوں شافعیہ، محدثین، شعراء کو پہلی مرتبہ سرکار کی زیر نگرانی ایک تعلیم گاہ میں تعلیمی خدمات کے ساتھ باطنی و معتزلی عقائد کے خلاف صف آرا کیا اس تدبیر سے کتب خانوں کو یہ فائدہ پہنچا کہ ان کے ذخائر میں تنوع اور غیر معمولی اضافہ ہوا۔

سرکاری مدارس میں مختلف علوم کے شعبوں کی تعلیم کے لئے جداگانہ درسگاہیں بنائی گئیں مساجد جو جامعات کی حیثیت سے ممتاز تھیں نظام الملک کی تعلیمی اصلاحات کی وجہ سے مدارس نظامیہ کو جامعات کی حیثیت حاصل ہوئی اور ہر جامعہ کی تعلیمی ضروریات کے لئے اس میں کتب خانہ بنایا گیا۔ نظام الملک طوسی کے اتنے وسیع پیمانے پر اسلامی قلمرو میں سرکاری مدارس اور ان میں کتب خانوں کے قیام کی تحریک سے تعلیم میں ایک انقلاب آگیا۔ بادشاہوں، وزیروں، امیروں نے بھی اسلامی شہروں میں اس طرح کے مدارس و کتب خانے قائم کرنا شروع کئے تھے (۳۱۰) ان وجوہ سے نظام الملک طوسی کو سرکاری مدارس اور ان میں کتب خانوں کے قیام کا بانی اول کہا جاتا ہے (۳۱۱)

شاہانِ سلجوق کے بعد خلیفہ مستنصر باللہ عباسی نے بغداد میں جامعہ مستنصریہ قائم کر کے نظام مدارس کی تحریک میں انقلابی اقدام کیا۔ نظام الملک طوسی کی پیدا کردہ عصیت کا خاتمہ کیا اور

پہلی مرتبہ تعلیم میں جامعیت کی شان پیدا کی جامعہ مستنصریہ اسلامی قلمرو میں واحد جامعہ تھی جس میں چاروں مذاہب کی آزادانہ فضا میں تعلیم دی جاتی تھی اور آٹھ متداول علوم کی تعلیم کا ٹھوس بنیادوں پر نہایت معقول انتظام کیا گیا تھا۔ یہ جامعہ اسلامی مدارس بغداد، نیشاپور، دمشق، قاہرہ، مصر، موصل، حجاز، یمن، مراکش، تیونس، قرطبہ سے حسب ذیل امور میں ممتاز تھی۔

(۱) یہ متعدد کلیات و اقسام علمیہ کو حاوی تھی اور مدارس اس صفت سے عاری تھے۔

(۲) یہ پہلا مدرسہ تھا جس میں دارالقرآن، دارالحدیث، دارالفقہ، دارالعربیہ، دارالریاضیات اور دوسرے علوم جداگانہ کمروں میں علیحدہ پڑھائے جاتے تھے۔

(۳) اس جامعہ میں طبی علوم کا جداگانہ درس دیا جاتا تھا اور اس میں طب کا بھی ایک خاص شعبہ تھا۔

(۴) اس میں پہلی مرتبہ مذاہب اربعہ کی تعلیم کا آغاز ہوا اور دوسرے مدارس نے اس روش کو اختیار کیا۔

(۵) اس جامعہ میں ہر شعبہ اور اس کی عمارت جدا بنائی گئی تھی۔

(۶) اس جامعہ میں پہلی مرتبہ حسب ذیل علوم بیک وقت پڑھائے جانے کا انتظام کیا گیا تھا:

(۱) علوم القرآن	(۲) حدیث	(۳) مذاہب فقہیہ
(۴) علوم عربیہ	(۵) علوم ریاضیہ	(۶) فرائض (ورشہ و ترکہ)

(۷) منافع الحيوان . (۸) علوم طب و حفظان صحت (۳۱۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں مدارس کے کتب خانوں کے ذخائر میں اختصار و تنوع کا عمل برابر ترقی کرتا رہا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دارالخلافہ بغداد و خراسان میں غیر سرکاری مدارس کا آغاز چوتھی صدی ہجری میں ہو چکا تھا۔ چنانچہ بغداد میں مدرسہ ابن قتیبہ کا تذکرہ ہمیں تاریخ میں ہے۔ فقیہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد مروزی المتوفی ۳۴۰ھ اسی مدرسہ میں فقہ پڑھاتے تھے (۳۱۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر سرکاری مدارس کا آغاز سب سے پہلے بغداد میں ہوا تھا اس سلسلہ میں بعض ایسے ماخذ ہمارے پیش نظر رہے ہیں جو عبدالسلام رؤف عمار، مصطفیٰ جواد اور ناجی معروف کے مطالعہ میں نہیں آسکے۔ اس لئے اس کا تذکرہ بھی دلیل خارطہ بغداد مدارس

خداداد اور المدارس قبل النظامیہ میں نہیں آسکا ہے۔ ابو العباس محمد بن الحسن بن ایوب نے تقریباً ۳۳۰ھ / ۹۴۱ء میں خراسان میں نیشاپور میں سب سے پہلے دارالسنہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا تھا۔ (۳۱۴) ائمہ فن نے یہاں پڑھایا ہے اس لئے اس کو تاریخ میں بہت شہرت حاصل رہی ہے (۳۱۵) چوتھی صدی ہجری میں مدارس نظامیہ سے ایک سو سال پہلے جس تیز رفتاری سے مدارس کا سلسلہ خراسان میں شروع ہوا اس کا اندازہ مدارس کے نام اور ان کے مندرجہ سال تاسیس و درریس سے کیا جاسکتا ہے:

۶۹۶۰ / ۳۲۹ھ قبل	نیشاپور	مدرسہ حسان قرشی اموی	(۱)
۶۹۶۵ / ۳۵۲ھ	نیشاپور	مدرسہ ابن حبان بستی تسمی	(۲)
۶۹۷۱ / ۳۶۱ھ	بخارا	مدرسہ ابو حفص	(۳)
۶۹۷۵ / ۳۶۵ھ	پنج دیہ	مدرسہ مرست	(۴)
۶۹۹۵ / ۳۸۵ھ	غزنہ	مدرسہ باب بستان	(۵)
۶۹۹۸ / ۳۸۸ھ	نیشاپور	مدرسہ محمد حمشاوی	(۶)
۶۹۹۹ / ۳۹۰ھ	نیشاپور	مدرسہ ابن رضوان	(۷)
۶۹۹۹ / ۳۹۰ھ	بعد	مدرسہ سعیدیہ	(۸)
۶۱۰۰۰ / ۳۹۱ھ	بعد	مدرسہ دقاقیہ	(۹)
۶۱۰۱۱ / ۴۰۲ھ قبل	بعد	مدرسہ صاعدیہ	(۱۰)
۶۱۰۱۳ / ۴۰۴ھ	بعد	مدرسہ ابی سعد زاہد	(۱۱)
۶۱۰۱۳ / ۴۰۴ھ	بعد	مدرسہ سهل مطوکی	(۱۲)
۶۱۰۱۴ / ۴۰۵ھ	بعد	مدرسہ ابو اسحاق اسفراینی	(۱۳)
۶۱۰۱۴ / ۴۰۵ھ	بعد	مدرسہ صابونی	(۱۴)
۶۱۰۱۴ / ۴۰۵ھ قبل	نیشاپور	مدرسہ قطان	(۱۵)
۶۱۰۱۴ / ۴۰۵ھ	نیشاپور	مدرسہ نظامیہ	(۱۶)
۶۱۰۱۵ / ۴۰۶ھ	نیشاپور	مدرسہ ابن فورک انصاری	(۱۷)
۶۱۰۱۷ / ۴۰۸ھ	نیشاپور	مدرسہ ناہجیہ	(۱۸)
۶۱۰۱۷ / ۴۰۸ھ	نیشاپور	مدرسہ بیہقیہ	(۱۹)
۶۱۰۱۹ / ۴۱۰ھ	نیشاپور	مدرسہ ابو طیب اسفراینی	(۲۰)
۶۱۰۳۶ / ۴۲۸ھ	نیشاپور	مدرسہ الحفاف	(۲۱)

۰۳۷/ ۵۲۲۹	نیشاپور	مدرسہ ابو بکر بستی	(۲۲)
۰۳۸/ ۵۲۳۰	نیشاپور	مدرسہ ابو سعد استرابادی	(۲۳)
۰۵۲/ ۵۲۳۳	نیشاپور	مدرسہ ابوالحسن متوی	(۲۴)
۰۵۸/ ۵۲۵۰	بو شنج	مدرسہ ابن عافره اسدی	(۲۵)
۰۵۸/ ۵۲۵۰	حدود	مدرسہ نظامیہ	(۲۶)
۰۶۲/ ۵۲۵۳	قبل	مدرسہ مشلی	(۲۷)
۰۶۵/ ۵۲۵۸		مدرسہ سیوری	(۲۸)
۰۶۶/ ۵۲۵۹	طوس	مدرسہ عراقی	(۲۹)
۰۶۷/ ۵۲۶۰	نیشاپور	مدرسہ صندلی	(۳۰)
۰۷۰/ ۵۲۶۳		مدرسہ سراجین	(۳۱)
۰۷۲/ ۵۲۶۵		مدرسہ قسیرنیہ	(۳۲)
۰۷۶/ ۵۲۷۰		مدرسہ شحامی	(۳۳)

ان میں صرف مدرسہ صندلیہ مسجد میں تھا بقیہ تمام مدارس مساجد سے علیحدہ اور اتنے دور تھے کہ ان میں ہر نو وارد آکر ٹھہر سکتا تھا ہر ایک کے ساتھ مسجد علیحدہ بنائی گئی تھی۔ املاء کی مجالس اور تعزیتی جلسے کئے جاتے، نماز جنازہ ادا کی جاتی تھی، مدرسہ کے احاطہ میں قبرستان بنایا جاتا تھا جاما مدرسہ کے سرپرست وغیرہ دفن کئے جاتے تھے۔ چندہ کے علاوہ ان مدارس کے بہت بڑے وقفے تھے جن کی آمدنی سے عملہ، طلبہ اور کتب خانے کے مصارف پورے کئے جاتے تھے۔ ابو بکر نے اپنے مدرسہ کے لئے اتنا بڑا وقف چھوڑا تھا جو اوقاف ابی بکر شیبان کے نام سے موسوم تھا (۱۷)۔ چھٹی صدی ہجری میں بعض مدارس رونق و وسعت و آبادی میں مستقل شہر معلوم ہوئے تھے چنانچہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے قاہرہ میں قرافہ صغری مزار امام شافعی کے پاس ایسا شان مدرسہ تعمیر کرایا تھا۔ کہ وہ ان بلاد میں اپنی نظیر آپ تھا۔ چنانچہ مشہور سیاح ابن جبیر المتوفی ۶۱۳ھ نے ۵۸۸ھ میں سفرنامہ لکھا تو اس مدرسہ کے متعلق رقمطراز ہے:

”لم یعمربہذہ البلاد مثلہا ولا اوسع مساحۃ ولا احفل بناہ  
 یخیل لمن یطوف علیہا انہا بلد مستقل بذاتہ..... والنفاس  
 علیہا لاتحصی تولى ذلك بنفسه الشيخ العالم المعروف بـ  
 الدين الخبوشانى وسلطان هذه الجهات صلاح الدين يسمع  
 بذلك كله ويقول زدا احتفالا وتالفا علينا القيام بمونته ذلك كله“

ان بلاد میں اس جیسا مدرسہ تعمیر نہیں کیا گیا۔ نہ رقبہ میں اس سے زیادہ وسیع نہ تعمیر میں اس سے زیادہ جامع۔ جو اس کے ارد گرد گھومے اسے یہ خیال ہو گا کہ یہ ایک مستقل شہر ہے۔ اس کے مصارف کا شمار نہیں۔ اس کے متولی شیخ نجم الدین خبوشانی ہیں۔ اس کے اطراف (مملکت) کے بادشاہ صلاح الدین ایوبی اس کے لئے انہیں خوب داد و دہش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اجتماع (آبادی) و رونق بر عہد سارا بار ہم برداشت کریں گے۔

اس میں ایک استاد کا ماہوار مشاہرہ چالیس دینار اور ساٹھ رطل روٹیاں تھیں (۳۱۹) بعض مسلم فرمانروا جب کسی ملک پر فوج کشی کرتے تو وہاں سے جو مال غنیمت ملتا اس سے مسجد مدرسے اور کتب خانے بناتے تھے (۳۲۰)

عہد عباسی میں مدارس اور ان میں کتب خانوں کی کثرت کے حسب ذیل اسباب تھے۔

(۱) مدارس و رباطات وغیرہ کا قیام شرعاً مستحب و پسندیدہ امر ہے (۳۲۱) اس لئے امراء علماء فقراء سب ہی ان کے بنانے، آباد رکھنے میں دلچسپی لیتے تھے۔

(۲) علماء، صوفیہ، علم دوست و معارف پرور بادشاہ، وزیر، بیگمات، مخیر، خواتین اور دردمندان قوم، علم کی نشرو اشاعت اور اجر آخرت کی خاطر مدرسے، مسجدیں، خانقاہیں وغیرہ بناتے رہتے تھے، جن کی طرف اشارہ رباطات کے کتب خانوں میں کیا گیا ہے۔

(۳) اہل سنت کے مختلف دستان مذاہب حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور محدثین اپنے مدارس علیحدہ بناتے تھے چنانچہ نیشاپور میں حنفیہ کے سترہ (۱۷) مدرسے تھے (۳۲۲)

(۴) اہل سنت کے علاوہ دوسرے بھی اپنی تعلیمات کی نشرو اشاعت کے لئے جدا مدرسے بناتے تھے چنانچہ صرف رے میں شیعوں کے انیس (۱۹) مدرسے تھے۔ (۳۲۳) نیشاپور میں کرامیہ کے اپنے مدارس تھے (۳۳۴)

(۵) بعض اسلامی اقالیم میں علم کا زیادہ چرچا تھا۔ وہاں تعلیمی ادارے بھی زیادہ پائے جاتے تھے نیز تعلیم کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے اور تعلیم کو مزید ترقی دینے کے لئے اسلامی شہروں میں برابر نئے نئے مدرسے تعمیر کئے جاتے تھے بلخ میں چار سو (۴۰۰) مدارس تھے (۳۲۵) ابن جبیر نے صرف شرقی بغداد میں تیس (۳۰) مدارس کا ذکر کیا ہے (۳۲۶) اور آخر عہد عباسی ساتویں صدی ہجری میں پاک و ہند میں بھی مدارس کا قیام عمل میں آچکا تھا چنانچہ پاکستان میں ملتان میں مدرسہ قاضی قطب الدین کاشانی ملتانی المتوفی ۶۳۳ھ (۳۲۷) کی اور سندھ میں ناصر الدین قباچہ کے عہد میں مدرسہ فیروزیہ (۳۲۸) کی اور ہندوستان میں دہلی میں مدرسہ ناصریہ کی شہرت تھی (۳۲۹)



یہ حقیقت ہے کہ عہد عباسی میں تعلیمی و تحقیقی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ بنایا جاتا تھا (۳۳۰) کتابوں کی تنظیم و ترتیب اور دیکھ بھال اور اساتذہ و محققین کی سہولت کے لئے عملہ رکھا جاتا تھا۔ طلباء اساتذہ اور محققین ان مدرسوں کے کتب خانوں میں کتابوں سے استفادہ کرتے، کتابیں نقل کرتے اور تصنیف کرتے تھے۔ چنانچہ بنفشہ بنت عبد اللہ المتوفیۃ ۵۹۸ھ کے مدرسہ کے کتب خانہ میں ابن الجوزی نے ۵۷۵ھ میں محمد بن طاہر مقدسی کی کتاب الانساب المتفقہ فی الضبط والموتلف فی النقط والضبط کانسخ نقل کیا تھا (۳۳۱)

ہر خاص و عام کو ان کتب خانوں سے استفادہ کی عام اجازت تھی بلکہ بعض مدارس کے کتب خانے ایسے بھی تھے جو زر ضمانت طلب کئے بغیر ہی اہل علم اور محققین کو کتب خانے سے باہر بھی عاریتاً کتابیں دیتے تھے اور مصنفین و محققین ان سے حوالے کی بیک وقت سینکڑوں کتابیں اپنے گھر لے جاتے تھے (۳۳۲)

اس سے ان کتب خانوں کی وسعت، کتابوں کی کثرت و ندرت، اہمیت اور استعمال کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ عہد عباسی میں مدارس و جامعات کے کتب خانے رسمی اور غیر رسمی دونوں طریقہ تعلیم کی ترویج و اشاعت میں منہمک تھے۔



## (ب) مدرسوں کے کتب خانے

عہد عباسی میں ملوک، وزراء، امراء، اہل علم و اہل ثروت نے مدارس بنائے ان میں کتب خانے وقف کئے اور ان کتب خانوں سے مورخین نے اعتناء کیا ان میں سے بعض مشہور کتب خانوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس سے مدارس کے کتب خانوں کی قدامت، وسعت و کثرت اور ان کے قیام کی طرف شوق و رغبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

### (۱) بغداد میں المنجم کا کتب خانہ

ابوالحسن علی بن یحییٰ بن منصور بغدادی المعروف بالمنجم (۲۰۱-۲۷۵ھ / ۸۱۶-۸۸۸ء) یہ سات عباسی خلیفہ (متوکل تا معتضد) کا ندیم رہا۔ اس کا خاندان دین، ادب، شعر و فضل میں ممتاز تھا (۳۳۳) یہ شاعر، ادیب، معنی، فنکار و مصنف تھا۔ (۳۳۴) علم کا ندردان اور کتابوں کا شوقین تھا اہل علم سے کتابیں لکھواتا تھا (۳۳۵) وزیر فتح بن خاقان المقتول ۲۲۷ھ کے بے مثال کتب خانہ کا ناظم و مہتمم رہا (۳۳۶)۔ لیکن اس کی طبیعت اس پر قانع نہ رہی اس نے قفس کے اطراف کر کر میں ایک بڑے محل میں نہایت شاندار کتب خانہ خزانہ الحکمہ کے نام سے اہل علم کے لئے وقف کیا تھا۔ یا قوت لکھتا ہے

”ہر طرف سے اہل علم آکر یہاں ٹھہرتے، علم حاصل کرتے اور کتب خانہ سے فائدہ اٹھاتے تھے (۳۳۶) اس کے کتب خانہ میں ایسی نادر کتابیں تھیں کہ خلیفہ عبداللہ بن محمد المعتز عباسی المتوفی ۲۹۶ھ / ۹۰۹ء بھی اس سے کتاب عدولے کر پڑھتا تھا (۳۳۷)“

یا قوت کے مذکورہ بالا بیان سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں درس و تدریس کا بھی انتظام تھا (اس لئے اس کو مدارس کے ضمن میں بیان کیا گیا) یا قوت نے اس کے لئے مدرسہ کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے اس لئے اس کو بغداد کے اولین مدارس میں زیر بحث نہیں لایا گیا ہے۔

یا قوت کے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دار الخلافہ بغداد میں یہ خزانہ الحکمہ جو تعلیم بالغاں (Adult Education Centre) کا کتب خانہ تھا، اصلاً درگاہ کے کتب خانے کا کام دیتا تھا اور عوامی کتب خانے کے فرائض بھی ادا کرتا تھا۔ اس کے جملہ مصارف منجم خود برداشت کرتا تھا۔

اس کتب خانے کی ندرت اور یہاں کی تعلیم کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ ابو معشر منجم فلکی بنیت حج خراسان سے نکلا، بغداد پہنچا، گزرتے ہوئے اس کتب خانہ کو دیکھا تو حیران رہ گیا اور یہیں ٹھہر گیا۔ حج کو بھی چھوڑ دیا نجوم کی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ اس

فن میں کمال پیدا کیا اور مرگیا (۳۳۸) المنہم اپنے خزانة الحکمہ کے لئے حنیف اسحاق المتوفی ۲۶۰ھ سے کتابوں کا ترجمہ کراتا تھا۔ ثابت بن قرہ، اسطغین اور اسحاق بن حنین بصرہ کے لئے کتابیں لکھتے تھے۔

## (۲) بست (افغانستان) میں ابن حبان کا کتب خانہ

ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بست (۳۵۲-۰۰/ ۶۹۶۵-۰۰) بلند پایہ حافظ و محدث، مورخ، فقیہ، فلسفی، طبیب، فلکی و کثیر التصانیف مصنف تھے۔ (۳۳۹) ۳۳۲ھ میں نساء و سمرقند میں قاضی رہے تھے (۳۴۰) تحصیل علوم کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا خراسان مصر تک ایک ہزار سے زیادہ شیوخ حدیث سے سماع کیا اور علوم میں کمال حاصل کیا تھا (۳۴۱) نیشاپوری کا بیان ہے۔

”موصوف نے حدیث میں ایسی کتابیں تصنیف کیں جو اس سے پہلے کسی نے نہیں ان کی تصانیف کے لئے خراسان کا سفر کیا جاتا تھا“ (۳۴۲) ۳۳۷ھ میں موصوف کے لئے نیشاپور میں باب الرازیعین میں ایک خانقاہ تعمیر کرائی گئی تھی یہاں اہل علم آکر موصوف سے ان کی تصانیف کی سند لیتے تھے۔ (۳۴۳)

آدم مزنی اسی خانقاہ نیشاپور کو غلطی سے موصوف کا دارالکتب سمجھا ہے۔ ان کردہ مدرسہ اور دارالکتب بست میں تھا۔ نیشاپور میں نہیں تھا (۳۴۴) یہ موصوف کا نہایت کتب خانہ تھا جس میں حدیث، تفسیر، فقہ، تاریخ، رجال، لغت، ادب، طب، فلسفہ و نجوم کی کتب تھیں۔ یہ کتب خانہ موصوف نے وقف کیا تھا۔ ابن حبان ۶۹۵/ ۳۴۰ھ میں بست آئے ایک عمارت بنوائی۔ مدرسہ بنوایا، طلبہ کی قیام گاہ (Boarding House) اہل علم کے مصارف، خوراک، پوشاک کے لئے جائداد وقف کی۔

اس مدرسہ میں اپنا کتب خانہ بھی وقف کیا۔ اس کا وصی (مکران اور لاہورین) ہدایت کی کہ کتابوں سے استفادہ کرنے، پڑھنے اور نقل کرنے کی ہر ایک کو اجازت ہے خانے سے باہر کتابیں لے جانے کی اجازت نہیں (۳۴۵) ابو حاتم کو مرنے کے بعد بھی کتب خانے سے جدا نہیں کیا گیا۔ مدرسہ اور کتب خانہ کی عمارت میں ان کو سپردِ خاک کیا گیا تھا۔ (۳۴۶) مدرسہ و کتب خانہ علامہ سمعانی المتوفی ۵۶۲ھ/ ۱۱۶۶ء کی حیات تک موجود تھا۔ (۳۴۷)

ابو حاتم بست میں اہل بھستان پر جیسا عظیم احسان کیا۔ افسوس ہے انہوں نے اس مدرسہ کی۔ چنانچہ خطیب بغدادی کا تبصرہ ان کی تصانیف و اہل بھستان کی ناقدری پر سننے کے لئے ہے۔

صوف ان کی کتابوں کے متعلق رقمطراز ہیں:

”وہ تصانیف جن کا فائدہ بڑھ جاتا ہے اگر ان کے مولف ان کتابوں کے عنوانات کی ترتیب سے انداز پر کریں جس انداز پر ابو حاتم بستی نے اپنی تصانیف کی کی ہے۔ جن کا ذکر مجھ سے مسعود بن ناصر سجزی المتوفی ۷۷۷ھ / ۱۰۸۴ء نے کیا اور مجھے ان کے ناموں کے تذکرہ (فہرست) سے گاہ کیا اگرچہ مجھے ان کا دیکھنا نصب نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ وہ ہمارے پاس نہیں ہیں اور نہ وہ کتابیں رے دیار میں مشہور ہیں۔ تاہم جنہیں میں نے اچھا سمجھا ہے انہیں نام بنام لکھتا ہوں (ان کتابوں کے نام یا قوت نے معجم البلدان میں دو کالموں میں نقل کئے ہیں) یہ ان کتابوں کے علاوہ ہیں جنہیں نے نظر انداز کر دیا ہے (خطیب بغدادی اہل بستان کے متعلق لکھتے ہیں)

”میں نے مسعود سجزی سے پوچھا کہ تم جو کتابیں ابو حاتم کی بتاتے ہو کیا تمہارے پاس موجود ہیں یا تمہارے دیار میں کہیں تمہاری دسترس میں ہیں؟ تو بولے بہت تھوڑی وجہ، کہا بلاشبہ ابو حاتم نے اپنی کتابیں راہ خدا میں وقف کی تھیں وہ انہیں ایک جداگانہ مکان میں محفوظ کرا گئے تھے اب ان کی بربادی کا سبب زمانہ کی دراز دستی کے ساتھ حکمران کی کمزوری اور فساد یوں کا ان شہروں پر تسلط ہے۔ یہ سن کر خطیب نے کہا:

”ایسی جلیل القدر کتابوں کے لیے ضروری تھا کہ کثرت سے نقل کی جائیں، ان کی نقلیں اہل علم میں مسابقت جاری رہتی۔ وہ انہیں لکھتے، جلدیں بند ہوا کر اپنے پاس محفوظ رکھتے، میں سمجھتا ہوں کہ اس امر سے مانع صرف اس شہر کے باشندوں کی مقام علم و فضیلت علم سے واقفیت اور علم سے بے رغبتی، لاپرواہی اور بے بصیرتی ہے۔“

اس تبصرہ سے ابو حاتم بستی کی تصانیف اور ان کے کتب خانے کی اہمیت، علوم و فنون میں نوع و کثرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اہل بستان کی لاپرواہی سے اہل بستان کے دوسرے نامور علماء کی تصانیف بھی بغداد تک نہیں پہنچتی تھیں۔ اس لیے ابن الندیم نے ابو القاسم بستی کی تصانیف کے متعلق ابن سوار کاتب سے پوچھا تھا کہ کہیں اس کی تصانیف ملتی بھی ہیں۔ (۳۴۸)

(۳) جاجری کا خزانہ الکتب

ابو علی اسماعیل بن علی بن حسین جاجری (۴۰۶-۴۹۷ھ / ۱۰۱۵-۱۱۰۳ء) فقیہ، زاہد، داعی، شیخ طریقت تھے۔ آخر عمر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی موصوف کی نسبت سے جو کوچہ مشہور تھا۔ اس میں ایک مدرسہ بنوایا، خزانہ الکتب قائم کیا۔ اس میں مطالعہ کرتے اور اس کی نگرانی کرتے

رہتے تھے۔ ان کے معاصر مورخ عبدالقادر فارسی کا بیان ہے:

”موصوف اپنے مدرسہ کے نگران تھے، اس میں کتابوں کا مطالعہ کرتے، نگرانی کرتے دیکھ بھال میں لگے رہتے تھے۔“ (۳۴۹)

(۴) کتب خانہ شریف مرتضیٰ

علم الہدی ابوالقاسم علی بن الحسین بن موسیٰ موسوی بغدادی المعروف بالشریف (۳۵۵-۳۳۶ھ / ۹۶۶-۱۰۲۲ء) مفسر، فقیہ، متکلم، ادیب، نحوی، لغوی، شاعر و کثیر التالیفات مصنف تھے (۳۵۰)۔ ان کا بہت شاندار کتب خانہ تھا۔ موصوف کے تلمیذ ابوالقاسم تنوخی ہے۔

”حصرنا کتبہ فوجدنا ہائمانین الف مجلد مصنف محفوظاتہ ومقروائتہ وکذا۔ انقل عن صاحب عمدة النسب“ (۱) ہم نے ان کی کتابوں کو گنا تو اسی ہزار مجلد نکلی تھیں۔ جن میں ان کی تصانیف، محفوظات اور ہوئی کتابیں سب شامل تھیں، اسی طرح صاحب ”عمدة النسب“ سے منقول ہے۔

اس اعتبار سے اس کا کتب خانہ اس کے بھائی شریف رضی کے کتب خانہ سے بڑا ہوا تھا۔ صرف اسماعیل بن عباد کا کتب خانہ اس کی نظیر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ رافعی کا بیان ہے کہ اس کا کتب خانہ ایک لاکھ چودہ ہزار کتابوں کا جامع تھا اور قاضی فاضل عبدالرحیم کا کتب خانہ سے بڑھا ہوا تھا۔ ان کے کتب خانہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار مجلد کتابیں تھیں۔“ (۳۵۲)

خوانساری نے ثعالبی کے حوالہ سے موصوف کے کتب خانہ کی مالیت کا اندازہ لگایا ہے کہ (۳۰،۰۰۰) ہزار دینار نقل کیا ہے اس میں امراء و وزراء کے بے شمار تحائف کا شمار نہیں ہے۔ شیعی تذکرہ نگاروں کا یہ بیان کہ موصوف ثمانینی (اسی ۸۰ والے) کے لقب سے

مشہور تھے کہ ان کی تالیفات اسی (۸۰،۰۰۰) ہزار مجلدات پر مشتمل تھیں (۳۵۲) ایک ایسے جیسے عقل سلیم تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔ موصوف کا ذخیرہ کتب اسی ہزار مجلدات پر مشتمل ہے۔ عمر بھی اسی (۸۰) سال کی پائی تھی اس لئے ثمانینی کے لقب سے مشہور تھے۔ تذکرہ نگاروں نے

عبارت حصرنا کتبہ فوجدنا ہائمانین الف مجلد میں مصنفاتہ میں لفظ من کی وجہ سے دھوکہ ہوا ہے کہ یہ لفظ اصل میں مع تھا جس کی تصحیف ہو گئی ہے، اب ترجمہ یہ ہو گا ہم۔ ان کتابوں کو ان کی تصانیف وغیرہ کے ساتھ شمار کیا تو اسی ہزار مجلدات نکلے تھے اس طرح اس مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے اور اشکال بھی باقی نہیں رہتا ہے۔

موصوف نے ایک گاؤں فقہاء کے کانڈ کے استعمال کے لئے وقف کیا تھا (۳۵۵) اپنی حویلی کو دارالعلم بنایا اور مناظرہ کے لئے وقف کیا تھا (۳۵۶) ۴۱۶ھ میں ان کی حویلی کو جلا دیا گیا اور انہیں درب جمیل میں منتقل ہونا پڑا تھا (۳۵۷)

### (۵) کتب خانہ ابن حبان منیعی

کمال الدین ابو احمد بن عبدالرزاق بن حسان منیعی نیشاپوری (۵۱۰-۵۰۰ھ / ۱۱۱۶-۱۱۱۷ء) بلند پایہ فقیہ و محدث تھے۔ طلبہ تحصیل علوم کے لئے ان کی خدمت میں سفر کر کے آتے تھے۔ انہوں نے بہت بڑا مدرسہ مروروز میں قائم کیا تھا اس میں نہایت شاندار کتب خانہ بنایا تھا۔ (۳۵۸)

### (۶) کتب خانہ نورانی بیہقی

ابو علی حسین بن محمد بن حسین نورانی بیہقی شافعی (۵۰۰-۵۰۰ھ) مورخ عبدالغافر فارسی (۴۵۱-۵۲۹ھ / ۱۰۵۹-۱۱۳۵ء) کے معاصر، بلند پایہ فقیہ، محدث، مفتی، واعظ و مرجع خلافت بزرگ تھے (۳۵۹) ایک زمانہ تک نیشاپور میں سکونت پذیر رہے۔ بہت کتابیں جمع کی تھیں ان کا کتب خانہ قابل رشک تھا۔ مدرسہ بنوایا اور اس میں کتب خانہ بھی وقف کیا تھا۔ مورخ عبدالغافر فارسی کا بیان ہے:

”دین کی نصرت میں ان کی بڑی خدمات ہیں۔ انہوں نے مدرسہ بنوایا، راستے ہموار کئے، نفیس کتابیں جمع کیں، ان کے مطالعہ میں مصروف رہے، ان کو پھیلایا، ان کی اشاعت کی، ان کے حالات شروع سے آخر تک قابل رشک رہے تھے۔“ (۳۶۰)

### (۷) کتب خانہ خوارزم شاہ تگلش

علاء الدین خوارزم شاہ تگلش المتوفی (۵۹۶ھ / ۱۱۹۶ء) نے خوارزم میں ایک مدرسہ حنفیہ کے لئے بنایا تھا اور ایسا قابل رشک دارالکتب وقف کیا تھا کہ شاہانِ سلاجقہ کو بھی اس پر رشک آتا تھا (۳۶۱)

### (۸) کتب خانہ عبدالملک

عبدالملک (جن کی تعیین نہیں ہو سکی) نے مرو میں ایک مدرسہ کھولا تھا اس میں مورخ ابو سعید عبدالکریم سمطانی (۵۰۶-۵۶۲ھ / ۱۱۱۳-۱۱۱۶ء) پڑھاتے اور تصنیف و تالیف کرتے تھے۔



(۳۶۲) اس کا خزانہ الکتب بہت مشہور تھا۔ یا قوت نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ ۶۱۶ھ میں  
تاتاریوں کے ہاتھوں برباد ہوا تھا (۳۶۳)

### (۹) کتب خانہ ابن جوزی

جمال الدین ابوالفرح عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی بغدادی حنبلی  
(۵۱۰-۵۹۷ھ / ۱۱۱۶-۱۲۰۱ء) محدث، حافظ حدیث، مفسر، فقیہ، ادیب، شاعر، مورخ، واعظ و کثیر  
التصانیف مصنف تھے۔ سترہ (۱۷) برس کی عمر سے تصانیف کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ (۳۶۴) خلیفہ  
مستضئی باللہ ان کا بہت معتقد تھا۔ ان کے وعظ میں شریک ہوتا تھا (۳۶۵) انہوں نے ایک  
مدرسہ بھی درب و بنا میں قائم کیا تھا۔ ۵۷۰ھ میں یہاں چودہ علوم کا درس دیتے تھے۔ (۳۶۶) اس  
مدرسہ میں موصوف نے اپنا کتب خانہ وقف کیا تھا (۳۶۷) تفسیر، حدیث، تاریخ و سیر، اصول، ادب،  
مناقب، رقائق، ریاضیات، وعظ و نصیحت اور طب کے موضوع پر تین سو چالیس (۳۴۰) سے او  
تصانیف یادگار چھوڑی تھیں (۳۶۸) موصوف ہر روز چار (۴) کرا سے لکھتے تھے اور ہر سال پچاس  
ساتھ مجلدات کے مابین تیار کرتے تھے (۳۶۹)

ابن الجوزی کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا انہوں نے بغداد کے بیشتر کتب خانوں  
کی تلاش دیکھی تھی (۳۷۰) ان کتب خانوں میں کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ عبدالسلام بن عبدالوہاب  
عبدالقادر جیلی نے وزیر ابن القصاب کو ابن الجوزی کی طرف سے لگائی بھائی کر کے انہیں واسط  
جلا وطن کرایا ان کی بعض کتابوں کو نذر آتش کیا اور بعض کو سیل کرایا تھا (۳۷۱)

### (۱۰) کتب خانہ قاضی فاضل

محی الدین عبدالرحیم بن علی بن سعید نخعی بیسانی عسقلانی المعروف بالقاضی الفاضل  
(۵۲۹-۵۹۶ھ) کا تعلق ایک علمی خانوادہ سے تھا۔ یہ عالم فاضل، نہایت نامور ادیب و شاعر، نیک  
تجد گزار شب زندہ دار وزیر تھا۔ (۳۷۲) انشاء پردازی میں متقدمین پر بھی فائق تھا (۳۷۳)  
سلطان صلاح الدین کا وزیر رہا۔ وہ اس کی بہت قدر کرتا تھا۔ پھر اس کے فرزند عزیز کا اور اس  
بعد سلطان منصور کا وزیر رہا۔ (۳۷۴) مورخ عبداللطیف بغدادی کا بیان ہے۔

یہ تین بھائی تھے ایک بھائی اسکندریہ میں رہتا تھا اور وہیں مرادہ آثار قدیمہ کا ریسرچر  
انگوٹھیاں، چٹائیاں، ہانڈیاں، جمع کی تھیں ان سے اس کے صندوق بھرے پڑے تھے وہ جب  
انگوٹھی کو دیکھتا یا سنتا سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا اور خرید لیتا تھا۔  
دوسرے بھائی کو کتابوں کی حد سے زیادہ ہوس تھی اس نے دو لاکھ (۲۰،۰۰۰) کتابیں



تھیں۔ اور ہر کتاب کے بہت سے نسخے رکھتا تھا صحاح جوہری کے اس کے پاس ۱۸ نسخے موجود تھے تیسرے یہ قاضی موصوف تھے۔ (۳۷۵)۔ ہر فن کی کتابیں جمع کی تھیں۔ نہایت شاندار کتب خانہ بنایا تھا۔

ہر جگہ سے کتابیں منگواتا۔ اس کے نقل نویس کبھی تھکتے نہیں اور جلد ساز کبھی بیکار نہیں بیٹھتے تھے۔ اس کے کتب خانہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) کتابیں تھیں یہ تعداد بھی موصوف کی وفات سے بیس (۲۰) برس پہلے کی تھی (۳۷۶) اس کے کتب خانہ میں کتابوں کا ایک سے ایک عمدہ نسخہ جمع کیا گیا تھا۔ دلال کتب ابن صورہ کتبی کا بیان ہے:

موصوف کے فرزند اشرف کے پڑھنے کے لئے دیوان الہماسہ کا نسخہ کتب خانے سے طلب کیا گیا۔ کارکنان کتب خانہ نے دیوان الہماسہ کے تیس (۳۰) نسخے نکال کر میرے سامنے ان کو پیش کئے اور ہر نسخہ کو بتانے لگے کہ یہ فلاں کے قلم کا نسخہ ہے اور یہ فلاں کے قلم کا نسخہ ہے تیس (۳۰) نسخوں تک یہی کیفیت رہی آخر قاضی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ بچوں کے پڑھانے کے لئے دیوان الہماسہ کا نسخہ مہیا کرو اور ایک دینار لیتے جاؤ خرید کر لیتے آنا۔ (۳۷۷)

قاضی فاضل کتاب کو ہر قیمت پر خرید لیتے تھے، ایک مرتبہ ایک بڑا مصحف جو کوئی خط میں لکھا ہوا اور مصحف عثمانی کے نام سے مشہور تھا۔ قاضی فاضل نے ۳۳ اور ۳۰ ہزار دینار کے مابین خریدا تھا (۳۷۸) ۵۸۰ھ میں قاضی فاضل نے قاہرہ میں اپنے محل سرا کے متصل درب نوحیہ میں ایک نہایت عالی شان مدرسہ بنوایا جو المدرستہ الفاضلیہ کے نام سے مشہور تھا اسے شافیہ اور مالکیہ پر وقف کیا (۳۷۹) ائمہ فن کو اس میں درس پر مامور کیا، ابوالقاسم شاطبی جیسے نامور علماء اس میں درس دیتے تھے۔ (۳۸۰) اس مدرسہ میں یہ عظیم الشان کتب خانہ وقف کیا تھا (۳۸۱) جس میں ایک لاکھ (۱۰۰۰۰) اس کے رسائل و مکاتیب ہی تھے (۳۸۲) مصحف عثمانی کو مدرسہ کے غربی گوشہ میں محراب میں ایک علیحدہ مکان میں رکھا گیا (جہاں اور بھی مصاحف رکھے تھے) لیکن شہرت کی بناء پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اسیرانِ فرنگ کو آزاد کرانے کے لئے بھی اوقات مقرر کئے تھے ان کی وزارت، شہرت و قبولیت علماء و وزراء، ملوک سب کو کھکتی تھی اس لئے کہ وہ ان امور خیر کی انجام دہی سے قاصر تھے۔ (۳۸۳)

ایک سو چودہ (۱۱۴) برس کے بعد ۶۹۴ھ میں مصر میں کال پڑا اور لوگ بھوکے مرنے لگے تو اس کتب خانہ کی ہر جلد کتاب ایک روٹی کے عوض بکنے لگی تھی، اس افاد میں کتب خانے کی بیشتر کتابیں نکل گئی تھیں جو باقی رہی گئیں انہیں عاریتاً لینے میں فقہاء کے ہاتھوں برباد ہو گئی تھیں۔

## (۱۱) کتب خانہ ابن عساکر

ثقة الدين ابو القادوم علي بن الحسن بن حبة الله شافعي المعروف بابن عساکر (۲۹۹-۵۷۱ھ / ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء) ایک خانوادہ علمی کے گوہر شب چراغ تھے۔ حافظ حدیث، محدث، فقیہ، مورخ، ادیب، شاعر اور کثیر التعمین مصنف تھے۔ (۳۸۵) تیرہ سو شیوخ سے جس میں (۸۰) سے اوپر محدث تھیں احادیث کا سماع کیا (۳۸۶) اور لکھا تھا کتابیں جمع کی تھیں ابن عساکر ان کے رفیق خواجہ طاش ابو علی بن الوزیر دونوں کتابوں کی دلدادہ تھے جو کتابیں ایک کے پاس ہو تھیں نقل کی سہولت کی بناء پر انہیں دوسرا حاصل کرنے کے درپے نہیں رہتا تھا دونوں مزید کتابوں کی جستجو میں لگے رہتے تھے، جب ابن عساکر تحصیل علوم کے بعد دمشق آئے تو محسوس ہوا کہ بھی حاصل نہیں کیا بہت سی اہمات الکتب اور بڑی بڑی کتابیں حافظ ابو العلاء الوزیر کے پاس گئیں ابو علی جلد ہی دمشق آنے والے تھے اتفاق سے وہ مرو میں ٹھہر گئے ابن عساکر کی پریشانی بڑھ گئی اور انہوں نے حصول کتب کے لئے سفر کا ارادہ کیا مگر ایک اور ہم سبق ابو الحسن مرادی دمشق پہنچنے کی توقع تھی وہ کتابوں سے بھرے ہوئے چار (۴) اسفار لے کر جس میں صحیحین، بیہقی تصانیف اور عوالی و اجزاء تھے پہنچ گئے انہیں بڑی خوشی ہوئی اور یہ کتابوں کی نقل میں منہمک گئے سب کتابیں نقل کر لیتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے انہیں پوری دنیا مل گئی ہے (۳۸۷) عساکر نے اتنی کتابوں کی نقل و تصحیح و مقابلہ کیا اور کتابیں جمع کی تھیں کہ معاصرین میں سے حافظ حدیث نے نہیں کی تھیں (۳۸۸)

موصوف نے چالیس (۴۰) برس تک پڑھایا، کتابیں لکھیں اور کتب خانہ بنایا تھا اور کتب خانے میں مقابلہ اور صحت کردہ نسخے محفوظ تھے (۳۸۹) ابن عساکر نے سب سے پہلے میں دار الحدیث بنایا اور اس میں اپنا کتب خانہ وقف کیا تھا (۳۹۰)

## (۱۲) کتب خانہ ابو الحسن مرحب حنبلی

ابو الحسن علی بن عساکر مرحب بطائحي حنبلی (۲۹۰-۵۷۲ھ / ۱۰۹۷-۱۱۷۶ء) القراء، محدث، لغوی، نحوی، ادیب و مصنف تھے (۳۹۱) موصوف کا اتنا بڑا کتب خانہ تھا کہ مدرسہ شیخ عبدالقادر جیلانی (۳۹۲) اور مسجد ابن جرادہ (۳۹۳) میں وقف کیا تھا۔ مدرسہ جیلانی کتب خانہ میں ان کی کتابیں آج بھی موجود ہیں (۳۹۴)

## (۱۳) کتب خانہ گوہر خاتون

گوہر خاتون ملک شاہ سلجوقی کی دختر نیک اختر کی شادی سلطان علاء الدولہ مسعود بن ابراہیم تونی ۵۰۳ھ / ۱۱۰۱ء سے ہوئی تھی (۳۹۵) یہ بڑی نیک دل خاتون تھی، خیر کے کاموں میں بہت بڑھ کر حصہ لیتی تھی۔ اس نے ایک مدرسہ نیشاپور میں بنوایا اور اس میں کتب خانہ وقف کیا تھا۔ یہ کتب خانہ خزانة الخاتونیہ، کتب خانہ مہد عراق اور کتب خانہ مدرسہ مہد عراق کے نام سے موسوم ہے۔ ظہیر الدین بیہقی المتوفی ۵۹۵ھ / ۱۱۹۸ء نے اس میں تاریخ آل محمود کی کچھ جلدیں مطالعہ کی ہیں (۳۹۶)

## (۱۴) کتب خانہ حارثی مقدسی

ابوالحسن مرتضیٰ بن ایوب حارثی مقدسی المتوفی (۵۷۲ھ / ۱۱۷۶ء) نے اپنا کتب خانہ مدرسہ لانیہ بغداد میں وقف کیا تھا (۳۹۷)

## (۱۵) کتب خانہ ابوالمنظر شیبانی

عون الدین ابوالمنظر یحییٰ بن محمد بن ہبیرہ شیبانی حنبلی (۳۹۹-۵۶۰ھ / ۱۱۰۵-۱۱۶۵ء) نے 'قاری'، 'لغوی'، 'عروضی'، 'مورخ'، 'ادیب'، 'مصنف'، 'علم' و 'اہل علم' کا قدر دان تھا۔ اس کی مجلس علماء، 'با شعراء' اور دیگر ارباب کمال سے خالی نہیں تھی۔ (۳۹۸) ابن خشاب بغدادی المتوفی ۵۶۷ھ نے جب موصوف کی کتاب "مقدمتہ النحو" کی شرح لکھی تو اسے ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار بطور انعام دیے تھے (۳۹۹) خلیفہ مقتضی باللہ عباسی نے ۵۴۴ھ میں موصوف کو وزیر بنایا پھر مستنجد اللہ کے تاحیات وزیر رہے۔

کتابوں کا بہت شوق تھا۔ بہت عمدہ کتب خانہ جمع کیا تھا۔ علماء و فضلاء ان کے کتب خانہ کے لئے کتابیں لکھتے تھے، حاجی خلیفہ کا بیان ہے کہ "ابو محمد بن عبدالرحمن اندلسی نے ۵۵۶ھ میں 'المغرب عن بعض عجائب المغرب' انہی کے کتب خانے کے لئے لکھی تھی (۴۰۰)

ابو محمد اندلسی ۵۱۶ھ میں بغداد آیا تو ابن ہبیرہ کے یہاں چار برس مہمان رہا تھا۔ جب ۵۵۵ھ میں آیا تو بھی اس کا مہمان رہا، بہت خاطر و مدارت ہوئی اس کے حسن سلوک کا موصوف نے آغاز کتاب میں ذکر کیا ہے۔ (۴۰۱) ابن ہبیرہ نے ۵۵۷ھ میں باب البصرہ کے پاس حنابلہ کے واسطے ایک مدرسہ بنوایا۔ بغداد میں حنابلہ کا یہ واحد مدرسہ تھا اس مدرسہ میں موصوف نے اپنا کتب خانہ وقف کیا تھا اور اس میں اس کا مدفن ہے (۴۰۲)

ابن ہبیرہ کی وفات کے بعد جب ابو جعفر احمد بن محمد بلدی وزیر بنا تو اس نے ان کے اولاد اور اعزہ پر بہت سختی کی۔ ان کا سارا اثاثہ چھین لیا وہ نان شبینہ کو محتاج ہو گئے۔ آخر کار انہوں نے ابن ہبیرہ کے مدرسہ کی موقوفہ کتابیں بیچنا شروع کر دی تھیں۔

اس خزانة الكتب میں ابواللیث سمرقندی کی کتاب البستان فی الرقائق کا نامبرہ خوشخط لکھا ہوا مطالعہ نسخہ موجود تھا جس پر دس دینار دو دائق اور ایک حہ کے ہموزن سونا چڑھا ہوا تھا، وہ بھی فروخت کیا گیا (۴۰۳) ابن ہبیرہ نے اپنی کتاب الافصاح کا نسخہ نقل کرا کر مستشرقانہ خانہ کتب میں داخل کیا تھا (۴۰۴) اس کے خزانة الكتب میں اس کی مدح میں شعراء جو قصائد لکھے تھے وہ چار مجلدات میں محفوظ تھے۔ کسی دشمن نے اسے خرید کر پانی سے دھو ڈالا (۴۰۵) سبط ابن الجوزی کا بیان ہے کہ ۶۵۴ھ میں یہ مدرسہ اور کتب خانہ برباد ہو چکا تھا (۴۰۶) المارستانی نے موصوف کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی تھی (۴۰۷)

### (۱۶) کتب خانہ ابن الجوہری

شرف الدین ابوالعباس احمد بن مسعود بن ابراہیم المعروف بابن الجوہری (۶۲۳ھ - ۷۰۱ھ / ۱۲۲۵ء - ۱۲۲۵ء) عالم و حافظ حدیث تھے۔ علم کے لئے سفر کیا۔ راتوں جاگے اتنا کہ بیان سے باہر ہے۔ اجرت پر کتابیں نقل کرائی تھیں اور اپنی پوری جائیداد اس علم کی طلب کی خراج کی تھی (۴۰۸) جوانی میں انتقال ہو گیا۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو اپنی تمام کتابیں نوریہ میں وقف کر دیں موصوف کے کتب خانہ میں اتنی کتابیں تھیں کہ ان کے معاصرین میں کسی کے پاس نہ تھیں۔ صدریہ ایک مکان تھا۔ اسے ابن المنجانے ان سے خرید کر مدرسہ بنوایا۔ وقف کیا تھا (۴۰۹)

### (۱۷) کتب خانہ باتکیین ناصری

شمس الدین ابوالمنظف باتکیین بن عبداللہ رومی ناصری (۵۶۰ - ۶۴۰ھ / ۱۱۶۵ - ۱۲۴۰ء) مستنجد باللہ کی کنیز عائشہ کا غلام اور فوجی تھا۔ عالم و شاعر تھا۔ بیس برس تک بصرہ میں رہا۔ بصرہ میں جو مدرسہ منہدم ہو چکے تھے۔ ان کو بنوایا، آباد کیا۔ حنابلہ کا یہاں کوئی مدرسہ نہ رہا۔ علم طب کا مدرسہ (میڈیکل کالج) کھولا، اس کے دور میں علم کا یہاں رہا۔ دور دور سے علماء یہاں آنے لگے تھے (۴۱۰) جامع بصرہ کی دہلیز کے پاس دو حجرے بنوایا۔ ان میں سے ایک میں کتب خانہ بنوایا تھا اور تمام مدرسوں میں کتابیں وقف کی تھیں (۴۱۱)

## (۱۸) کتب خانہ ابوالقاسم مقدسی

شہاب الدین ابوالقاسم عبدالرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم مقدسی دمشقی شافعی (۵۹۹-۶۶۵ھ / ۱۲۰۲-۱۲۶۷ء) ان کے ابرو پر بڑا نشان تھا۔ اس لئے ابو شامہ کے لقب سے مشہور تھے۔ قاری، محدث، حافظ حدیث، مفسر، فقیہ، اصولی، مورخ، ادیب، شاعر، لغوی، خطاط، کثیر التصانیف مصنف تھے (۴۱۲) دارالحدیث اشرفیہ میں شیخ الحدیث اور تربتہ الاشرفیہ میں شیخ القراء کے منصب پر ممتاز تھے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ جسے انہوں نے خزانہ عادلہ دمشقی میں وقف کیا تھا۔ یہ پابندی لگائی تھی کہ کوئی کتاب خزانہ عادلہ سے باہر نہ لے جائی جائے، پھر اس میں آگ لگی اور سب جل گیا۔ (۴۱۳)

## (۱۹) کتب خانہ ابوطالب حلبی

شرف الدین ابوطالب عبدالرحمن بن عبدالرحیم بن الحسن عجمی حلبی شافعی (۶۵۸-۷۰۰ھ / ۱۲۵۹-۱۳۰۰ء) حلب کے امیر اور علمی خانوادے کے فرد فرید تھے۔ فقیہ، محدث و مدرس تھے (۴۱۴) ظاہریہ میں پڑھاتے تھے۔ حلب میں ایک نہایت شاندار مدرسہ بنوایا، اس میں خزانۃ الکتب وقف کیا (۴۱۵) اور ان کتابوں پر اپنا نام لکھا تھا یہ کتب خانہ حدیث، تفسیر، فقہ، نحو وغیرہ ہر فن کی کتابوں پر مشتمل تھا، جن میں امام شافعی کی المسند، کتاب الام، اور کئی دیگر تصانیف، ائمہ تفسیر ثعلبی وغیرہ کی تفسیریں اور النہایہ، الحادی الکبیر، کتاب الابانہ، التنبیہ، الذخائر، الشامل، حدیث میں صحاح ستہ اور فقہ میں تمام فقہی مذاہب کی کتابیں تھیں۔ رافعی اور نووی کی کتابیں ابھی تک حلب نہیں پہنچی تھیں۔ اس لئے ان کی کتابیں اس میں نہ تھیں اس میں چالیس (۴۰) نسخے کتاب التنبیہ کے تھے۔ امام غزالی کی جملہ تصانیف، ان تمام کتابوں کے نام ان کے رشتہ داروں کے پاس بھی ایک رجسٹر میں لکھے ہوئے موجود تھے تیمور کے حملہ میں یہ کتب خانہ ضائع ہو گیا (۴۲۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس کتب خانے کا کیٹلاگ بھی کتابی صورت میں موجود تھا۔

## (۲۰) کتب خانہ بادرائی

نجم الدین ابو محمد عبداللہ بن محمد بن الحسن شافعی بادرائی (۵۹۳-۶۵۶ھ / ۱۱۹۷-۱۲۵۸ء) محدث، فقیہ، فرائض کے ماہر اور خازن کتب تھے۔ آخری زمانے میں انہیں بغداد کا قاضی القضاة بنایا گیا تھا۔ ۶۳۹ھ میں جامعہ نظامیہ میں مدرس بنایا گیا۔ خلعت پہنائی گئی، شاہی کتب خانے کا خازن بنایا



گیا۔ اساتذہ جامعہ نظامیہ کے طور طریق اور پابندیوں سے مستثنیٰ قرار دے کر انہیں مدرسہ میں آمدورفت کی خصوصی اجازت دی گئی تھی (۴۱۷)

بادرائی کو کتابوں کا شوق تھا ان کے پاس عمدہ کتب خانہ تھا دمشق میں موصوف نے دار اسامہ میں شافیہ کے واسطے ایک مدرسہ بنوایا جو مدرسہ بادرائیہ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ دمشق سے بہتر مدرسہ تھا اس کے افتتاح میں سلطان صلاح الدین اور دوسرے اعیان مملکت شرکت کی تھی (۴۲۹) اس کتب خانہ کی کتاب الحاوی کے نسخہ کا سبکی طبقات الشافیہ میں حوالہ دیا جاتا ہے۔ (۴۲۰) ۶۲۴۹ھ / ۶۳۷ھ میں خلیفہ مستعصم باللہ نے موصوف کو شام و حلب میں سفارت کے عمدہ پر بھیجا تھا (۴۲۱)

### (۲۱) کتب خانہ شمس الدین بطل

شمس الدین ابو عبداللہ (محمد بن احمد بن محمد ربکی یعنی المعروف بطل) (۶۳۳ھ - ۷۰۰ھ / ۱۲۳۳ء - ۷۰۰ء) قاری، محدث، فقیہ، لغوی، شاعر، مصنف، عابد و زاہد تھے۔ چودہ برس مکہ میں رہے تھے ان کا ذاتی کتب خانہ تھا۔ بطل نے اپنی بستی ذی یعمر میں ایک مدرسہ بنوایا۔ اس میں اپنی جائیداد اور کتب خانہ وقف کیا تھا۔ (۴۲۲) حسن صفائی لاہوری کی قیام یمن زمانہ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی اور ایک نے دوسرے سے استفادہ کیا تھا (۴۲۳) یمن اور نون یمن سے طلبہ ان کی خدمت میں آکر اکتساب کمال کرتے تھے، بطل درس و تدریس تصنیف تالیف کی مصروفیات کے باوجود ایک قرآن روزانہ ختم کرتے تھے (۴۲۴)

### (۲۲) کتب خانہ ضیاء الدین مقدسی

ضیاء الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد مقدسی دمشقی (۵۶۹ھ - ۶۲۳ھ / ۱۱۷۳ء - ۱۲۴۵ء) فقہاء و محدثین کے خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ محدث، حافظ حدیث، عابد و زاہد، جرح و تعدیل کے امام، و کثیر التعمین مصنف تھے (۴۲۵) تحصیل علوم کے لئے خراسان، عراق، مصر و حجاز کا سفر کیا بہت کتابیں لکھیں اور لکھوائیں اور مختلف اسلامی مسائل سے خریدی تھیں۔ عمدہ کتب خانہ فراہم کیا تھا۔ بنیادی نسخے جمع کئے تھے۔ (۴۲۶) بہت آسانی سے کتابیں عاریت دیتے تھے۔ (۶۲۷) شیخ قاسیون دمشق کے باب المنطری دار الحدیث الضیائیة المحمدیة کے نام سے ایک مدرسہ بنایا۔

اس میں اپنا کتب خانہ وقف کیا (۴۲۸) پھر اس خزانہ الکتب میں (۱) شیخ موفق الدین بہاء الدین عبدالرحمن (۳) حافظ عبدالغنی (۴) ابن رجب حنبلی (۵) ابن سلام (۶) ابن معال (۷)



علی موصلی جیسے نامور علماء نے اپنی کتابیں اور کتب خانے وقف کئے تھے۔ (۴۲۹) اس کے مصارف کو پورا کرنے کے لئے جائیدادیں وقف کی گئی تھیں لیکن غازان کے حملہ میں یہ قیمتی کتب خانہ لٹ گیا تھا (۴۳۰)

### (۲۳) کتب خانہ مؤرخ ابن النجار

محب الدین ابو عبداللہ بن محمود بن حسن بغدادی شافعی المعروف بابن النجار (۵۷۸-۶۴۳ھ / ۱۱۸۳-۱۲۲۵ء) حافظ، محدث، ادیب، شاعر، نحوی و قاری تھے۔ جامعہ مستنصریہ میں حدیث پڑھاتے تھے۔ چالیس (۴۰) سے زیادہ تصانیف یادگار چھوڑی تھیں (۴۳۱) تحصیل علوم کے لئے خراسان، اصفہان، شام، مصر وغیرہ کا سفر کیا اور تین ہزار شیوخ سے سماع کیا۔ جن میں چار سو (۴۰۰) خواتین اس پایہ کی محدثہ تھیں، جن سے موصوف نے سندیں لی تھیں (۴۳۲) بہت سماع کیا اور اتنا لکھا تھا کہ بیان سے باہر ہے (۴۳۳) حدیث کی کتابوں کے اصل نسخے اور مسانید جمع کی تھیں (۴۳۴) بہت بڑا کتب خانہ تھا (۴۳۵)

اس کی وسعت و عظمت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ موصوف نے ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار کی قیمت کے دو خزانہ الکتب جامعہ نظامیہ بغداد میں وقف کئے تھے اور اس وقف نامہ کی توثیق خود خلیفہ مستعصم نے اپنے دستخطوں سے کی تھی (۴۳۶)

اس سے معلوم ہوا کہ وقف کے کتب خانہ پر خلیفہ وقت دستخط کرتا تھا گویا اس کی رجسٹری ہوتی تھی۔ اس دور میں کتابوں اور کتب خانوں کی ہمت افزائی و قدر دانی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال پیش کی جاسکتی تھی۔ موصوف نے بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا تھا لیکن وہ محض جمع کتب کے قائل نہ تھے اس سے استفادہ کو کتب خانہ کی جان سمجھتے تھے، فرماتے تھے:

اذا لم تکن حافظاً واعياً  
فجمعک للکتب لا ینفع

”جب تم علوم کے حافظ اور انہیں محفوظ رکھنے والے نہیں، تو کتابوں کا اکٹھا کر لینا کچھ تمہیں فائدہ نہیں دے گا۔“

اتنطق بالجهل فی مجلس  
وعلمک فی البیت مستودع (۴۳۷)

”کیا تم مجلس میں بیٹھ کر جہل کی باتیں کرو گے۔ اور تمہارا علم گھر میں امانت رکھا رہے

گا۔“

۶۲۲ھ میں بغداد آئے تو انہیں محلہ ظفریہ میں رباط شیخ الشیوخ میں قیام کی پیش کش کی گئی۔ فرمایا، میرے پاس تین سو (۳۰۰) دینار موجود ہیں۔ اس میں قیام درست نہیں، وارث کوئی تھا نہیں، مرتے وقت بیس دینار تن کے کپڑے اور کتب خانہ چھوڑا تھا (۲۳۸) اس طرح بعض ادوار میں بعض بلاد میں مدارس اور ان میں کتب خانوں کی کثرت رہی ہے۔ چنانچہ عبد ایوبی (۵۶۴-۶۲۸ھ / ۱۱۶۸-۱۲۵۰ء) میں:

دمشق میں قرآن مجید کی تعلیم کے سترہ (۱۷) حدیث کی تعلیم کے اٹھارہ (۱۸) 'شافعیہ کے ستاون (۵۷) 'حنفیہ کے اکاون (۵۱) 'حنابلہ کے دس (۱۰) 'مالکیہ کے چار (۴) مدرسے اور طب کے تین (۳) مدرسے تھے۔

ان میں نو (۹) مدرسے مالدار خواتین نے بنائے تھے۔ رباطات، خانقاہیں زاوے اور تکے اس کے علاوہ تھے، جہاں تعلیم کا علیحدہ انتظام تھا (۲۳۹)

عبد عباسی میں بعض شہر مدارس کی کثرت میں بہت مشہور تھے مثلاً ساوہ جورے اور ہمزان کی مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ کثرت مدارس و رباطات میں شہرت رکھتا تھا (۲۴۰) موصل میں اٹھائیس (۲۸) مدرسے، اٹھارہ (۱۸) دارالحدیث اور ستائیس (۲۷) خانقاہیں تھیں اور ان سے متصل کتب خانے بھی تھے (۲۴۱)

بعض شہروں میں بعض مقامات میں کسی خصوصیت کی بناء پر مدرسے زیادہ بنائے جاتے تھے چنانچہ دمشق میں جبل قاسیون جہاں انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہیں، کثرت سے مدرسے اور خانقاہیں آباد تھیں (۲۴۲)

عبد عباسی میں کثرت سے مدارس بنائے گئے، لیکن آپس کے اختلافات، سیاسی انقلابات اور حملہ آوروں کی لوٹ مار سے مدارس بھی تباہ ہوتے رہے اس لئے تاریخ نگار زیادہ تفصیل میں نہیں جاتے۔ ان کی طرف اشارے کر کے گزر جاتے ہیں (۲۴۳) تاہم طبقات و بلاد کی تاریخ میں عصر عباسی کے مشہور مدرسوں کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ ابوالقاسم جنید شیرازی نے "شد الازار فی الاوزار عن زوار المزار" میں علماء و صوفیہ کے حالات میں شیراز کے، مقریزی نے کتاب "المنتظم" میں مصر کے، ابن عساکر نے مقدمہ تاریخ دمشق میں (۲۴۵) شام کے، ابن الجوزی - الحوادث الجامعہ میں حوادث اور وفیات کے ذیل میں

عہد عبدالسلام نے مدارس بغداد فی العصر العباسی میں، بغداد کے الفارسی نے کتاب السیاق میں علماء کے تذکرہ میں نیشاپور کے مدارس کا ذکر کیا ہے۔

علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، ان میں حسن بن احمد اربلی المتوفی ۳۶۷ھ کی کتاب مدارس دمشق وروملہا وجوامعہا وحمایاتہا (۴۴۷) اور نعیمی کی ”المدارس فی تاریخ المدارس“ زیادہ مشہور ہیں۔ نعیمی نے ”المدارس فی تاریخ المدارس“ میں شام و مصر کے مدارس کا حال تفصیل سے لکھا ہے۔ ناجی معروف نے ”علماء النظمیات و مدارس المشرق الاسلامی“ میں عصر عباسی کے دو سو (۲۰۰) مشہور مدرسوں کا تذکرہ کیا ہے ان وجوہ سے مدارس عصر عباسی کا احاطہ مشکل ہے لیکن اس سے ان کی کثرت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

عہد عباسی کے مدارس کی اس غیر معمولی ترقی کا اثر اندلس پر بھی ہوا گو مورخ المقری نے یہ لکھا ہے کہ

”لیس لاہل الاندلس مدارس تعینہم علی طلب العلم بل یقرؤن جمیع العلوم فی المساجد“ (۴۹۹) اندلسیوں کے مدارس نہ تھے جو طلب علم میں ان کی مدد کرتے بلکہ وہ تمام علوم مساجد میں پڑھتے تھے۔

لیکن مورخ موصوف کا مذکورہ بالا بیان پانچویں چھٹی صدی ہجری تک درست کہا جاسکتا ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں ہسپانیہ میں مشرقی طرز کے مدارس و جامعات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا چنانچہ علی بن محمد بن علی غافقی المعروف بالشاری (۵۷۱-۶۳۹ھ / ۱۱۷۵-۱۲۵۱ء) نے بہت سی نفیس، اہم اور بنیادی کتابوں کا ذخیرہ فراہم کیا تھا جو ان کے معاصرین میں سے کسی کے پاس نہ تھا بلکہ متقدمین میں بھی بہت سے اہل علم کے پاس ایسا عمدہ ذخیرہ کتب نہ تھا، انہوں نے اپنے شہر سبتہ میں ایک مدرسہ بنایا۔ تمام ضرورت کی کتابیں اس میں جمع کی تھیں بلاد مشرق کے مدارس کے طرز پر اس کی تکمیل کا ارادہ تھا کہ شورش اور ان کی جلا وطنی کی وجہ سے یہ سلسلہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

## (ج) جامعات کے کتب خانے

نظام الملک طوسی کی مدارس سازی کی تحریک جامعات سازی کی تحریک تھی۔ حکومت کے انتظامی و مالی امور میں شریک تھی، انتظامی امور میں اس امر کا لحاظ رکھا جاتا تھا کہ جو نصاب مقرر کیا گیا ہے، پڑھانے میں اس کی پابندی کی جائے، حکومت انہیں اپنے مقررہ بجٹ سے چلاتی تھی، اساتذہ کا تقرر بادشاہ وقت کرتا تھا (۴۵۱) ان میں مخصوص مکتب فکر کی تعلیم دی جاتی اور خاص مکتب فکر کے علماء کو تدریس کے منصب پر ممتاز کیا جاتا تھا ان میں بہت ہم آہنگی تھی، اساتذہ کالباقی بھی مخصوص تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس صفت میں خازن بھی ان کے شریک تھے چنانچہ اساتذہ کی طرح خازن کو بھی خلعت دیا جاتا تھا (۴۵۲) نظام الملک طوسی کے قائم کردہ مدارس کو مدارس جامعات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے (۴۵۳) اور وہ جامعات نظامیہ مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) جامعہ نظامیہ بغداد اس کا افتتاح (۴۵۹ھ / ۱۰۶۷ء) میں۔

(۲) جامعہ نظامیہ نیشاپور کا افتتاح ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں کیا گیا تھا۔ (۴۵۴)

(۳) جامعہ نظامیہ بلخ۔

(۴) جامعہ نظامیہ ہرات۔

(۵) جامعہ نظامیہ اصفہان۔

(۶) جامعہ نظامیہ بصرہ۔

(۷) جامعہ نظامیہ موصل۔

(۸) جامعہ نظامیہ مرو۔

(۹) جامعہ نظامیہ آمل طبرستان۔

(۱۰) جامعہ نظامیہ جزیرہ ابن عمر۔ (۴۵۶)

حکومت کے مخصوص بجٹ کے علاوہ ان کے مصارف کو پورا کرنے کے لئے بڑے بڑے اوقاف تھے، کبھی زیادہ قیمت میں کتابیں خرید کر ان کے کتب خانوں میں پہنچائی جاتی تھیں (۴۵۷) جامعہ نظامیہ بغداد کی تعلیم و تنظیم نے یورپ کے کلیات و جامعات کو متاثر کیا اور یورپ میں طرزِ تعلیم کو دبانے کا ہوں میں اپنایا گیا تھا (۴۵۸)

ان جامعات کے کتب خانوں میں جامعہ کے اساتذہ کے علاوہ شہر کے اربابِ ذوق اور قلم بھی استفادہ کے لئے آتے اور یہاں بیٹھ کر کتابیں لکھتے تھے۔ چنانچہ فخر الدین ابو الغضائری نے شاہ بن سخر المتونی ۶۸۳ھ نے "جامع الدقائق فی کشف الحقائق" جامعہ بغداد کے کتب خانوں

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ان جامعات اور درسگاہوں کے کتب خانوں کے روازے جن میں خاص مکاتب فکر کی تعلیم دی جاتی تھی ہر ایک کے لئے کھلے ہوئے تھے۔ عام اہل علم اپنی تخلیقات کے لئے کتب خانوں میں بیٹھ کر مواد حاصل کرتے تھے اور ان پر نسلی، گروہی اور طبقاتی قدغن نہیں لگائی جاتی تھی۔

### (۱) کتب خانہ جامعہ نظامیہ بغداد

جامعہ نظامیہ بغداد کے کتب خانے کو دو شعبوں میں تقسیم کیا گیا تھا ایک کو دارالکتب العتیقہ اور دوسرے کو دارالکتب الحدیدہ کہا جاتا تھا (۴۶۰) اس میں پندرہ مشرف اور نو خازن رہ چکے تھے (۴۶۱) اس سے اس کی خدمات پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ہر جامعہ کے کتب خانے میں خازن و عملہ مامور تھا۔

### (۲) کتب خانہ جامعہ نظامیہ نیشاپور

نظام الملک طوسی المتوفی ۴۸۵ھ نے بلاد اسلامی میں جتنے جامعات قائم کئے تھے ان میں طلبہ، اساتذہ، محققین و اہل علم کے استفادہ کے لئے کتب خانے بھی قائم کئے تھے۔ چنانچہ جامعہ نظامیہ نیشاپور میں بھی خزانہ کتب بنایا اور علامہ ابوالقاسم سلمان بن ناصر انصاری نیشاپوری المتوفی ۵۱۲ھ کو اس کا خازن مقرر کیا تھا (۴۶۲) اس کتب خانے سے ابوالحسن بیہقی نے پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا وہ ”تمتہ صوان الحکمہ“ میں اس کا جا بجا حوالہ دیتا ہے:

”اس کتب خانے میں ہر فن کی کتابیں جمع کی گئی تھیں۔“ بیہقی نے ابن سینا کی ”کتاب الحیوان“ کا نسخہ جو اس نے فارسی میں لکھی تھی۔ یہیں دیکھا تھا (۴۶۳) ابن سینا کے تلمیذ حکیم ابو عبد اللہ معصومی کی ”کتاب فی المفارقات و اعداد العقول و الافلاک“ بھی اس کتب خانے میں محفوظ تھی جسے جمال الملک بن نظام الملک منکا کر مطالعہ کرتا تھا۔ پھر یہ نسخہ یہاں سے غائب ہو گیا تھا جس پر بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب تمام حکماء کی محبوب تھی معلوم نہیں اسے عنقالے اڑایا فنا کے ہاتھوں برباد ہو گئی (۴۶۴)

### (۳) خزانہ کتب جامعہ مستنصریہ

خلیفہ مستنصر باللہ عباسی نے جامعہ مستنصریہ ۶۳۰ھ میں دجلہ کے بائیں کنارے پر تعمیر کرایا تھا۔ یہ اس کا نہایت عظیم الشان کتب خانہ تھا جس میں ہر علم و فن کی کتابیں جمع کی گئی تھیں۔ خلیفہ

نے اس کا افتتاح ایک سو ساٹھ (۱۶۰) بار شتر کتابوں سے کیا تھا، ان کتابوں کا فہرست سے مقابلہ کرے اور انہیں کیٹلاگ کرنے کے لئے خازن عبدالعزیز بن دلف کے فرزند ضیاء الدین کو مامور کیا (۴۶۵ھ) یہ اسی ہزار (۸۰،۰۰۰) مجلدات پر مشتمل تھا (۴۶۶) اس میں مصاحف اور بنیادی کتابیں زیادہ تھیں (۴۶۷) اس زمانے میں اس کتب خانہ کی دور دور نظیر نہ تھی (۴۶۸)

نامور خلفاء، امراء، وزراء اور علماء و فضلاء اس کتب خانے کو دیکھنے آتے تھے چنانچہ ۶۳۴ھ میں شاہ بہروز نور الدین ارسلان شاہ دارالکتب میں آیا، کتابوں کو دیکھا، بیٹھا اور چلا گیا (۶۳۹ھ) بغداد کے کتب خانوں میں یہ دارالکتب لائق دید رہا تھا۔ چنانچہ ۶۹۶ھ میں سلطان غازان نے جامعہ مستنصریہ کی زیارت کی اور کتب خانہ دیکھا تھا (۴۷۰) ادیب فخر الدین ابوالفضل عبدالرحمن خوارزمی المعروف بالہشتی قاضی ہرآة محمد کے ساتھ خزانہ الکتب دیکھنے آیا تھا (۴۷۱)

یہاں سے اہل علم کو کتابیں بھی مستعار ملتی تھیں چنانچہ حکیم عیسیٰ بن قیس نے قانون شہ اپنا ذاتی نسخہ جو جائز طور پر خانہ میں داخل ہوا تھا منگا کر نقل و مقابلہ کیا تھا (۴۷۲) یہ کتب خانہ مخصوص اوقات میں کھلتا اور سیل کیا جاتا تھا (۴۷۳)۔



## (د) طبی مدارس اور شفاخانوں کے کتب خانے

عہد عباسی میں طبی مدارس اور شفاخانوں کے ساتھ بھی دارالکتب بنانے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے قاہرہ میں ابن طولون نے جامع ابن طولون میں شفاخانہ کے ساتھ دارالکتب بنایا تھا جیسا کہ باب سوم میں گزر چکا۔

### (۱) کتب خانہ بیمارستان کبیر دمشق

(۱) بیمارستان نوری

(ب) صیدلہ نوری

(ج) بیمارستان کبیر

سلطان نور الدین ابوالقاسم محمود بن زنگی (۵۱۱-۵۶۹ھ / ۱۱۱۷-۱۱۷۳ء) نے بیمارستان کبیر میں کتب خانہ وقف کیا تھا (۴۷۴) دمشق میں تین شفاخانوں میں بیمارستان نوری، صیدلہ نوری اور بیمارستان قہری میں طبی کتابیں وقف کی تھیں جہاں اہل علم آکر استفادہ کرتے تھے۔ (۴۷۵)

### (۲) کتب خانہ دخوار دمشق

مہذب الدین بن عبدالرحیم بن علی بن حامد المعروف بالدخوار دمشقی (۵۶۵-۶۲۸ھ / ۱۱۶۵-۱۲۳۰ء) اپنے زمانے کا نامور طبیب، فلسفی، ہیئت دان، ادیب و مصنف تھا۔ موصوف کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ دخوار نے سو (۱۰۰) سے زیادہ مجلدات اپنے قلم سے نقل کی تھیں (۴۷۶) سلطان ابوبکر بن ایوب نے اس کو بیمارستان کبیر کا نگران مقرر کیا تھا (۴۷۷)

اس کا بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ شفاخانہ میں مریضوں اور اعیان مملکت کو دیکھنے کے بعد گھر آتا تو پڑھنے پڑھانے میں لگ جاتا تھا۔ طلبہ آتے انہیں پڑھاتا کتاب میں کوئی غلطی ہوتی اس کی تصحیح کراتا تھا۔ اس لئے ان کے نسخے بہت صحیح ہوتے تھے۔ لغت اور طبی حوالے کی کتابیں پاس رکھتا تھا جوہری کی ”الصحاح“ ابن فارس کی ”المجمل“ اور ابو حنیفہ دینوری کی ”کتاب النبات“ سامنے رکھی رہتی تھیں۔ دورانِ درس کوئی تشریح طلب لفظ آجاتا تو ان کتابوں سے اس کی تصحیح و تشریح کرتا تھا۔ (۴۷۸) یہ سیف الدین آمدی کا شاگرد تھا۔ ان کی بیشتر کتابیں ان کے کتب خانہ میں موجود تھیں (۴۷۹)

طب و جراحی کے آلات جن کی طبیب کو ضرورت پیش آتی ہے سب دخوار کے کتب خانہ

میں محفوظ تھے اور ایسے آلات جمع کئے تھے جو معاصرین میں سے کسی کے پاس نہ تھے (۴۸۰) صرف فن اصطرلاب پر قداماء کے سولہ (۱۶) رسالے اس کے کتب خانے میں موجود تھے (۴۸۱) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتب خانہ کا کینٹلاگ Classified order میں تھا یعنی کتابی صورت میں موضوعی ترتیب پر مرتب تھا۔ آخر عمر میں موصوف نے اپنے محل سرا کو جو سوق المناخلین دمشق میں واقع تھا، میڈیکل کالج بنا دیا تھا اور اس میں جراحی، فلکیات کے جملہ آلات اور کتب خانہ وقف تھا (۴۸۲) اس طرح کالج کے ساتھ کتب خانہ کو بھی وابستہ کر دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس کالج کے ساتھ کتب خانے کے اولین بانی مسلمان ہی تھے۔

### (۳) کتب خانہ نجم الدین لبودی

نجم الدین ابو زکریا یحییٰ بن شمس الدین محمد بن عبدان لبودی المتوفی ۶۶۸ھ جو نامور ادیب و طبیب تھے، انہوں نے طبی مدرسہ لبودیہ دمشق میں وقف کیا تھا (۴۸۳)

## (۵) رصد گاہوں کے کتب خانے

### (۱) نصیر الدین طوسی کا کتب خانہ

ابتداء عہد عباسی میں کتابوں کی قلت و دشواری کے باعث رصد گاہوں کے ساتھ جداگانہ کتب خانہ نہیں بنایا جاسکتا تھا۔ رصد گاہ شامیہ کی ضروریات کی تکمیل بیت الحکمہ سے پوری کی جاتی رہی تھیں لیکن بعد میں اس کے ساتھ جداگانہ کتب خانہ بھی بنایا جانے لگا تھا۔ چنانچہ مراغہ میں نصیر الدین طوسی نے جو چار لاکھ (۴۰۰،۰۰۰) کتابوں پر مشتمل کتب خانہ بنایا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رصد گاہوں کی ضروریات کے پیش نظر علیحدہ کتب خانہ بھی بنایا جانے لگا تھا (۳۸۳)۔

اس باب کے پہلے حصے میں عوامی کتب خانوں میں اوقاف کے انیس (۱۹) مسجدوں کے پندرہ (۱۵) خانقاہوں کے چھ (۶) 'مزاروں کے چھ (۶) 'مجموعی طور پر باون (۵۲) عوامی کتب خانوں کا تذکرہ و نشاندہی کی گئی اور دوسرے حصے میں علمی کتب خانوں میں درس گاہوں کے ایک 'مدرسوں کے تیس (۲۳) 'جامعات کے تین (۳) 'شفاخانوں اور طبی مدرسوں کے چھ 'اور رصد گاہوں کے ایک (۱) کتب خانے پر روشنی ڈالی گئی ہے 'عوامی و علمی ہر دو نوع کے کل پچاسی (۸۵) کتب خانوں کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔

ان مدارس کے قیام سے علوم و ذخائر کتب میں تنوع، اختصاص و کثرت رہی اور پورے اسلامی قلمرو میں عوامی و علمی کتب خانوں کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ معاشرہ کی علمی و تعلیمی ضروریات ہر جگہ با آسانی پوری ہوتی رہیں۔ تصانیف کا سلسلہ ترقی کرتا رہا۔ علماء، محققین و مصنفین کو تخلیقی، تحقیقی کارناموں کے لئے ان عوامی و علمی کتب خانوں سے بیک وقت دو سو (۲۰۰) کتابیں ان کی قیام گاہ کے لئے دی جاتی رہی تھیں۔ چنانچہ یاقوت رومی کی شہرہ آفاق کتابیں "معجم الادباء" اور "معجم البلدان" انہی عوامی ذخائر سے استفادہ کی بولتی ہوئی تصویریں ہیں۔

عہد عباسی میں ہر اقلیم، ہر شہر اور ہر بستی میں ان عوامی کتب خانوں کے پردان چڑھتے رہنے کا واحد ذریعہ 'ملوک' 'وزراء' 'امراء' 'عوام و خواص' کا "اقرا" کے نور کو پھیلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، عوائل و محرکات کتب خانہ اور خلفاء عباسی کے عہد میں عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی، کا شعوری و غیر شعوری طور پر مسلم معاشرے میں کار فرمائی کا ثمرہ تھا۔

ان وجوہ سے عوام و خواص، خواتین اور مرد ہر جگہ مسجدوں، رباطوں، خانقاہوں، مزاروں، درس گاہوں، مدرسوں، دانش گاہوں، شفاخانوں، رصد گاہوں کے ساتھ کتب خانے بناتے

لئے یہ عوامی و علمی کتب خانے برابر ترقی کرتے رہے تھے۔

اسلامی قلمرو کے تمام کتب خانوں کے ذخائر کو رسد سوق الکتب سے پہنچتی تھی اور سوق الکتب ہی ان کی ہر جگہ ضرورت پوری کرتے اور ان کی روز افزوں طلب کو پورا کرتے رہے تھے اس لئے باب ششم میں کتاب سازی، وراقت، اسلامی قلمرو میں ان کے مراکز اور تجارت کتب وغیرہ سے بحث کا آغاز کیا گیا ہے۔

## فہرست ماخذ

- (۱) احمد بن یغفور الخراسانی، کتاب بغداد، (القاهرة، عزت العطار الحسینی، ۱۳۶۸ھ) ص ۸۷۔  
مز، ج ۱، ص ۲۲۳۔
- (۲) محمد زاہد الکوثری، حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی (عمس، راتب حاکمی،  
۱۳۸۸ھ) ص ۱۳۔ الموفق، ج ۲، ص ۱۳۲-۱۳۴۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان، (دہلی، مطبع  
مجتبائی، ۱۹۱۲ء) ص ۱۹۵-۱۹۶۔
- (۳) حنا الفاخوری، تاریخ الادب العربی ط: ۶ (بیروت، المکتب، البولیہ، ب، ت) ص ۳۶۵۔
- (۴) الخلیب، ج ۱۳، ص ۲۰۰۔ السمطانی، ورق ۵۷۳۔ القفلی، ج ۳، ص ۲۹۷۔
- (۵) ابن الجوزی، ج ۶، ص ۲۸۸۔ ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۱۴۱۔
- (۶) ابن الجوزی، ج ۶، ص ۲۵۶۔
- (۷) یاقوت، ج ۴، ص ۴۶۰۔
- (۸) الخلیب، ج ۳، ص ۱۳۶۔ وج ۱۴، ص ۲۸۱۔ ابن الجوزی، ج ۵، ص ۴۳۔
- (۹) یاقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۱۱۴۔ رابرٹ بریفالٹ، تشکیل انسانیت، ترجمہ عبدالمجید  
سالک، طبع دوم (لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء) ص ۲۹۱۔
- (۱۰) ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۰۶۔
- (۱۱) القاری، ج ۱، ص ۳۰۶۔
- (۱۲) عبدالحق الدہلوی، لمعات التتبیح فی شرح مشکاة المصابیح، (لاہور، مکتبۃ المعارف العلمیہ،  
۱۳۹۰ھ) ج ۱، ص ۲۹۸ (لہ) اشعۃ المعات، بار ہفتم، (لکھنؤ، نو کثور، ۱۹۱۳ء) ج ۱،  
ص ۱۸۵۔
- (۱۳) القفلی، ج ۴، ص ۷۸۔
- (۱۴) البسکی، ج ۳، ص ۱۴، (المطبعة الحسینیہ)۔
- (۱۵) ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۱۶۸۔
- (۱۶) الصفدی، ج ۸، ص ۱۱۷۔
- (۱۷) العسیمی، ج ۲، ص ۲۲۴۔ ابن العماد، ج ۴، ص ۸۵۔

- (۱۸) القفلی، ج ۳، ص ۷۸۔
- (۱۹) ابن الفوطی، ص ۲۳۸۔ ۱۔ لکھنوی، ج ۲، ص ۱۹۱۔
- (۲۰) یاقوت، ج ۵، ص ۲۹۰۔ ابن الساعی، نساء الخلفاء المسی جہات الامتہ الخلفاء من الحرا  
والاماء، ص ۱۱۸۔
- (۲۱) ابن الاثیر، ج ۹، ص ۱۰۱۔ الذہبی، العبر، ج ۳، ص ۲۲۔ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص ۲۱۲۔
- (۲۲) المد، بیہقی، ج ۱، ص ۹۶۔ مصطفیٰ جواد، ص ۲۵۵۔ عواد، ص ۱۸۲۔
- (۲۳) ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۳۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۵۳-۵۵۔ ابن العما، ج ۳، ص ۲۵۹۔
- الصفدی، ج ۸، ص ۲۸۵۔
- (۲۴) یاقوت، ج ۵، ص ۲۹۰۔
- (۲۵) ابن الجوزی، صید الخاطر، ص ۲۴۰-۲۴۱۔
- (۲۶) ابن ابی اصیبعہ، ج ۳، ص ۳۳۳۔
- (۲۷) ابن الانباری، ص ۶۲۔ ابن الندیم، ص ۱۰۲۔ القفلی، ج ۱، ص ۲۲۸-۲۲۹۔ یاقوت، ج  
ص ۲۳۳۔
- (۲۸) ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۷۹۔
- (۲۹) ایضاً، ج ۱۳، ص ۴۶۔
- (۳۰) ایضاً، ج ۱۳، ص ۶۱۔
- (۳۱) ایضاً، ج ۱۲، ص ۱۹۷۔
- (۳۲) ایضاً، ص ۱۲۳۔
- (۳۳) ابن سعد، ج ۶، ص ۷۵۔
- (۳۴) ابن الجوزی، ج ۹، ص ۲۶۳۔ سبط ابن الجوزی، ج ۸، ص ۹۶۔
- (۳۵) ابن حجر، رفع الاصر عن قضاة مصر، تحقیق حامد عبد المجید، محمد المہدی ابوستہ، محمد اسماعیل  
الصاوی، (القاہرہ، المطبعة الامیریہ، ۱۹۵۷ء)، ج ۱، ص ۱۷۰-۱۷۱۔
- (۳۶) السیوطی، حسن المحاضرہ، ج ۱، ص ۳۰۸۔
- (۳۷) ایضاً، ج ۲، ص ۱۴۴۔ ابن حجر، رفع الاصر، ج ۱، ص ۱۷۳۔
- (۳۸) الکندی، ص ۴۶۹۔
- (۳۹) شیرازی، ص ۲۸۷-۲۸۸۔
- (۴۰) ابوالفرج الاصبہانی، ج ۴، ص ۲۵۳۔ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۶۰۔ کرد



- الاسلام والمحاضرة العربية ط: ۳ (القاهرة، مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر، ۱۹۶۸ء) ج ۱، ص ۱۵۶، ۱۷۶- حمادہ، ص ۵۰۔
- (۳۱) ابو الفرج الاصبہانی، ج ۳، ص ۲۵۳۔
- (۳۲) Encyclopaedia of Islam, Leydon, E.J.Brill, 1918,  
Vol2, p.1049
- (۳۳) ابو الفرج الاصبہانی، ج ۳، ص ۲۵۲۔
- (۳۴) یاقوت، ج ۲، ص ۴۱۹۔ الاسنوی، ج ۲، ص ۴۳۰۔
- (۳۵) یاقوت، ج ۲، ص ۴۲۰۔ عواد، ص ۱۳، ۲۱۵۔
- (۳۶) ابن الندیم، ص ۲۱۳۔
- (۳۷) ابن الندیم، ص ۱۹۹۔
- (۳۸) المقدسی، ص ۴۱۳۔ مز، ج ۱، ص ۲۴۹۔ عواد، ص ۱۳۹۔
- (۳۹) ایضاً ایضاً ایضاً۔
- (۵۰) ایضاً ایضاً ایضاً۔
- (۵۱) ابن الجوزی، ج ۹، ص ۵۳۔ ابن الاثیر، ج ۱۰، ۱۸۴، تلیا نجومی ہونے کا مدعی تھا۔ اس نے امیر بنی عامر کو حکومت کالالچ دے کر دس ہزار کی جمعیت سے بصرہ پر حملہ کیا۔ حاکم بصرہ عجمہ کو جس کے پاس تھوڑی فوج تھی پسپا کر کے بصرہ کو لوٹا اور نذر آتش کر دیا (ابن الجوزی، ج ۹، ص ۵۳)۔
- (۵۲) ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۳۶۔
- (۵۳) ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۱۸۴۔
- (۵۴) قاسم بن علی الحریری، المقامات الادبیة (مصر، مصطفیٰ البابی الجلی، ۱۳۳۸ھ) ص ۲۰۔
- (۵۵) ابن خلکان، ج ۱، ص ۱۹۹۔
- (۵۶) زامبار، ج ۲، ص ۳۲۵۔
- (۵۷) الشعالبی، ج ۳، ص ۱۲۴-۱۳۱۔
- (۵۸) ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۳۱۲۔ ابن الجوزی، ج ۷، ص ۱۷۲۔
- (۵۹) یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۵۳۴۔
- (۶۰) ایضاً، ج ۱، ص ۵۳۴، لی استرنج، بغداد فی عهد الخلفاء العباسیة، بغداد، المطبعة العربیة، ۱۹۳۶ء، ص ۶۵۔

- (۶۱) ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۳۱۲۔
- (۶۲) الذہبی، العبر، ج ۳، ص ۲۲۔ ابن الاثیر، ج ۹، ص ۱۰۱، السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص ۲۱۲۔ لیکن موصوف نے اس واقعہ کا ذکر ۳۸۲ھ کے واقعات کے ذیل میں کیا ہے، ابن العمار، ج ۳، ص ۱۰۴، ج ۴، ص ۸۰۔
- (۶۳) ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۱۳۲۔ ابن الجوزی، ج ۷، ص ۱۷۲، ج ۸، ص ۲۲، مصطفیٰ جواد، ص ۱۳۶۔
- (۶۴) ابن الاثیر، ج ۹، ص ۳۵۰۔
- (۶۵) ابن الجوزی، ج ۷، ص ۱۷۲۔
- (۶۶) مز، ج ۱، ص ۲۳۹۔ یاقوت، ج ۱، ص ۵۳۳۔
- (۶۷) ابن الجوزی، مناقب بغداد تحقیق محمد بہجۃ الاثری، (بغداد، مطبعہ دار السلام، ۱۳۲۲ھ) ص ۲۸۔
- (۶۸) ابن الجوزی، ج ۷، ص ۱۷۲۔
- (۶۹) ایضاً، ج ۷، ص ۱۷۲۔ ابن العماد، ج ۳، ص ۱۰۴۔
- (۷۰) ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۹۔
- (۷۱) المخلیب، ج ۱۱، ص ۵۷-۵۸۔
- (۷۲) ابو العلاء احمد بن عبداللہ العمری، سقط الزند، ص ۱۷۶۔ التفطلی، ج ۲، ص ۱۷۵۔
- (۷۳) ابن خلکان، ج ۱، ص ۲۰۰۔
- (۷۴) یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۲۲۵۔
- (۷۵) ابن الجوزی، ج ۸، ص ۲۲، ص ۲۰۵۔ ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۷۔ الفتح بن علی بن محمد البند اری، الصہبانی، کتاب تاریخ دولت سلجوق (مصر، مطبعۃ الموسوعات، ۱۳۱۸ھ) ص ۱۷۔
- (۷۶) ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۸۔
- (۷۷) یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۵۳۳۔
- (۷۸) غرس النعمتہ محمد بن ہلال الصابی، المفوات النادرۃ، تحقیق صالح الاشرود، (دمشق، مجمع اللغة العربیہ، ۱۳۸۷ھ) ص ۱۳۳۔ یاقوت، ج ۶، ص ۳۵۹۔
- (۷۹) الصابی، ص ۱۳۳۔ یاقوت، ج ۶، ص ۳۶۰۔
- (۸۰) مصطفیٰ جواد، الثقافة العقلیہ، الحالتہ الاجتماعیہ فی عصر الشیخ ابو علی بن سینا، مجلہ المحج العلمی العراقی، ج ۲، شمارہ ۱۰ (۱۳۷۵ھ) ص ۵۰۵۔
- (۸۱) کریمان حسین، دی باستان، (طهران، انجمن آثار ملی، ۱۳۲۵ش) ج ۱، ص ۳۵۵، یاقوت

- معجم البلدان، ج ۳، ص ۷۸۔
- (۸۲) ایضاً، ص ۳۵۹۔ الشاطبی، ج ۳، ص ۱۹۳۔
- (۸۳) الاصحری، ص ۱۲۲۔ ابن حوقل، ص ۳۲۱۔
- (۸۴) السمطانی، ورق ۲۶۲ ب۔ کریمان، ج ۱، ص ۲۲۰، ۵۳۸۔
- (۸۵) ابن خلکان، ج ۲، ص ۲۰۲۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۸۵۔
- (۸۶) ابن الجوزی، ج ۸، ص ۲۱۶۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۸۵۔
- (۸۷) غرس النعمتہ، ص ۱۷۵۔
- (۸۸) مصطفیٰ جوادی، تحسین العقل و تقسیم کتاب الفنون لابن الوفا ابن عقیل مجملہ  
الجمع العلمی العربی (دمشق، ۱۹۰۴ء / ۱۳۷۳ھ) ج ۹، ص ۱ ص ۲۸-۲۹۔
- (۸۹) ابن الجوزی، ج ۹، ص ۲۲-۲۳۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۸۵۔
- (۹۰) ابن الجوزی، ایضاً۔
- (۹۱) ایضاً، حافظ ابن کثیر اور مورخ سبط ابن الجوزی نے تصریح کی ہے کہ ۵۵۵۲ھ میں غرس النعمتہ کے دارالکتب کا افتتاح مختلف علوم و فنون کی ایک ہزار کتابوں سے کیا گیا تھا لیکن المستملم کے مطبوعہ نسخہ میں صابی کی وفات کے ذیل میں ارعمامتہ مجلد کے الفاظ منقول ہیں حالانکہ ابن کثیر نے المستملم کے حوالہ سے ارعم آلاف مجلد کے الفاظ نقل کئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطبوعہ نسخہ کے منقول عنہ نسخہ میں تصحیف ہوئی ہے اور اس سے الصفدی نے نقل کیا ہے اسی کے حوالہ سے مذکورہ بالا تعداد کو کرنا و نون پٹو کے مقالہ:

The Libraries of the Arabs during the time of the  
Abbasid Islamic Culture, Vol, III, 1929, p. 210-293

میں نقل کی ہے جو درست نہیں ہے۔

- (۹۲) ابن الاثیر، ج ۹، ص ۵۳۷۔
- (۹۳) ایضاً، ج ۱۰، ص ۱۸۳۔ عواد، ص ۱۷۸۔
- (۹۴) ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۱۸۳۔
- (۹۵) ابن الجوزی، ج ۱۰، ص ۲۸۔ سبط ابن الجوزی، ج ۸، ص ۱۳۱-۱۳۲۔
- (۹۶) ابن خلکان، ج ۱، ص ۶۱۔ ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۶۸۳۔
- (۹۷) علی جوادی الطاہر، "وزراء السلاطنتہ فی شعرہم" مجلہ الجمع العلمی العراقی، المجلد السابع

(۱۹۶۰ء) ص ۲۰۹-۲۱۰۔

(۹۸) سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۲، ص ۲۵۰۔

(۹۹) الصفدی، ج ۲، ص ۱۶۸۔ الذہبی، العبر، ج ۲، ص ۲۸۰۔

(۱۰۰) ایضاً ایضاً۔

سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۲، ص ۲۵۰۔

(۱۰۱) ابن الطقطقی، ص ۳۲۳۔

(۱۰۲) ہندو شاہ، تجارت السلف، تحقیق عباس اقبال (طهران، مطبعہ فردین، ۱۳۱۳ ف) ف

۳۳۱۔ ابن المنذری، ج ۲، ص ۴۶۔

(۱۰۳) سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۲، ص ۴۵۰۔ ابن الدیمشی، ج ۱، ص ۹۶۔

(۱۰۴) الدیمشی، ج ۱، ص ۹۶۔ مصطفیٰ جواد، ص ۲۵۵۔

(۱۰۵) ابن الدیمشی، ج ۱، ص ۹۶۔ ہندو شاہ، ص ۲۳۱۔ عواد، ص ۱۸۲۔

(۱۰۶) ابن ابی اصیبعہ، ج ۲، ص ۲۳۳۔

(۱۰۷) ابن الساعی، ج ۹، ص ۱۱۳۔ ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۳۵۔

(۱۰۸) ابن الساعی، ج ۹، ص ۱۱۳۔ ابن رجب، ج ۱، ص ۴۴۳۔

(۱۰۹) المنذری، ج ۲، ص ۴۳۰۔

(۱۱۰) ابو شامہ، ص ۳۴۔

(۱۱۱) ابن رجب، ج ۱، ص ۴۴۲-۴۴۳۔

(۱۱۲) مصطفیٰ جواد، ص ۲۵۴۔

(۱۱۳) ایضاً، ص ۴۴۳۔ ابن العماد، ج ۲، ص ۳۴۰۔ عواد، ص ۲۵۹۔

(۱۱۴) مصطفیٰ جواد، ص ۴۴۳۔ ایضاً۔

(۱۱۵) ایضاً ایضاً۔

(۱۱۶) السمعی، ج ۱، ص ۳۵۵۔

(۱۱۷) الیہتی، حتمہ صوان الحکمت، ص ۴۴۔

(۱۱۸) ایضاً، ص ۱۷۹ (حواشی)۔

(۱۱۹) السمعی، ج ۳، ص ۳۔ یا قوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۷۱۔(۱۲۰) ایضاً، ورق ۵۶۰ ب۔ ایضاً، ج ۵، ص ۲۸۷۔ ابن الاثیر، اللباب، ج ۳، ص ۲۲۵۔

(۱۲۱) الیسکی، ج ۲، ص ۲۹۔ الصفدی، ج ۷، ص ۱۹۰-۱۹۱۔

- (۱۲۱) ایضاً ص ۳۰۔ ایضاً۔
- (۱۲۲) الذہبی ج ۳ ص ۱۱۳۸۔
- (۱۲۳) یاقوت ج ۱ ص ۲۲۹۔
- (۱۲۴) الصفدی ج ۷ ص ۱۹۴۔ عواد ص ۲۳۶-۲۳۷۔
- (۱۲۵) ابن الجوزی ج ۸ ص ۱۶۹۔ ابن عساکر ج ۱ ص ۱۰۴ (لہ) تبیین کذب المفتری ص ۲۶۹۔ یاقوت ج ۱ ص ۲۴۸، ۲۵۹۔ السبکی ج ۱ ص ۳۷۔ ابن الورودی ج ۱ ص ۳۷۵۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۲۸۔
- (۱۲۶) الذہبی ج ۴ ص ۱۳۶۳-۱۳۶۴۔ الصفدی ج ۵ ص ۸۸۔ السبکی ج ۷ ص ۱۴۔
- (۱۲۷) الاسفوی ج ۱ ص ۴۱۳۔
- (۱۲۸) الذہبی ج ۴ ص ۱۳۶۴۔
- (۱۲۹) ایضاً۔
- (۱۳۰) الذہبی ج ۴ ص ۱۴۰۔
- (۱۳۱) الذہبی ج ۴ ص ۱۲۸۹۔ ابن الجوزی ج ۱۰ ص ۱۶۳۔ ابن العماد ج ۴ ص ۱۵۵۔
- (۱۳۲) الذہبی ج ۴ ص ۱۲۹۰۔
- (۱۳۳) ابن الجوزی ج ۱۰ ص ۱۶۲۔ الصفدی ج ۵ ص ۱۰۵۔
- (۱۳۴) ابن الجوزی ج ۱۰ ص ۱۶۳ (لہ) مناقب الامام احمد بن حنبل (مصر، مطبعہ السعاده، ۱۳۲۹ھ) ص ۵۳۱۔
- (۱۳۵) الذہبی ج ۴ ص ۱۴۰۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۲۸۸۔
- (۱۳۶) الطیسی ج ۲ ص ۲۶۷۔ ابن رجب ج ۱ ص ۲۲۶۔ الذہبی ج ۴ ص ۱۲۹۰۔ (لہ) العبر ج ۴ ص ۱۴۰۔
- (۱۳۷) ابن الجوزی صيد الخاطر ص ۱۴۱۔
- (۱۳۸) ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۹۔
- (۱۳۹) ابن الجوزی ج ۹ ص ۱۸۳۔
- (۱۴۰) ابو مخرمہ عبداللہ بن الیسیب بن عبداللہ تاریخ مفر عن من تواریخ ابن المجاور والجنیدی والاحد ل (لیدن، مطبعہ بریل، ۱۹۳۶ء) ج ۲ ص ۱۰۸-۱۰۹۔
- (۱۴۱) ابو شامہ الذیل علی الروضتین ص ۱۹۹۔
- (۱۴۲) احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض قول الشیعہ والقدرۃ۔ مصر

- المطبعة الكبرى الاميرية (١٣٢١ھ) ج ٢، ص ١٣٢۔
- (١٣٢) ابن حجر، حدی الساری مقدمہ فتح الباری، (مصر، ادارہ البیاعۃ المنیریہ، ١٣٣٢ھ) ج ٢، ص ٢٠٢-٢٠٣۔
- (١٣٣) ابن عذاری، ج ٢، ص ٣٥٨-٣٥٩۔
- (١٣٤) محمد المستمر الکتانی، "اقدام جامعہ فی العالم" المحاضرات العامۃ خلال العام الجامعی ١٩٦٠-١٩٦١ (دمشق، مطبعہ جامعہ دمشق، ١٩٦٢ء) ص ١٣٢۔
- (١٣٥) محمد عبدالرحیم غنیمت، تاریخ الجامعات الاسلامیہ الکبریٰ، (طوان، دار البیاعۃ المغربیۃ، ١٩٥٣ء) ص ٢٠۔
- (١٣٦) ایضاً، ص ٢١۔
- (١٣٧) یاقوت، ج ١، ص ٢٣٦۔
- (١٣٨) الخطیب، ج ٦، ص ٣٥١۔
- (١٣٩) ابن الدمشقی، ج ١، ص ١٢٣ (التعلیقات)۔
- (١٥٠) البیہقی، ورق ٢٥٢۔ ابن الاثیر، البیہقی، ج ١، ص ٣٦٦۔
- (١٥١) ایضاً، ورق ٢٦٥۔ ایضاً، ج ١، ص ٢٨٦۔
- (١٥٢) ابن عساکر، ج ٢، ص ١٩۔ الخطیب، ج ٨، ص ٢٣٩۔ الحاکم، معرفة العلوم الحدیثیہ، ص ١٩١-١٩٢۔ یاقوت، ج ١، ص ٣٠٩ سعادت علی پاشا مبارک، المخطوط التوفیقیۃ الحدیثیہ لمصر القاہرہ و مدینا و بلادها القدیمتہ و الثمیرة (مصر، المطبعہ الکبریٰ الامیریہ، ١٣٠٦ھ) ج ٢، ص ٨٢٤۔ غنیمت، ص ٢٦۔
- (١٥٣) یاقوت، ج ١، ص ٢٣٦۔
- (١٥٤) المقدسی، ص ٢٠٥۔
- (١٥٥) المقرئ، ج ١، ص ٢٠٥۔
- (١٥٦) مز، ج ١، ص ١٢٣۔
- (١٥٧) Thomas Arnold and Alfred Guilanme, The Legacy of Islam (2nd-ed. Oxford University Press, 1939, P. 336)
- (١٥٨) یاقوت، معجم البلدان، ج ٥، ص ١١٢۔
- (١٥٩) ابن الاثیر، ج ١٠، ص ٢٥١ و ج ١١، ص ٣٤٣۔



- (۱۶۰) محمد اسعد طلحہ، المخطوطات و خزائن عثمانی حلب، مجلہ معمد المخطوطات العربیہ ج ۱، شمارہ ۱۰ (۱۹۵۵ء) ص ۱۲-۱۵۔
- (۱۶۱) البیاض، اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۱۹۸۔
- (۱۶۲) ابن خلکان، ج ۱، ص ۵۲۔
- (۱۶۳) محمد اسعد طلحہ، ص ۱۵-۱۶۔
- (۱۶۴) ابن عساکر، ج ۱، ص ۴۰۸-۴۰۹۔ الذہبی، العبر، ج ۳، ص ۳۳۹، ابن العما، ج ۳، ص ۴۰۰۔
- (۱۶۵) یاقوت، معجم البلدان ج ۵، ص ۲۰۲۔ الذہبی، العبر ج ۳، ص ۱۸۷، احمد بن یوسف، بن علی الفارقی، تاریخ الفارقی، تحقیق بدوی عبداللطیف عوض، (القاهرہ، المیتہ العامہ لشئون المطابع الامیریہ ۱۳۷۹ھ) ص ۱۳۱۔
- (۱۶۶) ابن خلکان، ج ۱، ص ۴۲۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۵۲-۵۵۔ ابن العما، ج ۳، ص ۲۵۹۔ الصفدی، ج ۸، ص ۲۸۵۔ البستانی، ج ۵، ص ۱۵۳-۱۵۴۔ نوفل الطرابلسی، ص ۵۶۶-۵۶۷۔
- (۱۶۷) السبکی، ج ۳، ص ۲۹۹۔
- (۱۶۸) ابن الجوزی، ج ۸، ص ۲۷۰۔ ابن الاثیر، ج ۱۰، ص ۱۹ (لہ) لباب، ج ۳، ص ۱۷۶۔ الذہبی، العبر، ج ۳، ص ۲۵۳-۲۵۴۔
- (۱۶۹) الفارسی، ورق ۷۱ ب۔
- (۱۷۰) السمطانی، ورق ۵۳۳۔ ابن الاثیر، اللباب، ج ۳، ص ۲۶۶۔ ناجی معروف، مدارس قبل النظامیہ، ص ۶۰ و ۶۱۔ السبکی، ج ۵، ص ۱۸۱ و ۲۲۶۔ الاستغوی، ج ۱، ص ۴۱۰۔
- (۱۷۱) السمطانی، ورق ۲۵۳۔
- (۱۷۲) ایضاً، ورق ۴۷۸۔
- (۱۷۳) ابن الجوزی، ج ۸، ص ۲۳۹۔
- (۱۷۴) ایضاً، ج ۹، ص ۴۔ عماد عبدالسلام، ص ۷۶-۷۸۔
- (۱۷۵) یاقوت، ج ۵، ص ۱۳۱۔ عماد الاصبہانی، ج ۱، ص ۸۲۔
- (۱۷۶) المجددی، ص ۱۰۸۔
- (۱۷۷) ایضاً، ص ۲۶۶-۲۲۷۔
- (۱۷۸) ابن الاثیر نے (الباب، ج ۲، ص ۲۸ میں) موصوف کا نام مجدد نقل کیا ہے۔ یہ غالباً محمود

کی تصنیف ہے۔

(۱۷۹) السمعانی، ج ۶، ص ۱۳۲-۱۳۳۔ ابن الاثیر، اللباب، ج ۲، ص ۲۸۔

(۱۸۰) عوفی، لباب الالباب، ص ۱۲-۱۵ (مقدمہ نفسی)۔

(۱۸۱) اربانادائرہ المعارف، ج ۱، ص ۹۹۔

(۱۸۲) القزوی، ص ۳۸۷۔

(۱۸۳) کریمان حسین، ج ۱، ص ۵۲۲۔

(۱۸۴) یاقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۱۱۳۔

(۱۸۵) ایضاً۔

(۱۸۶) ایضاً۔

(۱۸۷) بریقالث، ص ۳۲۳۔

(۱۸۸) یاقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۱۱۳۔

(۱۸۹) ایضاً۔

(۱۹۰) القفطی، ج ۳، ص ۱۳۹۔

(۱۹۱) یاقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۱۱۳۔

(۱۹۲) السنائی، الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیۃ (القاہرہ، مطبعہ الزاویۃ التجانیہ، ب۔

ج ۲، ص ۹۲۔

(۱۹۳) الذہبی، ج ۴، ص ۱۳۶۱۔

(۱۹۴) ایضاً، بیط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۱، ص ۳۵۶-۳۵۷۔ مصطفیٰ جواد، ص ۱۷۴-۱۷۵۔

۳۱۹۔ ابن الاثیر، ج ۱۱، ص ۴۶۱، یاقوت، ج ۱، ص ۱۵۳۔ عواد، ص ۱۵۲-۱۵۷۔

(۱۹۵) الذہبی، ج ۴، ص ۱۳۶۱۔

(۱۹۶) مصطفیٰ جواد، ص ۱۷۴-۱۷۵۔

(۱۹۷) اس کا ذکر تفصیل سے یاقوت رومی کے کتب خانہ میں کیا گیا ہے۔

(۱۹۸) محمد بن علی الخمودی المعروف بابن الصابونی، تکمیلہ اکمال الکمال فی الانساب ووالاقت

تحقیق مصطفیٰ جواد (بغداد، مطبعہ الجمع العمی العراقی، ۱۳۷۷ھ) ص ۱۷۹-۱۸۰۔

(۱۹۹) السمعانی، ورق ۳۹۷ب۔

(۲۰۰) الذہبی، العبر، ج ۴، ص ۲۲۰۔ ابن العماد، ج ۴، ص ۲۲۸۔ عواد، ص ۱۵۶۔

(۲۰۱) ابن الصابونی، ص ۱۷۸-۱۷۹ (حواشی)۔

- (۲۰۰) ابن الفوطی، ص ۴، عواد ص ۱۶۲۔  
 (۲۰۱) ابن الصابونی، ص ۱۴ (حاشیہ)۔  
 (۲۰۲) الیافعی، ج ۴، ص ۵۹۔ الذہبی، العبر، ج ۵، ص ۱۰۷۔ کرد علی، کنوز الاعداد، ص ۳۲۰-۳۲۱۔  
 (۲۰۳) الیافعی، ج ۴، ص ۶۳۔ ابن خلکان، ج ۲، ص ۲۱۴۔ ابن العماد، ج ۵، ص ۱۲۲۔ الطباخ، ج ۴، ص ۳۷۱-۳۷۲۔ عواد، ص ۱۵۶۔  
 (۲۰۴) مز، ج ۱، ص ۲۴۴۔

(۲۰۷) The Encyclopaedia Britannica, 11th ed., Vol.X

549

- (۲۰۸) یاقوت، معجم البلدان، ج ۴، ص ۱۱۴۔  
 (۲۰۹) الفارسی، منتخب السیاق، ورق ۵۵ ب۔ السمطانی، ورق (۳۰۳ ب)۔  
 (۲۱۰) سبط ابن الجوزی، ج ۸، ص ۶۷۱۔  
 (۲۱۱) یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۴۹۸۔ سبط ابن الجوزی، ص ۴۱۴۔ ابن العماد، ج ۳، ص ۲۹۱۔ یاقوت، ج ۷، ص ۲۰۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۵۲۰۔ ابن الدببشی، ج ۱، ص ۶۷۔  
 (۲۱۲) ابن الصابونی، ص ۹۷-۹۸ (حاشیہ) الذہبی، ج ۱، ص ۲۵۲۔ الصفدی، ج ۱، ص ۱۵۸۔ ابن حجر، لسان المیزان، ج ۵، ص ۲۵۶۔ ابن العماد، ص ۲۸۰-۱۸۱۔  
 (۲۱۳) محمد نیک پرور، کتابخانہ ہائے آستان خراسان از آغاز اسلام تا عصر حاضر، (خراسان، چاپخانہ خراسان، ۱۳۵۱ ف) ص ۳۴۔  
 (۲۱۴) ایضاً، ص ۲۰۔  
 (۲۱۵) الرازی، مناظرات فخرالدین الرازی فی بلاد ماوراء النہر، تحقیق فتح اللہ الحلیف، (بیروت، دارالمشرق، ۱۹۶۶) ص ۴۵۔  
 (۲۱۶) السمطانی، ورق ۲۴ ب۔ ابن الاثیر، اللباب، ج ۲، ص ۱۴۔ الراغب، ص ۱۸۵۔ ابن منظور، ج ۹، ص ۱۷۳ و ۱۷۴ (مادہ ربط)۔ حسین بن یوسف موسیٰ و عبدالفتاح الصعیدی، الانصاح فی نقہ اللغہ، ط: ۲ (القاہرہ، دارالفکر العربی، ۱۳۸۷ھ) ج ۱، ص ۶۲۵۔ المقریزی، ج ۴، ص ۴۲۷۔  
 (۲۱۷) رشید الجمیلی، دولت الاتاکیہ فی الموصل بعد عماد الدین زنگی، ۵۴۱-۶۳۱ھ (بغداد، دارالنهضة العربیہ، ۱۹۱۰ء) ص ۲۷۷۔

- (۲۱۷) ابن تغری بردی 'ج ۳' ص ۱۶۳- الاصلحی 'ص ۲۹۰- ۳۱۴- مز' ج ۲' ص ۶۵-
- (۲۱۸) السمطانی 'ورق ۲۲۷ ب-
- (۲۱۹) مصطفیٰ جوادی "الربط البغدادیہ و اثرها فی الثقافتہ الاسلامیۃ" "سومر" جلد ۱۱ شمارہ  
(۱۹۵۵ء) ص ۲۲۱-
- (۲۲۱) یسین السنونی 'الانوار القدیمیۃ فی مناقب النقیبندیۃ' (مصر، مطبعہ الطادہ ۳۲۲  
ص ۱۲۲- ابن عبدالحق ج ۲' ص ۲۵۶
- (۲۲۲) السمطانی 'ج ۲' ص ۳۲۵- الذہبی 'ج ۳' ص ۹۲۱ (لہ) میزان الاعتدال 'ج ۳' ص ۷  
مز' ج ۱' ص ۲۳۹-
- (۲۲۳) المقدیسی 'ص ۳۲۲، ۳۶۵، ۱۷۹، ۲۰۲، ۲۳۸، ۱۸۲- مز' ج ۲' ص ۱۸-
- (۲۲۴) یاقوت 'ج ۵' ص ۲۹۰- مصطفیٰ جوادی 'الربط البغدادیہ' ص ۲۲۶-
- (۲۲۵) یضاً ص ۲۲۷-
- (۲۲۶) یضاً-
- (۲۲۷) حسن احمد محمود 'قیام دولۃ الراہطین' صفحہ مشرق من تاریخ المغرب فی  
الوہبیطی، القاہرہ مکتبہ انبضۃ العربیۃ، ۱۹۰۷ء ص ۱۳۱- ۱۳۲ و ۱۳۵-
- (۲۲۸) المنذری 'ج ۲' ص ۳۹۶- ۳۹۷- مصطفیٰ جوادی 'الربط البغدادیہ' ص ۳۰۲- ۳۰۳
- (۲۲۹) سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۵۱۰-
- (۲۳۰) ابن کثیر 'ج ۱۳: ۳۳- ابن الجوزی 'ج ۱۰' ص ۱۲۲، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۸- ابن  
ص ۱۶-
- (۲۳۱) المنذری 'ج ۲' ص ۳۲۲- ابن الاثیر 'ج ۱۲' ص ۱۸۱-
- (۲۳۲) ابن الاثیر 'ج ۵' ص ۱۵۴- ابن کثیر 'ج ۱۳' ص ۲۱-
- (۲۳۳) السمطانی 'ورق ۵۲۴- السبکی 'ج ۳' ص ۲۹۹-
- (۲۳۵) مصطفیٰ جوادی 'الربط البغدادیہ' ص ۲۲۳-
- (۲۳۶) سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۸۲-
- (۲۳۷) المقدیسی 'ص ۲۷۲-
- (۲۳۸) یاقوت 'معجم البلدان' ج ۳' ص ۲۵-
- (۲۳۹) واعظ بلخی 'ص ۵۱-
- (۲۴۰) مصطفیٰ جوادی 'الربط البغدادیہ' ص ۱۱۸- ۲۰۶-

- (۲۲) ابن الاثیر 'ج ۱۲' ص ۲۶- یاقوت 'کتاب المشترك و صنعا و المفترق متقا' (بغداد) مکتب  
المشقی 'ب' ن-)
- (۲۳) یاقوت 'ج ۵' ص ۲۹۰-
- (۲۴) سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۶۰۰-
- (۲۵) عواد 'ص ۱۵۹-
- (۲۶) ابن خلکان 'ج ۱' ص ۲۱۷- یاقوت 'ج ۴' ص ۲۸۶- القفلی 'ج ۲' ص ۹۹- الذہبی 'ج ۴'  
۱۹۶-۱۹۷- الیافعی 'ج ۳' ص ۳۸۱- ابن رجب 'ج ۱' ص ۳۱۷- الیوطی 'ج ۲'  
ص ۲۹- ابن العماد 'ج ۴' ص ۲۲۱- الدبلی 'ص ۱۰۴-۱۰۵-
- (۲۷) سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ق ۱' ص ۲۸۸-
- (۲۸) یاقوت 'ج ۴' ص ۲۸۶- الیوطی 'بغیة الوعاة' ج ۲' ص ۳۰-
- (۲۹) ابن رجب 'ج ۱' ص ۳۱۹- البستانی 'ج ۲' ص ۴۶۲-
- (۳۰) ایضاً
- (۳۱) ابن الجوزی 'صيد الخاطر' ص ۴۴۱- عواد 'ص ۲۵۲-۲۵۳-
- (۳۲) ابن کثیر 'ج ۱۳' ص ۵۴- یاقوت 'ج ۴' ص ۲۳۸- ابن الاثیر 'ج ۱۲' ص ۲۸۸-
- (۳۳) یاقوت 'ج ۶' ص ۲۳۹-
- (۳۴) ایضاً-
- (۳۵) ایضاً ص ۲۳۸- ابو شامہ 'ص ۶۸- ابن خلکان 'ج ۱' ص ۴۴۱- الاستوی 'ج ۱' ص ۱۳۲-
- (۳۶) المنذری 'ج ۳' ص ۳۱۰-
- (۳۷) الاستوی 'ج ۱' ص ۱۳۱-
- (۳۸) القاسی 'ج ۶' ص ۲۷۶-
- (۳۹) القاسی 'شفاء الغرام باخبار البلد الحرام' (مصر، عینی البابی الجلی، ۱۹۵۶ء) ج ۱' ص ۳۳۱-
- (۴۰) ابن فارس 'ج ۳' ص ۲۲۱-
- (۴۱) الراغب 'ص ۲۶۸-
- (۴۲) ابن تغری بردی 'ج ۴' ص ۹۱ (حواشی)-
- (۴۳) آزاد 'ج ۲' ص ۲۱۸-
- (۴۴) ابن الاثیر 'ج ۱۲' ص ۱۸۱-
- (۴۵) سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ص ۶۷۱-

- (۲۶۳) ابن الجوزی 'ج ۹' ص ۷۰۔ ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۲۳۔ الذہبی 'العبر' ج ۳' ص ۳۰۹۔
- (۲۶۵) ابن الدمشقی 'ج ۱' ص ۱۶۵۔
- (۲۶۶) یاقوت 'معجم البلدان' ج ۴' ص ۲۹۵۔ ابن عبدالحق 'ج ۳' ص ۱۰۵۷۔
- (۲۶۷) صلاح الدین المنجد 'مدینہ دمشق عند الجغرافیین والرحالین' (بیروت دارالکتاب ۱۹۶۷ء) ص ۲۳۹۔
- (۲۶۸) ابن جبیر 'رحلۃ ابن جبیر فی مصر و بلاد العرب و العراق و الشام و مقلیتہ عصر الحروب الصلیتیہ' تحقیق حسین نصار (مصر دار مصر للطباعۃ ۱۳۷۴ھ) ص ۱۷-۱۹۔
- (۲۶۹) ابن لغزی بردی 'ج ۶' ص ۵۶۔
- (۲۷۰) عواد 'ص ۱۳۱۔
- (۲۷۱) ایضاً 'ص ۱۳۳۔
- (۲۷۲) ایضاً 'ص ۱۳۲۔
- (۲۷۳) ابن الجوزی 'ج ۱۰' ص ۲۳۸۔
- (۲۷۴) الجاخذ 'کتاب الحيوان' ج ۱' ص ۵-۶ (مقدمہ عبدالسلام محمد ہارون) (لہ) کتاب الہ تحقیق احمد زکی باشا (القاہرہ المطبعۃ الامیریہ ۱۳۲۲ھ) ص ۷۷ (مقدمہ احمد زکی باشا)۔
- (۲۷۵) السبکی 'ج ۳' ص ۲۳۰۔
- (۲۷۶) العبری 'ص ۱۹۵۔ ابن خلکان 'ج ۲' ص ۲۶۱۔ القفلی 'ص ۳۶۶۔ ابن الجوزی 'ج ۱' ص ۱۱۹۔ ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۱۵۹۔ عواد 'ص ۱۵۳۔
- (۲۷۷) حاجی خلیفہ 'ج ۲' ص ۱۲۸۲۔
- (۲۷۸) عواد 'ص ۱۵۳۔
- (۲۷۹) ایضاً۔
- (۲۸۰) حسن ابراہیم حسن 'تاریخ الدولۃ الفاطمیہ' ص ۳۶۷-۳۶۸۔
- (۲۸۱) القزوی 'ص ۳۰۱۔ ابن الاثیر 'ج ۸' ص ۲۰۱۔ مصطفیٰ غالب 'اعلام الاسماعیلیہ' (بیروت دار الیقظۃ العربیۃ للتالیف والترجمہ والنشر ۱۹۶۳ء) ص ۵۸۷-۵۸۸۔
- (۲۸۲) دھندا 'شمارہ مسلسل ۸۔ بخشش دوم' ال انعم خاں 'ص ۶۸۔
- (۲۸۳) عواد 'ص ۱۸۸۔
- (۲۸۴) ابن الدمشقی 'ج ۱' ص ۱۶۵۔
- (۲۸۵) سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ق ۲' ص ۶۷۱۔



- (۲۸۶) ابن ابی اصیبعہ 'ج ۲' ص ۳۶۷-۳۲۷۔ الصفدی 'ج ۲' ص ۲۵۵ ابن العبری 'ص ۲۳۹۔
- (۲۸۷) ابن الجوزی 'ج ۹' ص ۶۸۔ البسکی 'ج ۴' ص ۳۱۹۔
- (۲۸۸) ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۱۰۱-۱۰۲۔
- (۲۸۹) ایضاً الصفدی 'ج ۴' ص ۴۹۔ النعمانی 'ج ۱' ص ۳۱۹۔
- (۲۹۰) ابن فارس 'ج ۲' ص ۲۶۷ (مادہ درس) القرطبی 'ج ۷' ص ۵۹-۶۰ و ۳۱۲۔
- (۲۹۱) الراغب '۱۶۷' (مادہ درس) 'العلقشندی' 'ج ۵' ص ۴۶۳۔
- (۲۹۲) محمد سلیمان اشرف 'ص ۱۳۔
- (۲۹۳) غنیمتہ 'ص ۶۵۔
- (۲۹۴) ابن منظور 'ج ۳۸۳-۳۸۴' (مادہ درس)۔
- (۲۹۵) المقریزی 'ج ۲' ص ۲۶۲۔
- (۲۹۶) البغوی 'ج ۱' ص ۲۷۳۔
- (۲۹۷) **The Encyclopaedia Britannica . 11th ed.,**
- Vol. XVII, p. 534**
- (۲۹۸) المقریزی 'ج ۲' ص ۳۶۲-۳۶۳۔ السیوطی 'حسن المحاضرہ' 'ج ۲' ص ۵۶۔
- (۲۹۹) ناجی معروف 'مدارس قبل النظامیہ' ص ۸۔
- (۳۰۰) محمد بن جعفر زسجی 'تاریخ بخارا' تعریب و تحقیق امین عبدالجید بدوی (القاهرہ دارالمعارف) ص ۱۲۸۔ دہخدا 'شمارہ مسلسل ۷۹' 'شمارع حرف ف ص ۹۔
- (۳۰۱) فرشتہ 'ص ۳۰۔ سکندر پوری 'آئینہ چینی' ص ۱۳۵۔
- (۳۰۲) ابن کثیر 'ج ۱۱' ص ۱۸۳-۱۸۵۔ ابن الجوزی 'ج ۶' ص ۲۸۸۔ ابوالفداء 'ج ۲' ص ۸۴۔ السیوطی 'ص ۳۹۲۔
- (۳۰۳) اگناز گولڈ زہر (Ignaz Goldziher) 'العقیدہ والشریعت فی الاسلام تاریخ التطور العقیدی والشرعی فی الدین الاسلامی' ترجمتہ محمد یوسف موسیٰ و زملاء ط : ۲ (مصر) دارالکتب الحدیثہ (۱۹۵۹ء) ص ۲۰۳۔
- (۳۰۴) غنیمتہ 'ص ۷۴-۷۵۔
- (۳۰۵) القرزینی 'آثار البلاد' ص ۴۱۲۔
- (۳۰۶) البسکی 'ج ۴' ص ۴۱۳-۴۱۴۔ ابو شامہ 'کتاب الروضتین' 'ج ۱' ص ۶۳۔

- (۳۰۷) محمد کرد علی، القديم والحديث، ص ۴۷-۴۸۔
- (۳۰۸) القزويني، ص ۴۱۲۔
- (۳۰۹) ناجي معروف، مدارس قبل النظامية، ص ۸۔
- (۳۱۰) السبكي، ج ۴، ص ۳۱۴۔
- (۳۱۱) كامل عباد (نقولا زياده، فواد، افرام البستاني، طه حسين) "ماهی الجامعة ممتة الجامعة في العالم العربي، معيثة الدراسات العربية في الجامعة الامير كيتة" مجلة الابحاث، جلد ۸، شماره ۲ (حزيران ۱۹۵۵ء) ص ۱۴۔
- (۳۱۲) ناجي معروف "اول جامعة بغداد في المصور الوسطي" الاقلام، شماره ۶ (۱۹۶۵ء) ص ۳۸ (المجلد ۲) تاريخ علماء المستعريه، ط: ۲ (القاهرة، دار الشعب، ۱۹۷۶ء) ج ۱، ص ۲۵۔
- (۳۱۳) الجعدي، ص ۸۴۔
- (۳۱۴) نيك پرور، ص ۱۸۔
- (۳۱۵) الصفدي، ج ۴، ص ۱۶۔ السمطاني، ورق ۳۰۸، ۳۵۵، ۵۰۱، ج ۲، ص ۱۹۸، ج ۶، ص ۳۸۱۔
- ابن الاثير، اللباب، ج ۱، ص ۴۹۹، ج ۳، ص ۸۳۔ ابن عساكر، ج ۲، ص ۱۶۶۔
- (۳۱۶) ناجي معروف، مدارس قبل النظامية، ص ۶۷ و ۶۸۔
- (۳۱۷) ايضا، ص ۱۵-۲۲۔
- (۳۱۸) ابن جبیر، رحلة ابن جبیر، ۲۲-۲۳۔
- (۳۱۹) المقریزی، المخطط، تحقيق كوسين ويست الاقاہرہ امپيريل انشيٹیوٹ فرانس۔
- (۳۲۰) رشيد الدين فضل الله، جامع التواريخ، ذكر تاريخ آل سلجوق، بعض احمد آتش (انقرہ، ۱۹۵۷ء) ج ۲، ج ۲، ص ۲۰۸-۲۰۹۔ فرشته، ج ۱، ص ۲۴۴۔
- (۳۲۱) الشاطبي، الاعتصام، ج ۱، ص ۲۶۷۔
- (۳۲۲) ابو الفداء، ج ۳، ص ۳۸۔
- (۳۲۳) الفضل بن الحسن الطبرسي، مجمع البيان في تفسير القرآن، تحقيق حسين كريماني، (طہ) چاپخانہ دانشگاہ، ۱۳۴۰ھ) ج ۱، ص ۱۱۷ (تحقيق در احوال شيخ طبرسي)۔
- (۳۲۴) ابن الاثير، ج ۱۰، ص ۲۵۱۔
- (۳۲۵) واعظ بلخي، ص ۲۱ و ۲۱۔
- (۳۲۶) ابن جبیر، ص ۲۰۴۔
- (۳۲۷) الحسنی، نزہۃ الخواطر، ج ۱، ص ۱۷۳-۱۷۸۔ ناجي معروف، مدارس قبل النظامية، ص ۱۷۳-۱۷۸۔

- ص ۱۳۶۔
- (۳۲) ایضاً۔
- (۳۲) ایضاً ص ۱۳۷۔
- (۳۳) مزج ۱ ص ۲۳۲۔
- (۳۲) محمد بن طاہر المقدسی، کتاب الانساب المتفقہ (لیدن، ای، جے بریل، ۱۸۶۵ء) ص ۱۸۶، عماد عبدالرؤف ص ۱۹۰۔
- (۳۳) یاقوت، ج ۵ ص ۴۶۰، معجم البلدان، ج ۴ ص ۱۱۴۔
- (۳۳) المرزبانی، ص ۱۴۱-۱۴۲۔
- (۳۳) ایضاً ابن الندیم، ص ۲۰۵۔ ابن خلکان، ج ۱ ص ۳۵۶۔
- (۳۳) القفلی، ص ۱۱۷، ۱۲۹، ۱۳۲۔ ابن ابی اصیحتہ، ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۶۔
- (۳۳۶) یاقوت، ج ۵ ص ۴۶۰۔
- (۳۳) یاقوت، ج ۵ ص ۴۶۷۔
- (۳۳) ابن المعتز، رسائل ابن المعتز فی النقد والادب والاجتماع، تحقیق محمد عبدالمنعم خفاجی (مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی المجلدی، ۱۳۶۵ھ) ص ۵۹۔
- (۳۳) ایضاً۔
- (۳۳) الذہبی، ج ۳ ص ۹۲۱۔ السبکی، ج ۲ ص ۱۳۱۔
- (۳۳) الذہبی، ج ۳ ص ۹۲۱۔ السمطانی، ج ۲ ص ۲۲۵، یاقوت، معجم البلدان، ج ۲ ص ۴۱۷۔
- (۳۳) السبکی، ج ۲ ص ۱۳۱۔
- (۳۳) یاقوت، معجم البلدان، ج ۲ ص ۴۱۷۔ السمطانی، ج ۲ ص ۲۲۵۔
- (۳۳) السمطانی، ج ۲ ص ۳۲۵۔ الذہبی، ج ۳ ص ۹۲۱ (لہ) میزان الاعتدال، ج ۳ ص ۴۱۷۔
- (۳۳) السبکی، ج ۲ ص ۱۳۲۔ الاستنوی، ج ۱ ص ۴۱۸-۴۱۹، مزج ۱ ص ۲۳۹۔
- (۳۳) ایضاً، ج ۱ ص ۲۳۹۔
- (۳۳) یاقوت، معجم البلدان، ج ۲ ص ۴۱۸۔ السمطانی، ج ۲ ص ۲۲۶۔ ابن حجر، لسان المیزان، ج ۵ ص ۱۱۴۔
- (۳۳) یاقوت، معجم البلدان، ج ۲ ص ۴۱۹۔ السمطانی، ج ۲ ص ۲۲۶۔ ابن حجر، لسان المیزان، ج ۲ ص ۱۱۴۔
- (۳۳) السمطانی، ج ۲ ص ۲۲۶۔

- (۳۴۸) ابن الندیم، ص ۱۹۹۔
- (۳۴۹) الفارسی، منتخب السیاق، ورق ۲۱ ب۔
- (۳۵۰) احمد بن علی، التجاشی، رجال التجاشی (طهران، چاپخانه، مصطفیٰ، ب ت) ج ۱، ص ۷۔
- الطوسی، الفهرست، تحقیق محمد صادق، ط: ۲ (النجف، المطبعة الحیدریه، ۱۳۸۰ھ) ص ۵۔
- یاقوت، ج ۵، ص ۱۷۳۔ القفلی، ج ۲، ص ۲۳۹۔ الثعالبی، تتمه التیمیہ، ج ۱، ص ۵۳۔
- (۳۵۱) الخوانساری، ج ۲، ص ۲۹۶-۲۹۷۔ عبدالله الملقانی، تنقیح المقال فی احوال ال  
(المطبعة المرتضویه، ۱۳۵۰ھ) ج ۲، ص ۲۸۲-۲۸۵۔
- (۳۵۲) الخوانساری، ج ۲، ص ۲۹۷۔
- (۳۵۳) ایضاً الملقانی، ج ۲، ص ۲۸۲۔
- (۳۵۴) الخوانساری، ص ۲۹۸۔
- (۳۵۵) ایضاً ج ۲، ص ۳۰۵۔
- (۳۵۶) ابن حجر، لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۲۳۔
- (۳۵۷) ابن الجوزی، ج ۸، ص ۲۴۔
- (۳۵۸) السمطانی، ورق ۵۲۲۔
- (۳۵۹) البکی، ج ۲، ص ۳۶۶۔
- (۳۶۰) الفارسی، منتخب السیاق، ورق ۱۲ ب۔
- (۳۶۱) ابن الساعی، ج ۹، ص ۳۵۔
- (۳۶۲) البکی، ج ۲، ص ۲۶۰۔
- (۳۶۳) یاقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۱۱۴۔
- (۳۶۴) ابن رجب، ج ۱، ص ۴۰۰۔
- (۳۶۵) ایضاً، ص ۴۰۲۔
- (۳۶۶) ایضاً، ص ۴۰۵۔
- (۳۶۷) ایضاً، ص ۴۱۳۔
- (۳۶۸) ایضاً، ص ۴۱۰۔ سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۱، ص ۳۱۱۔ ابوشامہ، ص ۲۱۔ الذہبی، ج  
ص ۱۳۲۲۔
- (۳۶۹) ابن العماد، ج ۲، ص ۳۳۰۔
- (۳۷۰) ابن الجوزی، صید الخاطر، ص ۴۲۰-۴۲۱۔

- (۳۷۱) ابن کثیر ج ۱۳ ص ۲۵ - عواد ص ۲۵۸ -
- (۳۷۲) البسکی ج ۷ ص ۱۶۷ - الاستوی ج ۲ ص ۲۸۲ - ابن تغری بردی ج ۶ ص ۱۵۷ - ابن العما د ج ۴ ص ۳۲۵ -
- (۳۷۳) البسکی ج ۷ ص ۱۶۷ - یاقوت معجم البلدان ج ۱ ص ۵۲۷ - ابن کثیر ج ۱۳ ص ۲۲ - ص ۲۲ - ابن العما د ج ۴ ص ۳۲۵ -
- (۳۷۴) المقریزی ج ۲ ص ۳۶۶ - السیوطی حسن المحاضرہ ج ۲ ص ۲۱۶ - ۲۳۳ -
- (۳۷۴) ابن العما د ج ۴ ص ۳۲۵ -
- (۳۷۵) المقریزی ج ۲ ص ۳۶۷ -
- (۳۷۶) ایضاً ابن العما د ج ۴ ص ۳۲۵ -
- (۳۷۷) ایضاً ج ۴ ص ۳۲۶ -
- (۳۷۸) ایضاً ج ۲ ص ۳۶۶ -
- (۳۷۹) المقریزی ج ۲ ص ۲۶۶ - الاستوی ج ۲ ص ۲۸۲ - سعادت علی پاشا المخطوط الجدیدہ ج ۶ ص ۱۲ - التعیمی ج ۱ ص ۸۹ - ۹۳ - عبدالرحمن زکی نضتہ العلوم فی قاہرہ الفاطمین المجلد شمارہ ۱۳۸ اپریل ۱۹۶۹ ص ۱۸ -
- (۳۸۰) ایضاً ایضاً ایضاً -
- (۳۸۱) المقریزی ج ۲ ص ۳۶۶ - الاستوی ج ۲ ص ۲۸۲ - السیوطی حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۲۶۲ -
- (۳۸۲) الذہبی العبر ج ۴ ص ۲۹۳ - ابن خلکان ج ۱ ص ۲۸۲ -
- (۳۸۳) ابن کثیر ج ۱۳ ص ۲۲ -
- (۳۸۴) المقریزی ج ۲ ص ۳۶۶ - سعادت علی پاشا ج ۶ ص ۱۲ -
- (۳۸۵) البسکی ج ۷ ص ۲۱۵ - الذہبی ج ۴ ص ۲۳۶ - ابن خلکان ج ۱ ص ۲۳۵ - ابن کثیر ج ۱۲ ص ۲۹۲ - الاستوی ج ۲ ص ۲۱۶ - عماد الاصبہانی ج ۱ قسم الشام ص ۲۷۴ -
- (۳۸۶) البسکی ج ۷ ص ۲۱۵ - الذہبی ج ۴ ص ۱۳۷۸ - یاقوت ج ۵ ص ۱۲۰ -
- (۳۶۷) البسکی ج ۷ ص ۲۱۹ - ۲۲۰ -
- (۳۸۸) ابن کثیر ج ۱۲ ص ۲۹۲ - ایضاً ج ۴ ص ۱۳۳۰ - التعیمی ج ۱ ص ۱۰۱ -
- (۳۸۹) یاقوت ج ۷ ص ۱۲۵ - الذہبی ج ۴ ص ۱۳۳۱ -
- (۳۹۰) التعیمی ج ۱ ص ۱۰۰ -

- (۳۹۱) ابن الجوزی 'ج ۱۰' ص ۲۶۷۔ ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۲۹۶۔ الذہبی 'معرفتہ القراء الکبار' ج ۲ ص ۳۳۲ (لہ) العبر 'ج ۴' ص ۲۱۵۔ ابن الجوزی 'ج ۱' ص ۳۳۶۔ ابن العماد 'ج ۴' ص ۲۲۲۔ یاقوت 'ج ۵' ص ۳۷۳-۳۷۴۔ السیوطی 'بغیۃ الوعاة' ج ۲ ص ۱۷۹-۱۸۰، القفطی 'ج ۲' ص ۲۹۸۔ الصفدی 'تکلیف العیامان' ص ۲۱۳۔
- (۳۹۲) یاقوت 'ج ۵' ص ۲۷۴۔ ابن الجزری 'ص ۱۰' ص ۲۶۷۔ ابن رجب 'ج ۱' ص ۳۳۷۔
- (۳۹۳) ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۲۹۶۔
- (۳۹۴) عماد عبدالسلام 'ص ۱۵۳۔
- (۳۹۵) محمد بن علی الراوندی 'راحت الصدور و آیہ السرور در تاریخ آل سلجوق' تحقیق محمد اقبال (لیدن 'ای' جے بریل '۱۹۲۱ء) ص ۱۴۰۔
- (۳۹۶) السیوطی 'تتمتہ صوان الحکمتہ' ص ۱۷۹ و ۱۸۴ (حواشی)۔
- (۳۹۷) عماد السلام 'ص ۱۵۳۔
- (۳۹۸) ابن خلکان 'ج ۲' ص ۲۲۶-۲۲۷۔ الذہبی 'العبر' ج ۴ ص ۷۳۔ ابن رجب 'ج ۱' ص ۲۶۰۔ سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ق ۱ ص ۲۵۶۔
- (۳۹۹) ایضاً 'یاقوت' معجم الادباء (مصر: دار المأمون ۱۳۵۵ھ) ج ۱۲ ص ۵۷۔
- (۴۰۰) حاجی خلیفہ 'ص ۱۱۲-۱۱۲۸۔ عواد 'ص ۱۸۲-۱۸۳۔
- (۴۰۱) ایضاً ایضاً۔
- (۴۰۲) ابن کثیر 'ج ۱۲' ص ۲۵۱۔ ابن الجوزی 'ج ۱۰' ص ۲۱۷۔ ابن الاثیر 'ج ۱۱' ص ۳۲۱۔ عماد عبدالسلام 'ص ۱۶۲۔
- (۴۰۳) سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ق ۱ ص ۲۶۲۔ عماد عبدالسلام 'ص ۱۶۲۔
- (۴۰۴) ابن رجب 'ج ۱' ص ۲۵۲۔ العسقلانی 'ج ۲' ص ۲۸۷۔
- (۴۰۵) ابن رجب 'ج ۱' ص ۲۸۳۔
- (۴۰۶) سبط ابن الجوزی 'ج ۸' ق ۱ ص ۲۴۰۔
- (۴۰۷) عواد 'ص ۱۸۲۔
- (۴۰۸) الذہبی 'ج ۴' ص ۳ (لہ) العبر 'ج ۵' ص ۱۸۵۔
- (۴۰۹) الصفدی 'ج ۸' ص ۱۶۷۔ العسقلانی 'ج ۱' ص ۱۱۱۔
- (۴۱۰) ابن القفطی 'ص ۱۸۱۔
- (۴۱۱) ایضاً ابن الساعی 'ج ۹' ص ۷۵-۷۷۔



- (۴۱۲) ابن کثیر ج ۱۳ ص ۲۵۰۔ الاستنوی ج ۱ ص ۱۱۸۔
- (۴۱۳) ابن العما د ج ۵ ص ۳۱۹۔ ابو شامہ ص ۳۹۔
- (۴۱۴) الذہبی العبر ج ۵ ص ۲۲۷۔
- (۴۱۵) ابن کثیر ج ۱۳ ص ۲۲۵۔
- (۴۱۶) البیاض ج ۴ ص ۴۶۰۔
- (۴۱۷) ابن الوطی ص ۱۲۷-۱۲۸۔ عواد ص ۱۲۲۔
- (۴۱۸) ایوبینی ج ۱ ص ۷۲۔ البسکی ج ۵ ص ۵۹۔
- (۴۱۹) ابو شامہ ص ۱۹۸۔ ابن کثیر ج ۱۲ ص ۱۷۹۔ ابن تغری بردی ج ۷ ص ۵۷۔ النعمانی
- ج ۱ ص ۲۵ و ۲۰۷۔ ابن شداد الاعلاق الخظیره ص ۲۴۵۔
- (۴۲۰) البسکی ج ۷ ص ۲۸۱۔
- (۴۲۱) ابن الفوطی ج ۴ ق ۱ ص ۳۱۴-۳۱۵ (حاشیہ)۔
- (۴۲۲) ابو منخرمہ ج ۲ ص ۲۰۱۔
- (۴۲۳) ایضاً۔
- (۴۲۴) ایضاً۔
- (۴۲۵) الذہبی ج ۴ ص ۱۴۰۵۔
- (۴۲۶) ابن شاکر ج ۲ ص ۴۷۱۔ الصفدی ج ۴ ص ۶۵۔ النعمانی ج ۲ ص ۹۳۔ ابن رجب
- ج ۲ ص ۲۳۷۔
- (۴۲۷) الذہبی ج ۴ ص ۱۴۰۶۔ ابن رجب ج ۲ ص ۲۳۸۔
- (۴۲۸) ایضاً ابن شاکر ج ۲ ص ۴۷۲۔ النعمانی ج ۲ ص ۹۲۔
- (۴۲۹) ابن کثیر ج ۱۳ ص ۱۷۰۔ النعمانی ج ۲ ص ۹۲۔
- (۴۳۰) الصفدی ج ۴ ص ۶۶۔ النعمانی ج ۲ ص ۹۲ و ۹۳۔
- (۴۳۱) یاقوت ج ۷ ص ۱۰۳۔ الصفدی ج ۵ ص ۱۰۔ ابن العما د ج ۵ ص ۲۲۷۔ البستانی
- ج ۴ ص ۲-۱-۱۰۳۔ آریانا ج ۱ ص ۲۹۴۔
- (۴۳۲) البسکی (مصر، المطبعہ الحسینیہ ۱۳۲۴ھ) ج ۵ ص ۴۱۔ الذہبی ج ۴ ص ۱۴۲۹۔ الاستنوی
- ج ۲ ص ۵۰۲-۵۰۳۔
- (۴۳۳) الذہبی العبر ج ۵ ص ۱۸۰۔
- (۴۳۴) یاقوت ج ۷ ص ۱۰۳۔ الصفدی ج ۵ ص ۱۰۔

- (۲۳۵) یاقوت 'ج ۷' ص ۱۰۳- ابن الفوطی 'ص ۲۰۵-
- (۲۳۶) ابن کثیر 'ج ۱۳' ص ۱۶۹- الصفدی 'ص ۱۰- ابن شاکر 'ج ۲' ص ۵۲۳- الذہبی 'ج ۲' ص ۱۲۲۹-
- (۲۳۷) یاقوت 'ج ۷' ص ۱۲-
- (۲۳۸) ابن الفوطی 'ص ۲۰۶-
- (۲۳۹) عیسیٰ اسکندر معلوف 'حقائق تاریخیہ' عن دمشق و حضارتها 'محاضرات الجمع العلمي' (دمشق 'مطبعة الجمع العلمي' ۱۹۲۹ء) ج ۱' ص ۱۶۲-۱۶۳-
- (۲۴۰) القزوينی 'آثار البلاد' ص ۳۸۷-
- (۲۴۱) الجمیلی 'ص ۳۱۵- یاسین بن خیر اللہ الخطیب العمری' الادباء فی تاریخ الموصل 'الجدباء' (الموصل ۱۹۵۵ء) ص ۶۶-
- (۲۴۲) یاقوت 'معجم البلدان' ج ۴۰ ص ۲۹۵- ابن خلکان 'ج ۱' ص ۱۹۷-
- (۲۴۳) ابن الاثیر 'ج ۱۰' ص ۲۵۱-
- (۲۴۴) المقریزی 'ج ۲' ص ۳۶۲-
- (۲۴۵) ابن عساکر 'تہذیب تاریخ' ج ۱' ص ۲۲۲-۲۲۳-
- (۲۴۶) ابن الجوزی 'المستطعم' ج ۸' ص ۲۳۸-
- (۲۴۷) الزرکلی 'ج ۲' ص ۱۹۵-
- (۲۴۸) حاجی خلیفہ 'ج ۱' ص ۲۷-
- (۲۴۹) المقری 'ج ۲' ص ۲۰۶ و ۲۰۷-
- (۲۵۰) ابو جعفر احمد بن الزبیر 'القسم الاخير من کتاب صلہ (الرباط' المطبعة الاقتصادية' ۱۹۳۸ء) ص ۱۵۲-۱۵۳-
- (۲۵۱) منتخب الدین بدیع اتابک 'کتاب عتبہ الکتبہ مجموعہ مراسلات دیوان سلطان سنجہ' (طهران شرکت سہانی ۱۳۲۹ء) ص ۷-۸-
- (۲۵۲) ناجی معروف 'تاریخ علماء المستعریہ' ج ۳ ص ۳۳۴- ابن الفوطی 'ص ۵۵-۵۶-
- (۲۵۳) ابن الجوزی ج ۹ ص ۶۸- السبکی 'ج ۴' ص ۳۱۹- ابن خلکان 'ج ۱' ص ۱۲۴-
- (۲۵۴) ناجی معروف 'علماء النظامیات' ص ۲۰۸-۲۱-
- (۲۵۵) السبکی 'ج ۴' ص ۳۱۳-۳۱۴-
- (۲۵۶) ابو شامہ 'کتاب الروضین' ص ۶۳-

- (۳۵۷) ابن الجوزی، ج ۹، ص ۶۸۔
- (۳۵۸) ہشی، ص ۳۱۰۔
- (۳۵۹) ناجی معروف، علماء النظامیات، ص ۳۶۔
- (۳۶۰) عواد، ص ۱۳۸۔
- (۳۶۱) ناجی معروف، علماء النظامیات، ص ۳۲-۳۵۔
- (۳۶۲) السبکی، ج ۲، ص ۲۲۳۔
- (۳۶۳) الیہتی، تتمتہ صوان الحکمتہ، ص ۹۶۔
- (۳۶۴) ایضاً۔
- (۳۶۵) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص ۳۰۶۔
- (۳۶۶) احمد بن علی الحسینی المعروف بابن عتبہ، عمدہ الطالب فی انساب آل ابی طالب، تحقیق نزار رضا (بیروت، دار کتبہ الحیاء ۱۳۵۸ھ) ص ۱۶۹۔
- (۳۶۷) عبدالرحمن سنیط قیتی الارطی، خلاصۃ الذهب المسبوک، (بغداد، مکتبہ المشنی، ۱۹۶۵ء) ص ۲۸۸۔
- (۳۶۸) ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۱۵۹۔
- (۳۶۹) ابن الفوطی، الحوادث الجامعہ، ص ۸۹۔
- (۳۷۰) ابن الفوطی، ج ۴، ق ۴، ص ۸۳۲ (حاشیہ)۔
- (۳۷۱) ایضاً، ج ۴، ق ۳، ص ۱۹۳۔
- (۳۷۲) ابن العبری، ص ۲۷۲۔
- (۳۷۳) ابن الفوطی، ص ۸۹۔
- (۳۷۴) احمد عیسیٰ بک، ص ۲۰۹-۲۰۱۔
- (۳۷۵) محمد کرد علی، خطط الشام، ج ۶، ص ۱۹۲۔
- (۳۷۶) ابن ابی اصیغہ، ج ۳، ص ۳۹۰-۱، التعیمی، ج ۲، ص ۱۲۹۔
- (۳۷۷) ایضاً، ص ۳۹۵۔
- (۳۷۸) ایضاً، ص ۳۹۷۔
- (۳۷۹) ایضاً، ص ۳۹۸-۱، التعیمی، ج ۲، ص ۱۲۹۔
- (۳۸۰) ایضاً۔
- (۳۸۱) ایضاً۔

- (۳۸۲) ایضاً ص ۳۹۹۔ ۱ نعنمی، ج ۲، ص ۱۳۰۔ الذہبی، العبر، ج ۵، ص ۱۱۱۔ ابن کثیر، ج ۳، ص ۱۳۰۔
- (۳۸۳) عباس العزاوی، التقد الاذبی و مصادرہ، مجلہ المجموع العلمی العراق، ج ۷، (۱۹۶۰ء) ص ۸۹۲۔
- (۳۸۴) ۱ کتبی، ص ۲۷۳۔ ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۱۰۶۔

## باب ششم

### کتاب سازی: وراقت

باب پنجم میں ادارہ جاتی، عوامی اور علمی کتب خانوں کا تذکرہ کیا گیا تھا، جو عمد عباسی میں اقسام کتب خانہ کے سلسلہ کی آخری کڑی تھی۔ ان کتب خانوں کے تذکرہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی قلمرو میں ہر نوع کے کتب خانوں کی کثرت، حکمِ اقرأ "قیدوا العلم بالکتاب" اور اس کے زیر سایہ نشوونما پانے والی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی و عوائل و محرکات کتب خانہ اس حکمِ الہی و ارشادِ نبوی ﷺ کا رہین منت ہے۔ اس سے ہر طرف علم کی روشنی پھیلتی رہی ہر شہر اور بستی میں علمی و تحقیقاتی سرگرمیاں پروان چڑھتی رہیں۔ ہر موضوع پر نئی کتابیں بازار میں آتی اور کتب خانوں میں پہنچتی رہی تھیں۔

عمدِ عباسی میں کتب و کتب خانہ ہر پڑھے لکھے کا ایسا ہر دل عزیز مشغلہ بن گیا تھا کہ اس کے بنانے، رکھنے اور دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچانے کے لئے وہ اپنی عمر عزیز کا معتد بہ حصہ کتابوں کی نقل، تصحیح و مقابلہ میں صرف کرتا۔ پھر اسے کتب خانوں میں وقف کرتا تھا ان کتب خانوں کی طلب و رسد جن ذرائع سے پوری ہوتی اور کتاب جن منازل سے گزر کر کتب خانوں میں پہنچنے کے لائق ہوتی تھی، اس باب میں اس کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے اس لئے اس کا عنوان کتاب سازی: وراقت رکھا گیا ہے۔

باب ششم کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ کاغذ سازی، اس کے اقسام، صنعت کاغذ سازی کے مراکز کاغذ کی مقامی نسبتوں سے شہرت، بہترین کاغذ کی پہچان، سامان کتابت، قلم، دوات، سیاہی، نقل و ضبط کا اہتمام، کتابت و خوشنویسی اور اقسامِ خط و تحریر شناسی، مدارس میں خوشنویسی کا قیام، کتابوں میں اعراب کا اہتمام، مقابلہ و تصحیح کتاب، محو عبارت و الحاق نقص، قواعد کتاب، تصحیح میں احتیاط و اصطلاحات کتابوں کا ضابطہ اخلاق، ناقل و کاتب کی شروط۔

دوسرا حصہ صنعت وراقت، سوق الوراقین کی نوعیت، کثرت مراکز اور ان کی علمی و ثقافتی حیثیت، تجارت کتب، کتب فروشوں کی خصوصیات، فروغ تجارت کتب کے عوائل، معیاری و مستند ناشرین، گران و ارزاں قیمت کتب کے عوائل، انتخاب کتب کے اصول و مبادی اور تبصرہ کتب پر مشتمل ہے۔ اس لئے کہ عمد عباسی میں کتابوں کا ان تمام پہلوؤں سے جائزہ لیا جاتا تھا، ان مراحل

سے گزرنے کے بعد کتاب کتب خانہ میں جگہ پاتی اور اہل علم کے استفادہ کے لائق سمجھی جاتی تھی اس سے عہد عباسی کے اس علمی و ثقافتی ورثہ کی قدر و قیمت اور استنادی حیثیت کی وضاحت ہوتی ہے جو کتب خانوں میں طلبہ، اساتذہ، محققین و شائقین کتب کے استفادہ کیلئے رکھا جاتا تھا۔ عہد عباسی کی یہ وہی تحقیقات و تخلیقات تھیں جنہیں یورپ کی ترقی اور موجودہ تحقیقات کی اساس بننے کا فخر حاصل ہے۔



## پہلا حصہ (اجمالہ خاکہ)

- ☆ ----- کاغذ سازی
- ☆ ----- کاغذ کی تین نسبتوں سے شہریت
- ☆ ----- اقسام کاغذ
- ☆ ----- بہترین کاغذ کی پہچان
- ☆ ----- کاغذ سازی کا ضابطہ اخلاق
- ☆ ----- سامانِ کتابت (قلم، دوات اور سیاہی)
- ☆ ----- کتابت و خوش نویسی
- ☆ ----- اقسام خط
- ☆ ----- تحریر و کتب شناسی
- ☆ ----- خوشنویسی کا پیشہ و رانہ مدرسہ
- ☆ ----- نقل و ضبط کا اہتمام
- ☆ ----- کتابوں میں اعراب کا اہتمام
- ☆ ----- کتاب کا مقابلہ
- ☆ ----- تخریج اور الحاق نقص
- ☆ ----- ضرب (قلم زد کرنا) حک (رگڑنا) شق (چیرنا) اور محو (مٹانا)
- ☆ ----- صحت کے اصول و قواعد اور احتیاطی پہلو
- ☆ ----- تصحیح میں احتیاط اور اصطلاحات
- ☆ ----- کاتبوں کا ضابطہ اخلاق
- ☆ ----- کاتب و ناقل کی شہریت



## کاغذ سازی

روئی سے کاغذ کی ایجاد اور اس کی صنعت کے اولین خط و خال سے بحث ہمارے مقالہ کا موضوع نہیں۔ اس لئے ہم عہد عباسی میں موادِ کتب سے روشناس کرانے کیلئے اس کے سرسری اترہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔ کاغذ کی صنعت نے سلطنتوں کو چاندی اور سونے کے سکوں کے بوجھ سے ناکرنے کیلئے زر کاغذی مہیا کیا اور علمی و ادبی دنیا میں ایک انقلاب برپا کیا۔ یہ کہنا بجا ہے کہ کاغذ ہی واحد ذریعہ ہے جس نے قدیم و جدید علمی سرمایہ کو منتقل کرنے، محفوظ رکھنے، اسے آئندہ نسلوں تک پہنچانے، کتب خانوں کو پروان چڑھانے میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے۔

مسلمانوں نے جب اس صنعت سے دنیا کو روشناس کرایا علمی و ثقافتی ورثہ اسی کاغذ پر اس وقت سے منتقل ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔ پیپائرس کا آج تاریخوں میں نام ضرور روشن ہے لیکن اری لائبریریاں اس سے خالی ہیں، بابل و غینوا کی کھدائی سے جو الواح دریافت ہوئی ہیں وہ اگر تو اتر کے ساتھ نقل ہوتی رہتیں تو بھی یہ نئی دریافت بنی نوع انسان کیلئے ناگزیر تھی۔ اس اعتبار سے کاغذ موادِ کتابت ہے جس نے ناپائیداری کے باوجود اپنی ارزانی و فراوانی کے سبب ہر نوع کے قدیم و جدید علمی سرمائے کو ہم تک باآسانی منتقل کیا۔ تحریکِ احیاءِ علوم و فنون، تحریکِ کتب خانہ سازی کو باتِ جاوید بخشی اور گھر گھر کتب خانہ قائم کیا۔

عہدِ قدیم سے جن متمدن اقوام میں نوشت و خواند کا آغاز ہوا اور تھوڑا بہت چرچا رہا تھا نامیں مصری، رومی، فارسی، ہندی، چینی، یونانی، عرب سب ہی شامل تھے۔ انہوں نے جو مواد لکھنے کیلئے انتخاب کیا تھا اس کا تذکرہ ابن الندیم نے الفہرست میں کیا ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان نے لکھنے کیلئے مٹی، پتھر، لکڑی، تانبا، درخت کے پتے، چھال، گھاس، بڑا، حڈی، کپڑا اور اوراقِ بردی (Papyrus) اور چینی کاغذ سب ہی کچھ استعمال کیا تھا۔ چنانچہ اشور کی پال کا پورا کتب خانہ گلی تختیوں (Clay Tablets) پر مشتمل تھا۔ (۱)

(۱) یونانی چمڑے پر۔ (۲)

رومی سفید ریشم پر، نرم کھال اور اوراقِ بردی پر، جنگلی گدھے کے چمڑے پر، اہل فارس بھینس، گائے اور بکری کی کھال پر، عرب اونٹ کے شانہ کی حڈی، سنگِ سفید کے ٹکڑوں، کھجور کی چوڑی چمکی ٹہنیوں۔ (۳)

اور چمڑے پر بھی لکھتے تھے۔ (۴)

- (۳) چینی گھاس سے تیار کردہ کانڈ پر لکھتے تھے۔ (۵)
- (۵) اہل ہند تانبے، پتھر اور سفید ریشم پر لکھا کرتے تھے۔ (۶)
- (۶) فوری ضرورت کیلئے لوگ لکڑی اور درخت کے پتوں کو تحریر کے لئے استعمال کرتے اور تحریر کو تادیر رکھنے کے لئے توڑ کے پتوں پر بھی لکھتے تھے۔ (۷)
- (۷) عہد عباسی میں لکھنے کے لئے چمڑا بھی استعمال میں آتا تھا لیکن چمڑے کی نسبت کانڈ پر تحریری مواد زیادہ آتا ہے۔ یہ سستا اور ہر وقت بہ آسانی میسر ہے۔ پھر اس کا نقل و حمل آسان، ان وجوہ سے مسلم معاشرے میں اسے قبول عام حاصل ہوا اور چمڑے کا چلن جاتا رہا۔ کانڈ کی موجودگی میں اگر کوئی چمڑا استعمال کرتا تو معاشرہ میں حیرت اور استعجاب کی نظر سے دیکھا جاتا۔ اس سے سوال کئے جاتے۔ چنانچہ جاظہ سے بھی سوال کیا گیا اس نے مزاحیہ انداز میں چمڑے کے استعمال کی خوبیوں اور خرابیوں کی نشاندہی کی۔ چنانچہ لکھتا ہے:

”تم کہتے ہو کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم نے اپنی کتابیں چینی اور خراسانی کانڈ پر تیار نہیں کرائیں اور تم پوچھتے ہو تم نے چمڑے پر کیوں لکھوایا اور تم کیوں اسکی ترغیب دیتے ہو؟ حالانکہ جانتے ہو اور اس کا حجم خشک ہو کر کتر ہو جاتا ہے وزن ثقیل ہے اگر پانی پہنچ جائے خراب ہو جا۔ اور اگر نمی کا دن ہو تو ڈھیلا ہو جائے اگر ڈھیلا بھی نہ ہو تو چمڑے والے نزولِ باران کو پسند نہیں کرتے وہ بارش سے خوش نہیں ہوتے۔“

تمہیں معلوم ہے کہ وزاتی ان ایام میں ایک سطر نہیں لکھتا نہ چمڑا کا تھا ہے جب کہ وہ تر پھر بارش بھی ہو جائے وہ بھیگ بھی جائے ڈھیلا ہو کر دراز ہو جائے اور جب خشک ہو جائے تو پخت کھینچ تان کے بعد اپنی اصلی حالت پر لوٹتا ہے اور وہ زیادہ بدبودار اور زیادہ گراں قیمت ہو جاتا ہے وہ دھوکے کا زیادہ محتمل ہوتا ہے اس میں کوئی کو واسطی اور واسطی کو بصری بنایا جاسکتا ہے اسے پرانا کیا جاسکتا ہے تاکہ اسکی بودور ہو جائے اسکے بال صاف ہو جائیں، اس میں گرہ زیادہ ہوتی ہیں یہ زیادہ تر غبار آلود ہوتے ہیں اور بیشتر ناکارہ سیاہی اس میں جلد پہنچتی ہے اس میں تحریر کا زیادہ جلدی مٹ جانا زیادہ عام ہے اور صاحبِ کتب خانہ یہ چاہے کہ بقدر حاجت کتابیں سفر میں ساتھ لے لے تو اسکے لئے بارشتر بھی کافی نہیں اور قطنی کانڈ کی کتابیں بارشتر بھی سفر میں ساتھ لیجانا چاہے بھی کفایت کرتا ہے اور تم نے مجھے بتایا ہے کہ یہ تغیر و تبدل کو زیادہ برداشت کرتا ہے اور زمانہ دور تک رہتا ہے اور عمارت لینے دینے اور ہاتھوں میں گھومتے پھرتے رہنے سے ان میں کوئی فرق نہیں اسکی پھر بھی قیمت اٹھتی ہے اور مٹا ہوا بھی کام آتا ہے اسکی طرف رجوع کیا جاتا ہے اسے پھر زندہ

جاتا ہے وہ پھرنے کی قیادت کرتا ہے۔

قطنی کاغذ کی بازار میں قیمت نہیں ہے (بہت سستا ہے) اگر تم بازار والوں کو ورق برابر چمڑا پیش کرو اور اس پر بال لگے ہوں اور بیکار باتیں بھی لکھی ہوئی ہوں۔ یوں تو اور بھی زیادہ قیمت اٹھے گی اور لوگ خریداری میں جلدی کریں گے۔ (۸)

میں کہتا ہوں حساب کتاب چمڑوں پر لکھا جاتا ہے دفاتروں میں چمڑوں پر لکھی ہوئی تحریروں پر اعتماد کیا جاتا ہے، عہد و پیمان، شرائط، بیع و شرا کے معاملات، زمینوں کی خرید و فروخت اور نقشہ جات سے متعلق امور چمڑوں پر لکھے جاتے ہیں۔ نقشہ جات انہی پر بنائے جاتے ہیں، پھر دیمک کاغذ کو جلد کھا جاتی ہے۔“

مذکورہ بالا اشیاء میں کچھ اپنی ناپائیداری، ناہمواری، کمیابی، سختی، گرانی، نقل و حمل کی دقت، ذخیرے کے لئے زیادہ جگہ کی احتیاج اور غیر معمولی محنت کے بعد کار آمد بنانے کی وجہ سے زیادہ استعمال میں نہیں آسکتی تھیں اس لئے ان متمدن اقوام میں نوشت و خواند کا سلسلہ ہمیشہ نہایت مختصر و محدود طبقہ میں دائر و سائر رہا تھا اس لئے کتب خانوں کی تعداد دہائیوں سے آگے نہیں بڑھ سکی تھیں۔ اہل مصر لکھنے کے لئے پپائرس (Papyrus) جو گھاس سے تیار کیا جاتا تھا استعمال کرتے تھے (۹) عربی میں قرطاس اور اراق بردی کے نام سے بھی معروف ہے۔

قرطاس (مفرد) بکر قاف بمعنی پپائرس اور قراطیس (جمع) مفتوح قاف قرآن میں آیا ہے (الانعام ۷- ۹) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل عرب قرطاس سے آشنا تھے۔ یہ کارٹس (Chaorts) کا معرب ہے۔ (۱۰) پہلی اور دوسری صدی ہجری کے اوائل تک کاغذ کی نشرو اشاعت سے قبل مسلمانوں میں قرطاس کا استعمال رہا اور کاغذ کے رواج پذیر ہونے کے بعد بھی قرطاس و قراطیس مصر کی نسبت کی صورت میں بلاشبہ اوراق بردی کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن مصر کی نسبت کے بغیر بلا قرینہ ہمیشہ کاغذ کے معنی میں آیا ہے۔ چنانچہ بغداد کا محلہ درب القراطیس کاغذ سازی کی وجہ سے مشہور تھا۔ (۱۱) اور اسلامی قلمرو میں کاغذ و محلہ کاغذ سازان دونوں کی اس معنی و نسبت سے شہرت رہی ہے یہی وہ مقامات تھے جہاں کاغذ ساز رہتے اور کاغذ بنتا تھا۔ اس لئے زمحشری نے مقدمة الادب (۱۲) میں اور میدانی نے السامی فی الاسامی میں قرطاس کا ترجمہ لفظ کاغذ سے کیا ہے، کاغذ یا کاغذ جسکی جمع کواغذ (۱۳) اور کواغیذ (۱۴) آتی ہے۔ امام لغت صفائی لاہوری نے تصریح کی ہے کہ یہ لفظ عربی میں فارسی زبان سے آیا ہے (۱۵) لیکن دراصل یہ چینی زبان کا لفظ ہے۔ لوفر (Laufer) کے بقول یہ Ku-Chih اور قدیم زبان میں Kokei-Kokdz سے کاغذ بنا ہے۔ فرلی کی رائے یہ ہے کہ ممکن ہے یہ لفظ ترکی ہو (۱۶) یہ

چونکہ چینی ترکستان کا علاقہ تھا اس لئے اسے ترکی الاصل کہنا بھی درست ہے۔

عہد عباسی میں ورق سازی کاغذ سازی کی صنعت میں مہارت و کاغذ فروشی میں شہرت کی بناء پر اہل علم کو قراطیسی (۱۷) کاغذی (۱۸) اور ”وراق“ (۱۹) کی نسبت سے شہرت حاصل رہی ہے۔ دمشق میں آج بھی ایک خانوادہ قراطیسی کی نسبت سے مشہور ہے اور اس خاندان کے افراد کاغذ کی تجارت کرتے ہیں۔ (۲۰) عہد عباسی میں کتب فروشی پر قراطیس کی طرح کسراسہ کی طرف نسبت کی وجہ سے کراسی کا لفظ بھی بولا جاتا تھا لیکن جلد ہی لفظ ”وراق“ نے ان کی جگہ لے لی تھی اس لئے بعض اہل لغت کی یہ رائے ہے کہ وراقت کا دائرہ تجارت کتب تک محدود نہیں تھا بلکہ کتاب اور سامان کتابت ورق کتابت، نقل کتابوں کی سلائی، جلد سازی ہر چیز پر اس کا اطلاق ہوتا تھا۔ (۲۱) دنیا میں سب سے پہلے ۱۰۵ عیسوی میں ایک چینی سائی لون (۲۲) زائی لون (Ts'ainlun) نے گھاس سے کاغذ تیار کیا تھا (۲۳) ابن الندیم نے چینی کاغذ، ابن ابی بعیرہ کے خزانۃ الکتب میں دیکھا تھا۔ (۲۴) مسلمانوں نے اس صنعت کو ان سے سیکھا، کتان (السی) اور قطن (روئی) سے کاغذ تیار کیا۔ (۲۵)

کاغذ سازی کا آغاز دور اموی میں ہو چکا تھا (۲۶) اس امر کا اعتراف اس عصر کے نامور محقق کرد علی کو بھی ہے (۲۷) علامہ شہاب الدین ہارون بن بہاء الدین مرحانی المتوفی ۱۲۰۶ھ نے وفیات الاسلاف میں تصریح کی ہے کہ یوسف بن عمرو مکی نے قتیبہ بن مسلم کی فتح سمرقند ۸۷ھ / ۶۷۵ء (۲۸) کے بعد ۸۸ھ / ۷۰۶ء کے حدود میں حجاز میں روئی سے کاغذ بنایا تھا (۲۹) اس کاغذ کو ابن الندیم نے ”ورق تہامی“ کے نام سے ذکر کیا ہے جو اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ ابن ابی بعیرہ کے خزانۃ الکتب میں دیکھا تھا (۳۰) ہمارے علم میں نہیں کہ ابن الندیم کے علاوہ کسی مورخ نے تہامی کاغذ تذکرہ کیا ہو اگر ابن الندیم نے ورق تہامی کو نہ دیکھا ہوتا تو علمی دنیا کو اس کا نام بھی معلوم نہ ہوتا۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوسف بن عمرو مکی کا کاغذ سازی کا دائرہ حدود تہامہ سے آگے نہیں بڑھا (۳۱) لئے اس کی جیسی شہرت چاہئے تھی نہ ہو سکی، اس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کاغذ سب سے پہلے حجاز کی زمین میں تیار کیا گیا ہو تو کچھ مستبعد نہیں۔ بلاد مغرب میں موسیٰ بن نصیر المتوفی ۹۷ھ / ۷۱۵ء نے قتب (سن) کتان سے کاغذ بنانے کا طریقہ ایجاد کیا تھا (۳۱)

اس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ براعظم ایشیاء اذریورپ میں مسلمانوں نے کاغذ سازی کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ ۱۳۳ھ / ۷۵۱ء میں جنگ اطلح میں امیر زیاد بن صالح حارثی المقتول ۱۳۵ / ۷۵۲ء کچھ چینی کاغذ سازوں کو اسیر بنا کر لے آئے۔ چینی کاغذ گھاس سے بناتے تھے مسلمانوں نے کاغذ قطن (Cotton) سے بنایا (۳۲) قطنی کاغذ کہا جاتا تھا بعض اہل علم کا خیال ہے کہ پرانی رسیوں کے فرسودہ ٹکڑوں سے بنایا جاتا تھا۔ (۳۳) آرم



کی تحقیق یہ ہے کہ برگِ توت اور غالبِ ہندی سے کاغذ بنایا جاتا تھا (۳۳)۔

اہلِ سمرقند نے ان چینی کاغذ سازوں سے کاغذ بنانا سیکھا۔ پھر بلادِ مشرقی میں اسی صنعت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اس لئے اس کا انتساب چینی کاغذ سازوں کی اسیری کے واقعہ سے ہو کر رہ گیا۔ (۳۵) اور کاغذ سازی کی صنعت کو عہدِ عباسی کی اولیات سے شمار کیا جانے لگا۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس واقعہ کے بعد کاغذ سازی کی صنعت کو بتدریج پورے اسلامی قلمرو میں کاشغر سے فرناطہ تک ترقی کرنے کی سہولتیں حاصل ہوتی رہیں۔ اس صنعت میں مسابقت کا جذبہ بھرا، مشرق و مغرب کے کم و بیش ہر بڑے شہر میں کاغذ سازوں کے کوچے، محلے اور بازار آباد ہو گئے تھے اور ۱۷۱ھ / ۷۹۳ء میں بغداد میں بازارِ کتب کے قیام سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی شہروں میں اس صنعت کا نہایت بڑی سے رواج ہو چکا تھا۔ (۳۶)

## (۱) کاغذ کی تین نسبتوں سے شہرت

عہدِ عباسی میں کاغذ کو اسلامی قلمرو میں تین نسبتوں سے شہرت حاصل تھی۔

(۱) بلاد کی نسبت سے جیسے ورقِ سمرقندی

(۲) کاغذ کے کارخانہ کے مالکان کی نسبت سے جیسے ورقِ سلیمانی

(۳) کاغذ سازوں کی نسبت سے جیسے ورقِ منصور

عہدِ عباسی میں جو ممالک و بلاد کاغذ کی صنعت کا مرکز رہے ہیں وہ حسبِ ذیل تھے۔

- ماوراء النہر۔ چنانچہ ابراہیم اصطخری کا بیان ہے کہ بلدانِ اسلام میں نوشادر و کاغذ

میں ماوراء النہر کے کاغذ کا جواب نہیں ہے۔ (۳۷) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چوتھی

صدی ہجری میں کاغذ کی صنعت پورے اسلامی قلمرو میں پھیل گئی تھی۔

- خراسان (۳۸) خراسانی کاغذ کی شہرت اندلس تک پہنچی ہوئی تھی (۳۹) نیشاپور میں

سکتہ الوراقین تھا (۴۰)۔

- بلخ۔ بلخی کاغذ اندلس تک مشہور تھا (۴۱)۔

- عراق۔ بغداد میں دوسری صدی ہجری کے ربعِ آخر میں فضل بن یحییٰ برمکی نے یہاں کاغذ

سازی کا کارخانہ قائم کیا تھا (۴۲)۔ محلہ کرخ (۴۳) بغداد اور محلہ دارالقرن بغداد میں کاغذ

تیار کیا جاتا تھا (۴۴)۔ سامراء میں خلیفہ معتصم نے مصری کاغذ سازوں کو آباد کیا تھا

انہوں نے کاغذ بنایا لیکن وہ پائیدار نہ تھا (۴۵)۔ تیسری صدی ہجری میں بغداد میں کاغذ

بہت اچھا بنتا اور نہایت سستا بکتا تھا چنانچہ محمد بن غالب بصری ثم بغدادی المعروف

بغنام المتونی ۲۸۳ھ کے پاس چند طلبہ حدیثیں لکھنے کے لئے آئے، موصوف بے تکال کر سامنے رکھ دئے، وہ پرانے کاغذ پر لکھنے لگے تو غنام نے کہا ”یاں الکاغذ رخیص ببغداد، فلو کتبتموه فی کاغذ اجود هذا“ (۴۶) بیو، بغداد میں کاغذ سستا ہے کاش تم اس سے بہتر کاغذ پر لکھتے۔ پانچویں صدی ہجری میں کاغذ کی صنعت بغداد میں بہت عروج پر تھی (۴۷) واسط میں بھی صنعت کاغذ تھی (۴۸)۔

۵۔ شام۔ یہاں اچھا کاغذ بنتا اور مصر بھیجا جاتا تھا (۴۹) شام کے حسب ذیل شہروں میں بنایا جاتا تھا۔

(۱) دمشق (۵۰)	(۲) طبریہ (۵۱)	(۳) فلسطین (۵۲)
(۴) حماة (۵۳)	(۵) حلب (۵۴)	(۶) منبج (۵۵)

طرابلس الشام یہاں کاغذ سمرقندی کاغذ کی طرح ہوتا تھا۔ (۵۶)

۶۔ مصر۔ یہاں کے کاغذ سازوں کی بھی شہرت تھی اسی لئے معتم نے یہاں سے سازوں کو سامراء میں آباد کیا تھا۔ (۵۷) فسطاط، یہاں خطہ (بستی) بنی ریحہ میں باب الدین اور سویقہ امیر الجیوش کے درمیان خطہ خان وراقہ میں کاغذ تیار کیا جاتا تھا۔ (۵۹)

۷۔ ایران۔ خونا میں جس کا تذکرہ کتابوں میں خونج کے نام سے کیا جاتا ہے کاغذ کاغذ تیار کیا جاتا تھا۔ (۶۰)۔

۸۔ ہندوستان میں بھی کاغذ تیار کیا جاتا تھا اس کاغذ کی صدائے بازگشت اندلس تک سنائی ہے۔ ابو حامد غرناطی نے ہندوستان کے ساختہ کاغذ کو بلخ و خراساں کے ہم پایہ کاغذ کہا ہے (۶۱) ممکن ہے یہ کاغذ کشمیر، سیالکوٹ اور لاہور میں سے کسی جگہ بنتا ہو۔

۹۔ مغرب، اندلس، مشرق (ایشاء) سے کاغذ کی صنعت مسلمانوں کے ذریعہ مغرب میں پھیلی۔ چنانچہ قرطبہ میں بے نظیر (۶۲) شاطیہ میں نہایت عمدہ (۶۳) اور صقلیہ (۶۴) میں بھی کاغذ بنایا جاتا تھا (۶۴)۔ سولہویں صدی عیسویں میں یہاں سے کاغذ سلطنت یورپ کے مغربی ممالک میں پہنچی تھی (۶۵)۔

## (۲) اقسام کاغذ

ابن الندیم نے چوتھی صدی ہجری تک اسلامی دنیا میں حسب ذیل چھ قسم کے کاغذوں کی

شاندھی کی ہے۔

(۱) سلیمانی	(۲) طلحی	(۳) نوحی
(۴) فرعونی	(۵) جعفری	(۶) طاہری (۶۶)

## (۳) بہترین کاغذ کی پہچان

علامہ ثعالبی (۳۵۰ - ۵۴۹ھ) نے عہد عباسی میں اسلامی قلمرو میں کاغذوں میں سمرقندی کاغذ کو (۱) سب سے زیادہ بہتر (۲) سب سے زیادہ نرم (۳) سب سے زیادہ لطیف اور (۴) سب سے زیادہ باریک و صاف قرار دیا ہے (۶۷) موصوف نے جن خوبیوں کی بناء پر اس کو سب سے بہتر اور اعلیٰ معیار کا کاغذ قرار دیا ہے اسکی تصدیق گیارہویں صدی ہجری میں رضی الدین محمد بن حسن قزوینی المتوفی ۱۰۹۶ء کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

”ہم نے تمام شہروں کے کاغذ کا تجربہ کیا ہے مگر سب سے زیادہ عمدہ، دریا، مضبوط کاغذ (۱) بغداد، (۲) دمشق، (۳) آمل اور (۴) سمرقند کا پایا جو لکھنے کے لائق ہیں دوسرے شہروں کے کاغذ ناپائیدار ہیں وہ ایک زمانے کے بعد تڑخ جاتے ہیں“ (۶۸)۔

رومی سے کاغذ کی ایجاد اور اس کے فروغ تجارت نے معاشی اعتبار سے مسلمانوں کو خوشحال بنایا اور ان کے علمی ورثے سے دوسروں کو بہرہ مند کیا۔ ذہنی تنویر بخشی چنانچہ پایائیت جس نے علم کو ایک مخصوص طبقہ تک محدود کر دیا تھا اس کی وجہ سے عیسائی حکمرانوں کی رعایا اوہام پرستی و تعصب میں مبتلا تھی۔ مسلمانوں کی کاغذ کی تجارت نے اسے توہم پرستی و تعصب سے کسی حد تک دور رکھا چنانچہ کاغذ جوں جوں پھیلتا گیا کتابیں وجود میں آتی گئیں۔

علم کی روشنی سے لوگوں کے دماغ روشن ہوتے رہے، کاغذ کی ارزانی و فراوانی کی وجہ سے ہر طبقہ کے لوگوں کو کاغذ و کتاب کی خریداری میں کوئی تامل نہیں رہا۔ ہر شخص آسانی سے کاغذ و کتاب خریدتا، پڑھتا اور علمی دولت سے مالا مال ہوتا تھا۔

معاشرہ میں روز افزوں شرح خواندگی میں اضافہ کی وجہ سے دنیا سے جہل، تنگ نظری و اوہام پرستی کا خاتمہ ہونے لگا تھا۔ ان حقائق کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ عیسائی دنیا سے تعصب و اوہام اور جہل کے پردوں کو چاک کرنے میں مسلمانوں کی کاغذ سازی کی صنعت کا بڑا دخل ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف وان کریم کو بھی ہے۔ وہ کہتا ہے:

”یوں علم و فن کی عام اشاعت اور اس کی ترویج کا سہرا عربوں ہی کے سر ہے، علوم کی اشاعت برابر بڑھتی گئی اور عربوں کا لگایا ہوا پودا اس قدر بار آور ہوا کہ اس کی بدولت مذہبی تعصب، اوہام پرستی اور بے جا تحکم کا بالکل خاتمہ ہو گیا، مختصر یہ ہے کہ اس وقت سے تمدن کا ایک نیا دور شروع ہوا“ (۶۹)۔

بریفالٹ نے کانغذ کی ایجاد و ترویج کی داد تحسین حسب ذیل الفاظ میں دی ہے:

”یہ قابل غور اور حیرت انگیز حقیقت ہے کہ یونان اور روما جنہوں نے دنیا کی ہیئت کاملاً بدل کر رکھ دی اور تہذیب کی ایک نئی کائنات تخلیق کی ایک بھی اہم عملی ایجاد یا صنعتی اکتشاف نہ کر سکے..... بابل و مصر کے اولین ایام سے لے کر کسی اہم اور نئے مادی اکتشاف کا سراغ نہیں ملتا۔ آنکہ عربوں نے یورپ میں کانغذ سازی بارود سازی اور ناخداؤں کے قطب نما کو رواج دیا جس کی دانش و بصیرت نے فکر و ذہن کی ایک ایسی نئی دنیا پیدا کر دی جو مشرق کے مقابلے میں ایسی ہی تھی جیسے آدمی رات کے مقابلے میں دوپہر“۔ (۷۰)

بریفالٹ ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے:

”عربوں نے یورپ میں اپنی تین ایسی ایجادیں رائج کیں جس میں سے ہر ایک نے دنیا میں عجیب انقلاب پیدا کر دیا، اول، ناخداؤں کی قطب نما جس کی برکت سے یورپ دنیا کے کناروں تک پھیل گیا، دوم بارود، جس نے زرہ بکتر پہننے والے ناسٹوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا، سوم کانغذ جس سے اشاعت و طباعت کا راستہ صاف ہوا، کانغذ کے رواج نے جو انقلاب پیدا کیا وہ اہمیت میں طباعت کی ترویج سے کم نہ تھا“ (۷۱)۔

اسلام نے تجارت و دستکاری پر زور دے کر ان کو بھی عبادت بنا دیا تھا اس لئے مسلمان ہر نئی صنعت سیکھتے، اسے اپناتے اس میں جدت پیدا کرتے اور خوب ترقی دیتے تھے۔ جوزف ہیل کہتا ہے:

”اسلام نے دستکاری کے فوائد اور خوبیوں پر زور دیکر دستکاری اور تجارت کو ایک مذہبی شکل دے دی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں کہیں مسلمانوں کو کوئی نئی چیز ملتی تھی وہ فوراً اسے اپناتے اور اس میں مزید وسعت و نشوونما پیدا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جب سنا کہ اسلامی قلمرو کے کسی دور دراز حصے (سے بھی دور) غالباً چین میں کانغذ تیار کیا جاتا ہے تو انہوں نے فوراً اسکی طرف توجہ کی یہاں تک کہ عباسیوں کے ابتدائی زمانے میں سمرقند کے اندر کانغذ سازی کا ایک کارخانہ جس میں غالباً چینی کام کرتے تھے قائم ہو گیا۔

انہیں ابھی کانغذ بناتے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ انہوں نے اس کے لئے چیتھروں

اور کپڑوں کا تجربہ شروع کیا۔ ۵-۷۹۳ء میں بغداد میں کاغذ سازی کا سب سے پہلا کارخانہ قائم ہوا اور حکومت کے دفاتر میں کاغذ کا استعمال شروع ہوا، رفتہ رفتہ تمام سلطنت میں کاغذ سازی کے کارخانے جاری ہو گئے، جہاں نت نئے قسم کا کاغذ تیار ہوتا تھا، ریشم کا کاغذ، روئی کا کاغذ، موٹا اور باریک، صاف کھورا، سفید اور رنگدار کاغذ بننا شروع ہوا۔ بانس کے کاغذ اور چھڑے کا زمانہ ختم ہوا اور اب لکھنے کیلئے اس سے کہیں سستا سامان میسر آتا تھا۔ یہ علوم و فنون اور ادب کے فروغ کیلئے ایک اچھا ٹھکانہ تھا (۷۲)۔

مشرق و مغرب (ایشیاء افریقہ اور یورپ) میں علوم و فنون کے فروغ، کتابوں کی اشاعت اور کتب خانوں کے ترقی پذیر سلسلہ کے احیاء کی خاطر اسلامی قلمرو میں کہیں بھی کاغذ کی صنعت و تجارت پر کسی قسم کا ٹیکس اور کشم ڈیوٹی نہیں لگائی گئی اس سے کاغذ کی صنعت و تجارت کو ہر پھوٹے بڑے شہر میں فروغ حاصل ہوا اور علمی دنیا کو اس سے ترقی کرنے کا موقع ملا۔ چنانچہ وان کریم لکھتا ہے:

”عمد عباسی میں کاغذ کی تجارت پر کسی قسم کا ٹیکس اور کشم ڈیوٹی نہیں تھی اس لئے بھی کاغذ کی تجارت کو بہت فروغ حاصل تھا“ (۷۳)۔  
وان کریم دوسرے مقام پر لکھتا ہے:

”کاغذ سازی سے صنعتِ علوم و فنون کی اشاعت کو غیر معمولی ترقی ہوئی اور اسی صنعت کی وجہ سے مسلمانوں نے یورپ کے بازاروں میں اپنا سکہ بٹھایا (۷۴)۔ عربوں نے کاغذ سازی کی صنعت کو جلد ہی ترقی دی، کلنی سستا اور اچھا کاغذ بنا کر ایشیاء کے بازاروں سے گزار کر مسیحی یورپ کے بازاروں کو بھی یہ کاغذ مہیا کرنے لگے اس لئے علم و فن کا دائرہ کار وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا“ (۷۵)۔

مسلمانوں نے علم جیسی بیش بہا چیز کو بغیر امتیاز کے عام کیا اور بلا اجرت و معاوضہ معاشرہ میں پھیلا کر عوام میں علمی بیداری پیدا کی اور ان کا کتابوں سے رشتہ استوار سے استوار تر کر دیا۔ مسلمان حکمرانوں نے کاغذ سازی کی صنعت پر کہیں اور کبھی کسی قسم کا ٹیکس عائد نہیں کیا اس سے صنعت کاغذ سازی کو اسلامی قلمرو میں ہر جگہ فروغ حاصل ہوتا رہا کاغذ کی فراوانی رہی ذخائرِ علوم کی سہولت سے تدوین ہوتی گئی آسانی سے اور ہر موضوع پر فراوانی کے ساتھ بازار میں کتابیں آتی رہیں اور ان کی طلب و رسد پوری ہوتی رہی تھی۔

### (۴) کاغذ سازی کا ضابطہ اخلاق

عہد عباسی میں کاغذ سازی کا بھی ضابطہ اخلاق تھا جس کی کاغذ ساز پابندی کرتے تھے، چنانچہ ابن امیر الحاج کا بیان ہے:

”(۱) کاغذ ساز کے جو کام سپرد کیا جائے وہ اسے دیانتدارانہ طور پر انجام دینا چاہئے مثلاً کاغذ دستہ تین درہم میں فروخت کرتا ہو تو وہ خریدار کو چار درہم میں نہ بیچے، (۲) ہر نوع کے کاغذ جداگانہ قیمت ہوتی ہے، ہر نوع کے کاغذ کے دام میں فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ سفید، کم سفید، صیقل ہوا اور کم صیقل کیا ہوا، منجھا ہوا اور کم منجھا ہوا، ایک دام کا نہیں ہوتا پھر کاغذ کی ساخت کے اعتبار سے بھی قیمت میں تفاوت ہوتا رہتا ہے گرم و سرد موسم کے اعتبار سے بھی قیمت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ (۳) اس لئے کاغذ فروش پر لازم ہے کہ ہر کاغذ کی صفت خریدار کو بتائے تاکہ اس کو کم قسم کا شبہ باقی نہ رہے ایسا نہ کرنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے جس کے متعلق حدیث میں وارد ہے:

”من غشافلینا منا“ ”جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

خریدار کو کارخانہ میں جا کر کاغذ دیکھنے کا حق ہے لیکن کارخانہ میں کاریگر عموماً چھوٹا سا نازک سا کپڑا باندھے رہتے ہیں اس لئے ایسے وقت جانا چاہئے جب وہ کپڑے پہنے ہوئے ہوں کارخانہ میں کام ختم ہو چکا ہو۔

(۴) کاغذ فروش پر لازم ہے کہ خریدار کو جس کام کے لئے کاغذ درکار ہے اسی مقصد کا اس کو دینا چاہیے مثلاً نقل کیلئے نقل کے مطلب کا کاغذ دینا چاہیے اور حقیقت حال بھی بتانا چاہیے۔ (۵) کاغذ سازوں پر ایسے کاغذوں جن پر شرعی امور تحریر ہوں احترام لازم ہے۔ ان پیروں تلے نہیں روندنا چاہیے اور جن پر شرعی امور تحریر نہ ہوں انہیں از سر نو درست کرنا اجازت ہے“ (۷۶)۔



## (ب) سامانِ کتابت، (قلم، دوات اور سیاہی)

قلم کے معنی سخت چیز کو کاٹنے کے ہیں۔ قلم سخت قسم کے زرکل کو تراش کر بنایا جاتا تھا۔ لئے اس کو قلم کہتے اور بغیر تراشے ہوئے زرکل کو انبوبہ بولتے ہیں (۷۷)۔ عمد عباسی میں قلم 'سبک' تیز لکھنے والا پائیدار پسند کیا جاتا تھا۔ سخت 'ڈھیلا' دھیرے چلنے والا اور زیادہ گھسنے والا پسند کیا جاتا تھا (۷۸)۔ قلم، ان کو مقلد کہتے تھے (۷۹)۔ بہترین قلم، جس قلم کے پوست کارنگ سفید و سرخ ہوتا وزن دار، ماسیدھا اور اندر کا حصہ سفید ہوتا وہ قلموں میں سب سے بہتر سمجھا جاتا تھا (۸۰)۔

عمد عباسی میں قلم کی بڑی حفاظت کی جاتی تھی اسے پیتل کے خول میں رکھا جاتا تھا (۸۱)۔ قلموں کے استعمال گرائی کے باعث وزراء، امراء تک محدود تھا پھر گوند والی روشنائی روانی سے نہیں چلتی تھی۔ اس بناء پر خوشنویسوں نے اسکے استعمال سے گریز کیا تاہم اس حقیقت سے کار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمانوں نے اس کو بڑی ترقی دی نامور ادیب و شاعر زعمیم الدولہ ابو العلاء بعد بن الحسن نزیل دمشق المتوفی ۳۷۸ھ / ۱۰۷۲ء نے ایسا قلم بنایا تھا جس میں ایک ماہ کی سیاہی باقی تھی۔ اس کا نام القلم المدد رکھا تھا یہ لوہے کا قلم تھا اور ایک ماہ تک خشک نہیں ہوتا تھا (۸۲)۔ عمد عباسی میں سیاہی کیلئے تین لفظ نفس، مداد، حبر استعمال کئے جاتے تھے (۸۳)۔ نفس مطلق سیال مادہ جس سے لکھا جائے، مداد سیاہی کے ذریعہ حروف کو پھیلا یا اور کھینچا جاتا ہے اسلئے اسکو مداد کہتے تھے پھر اس کا استعمال دوات کی سیاہی کے لئے مخصوص ہو گیا تھا (۸۴)۔ یہ کاجل وغیرہ سے تیار کی جاتی تھی (۸۵)۔ چنانچہ نرم سیاہ تر رواں سیاہی کو زیادہ پسند کیا جاتا تھا (۸۶)۔

حبر کے اصل معنی خالص رنگ کے ہیں اسلئے رنگ دار (سرخ وغیرہ) سیاہی کو حبر کہا جاتا تھا۔ وزیر حسن بن سهل کا قول ہے کہ جب کوئی فصیح و بلیغ آدمی اپنے الفاظ کو اچھی صورت میں پیش کرتا اور اپنے بیان کو حسن کلام سے آراستہ کرنا چاہتا ہے تو حکمت سے معمور معانی کا اسکے سامنے ہجوم ہو جاتا ہے جو کپڑے کی آرائش اور ان پر نیل بوٹے سے زیادہ پر رونق ہوتا ہے۔ (۸۷) عالم بھی کلام کو آراستہ کر کے پیش کرتا ہے اس لئے اس کو بھی حبر کہتے ہیں۔

حبر بحر کا مقلوب ہے بحر اور سمندر منبع آب ہیں عالم بھی علم کا منبع ہوتا ہے علم پانی کی طرح ہے پانی مادی حیات کا، علم ابدی و روحانی حیات کا سبب ہے اسلئے جو علمی کارناموں کی وجہ سے زندہ رہتا ہے وہ کبھی مرتا نہیں ہے (۸۸)۔ اس لئے کہا جاتا تھا۔ "انما المجالس

لاصحاب الخلقان والمحابر" مجلسیں پھٹے پرانے کپڑے پہننے والوں (صوفیہ) اور دواتوں سے لکھنے والوں (علماء) کی ہوتی ہیں۔" (۸۹)

حبر اور ماد کے فرق کو ابن الندیم نے بھی ملحوظ رکھا ہے حبر اور ماد سے لکھنے والوں میں امتیاز کیا ہے ۱۰۰۔ عہد عباسی میں کتابوں میں ایسی پختہ سیاہی استعمال کی جاتی تھی کہ کپڑوں پر اس کے دھبوں کو ترمی سے دور کیا جاتا تھا (۹۱)۔ ان باتوں کا لحاظ انتخاب کتب میں بھی رکھا جاتا تھا اور سیاہی کو دکھا جاتا تھا یہ کتابوں کی قیمت پر اثر انداز ہوتی تھیں اس لئے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ عربی میں دوات کو محبرہ (۹۲) اور دوات رکھنے کے برتن کو دستبج کہا جاتا تھا (۹۳) علوم و کتب میں اضافہ کی خاطر بعض علماء جب گھر سے نکلتے تو دوات و قلمدان اور کاپی اپنی پنڈلی میں جوڑنے کے ساتھ باندھ کر نکلتے تھے (۹۴)۔

عہد عباسی میں اشاعت کتب کا اندازہ بھی مبرہ کے شمار سے کیا جاتا تھا۔ مجلس علماء میں طلباء اور نسخوں کی تعداد معلوم کرنے کا واحد ذریعہ مبرہ کی گنتی تھی انہیں گن کر صحیح تعداد معلوم کی جاتی تھی۔ (۹۵) ساتھ اپنے تلامذہ کو ہمہ وقت مبرہ (دوات) ساتھ رکھنے اور علمی باتیں لکھنے کی تاکید کرتے تھے اور کہا جاتا تھا۔ جس نے یاد کیا وہ اس کے دماغ سے نکل گیا اور جس نے لکھ لیا اس نے علم کو اپنے پاس ٹھہرا لیا (۹۶)۔

عہد عباسی میں سیاہی سازی ایک فن کی حیثیت سے ممتاز تھی سیاہی سازی سیاہی فروش کی حبسری (۹۷) اور حبار کہا جاتا تھا۔ (۹۸) عہد عباسی میں بعض اہل علم اپنی زمین جائداد فروخت کر کے اس کی قیمت سے طلبہ کی سیاہی اور دوات وغیرہ کی ضروریات پوری کرتے تھے (۹۹)۔

### (۱) کتابت و خوش نویسی

زبان و بیان اور کتاب و تحریر اللہ تعالیٰ کا نبی نوع انسان پر خاص فیضان ہے اس لئے قرآن نے اس کا ذکر بطور احسان کیا ہے۔ فرمایا گیا ہے "خلق الانسان و علمه البیان (الرحمن - ۲) اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم" (العلق ۳-۵) "اس (رحمن) نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔"

اس فضیلت و شرف میں جس کا ذکر اوپر کی آیات میں ہوا لفظ و خط میں بھی ایک نور شرف آگیا ہے۔ خط کے ذریعہ نوع انسانی کا خاصہ قوت سے فعل کی طرف آیا (۱۰۰)۔ اور علم نطق اور خط کی وجہ سے انسان کو حیوانات پر فضیلت حاصل ہوئی۔ (۱۰۱) خط الفاظ پر اور الفاظ معنی

لٹ کرتے ہیں فرق یہ ہے کہ لفظ متحرک ہے (۱۰۲) وہ بنی نوع انسان میں ایک گونہ حرکت پیدا کرتا ہے خط ساکن ہے یہ ذوق جمال کی تسکین کا موجب ہے۔

قرآن کی پہلی وحی ”اقرا“ پڑھ اور سورہ القلم ”ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ۔“  
ما کتاب اللہ کے ارشاد ”اكتب“ (۱۰۳) لکھو، اکتبوا ذلک ولاحرج“ (۱۰۴) تم  
ہری باتیں لکھو کوئی حرج نہیں، قید والعلم بالکتاب (۱۰۵) علم کو قید تحریر میں لاؤ، نے  
ہوں کی فکر و نظر کو بدلا اور نبی ﷺ کی پسندیدگی اور تاکید امر نے انہیں قرأت و کتابت کا خوگر  
اس سے عربی رسم خط کی خوب نشرو اشاعت ہوئی۔ آپ ﷺ نے وحی الہی کو عربی رسم خط  
کا قلمبند کر لیا صلح نامے، امان نامے، جاگیر نامے، معاہدے بادشاہوں، امیروں کے نام سیاسی،  
بینی، مذہبی، تبلیغی خطوط، حکام و عمل کے نام فرامین سب اسی رسم خط میں تحریر کرائے۔ معلم  
لئے بھی کتاب کا لفظ استعمال کیا (۱۰۶)

سب سے پہلے سرکاری حیثیت میں عربی رسم الخط کا پہلا مدرسہ مدینہ میں مسجد نبوی میں قائم  
ہوا (۱۰۷) اس میں نوشت و خواندگی کی تعلیم پر کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا تھا۔ ہر ایک کو اس فن کی  
تعلیم دی جاتی تھی۔

اس سے عربوں میں خصوصاً اور عالم میں عموماً عربی رسم خط کی نشرو اشاعت ہوئی، بدر کے  
۱۰ قیدیوں کا فدیہ دس (۱۰) منی بچوں کو کتابت سکھانا مقرر کر کے سرکاری حیثیت سے اس کی ترویج  
شاعت کی اور سنہ ۲ھ کے بعد مدینہ میں کتابت کے فن کی ایسی اشاعت ہوئی کہ پھر صحابہ کی غالب  
ثابت نوشت و خواندگی سے بہرہ ور ہوئی ان میں کلبن قرآن، مراسلہ نگار کتاب پیدا ہوئے۔ خط و  
کتابت کی ترقی معاشرتی زندگی میں اتنی اہمیت اختیار کر گئی کہ جو تیر اندازی، شنوری کے ساتھ  
ملاطی کو جانتا اس کو مردِ کامل کہا جاتا تھا اس کے بغیر مرد ناقص سمجھا جاتا تھا (۱۰۸)۔

عہد رسالت میں سب سے زیادہ قرآن و حدیث کو لکھا جاتا تھا کثرت کتاب کی وجہ سے کوئی  
رسم خط سے پہلے مدینہ و مکہ میں عربی رسم خط کو فروغ حاصل ہوا۔ مدنی و مکی خط میں امتیاز شان کی  
تجربہ سے مدینہ کا رسم خط مدنی اور مکہ کا مکی رسم خط کہلایا پھر اس میں تنوع پیدا ہوا اور مدنی خط کی تین  
میں ہو گئیں۔

(۱) مدور (۲) مثلث (۳) اقسام موخر الذکر سابقہ دو قسموں کا آمیزہ تھا عام تحریریں اسی رسم خط  
میں لکھی جاتی تھیں (۱۰۹)۔ پھر اسکے دائرہ اثر میں وسعت ہوئی اور بصری کوئی کی نسبت سے بھی  
مشہور ہوا۔

قرآن مجید کا رسم الخط ان تینوں خطوں سے جدا تھا اسے الجزم کہتے تھے۔ جزم کے معنی کاٹنا

ہیں یہ خط حمیری (مسندی) سے ماخوذ ہے (کاٹ کر بنایا گیا) نقطہ و اعراب سے خالی تھا اسلئے اس کا نام جزم رکھا گیا تھا۔ (۱۱۰) اسی خط میں مصاحف عثمانی لکھے گئے تھے اور عہد عثمانی میں ان کی نقلیں مختلف مرکزی شہروں کو بھیجی گئی تھیں اس سے عربی رسم الخط کو سرکاری حیثیت میں مزید فروغ حاصل ہوا صحابہ و تابعین نے اسی طرز تحریر میں اس کو نقل کیا یہ رسم خط پورے اسلامی قلمرو میں پھلا پھولا۔

قرآن مجید قرأت، کتابت، تجلید ہر چیز میں دوسری کتابوں سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس کے اصول قرأت جدا، اصول کتابت جدا ہیں یہ مروجہ اصول کتابت کی پابندیوں سے بالاتر ہے اسکے اصول کتابت پر قرآن نے مستقل کتابیں لکھی ہیں انہی وجہ سے ابن درستیہ المتوفی ۷۶۳ھ نے کتاب الکتاب میں تصریح کی ہے کہ:

مصحف کے رسم الخط کی مخالفت درست نہیں کیونکہ جو کچھ مصحف میں مسطور ہے اسکو امت نے قبول کیا ہے (۱۱۱) قرآنی رسم خط کوفہ میں کوفی علماء کا اور بصرہ میں بصری علماء کا مرکز توجہ رہا انہوں نے اس رسم خط کی روشنی میں اصول کتابت وضع کئے تھے (۱۱۲)۔

عہد خلافت راشدہ میں صحابہ کرام اسلام کی نشر و اشاعت، فتوحات کی وسعت و جنگی مصروفیت کی وجہ سے خط کی آرائش و زیبائش اور ذوق جمال کی تسکین کا سامان بہم پہنچانے کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دے سکے کیونکہ تلوار و قلم ایک ہی وقت میں ہاتھ میں نہیں پکڑے جاسکتے تھے۔

اموی دور میں سلطنت کی وسعت، امن و امان کی بحالی اور تمدنی ترقی کی وجہ سے ثقافتی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا، نامور خطاط پیدا ہوئے، مصحف نگاروں میں خالد بن المہیاج (۱۱۳) کو شہرت حاصل ہے کاتبوں میں قتبہ نے جو اپنے وقت کا سب سے بڑا خطاط تسلیم کیا گیا ہے اس نے چار اسلوب خط ایجاد کئے تھے (۱۱۴) مالک بن دینار المتوفی ۱۳۰ھ نے مصحف نگاری بطور پیشہ اپنائی ہوئی تھی۔ (۱۱۵)

امویوں سے اقتدار عباسیوں کو ملا تو ثقافتی سرگرمیاں اور بھی تیز تر ہو گئیں۔ فن خطاطی کا بہت فروغ حاصل ہوا۔ شاگردان حسن بصری میں ضحاک بن عجلان، قتبہ سے بازی لے گیا، خلیفہ منصور و مہدی کے دور میں اسحاق بن حماد المتوفی ۱۵۴ھ نے بہت سے تلامذہ یادگار چھوڑے جن میں یوسف لقوة الشاعر اور ابراہیم بن محسن کا نام سرفہرست آتا ہے (۱۱۶) یہ اور ان کے معاصر شاعر کاتبہ، عبد الجبار وغیرہ استادان فن میں سے تھے کوئی ان کے رنگ میں نہیں لکھ سکتا تھا (۱۱۷)۔

مذکورہ بالا حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دور میں خوشنویسی کا فن اتنا ترقی کر گیا تھا کہ اس میں لوندیاں بھی نام پیدا کرنے لگی تھیں۔

## (۲) اقسامِ خط

عہد ہارونی میں کاتبوں نے اس فن میں اتنا تنوع پیدا کیا کہ بارہ قسم کے کوفی طرز کے خط نچ ہو گئے (۱۱۸)۔ جن میں جلیل سب سے زیادہ مشکل تھا (۱۱۹) پھر بغداد میں ایک خط ایجاد ہوا جسے خط عراقی و خط وراقی کہا جاتا تھا۔ یہ خط برابر ترقی کرتا رہتا آتا آنکہ کاتب احول نے جو برامکہ کا منشی اس خط کے قواعد و اقسام کو منضبط و قلمبند کیا (۱۲۰)۔

عہد مامونی میں علوم کی ترقی کے ساتھ صنعت کتابت کو بھی ترقی ہوئی، بارہ (۱۲) کوفی طرز خط ترقی کر کے بیس (۲۰) تک پہنچ گئے تھے (۱۲۱) ان کا شمار کوفی خط میں تھا یہ کوفی خط سرکاری۔ اور مذہبی رسم خط تھا (۱۲۲)۔ فضل بن سهل نے کئی طرز خط نکالے (۱۲۳) اس نے ایک خط ریاسی ایجاد کیا جو مذمتہ تمام رسوم خط سے فائق تھا اس سے چودہ (۱۲) رسم خط پیدا ہوئے (۱۲۴)

اس عہد میں خوشنویسی اتنی ترقی کر گئی تھی کہ خاندان کے خاندان اس شریف پیشے کو تیار کرنے لگے تھے چنانچہ مقتدر باللہ کا استاد ابو الحسن اسحاق شاگرد ابن معدان اپنے دور کا سب سے اچھا خوشنویس تھا اس کا بھائی 'بیٹا' پوتا سب اس کی روش پر لکھتے تھے (۱۲۵) لوگ اس فن کی طرف رغبت کرنے لگے مسلم معاشرہ میں خطاطوں کا مرتبہ مصوروں سے زیادہ بلند رہا اس لئے ب و تاریخ کی کتابوں میں ان کا تذکرہ محفوظ ہے۔ ابو الحسن نے خط و کتابت کے موضوع پر ایک سالہ بھی الواثق کے نام سے لکھا تھا (۱۲۶)۔

اس زمانے میں ابو علی محمد بن علی ابن مقلہ بغدادی وزیر خلیفہ مقتدر، قاہر، راضی باللہ (۱۲۷) 'مهندس' (۱۲۸) شاگرد ابراہیم سجزی و احول امام فن خطاط و شاعر تھا۔ کوفی خط کا طرز نگارش مہندسانہ ہے اس کی اساس زاویہ دار طرز نگارش پر ہے۔

ابن مقلہ کو ان دونوں فنون سے طبعی مناسبت تھی اس نے اس خط کو جس کا ابتداء میں غیر سرکاری تحریروں میں استعمال سے آغاز ہوا تھا اسے بعد میں خط نسخ کا نام دیا گیا۔ اس سے انقلاب آیا اور کوفی رسم خط کی جگہ اس کو قرآن مجید کا رسم خط بنایا گیا (۱۲۹) اب یہی عالم میں قرآن کا رسم خط ہے 'پیچیدہ کوفی رسم خط جس کا لکھنا پریشانی کا موجب تھا منسوخ قرار دیا، ابن مقلہ نے اس خط کے بارہ قواعد مرتب کئے تھے (۱۳۰)۔ اس کا طرز نگارش ضرب المثل ہے کسی شاعر نے کہا ہے:

فصاحہ حسان و خط ابن مقلہ

و حکمہ لقمان و عفوہ مریم

”حسان کی فصاحت اور ابن مقلہ کا خط، لقمان کی حکمت اور حضرت مریم کی عفت“



إذا اجتمعت في المرء و المرء مفلس

و نودی علیہ لایباع بدرهم (۳۱)

”جب یہ باتیں کسی آدمی میں جمع ہو جائیں اور آدمی بھی وہ مفلس ہو اور اسکے نمونہ ہو

بولی لگائی جائے تو افلاس کی وجہ سے اسکی قیمت ایک درہم بھی نہیں ہوگی۔“

اسلامی تمدن نے مشرق و مغرب میں دو معنوی دائمی آثار و نقوش نفوس انسانی پر چھوڑے

ان میں عربی زبان اور ابن مقفہ کا یہ رسم خط بھی ہے۔ (۳۲)

فن خوشنویسی نے فنونِ جیلہ کی وہ تربیت کی کہ پوری مسلمان قوم میں تقریباً ہر بڑھا

عالم و عامی اشکال موزوں کا ذوق رکھنے لگا تھا (۳۳)۔ ابن مقفہ نے کوفی خط کو عراقی طریقہ کی طرف

منتقل کیا پھر ابن ابیاب المتوفی ۴۲۳ھ نے اس میں ندرت پیدا کی یا قوت مستحسبی المتوفی ۴۹۸ھ

۴۹۹ھ نے خط کو پایہ کمال تک پہنچایا اور اس کے قوانین کی تکمیل کی (۳۴)۔

یہ عربی رسم خط زینت و آرائش کا موجب رہا اور اس نے یورپ کے کاریگروں کو

متاثر کیا چنانچہ تھامس ارنولڈ (Thomas Arnold) لکھتا ہے:

”اسلامی فن میں عربی کا واحد حصہ اس کا رسم الخط ہے جو مسلمانوں کے اثر و اقتدار کا ایک

عالمگیر نشان ہے چونکہ اس رسم الخط میں قرآن لکھا جاتا تھا اسلئے یہ ساری دنیائے اسلام میں مقدس

و محترم سمجھا جاتا تھا۔ اس فن میں خوشنویسوں نے ایسا کمال پیدا کیا کہ نہ صرف ایک خوشخط کلمہ

نہایت پیش ہما چیز سمجھی جاتی تھی بلکہ کسی باکمال خطاط کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک پرزہ بھی شائقین

کے نزدیک ایک قابل فخر ملکیت تھا۔ اگرچہ یورپی کاریگر اس رسم الخط کو پڑھنے سے قاصر تھے

آہستہ آہستہ وہ اسکی شکل و شبہت سے آشنا ہو گئے اس ”علم اور جمالت“ کا ایک پرانا ثبوت

طلائی سکے سے ملتا ہے جو اون (شاہ مرسیہ) (۹۶-۷۵۷ع) نے مضروب کیا جو برٹش میوزیم میں

ہے (شکل ۱۳) اسکی شکل مسلمانوں کے دینار سے ملتی جلتی ہے۔

اس زمانے کے بعد سے مسیحی یورپ کے کاریگروں کی مصنوعات میں عربی حروف

مسلمانوں کی تزئینی آرائشوں کا رواج روز افزوں ہو گیا..... بہت سے سیاح مسلمان ملکوں

جانے لگے ان کے سفر کی وجہ مقامات مقدسہ کی زیارت کے علاوہ اس علم کی تفہیم تھی جس کے

دارث مسلمان تھے تجارت اور دوسرے مفادات کی کشش بھی تھی یہ سیاح جب سفر سے واپس

آتے تو عرب کی شوکت و عظمت کے افسانے سنا تے اور ان کے ثبوت میں مسلمانوں کی صفائی

کاریگری کے وہ نمونے پیش کرتے جو وہ مسلمان ملکوں سے لیکر آتے تھے۔ (۳۵)



### (۳) تحریر و کتب شناسی

عبد عباسی میں خطوط شناسی ایک فن کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ اس فن میں اہل علم حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ محمد بن عبدالرحمن معمر قرطبی المتوفی ۴۲۳ھ جس کو اس فن میں حاصل تھا خلیفہ محمد بن ابی عامر منصور کے شاہی کتب خانے میں اور اسکے فرزند کے خزائن میں کتابوں کی تصحیح و مقابلہ پر مامور تھے چنانچہ ابن الابار کا بیان ہے:

”کان من اعلم الناس بالکتب وعللها وابعہم بجمعها و  
رزہم لخطوطها وانسبہم لہا الی ورقہا“ (۱۳۶) ”موصوف کتابوں اور  
کے اسباب و علل کے سب سے بڑے عالم تھے کتابوں کو جمع کرنے اور ان کی وراقوں کی طرف  
ن کرنے میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔“

کان من اعلم الناس الخ کے الفاظ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عبد  
اس میں مشرق (ایشیاء، افریقہ) اور مغرب (ہسپانیہ) میں کتب شناس و خطوط شناس کثرت سے  
رہتے اس فن میں درک و مہارت حاصل کرنے کے لئے مامور خوشنویسوں اور وراقوں کے خط  
ونے جمع کر کے اس فن میں بصیرت حاصل کرتے تھے شاہی کتب خانوں میں ایسے ماہر خطوط و  
شناس تصحیح و مقابلہ کتب کی خدمات پر مامور کئے جاتے تھے۔

عربی رسم الخط کی فطری سادگی، روانی، دلکشی اور دوسرے رسم الخطوں پر اسکی فوقیت  
زاف اس دور کے شہرہ آفاق مورخ ٹائٹن بی کو بھی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

”یہ ایک ناقابل تردید امر ہے کہ ترک لاطینی حروف کو اپنے پرانے رسم الخط کے مقابلے  
میں صرف یہ کہ بھدا اور ناموزوں پاتے ہیں بلکہ مشکل اور بے ڈھنگا بھی اور حقیقت بھی یہی ہے  
عربی رسم الخط اپنے حسین دائروں کے ساتھ ہمارے لاطینی رسم خط سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے یہ  
بھی ہے اور رواں، مسلسل اور خوش اسلوب بھی، ایک قوم جو عربی رسم الخط استعمال کر رہی ہو  
شارٹ ہینڈ کی کوئی ضرورت پیش نہیں آتی“ (۱۳۷)۔

### (۴) خوش نویسی کا پیشہ و روانہ مدرسہ

عبد عباسی میں خوشنویسی کا فن مدارس میں سکھایا جاتا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ مدارس میں  
کا مستقل شعبہ ہوتا تھا۔ اسکی وجہ سے فن خطاطی کی اشاعت ہوئی۔ یہ فن تحصیل علم کے بعد  
واہل علم کو مادی زندگی میں معاشی احتیاج سے مستغنی کرتا تھا چنانچہ ابن بابائظای جو نہایت عمدہ  
و خطاط تھا اس نے جب نظام الملک طوسی کی خدمت میں قصیدہ پیش کیا تو اس نے ان کی بہت

قدر کی جامعہ نظامیہ نیشاپور میں ٹھہرایا یہاں انہوں نے خوش نویسی سکھائی (۱۳۸)۔

کتابت اور خوش نویسی کی تعلیم و فروغ کے لئے جداگانہ مدرسہ بھی قائم کیا جاتا تھا کتابوں کی نقل کے لئے کاتبوں اور خوش نویسوں کی کمی معاشرہ میں محسوس نہ کی جاسکے اس قسم ایک مدرسہ ابوالرزی محمد بن احمد بن داؤد المعروف بالمفید المتونی ۵۸۲ھ - ۱۱۸۶ء نے بغداد میں کھولا تھا جس میں موصوف خوشنویسی اور ریاضی کی تعلیم دیتے تھے (۱۳۹)۔ اس کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ اس قسم کا مدرسہ خوشنویسی کی تربیت گاہ (Training Centre) کا کام دیتا تھا۔

### (۵) نقل و ضبط کا اہتمام

عہد عباسی میں علماء جو کتابیں تالیف کرتے، انہیں پڑھاتے، علماء طلبہ کو اس امر کی تصدیق کے لئے سند دیتے تھے کہ یہ کتابیں انہوں نے حسب استعداد و حسب موقعہ و محل کاملاً یا جزاً استاد مصنف سے سمجھ کر پڑھی ہیں۔ استاد نے کتاب کو پڑھانے اور سننے کے بعد اہلیت کی بنیاد پر اسے کتاب روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔ وراصل استاد یا مصنف کی موجودگی میں کتاب کو سننا، اس کتاب کی صحت کا ضامن ہوتا اس نسخہ کو اغلاط و الحاق سے پاک سمجھا جاتا اس نسخہ کتاب پڑھنا، پڑھانا، نقل کرنا، اقتباس پیش کرنا مستند سمجھا جاتا تھا اس کو اصطلاح محدثین میں صحت و کتاب سے تعبیر کیا جاتا ہے محدثین کا یہ وہ زریں اصول ہے جس کی تقلید ائمہ لغت وغیرہ نے کی ہے (۱۴۰)۔

وہ عالم جو مصنفین اور اساتذہ فن سے کتابیں روایت نہیں کرتا اور کتب خانے میں بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کرتا ان سے اقتباس پیش کرتا وہ ”صحفی“ کہا جاتا تھا اسکی کتاب اور اقتباس کو سند کا درجہ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ احمد بن محمد ہشتی المتونی ۳۴۸ھ - ۹۵۹ء نے زبردست لغوی اور کتاب الخصائل کا مصنف تھا، مقدمہ کتاب میں اس مسئلہ اصول مخالفت کی اور کہا:

”میں نے اس کتاب میں جو اقتباس پیش کئے ہیں وہ مذکورہ بالا کتابوں سے ماخوذ ہیں ہے بعض لوگ برا بھلا کہیں اور اس امر میں تنقید کریں کہ میں نے جن علماء کی طرف ان اقوال نسبت کی ہے ان سے مجھے روایت و سماع حاصل نہیں ان کتابوں سے اقوال نقل کرنا اس عالم باعث عیب نہیں جو صحیح و غلط کو پہچانتا ہو“ (۱۴۱)۔

ازھری نے موصوف کے اس موقف پر سخت تنقید کی اور کہا بلاشبہ ہشتی کو اس اعتراف ہے کہ جن کتابوں سے اس نے اپنی کتاب میں اقتباس پیش کئے ہیں ان کا سماع اسے

نہیں ان اقتباسات کیلئے مذکورہ بالا عذر پیش کرنا ہی اس امر کا اعتراف ہے کہ وہ صحیحی ہے صحیحی کا ذخیرہ وہ کتابیں ہوتی ہیں جن کا وہ مطالعہ کرتا ہے ان میں تصحیف کرتا، غلط پڑھتا اور زیادہ پڑھتا ہے تاکہ ان کتابوں کے مواد سے لوگوں کو متعارف کرائے جنہیں اس نے اساتذہ فن سے نہیں سنا سے علم نہیں کہ جو کچھ ان کتابوں میں لکھا ہوا ہے وہ صحیح ہے یا غلط اور ہم نے جو زیادہ پڑھا ہے وہ زبردستی اور صحیح نقطوں کے ساتھ ضبط تحریر میں آیا ہے یا نہیں اسکی تصحیح ارباب نظر نے کی ہے یا نہیں یہ ایسی غلطی ہے جس پر جاہل ہی اعتماد کر سکتا ہے (۱۴۲)۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ جن کتابوں سے سند حاصل نہیں ان سے اقتباس پیش کرنا درست نہیں، ان سے تائید و استشہاد کے طور پر اقتباس پیش کرنے کا حق ہر عالم کو حاصل ہے اس لئے کہ اس کے پاس اسکی اصل اپنے سلسلہ سند سے موجود ہوتی ہے، ازہری فرماتے ہیں:

”ابو تراب نے ابو سعید ضریر (ناہینا) سے برسوں استفادہ کیا، بہت سی کتابوں کا سماع کیا پھر ہرات آ کر شمر سے بعض کتابوں کا سماع کیا۔ یہ اسکے علاوہ تھا جو موصوف نے فصیح و بلیغ بدویوں سے سنا اور یاد کیا تھا۔ اب وہ کسی ایسے آدمی کا ذکر کریں جسے انہوں نے دیکھا اور سنا نہیں تو ذرا نرمی سے کام لیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو کچھ انہوں نے کتابوں میں دیکھا اسے یاد کیا اس اعتبار سے کہ انہیں ان کا مصنف سے سماع ثابت ہے تو ایسی صورت میں جس کو انہوں نے دیکھا اس کا قول نقل کرنا تائید کے طور پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کو اسکے علاوہ دوسرے سے سنا ہے اور یہ محدثین کا سماع عمل ہے کہ وہ جب کسی باب میں ایسی حدیث پائے جسے کسی معتبر راوی نے کسی ثقہ سے روایت کیا ہوتا ہے تو اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا ذکر کرتے ہیں پھر اس کا شمار ان روایات میں کرتے ہیں جنہیں انہوں نے اجازۃ ”روایت کیا ہے“ (۱۴۳)۔

مصنفین مقدمہ کتاب میں اس لئے اس امر کی صراحت کرتے تھے کہ جن کتابوں کے اقتباس ہم نے پیش کئے ہیں ان کا سماع بواسطہ اساتذہ فن ہمیں مصنفین سے حاصل ہے۔ (۱۴۴) اس بناء پر ہم نے جو اور کتابوں میں پڑھا ہے یا ان کتابوں میں جنہیں وراقوں نے نقل کیا ہے دیکھا ہے کتاب میں درج نہیں کیا۔ ورنہ کتاب بڑی طویل ہو جاتی اور اسے سند کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ (۱۴۵)۔

## (۶) کتابوں میں اعراب کا اہتمام

اعراب عربی زبان میں زیر و زبر کے فرق سے الفاظ کے معانی بدل جاتے ہیں یہ بات زبان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کے زیر اثر اردو میں بھی ہے چنانچہ بکری اور بکری گکڑی گکڑی میں زیر و زبر اور زیر و پیش کے فرق سے معنی بدل گئے۔ رسالہ کتابت و تصانیف کے اقوال شرعی احکام مستنبط کئے جاتے ہیں اس میں زیر و زبر کے فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری سمجھا گیا اور کتابوں میں اعراب کا اہتمام کیا جانے لگا تاکہ غیر تبحر کو پریشانی نہ ہو (۱۳۶)۔

ان وجوہ سے محدثین نے مشکل حروف و قابل اشتباہ کلمات کی صحت و ضبط پر زیادہ زور اور ہدایت کی کہ مشکل حرف کو کتاب کے حاشیہ پر حرف کے سامنے لکھے یہ حرف نقطے والا ہو یا نقطے والا تاکہ قاری کو رہنمائی ہو سکے اور اشکال جاتا رہے خاص طور پر جب کتاب باریک اسطروں میں بھی گنجائش کم ہو تو اسے پورا لکھنے سے اشکال جاتا رہے گا چنانچہ حاک کے نیچے چھوٹی بناتے، عین کے نیچے چھوٹا اور صاد، طا، دال اور راء کے نیچے چھوٹی سی صاد وغیرہ بناتے تھے بعض اہل مشرق و مغرب کا دستور تھا۔ بعض علماء حروف مہملہ پر نبرہ (ہمزہ کا سا) نشان بناتے تھے۔ بعض علماء حروف مہملہ میں نقطوں کو بدلتے تھے اور انہیں اہمال کی غرض سے نیچے لگاتے تھے۔ اہل مشرق کا دستور یہ ہے کہ وہ حروف مہملہ پر نصب نبرہ کے بقدر بہت ہی مختصر خط حروف کے اوپر لگاتے تھے (۱۳۷)۔

بلکہ ابن درستویہ نے تصریح کی ہے کہ بعض کاتب غایت درجہ احتیاط کی وجہ سے ہر حرف، جیسے راء، سین، صاد اور عین کے نیچے بھی نقطہ لگاتے تھے تاکہ زاء، شین، صاد، ضاد اور غین جن کے اوپر نقطہ لگایا جاتا ہے، امتیاز رہے (۱۳۸)۔ مذکورہ بالا امور کی تصدیق کتاب حذف من نس قریش عن مورج السدوسی سے جو مشہور نحوی و وراق ابراہیم بن عبداللہ بخیری کے مکتوبہ نسخہ کی جاسکتی ہے جس کی تفصیل صلاح الدین المنجد نے مذکورہ کتاب کے صفحہ ۵ پر پیش کی ہے (۱۳۹)۔

## (۷) کتاب کا مقابلہ

کتاب کو نقل کرنے کے بعد شیخ کے اصل شنیدہ نسخہ سے مقابلہ کرنا لازم ہے یا پھر کسی کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے بغیر مقابلہ و صحت نسخہ سے روایت کرنا درست نہیں ہے عبارت اگر کہیں کوئی اشکال ہوتا ہے تو مقابلہ و صحت سے وہ بھی دور ہو جاتا ہے۔

اصل نسخہ سے مقابلہ اس لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ انسان کا ذہن ہر وقت حاضر نہیں رہتا ہے۔ قلب غافل ہو جاتا ہے نظر پھر جاتی ہے، قلم بہک جاتا ہے، اس لئے بلا مقابلہ نسخہ قابل

نہیں سمجھا جاتا (۱۵۰) اور کتب خانوں میں ایسے نسخوں کو زیادہ اہمیت نہیں ہوتی۔

### (۸) تخریج اور الحاق نقص

اگر کتاب نقل کرتے وقت کوئی حرف یا جملہ چھوٹ جائے تو بین السطور لکھنا چاہئے۔ کتاب میں (لحق) اضافہ کو بین السطریں سامنے لکھا جائے عبارت کا آغاز اوپر کی طرف سے ہو وہ اضافہ اسی سطر تک یا دو تین سطروں تک ختم ہو جائے اور اس کے آخر میں صحیح کا لفظ یا بعض ناسخ بعد تصحیح راجع یا انتہی الحق لکھنا چاہئے۔ (۱۵۱)

ہر وہ بات جو کتاب کے حواشی اور کناروں پر ”تنبیہ“ ”تفسیر“ اور اختلاف ضبط کے نام سے لکھی جاتی ہے اس پر تخریج نہ کی جائے کیونکہ اس سے التباس پیدا ہوتا ہے یا اسے بھی (متن) کتاب سے سمجھ لیا جاتا ہے تخریج صرف اس امر کی کرنا چاہئے جس کا اصل کتاب سے ہو بسا اوقات اس تخریج کے ساتھ حرف پر مثلاً ضبطہ یا تصحیح کا اضافہ کیا جاتا ہے جو اس مرقومہ کا غماز ہوتا ہے (۱۵۲)۔

یہ وہ اصول ہیں جو خلیفہ مستنصر باللہ کے خزانۃ الکتب میں ”بیت المقابلہ و النسخ“ کے نام سے اس کے محل میں وضع کئے اور برتے تھے۔ (۱۵۳)

قاضی عیاض نے تصریح کی ہے کہ ہمارے شیوخ ادب نے بتایا ہے کہ حرف صحیح (صاد اور حاء) اگر لکھا جاتا ہے تو یہ صحت حرف کی علامت ہے تاکہ کسی وہمی کو خلل و نقص کا گمان نہ مختصر لفظ صحیح لکھنے کے برابر ہے اور اگر صغیر یا کے لکھی جاتی ہے تو حرف کے سقیم ہونے کی علامت ہے اس لئے اس پر پورا حرف نہیں لکھا جاتا یہ اسکے نقص کا غماز ہے اس حرف کو ”ضبتہ“ میں یعنی یہ حرف مفصل ہے اسکے صحیح پڑھنے کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی ہے (۱۵۴)۔

### (۹) ضرب (قلم زد کرنا) حک (رگڑنا) شق (چیرنا) اور محو (مٹانا)

نقل کتاب میں حرف لفظ یا جملہ قلم سے زیادہ نکل گیا جو اصل کتاب میں نہیں ہے اس کو ”دکرنے“ مٹانے کے طریقے حسب ذیل تھے۔

جن کلمات کو خط کھینچ کر قلم زد کیا جاتا تھا اس کو ضرب و شق کہتے ہیں۔ علماء کلمات کو دو بار سے قلم زد کرتے تھے، بعض علماء کا دستور یہ تھا کہ جن کلمات کو مٹانا ہوتا تھا اسکے اوپر آغاز سے اختتام تک خط کھینچ دیتے تھے بعض علماء اس طرز عمل کو کتاب کا سیاہ کرنا سمجھتے تھے، وہ اختتام عبارت پر نصف دائرہ بناتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ بین القوسین عبارت قلم زدہ ہے۔

بسا اوقات تحویق (مٹانے) کیلئے بطور علامت شروع میں حرف ”لا“ اور آخر میں لفظ ”لکھتے تھے یہ اس وقت کیا جاتا جب کچھ حصہ غلط ہوتا یا کوئی حدیث کا ٹکڑا یا کلام کا حصہ رہ جاتا لیکن سارا کلام غلط نقل ہو جانے کی صورت میں تحویق تام یعنی پورا قلم زد کرنا بہتر سمجھا جاتا تھا کاتب و شیوخ ضرب و تحویق کو پسند کرتے تھے وہ ایسی صورت میں دائرہ صغیرہ اول میں بڑھاتے اس کو وہ صفر سے تعبیر کرتے تھے اسکے معنی ان کے نزدیک صفر کا عدد سے خالی ہوتا تھا اور یہ اس کی علامت تھا کہ دو صفر کے مابین عبارت صحت سے خالی ہے (۱۵۵)۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نقل عبارت میں کمی و زیادتی واقع ہو جانے کی صورت میں کن اصول کو برتا جاتا تھا۔ یہ عہد عباسی کے وہ اساسی اصول ہیں جن میں سے کچھ آج (Typing) میں ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خریداری و انتخاب میں ان باتوں کو بھی پیش نظر رکھا جاتا تھا اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عہد عباسی صنعتِ تصحیح و مقابلہ ایک فن کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ کتب خانوں میں اس کا بہت اہتمام کیا جاتا تھا۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ گمانا بجایا ہے کہ ارباب فن کی خدمات حاصل کرنے کے کوائف آج پبلک لائبریری میں جمع کئے جاتے ہیں ان کی ابتداء مسلمانوں نے کی تھی۔ انہوں نے اپنے کتب خانوں میں اس کا ایک مستقل شعبہ لائبریری میں قائم کیا اور جس طرح وہ فنی معلومات پہنچاتے تھے تصحیح کا کام بھی کرتے تھے۔ چھاپے خانوں کی ایجاد کے بعد تصحیح و مقابلہ کیلئے عملہ کیا گیا جن کو آج پروف ریڈر کہا جاتا ہے۔

عہد عباسی میں کتابوں کی صحت حسب ذیل ذرائع سے کی جاتی تھی:

(۱) اساتذہ کراتے تھے۔

(۲) نامور علماء سے تصحیح کا کام لیا جاتا تھا۔

(۳) کتب خانوں میں مقابلہ و تصحیح کیلئے مستقل عملہ رکھا جاتا تھا جس میں نامور اہل علم کی تصحیح کرتے تھے۔

(۱۰) صحت کے اصول و قواعد اور احتیاطی پہلو

مشہور قاری لغوی ابو محمد قاسم ذہیری بچپن ہی سے کتابوں کی خواندگی و تصحیح میں اور چالیس برس کتابوں کی صحت کراتے رہے تھے۔ (۱۵۶) بعض نابینا علماء بعض کتابوں کی استناد کا درجہ رکھتے تھے ان سے کتابوں کی تصحیح کی جاتی تھی چنانچہ مشہور لغوی ابو القاسم شاطی



۵۹۰ھ سے بخاری، مسلم، موطا پڑھی جاتی تو ان کی یادداشت سے نسخوں کی صحت کی جاتی تھی مشکل مقامات پر حل طلب امور، نکتے بھی لکھے جاتے تھے (۱۵۷)۔

عالم و شاعر بقدر استطاعت متعدد نسخوں سے تحقیق مقابلہ و تصحیح کرتا اور بسا اوقات اسے بہت سے نسخے میسر آ جاتے تھے جیسا کہ اخبار ابی تمام میں صولی کے بیان سے عیاں ہے (۱۵۸) امام حسن صفانی لاہوری نے صحیح البخاری کا صحیح نسخہ مرتب کرنے کیلئے اور نسخوں کے علاوہ امام بخاری کے شاگرد فربری کا نسخہ بھی پیش نظر رکھا تھا (۱۵۹) بادشاہوں، وزیروں (امیروں کے کتب خانوں میں ایک شعبہ تصحیح کا ہوتا تھا اور یہ کام ائمہ فن سے لیا جاتا تھا، ابو العلاء حسین بن محمد بن مرویہ نے کتاب اجناس الجواہر میں لکھا ہے:

”میں ابو علی فارسی نحوی کے پاس بغداد میں جاتا تھا بادشاہ نے ہفتہ میں دو دن انہیں کافی اکلغافہ کے کتب خانہ میں کتاب التذکرہ کی تصحیح کیلئے مامور کیا ہوا تھا“ (۱۶۰)۔

حکم ثانی کے کتب خانہ میں تصحیح کرنے والے مقابلہ و تصحیح قصر شاہی کے کتب خانہ قرطبہ میں کرتے تھے (۱۶۱)۔

مصنف اپنی کتاب محنت سے تیار کرتا، عرصہ دراز تک اسکی خامیاں دور کرتا اس میں اضافہ و تصحیح کرتا تھا (۱۶۲) چنانچہ ابو بکر محمد بن عزیز بھستانی نے کتاب نزہة القلوب فی تفسیر غریب القرآن پندرہ (۱۵) برس میں لکھی تھی (۱۶۳)

اور ابو عبید قاسم بن سلام نے غریب الحدیث چالیس (۴۰) برس میں لکھی تھی (۱۶۴)۔ انہی وجوہ سے تذکرہ نگار صحیح ترین کتابیں رکھنے والوں کی نشاندہی کرتے تھے جس سے مقصد کتابوں کی قدر و قیمت بتانا اور انتخاب کتب میں ان نسخوں کو ترجیح دینا تھا۔ چنانچہ ابوالحسن علی بن المغیرہ الاثرم المتونی ۲۳۲ھ کے متعلق تصریح کی ہے کہ ان کے پاس تصحیح شدہ کتابیں تھیں (۱۶۵)۔ ابوالحسن علی حلبی المتونی بعد ۶۰۰ھ نحو و لغت کا عالم، اچھا ناقل، تصحیح کتب کا دلدادہ تھا (۱۶۶) اس نے اپنی کتاب میں وہی لکھا جسے اسکے دل و دماغ نے محفوظ رکھا تھا (۱۶۷)۔

شیخ سے کتاب کی تصحیح و مقابلہ جہاں تک ہو جاتا تھا وہاں ”بلغ“ یا بلغ العرض وغیرہ کے ہم معنی الفاظ لکھے جاتے تھے (۱۶۷)۔

## (II) تصحیح میں احتیاط اور اصطلاحات

محدثین دو حدیثوں میں فصل کی خاطر دائرہ بناتے تھے مسلسل نہیں لکھتے تھے جو الفاظ حدیث کی کتابوں میں بکثرت استعمال کئے جاتے تھے ان کی درج ذیل مختصر علامتیں مقرر کی گئی تھیں

اور یہ طریقہ ان میں شائع و ذائع تھا۔

حدیث کی جگہ ثنا، نا	فہیند - فح
اخرنا - انا، ابنا	الی اخرہ - انا
قال - ق	والمصنف - المص
قال حدیثا - ثنا	التحویل - ح
المطلوب - المط	البخاری - خ
محال - ح	مسلم - م
باطل - بط	وحیند - وح

اس طرح حوالوں میں کتب حدیث کے ناموں کیلئے مختصر علامتیں استعمال کی جاتی تھیں (۱۷۰)۔

کتابت و کتاب کی آرائش و زیبائش کی خاطر گل کاری کی جاتی، پھول پتی اور نیل بوٹوں میں مفرد و مرکب دونوں قسم کے رنگ بھرے جاتے تھے چنانچہ زرد، سرخ، گلابی، نیلا، زنگاری، عودی، سبز، گل گوں، نارنجی (۱۷۱) یہ رنگ عہد عباسی میں خوشنویس برابر استعمال کرتے رہے تھے۔ (۱۷۲)

عہد عباسی میں رنگوں کے ذریعہ کتابوں کو ممتاز کیا جاتا اور ترتیب سے رکھا جاتا تھا چنانچہ ابو بکر صولی المتوفی ۳۳۶ھ نے اپنے کتب خانے میں کتابوں کو رنگوں سے ممتاز کر کے رکھا تھا (۱۷۳)۔

اسلامی قلمرو کے مشرق و مغرب میں تیسری صدی ہجری میں کتب خانوں کی بھی رنگوں سے زینت بڑھائی جاتی تھی، کمروں کی چھت، الماری، غالیچے، پردے اور جلدوں میں رنگوں کی مناسبت کا خیال رکھا جاتا تھا چنانچہ قاضی ابن نفیس قرطبی (۳۳۸ - ۴۰۲ھ - ۹۵۹ - ۱۰۱۱ء) نے اپنے کتب خانے کے کمروں کی چھتوں، دیواروں، دروازوں، غالیچوں، پردوں، الماریوں اور جلدوں میں رنگوں کی مناسبت کو ملحوظ رکھا اور امتیاز قائم کیا تھا (۱۷۴)۔

مصاحف کی نقل اور علمی کتابوں کی کتابت و اشاعت کا اہم ذریعہ و راقہ کا پیشہ تھا۔ علماء نے اس کو بہتر پیشہ قرار دیا اور وراق پر اس نعمت کی قدر یہی بتائی تھی کہ وہ طلبہ اور اہل علم کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور جن کے متعلق گمان غالب ہو کہ وہ کاغذ علمی کتابیں لکھنے کے لئے خریدتے ہیں انہیں ترجیح دیں۔ اصحاب ہوی اور خرافات لکھنے والوں کو کاغذ فروخت کرنے سے باز رہیں (۱۷۵)۔

## (۱۲) کاتبوں کا ضابطہ اخلاق

آج دنیا میں کسی ملک و قوم کے پاس کوئی ایسا قانون نہیں جو کاتبوں کو کتابت سے روک سکے اور انہیں حسن معاملہ کا پابند بنا سکے لیکن اسلام نے کتابت کو معاملات میں داخل کیا اور آجرو مستاجر پر پابندیاں عائد کیں تاکہ معاشیاتی دوڑ میں معاشرہ میں فساد راہ نہ پاسکے۔ وہ پابندیاں حسب ذیل تھیں۔

(۱) کاتب و ناقل پر لازم ہے کہ گمراہ کن اور غیر مفید کتابیں لکھنے سے باز رہے اس میں اوقات عزیز برباد ہوتے ہیں۔ دین کا کوئی فائدہ نہیں اس طرح فحش لٹریچر، بد مستی و بد کاری کے موضوع پر کتابیں لکھنے سے گریز کرے، اس لئے کہ یہ عزت و آبرو کو پامال کرنے کا سبب ہوتی ہیں۔ نقل نویسوں کو ان باتوں سے بچنے کی ہدایت اس لئے کی جاتی ہے کہ دنیا دھوکا دیتی ہے اور اکثر اوقات اس قسم کی کتابیں نقل کرنے والوں کو علمی کتابوں کے ناقلوں سے زیادہ اجرت پیش کی جاتی ہے، لہذا نقل نویسوں کو دنیا کے عوض دین فروخت نہیں کرنا چاہیے۔

نقل نویس خدا کا خوف نہیں کرتے، جلدی جلدی لکھتے ہیں کتاب جلد پوری کرنے کی خاطر نقل کرتے وقت بہت سی عبارتیں چھوڑ جاتے ہیں حالانکہ معاملہ پوری کتاب کے نقل کا ہوتا ہے ایسے نقل نویس علم کو برباد کرتے اور خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کلام کو بے ربط بنانے کا جرم کرتے ہیں، مصنف کی تصنیف میں قطع و برید کا ارتکاب کرتے اور کام میں چوری کرتے ہیں۔ فقہاء میں امام نودی نے تصریح کی ہے کہ کسی نے اجرت پر لکھوایا پھر کاتب نے غلط لکھایا عربی زبان میں لکھایا اور اس نے کسی عجمی زبان میں لکھایا اس کے برعکس کیا تو اس پر کاغذ کی قیمت کا ٹھکان آجائے گا اور وہ کسی قسم کی اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔ قریب قریب ایسی ہی بات امام غزالی نے لکھی ہے۔

علی بن عبدالکلثبی سے کسی نے فتویٰ لیا کہ کسی نے نقل نویس سے کتاب نقل کرنے کی بات طے کی، نقل نویس نے ایک سال تک نہیں لکھا اور اس مدت میں اس کا خط بڑھیا ہو گیا تو کیا اسے خط کے بڑھیا ہو جانے کی وجہ سے زیادہ قیمت طلب کرنے یا معاملہ صلح کرنے کا حق ہے۔

موصوف نے فتویٰ دیا کہ دونوں باتوں کا اسے اختیار نہیں، سابقہ اجرت ہی پر لکھنا لازم ہے جو نقل نویس سے اجرت پر لکھوائے اس پر لازم ہے کہ وہ اوراق اور ہر صفحہ کی سطروں کا بھی تعین کرے اگر سیاہی متعین نہ کی ہو تو عادتاً جس سیاسی سے لکھا جاتا اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اختلاف کی

صورت میں وضاحت ضروری ہوگی ورنہ معاملہ کالعدم قرار دیا جائیگا (۱۷۶)۔

### (۱۳) کاتب و ناقل کی شرطیں

جو شخص علوم فقہ لغت عربیت اور اصول وغیرہ کی کتابیں نقل کرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ اس نے ان فنون کو پڑھ کر ان میں بصیرت پیدا کی ہو تاکہ وہ غلطی، تحریف و تبدیلی سے الفاظ کو غلط پڑھنے، غلط لکھنے سے بچے اور ایک باب کے دوسرے باب سے، سوال کے جواب سے، فصل کے دوسری فصل سے، اصل کے فرع سے، اور فرع کے اصل سے امتیاز کو، تنبیہ کو فائدہ سے، سوال سائل کو اور معترض کے اعتراض کو خوب پہچانتا ہو مقصد اور آخر کلام تک بات کو سمجھتا ہو، نقل کرتے وقت وہ ایک کلام کو دوسرے کلام سے مختصر فاصلہ پر جدا کر سکے اور دوسرے کے قول کو ایسے اشارہ سے نمایاں کر سکے جو اسکے امتیاز کی طرف رہنمائی کر سکے ورنہ وہ ناقل و ناخ حاطب لیل ہے جسے معلوم نہیں کہ کس وقت صبح نمودار ہو گئی وہ ایسے سیلاب میں بہ رہا ہے جسے صبح و شام کی خبر نہیں۔

جو تاریخ کی کتابیں لکھنا اور نقل کرنا چاہتا ہے اسے بادشاہوں کے نام، ان کے القاب، ان کے اوصاف اور کینتوں کو جاننا چاہیے، خاص طور پر عجم، ترک و خوارزم کے بادشاہوں کے اسلئے کہ ان کے نام عربی نہیں ہیں انہیں نقل کے ذریعہ جانا جاتا ہے اس بناء پر چند رہنما اصول و اشاروں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ملک، شہر، دیہات، قلعے، نواح، شہر، قصبے اور اقلیم کے ناموں کو جاننا اور ان اسماء کو جن میں خطی مشابہت ہے اور ان کا تلفظ مختلف ہے یا خطی و لفظی مشابہت ہے اور ان کی نسبت میں اختلاف پایا جاتا ہے جاننا گزیر ہے اگر ان میں امتیاز ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تو سامع کو الجھن ہوگی اور واقعات سے اچھی طرح واقف نہیں ہو سکے گا، ناخ و کاتب پر لازم ہے کہ وہ ان باتوں کو واضح کر کے لکھے، ناقل اشعار پر اوزان اور عربیت سے واقفیت بھی لازم ہے (۱۷۷)۔

انہی وجوہ سے عہد عباسی کی نوشتہ کتابوں میں غلطیاں نہیں ملتی ہیں اور اس دور کا ثقافتی ورثہ عام طور پر غلطیوں سے محفوظ رہا ہے۔ جن اقوام نے اپنے علمی ورثہ میں صحت کا اہتمام نہیں کیا ان کا تحریری سرمایہ اغلاط سے پر رہا چنانچہ پندرہویں صدی عیسوی کے وسط تک یورپ کو جو مسودات مہیا تھے وہ اغلاط سے پر تھے (۱۷۸)۔

یہ وہ رہنما اصول ہیں جن سے آج بھی قلمی کتابوں کی نقل میں مفر نہیں۔

## باب ششم

## دوسرا حصہ (اجمالی خاکہ)

- ☆ ----- وراقت: کتاب منزل بمنزل
- ☆ ----- سوق الوراقین
- ☆ ----- سوق الوراقین کی کثرت
- ☆ ----- سوق الوراقین کی علمی و ثقافتی حیثیت
- ☆ ----- کتابوں کی نقل انفرادی و اجتماعی
- ☆ ----- مصنف و وراق کی نقل میں فرق
- ☆ ----- فروخت کتب کے مستقل اور عارضی مرکز
- ☆ ----- کتابوں کی قیمت پر کنٹرول
- ☆ ----- شرح کتابت
- ☆ ----- کتابوں کی قیمت کا ضروریات زندگی سے موازنہ
- ☆ ----- گراں قیمت کتابوں کے عوامل
- ☆ ----- سستی کتابوں کے عوامل
- ☆ ----- عہد عباسی کے کتب فروش کی خصوصیات
- ☆ ----- کتابیاتی و مختصراتی اور دیگر مراجعاتی مواد
- ☆ ----- عہد عباسی کے معیاری ناشرین
- ☆ ----- اشاعت کتب کی صورتیں
- ☆ ----- اشاعت کتب کی موڈرن ٹیکنیک کی بنیاد عہد عباسی میں
- ☆ ----- لغو اور محزب اخلاق لٹریچر پر پابندی
- ☆ ----- اوائل عہد عباسی کے پسندیدہ اور مروجہ علوم
- ☆ ----- تبصرہ کا آغاز
- ☆ ----- انتخاب و خریداری کتب





## (دو سراسر حصہ)

## (۱) وراقت: کتاب منزل بمنزل

عہد عباسی میں علوم و فنون کی تدوین اور کتابی صورت میں ان کی اشاعت ایسی تیزی سے کی گئی تھی کہ نقل و اشاعت کے لئے ایک نئی صنعت اور نیا علم ”وراقت“ وجود میں آ گیا تھا۔ صنعت وراقت ’کانغ سازی‘ جلد سازی‘ سلمان کتبت (صحیح اور ضبط اعراب) سے عبارت تھی (۱۷۹)۔ جیسا کہ سابق میں بھی اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس صنعت وراقت کا تعلق انسان کے علوم و افکار سے ہے اور اس کے ساتھ مخصوص ہے (۱۸۰)۔ علوم و معارف اور اعلیٰ صنعتیں جو انسان کی فکری کاوشوں کے نتائج ہیں کمال تمدن کی ضامن اور آرائش و زینت کا موجب ہیں (۱۸۱)۔ کتبت‘ طباعت اور موسیقی وہ فنون ہیں جو بادشاہوں (وزیروں، پامیروں) سے ربط و ضبط اور رسائی کا ذریعہ رہے ہیں۔ اسلئے ان فنون کو دوسرے فنون کے مقابلہ میں اہمیت و برتری حاصل رہی ہے (۱۸۲)۔ عہد عباسی اور اس کے بعد بھی مسلمان حکمرانوں کے دور عروج میں وراقت و کتبت کی صنعت کو بڑا فروغ حاصل تھا۔ مورخ ابن خلدون کہتا ہے:

”صنعت وراقت“ طہ اسلامینہ میں عراق سے اندلس تک ایک ٹھانٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح تھی، متمدن آبادی اور اطراف ممالک میں اس کی گرم بازاری تھی، کثرت سے علمی کتابیں لکھی جاتی اور اسلامی دنیا کے ہر گوشہ میں ان کی نقلیں لی جاتی جلدیں بند ہوائی جاتی تھیں، کتب وراقت، نقل، صحیح، جلد سازی اور دوسرے کاموں میں بڑی مشقت اٹھاتے تھے، یہ صنعت بڑے بڑے آبادیوں میں خصوصیت سے بہت ترقی پر تھی“ (۱۸۳)

اس صنعت کے مرکز توجہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ نئی نوع انسان کے علم و دانش میں اضافہ اور معیشت کو مستحکم کرنے کا موثر ذریعہ رہی ہے۔ ابن خلدون کہتا ہے:

”صنعت کتبت چونکہ متعدد علوم پر مشتمل ہے اس لئے یہ دوسری صنعتوں کے مقابلہ میں زیادہ عقل سکھاتی ہے، کتبت میں جلی حروف سے الفاظ کی طرف اور الفاظ سے معانی کی طرف پھر ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف ذہن کی رسائی ہوتی رہتی ہے اس سے نفس انسانی میں دلائل سے دلالات کی طرف منتقل ہونے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، یہ ملکہ نظر عقلی سے عبارت ہے، نامعلوم علوم کو حاصل کرنے اور انہیں بار بار سمجھنے سے عقل و دانش میں اضافہ ہوتا اور معاملہ فہمی میں

بصیرت پیدا ہوتی ہے“ (۱۸۴)۔

عہد عباسی میں صنعت و راقہ نظری، عملی ہر دو پہلوؤں سے اہل علم کی مرکز توجہ بنی ہوئی تھی چنانچہ مشہور فلسفی ابو زید احمد سہل بلخی ۲۳۵-۵۳۲۲ھ-۷۴۹-۶۹۳۳ء نے فضل صناعت الکتابہ، وراقہ کی فضیلت میں ایک رسالہ لکھا تھا (۱۸۵)۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بلخ اور دوسرے اسلامی شہروں میں صنعت و راقہ ایک معزز پیشہ سمجھی جاتی تھی۔ ابو حیان توحیدی المتوفی ۴۰۰ھ نے وراقہ کے موضوع پر ایک رسالہ لکھا تھا جس میں نسخوں کے نقل کرنے کے اصول اور وراقوں کی تصحیف سے بچنے کے قواعد بیان کئے گئے تھے۔ (۱۸۶)۔

### (۱) سوق الوراقین

ان وجوہ سے عہد عباسی میں صنعت و راقہ اور دوسرے اہم مسائل جن کا تعلق صنعت اور سوق الوراقین سے رہا ہے ان سے اسلامی قلمرو میں خصوصی اعتناء کیا جاتا تھا۔ اکتب میں جانے کی ترغیب دی جاتی تھی چنانچہ مہلب المتوفی ۸۳ھ اپنے فرزندوں کو تاکید کرتا ہے کہ تم بازاروں میں صرف سوق حرب (جہاں جنگی سامان بکتا ہے) اور سوق الوراقین میں بیٹھا۔ (۱۸۷)۔ اور عربی شاعر کہتا ہے۔

مجالسة  
ومنها  
السوق  
مجالس  
مذمومة  
قد تحتسب

بازاروں میں اٹھنا بیٹھنا اچھا کام نہیں ہے۔ اور بازاروں کی بعض بیٹھکیں لائق عزت ہیں۔

فلا تقرین غیر سوق الجیاد  
وسوق السلاح و سوق الکتب  
لذا تم گھوڑوں، ہتھیاروں اور کتابوں کے بازار کے علاوہ کسی بازار میں نہ بھٹکنا۔

فہاتیک الة اهل الوغی  
وہاتیک الة اهل الادب

”کیونکہ گھوڑوں اور ہتھیاروں کا بازار مردانِ کار زار کے سامان کا بازار ہے اور کتابوں کا بازار اہل ادب کے سامان کا بازار ہے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی دنیا میں سب سے زیادہ آباد و پر رونق گھس

اروں اور کتابوں کے بازار تھے اور عربوں کو اپنے تہذیبی و ثقافتی مراکز و سرمایہ سے بہت دلچسپی و محبت تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی معاشرے میں سیف و قلم کے بازار ہی عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور انہی کی طرف لوگوں کو جانے کی ترغیب دی جاتی تھی یہ ترغیب کتب و باب خانوں کی نشر و اشاعت، تشہیر اور علمی افادہ و استفادہ کا باعث تھی (۱۸۸)۔

## (۲) سوق الوراقین کی کثرت

عہد عباسی میں اسلامی قلمرو کے ہر شہر میں ”سوق الوراقین“ ہوتا تھا لیکن مرکزی شہروں میں ”سوق الکتب“ کو شہرت حاصل تھی ان میں مندرجہ ذیل شہروں کے سوق الکتب کو تاریخ میں وہ شہرت حاصل رہی ہے:

(۱) کوفہ (۱۸۹)؛ (۲) بصرہ (۱۹۰)؛ (۳) بغداد (۱۹۱)؛ یہ سوق الوراقین باب البصرہ کے سامنے واقع تھے۔ اس میں سو ۱۰۰ سے زیادہ وراقوں کی دکانیں تھیں (۱۹۲)۔  
(۴) واسط (۱۹۳)؛ (۵) دمشق (۱۹۴)؛ (۶) قاہرہ (۱۹۵)

قاہرہ کے محلہ میں فسطاط میں جامع عمرو العاص کے مشرقی گوشہ کی طرف بہت بڑا سوق الوراقین تھا (۱۹۶)؛ قاہرہ اور (۷) فسطاط دونوں جگہ سوق الوراقین تھا اور یہاں ابو عبد اللہ محمد بن ثابت الکیزانی کا دیوان ملتا تھا۔ (۱۹۷)؛ (۸) بخارا (۱۹۸)۔

## (۳) سوق الوراقین کی علمی و ثقافتی حیثیت

یہ سوق الکتب مقامی ارباب کمال کی نظر میں ہوتے تھے چنانچہ ابو بکر احمد بردبھی المتوفی ۳۰۱ھ (۶۹۱۳) کا جن کی حفظ حدیث میں شہرت تھی جب کوفہ میں ورود ہوا اور ابن عقدہ سے نہیں اپنے حفظ پر ناز تھا ملاقات ہوئی تو باتوں ہی باتوں میں ابن عقدہ نے ان سے کہا حدیث کی زیادہ باتیں نہ کہجئے کسی وراق کی دکان پر چلئے، قبان (بیانہ غلہ) لیجئے اور کتابیں جتنی چاہیں لکوائیے پھر ہم بحث کریں گے تو ان کے ہوش اڑ گئے تھے (۱۹۹)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں سب سے برا عالم وہ سمجھا جاتا تھا جس کی نظر میں اپنے فن سے متعلق سوق الوراقین کی جملہ کتابیں ہوتی تھیں۔ سوق الکتب میں بعض اہل علم و راق کی علمی شہرت ایسی ہوتی تھی کہ ان کے تجارتی اوقات میں بھی دکان پر آکر لوگ ان سے کتابوں کی سند لیتے تھے (۲۰۰)۔ بعض میں شعراء کا کلام نقل کیا جاتا تھا (۲۰۱) بعض دکانوں میں علمی مباحثے ہوتے تھے (۲۰۲)؛ اہل علم و راق کے ذریعہ معلومات فراہم کرتے تھے چنانچہ ابو العلاء معری کا بیان ہے۔

میں مدینة السلام بغداد میں تھا وہاں ایک وراق کو دیکھا کہ وہ عدی بن زید کے اشعار

جن کا مطلع تھا۔

بکتر العاذلات فی غلس الصب  
ح يعاتبنه اما تستفيق  
ودعا بالصبع فجر انجات  
قینتہ فی یمنیہا ابریق

کے قافیہ کے متعلق پوچھتا تھا۔

وراق کا زعم تھا کہ ابن حاجب النعمان نے اس قصیدہ کے متعلق دریافت کیا تھا  
عدی کے نسخے بھی طلب کئے تھے لیکن وہ نہیں ملے، پھر میں نے استرابادی کو سنا کہ اس  
دیوان العبادی میں پڑھا تھا لیکن دارالعلم بغداد کے نسخہ دیوان العبادی میں یہ قافیہ  
تھا (۲۰۳)۔

علماء و ادباء کی مجلسیں جعتی تھیں اور باقدان فن کے جوہر کھلتے تھے چنانچہ ابو

بیان ہے:

”میں سوق الوراقین میں ابو الفرج صاحب الاغانی کے ساتھ ایک دوکان پر بیٹھا  
قریب ہی وراق ابو الفتح بن الجزار کی دوکان پر ابو الحسن علی بغال شاعر سے ابراہیم صولی کے  
تھا، جب وہ مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔

رای خلتی من حیث یخفی مکانها  
وکانت قذی عینہ حتی تجلت

”اس نے میری حاجت پوشیدہ جگہ سے دیکھی۔ وہ اسکی آنکھوں میں تنگے کی

فورا دور ہو گئی۔“

تو اس نے اسکی بہت داد دی ابو الفرج اس منظر کو دیکھ رہا تھا اس نے مجھ سے  
سے پوچھا کہ اس شعر میں خوبی کیا ہے، میں نے جا کر پوچھا تو اس نے کہا شاعر کا قول  
عینہ ہے، ابو الفرج نے کہا جاؤ، کہو کہ شعر کی خوبی کے ادراک میں تم سے فطلی ہوئی  
من حیث یخفی مکانها میں مضمحل ہے اس طرح بحث چھڑ جاتی تھی (۲۰۴)۔“

فطلی نے لکھا کہ بغداد میں ابن دواع ازوی المتوفی فی حدود ۵۲۳۰ھ - ۸۲۳ھ

تھی کہ اس میں عام اہل ادب آکر بیٹھتے، مذاکرہ و مباحثہ کرتے چنانچہ ان دکانوں میں  
حاصل ہوتی تھیں جو دوسری ادبی مجالس میں حاصل نہیں ہوتی تھیں (۲۰۵)۔

”رہا“ میں جو موصل و شام کے مابین ایک شہر ہے سعد و راق کی ایسی ہی

(۲)۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے مورخین نے سوق الوراقین کو ”مجالس علماء و شعراء کا مرکز“ اور ”اہل علم کا مستقر“ (۲۰۹) قرار دیا ہے۔

سوق الوراقین میں ارباب فن تقویم کا عمل کرتے، اہل کمال کے جوہر کھلتے اور باہم محبت کی تھی چنانچہ ماہر نجوم تقویم ابوالقاسم رضی مصاحب سیف الدولہ حمدانی کا بیان ہے میں الدولہ کے زمانہ میں بغداد آیا، علم کو خیر باد کہہ کر تجارت کرنے لگا ایک دن سوق الوراقین سے رہا تھا کہ ابوالقاسم قصری المتوفی ۴۱۳ھ - ۱۰۲۲ء کو تقویم بناتے دیکھا تو کھڑا ہو کر اس کے عمل لینے لگا توڑی دیر بعد اس نے سراٹھا کر دیکھا اور کہا، کیا دیکھتے ہو آگے بڑھو، یہ تمہارے سمجھنے کی چیز نہیں مگر میں دیکھتا رہا جب وہ فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا آپ نے دوسرا عمل کیا دوسری لگا لیں، اگر اس طرح سے کیا ہوتا تو یہ زحمت نہ کرنی پڑتی اور چلتا ہوا، قصری میرے پیچھے آکر مجھ سے چٹ گیا، سر کو چوما، معافی مانگی، نام، پتہ پوچھا شہرت کی بناء پر فوراً پہچان گیا اور ہر آکر مشکلات حل کرنے لگا“ (۲۰۹)۔

وراق اہل علم کی قدر کرتے اگر ان میں کوئی خوبی دیکھتے تو کتاب نذر کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اہل عرب کا مشہور شاعر متنبی سوق الوراقین میں زیادہ بیٹھتا اٹھتا تھا اس کا علم کتابوں کا رہین منت تھا (۲۱۰) اس نے کسی ورق کے پاس اصمعی کی تیس ۳۰ ورق پر مشتمل کتاب دیکھی لے کر پڑھنے لگا، جب دیر لگی تو وراق بولا: ”آپ کا مقصد اسے یاد کرنا ہے یہ کام ایک کے بعد کیجئے گا، متنبی نے کہا یہ یاد ہو گئی کہنے لگا پھر کتاب تمہاری ہے، وراق نے جیسی سے کتاب لی اس نے پوری زبانی سنادی وراق نے کتاب متنبی کو دے دی وہ ان میں رکھ کر لے گیا“ (۲۱۱)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم وسائل کی کمی کی وجہ سے سوق الوراقین میں نادر اور نایاب کتابیں یاد کر لیتے تھے، اس سے ان کا علم بڑھتا اور بعض اوقات کتاب بھی مفت مل جاتی تھی۔

انہی بے جا نہیں کہ ان کا علم سوق الوراقین کا رہین منت ہوتا تھا۔

مد عباسی میں کتب اور کتب خانہ کو سماجی زندگی کے لوازم میں سے سمجھا جاتا تھا اس لئے ہر قسم کی کتابیں عام بازاروں میں فروخت ہوتی تھیں، کتابوں کا خاص بازار بھی تھا۔ جسے سوق الوراقین (۲۱۳) ’سوق الکتبیین (۲۱۳) اور سوق الکتب (۲۱۴) کہا جاتا تھا۔

ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوق الوراقین دراصل کاغذ سازی، کاغذ فروشی اور سوق الکتب اور سوق الکتب، کتب فروشی کا بازار تھا البتہ عرف عام میں ایک کا دوسرے پر

اطلاق کیا جاتا تھا اس اعتبار سے اس کا یہاں ذکر کیا گیا جو لوگ سوق الکلب وغیرہ میں کتابیں کرتے تھے انہیں ”کتبی“ کہا جاتا تھا بہت سے اہل علم اس نسبت سے مشہور تھے۔  
بھی کتبی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اس لئے کہ وہ اوراق و کتب کا شغل رکھتا تھا چنانچہ  
اور ابن الکتبی نے وراق کی شہرت اس امر کی غماز ہے۔

تیسری صدی ہجری میں بعض شہر جیسے بغداد کا سوق الکلب بازار کتب سینکڑوں  
پھیلا ہوا تھا۔ ان دکانوں پر کتابیں سب معیاری ملتی تھیں (۲۱۶) یہ دکانیں عموماً چوک بازار  
جاتی تھیں تاکہ ہر طرف سے آنے والے کاغذ بہ آسانی خرید سکیں چنانچہ ابو حفص خما  
عبداللہ کاغذی روحی الکسبی بعمر المتونی ۵۳۱ھ کی نیشاپور میں چوک بازار میں دکان  
یہ دکانیں بالعموم کسی مسجد کے قریب ہوتی اور کتابوں سے بھری رہتی تھیں (۲۱۸) اسلئے خر  
کبھی مایوسی نہیں ہوتی تھی (۲۱۹)۔

اس امر کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں نامور اہل علم  
کی حیات میں سوق الوراقین تک پہنچ جاتی تھیں چنانچہ منصور حلاج کی تالیفات اس  
سوق الوراقین میں عام ہو چکی تھیں (۲۲۰)۔ پھر سوق الکلب میں وراقوں کا عریف (۲۲۱)  
ہوتا تھا جس کی نظر سوق الکلب کے تمام ذخائر پر رہتی تھی وہ وراقوں اور خریداروں کی  
تھا چنانچہ شرف الدین محاسن بن الصوری المتونی ۲۲۳ھ قاہرہ کے سوق الکلب کے  
(۲۲۱)۔

عہد عباسی میں مشرقی و مغربی قلمروں کے دار الخلافہ و مرکزی شہر کتابوں  
منڈیاں تھیں۔ یہاں نہ صرف کتابیں بلکہ پورے پورے کتب خانوں کی بھی قیمت  
مغرب (یورپ) میں قرطبہ اور مشرق (ایشیاء) میں بغداد کو اس امر میں شہرت خاص  
یہی فضیلت شہروں کی برتری کے ثبوت میں کافی سمجھی جاتی تھی چنانچہ مناظروں میں  
دوسرے شہر کے رہنے والوں کا یہی بات کہہ کر منہ بند کرتے اور اپنی برتری کا اظہار  
الفضل نیفاشی کا بیان ہے

”ایک مرتبہ معارف پرور سلطان مغرب المنصور یعقوب موحدی (۵۵۵-  
۱۱۹۹ء) کے دربار میں سنہ ۵۸۰ھ میں مشہور فلسفی و فقیہ ابن رشد المتونی ۵۹۵ھ اور  
عبدالملک زہرا یادی المتونی ۵۹۵ھ میں اس موضوع پر مناظرہ ہوا ابن رشد نے اپنے  
جو فضائل بتاتے ہو میں یہ نہیں جانتا بس ایک ہی بات جانتا ہوں کہ اگر کوئی عالم ایشیا  
اسکی کتابیں بکنے کیلئے قرطبہ میں آتی ہیں یہاں ان کی قیمت اچھی ملتی ہے اور اگر کوئی



مرتا ہے اسکے گانے بجانے کے سامان کے دام وہاں اچھے ملتے ہیں پھر کہا ”قرطبہ اکثر بلاد اللہ کتباً“ (۲۲۳)۔ قرطبہ بلادِ اسلامی میں کتابوں کی کثرت میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی قلمرو میں کتابوں کا شوق بڑھتے بڑھتے وجہ افتخار بن گیا تھا۔

بلادِ مشرقی میں بھی جب کوئی مرجاتا اس کی کتابیں بغداد میں اچھی قیمت میں بکتی تھیں چنانچہ ابو العباس جعفر بن احمد مروزی کی کتابیں ان کی وفات کے بعد ۲۷۵ھ میں ابواز سے فروخت کے لئے بغداد لائی گئی تھیں اور طاق جرائی میں فروخت کی گئی تھیں (۲۲۴)

اس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر شہر میں کتابیں بکتی تھیں لیکن مرکزی شہروں میں کتابوں کی قیمت زیادہ ملتی تھی، یہاں چونکہ کتابیں اور کتب خانے فروخت ہوتے تھے اس لئے شائقین کتب ان مرکزی شہروں کا بار بار سفر کرتے تھے، ابو نصر سل بن مرزبان المتوفی تقریباً ۴۲۰ھ نے نیس و نادر کتابوں کی جستجو میں بغداد کا بار بار سفر کیا تھا (۲۲۶)۔ اس سے عوام و خواص میں کتابوں کے شوق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے (۲۲۷)۔

رات میں کتب فروش سوق الوراقین میں دکانیں اہل علم کو کرایہ پر دے کر مشنگانِ علوم کی پاس بجاتے، طلب و رسد کے سلسلہ کو پروان چڑھاتے، معاشرے کی علمی اقدار میں اضافہ کرنے کی سعی کرتے تھے۔ چنانچہ سوق الوراقین میں جاخذ کو رات بھر کے لئے دکانیں کرائے پر دی جاتی تھیں (۲۲۸)۔ سوق الوراقین میں نصابی کتابوں کی خرید و فروخت سب سے زیادہ ہوتی تھی (۲۲۹)۔ ہر علم و فن کی کتابیں اتنی بڑی تعداد میں سوق الوراقین میں موجود رہتی تھیں کہ اہل علم کو ہر وقت ان کی ضرورت کی کتابیں دستیاب ہو جاتی تھیں جن کتابوں کی طلب زیادہ ہوتی ان کے نسخے بھی سوق الوراقین میں زیادہ پائے جاتے تھے اور جن کتابوں کی مانگ کم ہوتی یا جن کتابوں کی طرف اہل علم کی رغبت کم ہوتی تھی وہ کتابیں سوق الکتب میں کم ملتی تھیں (۲۳۰)

بازارِ کتب میں لوگ عالموں اور کتابوں سے استفادہ کرنے کے بعد جو کتابیں اپنے مطلب کی پاتے ان کو خرید لیتے تھے جن اہل علم کو اساتذہٴ فن سے کتابوں کی سند حاصل نہیں ہوتی تھی اور معاشرے میں عالم و مصنف کے روپ میں نمایاں ہونے کی خواہش چٹکیاں لیتی تھی وہ سوق الوراقین سے کتابیں خرید کر ان کتابوں پر نامور علماء سے اپنی قرأت و سماعت کی نسبت کر کے روایت کرتے تھے (۲۳۱)۔

یہ سوق الوراقین سے خریدی ہوئی کتابوں کو عام کرنے والے صحیفین کہلاتے تھے معاشرے میں لفظ صحیفین ان کی علمی حیثیت کا تعین کرنے اور ان کے سلسلہ سند کو ناقابل

اعتبار قرار دینے کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا مجب حسن اتفاق ہے کہ صحافی اور صحافت کو آج بھی معاشرے میں تحقیق کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

### (۴) کتابوں کی نقل انفرادی و اجتماعی

عہد عباسی میں اگر کسی کو کئی جلد والی کتاب جلد درکار ہوتی تو اسکے اجزاء اور مجلدات مختلف وراقوں کو دیکر نقل کرائی جاتی تھی اس طرح ضخیم سے ضخیم متعدد جلد والی کتاب بہت جلد اور کم سے کم مدت میں جلد تیار ہو جاتی تھی چنانچہ امین الدولہ ابو الحسن بن غزال نے ایک مرتبہ ابن عساکر کی تاریخ دمشق جو اسی (۸۰) جلدوں میں تھی، نقل کرائی چاہی تو اسے دس (۱۰) کتابوں میں تقسیم کرایا ہر کتاب کے حصے میں آٹھ (۸) جلدیں آئیں اور انہوں نے دو برس میں پوری کتاب نقل کرائی تھی (۲۳۲)۔

### (۵) مصنف و وراق کی نقل میں فرق

عالم، مصنف اور وراق کی لکھائی میں فرق ہوتا تھا۔ وراق کمائی اور خوبصورتی کی خاطر کشادہ لکھتا تھا، عالم اور مصنف کم وراق میں لکھتا، جگہ کم گھیرتا اور کاغذ بھی احتیاط سے استعمال کرتا تھا پھر اس کا لکھا ہوا وراق سے زیادہ مستند سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ابو علی حسین ماسرجسی نے جو مسند ابی بکر دس (۸) جڑوں سے زیادہ میں لکھی تھی، وراق نے اس کو ساٹھ (۶۰) سے زیادہ جڑوں میں نقل کی تھی (۲۳۳)۔

یہ سوق الوراقین سے پیدا ہونے والی خوبیاں تھیں جو علم و فن کو پھیلا رہی تھیں۔ لیکن کچھ لوگ اس میں اپنے بھی در آئے تھے جو تصنیف و تالیف کی قابل قدر صلاحیتیں رکھتے اور اچھی تصنیف و تالیف کرتے مگر احساس کمتری یا نفع اندوزی کی وجہ سے وہ اپنی تخلیقات کسی معروف مصنف کے نام سے فروخت کرنے لگے تو ماہرین کتابیات و کتب شناسوں نے ایسے اصحاب کا کھوج لگایا اور ان کو نمایاں کیا تاکہ مجلسازی کی حوصلہ افزائی نہ ہو سکے۔

ابن الندیم نے اس مجلسازی کے تدارک کیلئے ”الفہرست“ میں ایسے اشخاص و کتب کی جانچ بجائے کی ہے اور یہ نشاندہی کتب خانوں میں کتابوں کے انتخاب میں بڑی مدد و معاون رہی۔ فن کتابیات کی تاریخ میں مجلسازی کی نشاندہی کا آغاز ابن الندیم نے کیا ہے۔ ان مجلسازیوں کے اظہار کیلئے وضع، اختلاق، احتمال وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ مجلسازی کی وجہ سے سوق الوراقین کے علمی وقار کو نقصان پہنچا جس کی یادگار اردو زبان میں ایک لفظ سوقیانہ ادب (بازار کے لائق) معرض وجود میں آیا جو انہی مجلسازیوں کے

کی کا نتیجہ ہے۔

دور عباسی میں وراق اور کتب فروش بھی اہل علم کو مستعار بلا معاوضہ (Without any charge) کتابیں مہیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک وراق نے ابن جریر ری کو صرف قیاس کے موضوع پر چالیس سے کچھ کم کتابیں مستعار مہیا کی تھیں (۲۳۳)۔ جس کا کی معاوضہ یا کرایہ نہیں لیا جاتا تھا حالانکہ سوق الوراقین کتابوں کی خرید و فروخت کے مستقل کرتے۔

## (ب) فروختِ کتب کے مستقل اور عارضی مرکز

کتابوں کی خرید و فروخت کے عارضی مرکز وہ وقتی مقامات تھے جہاں کسی مجبوری کے تحت کتابوں کا ذخیرہ فوری طور پر بیچا جاتا تھا، جیسے علماء کے مکانات جہاں مرنے کے بعد ان کی کتابیں اور ان کا کتب خانہ بکتا تھا۔ کوفہ میں ابن الاعرابی کا کتب خانہ ان کے مکان پر ابو جعفر قجیلی نے خرید لیا۔ (۲۳۵)۔

کبھی کسی خاص مقام پر خاص دنوں میں فروخت کی جاتی تھیں چنانچہ ابو الفتح ناصر بن انصاری المعروف بابن صورہ المتوفی ۲۰۷ھ اپنے مکان کے دروازہ کی دھلیز پر بیٹھا کرتا اور دو شنبہ چہار شنبہ کو علماء و رؤساء آتے اور اپنی پسند کی کتابیں خرید کر لے جاتے تھے (۲۳۶)۔ اجزاء اور مجلدات جب ذخیرہ کتب میں رل مل جاتی تھیں تو کتابیں ناقص ہو جاتی تھیں۔ موصوف فروخت کتب میں پورے اجزاء اور مجلدات کا اہتمام کرتے تھے اس لئے ہفتہ میں دو دن فروخت کرتے تھے (۲۳۷)۔

وزراء، رؤساء اور وہ لوگ جو اپنے کاروبار یا علمی کاموں میں انہماک کی وجہ سے سوائے کتب نہیں جاسکتے تھے یا کم جاتے تھے وہ دلالوں کی معرفت جنہیں ”دلال الکتب“ اور ”سمسار“ کہا جاتا تھا کتابیں منگاتے (۲۳۸) اور خرید کرتے تھے (۲۳۹)۔ بعض اوقات نایاب کتابوں کی جستجو کیلئے جہاں گشت ادباء کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں چنانچہ قاضی فاضل نے وزیر ابو نصر احمد بن یوسف منازی المتوفی ۲۳۳ھ کے دیوان کو جو بہت نایاب تھا ”بعض الادباء السفار“ چند جہاں گشت ادیبوں کو مامور کیا تھا لیکن وہ بھی اس کے حاصل کرنے میں ناکام رہے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں نایاب کتب کو حاصل کرنے کیلئے کیا کیا تدبیر اختیار کی جاتی تھیں (۲۴۰)۔ بادشاہوں، وزیروں کے گماشتے حصول کتب کی خاطر اسلامی قلمرو مشرقی و مغربی شہروں میں سفر کرتے رہتے تھے (۲۴۱)۔

عہد عباسی میں مصنف یا اہل علم، امراء اور قدر دانوں کے یہاں کتاب پہنچاتے تو ان کی قیمت کچھ نہیں ہوتی تھی کتاب انکی طرف سے ہدیہ اور دینار ان کی جانب سے عطیہ ہوتے تھے اس طرح امراء، اہل علم کی قدر اور ہمت افزائی کر کے کتابیں حاصل کرتے تھے چنانچہ محمد عبدالملک زیات کو جاہظ نے کتاب الحیوان کا نسخہ پیش کیا تو اس نے پانچ ہزار (۵۰۰۰) دینار اسے

دیے تھے اور جب ابن ابی داؤد کو کتاب البیان والتبیین کا نسخہ لیجا کر دیا تو اس نے بھی جاخط کو پانچ ہزار دینار دئے اور جب اس نے کتاب الزرع والنخل کا نسخہ لے جا کر ابراہیم بن عباسی کو پیش کیا تو اس نے اس کو پانچ ہزار دینار دئے تھے (۲۲۲)۔

اس کے علاوہ کتب فروش بھی کتابوں کی خرید و فروخت کیلئے مشرقی و مغربی ممالک میں گھومتے رہتے تھے بعض اوقات صاحب کتب خانہ کسی ضرورت کے تحت اپنی ذخیرہ کتب سے کتابیں ان کو بیچتے تھے (۲۲۳)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تاجر کتب جس طرح کتابیں کتب خانوں میں پہنچاتے تھے اس طرح صاحب کتب خانہ سے کتابیں خرید بھی کرتے تھے۔ یوں حصول کتب Retrieval کا عمل جاری رہتا تھا۔

تاجر کتب نادر، اہم اور نئی نئی کتابیں بلاد مشرق (ایشیاء و افریقہ) اور مغرب (یورپ) میں بھی لے جاتے، مالکان کتب خانہ سے ربط و ضبط بڑھاتے اور انہیں کتابیں پہنچاتے تھے چنانچہ حلب کا ایک تاجر کتب عراق سے بو علی ابن سینا کی کتاب القانون کا نسخہ اندلس لایا، اس سے قبل یہ کتاب اندلس میں نہیں آئی تھی، اس نے ابو العلاء زہر بن عبد الملک اشبیلی المتوفی ۵۲۵ھ کو دکھائی مگر اس بالغ نظر کی نظر میں نہیں سمائی (۲۲۴)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے تاجران کتب کی تجارت کا دائرہ کتنی وسعت اختیار کر گیا تھا۔

اہل علم، علماء سے کتابیں ہی نہیں خریدتے تھے بلکہ ان کا ان سے سماع کرتے اور سند بھی لیتے تھے، چنانچہ ابو عبد اللہ محمد المعروف بابن زوج الحرمہ المتوفی ۴۲۸ھ سے خطیب بغدادی نے جو کتابیں خریدی تھیں ان کا موصوف سے سماع بھی کیا تھا (۲۲۵) یہ عہد عباسی میں کتابوں کے استعمال کا شاہد عدل ہے۔

تجارت صرف تیار مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے یا ایک فرد و جماعت سے لیکر دوسرے فرد یا جماعت کو بیچنے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے مفہوم میں لین دین میں تعاون کے رشتہ کو استوار کرنا اور اس میں نظم و نسق قائم رکھنا بھی داخل ہے یہ نظم اور انتظام و انصرام سرکار کی زیر سرپرستی ہو یا نہ ہو وراقوں اور تاجروں کی برادری میں اس کا شعور ضرور موجود تھا یہ شعور ہی تھا جو بغداد کے سوق الوراقین سے اسپین تک بستی بستی میں کتابوں کو پھیلا رہا اور تجارت کتب کو فروغ دے رہا تھا، اس طرح ابلاغ و ترسیل Dissemination کے عمل کو جاری رکھنے میں آسانیاں بہم پہنچ رہی تھیں۔

## (۱) کتابوں کی قیمت پر کنٹرول

عبدالعباسی ہی نہیں بلکہ اس کے بعد کے دور میں بھی کتابوں کی قیمت کے بڑھنے اور گھٹنے پر نظر رکھی جاتی تھی گو حکومت سرکاری طور پر کوئی اقدام نہیں کرتی تھی لیکن صاحب تصانیف اس میں اخلاقی دباؤ ڈالتے تھے اور اگر تاجران کتب نے کبھی کتابوں کی قیمت مناسب نہیں رکھی اور انہیں بیجا نفع اندوزی و استحصال پر مصر ہوتے دیکھا گنیا تو انہوں نے ایسی صورت میں اس کتاب کا بہتر بدل لانے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیمت معمول پر آگئی۔

## (۲) شرح کتابت

تیسری صدی ہجری کے اوائل میں عام طور پر وراق ایک درہم میں دس (۱۰) ورق لکھتے تھے۔ پانچ (۵) ورق فی درہم اجرت بہت گراں سمجھی جاتی اور گوارا نہیں کی جاتی تھی۔ چنانچہ فراہ نے جب کتاب المعانی املاء کرائی تو وراق پانچ ورق فی درہم نقل کے طلب کرنے لگے اسے معلوم ہوا اس نے انہیں بیجا نفع اندوزی سے روکا مگر یہ نہ مانے آخر اس نے کتاب المعانی کو شرح مزید کے ساتھ املاء کرانا شروع کیا ابھی سو (۱۰۰) ورق املاء کرائے تھے کہ وراق دس (۱۰) ورق فی درہم پر راضی ہو گئے (۲۳۶)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء ارباب فن علوم و فنون کی نشر و اشاعت، علم کی خدمت اور عوام کی سہولت کے پیش نظر کتابوں کی قیمت پر نظر رکھتے تھے، وراقوں تاجروں کو کتابوں کی معمول سے زیادہ قیمت وصول کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

تیسری صدی ہجری کے اواخر میں ایک جزء تین درہم میں لکھا جاتا تھا چنانچہ ابو عتبہ احمد بن الفرح کندي حمصی المعروف بالبحازی المتوفی ۱۷۲ھ کے تذکرہ میں محمد بن عوف کا بیان ہے کہ ”میں نے ابو الیمان شعیب کی بیسٹار کتابیں نقل کی تھیں، میں ایک جزء تین درہم میں لکھتا تھا“ (۲۳۷)۔

تیسری صدی ہجری کے اواخر میں ایک جزء ایک درہم میں بوقت ضرورت بہ آسانی فروخت کیا جاسکتا تھا چنانچہ ابراہیم حربی (۱۹۸-۲۸۵ھ-۸۱۵-۸۹۸ھ) سے ان کی دختر نے تنگ و تنگ کی شکایت کی انہوں نے اس سے یہی کہا تھا کہ جس کے پاس بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) جزء لغت کے موجود ہوں اسکے پاس بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) درہم ہیں وہ فقیر نہیں ہوتا میرے مرنے کے بعد ہر جز ایک درہم



میں بیچ سکتی ہو (۲۳۸)

جزء کی مقدار ہر دور میں تقریباً مختلف رہی ہے لیکن تیسری صدی ہجری میں پچاس (۵۰) ورق کی کتاب کو لفظ جزء سے تعبیر کیا جاتا تھا چنانچہ مورخ کا بیان ہے:

”ابو محکم بغدادی نے مجھ سے ایک جزء مستعار لیا تھا اسکی مقدار تقریباً پچاس ورق تھی“

(۲۳۹)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے اواخر میں بارہ (۱۲) ورق فی درہم اجرت نقل تھی۔ چنانچہ ابو بکر محمد بن مسلم بن عبد اللہ قطری زاہد المتونی (۲۶۰)۔ جامع سفیان ثوری کا نسخہ سترہ (۱۷) درہم میں لکھتے تھے (۲۵۰) بعض خاص اسباب کے تحت بعد کے زمانے میں بھی جزء اس حساب سے فروخت ہوا چنانچہ چھٹی صدی ہجری میں اسعد بن الیاس المتونی ۵۸۷ھ کے تیار کئے ہوئے خلاصے بولی لکھنے پر ایک درہم فی جزء کے حساب سے بکے تھے (۲۵۱) تاہم نامور مصنف کا اپنا لکھا ہوا ایک جزء تقریباً ایک دینار میں بکتا تھا چنانچہ خلیل بصری کی کتاب العین جو اڑتالیس (۳۸) جزء میں تھیں پچاس دینار میں فروخت ہوئی تھی (۲۵۲)۔

مدینۃ السلام بغداد میں کتابت مذکورہ بالا اجرت پر کی جاتی تھی لیکن دوسرے اسلامی ممالک میں بعض وجوہ سے کتابت کا نرخ مختلف تھا بعض اوقات شناسان کتب کو اجرت کتابت زیادہ ادا کی جاتی تھی چنانچہ تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں ابو زرعة رازی المتونی ۲۶۲ھ نے مصر میں جب امام شافعی کی تصانیف نقل کرائیں تو اجرت کتابت فی کاغذ تقریباً ایک درہم ادا کی تھی موصوف کا بیان ہے۔

میں ۲۳۲ھ میں حج کرتے ہوئے مصر کی طرف نکلا وہاں ٹھہرنے کا بہت کم خیال تھا لیکن علم و استفادہ کا یہاں چلن زیادہ دیکھا تو پندرہ (۱۵) مہینے ٹھہرا، امام شافعی کی کتابوں کے سب سے زیادہ واقع کوڈھونڈا تاکہ ان کا ذخیرہ کتب نقل کرایا جائے۔ اس نے اسی (۸۰) درہم اجرت مانگی، میرے ربا کے دو (۲) کپڑے تھے، میں نے انہیں ساٹھ ۲۰ درہم میں بیچا، دس ۱۰ درہم میں سو ۱۰۰ ورق کاغذ خرید کر اسے دیا اور کتابیں نقل کرائیں (۲۵۳)

اس دور میں گویا امام مجتہد کا پورا ذخیرہ تصانیف نوے ۹۰ درہم میں فراہم کیا جاتا تھا۔

عہد عباسی میں جوں جوں معیار زندگی بلند ہوتا گیا اشیاء صرف کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہوا اور وراثت اور کتابت بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں چنانچہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں تقریباً ایک ورق ایک درہم میں لکھا جاتا تھا۔ مشہور ادیب اور قاضی ابو سعید سیرانی المتونی ۳۶۸ھ مجلس قضا و درس سے قبل ہر روز دس ۱۰ ورق جس کی اجرت دس درہم تھی لکھ کر اٹھتے

تھے (۲۵۴)۔

ابو علی حسن مکبری المتوفی ۴۲۵ھ پانچ درہم کا کاغذ خریدتے جو اتنا ہوتا تھا کہ اس میں متنبی کا دیوان لکھ لیا جاتا تھا (تقریباً متوسط قلم سے موجودہ متوسط تقطیع کے تین سو ۰۰ صفحات) وہ لکھنے کے بعد کم از کم ڈیڑھ سو ۱۵۰ درہم ورنہ عموماً دو سو ۲۰۰ درہم میں فروخت کرتے تھے۔

موصوف زود نویس تھے تین ۳ دن میں ایک دیوان لکھتے تھے جو زود نویس نہ ہوتا وہ ہفتہ میں لکھ لیتا تھا۔ اس سے عکبری نے پچیس ۲۵ ہزار درہم کمائے تھے (۲۵۵)۔  
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زود نویس کاتب تقریباً پچاس (۵۰) درہم یومیہ اور غیر زود نویس کاتب پچیس (۲۵) درہم یومیہ سے زیادہ پیدا کرتا تھا اس سے وراقت کتابت کے پیشے میں کمائی وراقتوں اور کاتبوں کی خوشحالی اور ان کے معیار زندگی (Status) کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

## کتابوں کی قیمت کا ضروریات زندگی سے موازنہ

عہد عباسی میں کتابوں کا ذخیرہ بڑھانے اور کتب خانے بنانے پر جو رقم خرچ کی جاتی تھی ضروریات زندگی اور روزانہ استعمال کی اشیاء کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ اس امر کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے کیا جاسکتا ہے:

”مشہور محدث شعبہ ابن الحجاج (۸۲ - ۱۶۰ھ ۷۰۲ - ۷۷۲ء) کے مرنے کے بعد ان کی نچر، زین، لگام، بدن کے کپڑے اور جوتے سولہ درہم میں بکے تھے“ (۲۵۶)۔

اس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں نچر، اس کا ساز و سامان، سولہ جوڑا اور جوتا سولہ (۱۶) درہم میں آتا تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء عہد عباسی میں عام پر

لکھے انسان کی ضروریات زندگی کی کفالت اس معمولی رقم سے ہو جاتی تھی اسلئے کہ اس دور میں پانچ (۵) درہم میں، سستی قمیص چار (۴) درہم میں اور عمدہ قمیص آٹھ (۸) درہم میں ملتی تھی

(۲۵۷)۔ بعض اوقات ایک امام فن ہی کی تصانیف پر ساٹھ دینار خرچ آتا تھا (۲۵۷)۔

مذکورہ بالا تاریخی شہادت اس امر کا نہایت بین ثبوت ہے کہ عہد عباسی میں اہل علم و شائقین کتب سب سے زیادہ رقم کتب اور کتب خانوں پر خرچ کرتے تھے جو ان کی علمی اور ادبی ضرورت کی شاہد عدل ہے۔

## (۴) گراں قیمت کتابوں کے عوامل

عہد عباسی میں اسلامی قلمرو میں کتابیں عام نرخ پر ملتی تھیں لیکن حسب ذیل خصوصیات سے آراستہ کتابیں صحت و ندرت کی وجہ سے عام طور پر گراں قیمت پر دستیاب ہوتی تھیں۔

معنت یا شارح کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب جیسے خلیل بصری کی کتاب العین جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ مصنف کا اپنا نسخہ تھا پچاس (۵۰) دینار میں بکا تھا (۲۵۵)۔

(الف) مصنف یا شارح یا ترجمہ نگار کا اپنا لکھا ہوا نسخہ

(ب) مصنف یا شارح یا ترجمہ نگار کا صحت کردہ نسخہ

(ج) مصنف یا شارح یا ترجمہ نگار کے تلمیذ خاص کا نسخہ

(د) مصنف یا شارح یا ترجمہ نگار کا صحیح کیا ہوا یا اس سے پڑھا ہوا نسخہ

(ه) مصنف یا شارح یا ترجمہ نگار کے وراق کا لکھا ہوا نسخہ

(و) مصنف یا شارح یا ترجمہ نگار کے نسخہ سے منقول و مقابلہ کیا ہوا نسخہ

(ز) مصنف یا شارح یا ترجمہ نگار کی آخری عمر کا نسخہ (بشرطیکہ حافظہ درست رہا ہو)

(ح) مصنف یا شارح یا ترجمہ نگار سے قریب العمد نسخہ

(۱) اہل علم کا تصحیح کیا ہوا نسخہ (۲۶۱)

(۲) نامور وراق کا لکھا ہوا نسخہ

(۳) عالم یا علماء کے زیر مطالعہ نسخہ

(۴) عالم یا عالم کے حواشی سے آراستہ نسخہ (۲۶۲)

(۵) مشہور صحیح نویس کا لکھا ہوا نسخہ جیسے یوسف بن خرز النجیری المتوفی ۲۲۳ھ کا لکھا ہوا

دیوان جریر و طبقات الشعراء ابن سلام میں سے ہر ایک مصرع میں بیس (۲۰) دینار میں

فروخت ہوتا تھا (۲۶۳)۔

(۶) نامور خطاط کا لکھا ہوا نسخہ

(۷) عمدہ کاغذ پر خوشخط لکھا ہوا نسخہ

(۸) کسی وزیر، امیر کبیر، عالم یا بادشاہ یا بزرگ کے خزانہ کتب کا نسخہ (۲۶۴) اکثر شاہی کتب

خانہ کی کتابوں پر ”رسم خزانة الملک“ کے الفاظ لکھے ہوتے تھے (۲۶۵) یا کسی وزیر،

امیر یا بزرگ کا یا کسی کے کتب خانے کی کتابوں پر ان میں سے کسی کا نام لکھا ہوتا۔

(۹) بادشاہ، وزیر، عالم، سب فن میں سے کسی کے نام معنون کیا ہوا نسخہ

- (۱۱) ان مذکورہ بالا شخصیات میں سے کسی لیے تیار کیا ہوا یا کرایا ہوا نسخہ
- (۱۲) کسی کتاب کا مشکول (اعراب لگایا ہوا) نسخہ
- (۱۳) نقش و نگار سے آراستہ کتاب، مطلا و مذہب نسخہ
- (۱۴) خوشنما مجلد نسخہ (۲۶۶)
- (۱۵) مصور نسخہ (۲۶۷)
- (۱۶) اہمات الکتاب۔ ہر فن کی اہمات الکتاب بھی گراں قیمت میں دستیاب ہوتی تھیں۔
- (۱۷) فنی کتابیں (Technical Books)۔ چنانچہ بطلمیوس کی فن ہیئت میں مشہور کتاب المجسطی کا نسخہ چوتھی صدی ہجری میں بیس (۲۰) دینار میں فروخت ہوا تھا (۲۶۸)۔ یا مثلاً ابو علی بن ابوالہیثم بصری المتوفی ۲۳۰ھ کی نقل کردہ اقلیدس کتاب المتوسلات اور کتاب المجسطی کا نسخہ ڈیڑھ سو (۱۵۰) دینار سے کم میں فروخت نہیں ہوا تھا (۲۶۹)۔
- (۱۸) دائرۃ المعارف کی قسم کی کتابیں۔ چنانچہ ابو نعیم اصفہانی کی کتاب الحلیہ (جو صوفیاء و تصوف کا دائرۃ المعارف ہے) ان کی حیات میں نیشاپور پہنچی تو چار سو (۴۰۰) دینار میں بیکی گئی (۲۷۰)۔
- (۱۹) غیر زبانوں سے ترجمہ شدہ کتابیں، اس قسم کی کتابوں کی قیمت عربی کتب کی نسبت زیادہ ہوتی تھیں، ہاتھوں ہاتھ نکلتی اور مملکتوں میں تاجروں کے ذریعہ دور دور تک پہنچ جاتی تھیں (۲۷۱)۔
- (۲۰) وہ کتابیں جن کا چلن کم ہوتا یا جن کی طرف اہل علم کی رغبت کم ہوتی تھی وہ بھی گراں قیمت پر ملتی تھیں۔
- (۲۱) کسی کتاب کا پہلا نسخہ جب کسی دیار میں پہنچتا تو گراں قیمت میں فروخت ہوتا تھا چنانچہ کتاب الرسائل جو مالکی فقہ کے چار ہزار (۴۰۰۰) مسائل اور چار سو (۴۰۰) حدیثوں پر مشتمل مختصر و مقبول رسالہ ہے افریقہ سے ایشیا میں آیا اور مرکز خلافت بغداد میں ابوالزید قیروانی کا نسخہ فقہ ابو بکر بصری المتوفی ۳۷۵ھ کے حلقہ درس میں بیس (۲۰) دینار میں بکا تھا (۲۷۲)۔
- (۲۲) مشاہیر اہل علم کی مہروں یا دستخطوں سے آراستہ نسخہ
- (۲۳) قدیم الخط نسخہ مثلاً ایشیائی رسم الخط جیسے کوفی، بصری، بغدادی، نیشاپوری، افریقی، قیروانی، مراکشی یا اندلسی خط میں لکھا ہوا۔

(۲۲) حواشی سے آراستہ ابواب و فصول سے ممتاز نسخے

قلمی کتابوں کی اہمیت و ندرت کھوج سے گراں قیمت ہونے کے یہ وہ عوامل ہیں جو عہد عباسی میں کار فرماتے اور کم و بیش آج بھی ان پر عمل کیا جاتا ہے اور یہی وہ اساسی اصول ہیں جن کو مسلمانوں نے قلمی نسخوں کی علمی تحقیقات میں بنیاد بنایا۔ ان کے یہ قیمتی اصول آج بھی تحقیقِ متن میں ملحوظ رکھے جاتے ہیں اور کتب خانوں کی عظمت و شہرت کا باعث ہیں ان اصول سے ابن الندیم کی کتاب الفہرست میں اعتناء کیا گیا ہے البتہ تاریخ کتب خانہ میں پہلی مرتبہ ان کا احاطہ اور انہیں منضبط کیا گیا ہے۔

### (۵) سستی کتابوں کے عوامل

کتابیں عام طور پر مروجہ نرخ پر ملتی تھی لیکن بعض اوقات حسبِ ذیل اسباب کی وجہ سے کتابیں سستی بھی بل جاتی تھیں۔

(۱) حملہ ہوتا اور فوج کشی سے جب تباہی آتی، مدرسے، کتب خانے اور علمی خانوادے برباد ہوتے، وزیروں، امیروں کے محلات لٹتے، ادب و کتب کی کتابیں لے جاتے اور انہیں کوڑیوں کے مول بیچتے تھے۔ سنہ ۵۹۸ھ میں عراق پر حملہ ہوا تو نیم دانگ (۲۷۳) میں ایک من کتابیں تول کے حساب سے کی گئیں (۲۷۳)۔

(۲) کبھی بلا واقف لوگ فی الفور اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے کتاب سستی بیچتے اور خریدار بلا طلب سستے داموں خرید لیتے تھے۔ ابن سینا کو ایک ضرورت مند سے بلا طلب ابو نصر قارابی کی کتاب مابعد الطبیعہ اسی طرح کوڑیوں میں ہاتھ آئی تھی (۳۷۵)۔

(۳) جب کوئی عالم مرتا اس کے ذخیرہ کتب کی کتابیں نسبتاً سستی فروخت ہوتی تھیں اس لئے اہل علم گنجائش نہ ہونے کے باوجود زیادہ تعداد میں کتابیں خریدتے تھے۔ چنانچہ ابن طرخان کے ترکہ سے ابو حیان توحیدی نے ۳۷۰ھ میں بہت سی کتابیں خریدی تھیں (۲۷۶)۔

(۴) ناقص و عیب دار کتابیں سستی فروخت ہوتی تھیں، کتابوں کے شوقین بعض نادار یا بخیل یا عیار اور کتاب شناس شوقین عالم جب کتابوں کے ڈھیر سے کوئی کتاب نکالتے وراق اس کتاب کی اہمیت و ندرت کو پالیتا اور اسی لحاظ سے وہ کتاب کے دام مانگتا تھا مگر یہ کتابیں سستی خریدنے کی غرض سے غیر اخلاقی حرکت سے بھی گریز نہیں کرتے تھے کتاب دیکھتے دیکھتے اس کو پھاڑ دینے ورق نکال لیتے اور کسی نہ کسی طرح کتاب میں نقص پیدا کر کے اسے کم قیمت میں خرید لیتے تھے۔ چنانچہ مشہور نحوی ابن الحشاب المتوفی ۵۶۷ھ اس طرح کتاب خریدتا تھا (۲۷۷)۔ ابو الخیر

مسحی بن ابی البقا المتونی ۶۰۸ھ کا بھی یہی وطیرہ تھا (۲۷۸)۔

(۵) شریف خاندان کی بعض مصیبت زدہ خواتین اپنا بھرم قائم رکھنے اور ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے نیز بدنامی سے بچنے کے لئے خاندانی ذخیرے چوری چھپے اونے پونے بکواتی تھیں اس طرح لوگوں کو سستی کتابیں مل جاتی تھیں۔ چنانچہ ہندو شاہ نخجوانسی کا بیان ہے کہ ایک عورت اور اق دکرار لیس اور بڑے کاغذات کا پلندہ بیچنے کے لئے میرے پاس لائی اور بہت سستادے گئی میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں ابن مقلد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک دفتر تھا (۲۷۹)۔

(۶) بعض وہ لوگ جنہیں ترکہ میں کتابیں ملتی تھیں وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہوتے تھے یہ لوگ کھڑے کھڑے سوق الوراقین میں دلالوں سے بولی لگوا کر کتابیں نکال دیتے تھے۔ اس قسم کی کتابیں بھی سستی مل جاتی تھیں (۲۸۰)۔

(۷) کال (قحط) پڑتا اور لوگوں کے پاس کھانے کو نہیں رہتا تو بھی لوگ کتابیں سستی بیچ کر پیٹ کی آگ بجھاتے تھے۔

تاتاریوں نے بغداد کو تباہ کیا، اہل بغداد دانے دانے کو ترس گئے اہل حلہ و اہل کوفہ بغداد میں کھانے کا سامان لا کر بیچتے اس کے عوض قیمتی کتابیں بہت ہی سستی خرید کر لے جاتے، اس طرح ذخیرہ اندوزی سے وہ بہت جلد مالدار بن بیٹھے تھے (۲۸۱)۔ گویا قحط سالی نے زرعی معیشت کے کارکنوں (کسانوں) کے گھروں میں بھی کتابیں پہنچادی تھیں۔ کتابوں کے سستا ہونے کے مذکورہ بالا عوامل آج بھی اس طرح کار فرما ہیں جس طرح عہدِ عباسی میں کار فرما تھے۔



## (ج) عہد عباسی کے کتب فروشوں کی خصوصیات

(۱) اس دور میں کتب فروش اور وراق عام طور پر عالم ہوتے تھے۔ وہ کتابیں صحیح نقل کر کے مناسب داموں پر فروخت کرتے قدر دانوں اور ضرورت مندوں کی علمی ضروریات کی تکمیل کرتے، پسندیدہ کتابیں مہیا کرتے تھے، طلب و رسد کے فروغ اور علوم و فنون کی نشرو اشاعت کی سب سے دلائل کتب، اہل علم، اہل خیر اور شائقین کتب کے مکانوں پر کتابیں پہنچاتے تھے۔ چنانچہ اراقوں کی جماعت ابو نصر سہل بن مرزبان نزیل نیشاپور کے محل سرا میں کتابیں دکھانے آتی تھی (۲۸۳) یا قوت رومی، جمال الدین قفلی کو کتابیں پہنچاتے تھے (۲۸۳) اہل علم جہاں کہیں جاتے کتابیں لے کر لے کر وراقوں کی جماعت ساتھ لے جاتے تھے (۲۸۳)۔

(۲) عہد عباسی میں بعض کتب فروش اور وراق کتابوں کی تجارت ہی نہیں کرتے بلکہ وناگوں موضوعات پر تحقیقی، علمی کتابیں بھی تصنیف و تالیف کرتے تھے جیسے یا قوت رومی وغیرہ۔

(۳) دور عباسی میں بعض کتب فروشوں نے تجارت کتب کے ساتھ علم کتاب داری کو بہت ترقی دی چنانچہ بقول بعض ابن الندیم وراق نے چوتھی صدی ہجری میں عربی زبان کی قومی کتابیات (National Bibliography) "الفہرست" مرتب کرنے کی کوشش کی جس میں عباسی قلمرو کے علمی و تحقیقی سرمایہ خاص طور پر دار الخلافہ بغداد، موصل وغیرہ کا جائزہ پیش کیا اور ان کتابوں کا جو اس کی نظر سے گزری تھیں کہیں اجمالی اور کہیں تفصیلی تعارف کرایا ہے۔ مصنفین کے حالات بھی قلمبند کئے جس سے چوتھی صدی ہجری تک گوناگوں علوم و فنون اور ہر علم کے مختلف شعبوں میں جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان کے متعلق بیش قیمت معلومات ملتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ گوناگوں اصناف علوم پر کتنی تالیفات ہو چکی تھیں۔

(۴) عہد عباسی کے بعض وراق نے وراقت کے پیشہ کے ساتھ علوم و فنون کا نہایت مبسوط دائرۃ المعارف بھی ترتیب دیا تھا۔ چنانچہ ابو الوفا علی بن عقیل بغدادی المتوفی ۵۱۳ھ نے اسلامی تاریخ میں کتاب الفنون کے نام سے نہایت جامع دائرۃ المعارف تالیف کیا تھا جس کے متعلق ارباب تذکرہ کا بیان ہے کہ یہ دو سو سے آٹھ سو مجلدات کے مابین تھا (۲۸۵)۔

(۵) عہد عباسی کے وراق ابن الندیم وغیرہ کتابوں کے اندرونی اسرار و خزائن سے بھی اچھی طرح واقف ہوتے تھے اور اپنی کتابیات کے ذریعہ اہل علم کو بھی باخبر رکھتے تھے (۲۸۶)۔

وراق و کتب فروش عالم کے علمی و ادبی ذوق سے اس کی اولاد خاندان بھی متاثر ہوتا تھا۔ چنانچہ اندلس میں چوتھی صدی ہجری میں تاجر کتب ایاد بن عبداللہ عوفی وادی اشبیلیاں حمہ

اور زینب بلند پایہ شاعرہ تھیں۔ حمدہ خضاء مغرب کے لقب سے ممتاز تھیں اور دیگر اصناف علم میں بھی ماہر تھیں (۲۸۷)۔

(۶) عشتی اشاعت، عبد عباسی کے وراقوں نے عشتی اشاعت کتب (Moveable Publishing) کا آغاز کیا چنانچہ وراقوں کی جماعت اہل علم کے ہمراہ جاز اور کتابیں نقل کر کے شائع کرتی تھی (۲۸۷)۔ ازمنہ قدیمہ و متوسطہ میں یہ تو ہوتا تھا کہ ایک منزل پر کوئی معبد و محل یا ادارہ ہوتا اس میں کاتب از خود اپنے فن کا مظاہرہ کرتا تھا لیکن ان ادوار قدیمہ و متوسطہ میں کہیں ہمیں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کاتب و خوشنویس (Scribe) جماعتوں کی صورت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنا کام کرتے ہوئے جاتے ہوں اور منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے اپنا ہنر جاری رکھتے ہوں۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تحریک ابلاغ علم و کتب کی ابتداء اسلام سے ہوئی اور مسلمانوں نے علم کی تلاش میں کوچہ، شہر، ملک ہی نہیں براعظموں کو بھی چھان مارا تھا۔ ان کا یہ سیر و سفر خالی نہیں ہوتا تھا وہ اگر خود خطاط نہیں ہوتے تھے تو اپنے ساتھ وراق و خطاط رکھتے تھے۔ یہ جگہ جگہ کتابیں نقل کرتے رہتے اس طرح ان کے فن کی بھی نمائش ہوتی رہتی تھی۔ (۲۸۸)۔

عبد عباسی میں تجارت کتب فن کی حیثیت سے اتنی ترقی کر چکی تھی کہ بقول بعض اہل اندیم کو بک سیلر کیٹلاگ (Book-seller Catalogue) تیار کرنا پڑا تھا اور اس کیٹلاگ کے اسباب و علل میں صرف تجارت و نفع اندوزی ہی کارفرما نہ تھی بلکہ علم کتب داروں کی تاریخ میں بک سیلر کیٹلاگ کی ابتداء اسی "الفہرست" سے ہوتی ہے۔ ابن الندیم نے اس میں بعض کتب اور مصنفین کے متعلق بیاض چھوڑی تھی اور ان کا ذکر اس لئے نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے تجربہ و مشاہدہ میں نہیں آئے تھے ان مقالات پر نہ وہ خود جاسکا تھا نہ وہ ان مصنفین سے مل سکا تھا، نہ ان کتابوں کو دیکھ سکا تھا، نہ وہ ان کے متعلق اپنے دوستوں سے معلومات حاصل کر سکا تھا، لہذا دیانتدارانہ طور پر اس نے ان مقالات کو چھوڑ دیا تھا (۲۹۰)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیات کی ترتیب میں دیانتداری کے پہلو کو بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ ہمارے مذکورہ بالا (اخذ کئے ہوئے) نتائج کی تصدیق وان کرہ بھی کرتا ہے وہ ابن الندیم کے متعلق کہتا ہے۔

"اسلام سے پہلے کی تاریخ میں یہ باتیں ہمیں کسی کتب فروش کے بارے میں نہیں ہیں" (۲۹۱)۔

عہد عباسی کے کتب فروش اور وراقوں کی یہ وہ خصوصیات و کارنامے ہیں جو اپنی مثال پا ہیں۔ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی کے تاجروں میں ضابطہ اخلاق وغیرہ بھی جاتا تھا جس کا سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) ضابطہ اخلاق (Code of Ethics) گو آج مرتب شکل میں ہمارے پاس موجود ہے لیکن وہ کوڈ (Code) ہی تھا جس کی وجہ سے جلسا زیاں منظر عام پر آتی تھیں۔ اور ایک دوسرے تاجر کو اس کی خبریں پہنچتی تھیں چنانچہ وہ اس قسم کے کام کے لئے خاص الفاظ وضع، تزید، اختلاق، انتحال اور ایسے افراد کے لئے ”واضع“، ”مختلق“، ”منتحل“ اور یہ وغیرہ کی الفاظ اور اصطلاحات بول کر ایک دوسرے کو صورت حال سے باخبر کرتے تھے۔ شین اور وراقوں میں ان کا استعمال زیادہ پایا جاتا ہے اس طرح اہل علم اور وراقوں کو جلد ہی ان لسازوں اور ان کی جلسا زیوں کا علم ہو جاتا تھا حالانکہ اس دور میں آج کے سے ذرائع ابلاغ یکسر نوتھے (۲۹۲)۔

(۲) تحقیق اور جائزہ (Need of research and Surveys) فن کتب دہلی میں تحقیق و جائزہ کی ابتداء مسلمانوں نے کی تھی وہ اس دور میں کتب خانوں کا جائزہ لینے کی پور کوشش کرتے تھے، جن کا مظاہرہ ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ جو وہ کتب خانوں کے ذخائر کی کیت بغیت کی نشاندہی کے لئے استعمال کرتے تھے یہ نشاندہی جائزے کے بغیر ناممکن تھی، اس لئے یہ ماجا سکتا ہے کہ جائزہ کا سرا بھی مسلمانوں کے سر ہے جس کی تفصیل باب اول میں گزر چکی ہے۔ یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ یہ جائزہ صرف اہل علم و شائقین کتب ہی نہیں لیتے بلکہ وراق و کتب فروش بھی یہ کام کرتے تھے چنانچہ اہل علم و شائقین کتب کے مرنے کے بعد ان کے ذخائر و کتب کی تعداد کے بارے میں ان کے پاس معلومات ہوتی تھیں اس لئے انہیں سودا رنے میں آسانی ہوتی تھی (۲۹۳)

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عہد عباسی کے وراقوں میں اس امر کا شعور موجود تھا کہ وہ کاروباری اصول کے تحت فن کتب فروش ہی پر نظر نہیں رکھتے تھے بلکہ کتابیاتی نقطہ نگاہ سے بھی ان کی نظر اتنی گہری ہوتی تھی کہ جلسا زوں سے جلد واقف ہو جاتے تھے اور ان کے تحصيل کا تدارک کرنے کے لئے اہل علم کو اس صورت حال سے آگاہ کرتے تھے۔ جلسا زی اور جلسا زوں کے لئے ان کے اصطلاحی الفاظ اس امر کا بین ثبوت ہیں۔

## (و) کتابیات و مختصرات اور دیگر مراجعاتی مواد

### INDEX OF BIBLIOGRAPHIES, HAND-BOOKS AND OTHER REFERENCE MATERIALS

(۱) عہد عباسی میں ذخائر کی وسعت کے پیش نظر ان کا احاطہ کرنے کے لئے کتابیات کی بیل پڑ چکی تھی، مصنف وار کتابیات (Author-wise Bibliography) کا کارنامہ عام ہو گیا تھا۔ یونین کیٹلاگ بھی تیار کیا جانے لگا تھا جس کا ایک ابتدائی نمونہ ابن الندیم الفہرست ہے۔ مصطلحات فن پر علیحدہ مختصر ہینڈ بک لکھی جانے لگی تھیں، جیسے سینا کا رسالۃ الحدود فن طب کی، اور فقہ کی مصطلحات میں ابوالبرکات نسفی، طلب الطلبة اور متداول علوم کی مصطلحات میں خوارزمی کی مفاتیح العلوم طبع ہوئی ہیں نیز ہر قسم کی معلومات کے لئے دائرۃ المعارف بھی مرتب کئے جاتے تھے۔

(۳) اجتماعی تشہیر (Cooperative Adveritsement) عہد عباسی میں املاء و روایت کے ذریعے اجتماعی تشہیر کی جاتی تھیں اس کا مرکز مسجدیں، املاء کی مجالس اور درس تھیں (۲۹۳)۔ سوق الوراقین کے وراق، گماشتے اور دلال کتب متون اور شرحوں کے تبصرے کرتے تھے ان سے کتابوں کی تشہیر ہوتی تھی اور ان مراکز میں اہتمام سے گماشتے وراقوں، دلالوں کی آمدورفت اجتماعی تشہیر کا باعث تھی، محل سرا اور دربار میں وراق خبردار کتابیں پہنچاتے تھے (۲۹۵)۔

اس طرح وراقوں کی معرفت کتابوں کی انفرادی و اجتماعی تشہیر کا سلسلہ جاری تھا۔  
(۴) مختلف مسلک و نظریات رکھنے والی جماعتیں جیسے معتزلہ، ناصبیہ، حشویہ حکومت کے تعاون سے فن تجارت کتب کو بدھانے کے لئے تعاون کرتی تھیں۔ چنانچہ معتزلہ ہمنا فرمانروا ان کے مسلک کو فروغ دیتے، ان کی سرپرستی کرتے اور ان کے مسلک کی کتابیں جمع کرتے تھے (۲۹۶)۔

(۵) ہم مذاق بادشاہوں، وزیروں کی وجہ سے انہیں ایک گونہ سرکاری سرپرستی ہوتی تھی۔ (۲۹۷)۔

(۶) حکومت کتابیں خرید کر شاہی خزانہ الکتب میں ذخیرہ کرتی، پھر عوامی کتب نامور عالموں کو کتابیں اور مصحف پہنچاتی تھی۔ (۲۹۸)۔

(۷) حکومت خود کتابیں اور شرحیں لکھواتی ان پر وظائف دیتی تھی۔ (۲۹۹)۔

(۸) ان کی مرویات اور کتب کو وقف عام کراتی تھی (۳۰۰) چنانچہ فراء کو بیت الحکمہ میں کتابیں اطاء کرانے کے لئے رکھا گیا تھا (۳۰۱) ابو اسحاق زجاج کو ”جامع المنطق“ کی شرح لکھنے پر تین مہوں سے وظیفہ جاری کیا گیا تھا (۳۰۲) ”موطا“ کی تالیف پر منصور نے سرکاری تعاون کی یقین دہانی کرائی تھی (۳۰۳) لیکن امام موصوف نے اپنے مسلک کا سب کو پابند کرنے سے گریز کیا اور سرکاری پیشکش کو قبول نہیں کیا تھا (۳۰۴) بقی بن مخلد کو ان کے مشرق (ایشیاء) سے لائے ہوئے علمی ذخیرے کو وقف عام کرنے کا حکم دیا گیا تھا (۳۰۵)۔

## (۲) عہدِ عباسی کے معیاری ناشرین

عہدِ عباسی میں اسلامی قلمرو میں حسب ذیل قسم کے ناشرین کو معیاری و مستند ناشرین کی حیثیت حاصل تھی ان کی لکھی ہوئی اور شائع کی ہوئی کتابوں کو صحت و ضبط میں استناد کا درجہ حاصل تھا ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر لوگ ٹوٹ پڑتے تھے (۳۰۴)۔

(۱) مصنفین و شارحین اپنی کتابوں کے مستند ناشر تھے جو کتابیں وہ اطاء کرتے تھے یا ان کی تصنیفات اور شرحیں جو ان کی زیر نگرانی نقل کی جاتی تھی یا ان پر ان کے دستخط ثبت ہوتے تھے وہ جامع، معیاری و مستند کتب اور نسخے سمجھے جاتے تھے (۳۰۵)۔

(۲) صاحب طرز خوشنویس، جیسے ابن مقلہ، ابن البواب وغیرہ۔

(۳) نامور خوشنویس و کاتب (۳۰۸)

(۴) درست نویس (۳۰۹)۔

(۵) علماء و مصنفین کے وراق (۳۱۰)

(۶) اچھے ضابط (مشکل الفاظ پر صحت کے ساتھ اعراب لگانے والے) اور معجم۔

(۷) راویانِ کتب (Narrators of the Books) جیسے امام بخاری کے شاگرد فربری وغیرہ کے نسخے (۳۱۱) یا ابو عبیدہ کی کتابوں کے اصمعی کے ایڈیشن، ابو عبیدہ معمر کے تلمیذ ابو غسان کے ایڈیشن۔

(۸) خاص خاص اصنافِ علم کے ناشر، جیسے ابو سعید حسن بن حسین سکری المتوفی ۲۷۵ھ دووین عرب کا ناشر تھا، یہ جس کا دیوان لکھتا اس کے کلام کا کوئی حصہ چھوڑتا نہ تھا (۳۱۲) ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ جاحظ کی کتابوں کا ناشر تھا (۳۱۳)۔

(۹) وہ اربابِ تدریس جن کے پاس اہل علم سفر کر کے آتے تھے وہ اپنی مرویات اور اپنے اساتذہ کی تالیفات کے مستند ناشر تھے ان کے تلامذہ میں بعض ان کتابوں کے ناشر ہوتے

تھے وہ کتابیں لکھتے اور نقل کر کے بیچتے بھی تھے۔

- (۱) عہد عباسی میں اسلامی قلمرو میں فروغ تجارت کتب کے عوامل حسب ذیل تھے۔
- (۲) مسلمانوں کے کتاب و سنت سے جذباتی لگاؤ نے کتابی صورت میں علوم و فنون کی نشر اشاعت کا ان میں بے پایاں جذبہ پیدا کیا تھا۔
- (۳) روز افزوں تعلیمی حلقوں کی وسعت اور نصابی و غیر نصابی کتب کی طلب۔
- (۴) علمی و تحقیقی ضروریات کی تکمیل کے لئے کتابوں کی ضرورت۔
- (۵) وقف کے ترقی پذیر سلسلے کی فراوانی۔
- (۶) ہدایا۔
- (۷) جمع کتب کا شوق۔
- (۸) بڑے پیمانے پر کتب خانوں کے قیام کا اہتمام۔
- (۹) مکانی زیب و زینت کے لئے کتابوں کی احتیاج
- (۱۰) وراقت و کتابت کا سود مند ذریعہ معاش کی حیثیت اختیار کر جانا
- (۱۱) وراقت و کتاب کا معاشرہ میں منفعت بخش کاروبار کے علاوہ تحقیق و تسکین ذوق کا اہم ذریعہ بن جانا تھا۔
- ان حقائق کی روشنی میں وان کریم کا یہ کہنا کہ ”اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص تجارتی نقطہ نظر سے کتابوں کی تجارت کتنی تھی اور اس نے کتنی ترقی کی تھی“ (۳۱۴)
- ہمارے اخذ کئے ہوئے نتائج کی تصدیق کرتا ہے۔



## (۵) اشاعتِ کتب کی صورتیں

اداکلِ عہدِ عباسی میں کتابوں کی نشر و اشاعت کی منجملہ اور صورتوں کے ایک صورت یہ بھی تھی کہ مولف اپنی تالیفات خود خواہشمندوں تک پہنچاتا تھا۔ چنانچہ ابو عمرو اسحاق بن مرار شیبانی مکتونی ۲۱۰ھ نے اسی (۸۰) سے اوپر شعراء عرب کا کلام مدون کیا تھا۔ موصوف کا معمول تھا کہ جس قبیلے کے شاعر کا کلام قلمبند کرتے اسے اسی قبیلہ میں پہنچاتے تھے۔ اس سے اس کے دیوان کی خوب اشاعت ہوتی تھی (۳۱۵)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اداکلِ عہدِ عباسی میں اسی قبیلوں میں سے ہر قبیلہ میں کتب خانے کے قیام کیلئے موصوف کی بے نظیر خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

عہدِ عباسی میں کتابوں کی توسیع و اشاعت میں اجازتِ روایت کتب نے بھی نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ”اجازہ“ قابلیت کی سند و اجازت جو استاد کی علمی املاک پر تصرف کو ثابت کرتی تھی!

(۱) کبھی زبانی

(۲) کبھی تحریری ہوتی

(۳) کبھی وراثتاً

(۴) کبھی بالواسطہ پہنچتی تھی۔

یہ کبھی اول کتاب میں، کبھی جداگانہ ورق پر لکھی جاتی تھی اس پر استاد کے دستخط ثبت ہوتے تھے۔ محدثین نے اجازہ کی جو گونا گوں صورتیں روار کھی ہیں ان سے علوم و کتب کی مستند نشر و اشاعت ہوئی۔

محدثین نے ”اجازہ“ کی جو صورتیں بیان کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) شیخ کتابوں کو سن کر یا پڑھ کر یا پڑھوا کر طالب کو زبانی روایت کتاب کی اجازت دے یہ

اجازت بالمشافہ ہے (۳۱۶)

(۲) شیخ اگر لکھ کر اجازت دے تو اسے اجازت بالمکاتبہ کہا جاتا ہے۔

(۳) شیخ اگر اپنا اصلی نسخہ یا اس کی نقل طالب کو دے یا طالب کے پاس جو اصلی نسخہ شیخ کا ہو

اسے لے کر طالب کو دے تو اسے مناولہ کہا جاتا ہے خواہ مالک بنائے خواہ عاریتاً دے

تاکہ طالب اسکو نقل کر کے مقابلہ کر لے (۳۱۷)

(۴) کسی طالب کو اگر کوئی ایسی کتاب کہیں سے مل گئی جس کا کاتب کوئی معلوم محدث ہو تو اسے وجاہہ کہا جاتا ہے اس میں طالب وجدت بخط فلاں (میں نے فلاں کے قلم سے لکھا ہوا پایا) کہہ کر روایت کر سکتا ہے ایسی صورت میں اخباری فلاں (مجھے فلاں نے خبر دی) کے الفاظ سے روایت کرنا جائز نہیں (۳۱۸)۔

(۵) کسی محدث نے بوقت وفات یا بوقت سفر کسی کو وصیت کی کہ میری یہ کتاب یا کتابیں فلاں شخص کو دی جائیں تو اسے وصیتہ بالکتاب کہا جاتا ہے۔ متقدمین میں سے ایک فریق صرف وصیت سے موصی لہ کے واسطے ان کتابوں سے روایت کرنا جائز سمجھتا ہے مگر جمہور اسکی اجازت نہیں دیتے (۳۱۹)۔

(۶) اگر کسی شخص نے یہ کہا ”میں نے فلاں شہر والوں کو اجازت دی“ اس میں چونکہ ایک قسم کا انحصار ہے اس بناء پر اس شہر والوں کو اس سے روایت کرنا درست ہے (۳۱۲)۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ محدثین نے غیر معمولی احتیاط کے ساتھ ہر ممکن صورت میں علم کے ابلاغ اور کتاب کی نشر و اشاعت کی سعی بلیغ کی ہے اس لئے محدثین کے یہاں کتب خانوں کی تعداد سب سے زیادہ رہی ہے۔

عہد عباسی کے ابتدائی دور میں زنادقہ کے تخریبی ادب سے بھی کتابوں کی اشاعت بڑھی تھی زندیقوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر طحڑانہ نظریات کی اشاعت کیلئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا وہ اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی خاطر کتابیں نہایت نفیس کاغذ پر بہترین سیاہی و بہترین خط سے لکھوا کر کھلی مارکیٹ میں لانے لگے تاکہ ان کی کتابیں نفاست، خوبصورتی حسن خط کی وجہ سے بازار کتب، کتب خانوں اور شائقین کتب کے گھروں میں پہنچیں اور اہل علم کی مرکز توجہ بنیں، اس طرح سے ان کے افکار و نظریات کی تشہیر ہوتی تھی۔

### (۱) اشاعت کتب کی موڈرن ٹیکنیک کی بنیاد عہد عباسی میں

اس ترقی یافتہ دور میں کتابوں کی نکاسی کے موثر ذرائع ’کامیاب ترین ٹیکنیک بہتر کاغذ استعمال‘ بہتر سیاہی، بہتر کتابت و طباعت اور دیدہ زیب گیٹ اپ (Get-up) خوبصورتی و پائیدار جلد کی داغ بیل عہد عباسی کے اوائل میں زنادقہ کی سرگرمیوں سے معراج کمال کو پہنچ گئی، جاظ کا بیان ہے کہ:

(۱) زنادقہ کی کتابیں بہترین سفید کاغذ پر نہایت عمدہ سیاہی سے بہت نفیس خط میں لکھی تھیں (۳۲۱) حالانکہ ان کی کتابیں علوم و حکمت سے خالی ہوتی ہیں نہ ان میں کوئی کلمات ہوتی تھیں۔

کوئی اچھی بات ملتی ہے نہ کوئی ادبی صفت پائی جاتی ہے اور نہ کوئی حکمت و فلسفہ ہوتا ہے نہ کوئی کلامی مسئلہ ان میں نظر آتا ہے نہ کسی صنعت کی تعریف ہے نہ کسی اوزار کے بنانے کی ترکیب لکھی ہے نہ کھیتی باڑی کی تعلیم ہے نہ فن حرب کی تدابیر سے بحث ہوتی ہے نہ مذہبی مناظروں سے کوئی عرض ہوتا ہے وہ کفر و ظلمت کے ذکر سے بھری ہوتی ہیں، شیاطین کی افزائش نسل کی داستان جن بھوت کے جھتی کے طریقوں کے بیان سے پر ہوتی ہیں یہ سب فضول، بیکار باتیں ہیں، خرافات ہیں، انہی ٹھٹھے کے قصے ہیں، ان میں نہ کوئی اچھی نصیحت ملتی ہے نہ کوئی دلچسپ خبر، نہ معاش کی تدابیر سے بحث ہوتی ہے نہ سیاست عامہ کا ذکر اور نہ کوئی خاص ترتیب پر وہ مبنی ہوتی ہیں اب دیکھو کونسی کتاب سب سے زیادہ جاہل رکھنے والی ہے“ (۳۲۲)۔

## (۲) لغو اور مخرب اخلاق لٹریچر پر پابندی

اسلامی تعلیمات پر مبنی ادب کی حفاظت، اسکی ذخیرہ سازی شریعت کی رو سے نہایت پسندیدہ اقدام ہے۔ یہ حالات کے پیش نظر کبھی فرض واجب کبھی مستحب اور کبھی مباح ہوتی ہے (۳۲۳) جس ادب سے قوم میں تفرقہ و اختلاف رونما ہونے کا خطرہ ہو یا وہ اخلاق پر برا اثر ڈالتا ہو اسے پروان چڑھانے کی اسلام میں گنجائش نہیں، ایسے گمراہ کن ادب پر پابندی لگائی جاتی ہے اسے کوئی تباہ کرتا ہے تو اس پر شرعاً جرمانہ نہیں (۳۲۵)۔ اس قسم کے لٹریچر سے معاشرہ بگڑتا ہے لوگوں کی اخلاقی حالت برباد ہوتی ہے اس وجہ سے علماء زنادقہ کے لغو، مخرب اخلاق اور تخریبی لٹریچر پر پابندی کا حکومت سے مطالبہ کرتے تھے پھر حکومت ان کتابوں کو نذر آتش کراتی تھی۔

یہی وہ زریں ورہنما اصول ہیں جن کی بنیاد تیسری صدی ہجری کے اوائل میں مسلمانوں نے رکھی تھی اور آج بھی دنیا میں ان پر عمل کیا جاتا ہے چنانچہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی سو قیامہ ادب و مخرب اخلاق کتابوں کی اشاعت کی حکومت اجازت نہیں دیتی بلکہ ایسی کتابیں قابل ضبطی قرار دیتی ہے پڑھا لکھا طبقہ بھی اس کو ناقابل التفات سمجھتا ہے کیونکہ یہ خرافات کا پلندہ ہوتا ہے۔ اس سے معاشرتی زندگی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اسلام نے مسلمانوں کو ان باتوں سے روکا ہے۔

## (۳) اوائل عہد عباسی کے پسندیدہ اور مروجہ علوم

اوائل عہد عباسی میں حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ و حکمت اور صنعت و حرفت سے متعلق علوم کا چرچا تھا اور اس قسم کی کتابوں کو پسند کیا جاتا تھا اس امر کا اندازہ ایک نامور ناقد پاکستانی ابراہیم بن السندی کے زنادقہ کی کتابوں پر تبصرہ سے کیا جاسکتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

”زنادقہ کی کتابیں ان انواعِ علوم و معارف سے خالی ہوتی ہیں جن کا عوام میں چلن

اور مانگ ہے وہ:

(۱) حکمت کی

(۲) فلسفہ کی

(۳) فقہ و حدیث کی

(۴) ادب کی اور

(۵) رہنمائی کی کتابیں ہیں اور

(۶) ایسی کتابیں پسند کی جاتی ہیں جن کا تعلق لوگوں کی صنعت و حرفت، تجارت۔

(۷) اور کامرس سے

(۸) ریاضیات و

(۹) ارتقاات سے ہے یہ عوام میں بیدار مغزی اور آداب کا موجب ہیں۔ (۳۲۶) ان

انواع علوم کے علاوہ دوسری کتابوں پر رقم خرچ کرنا مفید اور سود مند نہیں سمجھا جاتا تھا (۳۲۷) جن

کتابیں مذکورہ بالا معلومات کی حامل نہیں ہوتی تھیں انہیں غیر مفید، مضر اور مخرب اخلاق کتابیں

تصور کیا جاتا تھا (۳۲۸) اور آج بھی ناقابل التفات سمجھا جاتا اور ان پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔

## (و) تبصرہ کا آغاز

اسلام میں ائمہ جرح و تعدیل نے تبصرہ کا آغاز کیا، انہوں نے اہل علم کے اخلاق اور ان کے علمی کارناموں پر سب سے پہلے نقد و تبصرہ کیا تاکہ جس حد تک ان سے استفادہ ممکن ہو کیا جاسکے۔ عہد عباسی میں بالغ نظر و اتقان فن، تبصرہ نگاروں کا مختصر تبصرہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تذکرہ و تراجم کی کتابوں میں نقل کیا جاتا تھا جیسا کہ ابن ابی حاتم کی کتاب الجرح و التعدیل، خطیب کی تاریخ بغداد، سمطانی کی کتاب الانساب، معاجم و اثبات شیوخ اور کتب فہرہاں سے عیاں ہے۔ یہ تبصرے اجمالی بھی کئے جاتے تھے اور تفصیلی بھی، اجمالی مثلاً علم اور جملہ تالیفات کے متعلق ایک آدھ فقرہ، اس نوع کے تبصرے اور تعارف انتخاب کتب کے لئے خریداری اور اضافہ کتب کی نشاندہی میں رہنمائی کرتے تھے۔

ارباب فن اور ان کے علمی کارناموں پر ابراہیم حربی کا یہ تبصرہ کہ ”اہل بصرہ اہل عربیت ہیں، ان میں اصحاب اہوا ہیں مگر چار اصحاب سنت ہیں۔“

(۱) ابو عمرو بن العلاء

(۲) خلیل بن احمد

(۳) یونس بن حبیب

(۴) اسمعی (۳۲۹)۔

اس قسم کے تبصرہ سے اہل سنت ان کو سند سمجھتے، ان کی تالیفات سے اعتناء کرتے انہیں جمع کرتے اور کتب خانوں کی زینت بناتے تھے۔  
حافظ حمیدی کا علوم و کتب پر تبصرہ کہ:

علم علل کے موضوع پر سب سے بہتر دار قطنی کی کتاب اور علم المنو تلف و المختلف پر بہترین تصنیف امیر ابن ماکولا کی ہے، وفیات الشیوخ کے موضوع پر کوئی کتاب نہیں ہے میں نے چاہا کہ میں اس موضوع پر کتاب لکھوں تو امیر ابن ماکولانے اس کو حروف مجتم پر ترتیب دیکر سنین پر مرتب کر دیا (۳۳۰)۔

انفرادی کتاب پر اجمالی تبصرہ مثلاً خطیب کا بیان ہے کہ:

”میں نے کتاب التاریخ ابن ابی خیشمہ سے زیادہ فوائد کے اعتبار سے کوئی کتاب نہیں دیکھی“ (۳۳۱) یا مثلاً عبد اللہ بن المبارک المتونی ۱۸۱ھ - ۷۹۷ء کا قول ہے کہ ابو حمزہ محمد سکر المتونی

۱۶۷ھ اور ابن طہمان صحیح الکتب تھے (۳۳۲) یا مثلاً صاعد بن احمد جیانی کا قول ہے کہ قدیم و جدید علوم میں فن کی جامع تین کتابیں ہیں ایک بطلموس کی ہیئت افلاک میں دوسری ارسطاطالیس کی علوم منطق میں تیسری سیبویہ بصری کی الکتاب ہے (۳۳۳)۔ یا مثلاً ابو علی حسن بن داود المتوفی کہتے تھے کہ اہل بصرہ کو حسب ذیل چار کتابوں پر ناز ہے۔

(۱) جاظ کی کتاب البیان والتبیین اور اس کی کتاب الحیوان

(۲) سیویہ کی الکتاب

(۳) خلیل کی کتاب العین

(۴) حرام و حلال کے ستائیس ہزار (۲۷۰۰۰) مسائل جنہیں امام محمد نے قیاس عقلی سے لکھے

اور لوگوں کو ان سے چار نہیں اور فراء اور ابن الاعرابی کی تصانیف (۳۳۴)۔

### (۱) انتخاب و خریداری کتب

عہد عباسی میں عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی اور عوامی و محرکات کتب خانہ کے گزشتہ مباحث سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کتابوں کی خریداری کی معاشرہ میں حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ تحصیل علم کے زمانے میں جب کہ جامعات میں ہر طالب علم کو کتب خانے سے مطالعہ کے لئے درسی و غیر درسی کتابیں مفت مہیا کی جاتی تھیں۔ طلبہ کو درسی کتابیں خریدنے کی ترغیب دہائی جاتی اور خرید کتب کے جذبہ کو ابھارا جاتا تھا (۳۳۵)۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی کتاب خریدنے کی استطاعت رکھتا ہے تو کتابیں خریدنے میں وقت صرف نہیں کرنا چاہئے اور نہ کتاب عاریت پر لینا چاہئے (۳۳۶)۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درسی کتب کو خریدنے کے اصول کی بنیاد عہد عباسی میں رکھی گئی تھی۔

عہد عباسی میں اہل علم کو کتابیں خریدنے سے قلبی مسرت ہوتی وہ کتابوں پر ”ملکتہ ولله الحمد“ (اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے اس کتاب کا مالک بنایا اور والنسخہ عندی ولله الحمد کے الفاظ لکھ کر اس علمی نعمت کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کرتے اور تو صینی کلمات کہہ کر اپنے شوق اور روحانی مسرت کا اظہار کرتے تھے (۳۳۷)۔

کوئی عالم اگر کسی اچھے خطاط و ضابط کی لکھی ہوئی کتاب کا مالک ہو جاتا تو گویا وہ شاہ آل سے مقابلہ کرتا تھا (۳۳۸)۔ یہ کتابوں کی خریداری سے اعتناء کی دلیل ہے (۳۳۸)۔

کتابوں کی خریداری کوئی اپنے لئے کرے یا کسی ادارے کے لئے خریدے وہ ان اصول



ملاحظہ رکھتا تھا جن کا تذکرہ ”گراں قیمت کتب“ کے زیر عنوان کیا گیا ہے۔ انتخاب اور خریداری میں انہی اقسام کی کتابوں کو ترجیح دی جاتی تھی۔ ذاتی، سرکاری و عوامی کتب خانوں میں بعض کتابوں کے کئی کئی، بعض کے دہائیوں (۳۴۰) اور بعض کے سینکڑوں کی تعداد میں نسخے جمع کئے جاتے تھے (۳۴۱)۔

عہد عباسی میں دوسری صدی ہجری میں کتابوں کی خریداری اتنی بڑھ گئی تھی کہ کتابوں کے خریدنے سے (Acquisition) پہلے پانچ رہنما اصول سامنے رکھے جاتے تھے۔

(۱) ان کے اول و آخر اور درمیانی حصے کو دیکھا جاتا تھا۔  
 (۲) ابواب اور کراسوں کی جانچ پڑتال کی جاتی تھی چنانچہ امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ / ۸۲۰ء فرماتے تھے کہ: کتاب و کاتب کو دیکھا کرو اس میں:

(۳) الحاق

(۴) اصلاح

(۵) صحت کے آثار پاؤ تو یہ اس کی صحت کی دلیل ہے اور بعض علماء کہتے تھے کہ کتاب میں روشنی اصلاح و درستی سے آتی ہے (۳۴۲)۔

مذکورہ بالا وجوہ سے عہد عباسی میں صحت و ضبط، الفاظ کا درست اطلاق اور صحیح اعراب ہی قلمی کتابوں کی صحت کا صحیح معیار تھا۔ تذکرہ نگار ایسے فنکاروں کے تذکرے میں ان کی اس فنکارانہ مہارت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ انتخاب کتب میں اس پہلو کو پیش نظر رکھا جاتا تھا چنانچہ بعض بلاد کے اہل علم کا ضبط پست و کمزور ہوتا تو اس کی نشاندہی کی جاتی تھی چنانچہ ابن الفرغی نے محمد بن احمد قیروانی المعروف بابن الخراز المتوفی ۳۵۹ھ کے متعلق تصریح کی ہے:

”کان خطہ ضعیفا و ضبطہ کضبط القرویین“ (۳۴۳) موصوف کا خط زور دار نہیں تھا ان کا ضبط بھی اہل قیروان کا سا پست درجہ کا ضبط تھا۔

اس لئے اس امر کی تصریح بھی کی جاتی تھی کہ فلاں فلاں کی تصحیح کردہ کتابیں حجت و سند میں اعلیٰ درجہ رکھتی ہیں مثلاً ابن بشکوال نے ابو علی حسین غسانی قرطبی المتوفی ۴۹۸ھ کے متعلق لکھا ہے:

”صحیح من الکتب ما لم یصححہ غیرہ من الحفاظ“ کتبہ حجة بالغة“ (۳۴۴) موصوف نے کتب حدیث کی اتنی تصحیح کرائی ہے کہ حفاظ میں سے ان کے علاوہ کسی نے نہیں کرائی ان کی درست کرائی ہوئی کتابیں غایت درجہ مستند و حجت ہیں۔ یا مثلاً ابن الفرغی نے ابو عمرو یوسف بلطی المتوفی ۳۳۴ھ کے متعلق لکھا ہے:

”کان حسن الخط جید الضبط‘ املاتی هذا الفن“ (۳۲۵) موصوف اچھے خوشنویس تھے الفاظ کو اچھی طرح ضبط کرتے تھے اور اس فن میں امام تھے۔

انتخاب و خرید کتب میں مدد کی غرض سے ارباب تذکرہ صاحب طرز خطاطوں کے طرز خط سے واقفیت کی بناء پر ان ارباب کمال کی نشاندہی کرتے تھے جو استادان فن کی تحریریں اور نمونہ ہائے خط اپنے ذخائر میں جمع کرتے تھے تاکہ وقت ضرورت مقابلہ کر کے خط کو دیکھا جاسکے چنانچہ ثعالبی نے ابو محمد یحییٰ بن عبد اللہ ارزلی بغدادی کے متعلق جو ادیب و شاعر تھے تصریح کی ہے کہ موصوف کے پاس بغداد میں اس قسم کا ذخیرہ محفوظ تھا (۳۲۶)۔

صاحب طرز خطاط کی لکھی ہوئی کتاب کو بھی پسند کیا جاتا تھا اور یہ گراں قیمت میں ملتی تھی اس لئے کہ صاحب طرز خطاط اگر کوئی رقعہ بھی کسی امیر کبیر کو لکھ کر پہنچا دیتا تو انعام سے سرفراز ہوتا تھا۔ چنانچہ فاطمہ بنت علی المعروف بنت اقرع المتوفیہ ۴۸۰ھ جو ابن البواب کی روش پر لکھتی تھی ایک مرتبہ ایک رقعہ لکھ کر عبید الملک کو بھیجا تو اس نے انہیں ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار بھیجے تھے (۳۲۷)

اس وجہ سے تذکرہ نگار بسا اوقات صاحب طرز اور زود نویس خطاط کی لکھی کتابوں کی طرف بھی اشارہ کر جاتے ہیں تاکہ ان کی بکثرت لکھی ہوئی کتابوں کو دیکھ کر انتخاب و خرید کے موقعہ پر شک نہ ہو چنانچہ عبدالرحمن بن احمد شیرازی المعروف بعطا۔ ر المتوفی ۵۲۸ھ کے متعلق تصریح کی گئی ہے:

”موصوف نے اپنے قلم سے ایک ہزار مجلدات لکھی تھیں“ (۳۲۸) ابو العرب محمد بن احمد تمیمی المتوفی ۴۳۳ھ حافظ حدیث‘ فقیہ‘ زود نویس اور بسیار نویس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) کتابیں اپنے قلم سے لکھی تھیں (۳۲۹)۔

صاحب طرز خطاط ہونے کے ساتھ ادیب لغوی و نحوی ہوتا تو اس کی نقل کی ہوئی کتاب کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی تھی۔ اس کے خریدار زیادہ ہوتے تھے چنانچہ ابوالحسن علی بن نصر برقی مصری المتوفی ۳۸۴ھ کا لکھا ہوا الجمہرہ ابن درید کا نسخہ جمال بجلی بغدادی کے ترکہ میں محکمہ وظائف مصر کے نگران منقذ تبریزی نے مصر میں بیس دینار میں خریدا تھا اور یہ بھی انہیں اس منصب پر ممتاز ہونے کی وجہ سے ستمل گیا تھا ورنہ اسکی قیمت زیادہ ملتی (۳۲۵)۔ یا مثلاً یاقوت موصلی المتوفی ۶۱۸ھ کا جو اپنے وقت کا نامور ادیب و صاحب طرز خطاط تھا نسخ میں صحاح جوہری کا لکھا ہوا نسخہ سو (۱۰۰) دینار میں بکتا تھا (۳۵۱)

اس وجہ سے ادیبوں کے ساتھ صاحب طرز و نامور خوشنویسوں کا تذکرہ بھی کیا جاتا

تھا (۳۵۲) اور جو ارباب کمال مشرقی و مغربی خطوں میں خوب لکھتے تھے جسے ابو الحکم ابن فلندو اشبیلی المتوفی ۵۸۱ھ ان کی نشاندہی کی جاتی تھی (۳۵۳) جو اہل علم اور وراق قابل خواندگی خط میں لکھتے تھے مثلاً قاضی ابی جعفر محمد بن اسحاق بن علی بھائی زوزنی المتوفی ۴۲۳ھ ادب کی صحیح اور قابل خواندگی خط میں کتابیں نقل کرتے تھے (۳۵۳) چنانچہ مورخ عبدالغافر فارسی نے موصوف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ثعلبسی کی یتیمۃ الدھر کا نسخہ دیکھا تھا جو تیس (۳۰) دینار نیشاپوری میں فروخت ہوا تھا حالانکہ وہ اس سے زیادہ قیمت کا تھا (۳۵۵)۔

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو اہل علم حدیث یا فقہ یا لغت و ادب یا اور کسی فن کی کتابیں لکھنے میں ممتاز ہوتے تھے ان کی اس خصوصیت کی طرف بھی تذکرہ نگار اشارہ کرتے تھے اس لئے کہ یہ باتیں انتخاب و خرید کتب (Acquisition) میں اہل علم اور خازنوں کی رہنمائی کرتی تھیں۔ نقطے اور اعراب کو بھی انتخاب و خرید کتب میں ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ جو ارباب کمال اس فن میں ممتاز ہوتے تھے انہیں الناقط کہا جاتا تھا (۳۵۶)۔

نقطے اور اعراب کے لگانے سے کتاب کی زینت و آرائش بڑھ جاتی تھی اسلئے وہ گراں قیمت میں فروخت ہوتی تھی اور انتخاب میں اسے ترجیح حاصل رہتی تھی چنانچہ کتب تاریخ و سیر میں اہل علم و ارباب کمال کے اس پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا جاتا تھا (۳۵۷)۔

اس طرح مصور کتاب سے بھی کتاب کی زیب و زینت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے اسے بھی انتخاب میں ترجیح حاصل تھی چنانچہ محمد بن احمد المعروف بابن صابر المتوفی ۶۲۸ھ دواوین کو با تصویر شائع کرتے تھے (۳۵۸) لیکن بد خط (سقیم الخط) غلط نویس، بسیار غلط نویس اہل علم کی نقل کردہ کتاب کو پسند نہیں کیا جاتا تھا اس لئے اسے عالم ادیب اور نحوی کی اس کمزوری کی طرف بھی ارباب تذکرہ اشارہ کر جاتے ہیں (۳۵۵) اس طرح جو عالم و کاتب نقل میں جملے اور عبارت چھوڑ جاتا تھا اس کی اس کوتاہی کا بھی ذکر کر جاتے ہیں (۳۶۰)۔

عبدالعباسی میں کتب خانوں میں انتخاب و خرید کتب میں کتابوں کے کامل نسخوں کی خریداری پر زور دیا جاتا تھا لیکن بعض شوقین اور قدردان علم و فن (سورخ زدہ کٹی ہوئی اور معیوب) کتابیں بھی خرید کر محفوظ کر لیتے تھے کیونکہ بعض اوقات محقق کو تحقیق طلب امور ان میں بھی مل جاتے تھے اور کھل نسخوں کی غیر موجودگی میں ناقص نسخے بھی فائدے سے خالی نہیں ہوتے تھے اس غرض سے قاضی فاضل نے اپنے کتب خانے میں مخرومات کو خرید کر محفوظ کر دیا تھا (۳۶۱)۔ لیکن یہ عمل دائمی نہ تھا اگر کتاب صحیح و سالم اور ناقص سے پاک میسر آنے کا امکان ہوتا تھا تو مخرومات بوسیدہ کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔

عہد عباسی میں انتخاب و خرید کتب کی یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی ہم نے تاریخی شواہد روشنی میں پہلی مرتبہ نشاندہی کی، ان کا احاطہ کیا اور انہیں مرتب کیا ہے یہ وہ خصوصیات اور اصول ہیں جن میں سے بعض کو اس دور میں (Aquisition) اہمیت حاصل ہے (۳۶۲)۔

مذکورہ بالا امور سے ثابت ہوتا ہے کہ انتخاب و خرید کتب (Acquisition) مذکورہ بالا رہنما اصول کو بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ مندرجہ بالا مباحث سے عہد عباسی میں سازی، خوشنویسی، کتاب سازی، بازار کتب کی علمی و ثقافتی حیثیت، تجارت کتب کے فروغ اسباب، عہد عباسی کے معیاری و مستند ناشرین، ارزاں و گراں قیمت کتابوں کے عوامل، انتخاب کتب کے اصول و مبادی سے بحث کی گئی ہے جن سے عہد عباسی میں کتاب سازی کے ان مراحل کا علم ہو جاتا ہے جن سے کتاب کو کتب خانہ میں پہنچنے سے پہلے تیاری میں گزرنا پڑتا تھا اس سے عہد عباسی میں کتاب سازی کے معیار پر روشنی پڑتی ہے۔ جس کی استفادی و تحقیقی حیثیت بھی واضح ہوتی ہے اور یہ حقیقت بھی نمایاں ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کی صنعت کاغذ سازی نے علوم کے کو عام کیا اور کتابیں عوام کے پاس لہذاں اور مناسب داموں میں پہنچنے لگیں، جہالت کی تاریکی چھٹنے لگیں تعصب و اوہام پرستی کا خاتمہ ہوا۔

مسلمانوں نے علم کو مقدس فریضہ سمجھا، صنعت و راقہ کو عبادت کا درجہ دے کر مچھلایا اور ٹیکس سے آزاد کر کے ہر کہ و مہ کے استفادہ کے لیے کھلے بازاروں میں فروخت کیے اس سے کتابوں کی پیداوار میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔ علم گھر گھر پہنچ سکا اور بلا امتیاز مذہب و ملت ایک کو اس سے فائدہ پہنچا۔ بنی نوع انسان کی علمی اور تحقیقاتی سرگرمیاں پروان چڑھتی رہیں و ثقافتی ورثہ بہ آسانی نسل بعد نسل تیزی سے سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتا، اقلیموں شہروں پھیلتا اور پروان چڑھتا رہا۔

عہد عباسی میں اس کی کثرت ہو گئی تو کتب خانوں میں اس کو جدا جدا رکھنے کے لیے مختلف درجوں میں تقسیم کر کے رکھا گیا تاکہ اس سے استفادہ آسان ہو سکے اور ذخائر میں اس کے ساتھ ترتیب قائم رہے اس ضرورت کے لئے عہد عباسی میں اسلامی قلمرو میں و کتابوں میں جو درجہ بندیاں کی گئیں اور علوم کو حسب ضرورت جن اہم شعبوں میں تقسیم کیا گیا وہ تخصیص، تنویج و تقسیم کا جو عمل رونما ہوا وہ درجہ بندی (Classification) کے نام سے موسوم ہے۔

باب ہفتم میں عہد عباسی کی انہی علمی تقسیموں سے بحث کی گئی ہے۔

## فہرست ماخذ

- (I) The Encyclopaedia Americana, 1968 ed., Vo  
21, /p.258

محمد بن احمد البیرونی، کتاب البیرونی فی تحقیق ما للہند فی العقل او مرزولہ (حیدر آباد الدکن،  
مطبوعہ دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۳۷۷ھ) ص ۱۳۳  
ابن الندیم، ص ۳۱۔۔۔ القلتندی، ج ۲، ص ۴۸۸۔۔۔ چشتی، ص ۳۶-۳۷  
البیرونی، ص ۱۳۳

ابن الندیم، ص ۳۱۔۔۔ البیرونی، ص ۱۳۳۔۔۔ ابو ظفر ندوی، ”کاغذ سازی“ ہندوستان کے  
مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے (اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۳۸۳ھ)  
ص ۲۴۱-۲۴۲۔۔۔ القلتندی، ج ۲، ص ۲۸۵-۲۸۶

ابن الندیم، ص ۳۱ و ۳۲  
البیرونی، ص ۱۳۳

الجاحظ رسالۃ الجد والہزل تحقیق عبد السلام محمد ہارون، القاہرہ مکتبہ الخانجی، ۱۳۸۴  
ہ ۲۰۰۳-۲۰۰۴  
ابن الندیم، ص ۳۱

- (۱۰) Dozy, Supplement aux Dictionnaires arabes leid  
GI- devant, (E. J. Brill 1927. p 331)

الحلیب، ج ۲، ص ۹۱

الزحیری، مقدمتہ الادب، ص ۲۶۷۔۔۔ احمد بن محمد امیدانی النیشابوری، السامی فی الاسامی،  
تحقیق محمد موسی ہنداوی، بیروت محمد موسی ہنداوی، ۱۹۷۷ء، ص ۲۹

الشعالی، لطائف المعارف، ص ۵۲۳۔۔۔ البیرونی، ص ۱۳۳

الشعالی، لطائف المعارف، ص ۱۶۱، ۲۱۸ (لہ) ثمار القلوب، ص ۵۲۳

الزبیدی، ج ۲، ص ۳۸۶

وہذا، شمارہ مسلسل ۱۰۷، شمارہ حرف کاف ۳، ص ۲۱۰

الصحافی، ورق ۲۲۵

- (۱۸) ایضاً
- (۱۹) ایضاً
- (۲۰) طہ الولی، الکتاب فی الاسلام، الفکر الاسلامی، شماره ۲۲ (کانون الاول ۱۹۷۱ء)
- (۲۱) العلقشندی، ج ۲، ص ۴۷۸-۴۸۲
- (۲۲) بدرالدین چینی، چین و عرب کے تعلقات اور ان کے نتائج (کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۹ء) ص ۳۶۲
- (۲۳) The Encyclopaedia Americana, 1968ed. Vol21, p.258
- کرد علی، خطط الشام، ج ۴، ص ۲۳۳
- Encyclopaedia of Library and Information Science (New York, Mareel Dckker, Inc., 1977) Vol. 21, p.45-46, 335)
- (۲۴) ابن الندیم، ص ۶۱
- (۲۵) ایضاً، ص ۳۱ --- محمد طہ الحجازی، "الورق والوراقہ فی الحضارۃ الاسلامیہ" مجلہ العلمی العراقي، شماره ۱۲ (۱۳۸۴) ص ۱۳۵
- (۲۶) ایضاً
- (۲۷) کرد علی، خطط الشام، ج ۴، ص ۲۳۲
- (۲۸) احمد بن یحییٰ البلاذری، فتوح البلدان، تحقیق عبداللہ انیس اللبباع، عمر انیس اللبباع (بیروت، دار النشر للجامعین، ۱۳۷۷ھ) ص ۲۹۲ --- یاقوت، معجم البلدان، ج ۳، ص ۲۸
- (۲۹) عبدالحی الکتانی، التراتیب الاداریہ، والعمالات والصناعات، المتاجر والحالہ العلمیہ التي كانت علی عهد تاسیس المدینہ الاسلامیہ فی المدینہ المنورۃ الطیبہ (بیروت، دار التراث العربی، ب، ت) ج ۲، ص ۲۳۲ --- چشتی، ص ۱۲۴-۱۲۵
- (۳۰) ابن الندیم، ص ۶۱
- (۳۱) الکتانی، ج ۲، ص ۲۳۲ --- چشتی، ص ۱۲۴-۱۲۵
- (۳۲) استرنج، بلاد فلسطین و شام ترجمہ سید ہاشمی فرید آبادی (حیدرآباد الدکن، مطبع سرکار)
- (۳۳) ص ۲۱ --- کرد علی، خطط الشام، ج ۴، ص ۲۳۳
- استرنج، بلاد فلسطین و شام، ص ۴۱



مز'ج ۲، ص ۲۶۹۔۔۔ عنایت اللہ "کاغذ کارواج" تاریخ کی روشنی میں "مجلہ جامعہ عباسیہ" بھاولپور، شماره ۱ (۱۳۸۳ھ) ص ۹۵

الثعالبی، شمار القلوب، ص ۵۲۳ (لہ) لطائف المعارف، ص ۲۱۸۔۔۔ البیرونی، ص ۱۳۳۔۔۔ القزوی، ص ۵۳۶۔۔۔ مز'ج ۲، ص ۲۶۹۔۔۔ دہخدا، شماره مسلسل ۱۰۷، شماره حرف ک، ص ۲۱۱۔۔۔ ابی حامد محمد بن عبدالرحیم الغرناطی، تحفہ الالباب نخبة الاعجاب، (ایمری نیشنل پریس، ۱۹۲۵ء) ص ۲۰۲ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۲، ص ۱۳۷۸

ایضاً

اصطخری، ص ۱۶۲

وان کریم (Alfred Von Kremer) مسلمانوں کی صنعت، حرفت، زراعت، تجارت (الہ آباد، کتابستان، ۱۹۳۳ء) ص ۷۱۔۔۔ وان کریم نے الملاح البرزہ لتاریخ الثقافة فی الاسلام، لیریک، ۱۸۷۳ء میں جو مقالہ مسلمانوں کی صنعت و حرفت، زراعت و تجارت پر لکھا تھا اس کا ترجمہ محمد جمیل الرحمن نے مذکورہ بالا عنوان سے کیا تھا۔

ابو حامد الغرناطی، ص ۲۰۲

الحاکم، تاریخ نیشاپور، ص ۷۸ (طهران)

الغرناطی، ص ۲۰۲

ابن خلدون، المقدمہ، ص ۷۵۵-۷۵۶۔۔۔ دہخدا، شماره مسلسل ۱۰۳، شماره ک ۳، ص

۲۱۳۔۔۔ القلقشندی، ج ۲، ص ۷۵-۷۶

الصولی، اخبار الراضی باللہ والمستقی للہ، ص ۲۶۰

یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۲۲۲۔۔۔ ابن عبدالحق، جا، ص ۵۰۷

وان کریم، ص ۶۷

الخلیب، ج ۳، ص ۳۶

محمد مہدی بدری، العامہ بغداد فی القرن الخامس الهجری، بحث تاریخی فی الحیاة الاجتماعیة

لجماہیر (بغداد، مطبعہ الارشاد، ۱۳۸۷ھ) ص ۵۸

مصطفیٰ جواد، "المواد الضائع من معجم الادباء" ص ۱۶۲

کرد علی، خطہ الشام، ج ۲، ص ۲۲۳۔۔۔ القلقشندی، ج ۲، ص ۲۸۷۔۔۔ ابو البقا عبد اللہ

بن محمد البدری الدمشقی، نزہۃ الانام فی محاسن الشام (مصر، المطبعہ السلفیہ، ۱۳۳۱ھ)

- ص ۳۲۲
- (۵۰) استرنج، بلاد فلسطین و شام، ص ۲۰--- مذ، ج ۲، ص ۲۶۹
- (۵۱) المقدیسی، ص ۱۸۰--- مذ، ج ۲، ص ۲۶۹--- علی سامی، "اختراع کاغذ" هنر و مردم، شماره ۱۵ (اردی بہشت، ۱۳۵۱ ف) ص ۲۵-۲۶
- (۵۲) کرد علی، ج ۲، ص ۲۳۲
- (۵۳) ایضاً
- (۵۴) ایضاً، ص ۲۳۲
- (۵۵) ایضاً، ص ۲۳۲
- (۵۶) ناصر خسرو، سفرنامہ، تحقیق محمد دبیر سیاقی و تہران، کتب فروشی زوار، ۱۳۵۳ ف، ص ۱۵
- مز، ج ۲، ص ۲۶۹
- (۵۷) احمد بن واضح الیعقوبی، البلدان، ط: ۳ (النجف، المطبعہ محمدیہ، ۱۳۷۷ م) ص ۲۹
- (۵۸) المقریزی، المخطوط، ج ۱، ص ۲۹۷
- (۵۹) ایضاً، ج ۲، ص ۲۳۲
- (۶۰) یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۴۰۷--- ابن عبد الحق، ج ۱، ص ۴۹۲
- (۶۱) الغرناطی، ص ۲۰۲
- (۶۲) دہخدا، شمارہ حرف ۳، ص ۲۱۵
- (۶۳) یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۳۰۹--- مز، ج ۲، ص ۲۶۹
- (۶۴) وان کزیم، ص ۶۳
- (۶۵) مز، ج ۱، ص ۲۲۶--- دہخدا، شمارہ حرف ک ۳، ص ۲۱۵
- (۶۶) ابن الندیم، ص ۳۲
- (۶۷) الشعالبی، لطائف المعارف، ص ۲۱۸
- (۶۸) رضی الدین محمد قزوینی، رسالہ خط، پرویز ازکالی، هنر و مردم، شماره ۸۵، (ابان ماہ، ۱۳۸۱ ف) ص ۵۱
- (۶۹) وان کزیم، ص ۷۲
- (۷۰) بریقات، ص ۲۳۰-۲۳۱
- (۷۱) ایضاً، ص ۳۲۳
- (۷۲) جوزف ہیل، عربوں کا تمدن، ترجمہ نذیر نیازی (دہلی، مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، ۱۹۷۷ ف)

ص ۲-۱۰۳

وان کریم، ص ۶۳ و ۶۵

ایضاً

ایضاً

محمد بن محمد العبدری القاسی امیر الحاج المدخل، (مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الجلی، ۱۹۶۰ع)

ج ۴، ص ۸۶-۸۸

خضر یکوس لامنس، فرائد اللغہ فی الفروق (بیروت، المطبعۃ الکاثولیکیۃ لاباء الینسو عین،

۱۸۸۹ع) ص ۲۹۳-۲۹۴۔۔۔ الراغب، ص ۴۱۲-۴۱۳۔۔۔ الفیروز آبادی، ج ۴، ص ۲۹۲-۲۹۳ (قلم)

السمطانی، ادب الاطباء والاشتماء، ص ۱۵۸ و ۱۲۳۔ الصولی، ادب الکتاب، تحقیق محمد بوجہ

الاشری (بغداد، المکتبۃ السلفیۃ، ۱۳۴۱ھ) ج ۲، ص ۹۵

ایضاً

رضی الدین قزوینی، ص ۶۷-۶۸۔۔۔ عبداللہ بن علی الہیتمی، العمدۃ، تحقیق حلال ناجی (بغداد،مطبعۃ المعارف، ۱۹۷۰ع) ص ۸-۹۔ عبدالرحمن بن یوسف بن الصائغ، تحفۃ اولی الالباب

فی صناعتہ الخط والکتاب، تحقیق حلال ناجی (تونس، دار بو سلامتہ للتشر والتوزیع، ۱۹۶۷ع)

ص ۵۲-۵۷

المطیب، ج ۱۲، ص ۳۸۶

ابن عساکر، ج ۶، ص ۳۶۰

الصولی، ادب الکتاب، ج ۲، ص ۱۰۱

ایضاً، ج ۲، ص ۱۰۳

القلشنندی، ج ۲، ص ۴۷۰ و ۴۷۵۔۔۔ دہد، ۱، شماره مسلسل ۲۴ و شماره حرف ج، ج ۳،

ص ۱۰۲

ایضاً

الصولی، ادب الکتاب، ج ۳، ص ۹۵۔۔۔ السمطانی، ادب الاطباء، ص ۱۶۳عبدالنبی احمد نگری، جامع العلوم الملقب بدستور العلماء (حیدرآباد الدکن، مطبعہ

دائرہ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۹ھ) ج ۲، ص ۸-۱۹، تمیمی، ج ۳۸۶

ابن الندیم، ص ۴۱

السمطانی، ادب الاطباء، ص ۱۵۱

- (۹۲) یاقوت، ج ۳، ص ۱۳۶
- (۹۳) ذوالفقار علی نقوی، قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب (آگرہ، مطبع مفید عام ۱۹۱۱ء)
- ص ۳۹
- (۹۴) السمطانی، ورق ۵۸۰ ب
- (۹۵) الخلیب، ج ۷، ص ۳۵۳
- (۹۶) الزرنوجی، ص ۴۹
- (۹۷) ایضاً، ج ۳، ص ۳۵۳ --- السمطانی، ج ۴، ص ۴۴ --- ابن الاثیر، اللباب، ج ۱، ص ۳۳۶
- ابن حجر، تبصیر المستبصر، ج ۱، ص ۳۹۳ --- ۳۶۲ --- ۳۶۵
- (۹۸) السمطانی، ج ۴، ص ۲۶ --- ابن الاثیر، اللباب، ج ۱، ص ۳۳۲
- (۹۹) الذمسی، ج ۳، ص ۹۸۵، ۱۲۴۹
- (۱۰۰) محمد بن ابراہیم بن ساعد، ارشاد القاصد الی اسنی البقاصد (مصر، مطبع الموسوعات، ۱۳۱۸ھ)
- ص ۳۰
- (۱۰۱) الاوسی، روح المعانی، ج ۱۵، ص ۱۱۸
- (۱۰۲) الصایخ تحفہ اولی الالباب، ص ۲۶-۲۷
- (۱۰۳) عبداللہ بن عبدالرحمن الذاری (دمشق، مطبع الاعتدال، ۱۳۲۹ھ) ج ۱، ص ۱۲۵ ---
- المستدرک علی الصحیحین، (الریاض، مکتبۃ النصر الحدیث، ب، ت) ج ۱، ص ۱۰۵-۱۰۶
- عبدالبر، جامع بیان العلم، ج ۱، ص ۷۱ --- الخلیب، تفسیر العلم، ص ۷۷ --- ابن یتبہ،
- مختلف الحدیث، ص ۳۶۵ --- عیاض، الاملاء، ص ۱۷۶-۱۷۷ --- ابن حجر، فتح الباری، ج ۱، ص
- (۱۰۴) الرازمزی، ۳۶۹ (حدیث نمبر ۳۳۱)، مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۵۱ --- علی الممتقی، منتخب
- العمال، ص ۵۸
- (۱۰۵) الرازمزی، ص ۳۶۵ (حدیث نمبر ۳۱۸ و ۳۲۷)، الخلیب، ج ۱۰، ص ۲۶ (لہ) تفسیر
- ص ۳۶۹ --- علی الممتقی، منتخب کنز العم کنز العمال، ج ۴، ص ۶۹ --- یوسف النہالی، العمال
- فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر (مصر، مصطفیٰ البابی، الجلی، ۱۳۵۱ھ) ج ۲، ص
- (۱۰۶) ابن منظور، لسان العرب، ج ۲، ص ۱۹۳ (کتب)
- (۱۰۷) ابو داؤد البجستانی، سنن الی داؤد، ج ۲، ص ۱۲۹ --- چشتی، ص ۲۳ --- عبد القناح
- انتشار الخط العربی فی العالم الشرقی والغربی (مصر، مطبع ہندیہ، ۱۹۱۵ء) صفحہ ۱۲
- (۱۰۸) ابن سعد، طبع بیروت، ص ۳، ۶۱۳

ابن الندیم، ص ۹۔۔۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ رسم خط سریانی رسم خط کے انداز پر ترقی کرتے رہے چنانچہ سریانی رسم خط میں بھی ایک قسم التحریر الخفف تھی جسے خط مدور کہتے تھے (ابن الندیم ص ۱۸)

الزرقانی، ج ۱، ص ۳۵۶

عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ، کتاب الکتاب، تحقیق دیولیس شیخو، ط: ۲ (بیروت، الامطبعة الکاثولیکیتہ، ۱۹۶۷ء) ص ۷۔۔۔ احمد طاش کبری زادہ، مفتاح السعاده و مصباح السیاده، تحقیق

کامل کامل بکری، عبد الوہاب ابو النور (القاهرة دار الکتب الحدیثیہ، ۱۹۶۸ء) ج ۱، ص ۹۴  
ابراہیم عبداللطیف، المصداہیہ الی ضوابط الکتابتہ (القاهرہ، شرکتہ مرکز کتب الشرق الاوسط، ۱۹۷۲ء) ص ۱۱ و ۱۳

ابن الاندیم، ص ۹

ایضاً ص ۱

ایضاً

عبد الحمید ایرانی، پیدائش خط، خطاطان (مصر، چاپخانہ چہرہ نما، ۱۳۶۵ھ) ص ۸۶-۸۷۔۔۔  
حبیب، خط و خطاطان (قسنطنطہ، مطبعہ ابو الفیاء، ۱۳۵۰ھ) ص ۷۳۔۔۔ سہیل انور، الخطاط البغدادی، علی بن الحلال المشہور بابن البواب، ترجمتہ محمد بختہ الاثری، عزیر سامی البغدادی (بغداد، مطبعہ الجمع العلمی العراقی، ۱۳۷۷ھ) ص ۱۶

ابن الندیم، ص ۱۰-۱۱

عبد الحمید ایرانی، ص ۸۷-۸۸۔۔۔ حبیب، ص ۷۳۔۔۔ سہیل انور، ص ۱۶۔۔۔ عبادہ، ص ۱۴

ابن الندیم، ص ۱۱-۱۲

ایضاً ص ۱۳

ایضاً ص ۱۲

ایضاً۔۔۔ عبادہ، ص ۳۳

ابن الندیم، ص ۱۲-۱۵

ایضاً ص ۱۳

ایضاً

ایضاً

الشعلبی، شمار القلوب، ص ۲۱۰۔۔۔ ابن خلکان، ج ۲، ص ۶۱۔۔۔ الصغدی، ج ۳، ص ۱۰۹

- (۱۲۸) سہیل انور، ص ۱۶
- (۱۲۹) ایضاً۔۔۔ عبادہ، ص ۱۵
- (۱۳۰) بدیع اللہ دبیری نثر (سیر خوشنویسی در قرن پنجم ہجری و ظهور ابن بواب "حضر و مردم" شمارہ ۱۳۱ (آبان ماہ ۱۳۵۱ ف) ص ۵۳ و ۵۴۔۔۔ علی راہجری، تذکرہ خوشنویسان معاصر (تہران) کتابخانہ ابن سینا، ۱۳۳۶ ف) ص ۱۵
- (۱۳۱) راہجری نے تذکرہ خوشنویسان معاصر (ص ۱۵) میں مصرعہ اخیرہ ان الفاظ سے منقول (فلیس لہ قدر مقدار در ہم)
- (۱۳۲) عبادہ، ص ۳۳
- (۱۳۳) سید عبداللہ "دور اسلامی میں ابتدائی تعلیم کا انداز" چٹان (۲۹ جنوری ۱۹۷۳ ع) ص ۶
- (۱۳۴) بدیع اللہ دبیری نثر "یا قوت مستعصمی، حزر خوشنویسی" حزر و مردم، شمارہ ۱۰۶ (مردار ۱۳۵۰ ف) ص ۳۵۔۔۔ عبدالرحمن یوسف، ص ۳۴-۳۶
- (۱۳۵) Thomas Arnold, "Islamic Art and its influence on Painting in Europe" میراث، ص ۱۵۵
- (۱۳۶) ابن الابار، التکلمہ، ج ۱، ص ۳۸۴ (نمبر ۱۰۶۸)
- (۱۳۷) Arnold j. Toynbee, A Study of History (London, Oxford University Press 1939), Vol. 4, pp. 51-53
- (۱۳۸) الباخری، ص ۶۴
- (۱۳۹) الزرکلی، ج ۶، ص ۲۱۲
- (۱۴۰) الازہری، تہذیب اللغہ، ج ۱، ص ۳۳
- (۱۴۱) ایضاً ص ۳۴
- (۱۴۲) ایضاً
- (۱۴۳) ایضاً
- (۱۴۴) ایضاً
- (۱۴۵) ایضاً ص ۴۰
- (۱۴۶) عیاض، الاماع، ص ۱۵۰-۱۵۲۔۔۔ السخاوی، الاعلان بالتوبخ، ص ۱۰۱۔۔۔ روزنتقال
- العلماء فی البحت العلمی، ترجمہ انیس فریجہ (بیروت، ۶۶ دار الثقافة ۱۹۶۱ ع) ص ۳۲ و ۳۳
- (۱۴۷) عیاض، الاماع، ص ۱۵۷





- (۱۷۱) رضی الدین محمد قزوینی، شماره ۸۵ (آبان ماه ۱۳۲۸ ف) ص ۵۱
- (۱۷۲) دیبی پرشاد بدایونی، ارژنگ چین، (کانپور، مطبعہ نظامی، ۱۲۹۲ھ) ص ۱۷-۳۱
- (۱۷۳) الخلیب، ج ۳، ص ۲۳۱
- (۱۷۴) ابوالحسن بن عبداللہ النباضی المالقی، تاریخ قضاة الاندلس (القاهرہ، دارالکتاب المصری، ۱۹۲۸ع) ص ۸۸
- (۱۷۵) السبکی، معید النعم لمیید النعم، تحقیق محمد علی النجار وغیرہ (القاهرہ، دارالکتاب العربی، ۱۹۳۸ع) ص ۱۳۲
- (۱۷۶) ایضاً ص ۱۳۱-۱۳۲
- (۱۷۷) شهاب الدین احمد بن عبدالوہاب النوری، نہایتہ الادب فی فنون الادب (القاهرہ مطبعہ دارالکتب المصریہ، ۱۳۵۱ھ) ج ۹، ص ۲۱۲-۲۱۸
- (۱۷۸) The Encyclopaedia Americana, 1968 edn., Vol. 2, p 590.
- (۱۷۹) ابن خلدون، المقدمہ، ص ۷۵۵--- القلقشنیدی، ج ۲، ص ۷۷۸-۷۷۲ السمطانی، ورق ۵۷۹ ب
- (۱۸۰) ابن خلدون، ص ۷۱۳-۷۱۵
- (۱۸۱) ایضاً ص ۷۲۲-۷۲۳
- (۱۸۲) ایضاً
- (۱۸۳) ایضاً ص ۷۵۵
- (۱۸۴) ایضاً ص ۷۶۸--- الماورودی، ادب الدنیا والدین، تحقیق مصطفی السقاءط: ۲ (مصر، مصطفی البابی الجلی، ۱۳۷۵ھ) اولیس وفاء بن محمد الارزنجانی، منہاج الیقین شرح ادب الدنیا والدین (آستانہ، محمود بک، مطبعہ سی، ۱۳۲۸ھ) ص ۷۷۰
- (۱۸۵) یاقوت، ج ۱، ص ۱۴۳
- (۱۸۶) ایضاً ص ۱۳
- (۱۸۷) ابن عبد ربہ، ج ۲، ص ۳۱۰۲
- (۱۸۸) المقریزی، ج ۲، ص ۱۰۲
- (۱۸۹) الخلیب، ج ۵، ص ۱۶--- السمطانی، ورق ۳۹۳
- (۱۹۰) الخلیب، ج ۳، ص ۱۷۲--- القفطی، ج ۲، ص ۷۱

- (۱۹۱) اليعقوبي، ص ۱۳--- ابن الجوزي، مناقب بغداد، ص ۳۶
- (۱۹۲) نامی معروف، الدخل فی تاریخ الحضارة العربیة، بغداد، مطبعة المعارف ص ۱۸۰
- (۱۹۳) القرشي، ج ۲، ص ۱۵۵--- معظمی جوادی، "مجموع مواضع واسط" مجله مجمع العلمي العراق، الجلد الثامن (۱۹۶۱ع) ص ۱۵۹-۱۶۰، ۱۷۱
- (۱۹۴) ابن خلکان، ج ۲، ص ۲۱۰--- المقدسی، ص ۱۵۸--- شبلی، ص ۲۹، مدینة دمشق عند الجغرافیین والرحالین المسلمین، ص ۷
- (۱۹۵) المقریزی، ج ۲، ص ۱۰۲
- (۱۹۶) عبدالرحمن زکی، نهضة العلوم فی قاهرة الفاطمیین، المجلة: سجل الثقافة الرفیعة، القاهرة شماره ۱۳۸، اپریل ۱۹۶۹ء
- (۱۹۷) محسن حامد العیادی، ابن سعید الاندلسی حیات و تراشه الفکری والادبی (۶۱۰-۶۸۵=۱۲۱۷-۱۲۹۲ء) (مقاہرة مکتبة النهضة المصریة، ۱۹۷۲ء، ۱۳۹
- (۱۹۸) الیهقی، تتمہ صوان الحکمتہ، ص ۲۲
- (۱۹۹) الخطیب، ج ۵، ص ۱۶--- السمعانی ورق ۳۹۲--- ابن الجوزی،
- (۲۰۰) الخطیب، ج ۳، ص ۱۷۲--- القفطی، ج ۲، ص ۳۷۰-۳۷۱
- (۲۰۱) المنذری، ج ۲، ص ۱۱۹
- (۲۰۲) ابن خلکان، ج ۲، ص ۲۱۰
- (۲۰۳) ابو الملاء المعری رسالت الغفران، ط ۵ دار المعارف ۱۳۶-۱۳۷
- (۲۰۴) یاقوت، ج ۵، ص ۱۵۷--- یاقوت نے محاکہ کیا کہ دونوں کا قول درست ہے البتہ ابو الفرج کا قول زیادہ بہتر ہے۔
- (۲۰۵) القفطی، ج ۲، ص ۱۳۴
- (۲۰۶) یاقوت، ج ۲، ص ۳۳
- (۲۰۷) ایضاً ج ۳، ص ۳--- الصفدی، نکت المہیمان، ص ۱۳۴
- (۲۰۸) ابن الجوزی، مناقب بغداد، ص ۲۶
- (۲۰۹) المقریزی، ج ۲، ص ۱۰۲
- (۲۱۰) القفطی، ص ۲۲۹-۲۳۰
- (۲۱۱) الخطیب، ج ۴، ص ۱۰۳
- (۲۱۲) ابن حجر، لسان المیزان، ج ۱، ص ۱۶۰

- (۲۱۳) ابن الندیم، ص ۲۰۹۔۔۔ الخلیب، ج ۱۱، ص ۳۹۹۔۔۔ ند، ج ۱، ص ۲۶۹
- (۲۱۴) المقریزی، ج ۲، ص ۱۰۲
- (۲۱۵) یاقوت، معجم البلدان، ج ۳، ص ۱۳۵۔۔۔ المقریزی، ج ۲، ص ۲۰۱۔۔۔ ابن خلدون، المقدمہ، ص ۷۵۵۔۔۔ کرد علی، خطب الشام، ج ۶، ص ۱۹۵
- (۲۱۶) وان کریم، ص ۷۵
- (۲۱۷) اسمعانی، التخییر، ج ۲، ص ۲۷۲
- (۲۱۸) ایضاً
- (۲۱۹) ایضاً
- (۲۲۰) محمد بن عبد الملک الحمدانی، تکملہ تاریخ الطبری، تحقیق البرٹ یوسف کنعان ط: بیروت، الکانولیکیتہ ۲۵۱۹۶۱
- (۲۲۱) ابو شامہ، الذیل علی الروضین، ص ۲۳۶
- (۲۲۲) ابن الندیم، ص ۱۳۱ (فلوکل)
- (۲۲۳) یاقوت، ج ۵، ص ۶۷
- (۲۲۴) المقری، ج ۱، ص ۱۳۷
- (۲۲۵) ابن الندیم، ص ۲۱۳۔۔۔ ۲۱۵
- (۲۲۶) الشطابی، تسمیۃ الدر، ج ۳، ص ۲۸۶
- (۲۲۷) وان کریم، ص ۷۵
- (۲۲۸) ابن الندیم، ص ۱۶۹۔۔۔ یاقوت، ج ۶، ص ۵۶
- (۲۲۹) الراہرمزی، ص ۲۱۷۔۔۔ ابن جماعہ، ص ۱۶۳
- (۲۳۰) علی بن عبد العزیز الجرحانی الوساطہ بین المستنیر و خصومه، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم و علی محمد البحاری، القاہرہ مطبعہ میسی البابی الجلی، ۱۳۸۶ ص ۵۱
- (۲۳۱) الخلیب، ج ۸، ص ۳۶۷
- (۲۳۲) ابن ابی اصیہ، ج ۳، ص ۳۸۶
- (۲۳۳) یاقوت، ج ۶، ص ۴۵۳
- (۲۳۴) یاقوت، ج ۶، ص ۴۵۳
- (۲۳۵) ابن خلکان، ج ۱، ص ۶۳
- (۲۳۶) ابو شامہ، ج ۱، ص ۶۲۸۔۔۔ المقریزی، السلوک، ج ۱، ص ۳۷۷۔۔۔ ابن تغری بردی، ج

- ص ۳۳۳
- (۲۳۸) المقریزی 'ج ۲' ص ۳۲۷
- (۲۳۹) یاقوت 'ج ۵' ص ۴۸۴ --- البلاخ 'ج ۴' ص ۴۲۱
- (۲۴۰) الصفدی 'ج ۸' ص ۲۸۵
- (۲۴۱) ابن الالباب الحلہ السیراء 'ج ۱' ص ۲۰۲ --- ابن خلدون 'ج ۴' ص ۳۱۷ --- المقری 'ج ۱' ص ۲۶۲
- (۲۴۲) یاقوت 'ج ۶' ص ۷۶
- (۲۴۳) ابن ابی اصیبه 'ج ۳' ص ۱۷۴-۱۷۵
- (۲۴۴) ایضاً 'ص ۱۰۴-۱۰۴
- (۲۴۵) الخلیب 'ج ۲' ص ۱۷۴-۱۷۴
- (۲۴۶) ایضاً 'ج ۱۴' ص ۱۵۰
- (۲۴۷) ایضاً 'ج ۴' ص ۳۴۱
- (۲۴۸) ایضاً 'ج ۶' ص ۳۳
- (۲۴۹) ابن الندیم 'ص ۶۹
- (۲۵۰) الخلیب 'ج ۳' ص ۲۹۳
- (۲۵۱) ابن ابی اصیبه 'ج ۳' ص ۲۹۳
- (۲۵۲) ابن الندیم 'ص ۶۴
- (۲۵۳) ابن الی حاتم مقدمتہ کتاب الجرح والتعدیل ۳۴۰
- (۲۵۴) ابن الانباری 'ص ۳۷۹ --- العفلی 'ج ۱' ص ۳۱۳-۳۱۴ --- القرشی 'ج ۱' ص ۱۹۶ 'ج ۲' ص ۲۲۶ --- ابن خلکان 'ج ۱' ص ۴۳۰ --- ابن حجر لسان المیزان 'ج ۲' ص ۲۱۸
- (۲۵۵) الخلیب 'ج ۷' ص ۳۱۹-۳۲۰ --- السمطانی 'ورق ۳۹۵
- (۲۵۶) الخلیب 'ج ۹' ص ۴۲۶
- (۲۵۷) ایضاً 'ص ۲۶۱
- (۲۵۸) ابن ابی حاتم الرازی 'ج ۱' ص ۱۶۳ --- ابن حجر تواری التاسیس 'ص ۷۶
- (۲۵۹) ابن الندیم 'ص ۶۴
- (۲۶۰) روزنتقال 'ص ۶۳-۶۴
- (۲۶۱) ایضاً

- (۲۶۲) ایضاً
- (۲۶۳) القفلی، ج ۴، ص ۶۷
- (۲۶۴) ابن الندیم، ص ۶۴
- (۲۶۵) ابرج افشار، "تسخ خطی اسلامی و سابقہ تاریخ آنها" هنر و مردم، شماره ۱۱۲ (آذر ماہ ۱۳۵۱ ف
- ص ۴
- (۲۶۶) المقرئ، ج ۲، ص ۱۰-۱۱
- (۲۶۷) یاقوت، ج ۶، ص ۱۴۷-۱۴۸
- (۲۶۸) مصطفیٰ جوادی، "الثقافہ العقلیہ والحالتہ الاجتماعیہ فی عصر الشیخ ابو علی بن سینا" مجلة المجمع  
العلمی العراقی، ج ۴، شماره ۱۰ (۱۳۷۵ھ) ص ۵۰۲
- (۲۶۹) ابن ابی اصیبعہ، ج ۳، ص ۱۵۰-۱۵۱
- (۲۷۰) الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۹۲
- (۲۷۱) ابن الندیم، ص ۴۶۱
- (۲۷۲) عبدالرحمن بن محمد الدباغ، معالم الایمان فی معرفتہ اہل القیروان المطبوعہ التونسیہ تونس
- (۲۷۳) رانگ کا معرب دائق ہے یہ چھ رتی وزنی چاندی کا سکہ تھا۔
- (۲۷۴) محمد بن علی بن سلیمان الراوندی، راحت الصدور و آیتہ السرور، تحقیق محمد اقبال (لیدن
- ای، جے بریل، ۱۹۴۱ء) ص ۳۳
- (۲۷۵) القفلی، ص ۴۱۵-۴۱۶
- (۲۷۶) ابو حیان علی بن محمد التوحیدی، اخلاق الوزیرین ص ۵۲۱
- (۲۷۷) یاقوت، ج ۴، ص ۲۸۶-۲۸۷
- (۲۷۸) القفلی، اخبار حکماء ص ۳۳۲-۳۳۳
- (۲۷۹) نحوانی، ص ۲۶۲
- (۲۸۰) القفلی، ص ۴۱۵-۴۱۶
- (۲۸۱) ابن الفوطی، ص ۳۳۱
- (۲۸۲) الثعالبی، ج ۲، ص ۲۹۲
- (۲۸۳) یاقوت، ج ۵، ص ۲۸۲
- (۲۸۴) السمطانی، ورق ۳۵۳ الف
- (۲۸۵) ابن رجب، ج ۱، ص ۱۵۶



(۲۸۶) مبین، عبدالعزیز، تقریظ بر مقالہ عہد رسالت سے دور اموی تک اسلامی کتب خانوں کا ارتقاء، از چشتی

(۲۸۷) یاقوت، ج ۳، ص ۲۴۴۔۔۔ ۱۔۔۔ کلبی، ج ۱، ص ۲۸۹۔۔۔ المقرئ، ص ۳۳، ۳۵۔۔۔ ۱۔۔۔ لکھنؤ،  
اعلام النساء، ج ۱، ص ۲۹۲۔۲۹۳، ج ۲، ص ۶۵۔۔۔ شلبی، ص ۳۰

Ameer Ali, A Short History of the Saracens  
(London, Macmillan • Co. Ltd., 1961) p. 569

(۲۸۸) السمعی، ورق ۳۵۳، الف ۳۵۶، ب

(۲۸۹) ایضاً۔۔۔ الذہبی، ج ۲، ص ۵۷۹

(۲۹۰) ابن الندیم، ص ۲۲۹، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۲،

۲۷۳، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۶، ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۸، ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۰۶،

۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۲۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۸۱، ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۵، ۴۱۳، ۴۱۴

(۲۹۱) وان کریم، ص ۷۶۔۷۷

(۲۹۲) ابن الندیم، ص ۱۳۶ و ۳۵۵ (قلوگل)

(۲۹۳) القفلی، ج ۲، ص ۶۳

(۲۹۴) الحطیب، ج ۱۳، ص ۱۵۰

(۲۹۵) یاقوت، ج ۵، ص ۳۸۳۔۔۔ البیاض، ج ۳، ص ۴۲۱

(۲۹۶) الخوارزمی، رسائل الخوارزمی، ص ۲۱۹۔۔۔ المقریزی، ج ۲، ص ۳۵۷

(۲۹۷) الحطیب، ج ۱۰، ص ۶۷، ابن یقفور، ۱۸۱، ابن تغری بردی، ۳۱۳، ۳۱۸، ۲۲۴، الطبری، ج ۷، ۱۹۰

و ما بعد

(۲۹۸) سبط ابن الجوزی، ج ۸، ق ۲، ص ۷۳۹، ۷۴۰۔۔۔ الصفدی، ج ۲، ص ۹۶

(۲۹۹) ابن الندیم، ص ۹۰۔۔۔ یاقوت، ج ۱، ص ۵۸۔۔۔ القفلی، ج ۱، ص ۱۶۳

(۳۰۰) الحمیدی، ص ۱۱، ۱۲۔۔۔ ابن عذاری، ج ۱، ص ۵۲۔۔۔ الصفدی، ج ۳، ص ۲۲۵

(۳۰۱) الحطیب، ج ۱۳، ص ۱۵۰

(۳۰۲) ابن الندیم، ص ۹۰۔۔۔ یاقوت، ج ۱، ص ۱۶۳، القفلی، ج ۱، ص ۱۶۳

(۳۰۳) عیاض، ترتیب المدارک، ج ۱، ص ۱۹۱۔۱۹۲

(۳۰۴) ایضاً۔۔۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ج ۱، ص ۱۳۲۔۔۔ سیوطی،

## تزیین الممالک ص ۴۶

(۳۰۵) الحمیدی ص ۱۱۳ --- ابن عذاری ج ۱ ص ۵۲ --- الصفدی ج ۳ ص ۲۲۵

(۳۰۶) القفلی ج ۲ ص ۳۲۳

(۳۰۷) یاقوت ج ۲ ص ۶۲

(۳۰۸) ابن الانباری ص ۲۱۸ --- القفلی ج ۲ ص ۳۱۹ --- یاقوت ج ۵ ص ۴۲۱

(۳۰۹) یاقوت ج ۳ ص ۱۳۷

(۳۱۰) الصفدی ج ۲ ص ۳۲۳ --- یاقوت ج ۶ ص ۷۵ و ۷۶

(۳۱۱) ابن حجر فتح الباری ج ۱ ص ۸۸

(۳۱۲) یاقوت ج ۲ ص ۷۵

(۳۱۳) ایضاً ج ۶ ص ۷۵

(۳۱۴) وان کریم ص ۸۲

(۳۱۵) الخلیب ج ۶ ص ۳۳۰

(۳۱۶) عیاض اللامع ص ۶۹-۷۹ --- الحاکم معرفتہ علوم الحدیث ص ۲۵۶-۲۶۱ الرامرمزی

ص ۴۲۰ --- ابن الصلاح ص ۱۲۳-۱۲۷ --- احمد محمد شاکر الباعث الخلیب ص ۱۱۹-۱۲۱

الامیر الصنعانی توضیح الافکار ج ۲ ص ۲۹۵-۲۹۸

(۳۱۷) عیاض ص ۸۸ --- الخلیب کفایۃ ص ۳۳۰ --- الامیر ج ۲ ص ۳۲۹

(۳۱۸) الرامرمزی ص ۲۳۵-۲۵۸ --- عیاض ص ۷۹-۸۳ --- ابن الصلاح ص ۱۶۰-۱۶۳

۱۶۷ --- احمد محمد شاکر الباعث الخلیب ص ۱۲۷ --- السیوطی تدریب الراوی ج

ص ۴۰-۴۴ --- الامیر الصنعانی ج ۲ ص ۳۲۳

(۳۱۹) عیاض ص ۱۱۵ و ۱۱۶ --- عمر المیاشی ملاحظہ المحدث جملہ تحقیق صبحی سامرائی (بخارا)

شرکت الطبع والنشر الاصلیۃ ۱۳۸۷ھ) ص ۷ --- ابن الصلاح ص ۱۶۶-۱۶۸

الرامرمزی ص ۲۵۹-۲۶۰ --- ابن کثیر ص ۱۲۶ --- السیوطی تدریب الراوی

ص ۴۰-۴۴ الخلیب کفایۃ ص ۳۵۲

(۳۲۰) عیاض ص ۱۰۴

(۳۲۱) الجاظر کتاب الحيوان ج ۱ ص ۵۵ --- احمد امین فحی الاسلام

(۳۲۲) الجاظر ج ۱ ص ۵۴

(۳۲۳) ابن قیم الجوزیہ محو بن ابی بکر الطرق الحکمیۃ فی السیاستہ الشریعۃ ص ۱۰۳ تحقیق محمد

غازی

- (۳۲۴) ایضاً ۴۰۰
- (۳۲۵) ایضاً ۳۹۹
- (۳۲۶) الجاظر، ج ۱، ص ۵۴
- (۳۲۷) ایضاً ج ۱، ص ۵۶
- (۳۲۸) ایضاً ج ۱، ص ۵۷
- (۳۲۹) الخلیب، ج ۱، ص ۴۱۸
- (۳۳۰) ابن بکوال، ج ۱، ص ۵۶۰ --- یا قوت، ج ۷، ص ۵۹ --- الذمسی، ج ۴، ص ۱۲۲۰
- (۳۳۱) الخلیب، ج ۴، ص ۱۶۳
- (۳۳۲) ایضاً ج ۳، ص ۲۶۹-۲۶۷
- (۳۳۳) یا قوت، ج ۶، ص ۸۲
- (۳۳۴) الخلیب، ج ۲، ص ۱۷۷ ابن الاثیر، اللباب، ج ۳، ص ۲۹۱
- (۳۳۵) ابن جماعہ، ص ۱۶۴
- (۳۳۶) ایضاً، ص ۱۶
- (۳۳۷) القفلی، ج ۴، ص ۱۵۰-۳۷
- (۳۳۸) ایضاً، ص ۱۴۹
- (۳۳۹) ابن جماعہ، ص ۱۶۴
- (۳۴۰) المقریزی، ج ۲، ص ۳۶۷
- (۳۴۱) ایضاً
- (۳۴۲) ابن جماعہ، ص ۱۷۲-۱۷۳
- (۳۴۳) ابن الفرغنی، ج ۲، ص ۱۱۳
- (۳۴۴) ابن بکوال، ج ۱، ص ۱۴۲
- (۳۴۵) ابن الفرغنی، ج ۲، ص ۲۰۵
- (۳۴۶) الشعانی، تمت الیتمت، ج ۲، ص ۱۰۲
- (۳۴۷) ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۳۴
- (۳۴۸) لکھنوی، ج ۱، ص ۵۵۸-۵۵۷
- (۳۴۹) ابو العرب محمد القیروانی، طبقات علماء افریقہ و تونس، تحقیق علی الشابی و نعیم حسن البانی

- (بيروت، دارالتونسية، ١٩٦٨) ص ٣٣٣ (المقدمة) --- ابن فرحون، ص ٢٥٠
- (٣٥٠) القفطي، ج ٢، ص ٣٢٣ --- ياقوت، ج ٥، ص ٣٣٢ --- ٣٣٣ --- (له) معجم البلدان، ص ٣٠٤ --- السيوطي، بغية الوعاه، ج ٢، ص ٢١١
- (٣٥١) ابن خلکان، ج ٢، ص ٣٠٤ --- ابن كثير، ج ١٣، ص ٩٦ --- ابن العما، ج ٥، ص ٨٣
- (٣٥٢) ابن خلکان، ج ٢، ص ٢١٠ --- الذهبي، العبر، ج ٢، ص ٢٦
- (٣٥٣) ياقوت، ج ٢، ص ١٣١
- (٣٥٤) ايضا، ج ٦، ص ٢٠٨
- (٣٥٥) ايضا
- (٣٥٦) السمعاني، ورق ٥٥١
- (٣٥٧) ا لكتبي، ج ١، ص ٢١٠ --- الذهبي، العبر، ج ٥، ص ٢٦
- (٣٥٨) الصفدي، ج ٢، ص ١١٣
- (٣٥٩) ياقوت، ج ٢، ص ٢٢٢
- (٣٦٠) ايضا، ج ٦، ص ٣٠٣
- (٣٦١) المقرئزي، كتاب السلوك، ج ١، ص ٣٤٩

Wright Howch, "A Rare Book its essential qualification" Library Trends Vol.5 No.4 April 1957 p.493.

## باب ہفتم

### تنظیم و ترتیبِ علوم اور درجہ بندی

باب ششم میں عہدِ عباسی میں کتاب سازی کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی تھی، صنعتِ راقۃ، کتاب سازی، کاغذ فروشی، کتابت و خوشنویسی، سامان کتابت، سوق الکتاب اور انکی علمی فائقی حیثیت، کتابوں کی تجارت، ارزاں و گراں قیمت کتابوں کے عوامل، معیاری ناشرین، اشاعتِ کتب کے ذرائع، تبصرہ و انتخابِ کتب سے بحث کی گئی تھی اور دورِ عباسی میں کتاب کی منزل بمنزل رنج کو بیان کیا گیا تھا جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صنعتِ راقۃ نے کتابوں کی ترقی کی فکار کو تیز سے تیز تر کر دیا تھا ہر موضوع پر بازارِ کتب میں کتابیں بکثرت بہ آسانی مل جاتی اور کتب انوں میں پہنچتی رہتی تھیں ان روز افزوں ذخائرِ کتب کو قابو میں رکھنے اور ان سے افادہ کو سہل تر و مہم تر کرنے کیلئے ان ذخیروں کو درجہ بدرجہ رکھنے کی ضرورت تھی اس اہم ضرورت کی تعمیل کی رض سے علوم کی ترتیب و تقسیم عمل میں آئی۔

علماء، فلاسفہ، مسلم مفکرین اور دانشوروں نے اس سلسلہ میں و کثرتاً فوائد کو ششیں کی ہیں ان کا تحقیقی جائزہ باب ہفتم میں پیش کیا گیا ہے۔

اس غرض سے اس باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے حصے میں علمی درجہ بندی کا بیان ہے دوسرے حصے میں کتابیاتی، کتابی و افادی درجہ بندی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس سے عہدِ عباسی میں متداول علوم کی نہیں بلکہ علومِ اوائل کی توسیع و تنوع کی جو کوششیں کی گئی ہیں ان کا خاکہ ذہن میں مرتسم ہو جاتا ہے۔ عہدِ عباسی میں جن علوم سے اعتناء رہا اور ذخائرِ علوم کو جن شعبوں میں تقسیم کیا گیا ان سے علوم میں ترتیب و تنظیم اور ہم آہنگی کا بھی پتہ چلتا ہے، چنانچہ علمی تقسیموں میں چوتھی صدی ہجری میں فارابی و خوارزمی کی، پانچویں صدی ہجری میں رسائلِ اخوان الصفا، ابن سینا، ابن حزم کی، اور چھٹی صدی ہجری میں راعب اصفہانی، ابو حامد غزالی اور ساتویں صدی ہجری میں فخر رازی اور ابن ابی الربیع کی، علمی تقسیموں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کتابیاتی تقسیم میں ابن الندیم کا، کتابی تقسیم میں ابن الکونی کا، افادی اور مصنوعی درجہ بندی میں صولی وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے علمی دنیا میں درجہ بندی و تنسيقِ علوم میں

جتنا متنوع کام کیا اور جس زرف نگاہی کا ثبوت دیا ہے اسکی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

کتابی درجہ بندی کی بنیاد علمی درجہ بندی پر قائم ہے اس لئے علم کی درجہ بندی اور فلسفیانہ تقسیم میں مسلمانوں کی علمی و تحقیقی سرگرمیاں جو نہایت دور رس نتائج کی حامل رہی ہیں ان کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اس طرح علوم کے انواع و اقسام کی کثرت و تنوع سے کتابی درجہ بندی سہولت پیدا ہوئی۔

کتابیاتی درجہ بندی میں سب سے پہلا کام ابن الندیم ہی کا کہا جاسکتا ہے اس سے پہلے کتابیاتی درجہ بندی کا کوئی نمونہ دنیا میں اب تک ہمیں نہیں مل سکا۔

اس طرح کتابی درجہ بندی کا جو علمی نمونہ ہمیں ابن الکونی کے یہاں ملتا ہے وہ اس دور درجہ بندی کی تاریخ میں کتابی درجہ بندی کی پہلی مثال کہی جاسکتی ہے۔

افادی درجہ بندی کا سلسلہ تو مسلمانوں میں بہت عام رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ درجہ بندی کی جو کوششیں مسلم فلاسفہ نے کی ہیں وہ ایسی ٹھوس بنیادیں ہیں جو بیکن وغیرہ کی علوم اور درجہ بندی کا سبب قرار دی جاسکتی ہیں۔



## باب ہفتم

## پہلا حصہ (اجمالی خاکہ)

- ☆ ----- علمی درجہ بندی
- ☆ ----- فارابی کی تقسیمِ علوم
- ☆ ----- خوارزمی کی تقسیمِ علوم
- ☆ ----- اربابِ اخوان النصفاء کی تقسیمِ علوم
- ☆ ----- ابن سینا کی تقسیمِ علوم
- ☆ ----- ابن حزم کی تقسیمِ علوم
- ☆ ----- ابن عبدالبر کی تقسیم
- ☆ ----- راغب اصفہانی کی تقسیمِ علوم
- ☆ ----- غزالی کی تقسیمِ علوم
- ☆ ----- ابن ابی الربیع کی تقسیمِ علوم
- ☆ ----- امام فخرالدین رازی کی تقسیمِ علوم



## علمی درجہ بندی

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حقائقِ اشیاء کی تعلیم دی تھی جیسا کہ آیت شریفہ ”علم ادم الاسماء کلھا“ (البقرہ - ۳۱) اور اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، عیاں ہے کہ یہ آیت ”تسمیہ اشیاء“ چیزوں کے نام رکھنے اور اقوامِ عالم کی مختلف زبانوں کی وسیع و اشاعت کی بنیاد ہے (۱) - Whitman Walt نے کہا ہے کہ الفاظ سے زیادہ روحانی دینی چیز نہیں ہے (۲)۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء کے پہچاننے، انکے خواص جاننے، ان میں درجہ بندی کرنے کی قدرت انسان کو حاصل ہے اور انہیں قابو میں لانے کی صلاحیت اس میں بدرجہ نام موجود ہے اس وجہ سے انسان کو سرفرازی حاصل ہوئی ہے اور وہ کائنات کی ہر چیز کو پہچان کر درجہ بندی کر کے اپنی گرفت میں لایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا تعلیم نے انسان کو علوم و معارف کا بنیاد بنا دیا ہے۔

چنانچہ مفکرِ اسلام راغب اصفہانی نے کہا ہے۔

”انسان علوم و معارف کی کان ہے علم و حکمت اسکی فطرت میں ودیعت کئے گئے ہیں یہ اس میں ایسے ہی مخفی ہیں جیسے کہ آگ پتھر میں، کھجور کا درخت گٹھلی میں، سونا پتھر میں اور پانی زمین میں لیکن اس تک رسائی ڈول اور رسی کے بغیر نہیں ہوتی بعض مخفی انواع ایسی ہیں کہ انہیں نکالنے کیلئے کھدائی اور سخت محنت کرنی پڑتی ہے پھر انہیں پایا جاتا ہے ورنہ وہ بیکار دبی پڑی رہتی ہیں اس طرح علوم و حکمِ نفوسِ انسانی میں پائے جاتے ہیں، بعض نفوس قدسیہ کو بغیر جدوجہد حاصل ہو جاتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام کہ ان پر علوم و حقائقِ کالماءِ اعلیٰ سے فیضان ہوتا رہتا ہے بعض کو تہذیبی تعلیم سے حاصل ہو جاتے ہیں اور بعض کو بہت مشکل سے حاصل ہوتے ہیں جیسے عوام الناس کا حال ہے“ (۳)۔

راغب اصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ نے مذکورہ بالا آیت شریفہ کے معنی یہ لکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم میں بولنے کی صلاحیت و استعداد رکھی ہے (۴) اس سے انہوں نے اشیاءِ عالم میں فرق و امتیاز کیا اور انہیں جدا جدا نام سے پکارا ہے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت بخشی ہے کہ وہ ہر نوع کے افراد میں فرق و امتیاز ملحوظ رکھ سکتا اور بخوبی درجہ بندی کرنے کا اہل ہے ہم شکل و یکساں اشیاء میں ترتیب و تنظیم نہایت ناگزیر ہے اسکی خوبی یہ ہے کہ اس تنظیم سے ان چیزوں کو اٹھانے دھرنے، رکھنے، لیجانے میں سہولت ہوتی ہے اور وقت برباد نہیں ہوتا ہر شے اپنے اصل مقام پر رہتی ہے یہ بات تنظیم Classification کی جان ہے۔

جاظظ کہتا ہے:

”یکساں و ہم شکل چیزوں میں تنظیم و ترتیب مناسب (وناگزیر امر) ہے ترتیب و تنظیم اجزاء میں خوبی کو فزوں تر کرتی ہے، جب (کتابیں) جانی پہچانی، معلوم و مرتب صورت میں رکھی ہوتی ہیں تو قلمروں (بوروں) کو کثرت کے باوجود الٹ پلٹ کرنے کی حاجت پیش نہیں آتی اور صندوقوں کو مختلف جگہوں پر رکھنے کے باوجود تلاش کرنے کی زحمت نہیں ہوتی، ان کی حفاظت آسان ہوتی ہے ان کی فکر تم پر بوجھ نہیں بنتی اور یہ اس امر میں تمہاری قوت کو بعض دیگر امور کی طرح متوجہ رہنے کے باوجود، آئندہ پیش آنے والی دشواریوں کے لئے محفوظ رکھتی ہے یہ امر تمہاری کتاب سازی و علم سے محبت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ایسی Classification کی حقیقت ہے۔

عصر حاضر کی ترقی یافتہ کلاسیفیکیشن اسکیم، لائبریری آف کانگریس کلاسیفیکیشن L.C. اور یونیورسٹی ڈیسی مل کلاسیفیکیشن (U.D.C) کی ترقی کے ہر مرحلہ و سلسلہ میں یہی حقیقت کار فرما ہے اس لئے کہ ان میں کتاب کی انفرادی شان بھی باقی رہتی ہے۔

علم جس سے اول لمحہ انسان کو نوازا گیا تھا یہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدیمہ میں سے ایک صفت ہے اسکی کوئی نہایت نہیں (۶) اسکی وسعتیں اور پہنائیاں لامحدود ہیں اسلئے انسان کی فطرت و شعور میں یہ صلاحیت رکھی گئی اور اسکے بیان و قلم کو یہ قوت بخشی گئی کہ وہ عقل و خرد سے کام لیکر علم و معارف کے سمندر بہا سکے ہر شعبہ علم میں وسعت، تنوع و کثرت پیدا کر سکے اور امتیاز و فرق برقرار رکھ سکے اس کی اس صلاحیت اور زور بیان کی طرف بھی قرآن نے رہنمائی کی وہ کہتا ہے۔

”ولو ان مافی الارض من شجرة اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعة ابحر ما نفذت کلمت اللہ ان اللہ عزیز حکیم“ (لقمان۔ ۷)

زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات جائے) جسے سات سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہونگی بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے

”قل لو كان البحر مداد الكلمات ربى لنفد البحر قبل ان  
نفد كلمات ربى ولو جئنا بمثله مددا“ (۱۰۹-۱ کھن)

آپ کہو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کیلئے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے  
میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں بلکہ اگر اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ  
دے۔

بنی نوع انسان کو کبھی علوم میں تنوع، کثرت، وسعت و امتیاز کی جو اجتماعی صلاحیت بخشی  
ما ہے وہ اس لئے تاکہ وہ ان کے تعاون سے وحی کے اسرار کو سمجھے اور اپنے یقین و بصیرت میں  
انہ کرے۔

آیات شریفہ میں (کلمات اللہ) سے ”علوم و معارف“ اور ”حقائق اشیاء“ مراد ہیں چنانچہ  
مور مفسر ابو جعفر نحاس المتوفی ۳۳۸ھ کا بیان ہے ”فقد تبين ان الكلمات ههنا يراد  
ها العلم و حقائق الاشياء“ (۷)۔ ان آیات شریفہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ  
علمت سے علم اور حقائق اشیاء مراد ہیں۔

حقائق اشیاء ”ہی ثقافتی مظاہر کی اصل بنیاد ہیں“ ان ہی حقائق اشیاء پر فلسفہ زندگی مرتب  
تا ہے اور اس کتابی مواد کا نام کتب خانہ ہے، آیت شریفہ کی تفسیر میں قتال نے بھی نحاس کی  
نوائی کی ہے اور کہا ہے۔

”انما الغرض الاعلام بكثرة معاني كلمات الله وهى فى  
فسها غير متناهيه“ (۸) یہاں اللہ تعالیٰ کے کلمات کے معانی کی کثرت سے آگاہ کرنا  
ہے جن کی کوئی نہایت نہیں ہے۔

بنی نوع انسان کو سمجھانے کی غرض سے اسکی غایت کثرت کو اس طرح تعبیر کر کے بتایا گیا  
ہے ورنہ حق تعالیٰ شانہ کے علم کی کوئی نہایت نہیں ہے اس کے علم کا بہت ہی تھوڑا حصہ ہمیں ملا  
ہے۔

”وما اوتيتم من العلم الا قليلا“ (الاسراء-۸۵) اور تم لوگوں نے علم سے م  
ی بہرہ پایا ہے۔

اس آیت شریفہ نے علم کے جذبہ تجسس کی طلب کو بیدار رکھا اور بتایا ہے کہ اس قلت  
میں کثرت، وسعت اور تنوع مضمون ہے۔ ان ہی ”حقائق اشیاء“ سے حاصل کی ہوئی معلومات پر مبنی  
فلسفہ زندگی قوم کا سرمایہ حیات سمجھا جاتا ہے اس تہذیبی ورثہ کو جب کبھی کتابی صورت میں استفادہ  
و تحقیق کیلئے کتب خانوں میں نظم و ترتیب سے رکھا جانے لگا وہ ترتیب علمی و عملی تقسیم پر مبنی رہی

ہے یہی مختلف علمی درجہ بندیاں آگے چل کر کتابی درجہ بندیوں کی اساس بنی ہیں اسلئے عہدہ میں نامور مفکرین، علماء و فلاسفہ اور فہرست نگاروں نے ان مقاصد کے تحت و تقابلاً علوم کی اور علمی درجہ بندیاں کی ہیں ان کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

فارابی کی تقسیم علوم سے پہلے متمدن اقوام میں جن علوم و فنون کا چرچا تھا وہ حسب

تھے۔

(۱) علوم اہل ہند (۱) ریاضیات (۲) فلکیات و نجوم (۳) طب

(۴) الہیات (۵) موسیقی (۶) اخلاقیات (۹)۔

(۲) علوم اہل فارس طب، نجوم (طلسمات) فلکیات (۱۰)۔

(۳) علوم اہل یونان علوم فلسفہ، طبیعیات، الہیات، ریاضیات، اخلاقیات، منطق (۱۱)۔

(۴) علوم اہل روم و اہل مصر ان کے علوم اہل یونان کے علوم تھے (۱۲)۔

(۵) علوم یہود علوم شریعت و انبیاء (۱۳)۔

(۶) علوم عرب لغت، شاعری، خطابت، ہیئت، طب (۱۴)۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۴م سابقہ میں صرف تین اقوام، ہندی، رومی اور یونانی

علوم و فنون کا زیادہ چلن تھا ان میں بھی یونانی سب سے فائق تھے۔ ان کے علوم میں تنوع و کثرت

تھی ان متمدن اقوام میں یونانیوں میں سب سے پہلے ارسطو نے فلسفیانہ انداز میں علوم کی تقسیم

اور اسے حسب ذیل دو شعبوں میں تقسیم کیا تھا۔

عملی Practical اور علمی Theoretical۔ (نظری)

پھر عملی Practical کی حسب ذیل قسمیں۔

۱۔ معاشیات Economics

۲۔ سیاسیات Politics

۳۔ قانون Law

یاساست خاص Proper Politics

۴۔ تخلیقی آرٹ Creative Art

یا صنائی آرٹ Productive Art

اور علمی (نظری) Theoretical کی دو قسمیں کی ہیں۔

Physice Mathematics



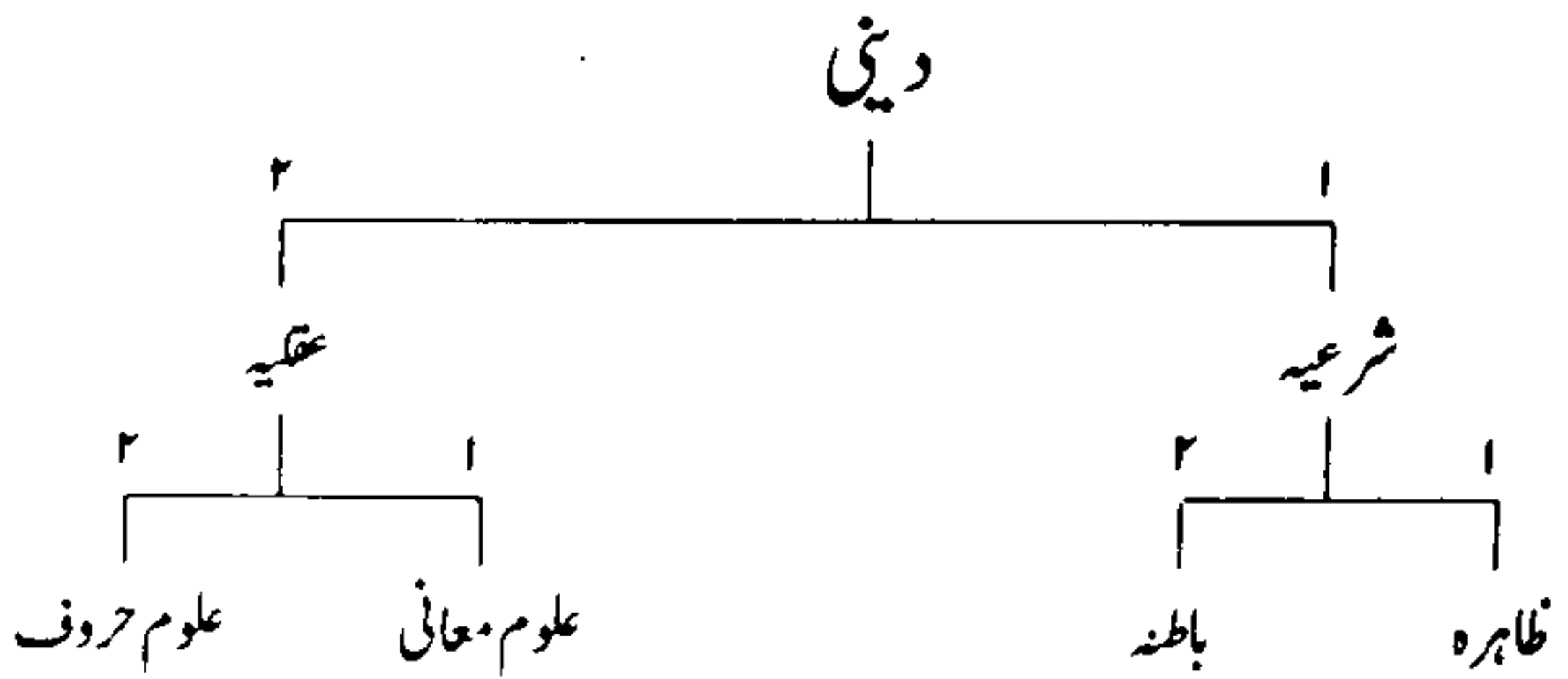
ارسطو نے پوری دنیا کے علوم کو سات شعبوں میں محدود کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور متمدن اقوام کا عموماً اور یونانیوں کا خصوصاً بیشتر علمی کام ان ہی شعبوں میں محدود تھا۔ مسلم یوں اور دانشوروں نے بھی اس اصول کے تحت علوم کی تقسیم کی مگر اس میں بڑی تنوع، استحکام و جامعیت ہے، کتابی درجہ بندی کی اساس علوم کی فلسفیانہ تقسیم و علمی درجہ بندی پر مبنی ہے اس لئے مسلم مفکرین کی علمی تقسیم کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

فلاسفہ میں غالباً سب سے پہلے جابر بن حیان المتوفی ۱۶۰ھ نے علوم کی تقسیم سے اعتناء کیا۔ انکی تقسیم کا ذکر اس کی دو کتابوں ”الحدود“ اور کتاب ”اخراج مانی القوة الی الفعل“ میں ملتا ہے یہ دو رسالے ”رسائل المختارات من رسائل جابر بن حیان“ بول کر اس کی تحقیق کے ساتھ رہ سے شائع کئے گئے ہیں اس نے درجہ بندی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

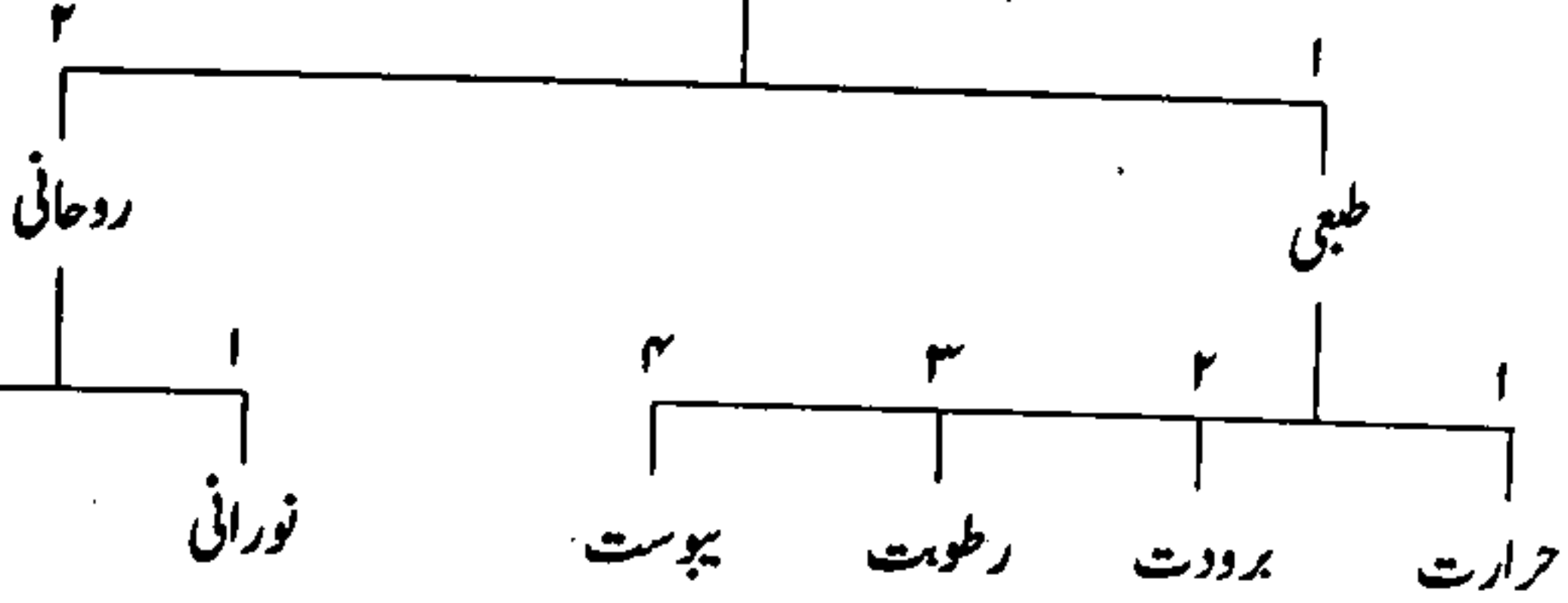
هو الاحاطه بجوهر المحدود علی الحقیقه حتی لا ینخرج  
ما هو فیہ ولا یدخل فیہ مالیس فیہ“ (۱۷)

یہ حقیقت میں جوہر محدود کا اپنے ”افراد اور شعبوں کا اس طرح احاطہ کرنا ہے کہ جو چیز‘ اور شعبے“ اس سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس میں داخل رہیں اور جن کا اس سے تعلق نہیں وہ اس میں داخل نہ ہوں۔

یہ گویا جنس و فصل کے ساتھ درجہ بندی کی تعریف ہوئی جابر نے اجمالاً علوم کو بنیادی طور پر شعبوں میں تقسیم کیا شرعی علوم اور عقلی علوم اس اسکیم کا خاکہ درج ذیل ہے۔

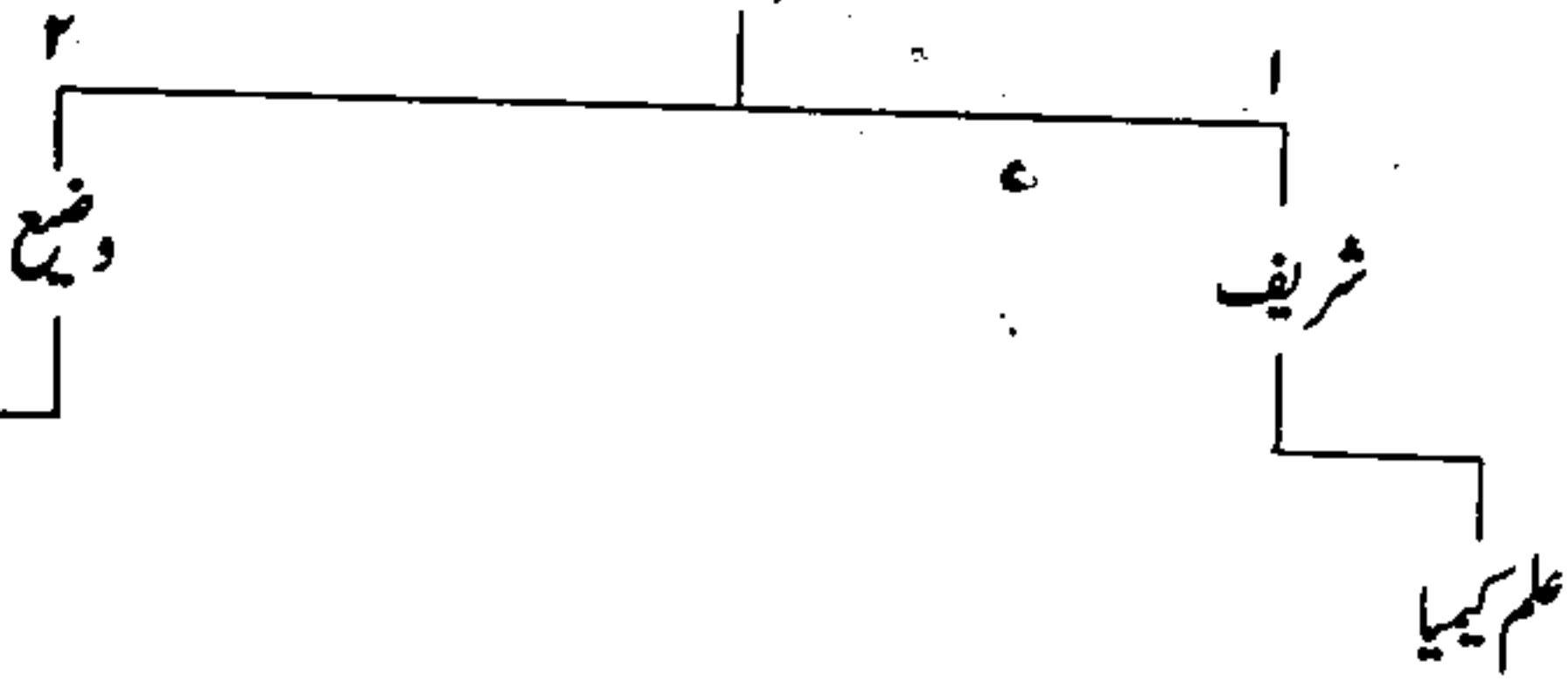


جو چیزیں قوت سے فعل کی طرف جاتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔



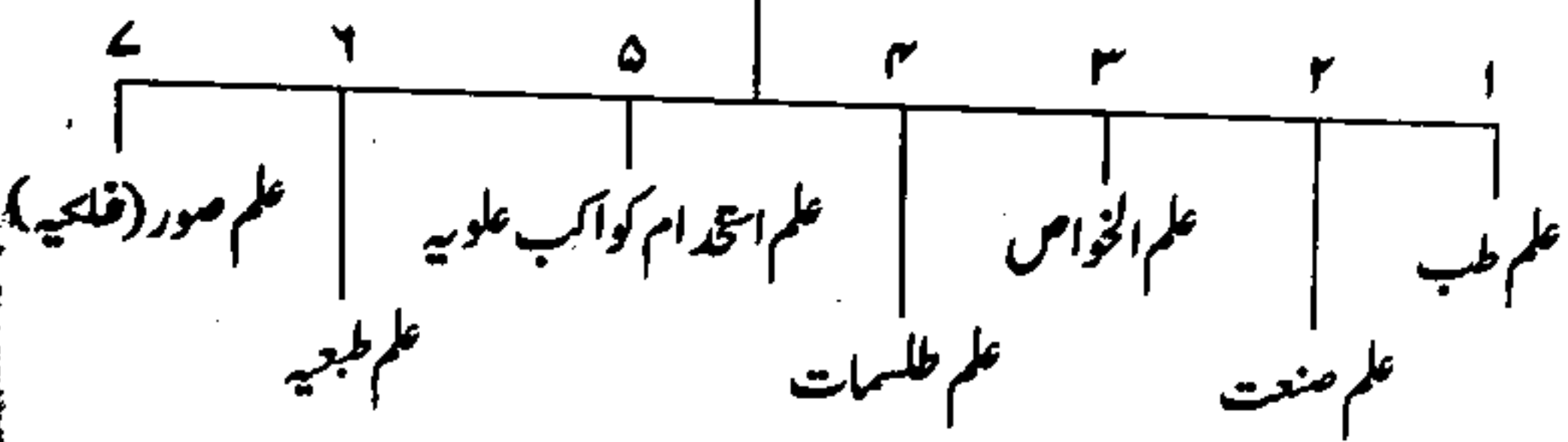
علوم معانی، علوم فلسفہ والہیہ سے عبارت ہے۔ (۱۸)

علوم دنیویہ



دوسری تقسیم

علوم سات قسم کے ہیں

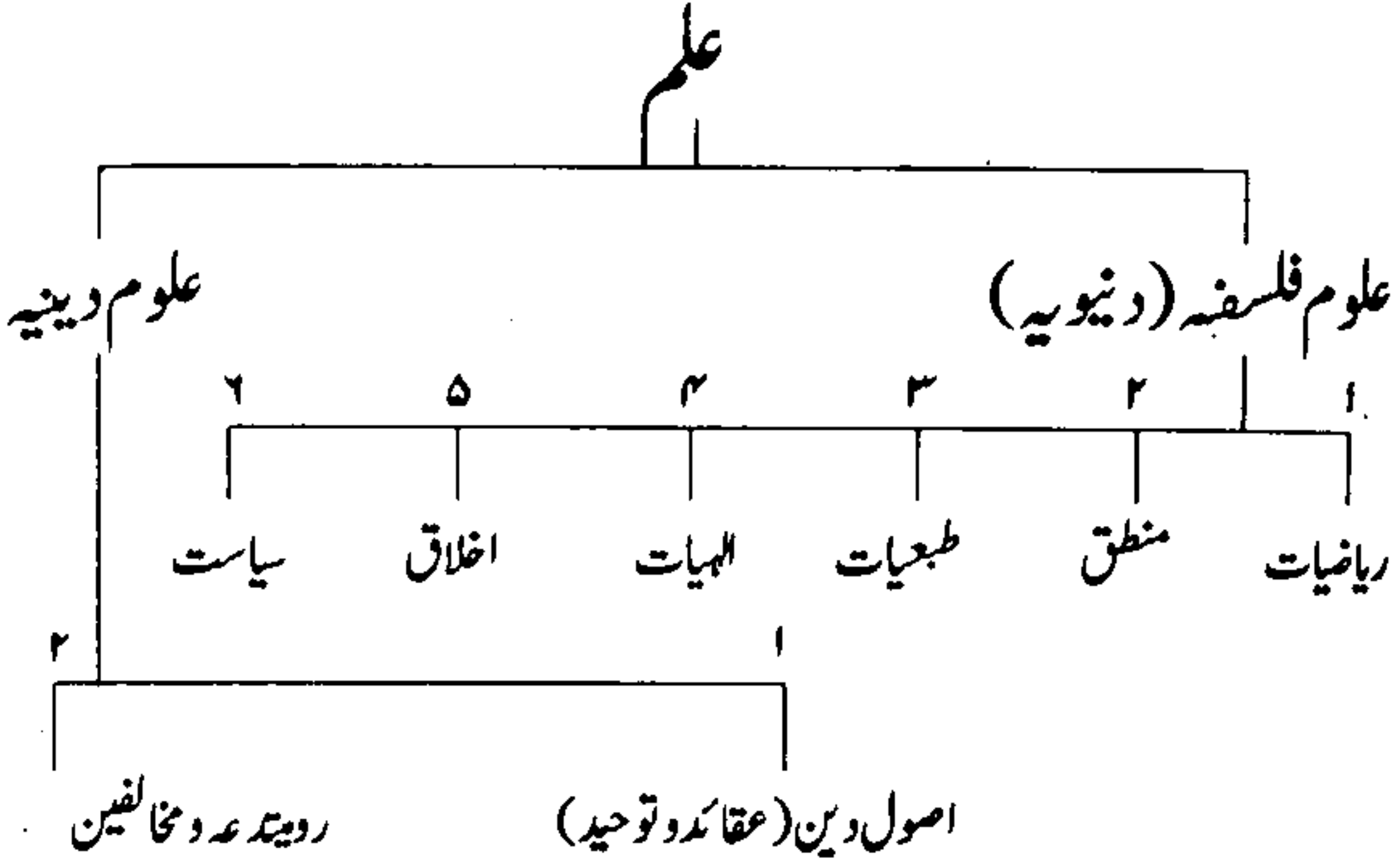


یہ تقسیم افلاک کے اعتبار سے کی گئی ہے۔

کندی پہلا فلسفی ہے جس نے علمی دنیا میں پہلی مرتبہ تقسیم علوم میں ایک انقلابی نظریہ پیش کیا کہ علم کی دو بنیادی قسمیں ہیں۔

(۱) علوم فلسفہ (دنیویہ) (۲) علوم دینیہ۔

علوم دنیویہ کی چھ انواع اور علوم دینیہ کی دو قسمیں ہیں جن کا نقشہ درج ذیل ہے۔



کندی نے تقسیم علوم ارسطو کی تالیفات کے پیش نظر کی تھی۔ اس لیے علوم دینیہ مزید انواع نہیں کی گئیں۔

اس تقسیم علوم سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ بنیادی طور پر علوم کی دو ہی قسمیں ہیں۔ ایک علوم دنیویہ دوسرے علوم دینیہ اور فلسفہ بھی علوم دنیویہ کا ایک شعبہ ہے (۱۶) اس موضوع پر سب سے پہلے فیلسوف عرب یعقوب بن اسحاق کندی (سن ۲۶۰ھ - ۶۸۷ء) نے کتاب لکھی تھی۔

مذکورہ بالا دو علوم کو علوم الہیہ اور علوم انسانیہ کے نام سے بھی یاد کیا جاسکتا ہے یہ کندی وہ پہلی تقسیم ہے جس میں یونانی فلاسفہ کی تقلید کو چھوڑ کر تقسیم علوم کی نئی طرح ڈالی گئی اور بعد اسلامی مفکرین کے لئے رہنما اصول بنی۔

کندی سے پیشتر عیسائی فلاسفہ یونانیوں کے زیر اثر جو دین کو اخلاق کا ایک شعبہ سمجھتے تھے وہ علوم دینیہ کو فلسفہ کے تحت داخل کرتے تھے۔

ابو نصر فارابی المتوفی ۳۳۹ھ - ۶۹۵ء نے احصاء علوم (۲۱) اور محمد بن احمد خوارزمی المتوفی ۳۸۷ھ - ۶۹۹ء نے مفاتیح العلوم میں کندی کے طریقہ کو اپنایا (۲۲) اور ان کو مستقل و جداگانہ کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔

اسلامی عہد میں سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری کے نصف اول میں مسلمان ابو الحسن علی بن حسین مسعودی المتوفی ۳۴۵ھ نے متمدن اقوام کے علوم و فنون کی تاریخ مندرجہ ذیل دو کتابیں لکھی تھیں۔

(۱) فنون المعارف و ماجری فی الدہور السوالف

(۲) ذخائر العلوم و ماکان فی سالف الدہور۔

یہ کتابیں آج دستیاب نہیں اسلئے ان پر تبصرہ نہیں کیا جاسکتا۔

## (۱) فارابی کی تقسیم علوم

چوتھی صدی ہجری کے نصف اول میں سب سے پہلے معلم ثانی ابو نصر فارابی المتوفی ۳۳۹ھ نے تقسیم علوم کے موضوع پر قلم اٹھایا اور اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ”احصاء العلوم“ لکھا جس میں تمام متداول علوم کو بیان کیا۔ فارابی کی تقسیم علوم سے قبل متمدن اقوام میں جن علوم کا چرچا تھا اس کا تذکرہ اوپر گزر چکا۔

ابو نصر فارابی نے تقسیم علوم کے متعلق ”احصاء العلوم“ میں جس فکر کی طرف آغاز بحث میں اشارہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے یہاں علمی تقسیم میں تنظیم و تسبیح Classification سے حسب ذیل معنی مراد ہیں وہ کہتا ہے۔

”تقسیم علوم مشہور علوم کو فرداً فرداً بیان کرنے اور ہر علم کے تحت اس اقسام کی اقسام کے ساتھ انواع و اصناف کی نشاندہی کرنے اور ان کے مابین جو خصوصی یا عمومی ربط و تعلق قائم ہے اس کی طرف رہنمائی کرنا مقصود ہے۔“

فارابی نے احصاء العلوم کو پانچ فصلوں پر مرتب کیا ہے اور اس میں حسب ذیل آٹھ علوم سے بحث کی ہے اور ان آٹھ علوم کی ثانوی تقسیم میں ۳۵ علوم کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) علم اللسان	(۲) علم المنطق	(۳) علم ریاضی
(۴) علم طبعی	(۵) علم الہی	(۶) علم مدنی (سیاسی)
(۷) علم فقہ	(۸) علم کلام	

(۱) علم اللسان

اس کی حسب ذیل سات قسمیں کی ہیں:-

- (۱) الفاظ مفردہ۔ لغت، دخیل الفاظ، غریب الفاظ
- (۲) الفاظ مرکبہ۔ ضرب الامثال، محاورات وغیرہ
- (۳) علم قوانین الفاظ مفردہ، علم صرف، علم اشتقاق
- (۴) علم قوانین الفاظ مرکبہ۔ نحو
- (۵) قوانین تصحیح کتاب۔ اطباء
- (۶) تصحیح قرأت۔ نقطے اور اوقاف
- (۷) قوانین اشعار۔ عروض وغیرہ، اس کی مزید تین قسمیں ہیں ۲۳۱۔

## (۲) علم منطق

اس کی حسب ذیل آٹھ قسمیں کی ہیں۔

- (۱) مقولات، قالیغوریاس (Calegoriace)
- (۲) عبارت ماری ارنیاس (Hermeniate)
- (۳) قیاس، انولوطیقا (Analytica Priora)
- (۴) برهان اولو طیقانی (Analytica Posteriora)
- (۵) جدل، طویقا (TOPICA)
- (۶) مغالطات، سو فسطیقا (Sophistica)
- (۷) خطابت، ریطوریقا (Rhetorica)
- (۸) شعر ( )، پوٹیقا (Poetica) (۲۴)

## (۳) علم تعلیم (ریاضیات)

اس کی حسب ذیل سات انواع کی ہیں۔

- (۱) علم عدد (۲۵)
- (۲) علم هندسہ (۲۶)
- (۳) علم مناظر (۲۷) اسکی متعدد قسمیں ہیں۔
- (۴) علم نجوم (۲۸) ایضاً
- (۵) علم موسیقی (۲۹) ایضاً
- (۶) علم جبر ثقیل (۳۰)
- (۷) علم حیل (۳۱)
- (۴) علم طبیعی، طبیعیات۔ اس کی متعدد قسمیں کی ہیں (۳۲)
- (۵) علم الہی، الہیات۔ ایضاً (۳۳)
- (۶) علم مدنی (سوشل سائنس) اسکی تین حسب ذیل انواع کی ہیں۔
  - (۱) سیاست مدن
  - (۲) تدبیر منزل
  - (۳) اخلاقیات (۳۴)



(۷) علم فقہ (۳۵) نظری و علمی

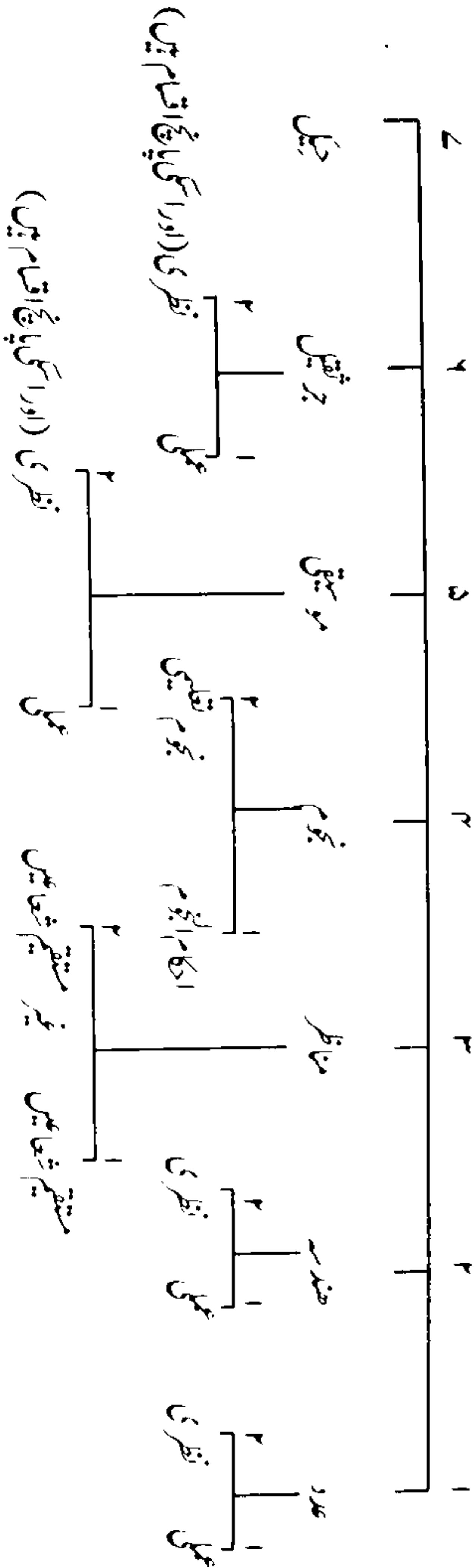
(۸) علم کلام (۳۶) نظری و علمی

علم طبعی کی آٹھ قسمیں کی ہیں۔

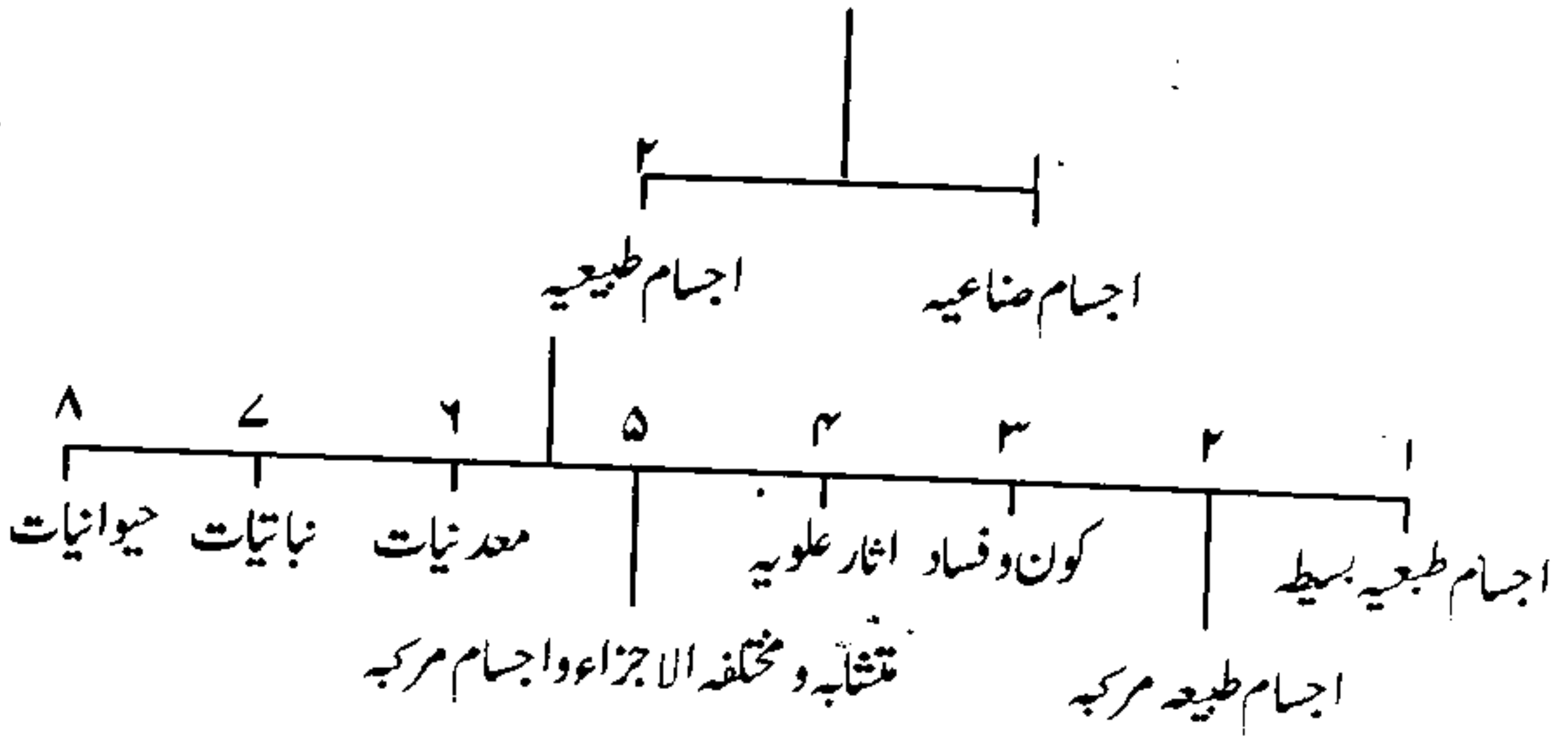
- (۱) اجسام طبعیہ بسیطہ و مرکبہ مبادی و اعراض (یعنی مادہ و صورت غایت)
- (۲) ایضاً (با اعتبار تعداد اجزاء و مادہ)
- (۳) کون و فساد
- (۴) آثارِ علویہ
- (۵) متشابہ و مختلف الاجزاء اجسام مرکبہ
- (۶) معدنیات
- (۷) نباتات
- (۸) نباتات
- (۹) حیوانیات



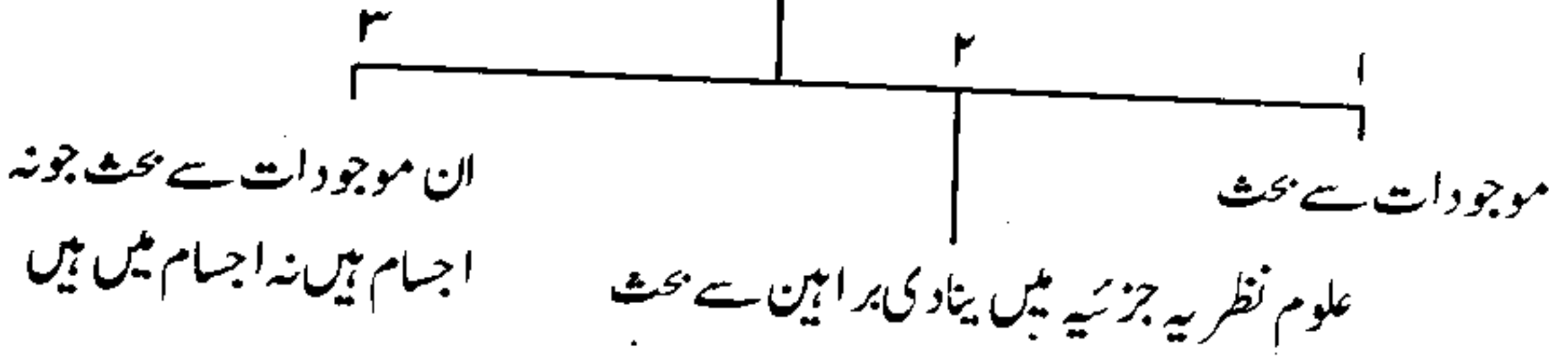
## (۳) ریاضیات



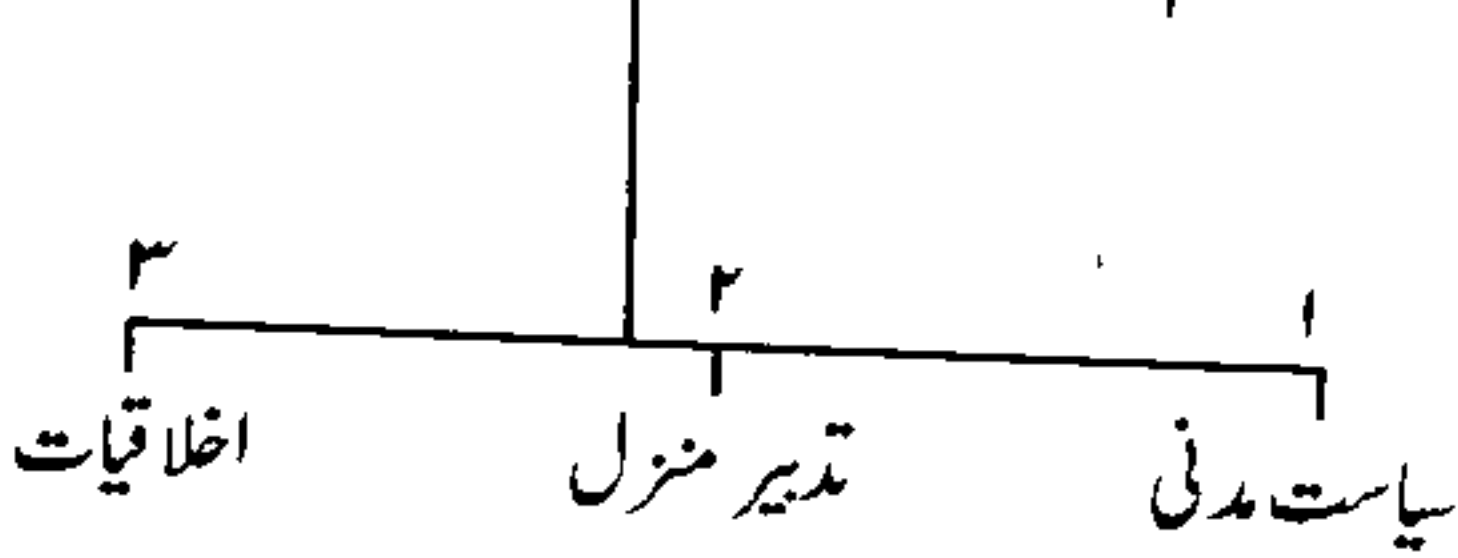
## (۴) علم طبیعی



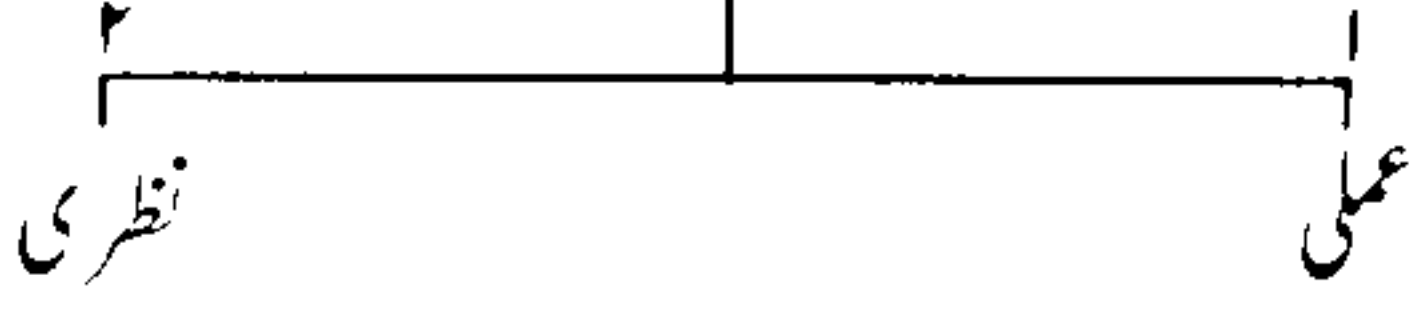
## (۵) علم الہی



## (۶) علم مدنی (سوشل سائنس)



(۷) فقہ



(۸) علم کلام



فارابی کا کمال ہے کہ اس نے متمدن اقوام کے علوم کو بالعموم اور اہل یونان کے علوم بالخصوص نہایت اختصار و جامعیت کے ساتھ اپنی تقسیم علوم میں سمیٹا ہے۔ اس کو موزوں ترتیب کے ساتھ مکمل نظام کی صورت میں پیش کیا جس کے ابتدائی و انتہائی سلسلوں میں ہر جگہ ترتیب و ترتیب اور توفیق و تطبیق کار فرما ہے۔ اس سے اس اسکیم کی اہمیت، افادیت، تنوع و جامعیت اندازہ کیا جاسکتا ہے چنانچہ علم لسان کو بقیہ علوم پر مقدم کیا کہ یہ علم ہر قوم کی زبان میں تصحیح و عبارت کی موزونیت کا ذریعہ ہے (۳۷)۔

اس تقسیم کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں منطقی ترتیب کو ہر جگہ ملحوظ رکھا گیا ہے چنانچہ زبان و بیان اور اس کے ضوابط و قواعد کو ایک ہی سلسلہ و طبقہ (Class • Division) کی بجائے بیان کیا، اس کے بعد ادب کو قریب ہی جگہ دی گئی ہے زبان و ادب میں فصل نہیں کیا گیا، اسکیم کی یہ بھی خوبی ہے کہ اس میں پہلے آلاتِ فلسفہ کا پھر علمِ فلسفہ کا ذکر کیا گیا، اس میں طبعی ترتیب کو نظر انداز نہیں کیا گیا چنانچہ فارابی نے آلاتِ فلسفہ (منطق) کو پہلے بیان کیا، علومِ فلسفہ ریاضیات کو مقدم رکھا پھر طبیعیات کو بعد ازاں مابعد الطبیعیات (الہیات) کو بیان کیا، طبیعیات مابعد الطبیعیات میں گہری مناسبت ہے، اس کے بعد اعمالِ فلسفہ (اخلاقیات) کو بیان کیا جو اس کے ربط و تعلق کو بتاتا ہے اس لئے کہ علم کے بعد عمل ہی کا درجہ ہے۔

فارابی کی اسکیم کی یہ بھی بڑی خوبی ہے کہ اس میں سائنسی علم کا زیادہ احاطہ کیا گیا بلکہ انوعِ علوم کا اس میں مزید اضافہ کیا ہے چنانچہ معلم ثانی سے پہلے علومِ ریاضیہ کی چار انواع (علمِ ہندسہ، علمِ نجوم، علمِ موسیقی) شمار کی جاتی تھیں۔ علمی دنیا میں فارابی پہلا مفکر ہے جس نے علومِ ریاضیہ کی انواع میں تین اہم علوم مناظرہ، علمِ جراثیم، علمِ حیل کا اضافہ کر کے انہیں علومِ ہفتگانہ کا درجہ دیا، لیکن علمِ طب، علمِ کیمیا جیسے اہم و مفید علوم کو علوم ہی کے زمرہ میں شمار نہیں کیا حالانکہ دورِ عباسی میں ان بہت چرچا تھا، سینکڑوں کتابیں ان موضوعات پر شائع ہو چکی تھیں (۳۸)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے اس دور میں سائنسی علوم کا زیادہ چلن تھا۔ لیکن اسلامی دور میں صرف فقہ و کلام کا ذکر کیا ہے اور اس کے ماخذ قرآن و سنت کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ بالخصوص اصول کو چھوڑ کر فروع کا ذکر کیا ہے حالانکہ فارابی کے زمانے میں اسلامی علوم، تفسیر، حدیث، مغازی اور تاریخ کی بڑی گرم بازاری تھی، کثرت و تنوع اور وسعتِ علوم کے اعتبار سے حدیث، تاریخ و سیر کی تالیفات و نشریات کا دائرہ ان تمام علوم سے جن کا ذکر فارابی نے میں کیا ہے کہیں زیادہ ہے۔



ان علوم کا جن کا ذکر فارابی نے تقسیم علوم میں کیا ہے ہم ان کو ”ان کنو بولا“ (Incunabulum) دور کی یادگار کہہ سکتے ہیں اس لیے کہ اس وقت وہ متمدن اقوام جن کو ان سے شغف تھا کاغذ کے نام سے بھی واقف نہ تھیں۔ ان میں مصنف معدودے چند ہی ہوتے تھے ان کے یہاں سامانِ کتابت پارچمنٹ (Parchment) اور پاپائرس (Papyrus) کی فراوانی نہ تھی جیسی اسلامی دور میں کاغذ کی تھی۔

اس لحاظ سے اس اسلامی دور کو نشر و اشاعت کا دور کہا جاسکتا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ جن اسلامی علوم سے تمام انسانی علوم کو تحفظ بقا اور دوام حاصل ہوا، علوم و فنون میں تنوع و کثرت پیدا کی ان کا معلم ثانی ابو نصر فارابی کے قلم سے رہ جانا بہت ہی حیرت و تعجب کی بات ہے۔

فارابی کی مذکورہ بالا تقسیم میں اگر فقہ و کلام سے عام معنی مراد ہیں جیسا کہ اس کے کلام سے شرح ہے اور اس میں قانون و الہیات جو ارسطو کی اساسی تقسیم میں ملحوظ ہے داخل ہے تو اسلامی ملاحظات سے گریز لازم تھا۔

اب ہمیں یہ کہنے میں تامل نہیں ہونا چاہیے کہ فارابی کی یہ تقسیم بین الاقوامی علوم متداولہ کی تقسیم ہے اس کا الہامی شرعی اور اسلامی علوم سے کوئی تعلق نہیں ہے دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ علوم عقلیہ کی تقسیم ہے، علوم نقلیہ کی نہیں، بہر حال عالم میں اپنے دور کی سب سے زیادہ متمدن مسلم قوم کے متداول علوم کو نظر انداز کرنے کی کوئی معقول توجیہ نہیں ہو سکتی، یہی اس اسکیم کی سب سے بڑی خامی ہے کہ اس میں بنیادی اسلامی علوم سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ تقسیم علوم فلاسفہ میں محدود ہو کر رہ گئی ہے اس مقام پر اس امر کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ قرآن نے صناعات کو علوم کے زمرہ میں شمار کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وعلماہ صنعہ لبوس لکم ۸۰۔ الانبیاء

اور اس کو سکھلایا ہم نے بنانا ایک تمہارا لباس

اس سے ظاہر ہے کہ قرآن نے صناعات کو علم قرار دیا ہے۔ یونانی معاشرہ میں طبقاتی تقسیم قائم تھی۔ اس میں صناعات کا تعلق غلاموں اور بازاری لوگوں سے تھا۔ اس لئے فلاسفہ یونان نے صناعات کو علوم کے زمرہ میں شمار نہیں کیا لیکن فارابی اور دیگر فلاسفہ اسلام نے صناعات کو بھی علوم میں شمار کیا ہے۔ (۳۹)

ہمیں حیرت ہے کہ ابو نصر فارابی نے تقسیم علوم کے متعلق کتاب احصاء العلوم میں کسی فلسفیانہ فکر کی وضاحت نہیں کی ہے۔

## (۲) خوارزمی کی تقسیم علوم

خوارزمی ادیب تھا۔ اس نے دانشوروں اور ادیبوں کیلئے پہلی مرتبہ متداول علوم و فنون علمی و فنی مصطلحات کا نہایت مختصر دائرہ معارف تیار کیا اور ایک ادیب کے نقطہ نگاہ سے ادیبوں کی ضروریات کے پیش نظر فلسفیانہ التزام سے آزاد ہو کر پہلی مرتبہ علوم کو عربی و عجمی دو طبقات میں تقسیم کیا۔ اس اعتبار سے یہ پہلی طبقاتی تقسیم کہی جاسکتی ہے اس تقسیم علوم کا تعلق علم کی بہ نسبت عمل سے زیادہ ہے اس لئے اس میں ارسطو، فارابی کی اسکیم سے زیادہ تنوع و وسعت گہرائی پائی ہے۔ یہ تقسیم عربی، شرعی اور ادبی سب ہی علوم کو حاوی ہے خوارزمی نے پہلے ان ہی علوم کی بحث کی ہے۔ (۳۰) مشہور فلسفی دی بویر (De Boer) نے اس تقسیم کو بہت سراہا ہے۔ (Tibbetts) نے بھی اس کی داد تحقیق دی ہے (۳۱)۔

خوارزمی نے پہلے مقالہ میں علوم عرب کو چھ علوم (۱) فقہ (۲) کلام (۳) نحو (۴) کتابت (۵) و عروض (۶) اخبار (تاریخ) میں تقسیم کیا۔ پھر ہر ایک کو ابواب و انواع میں تقسیم کیا ہے اور علوم کو فلسفہ، منطق، طب، علوم عدد، علم ہندسہ، موسیقی، حیل، کیمیا میں تقسیم کیا پھر ان میں سے ہر ایک کو متعدد انواع و اقسام میں تقسیم کیا۔ چنانچہ علوم عرب کی مزید ابواب کی تفصیل و تقسیم درج ذیل ہے۔

علم فقہ کو مزید گیارہ ابواب میں (۳۲)

کلام کو سات ابواب میں (۳۳)

نحو کو بارہ ابواب میں (۳۴)

کتابت کو آٹھ ابواب میں (۳۵)

شعر کو پانچ ابواب میں (۳۶)

اخبار کو نو ابواب میں (۳۷)

خوارزمی نے علوم عجمیہ کو نو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) فلسفہ کو تین ابواب میں

(۲) منطق کو نو ابواب میں

(۳) طب کو آٹھ ابواب میں (۳۸)

(۴) ریاضیات کو پانچ ابواب میں (۳۹)

(۵) ہندسہ کو چار ابواب میں (۵۰)

(۶) نجوم کو چار ابواب میں (۵۱)

(۷) موسیقی کو تین ابواب میں (۵۲)

(۸) حیل کو دو ابواب میں (۵۳)

(۹) کیمیا کو تین ابواب میں (۵۴)

خوارزمی کی مذکورہ بالا تقسیمِ علوم کے خاکہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ پہلا مسلمان محقق ہے جس نے طب اور کیمیا کو علومِ فلسفہ میں شمار کیا اور انہیں علومِ فلسفہ کا ایک مستقل شعبہ قرار دیا، موصوف کی تقسیمِ علوم کی یہی سب سے بڑی خوبی ہے نیز خوارزمی نے اپنی تقسیمِ علوم میں رباعیہ (منطق ۲- طبعیات ۳- ریاضیات ۴- الہیات) کا التزام نہیں کیا بلکہ اس نے فلسفہ میں علوم کو ہشت گانہ قرار دیا ہے (۵۵)۔

خوارزمی نے بھی فارابی کی طرح علومِ شرعیہ میں فقہ و کلام کو مستقل علم کی حیثیت سے ذکر کیا لیکن قرآن و سنت کا مستقل علم کی حیثیت سے ذکر نہیں کیا۔ شرعی علوم کی تقسیم میں قرآن و سنت کو نظر انداز کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ موصوف نے لسانی اور ادبی علوم میں مناسبتِ طبعی کا خیال رکھا ہے اس لئے ان کو ساتھ ذکر کیا ہے لسانی علوم کے بعد تاریخ کو مستقل علم کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔

عجمی علوم میں فلسفہ و منطق کی منطقی و طبعی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے چنانچہ طب کو ریاضیات سے اور موسیقی کو حیل و کیمیا سے مقدم رکھا اور حیل و کیمیا کو سب سے مؤخر کیا ہے۔

### (۳) اربابِ اخوان الصفا کی تقسیمِ علوم

یہ تقسیمِ علوم مسلمان فلاسفہ (۱) ابو سلیمان محمد بن معشر بستی مقدسی (۲) ابو الحسن علی بن ہارون زنجانی (۳) ابو احمد مہرجانی (۴) محمد بن احمد عوفی نہراجوری اور (۵) زید بن رفاعہ کی اجتماعی کوشش کا نتیجہ ہے (۵۶) اور باون رسالوں پر مشتمل ہے۔ چودہ تعلیمی ریاضیات پر (۵۷) 'سترہ طبیعیات پر (۵۸) 'دس عقلی نفسیات پر (۵۹) اور گیارہ رسالے الہیات پر ہیں (۶۰)۔ ان رسائل میں علوم کی تقسیم زیادہ تفصیل سے کی گئی ہے۔ ان فلاسفہ نے پہلی بار ان علوم کو جنہیں بنی نوع انسان حاصل کرتے ہیں حسبِ ذیل تین اہم شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) علوم ریاضیہ (۲) علوم شرعیہ و صنعیہ (۳) علوم فلسفیہ حقیقیہ

قاری ابن سینا کی تقسیمِ علوم سے یہ تقسیمِ علوم اس اعتبار سے قطعی مختلف ہے کہ اس میں علوم ریاضیہ اور علوم شرعیہ و صنعیہ کا اضافہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ انہیں علوم فلسفیہ حقیقیہ کا مقابل

و تقسیم ٹھہرایا گیا ہے، اس طرح ان فلاسفہ نے علوم فلسفہ کے علاوہ سولہ علوم کو مستقل علم کی حیثیت سے علیحدہ شمار کیا ہے جس میں زبان و ادب، 'کیمیا'، 'حیل'، 'صنعتیں اور حرفیں'، 'تجارت'، 'کھیتی باڑی'، 'افزائش نسل اور علم تاریخ و سیر کو علوم ریاضیہ کے انواع میں اور 'علم تنزیل'، 'کتب سماویہ'، 'تاویل' و 'تفسیر'، 'روایات'، 'فقہ'، 'زهد و تصوف' کو علوم شرعیہ و صنعیہ میں شمار کیا ہے لیکن علم کلام کو علوم شرعیہ کے بجائے علوم فلسفہ میں داخل کیا ہے۔

علوم طبعیہ کی تقسیم میں بہت زیادہ بسط و تفصیل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں سائنسی علوم کا زیادہ چرچا اور شہرہ تھا۔ اسی تنوع و کثرتِ علوم کی بناء پر دی بوزر نے رسائل اخوان الصفا کو علوم اوائل اور قدماء کے علوم و عقائد کلاثرہ الطرف قرار دیا ہے۔ (۶۱)

علوم ریاضیہ (۶۲) کو حسبِ ذیل ۹ انواع میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ علوم ریاضیہ

(۱) کتب و قرأت

(۲) لغت و نحو

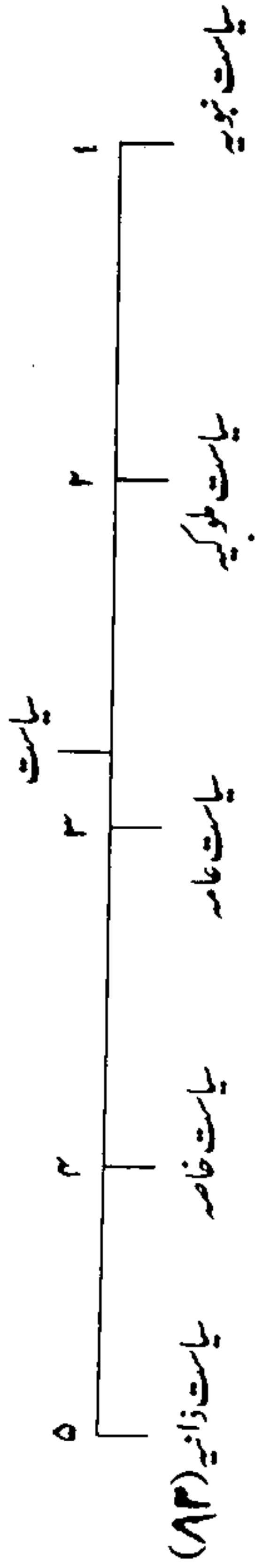
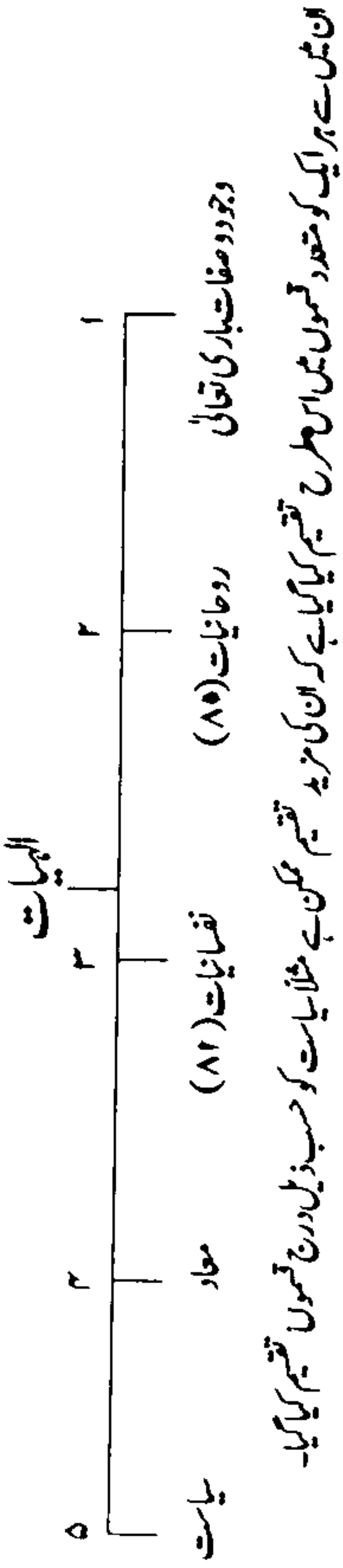
(۳) حساب و معاملات

(۴) شعر و عروض

(۵) زجر و قتال

- (۶) سحر و عزائم (تعویذات)
- (۷) کیمیا و حیل (جراثیم میکائیلی)
- (۸) حرفیں اور صنعتیں
- (۹) تجارت، کھیتی باڑی اور افزائش نسل
- (۱۰) علم سیر و اخبار (۶۳)
- ۲۔ علوم شرعیہ (۶۳)
- (۱) علم تنزیل۔ ان علوم کے ماہرین قراء، حفاظ، مفسرین کی سوانح کو اسی کے ساتھ رکھا ہے۔ (۶۵)
- (۲) تاویل۔ ائمہ و انبیاء (۶۶) (۳) روایات و اخبار۔ محدثین (۶۷)
- (۳) فقہ و سنن و احکام۔ فقہاء (۶۸)
- (۵) زہد و تصوف، تذکرہ و مواعظ صوفیہ، زہاد، رهبان (۶۹)
- (۶) تعبیر رویا۔





مثلاً سیاست ملوکہ، اجیاء سنت امر بالمعروف، نئی عن المنکر، اقامتہ حدود، انذار احکام، رد مظالم، بیخ کنی اشرار، نصرت اختیار کی معرفت سے عبارت ہے۔ ان آٹھ ڈویژن میں سے ہر ایک ڈویژن کو سب ڈویژنوں میں آسانی سے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اربابِ اخوان الصفا کو فلسفیانہ انداز پر شرائع کی اصلاح مقصود تھی اس لئے انہوں نے سیاسیات کو مذکورہ بالا انواع میں تقسیم کیا تھا۔



## (۴) ابن سینا کی تقسیمِ علوم

شیخ بو علی سینا کی علوم کی تقسیم اسکی تین کتابوں ”کتاب الشفا“ (جو علومِ فلسفہ کا نہایت مبسوط دائرہ المعارف ہے) (۸۳) میں اس کے خلاصہ ”کتاب النجاة“ اور ”رسالہ فی العلوم العقلیہ“ میں ملتی ہے، یہ فلسفیانہ نقطہ نگاہ سے علوم کی تقسیم ہے اور علومِ منطقیہ، ریاضیات، طبیعیات، الہیات اور اخلاقیات وغیرہ کو جامع ہے۔

فارابی اور ابن سینا کی تقسیمِ علوم میں بنیادی فرق یہ ہے کہ فارابی کے یہاں علوم کی تقسیم میں جو ایک نوع کا عموم پایا جاتا ہے وہ ابن سینا کے یہاں یکسر مفقود ہے جیسا کہ علومِ حکمیہ اور ”رسالہ فی اقسام العلوم العقلیہ“ میں (۸۴) حکمیہ و عقلیہ کی قید سے ظاہر ہے اور اس لئے شیخ ابن سینا کے یہاں تقسیمِ علوم میں علمِ فقہ اور علمِ کلام کا نام تک نہیں ہے جبکہ فارابی کی تقسیم میں اجمال و تفصیل کا فرق بھی ہے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فلاسفہ کی تقسیمِ علوم کا تمام تر تعلق فلسفہ اور عقلی علوم سے ہے اس لئے وہ شہری علوم سے صرف نظر کرتے ہیں۔

مسلم فلاسفہ میں فارابی، ابن سینا اور مصنفین رسائلِ اخوان الصفا نے تقسیمِ علومِ ارسطویہ کے نظریہ تقسیمِ علوم سے زیادہ موافقت کی ہے چنانچہ عصرِ حاضر کے نامور مستشرق کارل لینیو (Carlo Nallino) کہتا ہے کہ فلسفہ ارسطو کے پانچویں چھٹی صدی عیسوی کے شارح امونیس (Ammonias) اور سیمپلیکوس (Simplikios) نے اس کی اس سے قواعد کا استخراج کیا پھر ارسطو (۳۸۴-۳۲۲ ق م) کی رائے پر علوم کی تقسیم کی (۸۵) انہوں نے علمِ ہیئت اور علمِ احکام متجوم میں فرق کیا، احکام نجوم کو طبیعیات کی فروع میں شمار کیا، ریاضیہ سے شمار نہیں کیا گویا اس کا علم آثار و علامات پر کلمعی دلالت سے ہوتا ہے حساب کے علم سے نہیں (۸۶)۔ یہ صرف ارسطو اور اس کے شارحین کے افکار کی پیروی کا نتیجہ ہے۔

فلاسفہ یونان کی پیروی کی طرف روزنٹھال (Franz Rosenthal) نے بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

یونانی علوم کے ترجمہ کے دور میں مسلمانوں نے پہلی مرتبہ مختلف اقسامِ علم میں و منظم درجہ بندی کو سمجھا اور اس موقع پر انہیں علم ہوا کہ تاریخ، علوم حقیقیہ کے Schedules میں داخل نہیں ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ یونانی علوم کی درجہ بندی جس نے اختیار کیا اس میں تاریخ کو کوئی درجہ (۸۷) نہیں دیا گیا ہے اس لئے فارابی اور ابن سینا

کا تقسیمِ علوم میں تذکرہ نہیں کیا ہے (۸۸) کامل بکری اور عبدالوہاب ابو النور کی رائے بھی یہی ہے کہ وہ فلاسفہ کے علوم ہی کو علوم سمجھتے اور اسکے علاوہ دوسرے علوم کو علوم ہی نہیں گردانتے تھے اس کا طبعی نتیجہ یہ نکلا کہ عربی فلسفہ کی درجہ بندی یونانی علوم کی تقسیم سے بچد متاثر ہوئی اور عربوں کے خالص علوم (لسانی و ادبی) جو یونانیوں اور غیر یونانیوں سب میں مشترک تھے تفریق نہیں کی گئی بلکہ کی درجہ بندی میں ان کا مسلک ارسطو کے فلسفیانہ افکار کا تابع رہا لیکن وہ اہل علم جو فلسفی نہ تھے جیسے خوارزمی اور ابن الندیم انہوں نے عربی اور عجمی علوم کی درجہ بندی کی ہے (۸۹)۔

ابن سینا نے کتاب الشفاء میں علوم فلسفہ کو حسبِ ذیل چار علوم میں منحصر مانا ہے۔

۱۔ منطق ۲۔ طبیعیات ۳۔ ریاضیات ۴۔ الہیات

ان مذکورہ بالا علوم کو علوم فلسفہ قرار دیا اور اس اعتبار سے ان کی تقسیم کی ہے

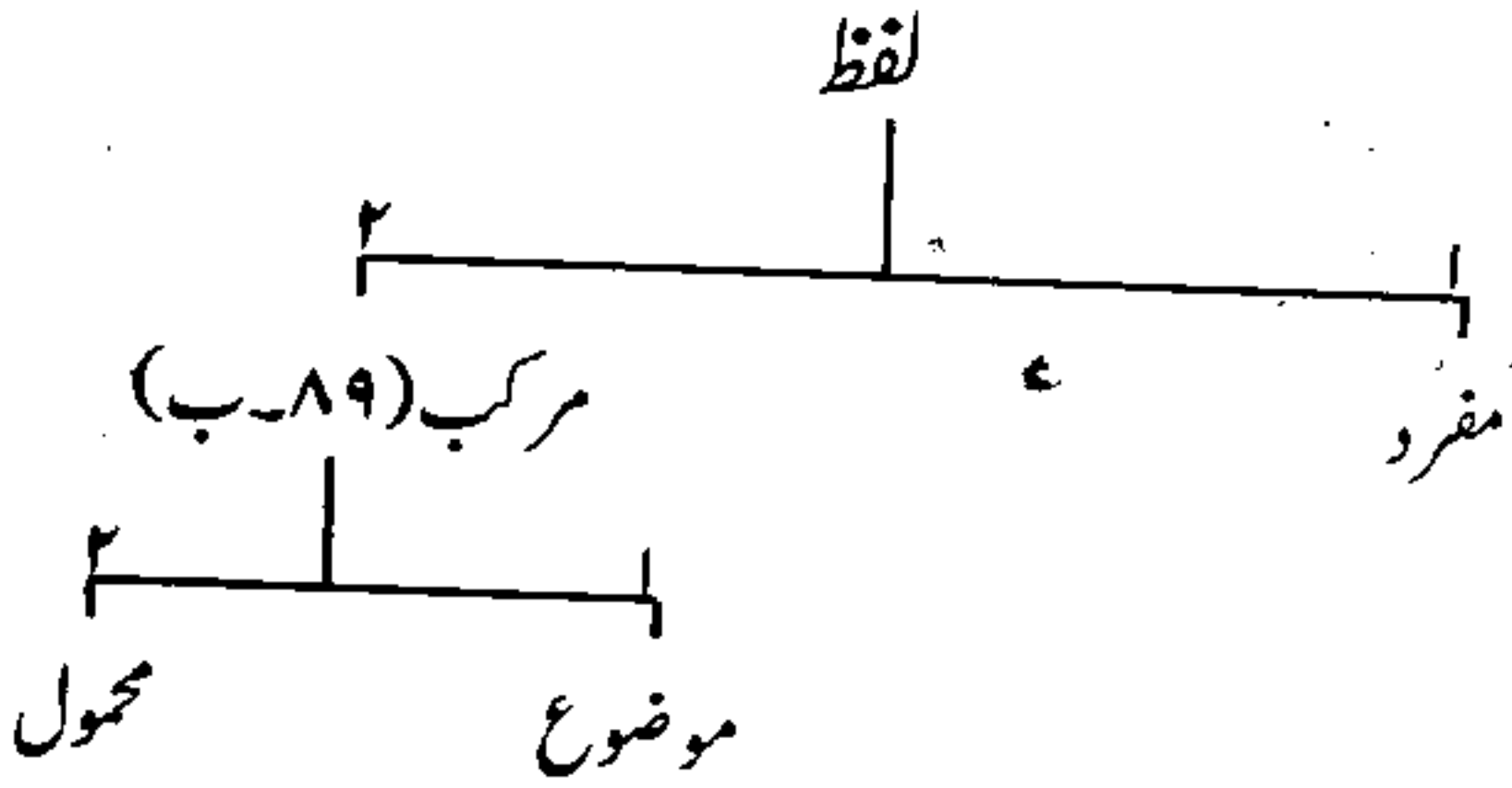
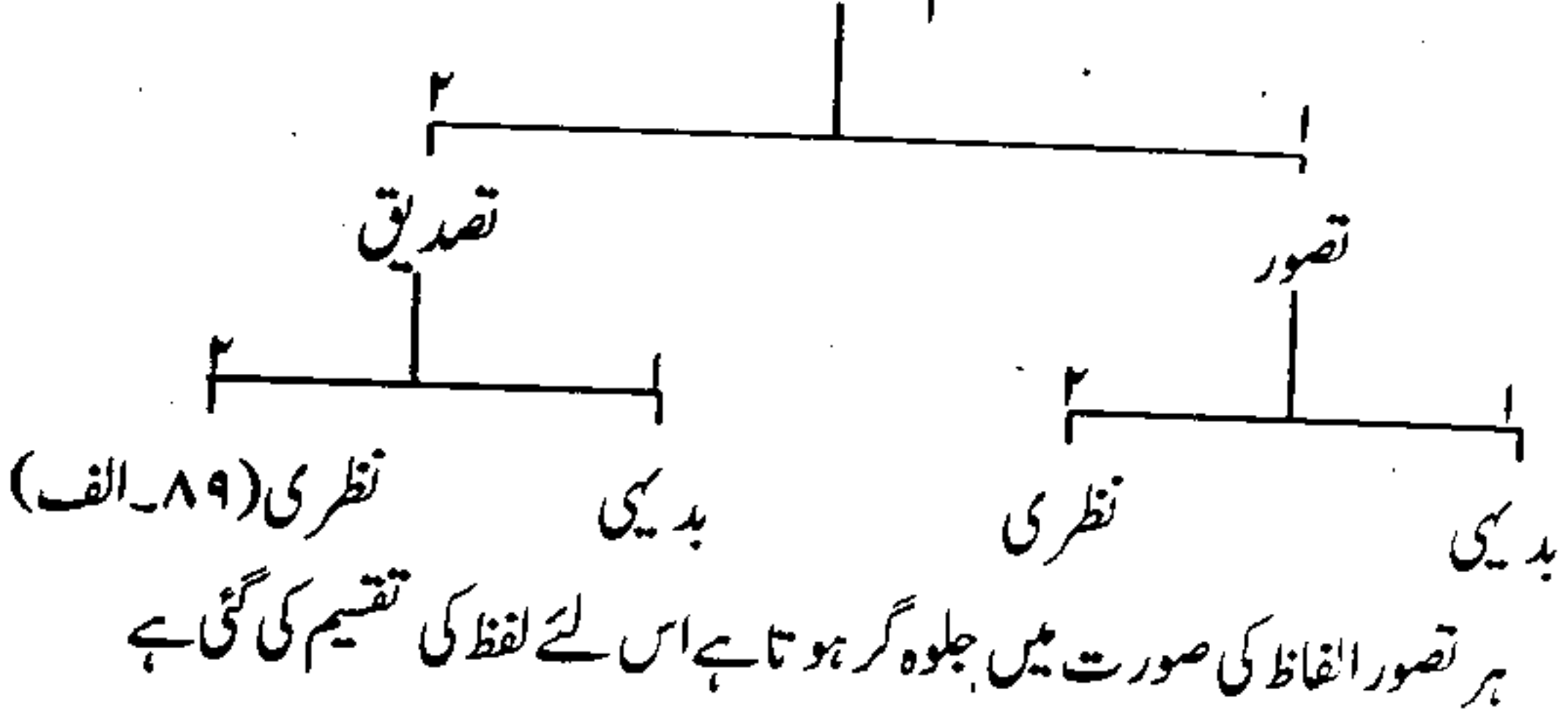
### طبیعیات

طبیعیات کی دو قسمیں ہیں اصلہ اور فرعیہ، اصلہ کی متعدد قسمیں ہیں اور حکمت فرعیہ فرعیہ کو حسبِ ذیل شعبوں میں تقسیم کیا ہے

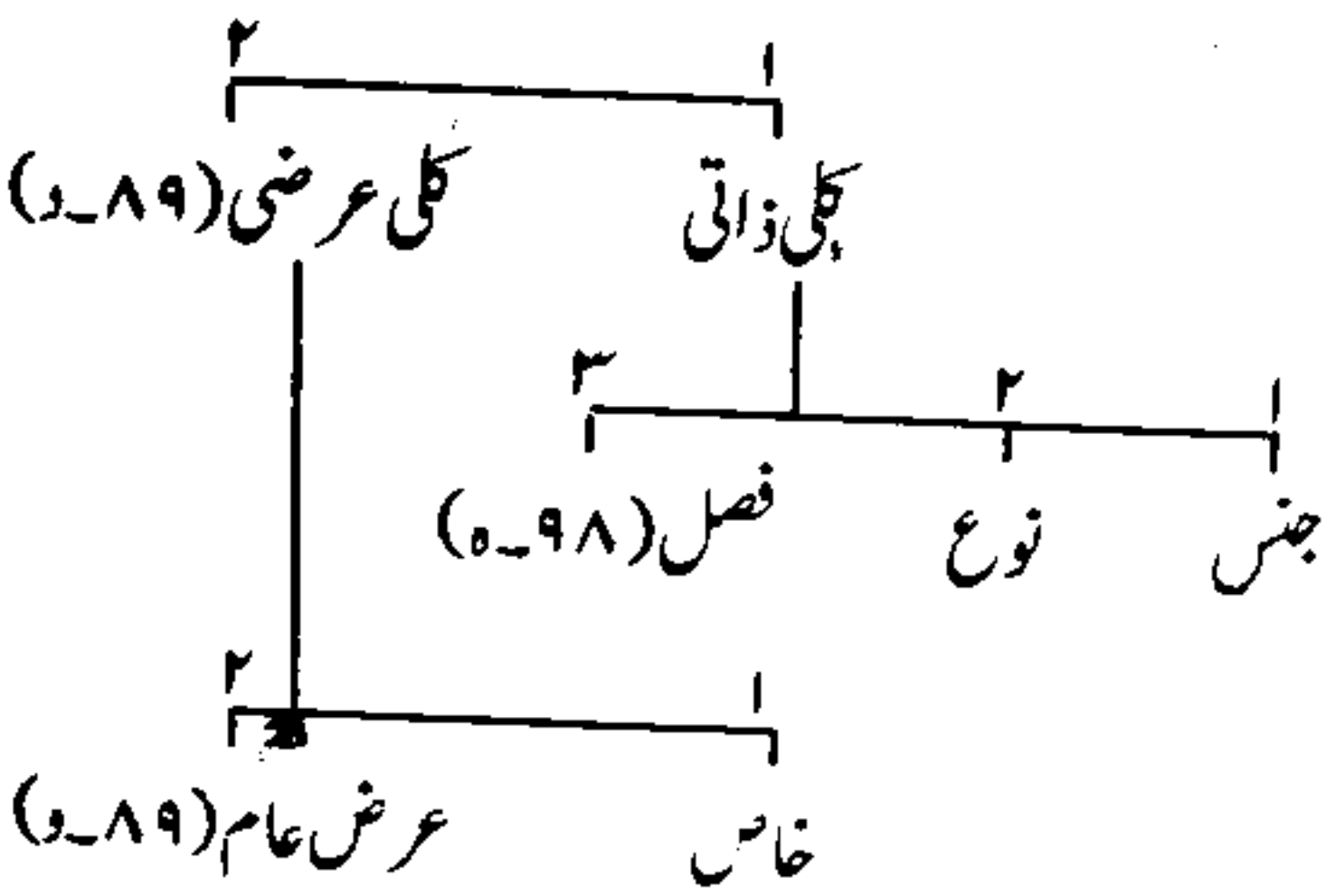
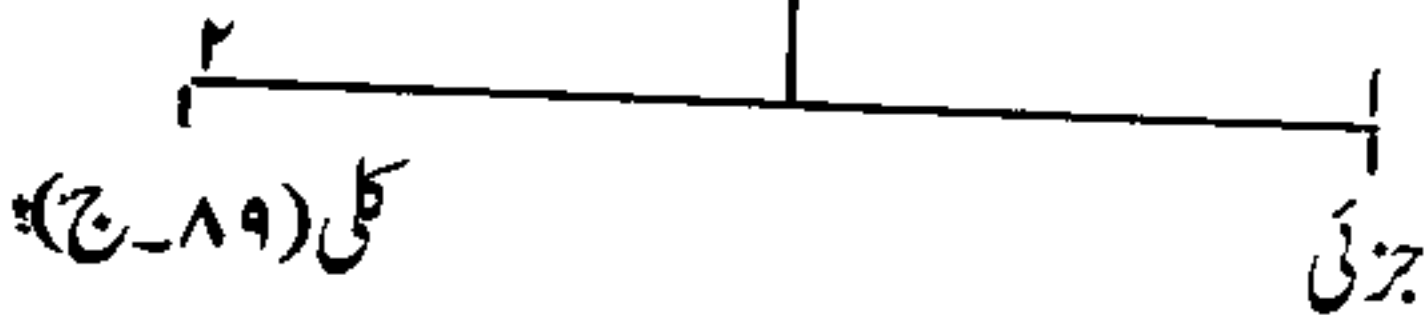
### حکمت فرعیہ طبیعیہ

ان سینا کی تقسیم علوم کا خاکہ یہ ہے

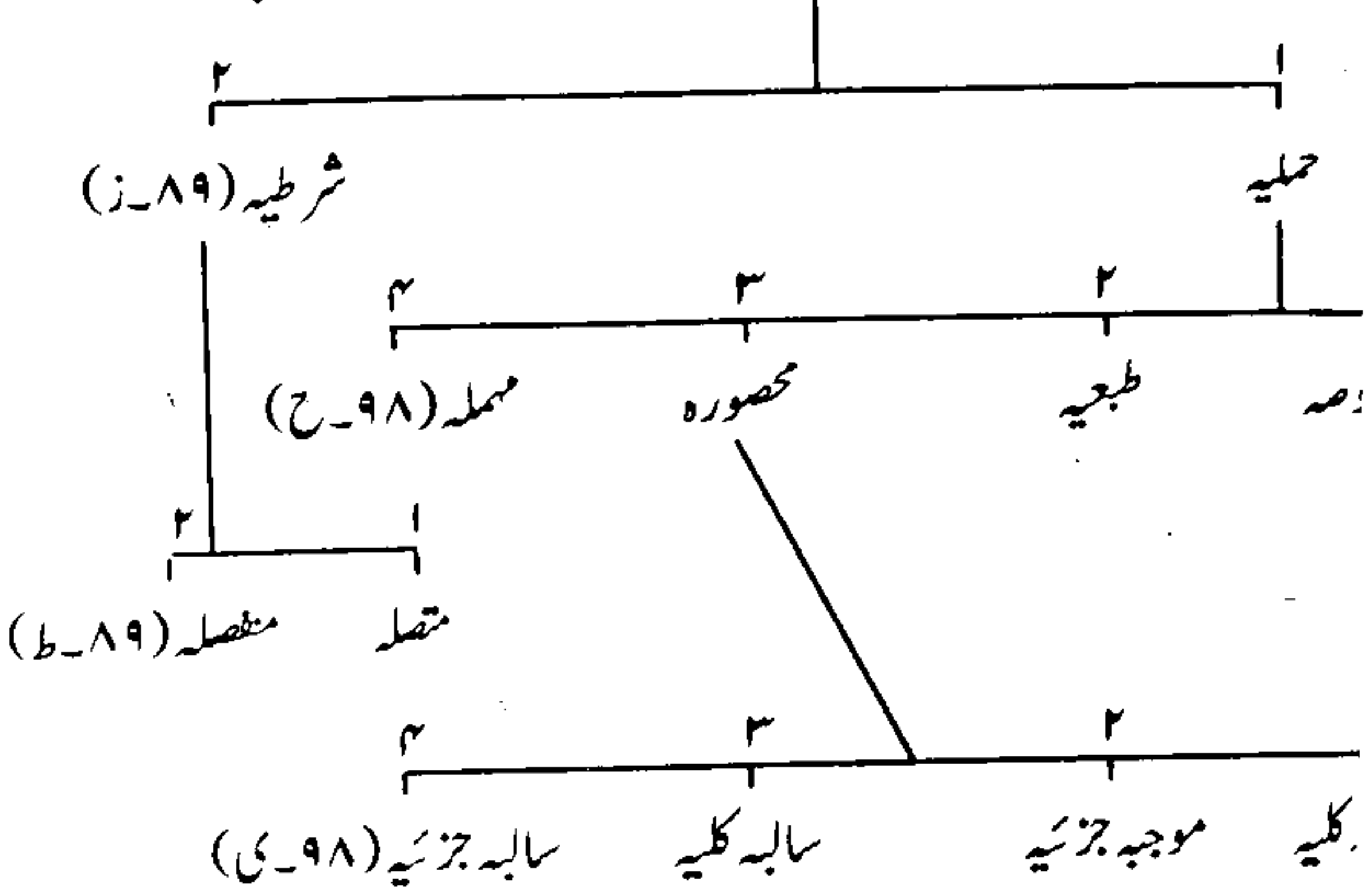
علم (منطق)



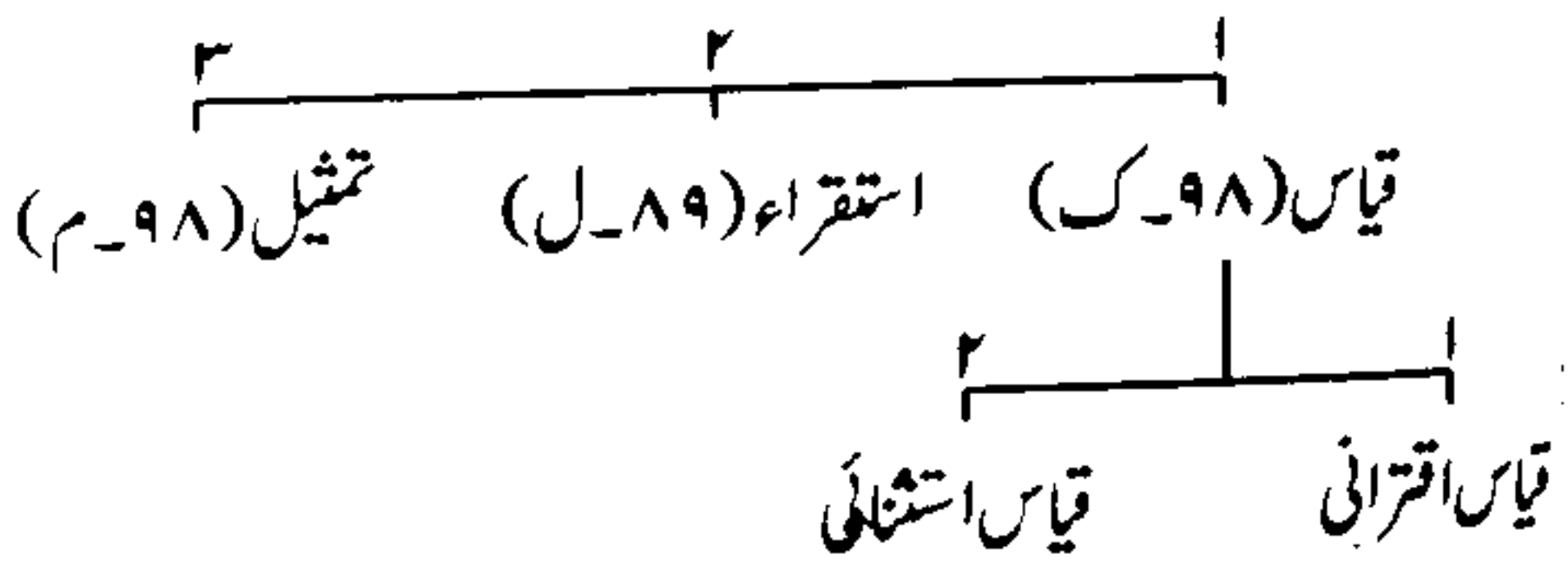
تصور کی دوسری تقسیم



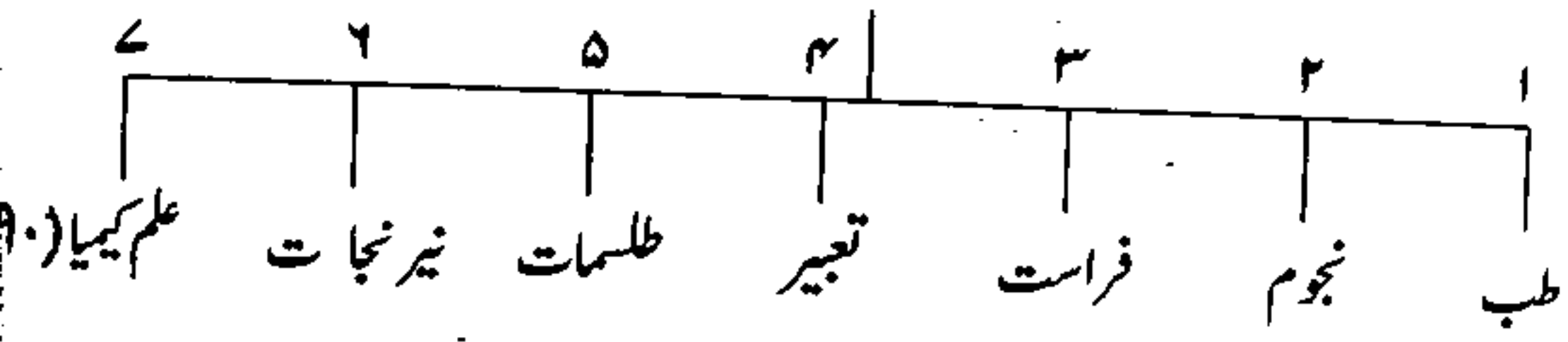
## تصدیق (جملہ و مرکب ہوتی ہے)



## حجت



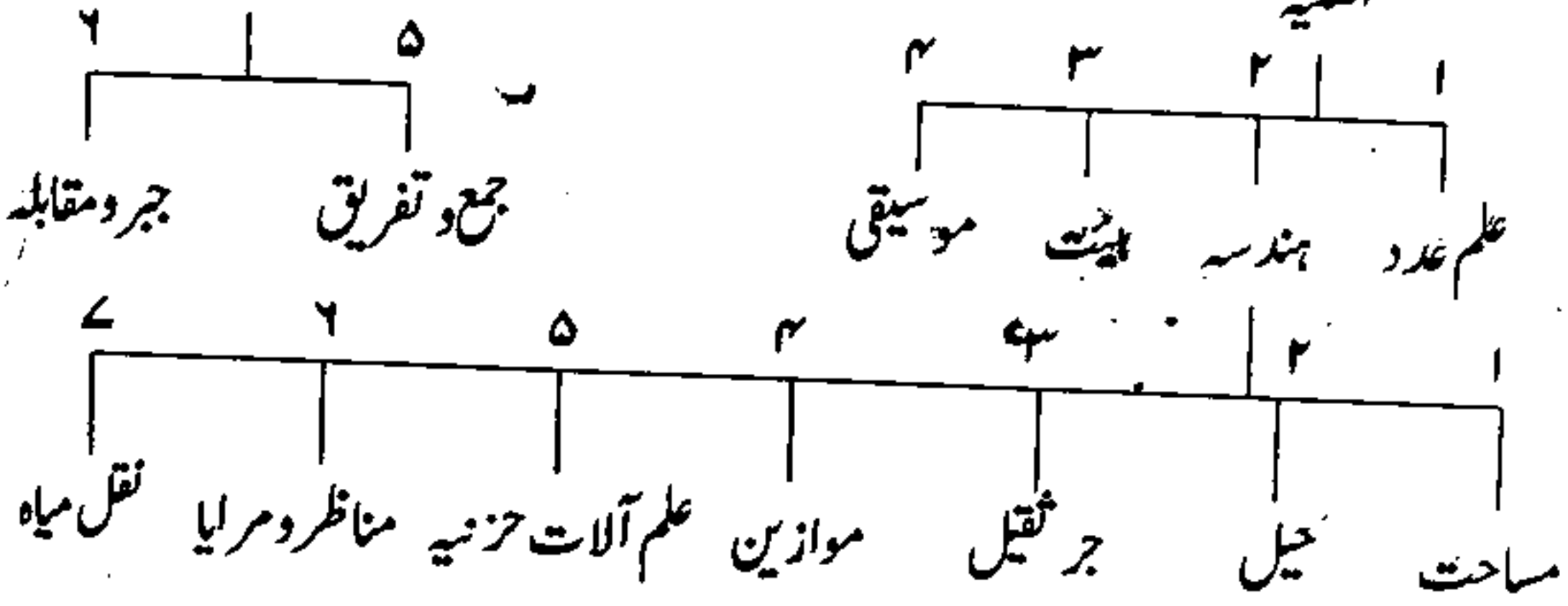
## حکمت فرعیہ طبیعیہ



## ریاضیات

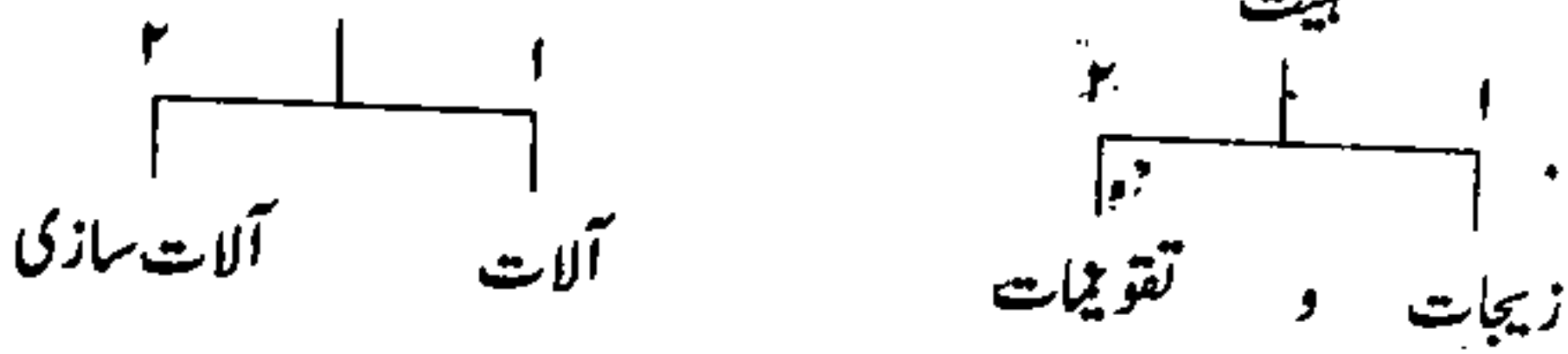
فرعیہ

اصلیہ



موسیقی

ہیئت



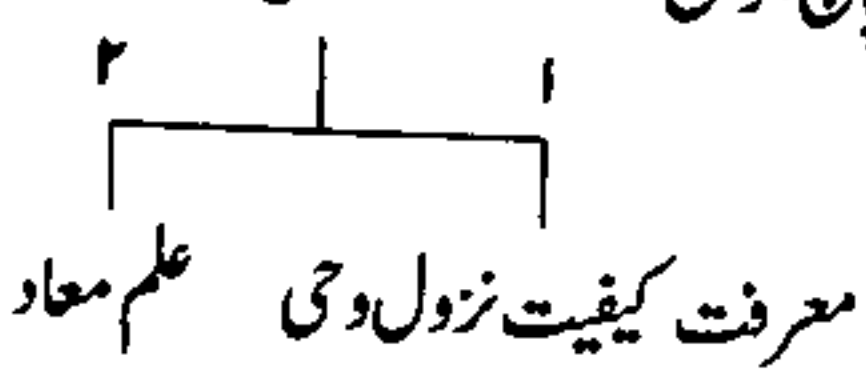
الہیات

فرعیہ

اصلیہ

دونوع

پانچ انواع



منطق کی نو قسمیں بیان کی ہیں  
 ابن سینا بخارا میں صوان الحکمہ کا مہتمم رہا ہے وہ کتب خانہ کی ضروریات کو سمجھتا تھا اور  
 علوم اس کی نظر میں تھے لیکن فلسفہ میں انہماک کی وجہ سے دوسرے علوم کے شعبوں کو تقسیم  
 نظر انداز کر گیا ہے۔

## (۵) ابن حزم کی تقسیم علوم

ابن حزم فلسفیانہ علوم میں ارسطو اور فارابی کا ہم پلہ نہ سہی لیکن فلاسفہ کے علوم کا شناسا ہے اور اسلامی علوم میں فارابی و ابن سینا کا اس سے کوئی مقابلہ ہی نہیں پھر سب سے بڑا یہ ہے کہ وہ خود بھی صاحب خزانہ و اکتب تھا اس نے فارابی کی طرح تقسیم علوم پر ”مراتب العلوم“ کے نام سے مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں تقسیم علوم کے متعلق نہایت اصولی اور بہت معلومات پیش کی ہیں جو اس کے پیشروؤں میں کسی کے یہاں ہمیں نہیں ملتی ہیں۔

ابن حزم پہلا اسلامی مفکر اور عالم ہے جس نے تقسیم علوم کی بحث میں علم کی تعریف وہ کہتا ہے ”تحقیق اور صحت نظر کی رو سے ہر وہ بات جس کو سیکھا جائے وہ علوم میں ہے“ (۹۲)۔

علم کی مذکورہ بالا تعریف علوم و صنائع دونوں کو جامع ہے کتب خانہ علوم کی درجہ بندی علوم و صنائع دونوں کا جامع، محافظ اور امین ہوتا ہے۔ کتاب خانہ کے نقطہ نظر سے علم کی یہ نہایت جامع و مانع ہے۔

اس تعریف کے پیش نظر علوم اور علوم کا لفظ ہفت گانہ علوم کو (جن کی تفصیل آگے ہے) بولا جاتا ہے اس لحاظ سے علم بیوپار، سلانی، بنائی، کشتی رانی، کشتی سازی، کھیتی باڑی، درخت پیوند کاری، شجر کاری، عمارت سازی وغیرہ بھی علوم میں داخل ہیں، فرق اتنا ہے کہ یہ خالص علوم ہیں جن کی احتیاج معاشی زندگی میں رہتی ہے اور علوم شرعی کا مقصد آخرت تک رہتی ہے اس لئے وہ تقدیم و تفصیل کے مستحق ہیں (۹۳)۔

ابن حزم کی تقسیم علوم، کئی لحاظ سے اہم ہے یہ پہلا عالم و مفکر ہے جو تمام علوم ہفت گانہ میں منحصر مانتا ہے۔ تین مدارج میں اقوام عالم کو باہم ممتاز اور مدارج اربعہ میں قرار دیتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے۔

(۱) ہر قوم کی ایک شریعت اور ایک عقیدہ ہے جس کا تعلق کسی شے کے اثبات یا

ہے۔

(۲) ہر قوم کا علم تاریخ ہے۔

(۳) ہر قوم کا علم لغت ہے۔

اقوام ان ہی تین علوم سے باہم ممتاز ہوتی ہیں بقیہ چار علوم (۱) علم نجوم (۲) علم طب (۳) علم فلسفہ میں متفق و متحد ہیں (۹۴) یہ علوم کے وہ اقسام ہیں جن پر عہد قدیم



علوم کا لفظ بولا جاتا تھا (۹۵)۔

اس کے بعد ابن حزم نے شرعی علوم کو حسب ذیل چار اہم شعبوں میں تقسیم کیا ہے (۱) علم القرآن (۲) علم الحدیث (۳) علم الفقہ (۴) علم الکلام۔ پھر ان میں سے ہر علم کی مزید انواع و اقسام بیان کی ہیں۔

ابن حزم نے شرفِ رتبی کی بناء پر شرعی علوم کو لسانی علوم سے مقدم بیان کیا اور اس نے سب سے پہلے غیر شرعی علوم میں تاریخ کے بین البراعظمی (Continental) سین وار (Chronological) شہروار و ممالک (Country - Wise) اور طبقات وار تقسیم کی طرف اشارہ کیا ہے (۹۶) پر اسلامی تاریخ میں تہذیب و تمدن دونوں کو جمع کر دیا ہے۔ (۹۷)

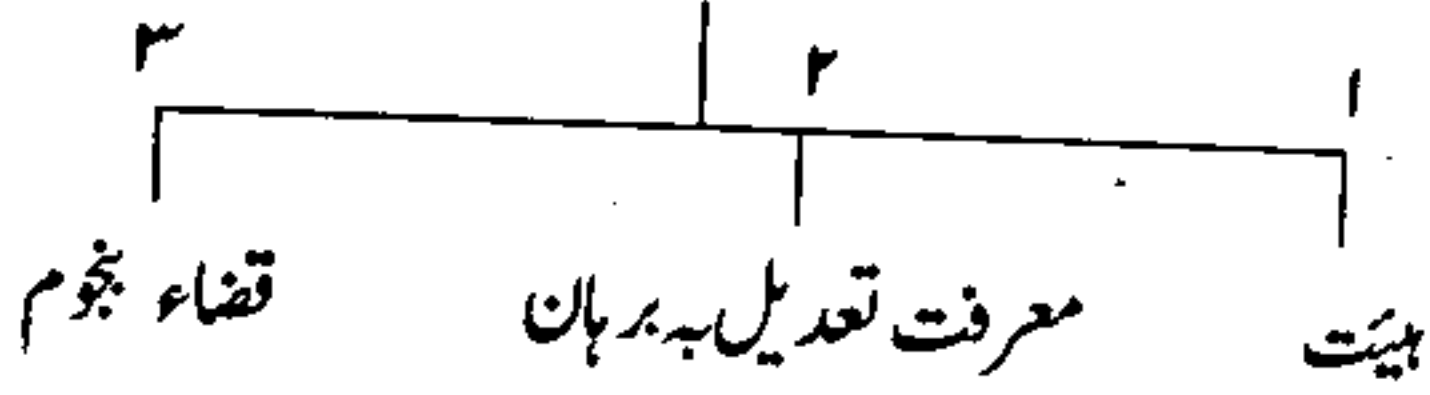
علم طب میں طب نفسانی سے علاج کو جداگانہ شعبہ علم کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ ابن حزم نے زبان و ادب کو دو شعبوں میں ایک کو دوسرے سے بہت دور رکھا ہے ممکن ہے ”مراتب علوم“ کے لاطینی ترجمہ کی وجہ سے ڈیوی (Dewey) نے اس امر میں ابن حزم کی اتباع کی۔ ابن حزم نے ”رسالہ التوقیف علی شارع التجاہ باختصار الطریق“ میں علوم ادواکل و فلسفہ سے شکی ہے اور کہا ہے کہ ”حقائق کو غیر حقائق سے تمیز کرنے میں اس علم کی افادیت مسلم ہے“ (۹۸)۔ علم عدد، علم مساحت، علم ہیئت، علم طب کو اچھا اور مفید علم قرار دیا ہے نیز کہا ہے کہ ان تمام علوم کا تعلق دارِ دنیا سے ہے (۹۹)۔



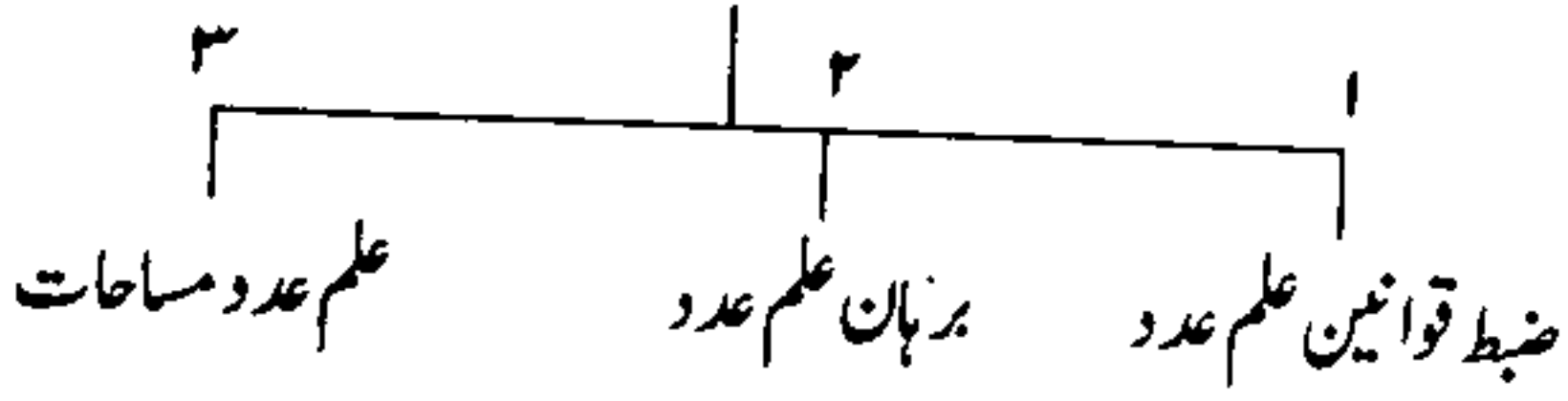


۵

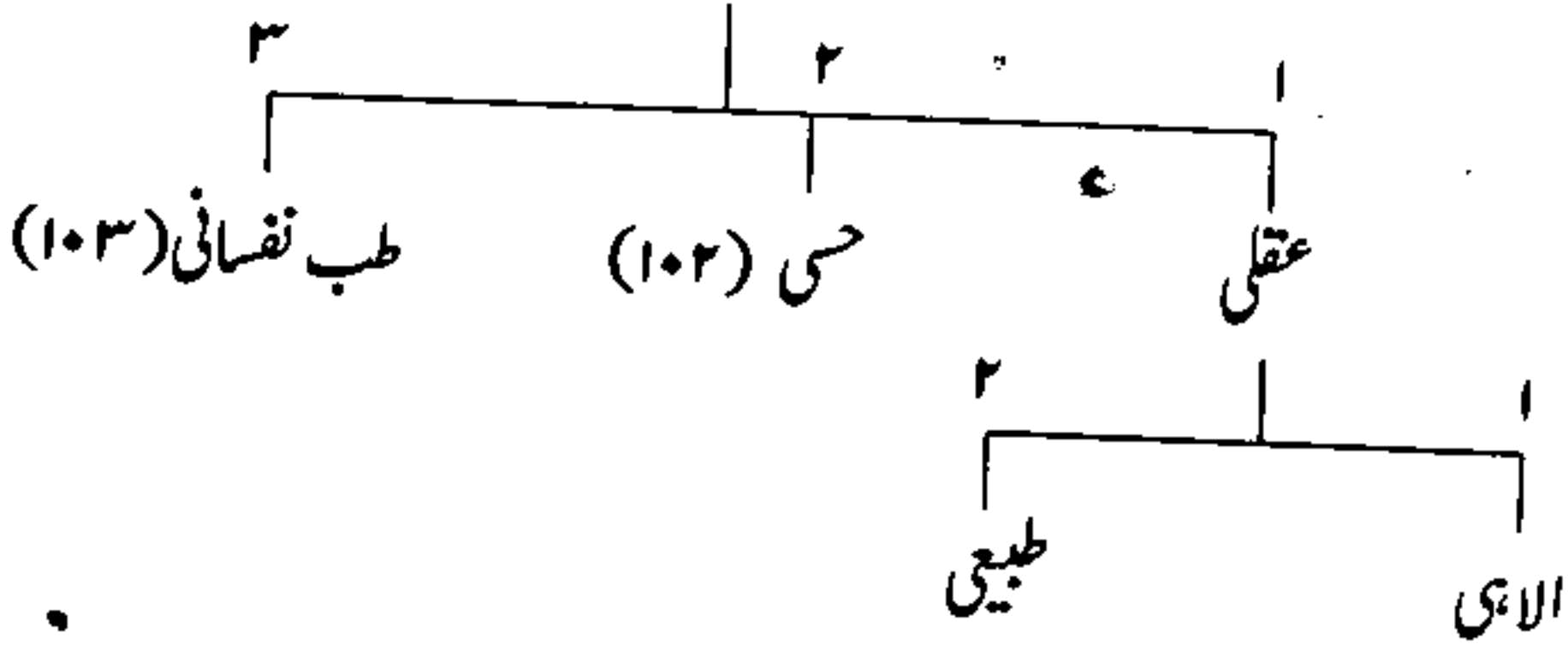
## علوم النجوم



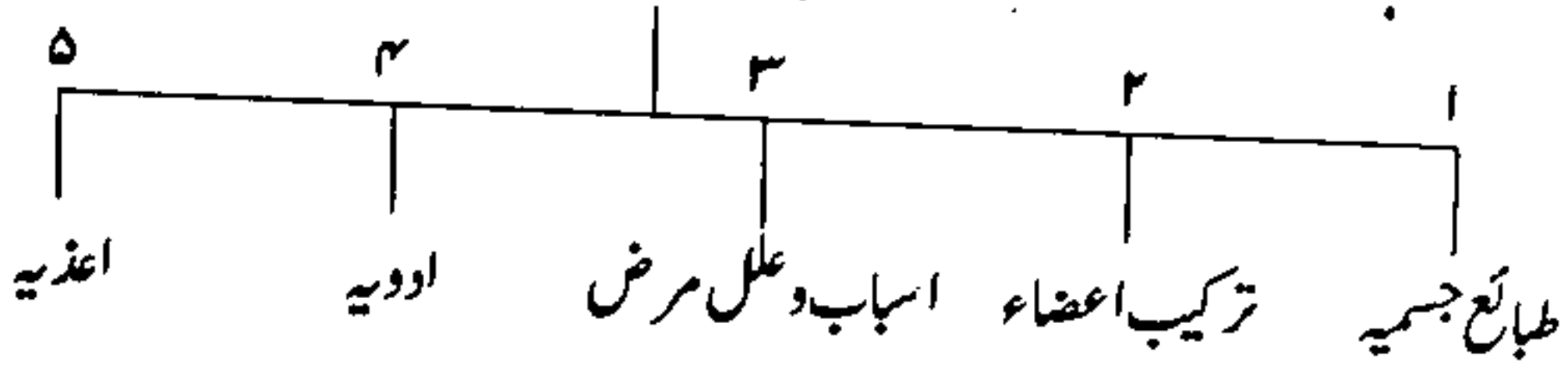
## علم العدو



## علم منطق



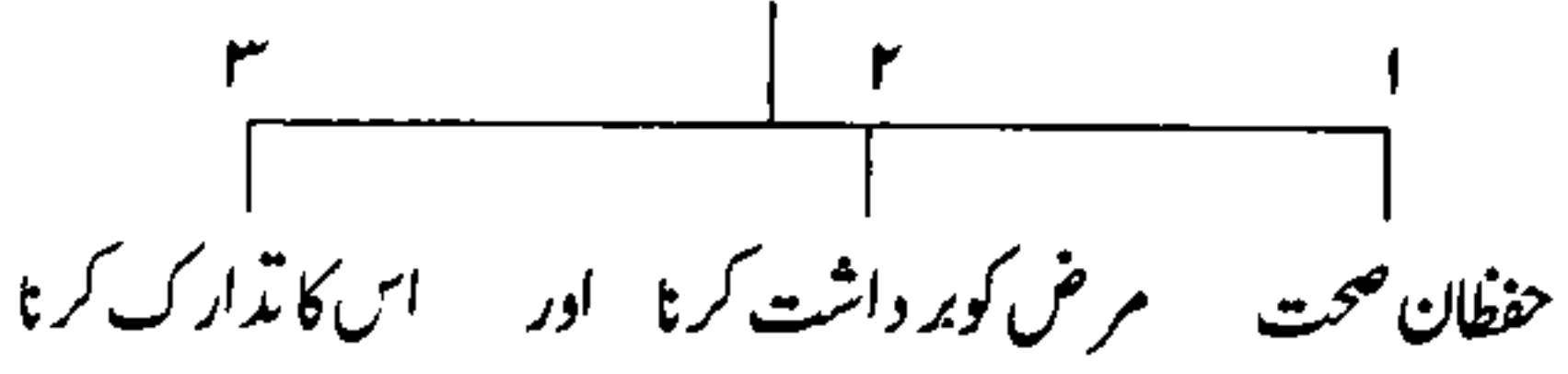
## طب (تقسیم اول)



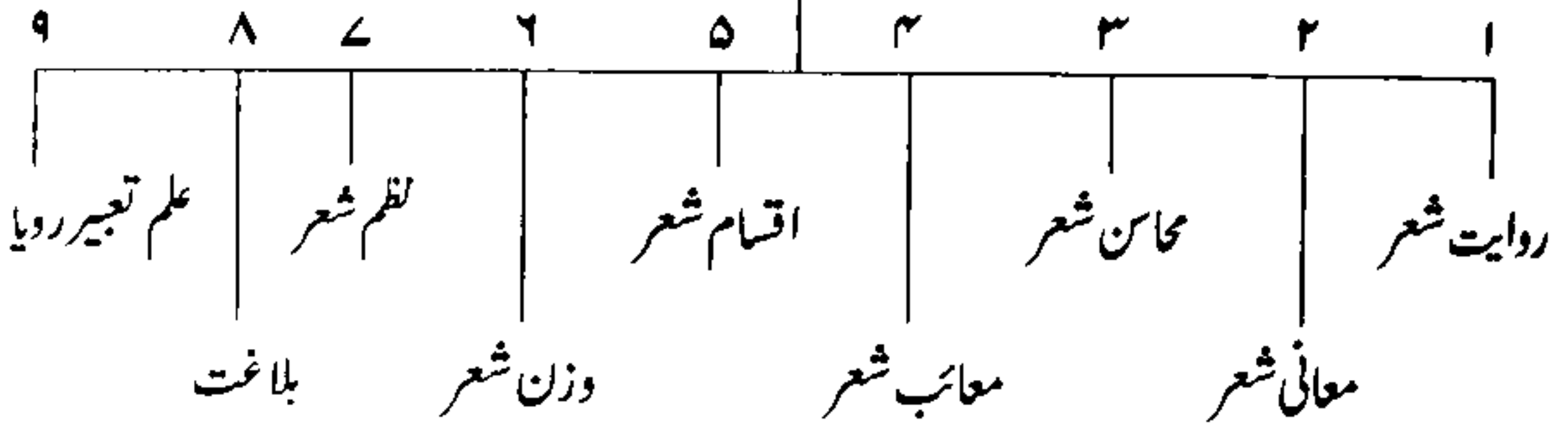
## طب (تقسیم دوم)



## طب (تقسیم سوم)



## علم شعر



## (۶) ابن عبد البر کی تقسیم علوم

ابن حزم کے استاد، نامور حافظ و فقیہ، ابن عبد البر نے علم کی تقسیم بدیہی اور نظری کی طرف اشارہ کرنے کے بعد کہا ہے کہ علوم کی تین قسمیں ہیں علم اعلیٰ، علم اوسط، علم ادنیٰ یہ تمام اہم ادیان و ملل اور فلاسفہ کے یہاں علم اعلیٰ سے علوم علویہ مراد ہیں جو طبعیات فلکیات سے بھی بالاتر ہیں۔ جن کا ادراک حواس سے نہیں کیا جاسکتا ہے علم اوسط سے جس میں ایک شے کی معرفت سے اسکی نظیر کا علم حاصل ہوتا ہے جیسے طب وغیرہ دنیوی علوم ہیں۔ علم اسفل، صناعات و اعمال سے عبارت ہے یہ مشق سے حاصل ہوتے ہیں جیسے خطاطی، تیراکی وغیرہ پھران میں سے ہر ایک کی متعدد انواع ہیں۔

ابن عبد البر کی تقسیم اس لحاظ سے ہے کہ اس تقسیم میں اہل ادیان و فلاسفہ کے نقطہ نظر کو سمجھا گیا ہے ایک عمدہ کوشش ہے (۱۰۴)۔

## (۷) راغب کی تقسیمِ علوم

راغب اصفہانی بلند پایہ ادیب و لغوی اور بقول امام رازی ”ائمۃ اہل سنت میں حکماءِ اسلام میں امام غزالی کے معاصر تھے“ (۱۰۵) موصوف کا علوم کی تقسیم کے متعلق ایک خاص نظریہ ہے چنانچہ وہ علوم کو لفظ و معنی کے اعتبار سے تین انواع میں منحصر مانتے ہیں۔

(۱) نوع اول وہ جس کا تعلق لفظ سے ہے۔

(۲) نوع ثانی وہ جس کا تعلق لفظ و معنی دونوں سے ہے۔

(۳) نوع ثالث جس کا تعلق صرف معنی سے ہے۔

پہلی دو انواع میں راغب نے لسانی و ادبی علوم کے اہم شعبوں کا احاطہ کیا ہے۔ تیسری نوع کی دو قسمیں نظری و عملی کی ہیں نظری میں الہیات، معرفت عقل، نفس، منبادی امور وغیرہ کو داخل کیا ہے عملی میں سیاسیات، عبادات، معاہدات، معاملات کو شامل کیا اور پوری شریعت کو ان عملی علوم میں سمیٹا ہے۔

راغب اصفہانی کی اسکیم کی خوبی یہ ہے کہ اس میں خبر کی بنیاد حواسِ خمسہ، سمع و بصر اور عقل و وحی پر رکھی گئی (۱۰۶)۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

۱- علم عقل کی رہنمائی اور حس کے ٹکراؤ سے عبارت ہے۔

۲- کبھی نظر سے یا عقلی مقدمات کی ترتیب سے یا محسوسات کی ترتیب مقدمات سے۔

۳- کبھی لوگوں کی خبر سے زبانی سن کر یا کتابوں میں پڑھ کر حاصل ہوتا ہے البتہ خبر کو علم اسی

وقت کہا جاتا ہے جب وہ یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہے اور

۴- کبھی وحی سے اور اسکی قسموں سے حاصل ہوتا ہے (۱۰۷)۔

راغب اصفہانی کی تقسیمِ علوم کا تعلق زیادہ تر لسانی و ادبی و عقلی علوم سے ہے جبکہ فارابی

اور ابن سینا کی تقسیمِ علوم کا تعلق عقلی علوم فلسفہ سے تھا۔



## علم

امام راغب اصفہانی نے ایک اور موقع پر شرعی علوم کو چھ انواع میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) اعتقادات

(۲) عبادات

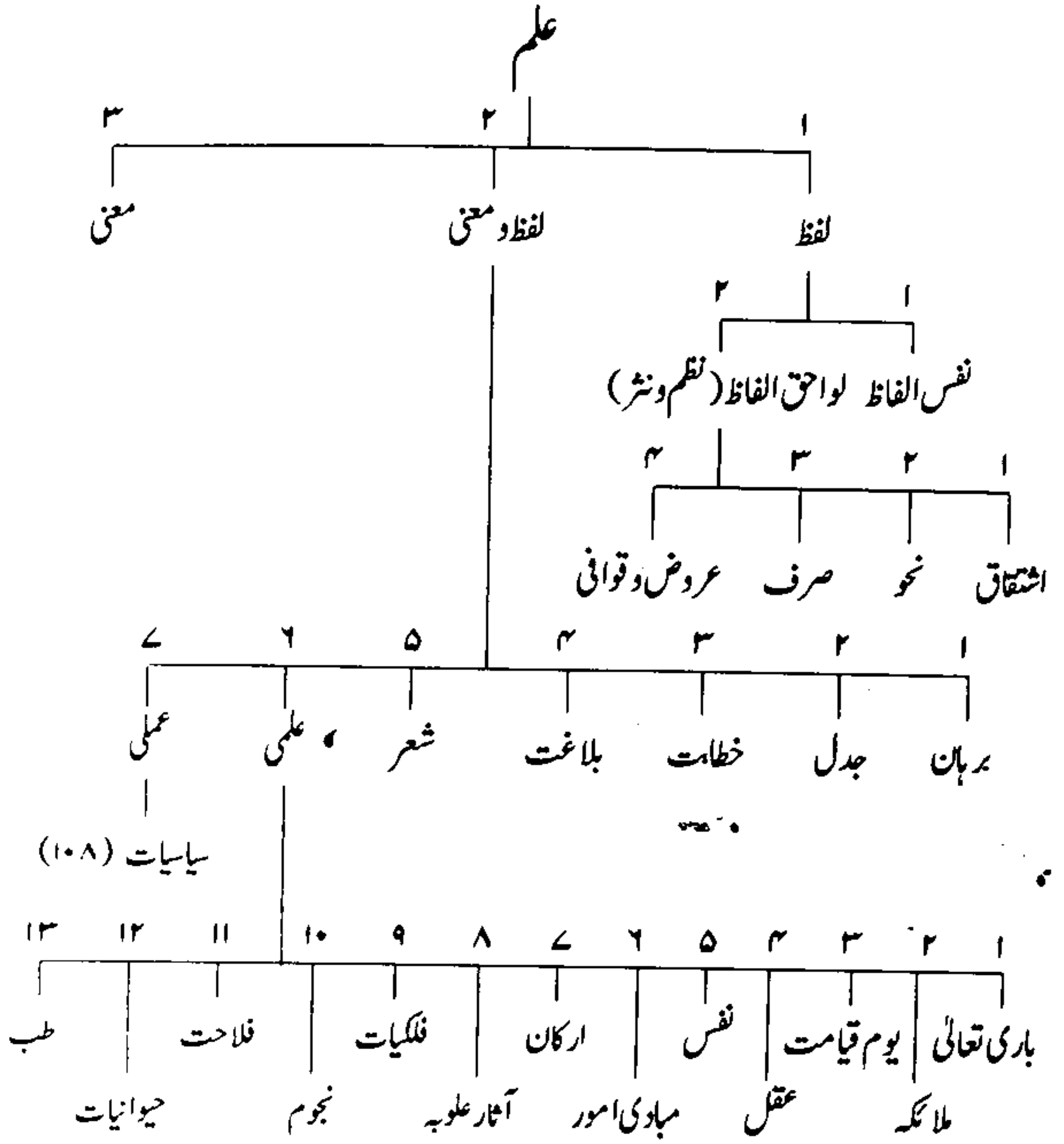
(۳) مشبہات

(۴) معاملات

(۵) زاجرات

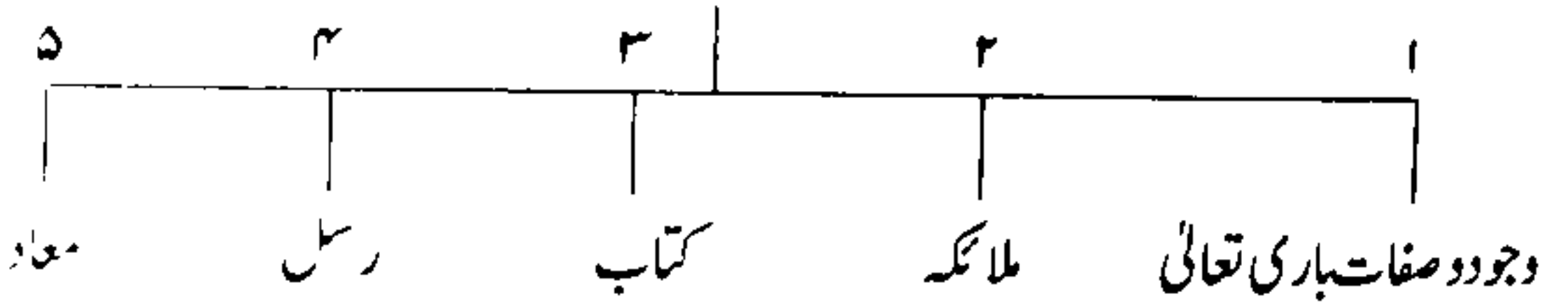
(۶) آداب خلقیات

پھر ان میں سے ہر ایک کی متعدد قسمیں کی ہیں۔ اب اس امر کا باآسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ موصوف نے بڑی دقت نظر اور جامعیت کے ساتھ شرعی علوم کا احاطہ کیا تھا۔

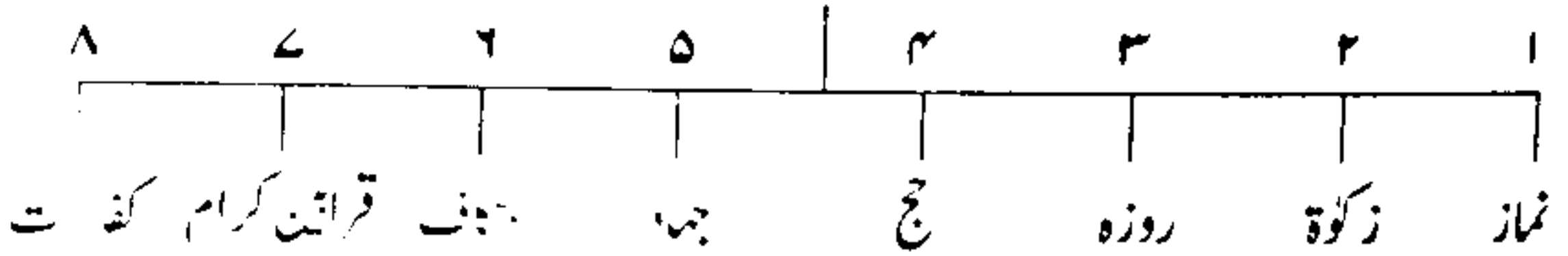


(۱)

## اعتقادات

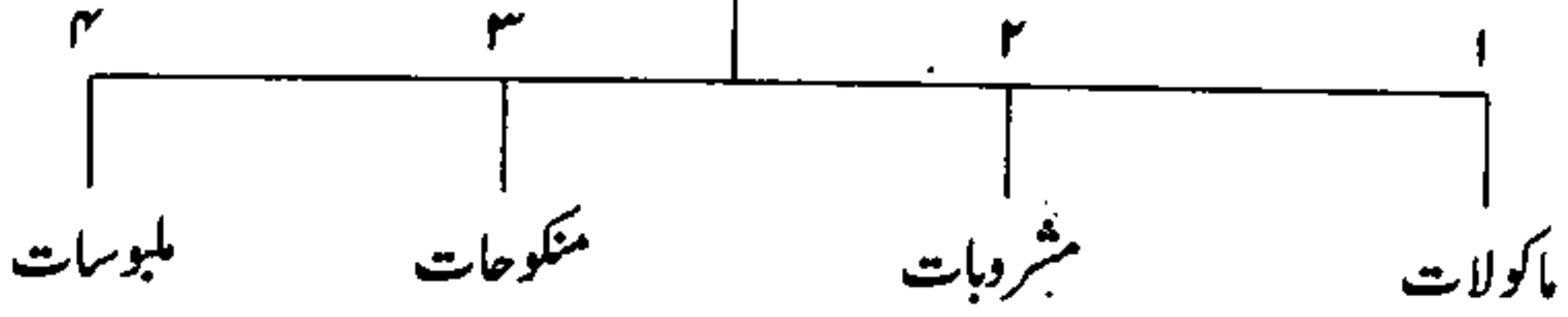


## (۲) عبادات



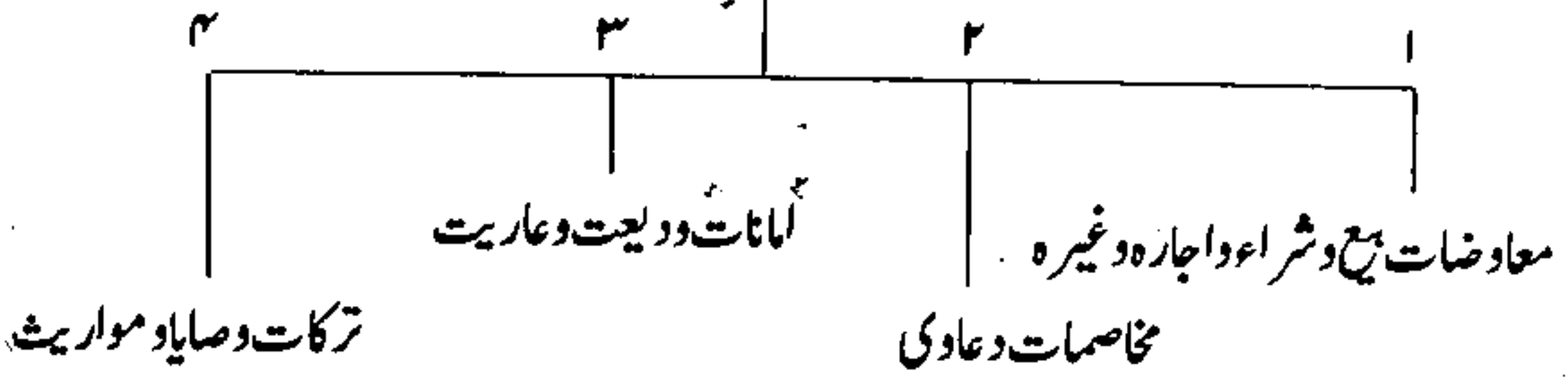
(۳)

## مشتہیات

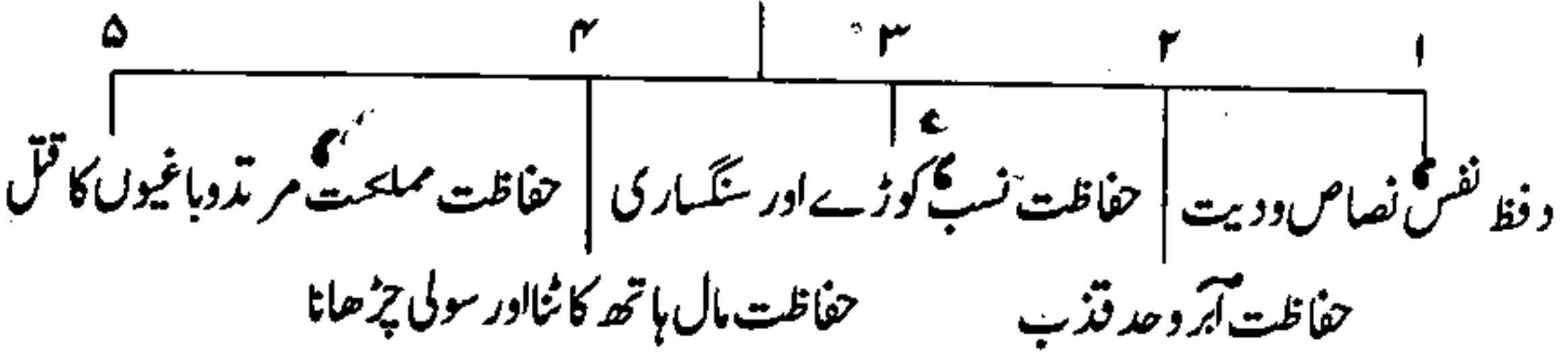


(۴)

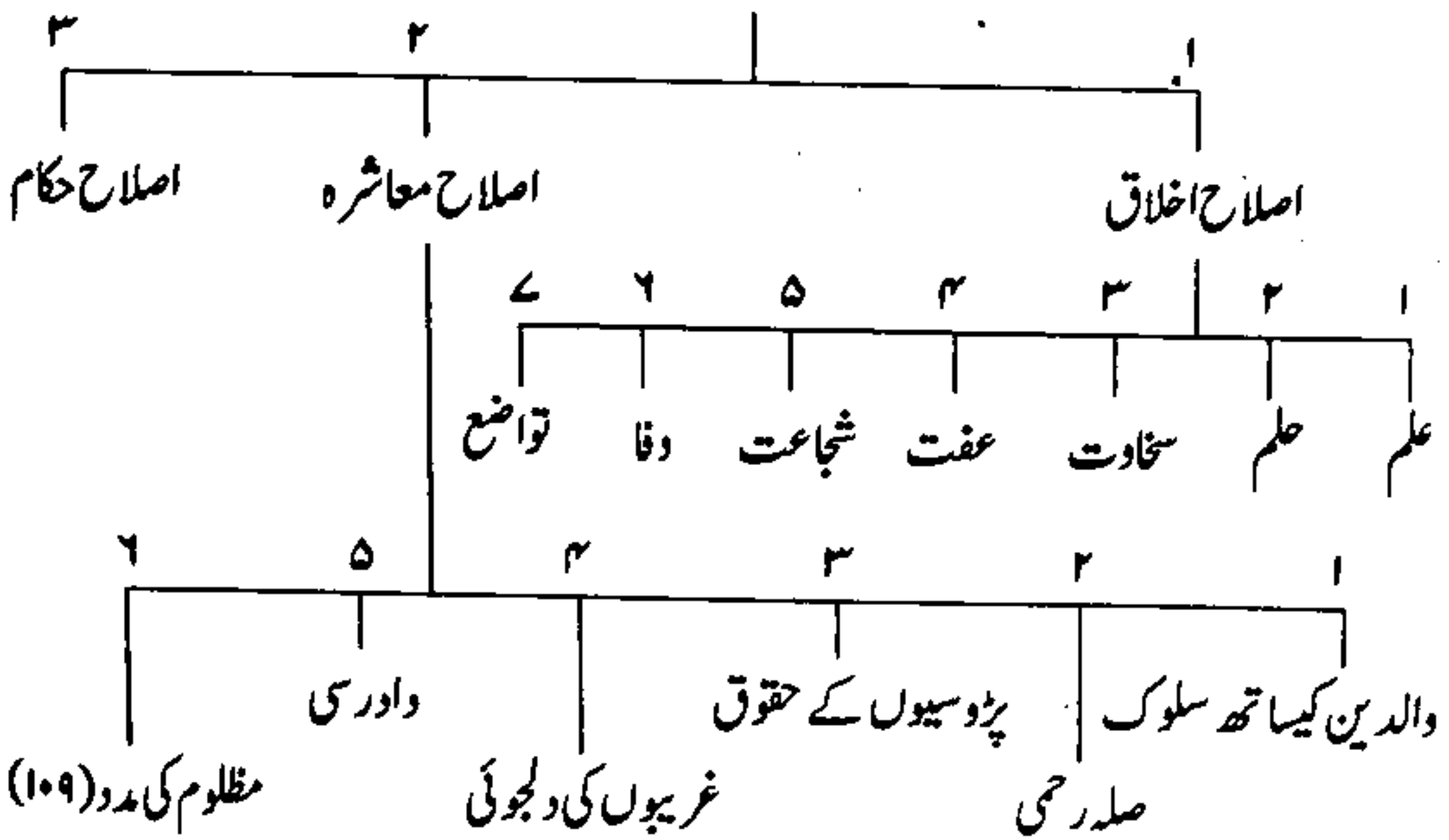
## معاملات



## (۵) زاجرات



## (۶) آداب خلقیات



## (۸) غزالی کی تقسیمِ علوم

امام غزالی نے پہلی مرتبہ علوم کی تقسیم شرعی نقطہ سے کی۔ چنانچہ انہوں نے علم کی پہلے دو قسمیں محمودہ (پسندیدہ) اور غیر محمودہ (ناپسندیدہ) کیں پھر محمودہ کی دو قسمیں فرض عین فرض کفایہ کیں، فرض کفایہ کی پھر دو قسمیں علوم شرعیہ اور علم دنیویہ کیں، علوم شرعیہ کی تین قسمیں (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ کیں پھر ان کی متعدد قسمیں کی ہیں۔

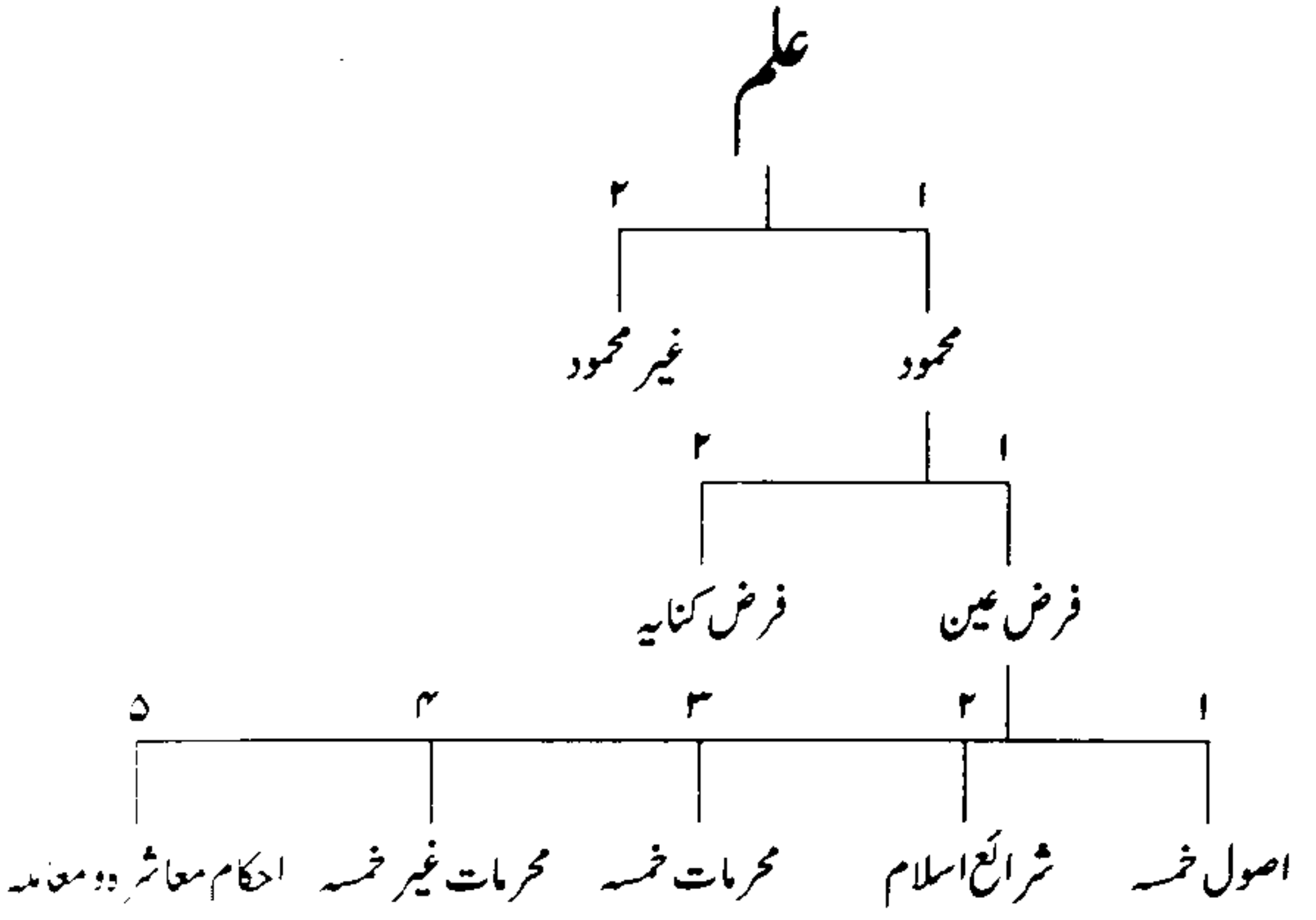
علوم دنیویہ کی بھی دو قسمیں مذموم و مباح کی ہیں محمودہ میں طب، حساب اور صنعتی علوم کو، مذموم میں سحر، شعبدہ، تلبیسات کو، مباح میں شعر و تاریخ کو داخل کیا ہے اس طرح اس تقسیم میں دینی اور دنیوی علوم کو سمیٹا ہے۔

امام غزالی نے سب سے پہلے دنیاوی علوم میں علوم کی تقسیم مذموم کی طرف کی مگر تصریح کی ہے کہ علم میں بندوں کی طرف نسبت سے ذم کا پہلو آیا ہے علم اپنی ذات کے اعتبار سے مذموم اور برا نہیں، وہ علم چونکہ صاحب علم یا غیر صاحب علم کے حق میں ضرر پر منتہی ہوتا ہے اس لئے مذموم کہا جاتا ہے جس طرح مطلق ضرر مذموم ہے اسی طرح وہ چیز بھی جس کی وجہ سے ضرر پہنچتا ہے مذموم کہلاتی ہے چنانچہ جادو ٹونہ اور جادو گر اسی قبیل سے ہے۔

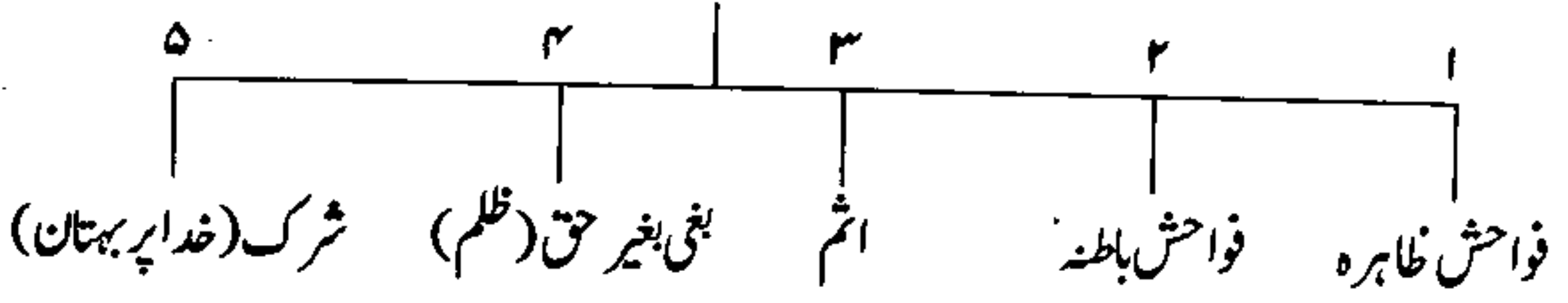
امام غزالی کی تقسیمِ علوم میں علم کلام اور فلسفہ کو کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ اس لئے کہ موصوف کا نظریہ یہ ہے کہ علم کلام دلائل پر مبنی ہوتا ہے۔ دلائل قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں تو محمود ہے ورنہ مذموم ہے اس لئے اس کا شمار بدعات میں کیا ہے نیز فلسفہ کی نسبت غزالی کی رائے یہ ہے کہ فلسفہ کوئی مستقل علم نہیں ہے یہ چار اجزاء (۱) ریاضیات (۲) منطقیات (۳) طبعیات (۴) الہیات سے مرکب ہے (۱۱۰)۔ یہ مفرد علم نہیں ہے اس لئے فلسفہ تقسیمِ علوم کے دائرہ سے خارج ہے۔

اس تقسیم سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ فقہاء نے علوم کے شعبوں میں سے ہر شعبہ علم کا دوسرے شعبہ علم سے عقلی و طبعی ربط کا ہر موقعہ پر فلاسفہ سے زیادہ خیال رکھا ہے، اس نوع کے علوم کی تقسیم کا آغاز دوسری تیسری صدی ہجری میں ہو چکا تھا اس تقسیم کا تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے جس سے شرعی علوم میں سے صرف ایک علم فقہ کی وسعت، تنوع و جامعیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز یہ تقسیم موضوعات کی سرخیوں (Subject Heading) کی تعیین و توضیح کے لئے بھی بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

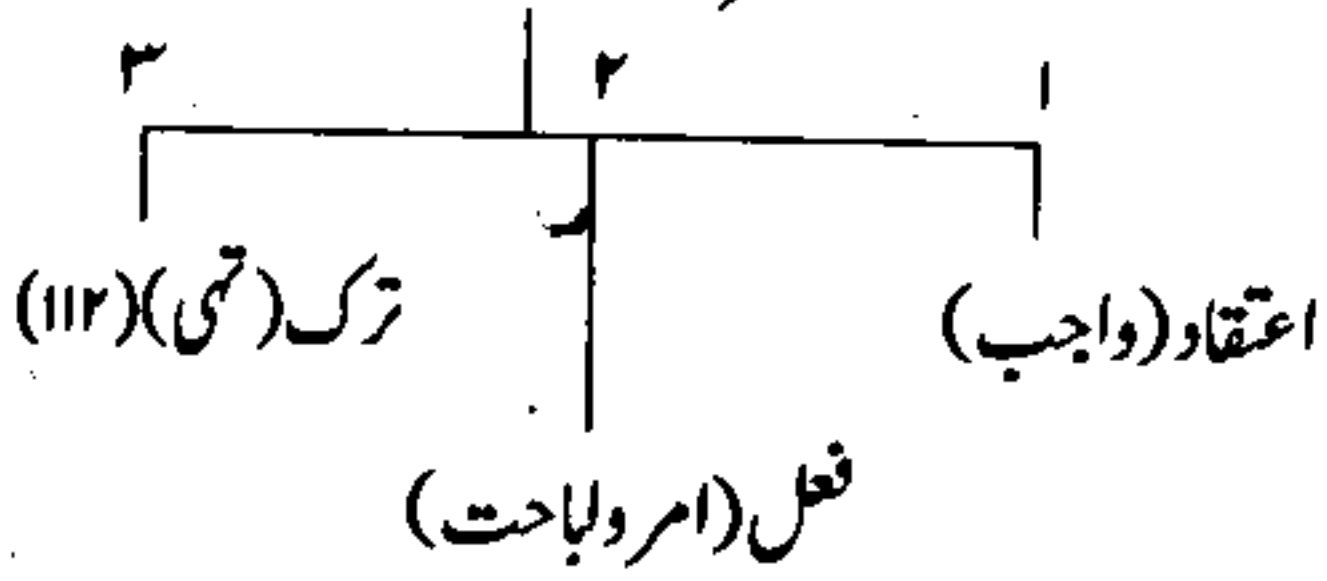
مذکورہ بالا علمی تقسیموں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں مسلمانوں کو علمی درجہ بندیوں سے کیسا شغف رہا انہوں نے کن پہلوؤں سے علمی درجہ بندی کی اور ہر علم کے انواع، اقسام و اصناف سے کتنا اعتناء کیا، ان میں کیسی کچھ ہمہ گیری، لچک، تنوع اور وسعت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے عہد عباسی کی علمی درجہ بندیوں کا صدی وار ارتقاء بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔



## محرماتِ خمسہ



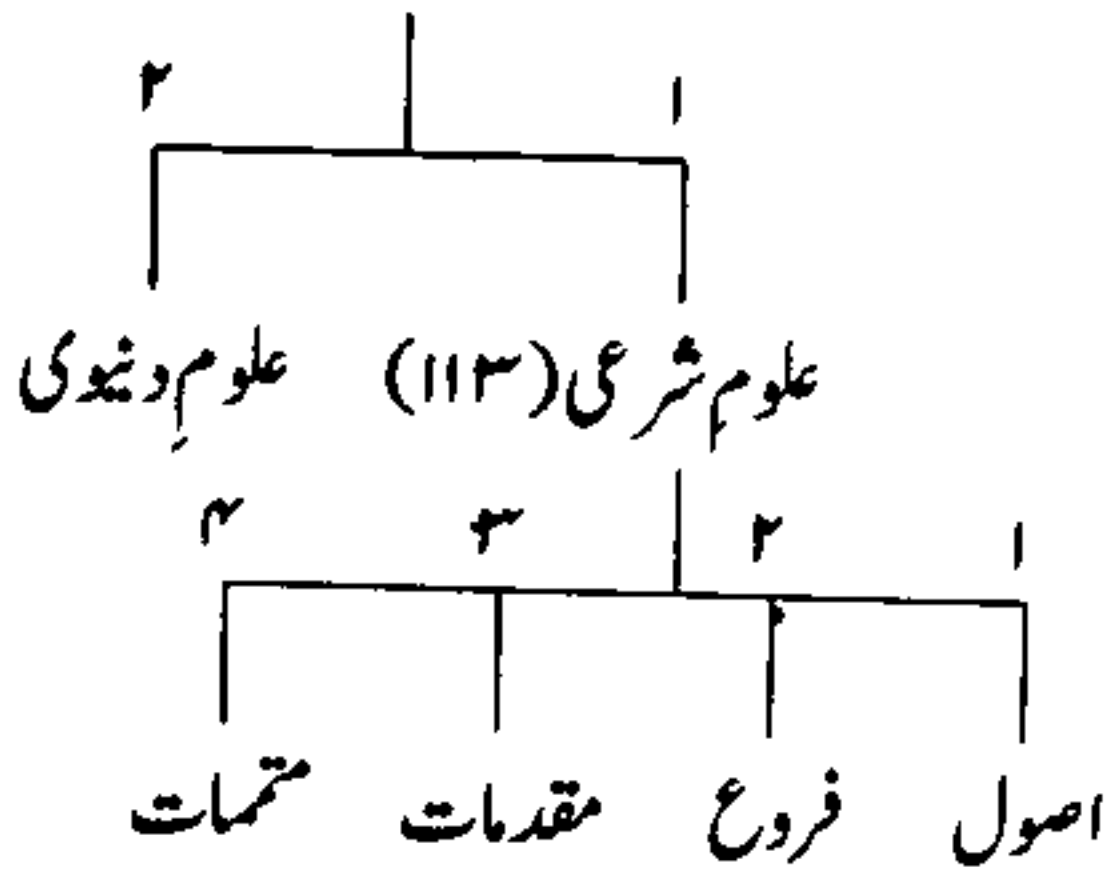
## احکامِ معاشرہ و معاملہ



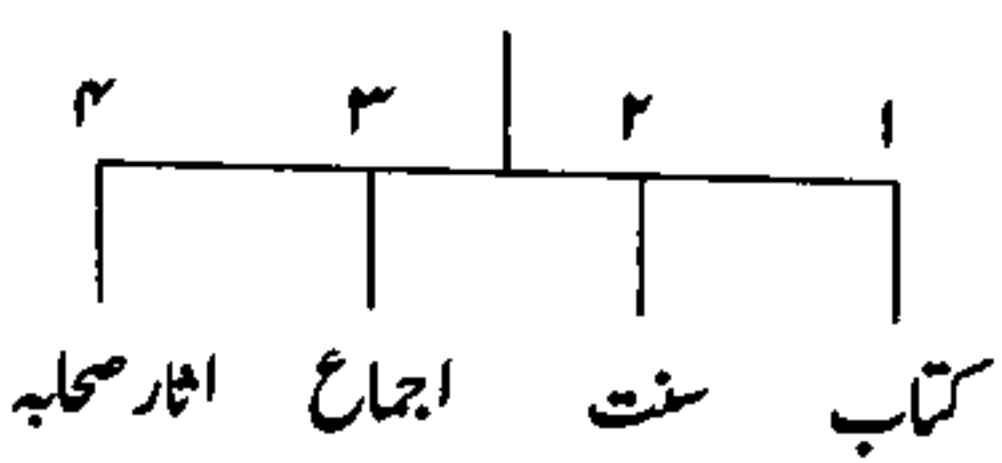
## محرماتِ غیر خمسہ



## فرض کفایہ



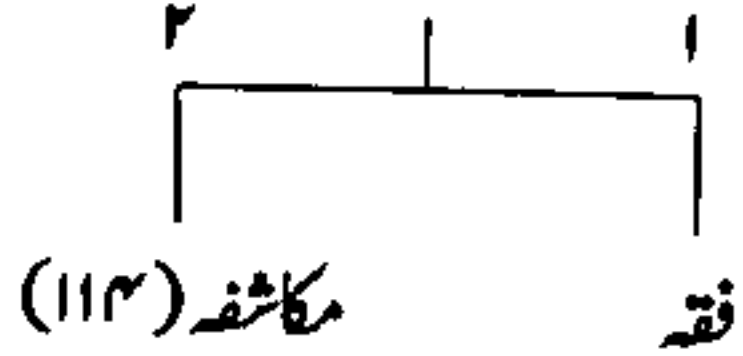
## اصول



## مقدمات

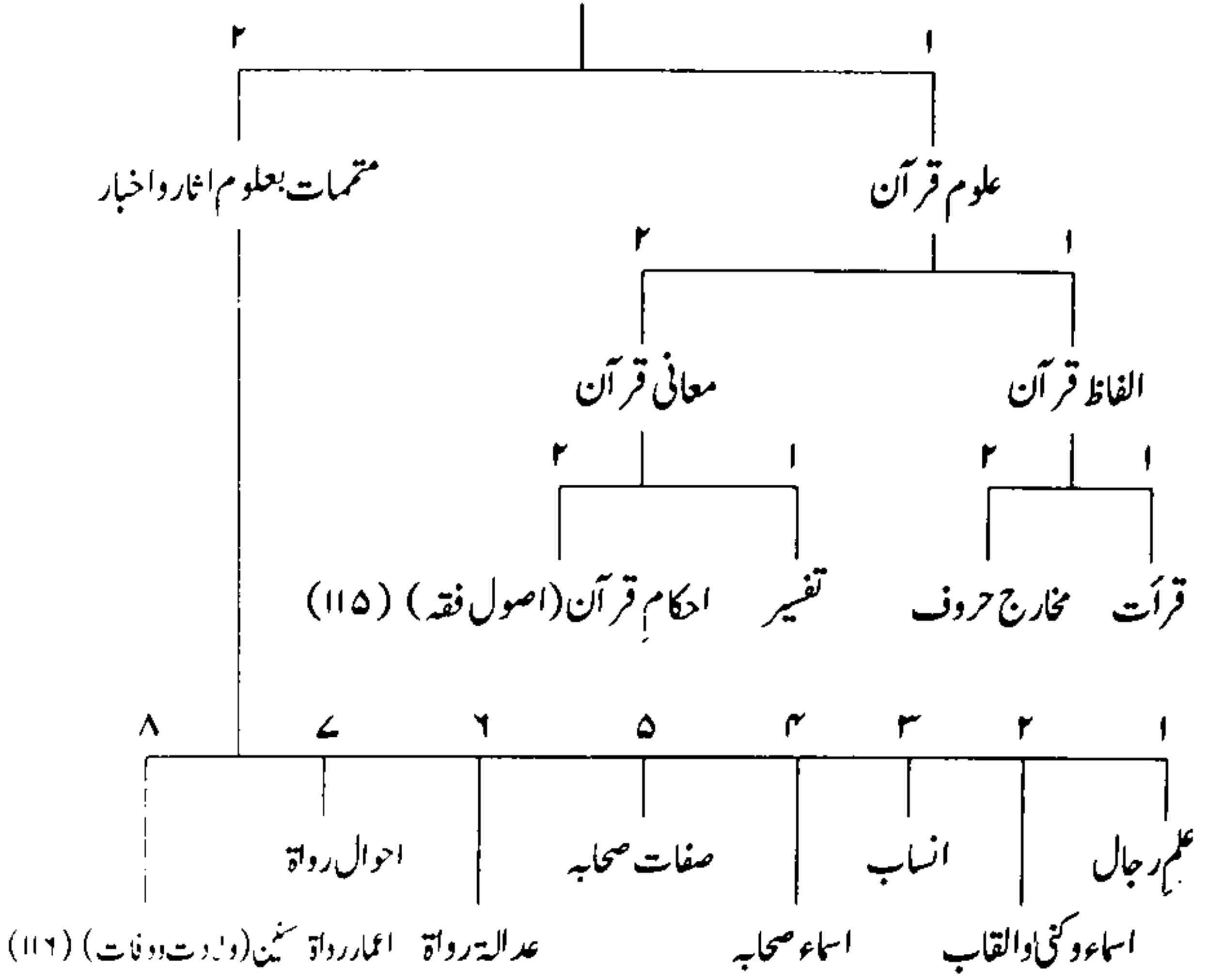


## فروع

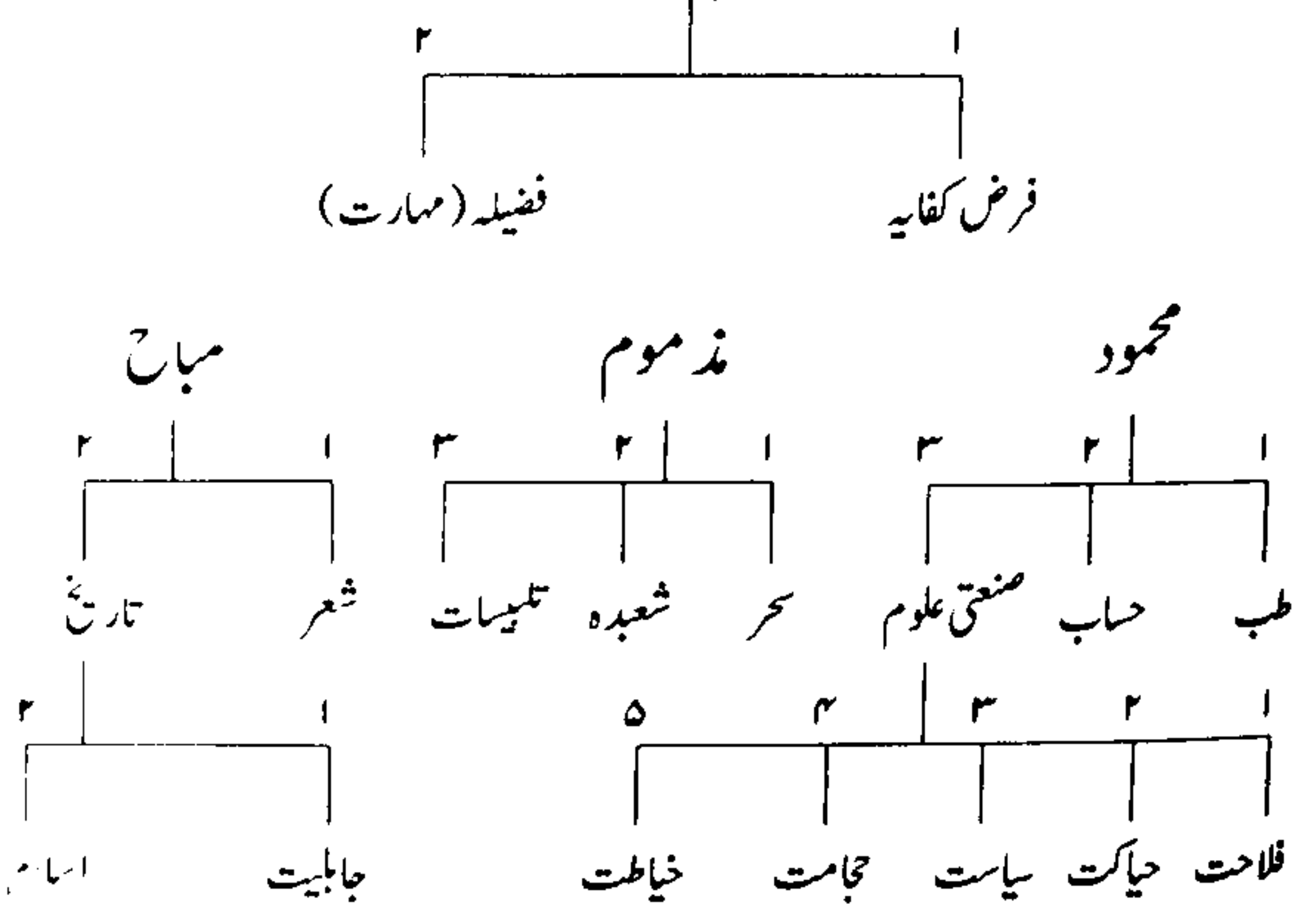




## متممات

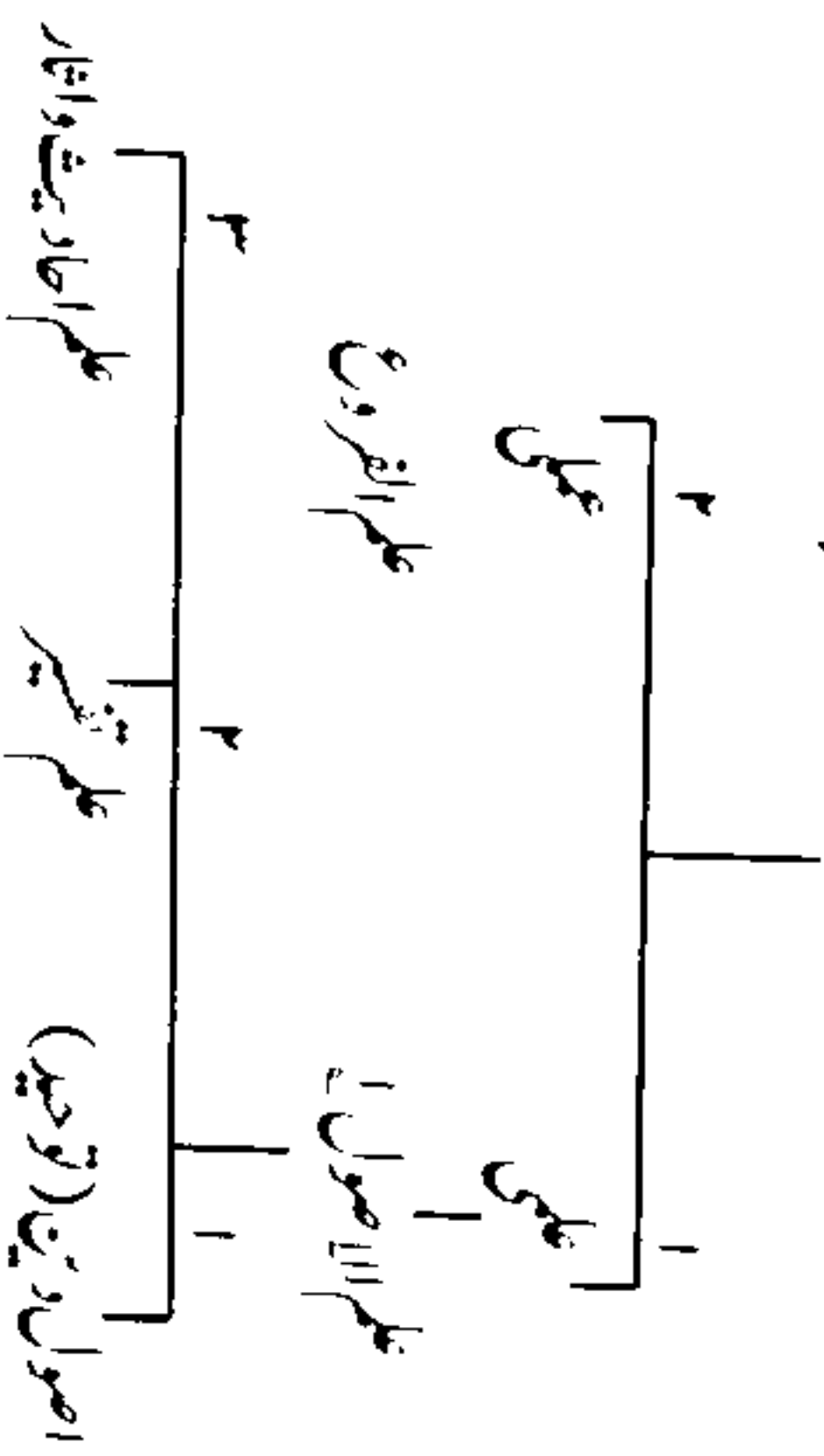


## علوم دنیوی



علم

علم تجربی (وہ علم جس میں خطا کا احتمال نہیں)      علم عقلی (وہ علم جس میں خطا و صواب کا احتمال ہے)



۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱	
احوال حساب	احوال قیامہ	احوال صحابہ	احوال الانبیاء	صفات مغلیہ	قدرت باری تعالیٰ	احوال نبوت و حیاة	احوال باری تعالیٰ	احوال باری تعالیٰ	احوال باری تعالیٰ	احوال باری تعالیٰ	احوال باری تعالیٰ	احوال باری تعالیٰ

رویت باری تعالیٰ

احوال باری تعالیٰ

احوال باری تعالیٰ

احوال باری تعالیٰ

احوال باری تعالیٰ

احوال باری تعالیٰ

احوال باری تعالیٰ

احوال باری تعالیٰ

امام غزالی نے الرسالة اللدنیہ میں علوم کی تقسیم باعتبار احتمال صواب و خطا کی ہے اس تقسیم میں موصوف نے بنیادی طور پر علوم کو دو ۲ شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا شعبہ شرعی علوم سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کے نقطہ نظر سے ان میں خطا کا احتمال نہیں ہے۔ دوسرا شعبہ عقلی علوم سے تعلق رکھتا ہے جن میں صواب و خطا کا احتمال ہے۔ پھر علوم شرعی کی دو قسمیں کی ہیں : علمی و عملی۔

علمی کو مزید تین انواع میں تقسیم کیا ہے :

۱۔ علم اصول دین

۲۔ علم تفسیر

۳۔ علم احادیث و آثار

پھر علم اصول دین کو بارہ ۱۲ انواع میں، علم تفسیر کو سات (۷) انواع میں تقسیم کیا ہے، لسانی و ادبی علوم، علم تفسیر کے سمجھنے کا ذریعہ ہیں اس لئے ان کو علوم تفسیر کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

غزالی نے علم و تاریخ کو اسلامی علوم میں شمار نہیں کیا ہے اسے آثار کے تحت ذکر کیا ہے عملی یعنی علم فروع کی تین (۳) قسمیں کی ہیں :

۱۔ عبادات

۲۔ معاملات

۳۔ اخلاق

عبادات کو نو ۹ اصناف میں معاملات کو چھ میں اور اخلاق کو دو ۲ انواع میں تقسیم کیا ہے۔

علوم عقلی کے تین اہم شعبے : ۱۔ ریاضیات، ۲۔ طبیعیات، ۳۔ انہیات کے ہیں۔ ریاضیات کو چار ۴ انواع میں، منطق کو چھ ۶ انواع میں اور طبیعیات ادنیٰ کو سات ۷ انواع میں، طبیعیات اوسط کو چار ۴ انواع میں اور اسکی پانچویں نوع طب کو آٹھ انواع میں تقسیم کیا ہے۔ انہیات کی پہلی قسم چھ ۶ اصناف میں اور دوسری تقسیم بارہ ۱۲ اصناف میں کی ہے۔

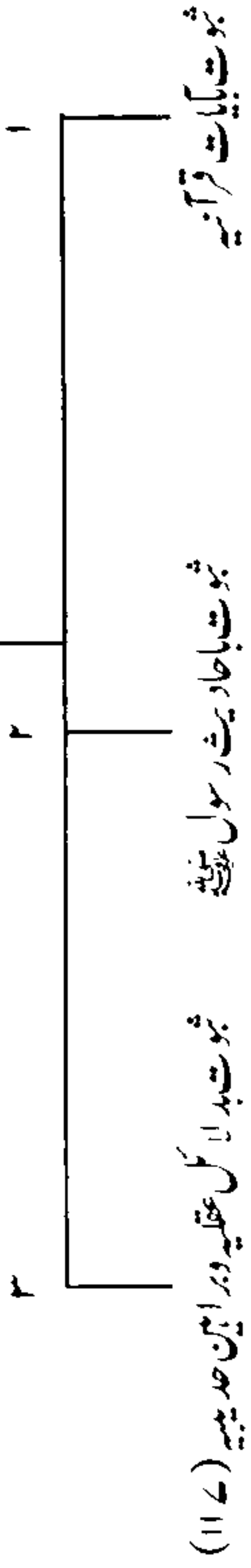
تصوف کو علوم عقلیہ مرکب میں شمار کیا ہے اور اسکی چودہ ۱۴ انواع بیان کی ہیں اس تقسیم خوںی یہ ہے کہ اس میں علوم کی تقسیم ایک نئے نقطہ نظر احتمال خطا و صواب کے اعتبار سے کی ہے، علوم سیر و تاریخ اور جغرافیہ کو کوئی مقام نہیں دیا ہے اور علوم تصوف کو علوم عقلیہ مرکب میں شمار کیا ہے۔

امام غزالیؒ نے اس تقسیم علوم میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کلام اللہ کی تفسیر اور احادیث کی تاویل کیلئے ۱۔ لغت، ۲۔ نحو، ۳۔ صرف، ۴۔ معرفت اودات یعنی (۱) کلمات مفردہ (ب) معرفت افعال، ثلاثی وریاعی، (ت) معرفت اشعار عرب دور جاہلی و دور اسلامی فروعی ہیں۔ لغت کے لئے صرف و نحو بطور میزان ہیں۔

جو کوئی زبان نہ جانے گا وہ علوم کی تحصیل نہیں کر سکتا اور کوئی بغیر زینہ کے اوپر نہیں چڑھ سکتا اس اعتبار سے لغت بڑا وسیلہ ہے۔ اسی لئے علم لغت اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ گویا علم لغت تفسیر کلام اللہ اور تاویل احادیث رسول اللہ کا راستہ ہے اور قرآن و حدیث علم توحید کی دلیل ہے، جو مقصود بالذات ہے۔ یہ علم الاصول کی تفصیل ہے۔

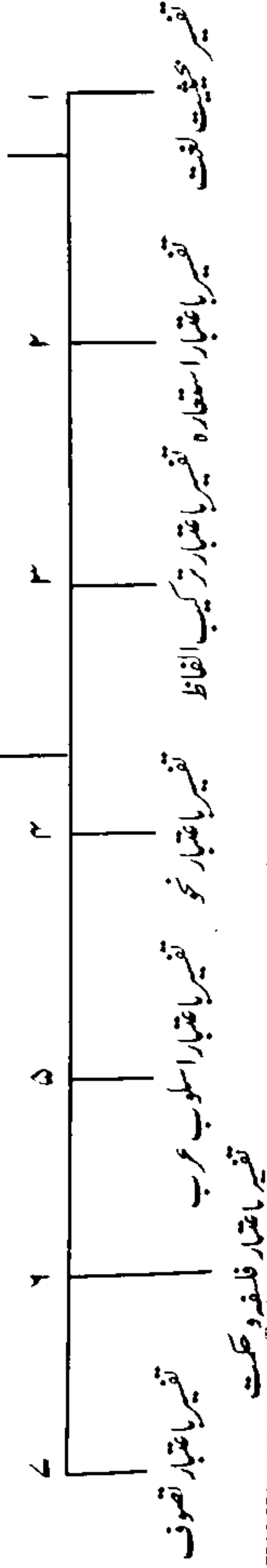
امام غزالی کے نزدیک علم الاصول کی ثبوت کے اعتبار سے دوسری تقسیم کا اعراف

## علم الاصول

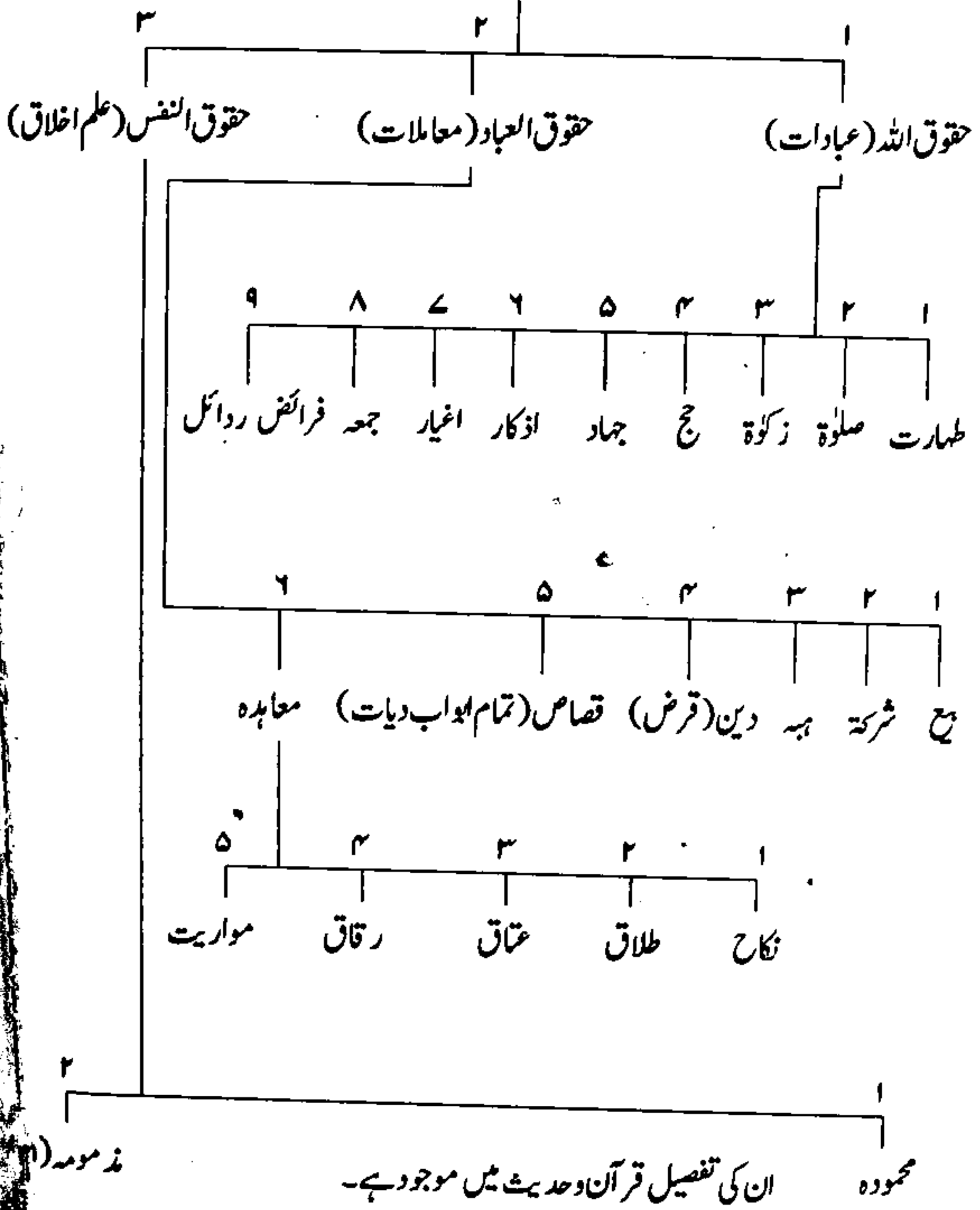


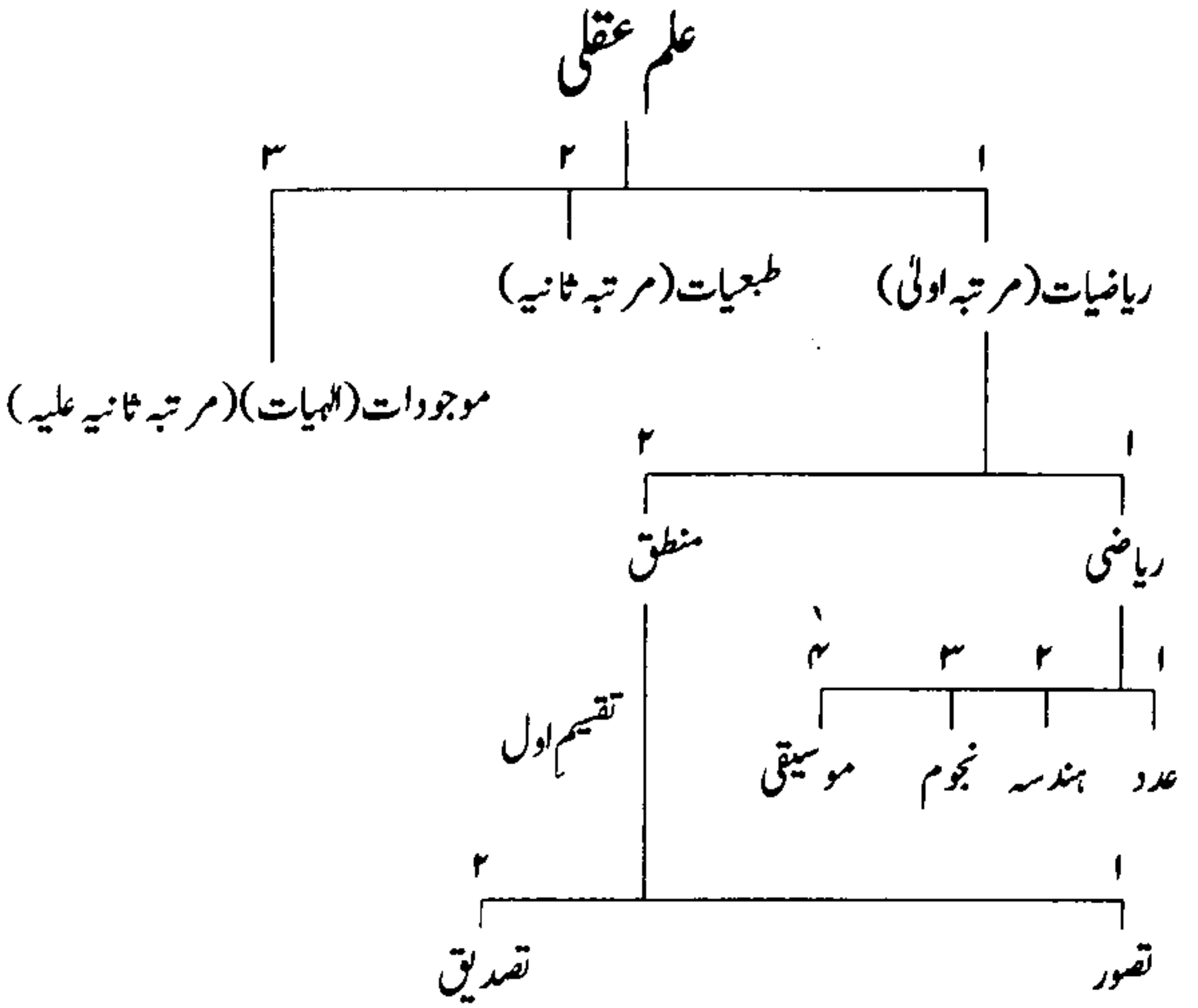
737

## علم تفسیر

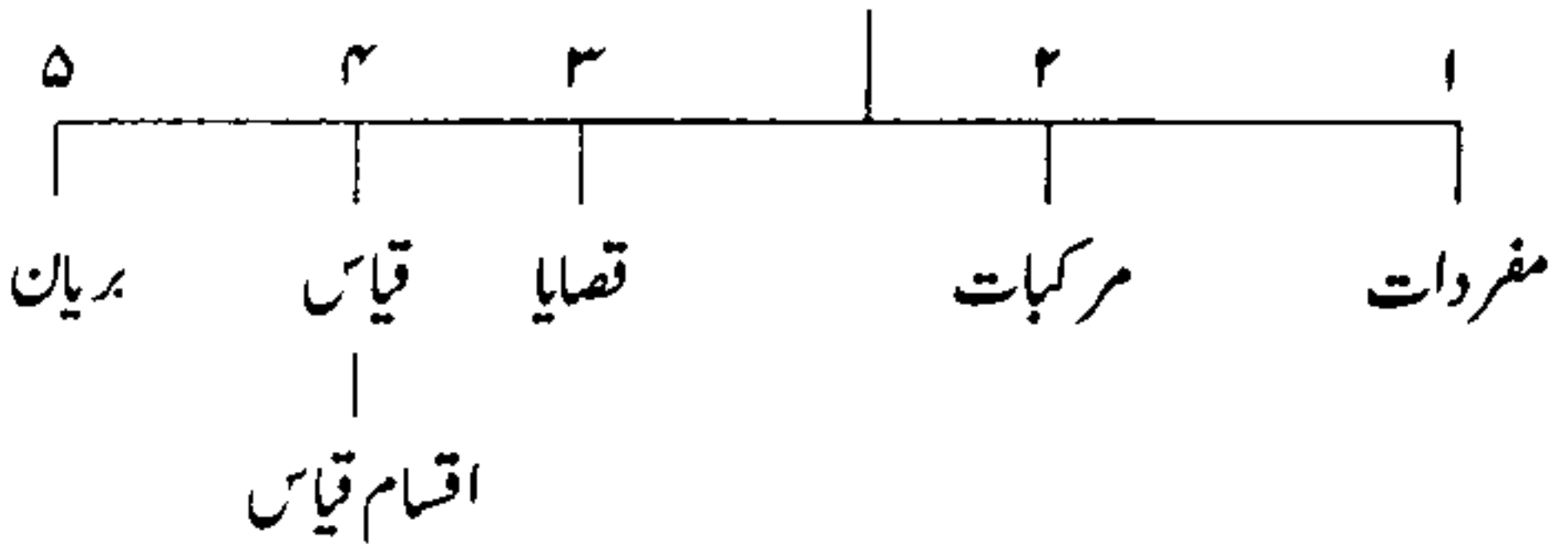


## علم الفروع (فقہ)

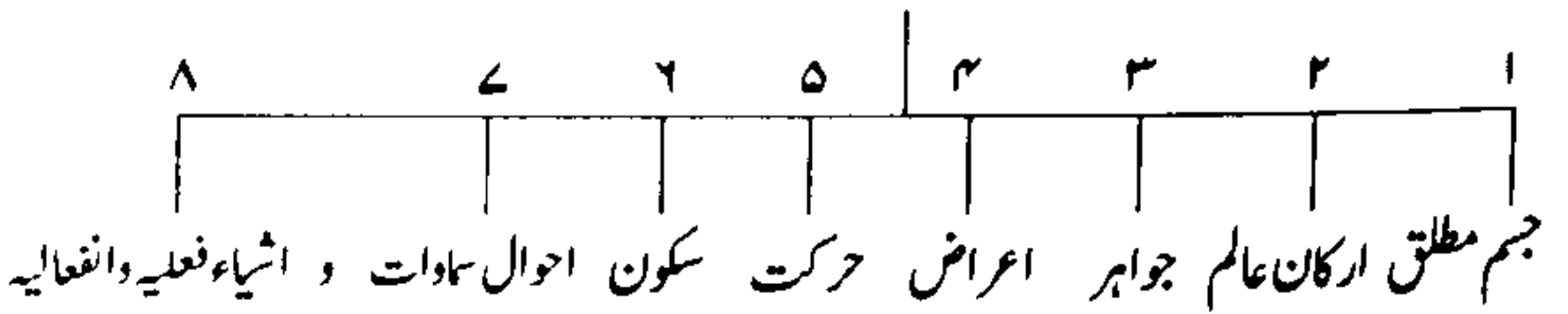




### علم منطق کی تقسیم ثانی

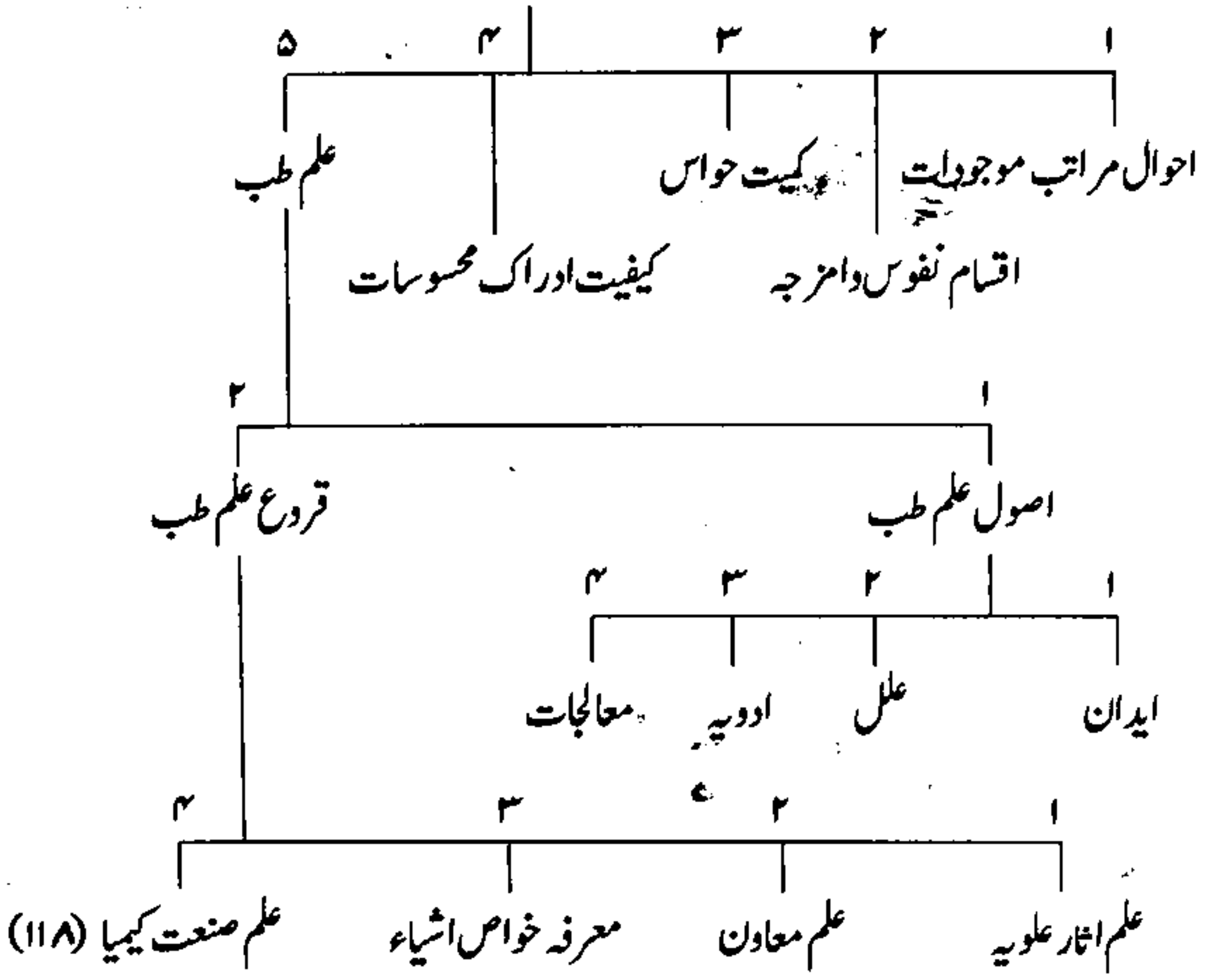


### طبعیات اولیٰ

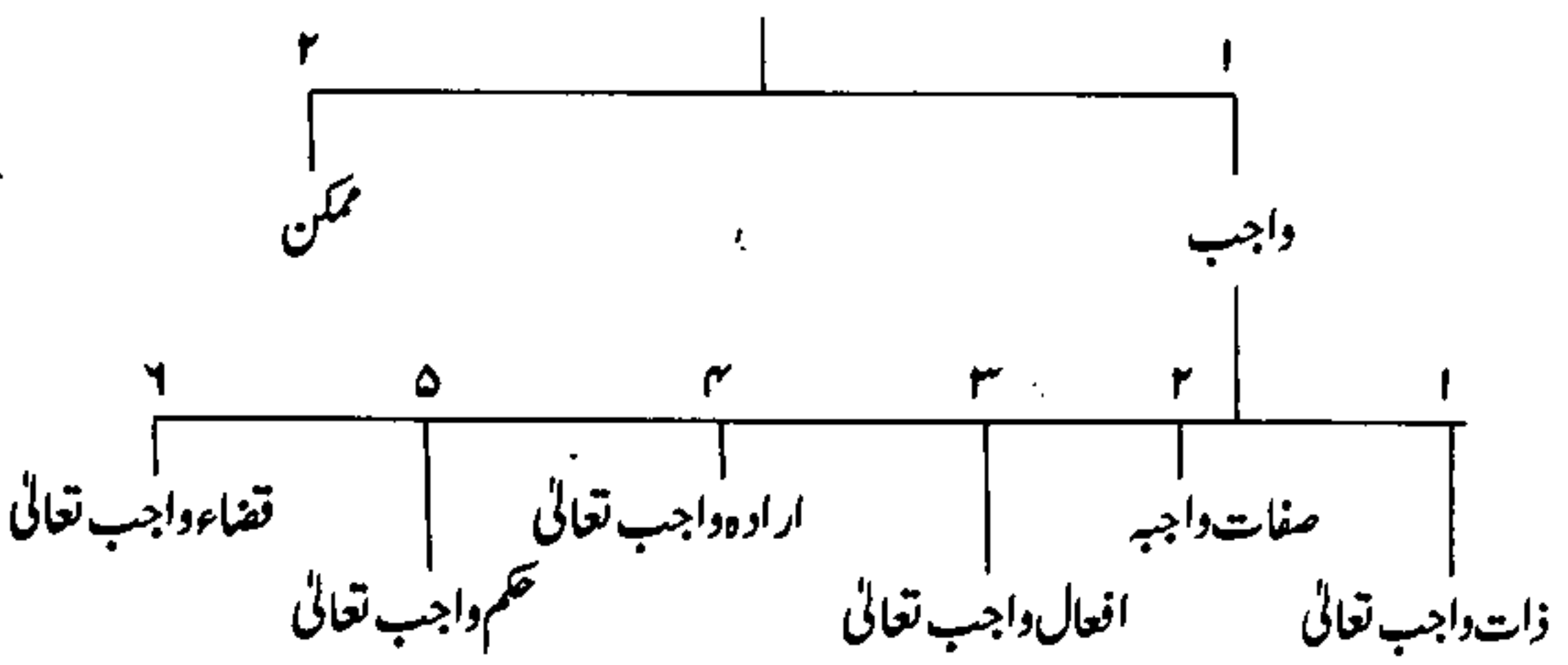




## طبیعیات اوسط



## موجودات (الہیات)



## تقسیم ثانی

مقامات رویاء (۱۱۹)

۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
	اعمال قوم یقظہ (بیدار)	احوال نفوس	کرامات	مہجرات	علم نبوت	احوال الشیاطین	احوال ملائکہ	مفقول مفارق	معتول مفارق	جوابہ مفردہ	علویات

## علم تصوف

نیرنجات

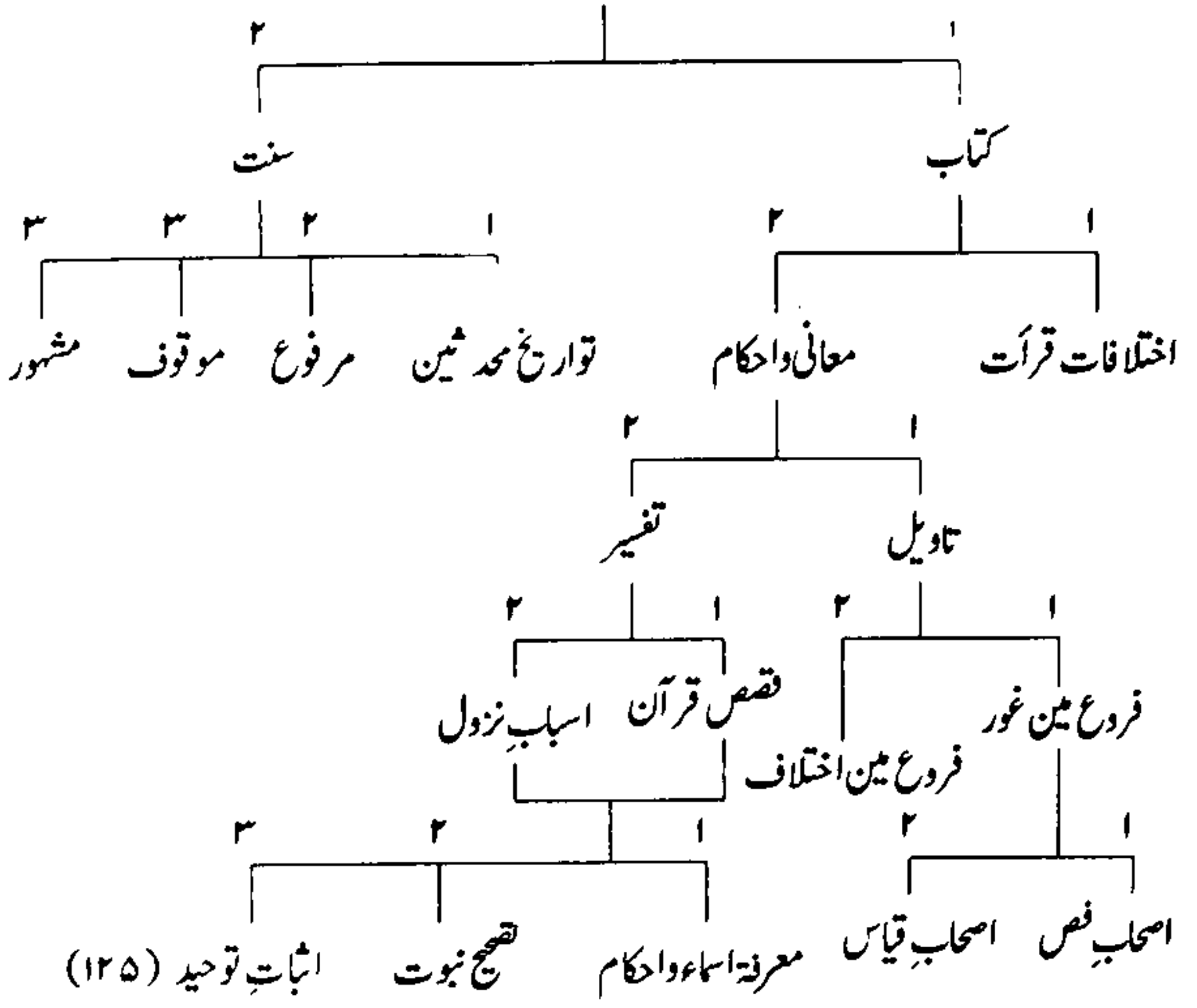
علم طلسمات

۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
مرید (۱۲۰)	ارادہ	غناء	فخر	توحہ	اثبات	محر	سکر	شوق	ساعت	حال		

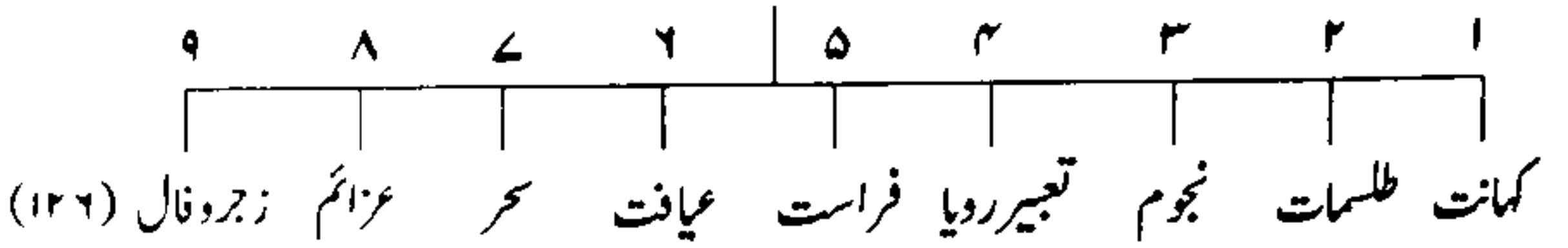
## (۹) ابن ابی الربیع کی تقسیم علوم

ابن ابی الربیع کے متعلق مشہور مستشرق روزنتھال کی تحقیق یہ ہے کہ موصوف آخری عباسی خلیفہ <sup>مستعصم باللہ</sup> کے دور کے کاتب و فاضل تھے اس خلیفہ کیلئے سلوک الممالک فی تدبیر الممالک تھی (۱۲۱) اس میں علوم کی جو تقسیم کی گئی ہے وہ ابن سینا کی طرح اعلیٰ، اوسط اور اسفل کے نام سے موسوم ہے۔ اعلیٰ الثبات سے عبارت ہے اس میں قرآن و علوم قرآن، حدیث، علوم حدیث اور علوم فقہ کو داخل کیا ہے۔ فلاسفہ ماوراء الطبیعیات کو اور بعض کہانت اور طلسمات و سحر وغیرہ کو بھی اس میں داخل کرتے ہیں (۱۲۲)۔ علم اوسط میں (ریاضیات) لسانی، ادبی اور تاریخی علوم کو شمار کیا ہے (۱۲۳) یہ چونکہ کاتب تھا اس نے لسانی علوم کی درجہ بندی میں زیادہ تفصیل سے کام لیا ہے (۱۲۴) علم اسفل میں طبیعیات کا احاطہ کیا ہے۔ ابن ابی الربیع نے علوم شرعیہ اور علوم فلسفہ کو ان ہی تین شعبوں میں جمع کیا ہے۔

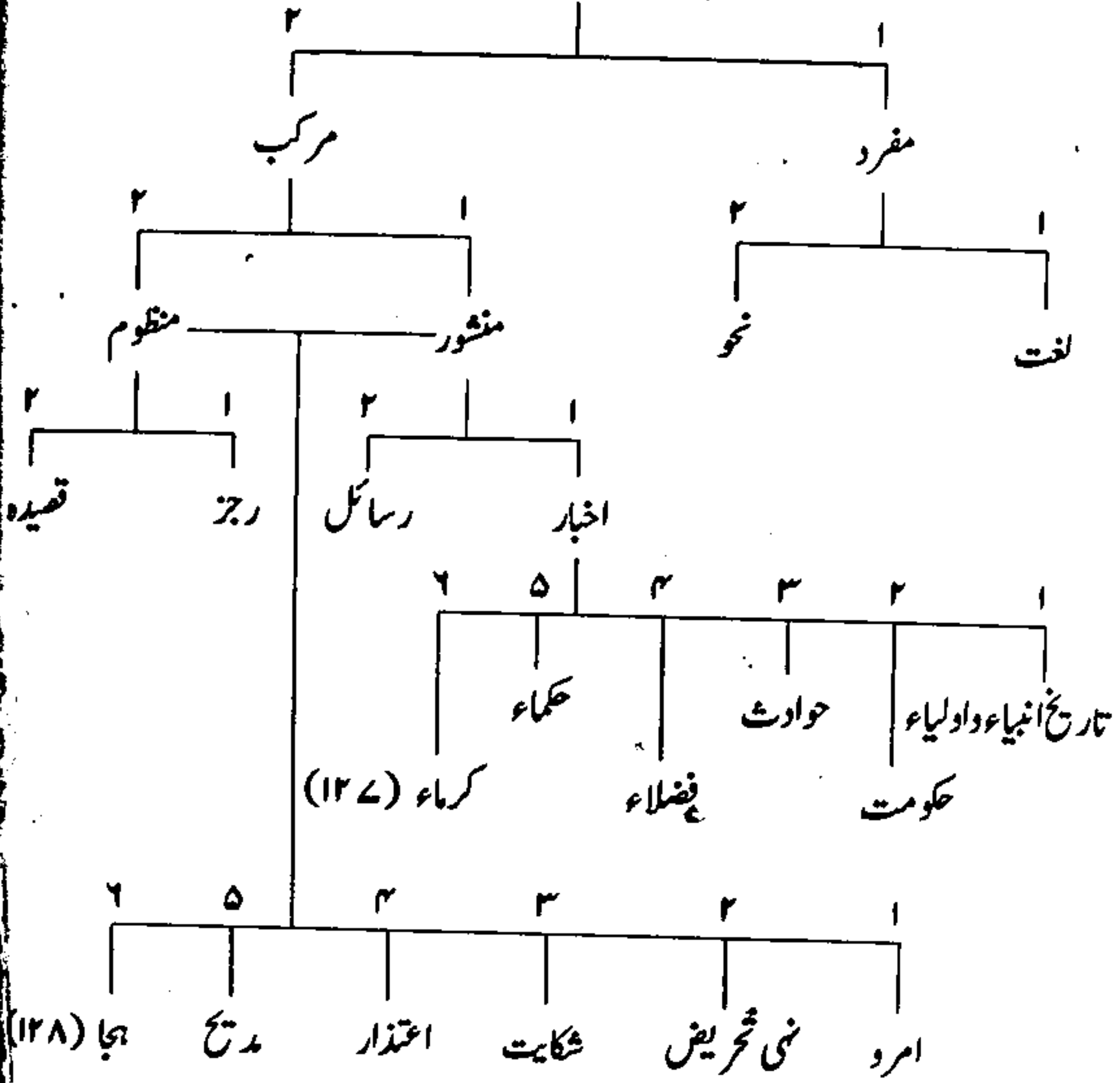
## اعلیٰ



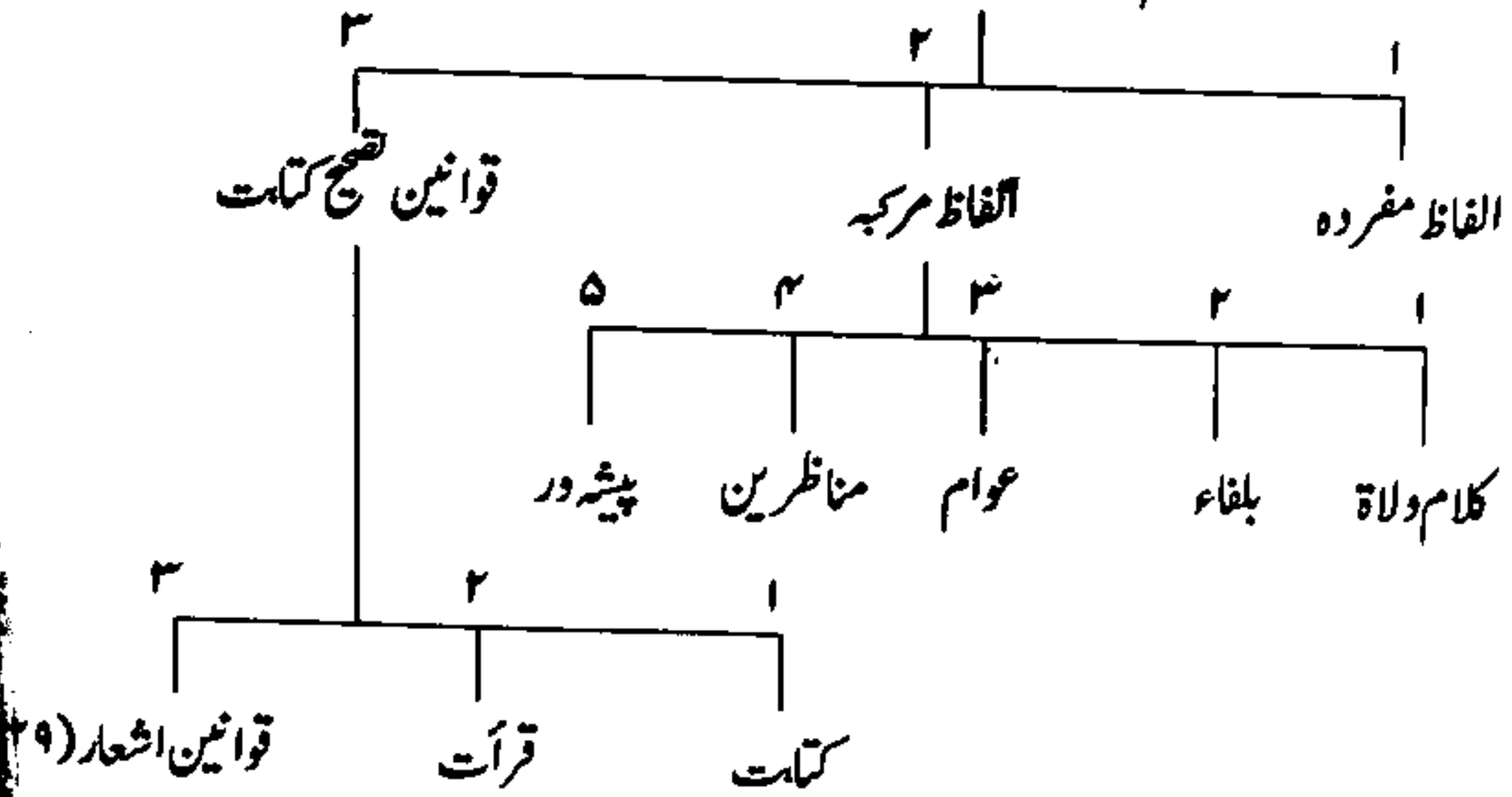
## اعلیٰ فلسفہ



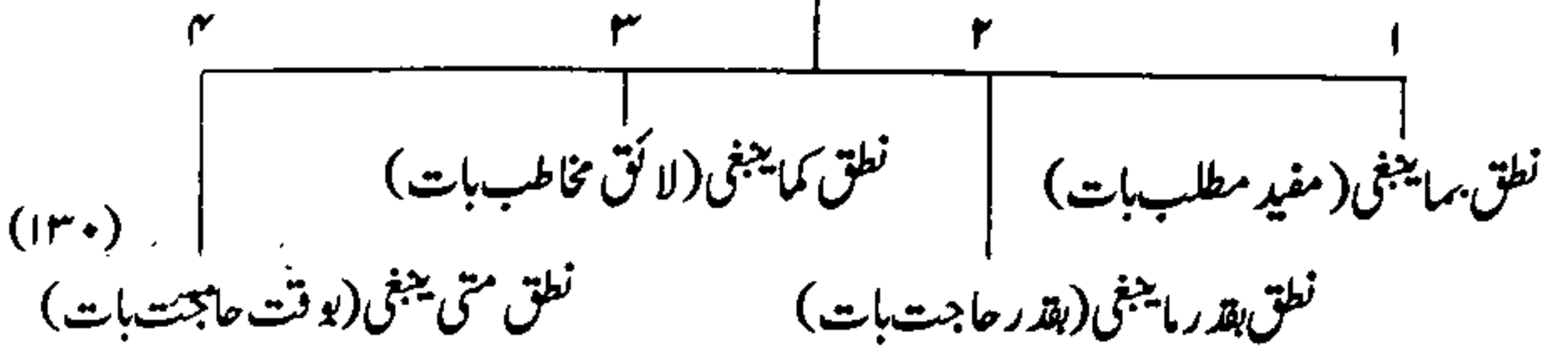
## علم اوسط (لسانی علوم)



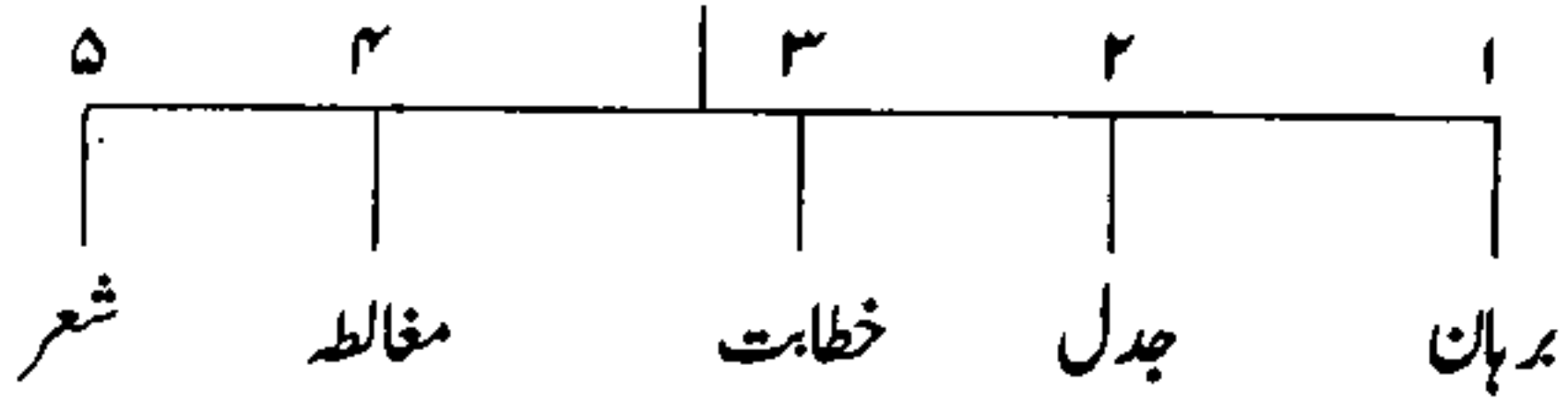
## علم اوسط (تقسیم ثانی)



## لسانی (تقسیم ثالث بلاغت)



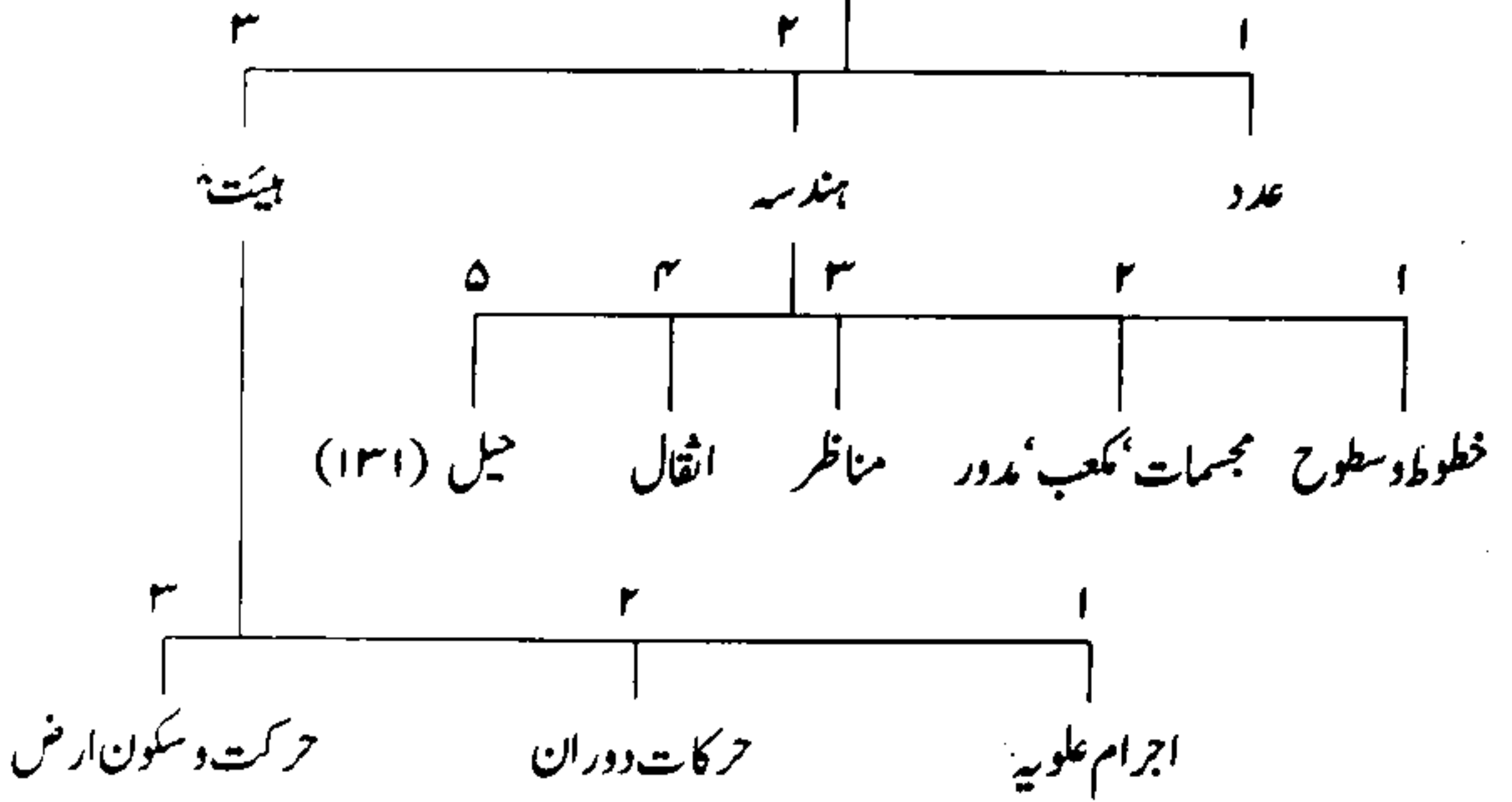
## منطق



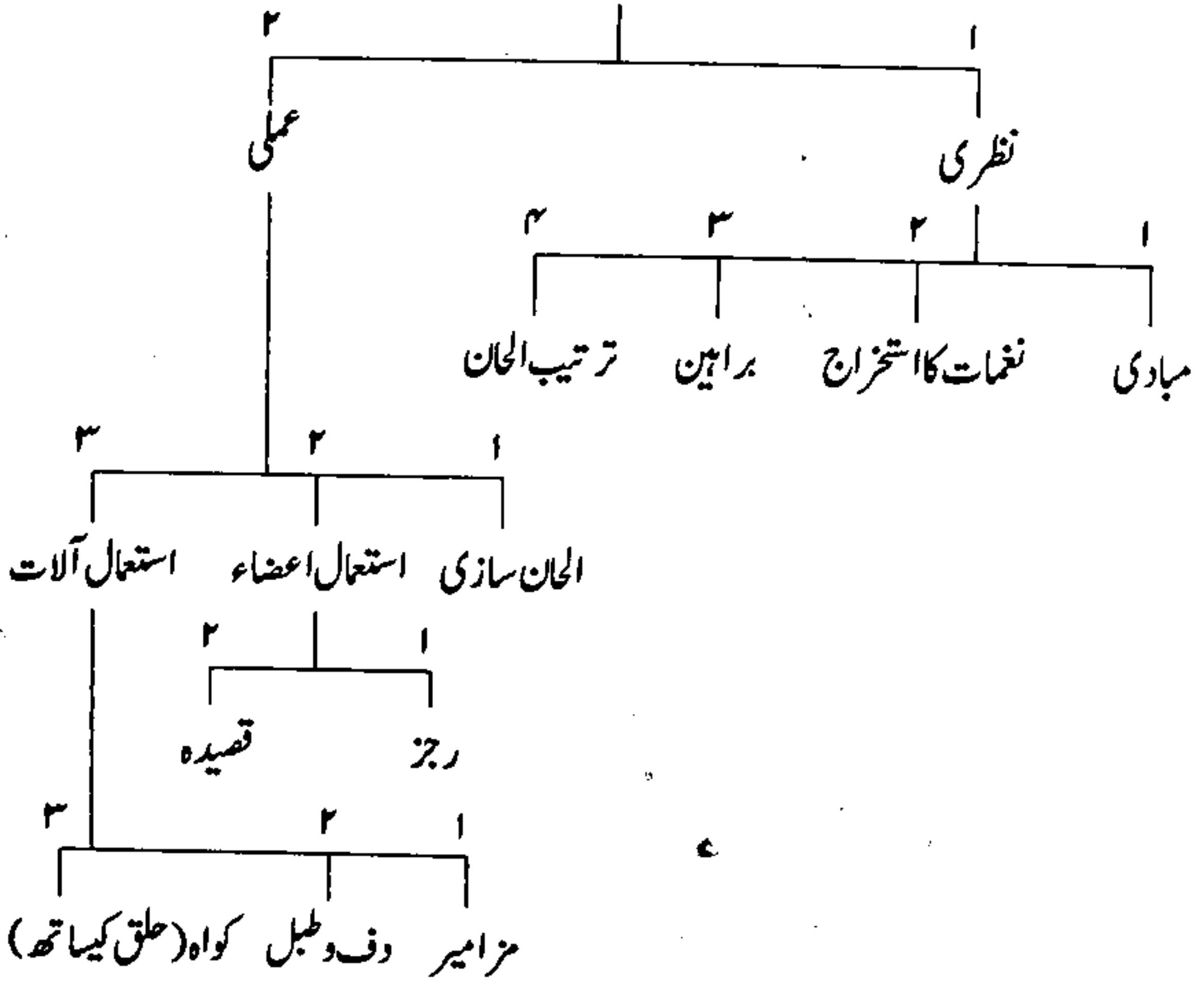
## ریاضیات

ریاضیات کا درجہ بندی:

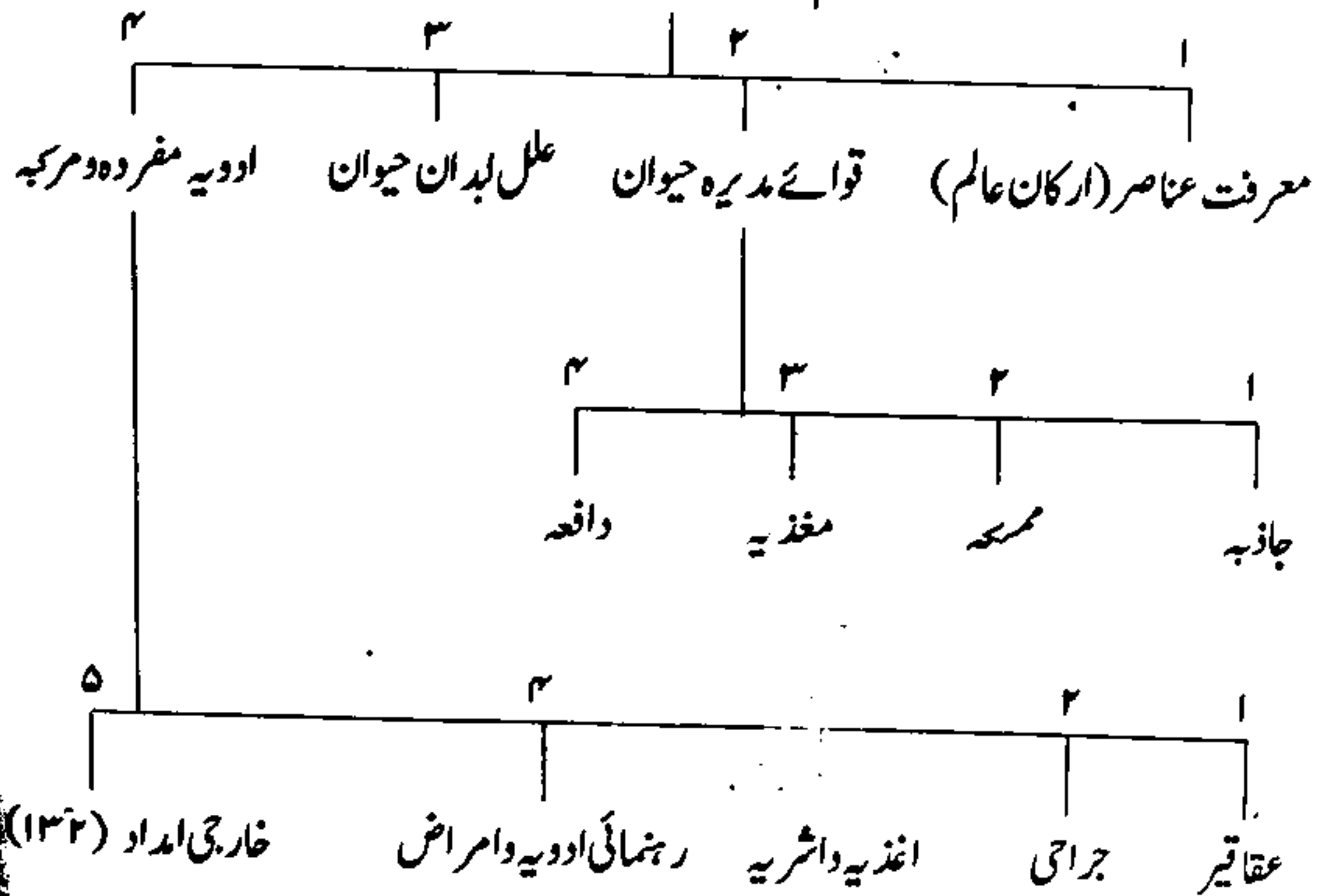
- نظری
- عملی



## موسیقی



## علم اسفل (طبیعیات)





## (۱۰) امام فخرالدین رازی کی تقسیمِ علوم

فخر رازی نے قیامِ خوارزم کے زمانہ میں شاہِ خوارزم ابو المنظر تکش کی فرمائش پر ”حدائق الانوار فی حقائق الاسرار“ کے نام سے علوم پر کتاب لکھی تھی جس میں ساٹھ علوم کا تذکرہ کیا اور ان کے اصول کو بیان کیا ہے جس کا احمد بخش نے اردو میں ”جامع العلوم“ المعروف بہ ستینی کے نام سے ترجمہ کیا جو عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے۔ اس میں موصوف نے علومِ شرعی، لسانی، ادبی، طبیعیات، ریاضیات، فلکیات، فنونِ لطیفہ، پھر الہیات، اخلاقیات اور اجتماعی علوم کا ذکر کیا ہے ہر ایک علم کو متعدد شعبوں میں اور شعبوں کو اقسام میں تقسیم کیا، بہت سے علوم کا حاطہ کیا اور ان میں تنوع کو بیان کیا ہے۔

علومِ شرعیہ میں کلام کو، پھر اصولِ فقہ کو، اسکے بعد فقہ کو، پھر تفسیر و قرأت کو اور اس کے بعد حدیث، علومِ حدیث اور سیر و تاریخ کا ذکر کیا، علومِ شرعیہ میں قرآن و سنت کو اصل ماخذ کی وجہ سے مقدم رکھنا چاہئے تھا لیکن رازی نے ایسا نہیں کیا اس طرح تدبیر منزل کے بعد تصوف کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علومِ شرعیہ اور غیر شرعیہ میں موصوف نے کسی منطقی و طبعی ربط کو ملحوظ نہیں رکھا حالانکہ رازی فلسفی و متکلم ہے اور اس تقسیمِ علوم کا یہ بڑا نقص ہے اس لئے صرف پہلی تقسیم

(First Summary: Class) کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(۱) کلام	(۲) اصولِ فقہ	(۳) جدل
(۴) خلاقیات	(۵) فقہ	(۶) فرائض
(۷) وصایا	(۸) تفسیر	(۹) بیان و اعجاز
(۱۰) قرأت	(۱۱) حدیث	(۱۲) اسماء رجال
(۱۳) تاریخ	(۱۴) مغازی	(۱۵) نحو
(۱۶) صرف	(۱۷) اشتقاق	(۱۸) امثال
(۱۹) عروض	(۲۰) قوافی	(۲۱) بدیع انظم و نثر
(۲۲) معانی	(۲۳) منطق	(۲۴) طبیعیات
(۲۵) تعبیر	(۲۶) فراست و قیافہ	(۲۷) طب
(۲۸) علمِ تشریح	(۲۹) صیدلہ (شناخت)	(۳۰) خواص ادویہ

(ادویہ)

(۳۳) طلسمات	(۳۲) جواہر	(۳۱) کیمیا
(۳۶) فن بيطاری	(۳۵) قلع آثار	(۳۴) فلاحت
(۳۹) مساحت	(۳۸) ہندسہ	(۳۷) بازوں کا علم
(۴۲) حساب ہندسہ	(۴۱) آلات حرب	(۳۰) جراثیم
(تحریری)		
(۴۵) ارثناطیقی	(۴۴) جبر و مقابلہ	(۳۳) حساب زبانی
(۴۸) موسیقی	(۴۷) علم معاینہ	(۳۶) اعداد و فن
(۵۱) رمل	(۵۰) نجوم	(۳۹) ہیئت
(۵۴) مقالات اہل علم	(۵۳) انبیات	(۵۲) عزائم
(۵۷) تدبیر منزل	(۵۷) سیاست	(۵۶) اخلاق
(۶۰) آداب الملوک	(۵۹) دعوات	(۵۸) زہد و تصوف
(۱۳۳)		

فخر رازی نے آیت شریفہ ”الْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ“ الخ کی تفسیر کے ضمن  
شرعی علوم میں صرف علم فقہ کی تقسیم کی ہے جس کا خاکہ درج ذیل ہے۔

### فقہ

#### عبادات معاملات

نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد، اعتاق، نذور، اعمالِ حسنہ

معاملات برائے جلب، منفعت معاملات برائے دفع مضرت

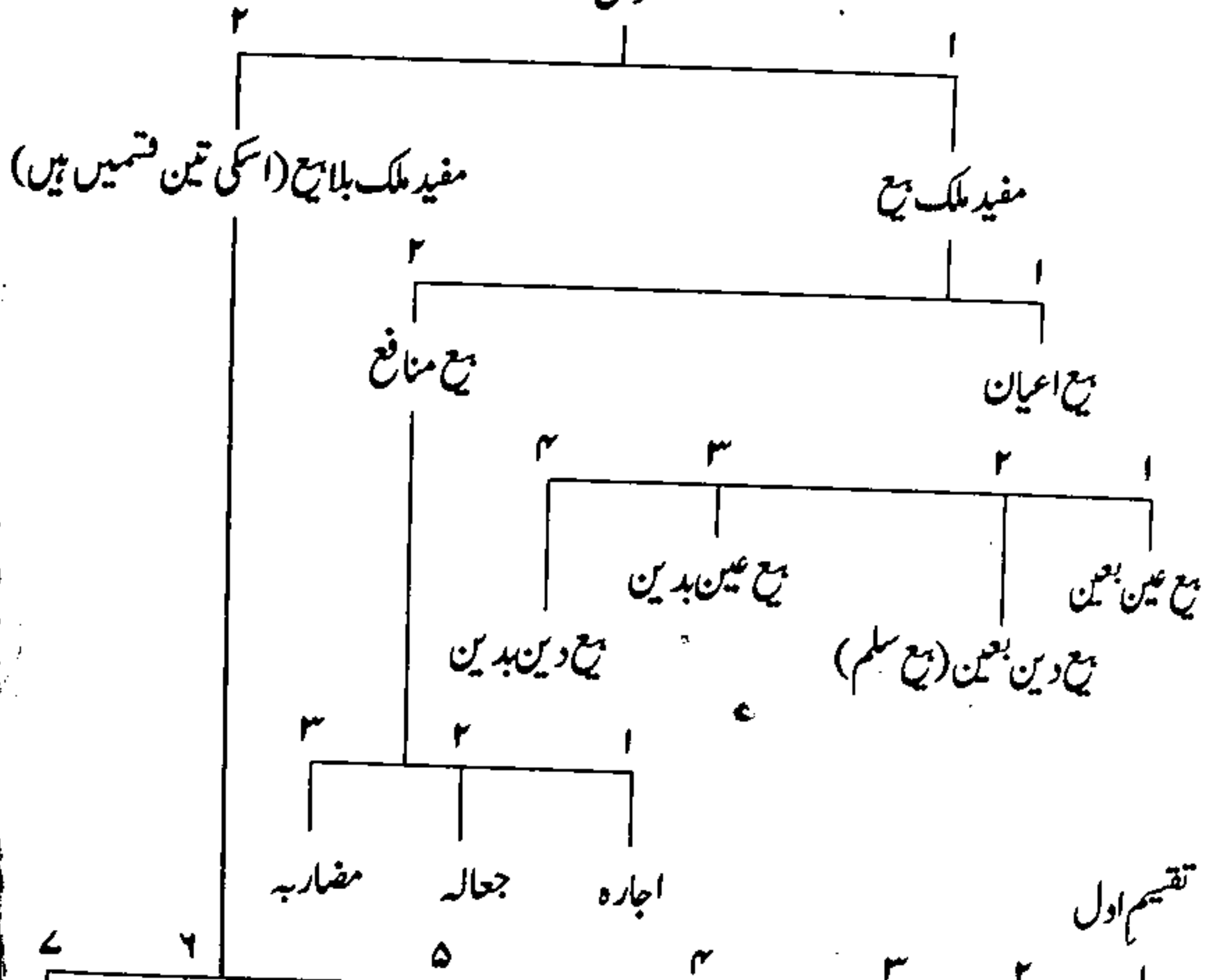
مقصود بالذات مقصود بالتبع

مذوقات، ملموسات، مبصرات، مسموعات، مشموعات



## مقصود بالتبع

اموال



زکوٰۃ لینا وغیرہ

فشی مال غنیمت

القطاگری پڑی چیزوں کو اٹھانا

احیاء موات مردہ زمین کو جو تاتا

وصیت

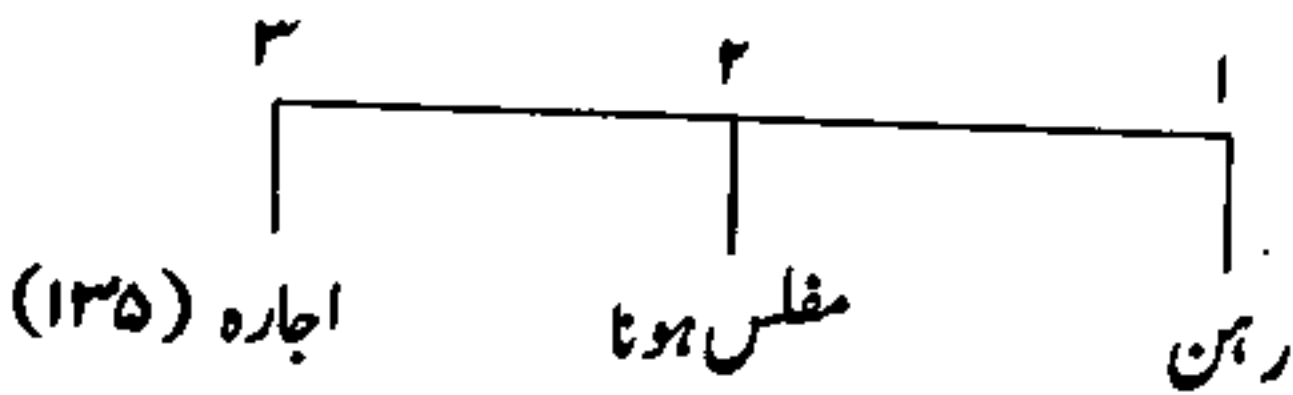
ہبہ

وراثہ

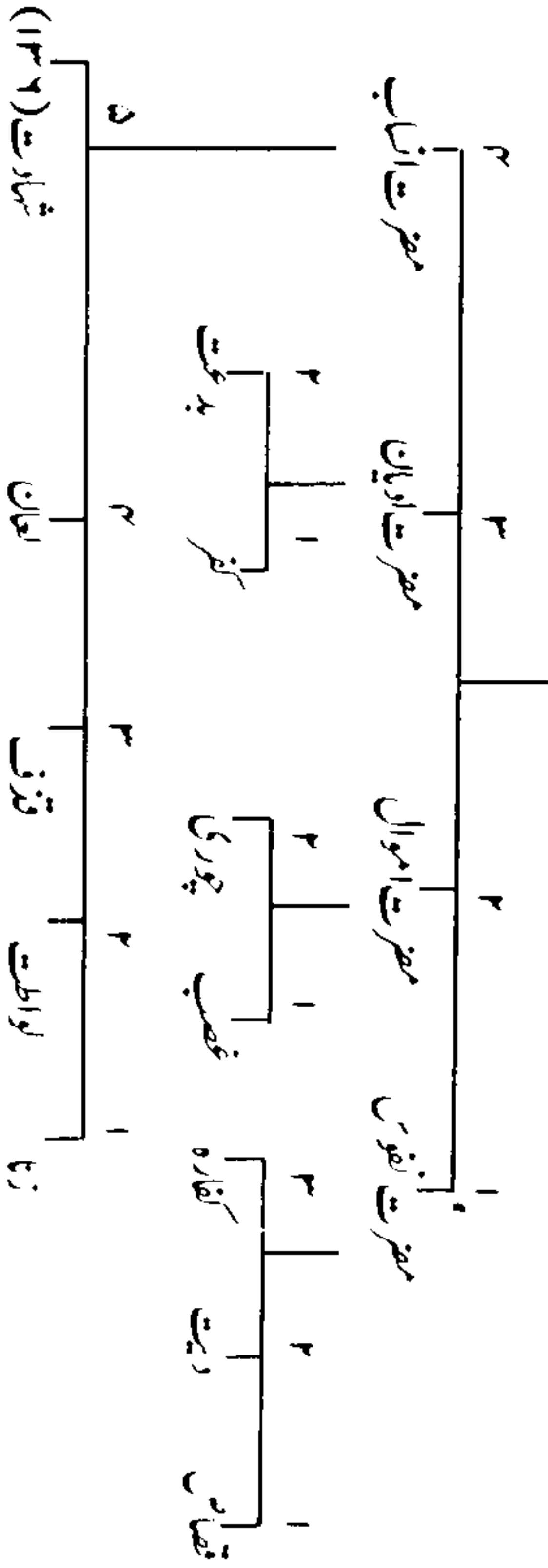
تقسیم ثانی جو غیر مالک کے تصرف کو واجب کرتی ہیں۔



تقسیم ثالث جو غیر مالک کو تصرف سے باز رکھتی ہیں۔



## معاملات برائے دفع مضرت



فخر رازی کی فقہ کی مذکورہ بالا تقسیم اس امر کی شاہد عدل ہے کہ شرعی علوم میں ہر شعبہ علم بہت سے انواع و اقسام و اصناف علوم کو حاوی ہے اور اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس سے علم کا کوئی تعلق نہ ہو اور علوم فقہ سے اسکا کوئی قرہی ربط نہ ہو۔ نیز فقہ کے شعبوں میں سے کوئی شعبہ اس کو حاوی نہ ہو۔

اس تقسیم سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ فقہاء نے علوم کے شعبوں میں سے ہر شعبہ علم کا دوسرے شعبہ علم سے عقلی و طبعی ربط کا ہر موقعہ پر فلاسفہ سے زیادہ خیال رکھا ہے۔ اس نوع کے علوم کی تقسیم کا آغاز دوسری تیسری صدی ہجری میں ہو چکا تھا اس تقسیم کا تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے جس سے شرعی علوم میں سے صرف ایک علم فقہ کی وسعت، تنوع و جامعیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز یہ تقسیم موضوعات کی سرخیوں (Subject Heading) کی تعین و توضیح کے لئے بھی بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

مذکورہ بالا علمی تقسیموں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں مسلمانوں کو علمی درجہ بندیوں سے کیسا شغف رہا انہوں نے کن پہلوؤں سے علمی درجہ بندی کی اور ہر علم کے انواع، اقسام و اصناف سے کتنا اعتناء کیا، ان میں کیسی کچھ ہمہ گیری، لچک، تنوع اور وسعت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے عہد عباسی کی علمی درجہ بندیوں کا صدی وار ارتقاء بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

## باب ہفتم

## دو سمر احصہ (اجمالی خاکہ)

- ☆ ..... کتابیاتی تقسیمِ علوم
- ☆ ..... ابن الندیم کی تقسیمِ علوم
- ☆ ..... کتابی درجہ بندی
- ☆ ..... افادی درجہ بندی
- ☆ ..... ابن الکلونی کی کتابی درجہ بندی
- ☆ ..... مقاصدِ تنظیم و تقسیمِ علوم





## کتابیاتی تقسیم علوم

### (۱) ابن الندیم کی تقسیم علوم

ابن الندیم بغدادی معتزلی، فلسفی و ماہر کتاب شناس تھا اس نے کتابیاتی درجہ بندی (Bibliographical Classification) کے متعلق اپنے نظریہ کی کتاب 'الفہرست' میں کوئی وضاحت نہیں کی۔ کتاب کے مطالعہ اور موضوعات علوم کی تقسیم سے علوم میں جو ربط و ترتیب سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ تقسیم ہر نوع کے ادبی ذخائر و کتابیاتی ضروریات کے پیش نظر کی گئی ہے یہ نظری سے زیادہ عملی تقسیم ہے جو اس امر کا نہایت بین ثبوت ہے کہ مسلمان مفکرین نے علوم کی محض درجہ بندی نہیں کی بلکہ مختلف علوم و فنون کے ذخائر و موضوعات کے مطابق کتابوں کو ان میں جگہ دی ہے اس دور میں جبکہ وسائل کتاب کی کمی کے باعث علوم میں وسعت و تنوع بھی زیادہ نہیں تھا۔ مسلمان علماء و فلاسفہ اور کتاب شناسوں نے تقسیم علوم کے ترقی پذیر سلسلہ کو بہت فروغ دیا۔ علوم کے شعبوں کو ہفت گانہ مدارج سے نکال کر علم کی تقسیم کو دھائیوں اور سیکڑوں تک پہنچایا۔

کتابیاتی درجہ بندی کا سہرا ابن الندیم کے سر ہے۔ اسکی یہ تقسیم علوم، کتابیاتی دنیا میں پہلی تقسیم ہے۔ ابن الندیم نے علوم کو بنیادی طور پر دس شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔

ابن الندیم نے کتاب الفہرست کو دس مقالات (۱۰ ابواب) پر مرتب کیا اور ہر مقالہ کو مختلف فنون (انواع) پر منقسم کیا ہے اس کی اول و ثانوی تقسیم کا خاکہ درج ذیل ہے۔

1- Languages مقالہ اول السنہ و لغات اقوام عالم (اقوام عالم کی زبانیں اور

لغات)

لغت (زبان) کتابت و خوشنویسی کتب سماوی و انبیاء علیہم السلام قرآن

2-Grammar مقالہ دوم نحو و لغت وائمه نحو و لغت

۱- آغاز نحو، نحویان و لغویان، دیستان بصرہ، حالات و تالیفات

-۷ ابو جعفر طبری، تلامذہ، حالات و تالیفات

-۸ فقہا خوارج حالات و تالیفات

## Philasophy مقالہ ہفتم فلسفہ و علوم قدیمہ

-۱ فلاسفہ طبعیین و منطقیین حالات و تالیفات

-۲ ریاضی دان، مہندسین، موسیقار، منجم، ان کے آلات ساز و اصحاب حیل و حرکات، حالات و تالیفات

-۳ آغاز طب، متقدمین و اطباء دور اموی عباسی حالات و تالیفات

## Astronomn مقالہ ہشتم داستان جادو ٹونہ اور خرافات

-۱ داستان سراسداری حالات و تالیفات

-۲ جادو گر

-۳ حالات و تالیفات

-۴ گمنام مصنفین کی مختلف موضوعات پر تالیفات

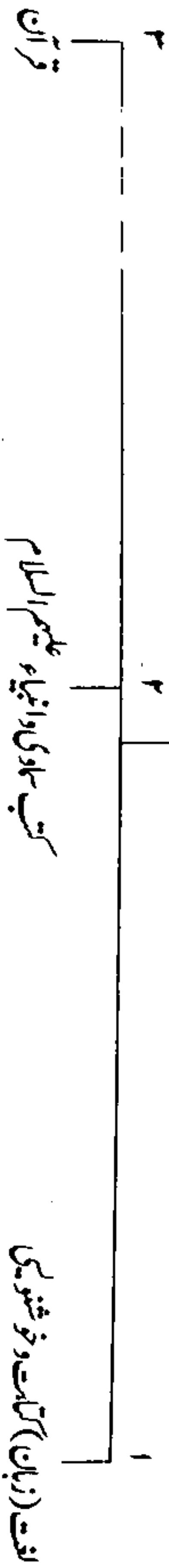
## نہم Music مقالہ نہم مذاہب و اعتقادات

-۱ صائب، صانیہ، خرمیہ، مزوکیہ، حالات و تالیفات

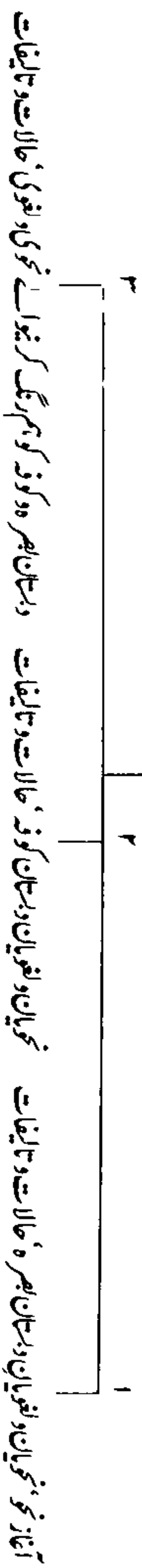
-۲ مذاہب ہندو چین و بدھ مت وغیرہ

ابن اللہ یحییٰ نے کتاب الہبرست کو دس مقالات (لہجہ) پر مرتب کیا اور ہر مقالہ کو مختلف فنون (انواع) پر منقسم کیا ہے اس کی اول و ثانیہ تقسیم کا خاکہ درج ذیل ہے۔

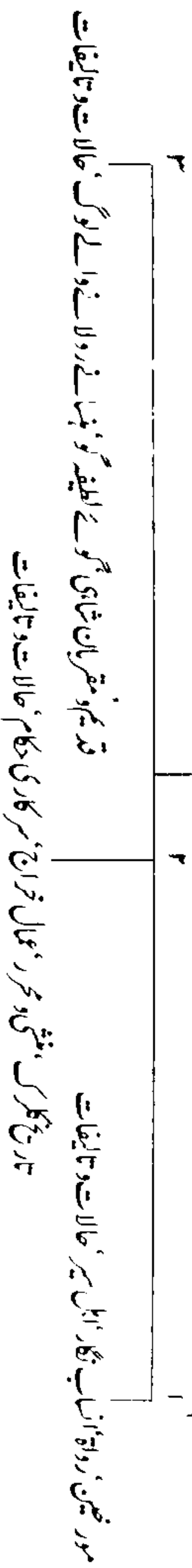
## Langvages مقالہ اول اَلتَّوَلُغَاتُ اقوام عالم



## Grammar مقالہ دوم نَحْوُ و لغت و ائمہ نحو و لغت



## History مقالہ سوم تاریخ مورخین انسان و سیر و اہل سیر



## Poetry مقالہ چہارم شعر و شعراء

شعراء دو دو مسموعی و عباسی  
 طبقات شعراء دور جاہلی و دور اسلامی کے وہ شعراء جنہوں نے دور جاہلی و کھان کے دو ادین کے جامع و رادی

### Scholasticism مقالہ پنجم کلام و متکلمین

آغاز کلام و عقائد معتزلہ، مرجعہ، متکلمین، حالات و تالیفات  
 جریہ، حثویہ، حالات و تالیفات  
 خراج، انکی تسمیں، حالات و تالیفات  
 متکلمین شیعہ امامیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، حالات و تالیفات

## Law مقالہ ہشتم فقہ وحدیث اور فقہاء محدثین

۸	
۷	
۶	
۵	
۴	
۳	
۲	
۱	
	امام مالک، ان کے تلامذہ، حالات و تالیفات
	امام ابو حنیفہ، ان کے تلامذہ، حالات و تالیفات
	امام شافعی، ان کے تلامذہ، حالات و تالیفات
	امام واقد و ظاہری، ان کے تلامذہ، حالات و تالیفات
	فقہاء شیعہ، حالات و تالیفات
	فقہاء اصحاب حدیث و محدثین، حالات و تالیفات
	ابو جعفر طبرکی، تلامذہ، حالات و تالیفات
	فقہاء خوارج، حالات و تالیفات





# MEDICINE مقالہ و ہم کیمیاگر فلسفی

۲

عمد عباسی کے کیمیاگر (۱۳۷)

761

قدماہ کیمیاگر کتاب الفہرست کے فاضل ترجمہ نگار ڈاکٹر بیارد ڈوج (Bayard Dodge) نے انگریزی ترجمہ میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ (۱۳۸) ریٹائڈ اے نکلن نے کتابیاتی تقسیم کی جن الفاظ میں نشانہ کی ہے وہ انہی کے الفاظ میں ناظرین کی سہولت کے پیش نظر بریکٹ میں دے دی ہے۔ (۱۳۹)

اس کے ہزار سال بعد بیسویں صدی عیسوی میں Henry Evelyn Bliss نے کتابیاتی تقسیم کی جس میں وسائل کتابت و طباعت کی سہولت و فراوانی اور علوم میں غیر معمولی توسیع و کثرت کے باوجود وہ علوم کو چھپیس ۲۵ شعبوں میں تقسیم کر سکا (۱۴۰) اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ابن اندیم نے چوتھی صدی ہجری میں اس موضوع پر کتنا عظیم اور اہم کارنامہ انجام دیا تھا۔

دوسری تقاسیم علوم کی طرح اس تقسیم کی خوبی یہ ہے کہ اس میں عام سے خاص کی اور کل سے جزء کی طرف تقسیم کا عمل جاری ہے یہی تقسیم کی وہ کامیاب واحد اساس ہے جس پر آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی تقسیم کے ترقی پذیر سلسلہ کی بنیاد قائم ہے (۱۴۱)۔

ابن الندیم نے زبان اور آسمانی کتب کو سب سے مقدم رکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم اپنی زبان اور اپنا مذہب سب سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ ہر قوم کے دانشوروں کی تخلیقات ان کی اپنی زبان میں جلوہ گر ہوتی ہیں، زبان کے بعد قواعد لغت کو رکھا ہے جن میں طبعی و منطقی ربط موجود ہے۔

ہر قوم کی تاریخ اس قوم کے خصائص، روایات و اقدار اور اسکے گذشتہ کارناموں کا مرآہ ہوتی ہے اسلئے وہ اس کو زیادہ عزیز ہوتی ہے، غالباً ان ہی وجوہ سے السنہ مذہب اور نحو و لغت کے بعد تاریخ و سیر کا ذکر کیا گیا ہے۔

لسانیات و ادبیات میں جو فصل رکھا گیا ہے وہ مناسب نہیں، عجیب حسن اتفاق ہے انیسویں صدی میں ڈیوی کی ترقی یافتہ اعشاریائی تقسیم کا بھی یہی بڑا نقص ہے۔ کلام کو فقہ سے پہلے رکھا یعنی ایمان اور عمل کو یکے بعد دیگرے ذکر کر کے ترتیب کو رکھا ہے اسلئے کہ ایمان کے بعد عمل کا درجہ ہے۔ اس نے تمام علوم کے شعبوں میں کلام کو اور کلام سے زیادہ فقہ کے شعبوں کو بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس نے کلام و فقہ کو زیادہ اہمیت ہے لیکن حدیث کو فقہ کے ضمن میں سمیٹا ہے حالانکہ وہ فقہ کے ماخذ ہونے کی وجہ سے موضوع کی حیثیت سے ذکر کئے جانے کی مستحق تھی۔

اس اسکینم کی خوبی یہ ہے کہ اس میں ادبی اور اسلامی علوم کے شعبوں کو ایک سلسلہ میں و مقدم بیان کیا گیا ہے اس کے بعد فلسفہ اور علوم قدیمہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں غیر الہامی عقائد و معتقدات کو پہلے اور کیمیا و صنعت کے تجرباتی و عملی چیزیں موخر بیان کیا گیا ہے گویا اس میں بھی نوع کی مناسبت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ابن الندیم نے اپنی تقسیم علوم میں زمانی، منطقی اور علمی اسلوب کو اختیار کیا جو حشو و زوائد سے پاک ہے (۱۴۲)۔

یہ واحد مختصر جامع کتابیات ہے جو عالم کی قدیم متمدن اقوام مولفین، اوباء شعراء، فلاسفہ ہر فن کے نامور ارباب کمال کے علمی و کارناموں سے روشناس کراتی اور مفید معلومات فراہم کرتی ہے (۱۴۳)۔

کتابیاتی ترتیب میں جو روش و روایت ابن الندیم نے قائم کی ہے اہمیت و افادیت کے

ضر کے ترقی یافتہ دور بیسویں صدی عیسوی میں بھی مسلم ہے۔ چنانچہ اس روش و طریقہ کو معمولی  
 ریلی سے اس دور کے نامور مستشرق (Carl Brockelmann) نے

Geschichte der Arabischen Litterature, (Leiden,  
 1848)

میں اور C. A. STORY نے

Persian literature and Bio-Bibliographical Suurve  
 London, Luzac. 1953.

میں جاری رہا ہے۔ (۱۳۳۳)

## (ب) کتابی درجہ بندی (Book Classification)

کتابی تقسیم کا آغاز عہدِ عباسی میں ہوا اور رواج پا گیا اس کے لئے تصنیف کا لفظ بولا جاتا تھا۔ تصنیف کا مادہ صنف ہے۔ امام لغت خلیل سے اس کے دو معنی منقول ہیں (۱) ہر ایک شے کا مجموعہ ہے چنانچہ کہا جاتا ہے ”هذا صنف من الاصناف“ یہ اصناف میں سے ایک صنف ہے (۲)

تمیز الاشیا بعضہا عن بعض، بعض چیزوں کو بعض چیزوں سے ممتاز کرنا۔ ابن فارس کا خیال ہے کہ تصنیف کتاب اسی سے بنا ہے اور الغریب المصنف جو لغت کی ایک مشہور کتاب ہے اس کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہی ہے کہ اسکے ابواب کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا گیا ہے۔ ہر ایک باب کی ایک علیحدہ جگہ مقرر کی گئی ہے (۱۳۵)۔ اسماعیل بن حماد جو ہری تصنیف کے معنی میں رقمطراز ہیں۔

کسی چیز کے اصناف و اقسام بتانا اور بعض اصناف کو بعض اقسام سے ممتاز کرنا ہیں (۱۳۶) عرب صنف الشجر، اس وقت بولتے ہیں جب درخت اپنے پتے نکالتا اور اتھاڑ و موافقت کے ساتھ امتیاز و جدائی کو نہیں چھوڑتا ہے تصنیف کے معنی کسی شے کو صنف وار کرنا ہیں (۱۳۷) درجہ بندی اور Classification کی حقیقت بھی یہی ہے۔ Lane صنفہ کے معنی لکھتا ہے۔

He assorted it; i. e. made it into, or disposed it in, sorts, or species and separated or distinguished, its several parts or portion or constituents, one from another, تصنیف is the separating, or distinguishing, of things, from one another.

یہاں بھی تصنیف کا لفظ اصطلاحی درجہ بندی کی حقیقی روح (۱۳۸) کے زیادہ قریب ہے۔ عہدِ عباسی میں درجہ بندی کے مفہوم کی ادائیگی کیلئے عربی زبان میں مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کئے جاتے تھے۔

(۱) تصنیف (۲) تبویب (۳) ترتیب (۴) تبسیق (۵) تقسیم (۱۳۹)

لیکن خاص کلاسیفیکیشن (Classification) کیلئے لفظ تصنیف کا زیادہ استعمال کیا جاتا تھا۔ حقیقت میں اس لفظ کو عملی سائنس سے زیادہ اختصاص حاصل ہے چنانچہ تیسری صدی ہجری

کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں اس عملی علم (Practical Science) میں بعض اہل علم کی بہت شہرت تھی چنانچہ صاحب معجم الشعراء، محمد مرزبانی المتوفی ۸۲ھ اپنے استاد ابو بکر صولی المتوفی ۳۳۵ھ / ۹۲۶ھ کے متعلق رقمطراز ہیں:

”کان حافظاً بتتصنيف الكتب ووضع الاشياء منها مواضعها“  
 (۱۵۰) صولی کتابوں کی درجہ بندی کرنے اور موضوع کے اعتبار سے انہیں اپنی اپنی جگہ رکھنے میں باق تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے اواخر میں یہ فن بہت فروغ پا چکا تھا۔  
 صولی نے اپنے کتب خانے کی جس نوع پر درجہ بندی کی تھی اس کا حال ابو بکر بن شاذان کی زبانی سنئے فرماتے ہیں:

صولی نے کتابوں کی جلدیں مختلف رنگ کی بندھوائی تھیں ایک نوع و قطار دوسری نوع قطار سے رنگ میں جدا تھی، ایک صنف سرخ رنگ کی جلدوں کی تھی دوسری سبز رنگ کی، تیسری رد رنگ کی تھی و علی هذا القیاس (۱۵۱)۔

## افادی درجہ بندی (Utility Classification)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صولی رنگ کو علامت کے طور پر (Notation) کی جگہ استعمال کرتے تھے اور کلاسیفیکیشن (Classification) کے مطابق کتابوں کی ترتیب میں تمیاز جلدوں کے رنگوں سے کرتے تھے اسلئے یا قوت نے اسکو ”اجمل“ بہترین ”ترتیب“ قرار دیا (۱۵۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد عباسی میں افادی درجہ بندی (Utility Classification) کا آغاز صلیبی سے ہوا تھا۔ موصوف کے اس انوکھے طریقہ اور عمل کی صدائے بازگشت ہمیں قرطبہ میں بھی سنائی دیتی ہے چنانچہ قاضی ابوالمطرف ابن نفیس کا کتب خانہ جس کی پورے اندلس میں دھوم تھی اسی طریقہ پر مرتب تھا (۱۵۳)۔

## ابن الکلونی کی کتابی درجہ بندی

مشہور نحوی ابن الکلونی المتوفی ۳۴۸ھ نے اپنے خزائن کتب میں کتابوں کی کثرت کی وجہ سے ہر نوع کی کتابوں کیلئے ایک مخصوص جگہ بنا رکھی تھی۔ وہ ہر کتاب کے شروع میں اس کی نوع یعنی درجہ بندی نمبر لکھتے تھے تاکہ جب کتاب طلب کی جائے مل جائے اور جب ضرورت باقی نہ رہے اسے اسکی جگہ پر لوٹا دیا جائے ان کا یہ عمل کتنا اچھا تھا۔ قفلی لکھتے ہیں:

”وقد كانت لكثيرتها يعين لكل نوع منها موضعاً مخصوصاً من خزائنه ويكتبه على اول الكتاب يجدده اذا طلبه و يعيده الى“

موضعة المعلوم اذ غنى عنه 'رحمة الله' فما كان اسنى فعال  
 (۱۵۴) خزائن کتب میں کتابوں کی کثرت کی وجہ سے ان میں ہر نوع کیلئے ایک جگہ مخصوص کر دیا  
 تھی وہ علامت اسی جگہ کتاب کے شروع میں لکھتے تھے تاکہ جب اسکو طلب کیا جائے وہ مل جائے  
 اور جب حاجت پوری ہو جائے اسے اس کی مخصوص جگہ پر لوٹایا جائے 'اللہ کی اس پر رحمت ہو  
 کیسا اچھا طریقہ تھا۔

اس "یکتبہ علی اول الكتاب" کی تہ میں دراصل وہ سہولت کار فرما تھا  
 کتابوں کے مہیا کرنے میں مد نظر رکھی گئی تھی اس سہولت کی وجہ سے قفطی تحسین و  
 کمنے پر مجبور ہوئے تھے یہی وہ وظیفہ ہے جو فن کتب خانے کی جان ہے۔

اس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ عہد عباسی میں چوتھی صدی ہجری کے نصف  
 میں علم کتاب داری فن کی حیثیت سے اپنے ارتقائی منازل طے کر رہی تھی اور اسلامی شہر  
 علم کتاب داری کا شعور پیدا ہو رہا تھا جیسا کہ اس ہدایت کے جاری کرنے سے ظاہر ہے۔

ابن الکونی کے اس اہتمام سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے فن کتب خانے کے  
 کو عملی طور پر اپنایا ہوا تھا وہ کتابوں کی فن وار ترتیب کو قائم و دائم رکھنے کیلئے درجہ بندی پر  
 تھے اور درجہ بندی میں کتابوں پر علامات (Notation) استعمال کرتے تھے۔ گواسکی نو  
 تعین مشکل ہے اسلئے کہ تذکرہ نگاروں نے اس باب میں کچھ نہیں لکھا اس بناء پر مزید روشنی

ڈالی جاسکتی۔

ابن الکونی کی ہر کتاب پر ہدایت مذکورہ لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے کتب خانے  
 طور پر خود لا بریرین تھے۔ ان کے پاس کوئی عملہ نہ تھا۔ اسلئے انہیں یہ ہدایت جاری کرنا پڑی

عباسی خلفاء کے کتب خانوں میں کتابیں موضوعات کے تحت (Subject-Wise)  
 ترتیب سے رکھی جاتی تھیں اس امر کا اندازہ شاہی طبیب سنان بن ثابت بن قرہ المتوفی  
 ۹۴۳ھ کے بیان سے کیا جاسکتا ہے۔ جو اس کی "کتاب سیرة المعتضد" میں مذکور ہے اور

حوالہ سے مورخ ابن العدیم (۵۸۶-۶۶۰ھ / ۱۱۹۱-۱۲۶۲ء) نے "بغیة العلب فی تاریخ خلفاء  
 نقل کیا ہے 'کیا جاسکتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

امیر المومنین (خليفة معتضد عباسی) نے مجھے خزائن قدیمہ کی کتابوں اور نجوم  
 وغیرہ کو امیر ابن ابی جعفر اور ابو الفضل کے لئے علیحدہ کرنے اور ان کی درجہ بندی کرنے  
 چنانچہ میں نے

- (۱) کتب فقہ  
(۲) کتب لغت  
(۳) کتاب سیر قدیمہ  
(۴) جدیدہ  
(۵) اخبار ملوک  
(۶) ایام الناس (تاریخی واقعات)  
(۷) اخبار دولت عباسیہ

اس طرح کی کتابوں کی درجہ بندی کی 'ہمارے سامنے بہت سی کتابوں کے صندوق رکھے گئے تھے جن میں حسب ذیل عنوانات پر تاریخی کتابیں موجود تھیں۔

(۱) رسالتنامہ کی ولادت، بعثت، مغازی، زندگی کے حالات، وفات کے واقعات، جن سے سیاسی معاملات اور دشمنوں سے جنگ کے زمانے میں رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔  
(۲) خلفاء قریش کی سیرت، ان کی فتوحات، تدابیر، وہ فتن جو خوارج کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے تھے اور دولت اموی سے دولت عباسیہ تک اقتدار منتقل ہونے تک پیش آئے تھے۔

(۳) ایام عرب اور ان کی خانہ جنگیوں پر، جیسے عیس و ذبیان بنی بغیض، قبائل بکرو تغلب، بنی وائل، اوس و خزرج، جمہور قبائل عرب کے نسب نامے جن میں فصیح و بلیغ الفاظ و اشعار پائے جاتے ہیں۔

(۴) اہل فارس کی کتابیں اور ان کی سیر و سوانح جیسے ارد شیر بابکان کا عہد، نوشیروان کے خطبات، اسکی سیرت و کارنامے جنہیں سیاسی امور و امور مملکت میں رعایا کی داد رسی میں سامنے رکھا جاتا تھا۔

(۵) مشاہیر کے واقعات، جیسے بادشاہوں کے حالات و کارنامے۔

(۶) شرفاء کی سوانح و سیر جیسے

(الف) علماء (ب) کاتب (ج) فصحاء (د) شعراء

(ه) نحی (و) بردبار (ز) پاک دامن (ح) و فاشعار (۱۵۵)

خلیفہ راضی باللہ کے کتب خانے میں کتابیں موضوع کے اعتبار سے مرتب رکھی جاتی تھیں (۱۵۶) اس امر سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء کے کتب خانے Classified Order میں رکھے جاتے تھے۔ جامعہ مستنصریہ کے دارالکتب میں بھی کتابیں موضوعی ترتیب سے رکھی گئی تھیں (۱۵۷)۔ ذاتی کتب خانے بھی فن وار مرتب رکھے جاتے تھے جیسا کہ تاج الدین کندی المتوفی ۷۱۳ھ کے کتب خانہ سے عیاں ہے (۱۵۸)۔



## (ج) مقاصدِ تنظیم و تنسيقِ علوم

### (OBJECTS OF CLASSIFICATION)

کتاب شناسی کے ارکان میں تقسیمِ علوم سے واقفیت ضروری ہے۔ چنانچہ منطق اور اخلاق و فلسفہ کی کتابوں میں اس غرض سے رؤس ثمانیہ یا رؤس سبعة کا ذکر کیا جاتا ہے کندی فارابی ابن سینا، ابن الحیثم، ابن مسکویہ اور رازی نے اس موضوع پر جداگانہ رسالے لکھے ہیں۔ ابو معشر جعفر بلخی المتوفی ۲۷۲ھ نے ”المدخل فی احکام النجوم“ (۱۵۹) میں ابن طبرہ المتوفی ۲۴۰ھ نے ”فردوس الحکمہ“ میں (۱۶۰) علی بن عباس مجوسی المتوفی ۴۰۰ھ نے ”کامل الصنائع فی الطب“ میں (۱۶۱) اور سعد الدین تفتازانی نے ”تہذیب المنطق“ (۱۶۲) میں اس کا ذکر کیا ہے لیکر مقررزی نے کتاب المواعظ والاعتبار اور پھر عبدالعزیز بغدادی نے ”نقہ الملوک و مفتاح الرما المرصد علی خزائنہ“ کتاب الخراج میں زیادہ وضاحت کی ہے اور کہا ہے آغاز کتاب میں قداماء کاروؤ ثمانیہ کے ذکر سے مقصد۔

(۱) غرضِ تالیف (۲) عنوان کتاب (۳) منفعت، یعنی جن امور سے اس میں بحث کی گئی اسکا فائدہ (۴) ربطِ عقلی یا نقلی سے اسکا تعلق (۵) واضح مولف کتاب کا نام اور جن علوم کو ترتیب ہے ان کے مرتبہ و حیثیت کی وضاحت اور جس موضوع پر یہ کتاب لکھی گئی ہے اسکا رتبہ (۶) علم سے کتاب کا تعلق ہے (۷) تعدادِ ابواب (۸) علوم کا وہ طریقہ جو اس کتاب میں اختیار کیا گیا۔ عقلی نقلی، مشاہداتی یا کوئی اور (۱۶۳)۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں مصنف کا آغاز کتاب میں باتوں کی وضاحت سے مقصد، موضوع، ابواب اور اسلوب کے متعلق مستند ترین معلومات قائم کرنا تاکہ ترتیب و تنظیم کرنے والے Classifiers اور فہرست (Bibliographers) پیشہ ورانہ عمل کو آسانی سے جاری رکھ سکیں۔

اس باب میں عہدِ عباسی میں ترتیب و تنسيقِ علوم کے سلسلہ میں جو انفرادی و گوناگون کوششیں کی گئی تھیں ان کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا۔ علوم و فنون کی درجہ بندی کی انواع علمی درجہ بندی، کتابیاتی درجہ بندی، افادی، مصنوعی درجہ بندی کا تذکرہ کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں مسلمانوں نے روز افزوں علمی ذخائر کو قائم رکھنے اور انکی درجہ بدرجہ ترتیب و ربط کو قائم رکھنے میں کن پہلوؤں سے غور کیا اور طلبہ

تقین کو کتابوں کے استعمال میں افادہ و استفادہ کی راہ ہموار کرنے کیلئے جن ترقی پذیر مساعی کا سلسلہ شروع کیا۔ اس نے درجہ بندی اور تقسیم علوم کی ایسی ٹھوس بنیادیں فراہم کیں جن سے آئندہ ترقی کے راستے کھلے اور علوم و فنون میں تنوع اور مزید توسیع کا سلسلہ آسان سے آسان تر ہوتا چلا گیا۔ علمی تقسیموں کے نظر سے اوجھل رہنے کی وجہ سے مشرقی علوم کی درجہ بندی ٹھنڈی ٹھنڈی ہو کر رہ گئی اور اس میں اب تک وہ تنوع و توسیع کا سلسلہ شروع نہیں کیا جا سکا جس کا وہ جائز حقدار تھا۔ اگر مذکورہ بالا علمی تقسیموں کو پیش نظر رکھ کر آئندہ کے مسائل کا حل ڈھونڈا گیا تو مشرقی علوم میں عصر حاضر کی گونا گوں مشکلات پر باسانی قابو پایا جاسکتا ہے۔

کتاب کی ترتیب و تنظیم اور تعین موضوع کے بعد کتاب کے علمی مواد کی ذمہ دار شخصیت اور ادارہ کی تعین کا مسئلہ آتا ہے۔ قاری کی طلب و جستجو کے نقطہ نظر سے اس کے نام کا اندراج فہرست میں نام کے ایسے مشہور حصے میں ہونا چاہیے جس سے اس کو طلب کرنے والا آسانی پاسکے۔ اس لئے نام کا اندراج اسکے مشہور ترین حصے میں کیا جاتا ہے۔ اصطلاح میں فہرست سازی کہا جاتا ہے۔ باب ہشتم میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

## فہرست ماخذ

- (۱) ابن عبد البر، القصد والامم فی التعریف باصول انساب العرب والعجم (القاهرة، مطبعہ السعادیہ) ۱۳۵۰ھ ص ۱۸ و ۱۹
- (۲) Ogden, C, K, and Richards, I.A., The Meaning of Meaning. London, Routledge • Kegan Paul, 1952), p.24.
- (۳) الراغب، الذریعہ الی مکارم الشریعہ (نجف، مطبعہ المجدریہ، ۱۳۸۷ھ) ص ۱۷ و ۱۸
- (۴) الراغب، ص ۳۲۳-۳۲۴
- (۵) الجاحظ رسالتہ فی الجدل المہزل ص ۲۳۷ و ۲۳۸
- (۶) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، لاہور، سہیل اکیڈمی، ۱۳۹۳ھ) ص ۱۷ و ۱۸
- (۷) القرطبی، ج ۱۳، ص ۷۶ و ج ۱، ص ۶۸
- (۸) ایضاً
- (۹) صاعد الاندلسی، ص ۱۴
- (۱۰) ایضاً، ص ۲۰-۲۱
- (۱۱) ایضاً، ص ۲۶-۳۷
- (۱۲) ایضاً، ص ۳۶، ۳۹، ۵۱
- (۱۳) ایضاً، ص ۱۱۴
- (۱۴) ایضاً، ص ۵۹-۶۰
- (۱۵) کبری زادہ، ج ۱ ص ۱۸ (مقدمہ المحققان)۔ محمد شفیع، انتظام کتاب خانہ (کراچی) محمد شفیع  
ت (ن) ص ۲۴
- Sarton, George. Introduction to the history of Science. Ballimaure 1927, Vol p 128.
- (۱۷) جابر بن حیان، کتاب الحدود، ۹۷۷، المختارات من رسائل جابر بن حیان تحقیق بول کراچی  
القاهرة ۱۳۵۲ھ ص ۹۷

جلال موسى، منہج البحث العلمی عند العرب فی مجال العلوم الطبیعیہ والکونیہ، (بیروت، دار  
الکتاب اللبنانی، ب ت) ۱۶-۶۲

احمد فواد الاخوانی، الکندی فیلسوف العرب، القاہرہ موسسہ المصریہ العامہ للطباعۃ والنشر،  
ب ت ۱۰۵

ابن ابی ایصبہ (مصر، المطبعہ الوصیہ، ۱۸۸۲ع) ط: ۲، ج ۱ ص ۲۰۹ محمد بن یوسف العامری،  
کتاب الاعلام بمناقب الإسلام، تحقیق احمد الحمید غراب (القاہرہ دارالکتاب العربی  
الطباعۃ والنشر، ۱۳۸۷ھ) ص ۸۳ (حاشیہ المحقق)

ابو نصر محمد الفارابی، احصاء العلوم، تحقیق عثمان امین (مصر، مطبعۃ الاعتماد، ۱۹۳۸ع)  
محمد بن احمد بن یوسف الخوارزمی، مفاتیح العلوم (مصر، مطبعہ الشرق، ۱۳۳۲ھ) ص ۴  
الفارابی، ص ۳۵-۵۲

ایضاً ص ۷۰-۷۲

ایضاً ص ۷۵

ایضاً ص ۷۷

ایضاً ص ۷۹

ایضاً ص ۸۳

ایضاً ص ۸۶

ایضاً ص ۸۸

ایضاً

ایضاً ص ۹۱

ایضاً ص ۹۹

ایضاً ص ۱۰۲-۱۰۶

ایضاً ص ۱۰۷

ایضاً ص ۱۰۷-۱۰۸

طاش کبری زادہ، ج ۱، ص ۵۳-۵۴ (مقدمتہ المحققان)

احمد فواد الاخوانی، الکندی فیلسوف العرب، ص ۱۰۵

الاخوانی، ۱۰۵ الفارابی، ص ۳۵

دی بوزارت تاریخ فلسفہ الاسلام، ترجمہ عابد حسین دہلی، مطبع جامعہ ملیہ، ۱۹۲۷ع، ص ۲۳

ibbetts, G. R., "The Classification of Arabic Books"  
Library Quarterly (July, 1953), P. 175

طاش کبری زادہ 'ج' ۱ ص ۵۶ مقدمات المحقق

الخوارزمی 'ص' ۶ (۴۲)

ایضاً 'ص' ۱۷ (۴۳)

ایضاً 'ص' ۲۸ (۴۴)

ایضاً 'ص' ۳۶ (۴۵)

ایضاً 'ص' ۵۱ (۴۶)

ایضاً 'ص' ۶۲ (۴۷)

ایضاً 'ص' ۹۲ (۴۸)

ایضاً 'ص' ۱۰۷ (۴۹)

ایضاً 'ص' ۱۱۷ (۵۰)

ایضاً 'ص' ۱۲۳ (۵۱)

ایضاً 'ص' ۱۳۶ (۵۲)

ایضاً 'ص' ۱۳۶ (۵۳)

ایضاً 'ص' ۱۶۴ (۵۴)

الاهوانی 'ص' ۱۰۱ (۵۵)

محمد لطفی جمعہ 'ص' ۶۵۵ (۵۶)

اخوان الصفا' رسائل اخوان الصفا و خلاص الوفاء' تحقیق خیر الدین الزرکلی (۵۷)

دار البیاعۃ والنشر (۱۹۵۲ء) ج ۱ ص ۲۱

ایضاً 'ص' ۲۶ (۵۸)

ایضاً 'ص' ۳۵ (۵۹)

ایضاً 'ص' ۳۸ (۶۰)

دی بوڑ 'ص' ۶۵ (۶۱)

علوم ریاضیہ سے وہ علوم مراد ہیں جو طلب معاش و اصلاح معاش کیلئے درکار ہو۔ (۶۲)

رسائل اخوان الصفا' ج ۱ ص ۳۲۲ (۶۳)

علوم شرعیہ سے وہ علوم مراد ہیں جو اصلاح نفوس اور طلب آخرت کیلئے ضروری ہیں۔ (۶۴)

رسائل اخوان الصفا ج ۱ ص ۳۲۲

ایضاً ج ۱ ص ۳۲۳

ایضاً ج ۱ ص ۳۲۲

ایضاً ج ۱ ص ۳۲۲

ایضاً ج ۱ ص ۳۲۳

ایضاً ج ۱ ص ۲۶۷

ایضاً ج ۱ ص ۲۶۸

یہ (۱) حیولی (۲) صورت (۳) زمان (۴) مکان (۵) حرکت کی معرفت سے عبارت ہے۔

یہ جو اہر افلاک و کواکب کی کیت 'کیفیت' ترکیب اور علتِ دوران سے عبارت ہے۔

یہ عناصر رابع باد و آتش اور آب و خاک کی معرفت ماصیت سے عبارت ہے۔

تأثیراتِ کواکب سے تغیرات کی کیفیت کا علم (رسائل اخوان الصفا ج ۱ ص ۲۷۰)

رسائل اخوان الصفا ج ۱ ص ۲۷۰-۲۷۱

ایضاً ج ۱ ص ۲۷۱

ایضاً ج ۱ ص ۲۷۳

ایضاً ایضاً

یہ جو اہر بعید عقلم کی معرفت سے عبارت ہے جیسے ملائکہ اللہ

یہ نفوس و ازواج کی معرفت سے عبارت ہے جو اقسامِ فلکیہ و طبعیہ فلکِ محیط سے مرکز

ارض تک جاری و ساری ہے۔

رسائل اخوان الصفا ج ۱ ص ۲۷۴

لطفی جمعہ ص ۵۵

ابن سینا، ابو علی حسین بن عبداللہ بلخی، التجاء فی الحکمت المنطقیہ والطبیعیہ والالہیہ ط: ۲

(مصر، مطبعة السعادة، ۱۹۳۸ء)

کولو نلینو، علم الفلک، تاریخ عند العرب فی القرون الوسطی (روم، ب' ن' ۱۹۱۱ء)

ص ۶۷-۲۹

ایضاً ص ۲۹--- طاش کبری زادہ ج ۱ ص ۵۷ (مقدمتہ المحققان)

روزنتھال، علم التاریخ عند المسلمین، ترجمہ صالح احمد العلی (بغداد، مکتبہ المثنی، ۱۹۶۳ء)

ص ۴۷-۴۸

- (۸۸) ایضاً، ص ۴۸۔۔۔ طاش کبریٰ زاوہ، ج ۱، ص ۵۷-۵۸ (مقدمۃ المصنف)
- (۸۹) ایضاً، ص ۵۸
- (۸۹ الف) ابن سینا، النجاة فی الحکمة المنطقیة والطبیعیة والالہیة، ط:۔ مصر، مکتبۃ البانی الحلبي ۱۳۵۷ھ، ص ۳
- (۸۹ ب) ایضاً، ص ۵
- (۸۹ ج) ایضاً، ص ۶
- (۸۹ د) ایضاً
- (۸۹ هـ) ایضاً، ص ۹
- (۸۹ و) ایضاً، ص ۱۰
- (۸۹ ز) ایضاً، ص ۱۲
- (۸۹ ح) ایضاً، ص ۱۳
- (۸۹ ط) ایضاً
- (۸۹ ی) ایضاً، ص ۱۴
- (۸۹ ک) ایضاً، ص ۳۱
- (۸۹ ل) ایضاً، ص ۳۲
- (۸۹ م) ایضاً، ص ۵۸



- (۹۰) ابن سینا، ص ۷۵
- (۹۱) ایضاً، ص ۷۹-۸۰
- (۹۲) ابن حزم، مراتب العلوم، ص ۸۰
- (۹۳) ایضاً
- (۹۴) ایضاً، ص ۷۸
- (۹۵) ایضاً، ص ۸۰
- (۹۶) ایضاً، ص ۷۸
- (۹۷) ایضاً، ص ۷۹
- (۹۸) ابن حزم، التوقيف علی شارع النجا باختصار الطريق، ص ۴۳
- (۹۹) ایضاً، ص ۴۵-۴۶
- (۱۰۰) ابن حزم، مراتب العلوم، ص ۷۸
- (۱۰۱) ایضاً، ص ۷۹
- (۱۰۲) ایضاً
- (۱۰۳) یہ علم منطوق کا نتیجہ اور اصلاح اخلاق سے عبارت ہے
- (۱۰۴) ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲ ص ۷۳-۳۸
- (۱۰۵) السیوطی، بغیۃ الوعاة، ج ۲ ص ۷۹
- (۱۰۶) الراغب، الذریعۃ، ص ۱۱۹-۱۲۱
- (۱۰۷) ایضاً
- (۱۰۸) اس میں شریعت، عبادات، معاملات، مطاعم، مناکح، زواجر سب داخل ہیں
- (۱۰۹) الراغب، مقدمۃ التفسیر (کراچی، نور محمد اصح المطابع، ب، ت) ص ۷۹
- (۱۱۰) مرتضیٰ الزبیدی، اتحاف السادۃ المتقین، ج ۱ ص ۷۵
- (۱۱۱) ایضاً، ج ۱، ص ۳۴
- (۱۱۲) ایضاً، ج ۱ ص ۱۳۲-۱۳۳
- (۱۱۳) علوم شرعی ان علوم سے عبارت ہے جن کی طرف شریعت نے رہنمائی کی ہے، عقل، تجربہ اور سماع رہنمائی سے قاصر ہیں جیسے عقل حساب میں، تجربہ طب میں اور سماع لغت

- میں رہنمائی کرتا ہے علوم دنیوی سے وہ علوم مراد ہیں جن میں عقل، تجربہ اور رہنمائی کرتا ہے (الزبیدی، ج ۱، ص ۱۳۴)
- (۱۱۳) غزالی نے علوم مکاشفہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے (الزبیدی، احیاء علوم الدین، ص ۱۶۳-۱۶۸)
- (۱۱۵) الزبیدی، اتحاف السادہ، ج ۱، ص ۱۵۱
- (۱۱۶) روزنتقال، ص ۵۶
- (۱۱۷) ۱۰۹۔ الغزالی، الرسالة اللدنیة، ۱۰۹ یہ رسالہ موصوف کے دیگر رسائل العصور الجوالی من رسائل الامام الغزالی کے ساتھ مصر سے مکتبہ الجندی سے شائع کیا گیا ہے
- (۱۱۸) ۱۱۰۔ ایضاً ۱۱۰
- (۱۱۹) ۱۱۱۔ ایضاً ۱۱۱
- (۱۲۰) ۱۱۲۔ ایضاً ۱۱۲
- (۱۲۱) ابن ابی الربیع، ص ۲۶-۲۷
- (۱۲۲) ایضاً ص ۶۵-۶۶
- (۱۲۳) ایضاً ص ۷۰
- (۱۲۴) ایضاً ص ۶۲
- (۱۲۵) ایضاً ص ۶۳
- (۱۲۶) ایضاً ص ۶۵
- (۱۲۷) ایضاً ص ۶۶
- (۱۲۸) ایضاً
- (۱۲۹) ایضاً ص ۶۷
- (۱۳۰) ایضاً
- (۱۳۱) ایضاً ص ۶۹
- (۱۳۲) ایضاً ص ۷۰
- (۱۳۳) الرازی، جامع العلوم وحدائق الانوار الملقب بہ ستینی، ص ۲
- (۱۳۴) الرازی، ج ۱۶، ص ۲۰۵-۲۰۶
- (۱۳۵) ایضاً ص ۲۰۶
- (۱۳۶) ایضاً

(۱۳۷) ابن النديم ص ۳-۵

(۱۳۸) The Filibuster of al-Nedim Tr, by Baya Dadge (New York, Colum lid) Univercity Press, 1978, P.6-843(۱۳۹) Nicholson, Revnold A literary history of the Arabs, (Cambridge University Press, 1941) p. 363(۱۴۰) Ignaz Goldziher, The Attitude of Orthodox Islam toward the "Ancient Sciences" p. 185-209 Studies on Islam  
Translated by Merlin L. Swarty Oxford, Oxford University Press, 1981  
Savers, An Introduction to Library Classification, p. 155-157(۱۴۱) عبدالکریم الامین "البلیو غرافیا مشا کلها واقتراحاتہا فی حلولہا" الحلقۃ الدرایتہ للخدمات الملتیئہ و الوراقۃ البلیو غرافیا والتوثیق والمخطوطات العربیہ والوثائق القومیہ (دمشق، مطبوعۃ جامعہ دمشق، ۱۳۹۲ھ) ص ۵۲۳

(۱۴۲) ایضاً ص ۵۲۵

(۱۴۳) ایضاً

(۱۴۴) اردو دائرہ معارف اسلامیہ "کتاب خانہ" الفہرست ابن النديم ص ۱۷-۱۸

(۱۴۵) ابن فارس، ج ۳، ص ۳۱۳-۳۱۴ (مادہ صنف)

(۱۴۶) اسماعیل بن حماد جوہری، الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیہ، تحقیق احمد عبدالغفور عطار

(مصر، دارالکتاب العربی، ۱۳۷۷ھ) ج ۴، ص ۱۳۸۸ (مادہ صنف) حسن بن محمد الصفانی،

التکملہ والذیل والصلہ لکتاب تاج اللغۃ مطبوعۃ دارالکتب، ۱۹۷۳ء) ج ۴، ص ۵۱۴-

(۱۴۷) ابن منظور، ج ۱۱، ص ۱۰۰

(۱۴۸) Lane, Book 1, Part 4, P. 1735

- (۱۳۹) الیاس الطون، القاموس العصری، انگریزی، عربی، ط: ۱: الیاس مؤذن پریس ۱۹۵۶ع) ص ۱۳۸
- (۱۵۰) الرزبانی، ص ۲۳۱۔ الخلیب، ج ۳، ص ۲۲۷
- (۱۵۱) ایضاً۔۔۔ یاقوت، ج ۷، ص ۱۳۶۔۔۔ القفطی، ج ۳، ص ۲۳۵
- (۱۵۲) یاقوت، ج ۷، ص ۱۳۶
- (۱۵۳) ابن فرحون، ص ۱۵۰ و ۱۵۱
- (۱۵۴) القفطی، ج ۲، ص ۳۰۶
- (۱۵۵) Rosenthal, A History of Muslim Historiography, Franz 2nd, rev. edn., (Leiden: E. J. Brill, 1968,) p.545.
- (۱۵۶) الصولی، ص ۳۹-۴۰
- (۱۵۷) ابن القفطی، ص ۵۱
- (۱۵۸) ابو شامہ، ص ۹۹
- (۱۵۹) دانش پترہ ”گنجور ویرنامہ او“ حضر و مردم (دعا ماہ، ۱۳۵۳ ش) سال دوازدہم شمارہ، ص ۱۳۵
- (۱۶۰) ابن جریر الطبری، ص ۷
- (۱۶۱) علی بن عباس الجوسی، کامل الصناعۃ البیعیہ (القاهرۃ، المطبعۃ الکبریٰ العامرہ، ۱۳۹۴ھ) ج ۱، ص ۹-۱۲
- (۱۶۲) التغازانی، مجموعہ تحفہ شاہجہانی، شرح تہذیب (کانپور، مطبع نظامی، ۱۳۱۲ھ)
- (۱۶۳) المقریزی، ج ۱، ص ۳ و ۴، محمد عبدالعزیز بن محمد الرجبی الحنفی البغدادی
- فقہ الملوک و مفتاح الرتاج المرصد علی خزائنہ کتاب الخراج تحقیق احمد عبید اللہ لکھنوی، مطبعۃ الارشاد، ۱۹۷۳ء، ص ۱۱-۱۲ (مقدمہ)

## باب ہشتم

### (۱) کیٹلاگ سازی

(۱) اسماء کنیت، القاب وغیرہ قرآن کی روشنی میں

(۲) عربوں کے ناموں کی وجہ تسمیہ

(ب) فہرست سازی کی اساس، علم، کنیت، لقب، نسبت، تخلص

(۱) اقسام علم

(۲) علم مرکب

(۳) لقب و اقسام لقب

(۴) کنیت

(۵) نسبت

(ج) لقب، کنیت، علم و نسبت کی جمع و ترتیب

(۱) ”ابن“ کے اندراج کا اصول

(۲) مرکب نام کے اندراج کے اصول

(۳) ترتیب اندراج اسماء کے اقسام

(۴) ترتیب حروف ہجا میں علماء مشرق و مغرب کا اختلاف

(۵) الف مدودہ و مقصورہ کی ترتیب میں تقدم و تاخر

(۶) مخفف و مشدود اسماء کی ترتیب

(۷) لفظاً و خطاً اسماء کی ترتیب

(د) عہد عباسی کا کیٹلاگ

(۱) فہرست نگاری میں اندراجات کے رہنما اصول

(۲) کتب مقدسہ کے اندراج کا رہنما اصول

(۳) موضوعی کیٹلاگ

(۴) کتابوں کے ناموں میں اختلاف کے اسباب

(۵) اشاریہ سازی کے اصول



## باب ہشتم

### (۱) کیٹلاگ سازی

کتب خانہ میں کتاب کی درجہ بندی کے بعد اس کو کیٹلاگ کرنے یعنی کتاب کے علمی مواد کی ذمہ دار شخصیت اور ادارہ کا اس طرح سے تعین کرنا کہ کتاب کے جو یا اور محققین کو مطلوبہ کتاب آسانی سے دستیاب ہو سکے، عہد عباسی میں اس کے لئے جو کوششیں کی گئی ہیں اس باب میں اس کے اساسی اصول کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اسماء، کنیت، القاب وغیرہ اور ان کے اقسام ترتیب و اندراج کے اصول، شہرت کی صورت میں نام کے مشہور ترین حصہ کا انتخاب، حروفِ ہجا کی ترتیب فہرست (کیٹلاگ) میں کتاب کے متعلق معلومات کی تفصیل، کتابوں کے نام میں اختلاف کے اسباب وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

### (۱) اسماء، کنیت، القاب وغیرہ قرآن کی روشنی میں

بنی نوع انسان کے تشخص ذات کے لئے اس کا نام رکھا جاتا ہے اور اس سے اس کو پکارا جاتا ہے، وہی نام اس کے تشخص و شہرت کا باعث بنتا ہے۔ کبھی اس کا تشخص و شہرت نام کے بجائے لقب یا خطاب یا کنیت سے ہوتا ہے تو اسے کلمہ کے بجائے لقب یا خطاب یا کنیت وغیرہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن نے انبیاء علیہم السلام اور نامور شخصیتوں کے تذکرے میں انہی اصول کی طرف رہنمائی کی اور ان کو ان کے علم، نوح، (علیہ السلام) ابراہیم (علیہ السلام)، موسیٰ (علیہ السلام)، عیسیٰ (علیہ السلام) محمد، صلی اللہ علیہ وسلم سے اور شہرت کی صورت میں کلمہ کے بجائے ان کے لقب، خطاب، کنیت، نسبت اور وصف غالب سے یاد کیا گیا ہے۔ جیسے "مزل" "مزل" "مزل" "مزل" "صاحب الحوت" "سامری" "فرعون" "ابولہب" (جس کی کنیت ابو عتبہ اور نام عبدالعزیٰ تھا) یا "ذوالقرنین"۔ خواتین کو کلمہ سے جیسے مریم، شادی شدہ خواتین کو ان کے شوہر کے نام سے جیسے امراة فرعون بیگم فرعون، امراة العزیز، بیگم عزیز، امراة لوط (بیگم لوط) سے یاد کیا ہے۔

کتابوں کی شہرت بھی مصنفین کے ناموں سے ہوتی اور مواد کتاب کی تمام تر ذمہ داری مصنف، مولف اور ادارہ پر عائد ہوتی ہے اس لئے فہرست سازی میں اندراج بھی کلمہ، لقب، خطاب و کنیت میں سے کسی ایک میں شہرت ہی کی بنیاد پر کیا جاتا تھا، کلمہ و خطاب ہر دو میں شہرت ہو تو



دونوں باتوں کا اختیار تھا۔ افادیت کے پیش نظر علم و لقب میں سے جسے مناسب سمجھا جاتا اختیار کیا جاتا تھا چنانچہ قرآن نے کہیں علم سے جیسے پونس سے اور کبھی ان کے لقب ذوالنون سے پکارا یہی وہ رہنما اصول ہیں جنہیں مسلمان فہرست نگاروں، کیٹلاگر اور فہرست سازوں (ببلیو گرافر) نے اندراج لفظ (Word Entry) کے طور پر اختیار کیا تھا۔ گو عہد عباسی کا کوئی مکمل کیٹلاگ کتابی صورت میں ہمارے پاس موجود نہیں تاہم اس دور کی ایک دوسری یادگار کتابیات کی صورت میں ابن الندیم کی الفہرست موجود ہے اس میں انہی اصول پر عمل کیا گیا ہے جن کی پابندی کیٹلاگ میں کی جاتی ہے۔

اس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں کیٹلاگنگ میں اندراج لفظ کے لئے انہی اصول پر عمل کیا جاتا تھا اور ان اصول کی افادیت و اہمیت اس ترقی یافتہ دور میں بھی مسلم ہے۔ چنانچہ کیٹلاگنگ اور ببلیو گرافی میں آج بھی ان اصول پر زور دیا جاتا ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان فہرست نگاروں اور فہرست سازوں کے وضع کردہ اصول، فن کتابداری سے کیسی گہری مناسبت و قربت رکھتے ہیں کہ ہزار سال سے اوپر گزر چکے فن فہرست سازی کی اساس انہی اصول پر قائم و دائم ہے یہ ان کی اہمیت و افادیت اور ارتقا کی شاہد عدل ہے۔

عہد عباسی میں اسماء و اعلام ائمہ لغت کا خاص موضوع رہا ہے چنانچہ دو سری صدی ہجری سے اس موضوع پر مستقل تالیفات کا سلسلہ شروع ہوا۔ (۱) لیکن ان میں ابن درید صاحب الجمہرہ کی کتاب الاشتقاق کو زیادہ شہرت حاصل ہے اس میں دور جاہلیت کے قبیلوں سرداروں، شاعروں، شہسواروں وغیرہ کے ناموں کی شرح اور وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے۔ کتاب آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اسلاف کے ناموں کی تشریح سے کیا گیا ہے۔ (۲) اسماء و اعلام اور کنیت و القاب وغیرہ سے مسلمانوں کے اعتناء کی روشن دلیل ہے (۳)۔

## (۲) عربوں کے ناموں کی وجہ تسمیہ

نیز یہ وجہ بھی ہے کہ بعض وہ لوگ جو عربوں پر زبانِ طعن دراز کرتے تھے، کہتے تھے کہ ب نام بے تکے اور بے بنیاد رکھتے ہیں حالانکہ یہ ایک بے اصل بات ہے، چنانچہ عتبی سے ان کے ناموں کی وجہ تسمیہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا۔

”عرب اپنے جگر گوشوں کے نام دشمنوں کو زیر کرنے کی غرض سے اچھے نہیں رکھتے تھے، سوں کے نام اپنی خدمت کی بناء پر بہتر سے بہتر رکھتے تھے۔“ مشہور لغوی ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ ان ہے کہ ”اسی بنیاد پر عرب اپنے فرزندوں کے نام مختلف طریقوں سے رکھتے تھے۔

کبھی دشمنوں کے خلاف نیک شگون کے طور پر جیسے غالب، زبردست، غلاب، بہت زیادہ غالب رہنے والا، ظالم، عارم، کھال کھینچنے والا، تکلیف پہنچانے والا، منازل مقاتل، معارک، ان تینوں کے معنی میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنے والا ہیں۔

کبھی ”مسیر“ شب کو نہ سونے والا، چونکا رہنے والا، مورق، مالِ غنیمت پانے والا، متغیب، خبردار کرنے والا، مُصبح، شب کی تاریکی میں بیدار رہنے والا اور صبح دم دشمن پر ٹوٹ پڑنے والا، طارق، رات میں شب خون مارنے والا۔

کبھی قاتل دشمن کو مارنے والا، کامیاب، ”واکل“ اپنی جگہ بنانے والا، بیچ نکلنے والا، ”ناج“ کامیاب، ”مدرک“ دشمن کو پانے اور سمجھنے والا، ”دراک“ خوب سمجھنے اور آواز پر جانے والا، سالم سلیم، جنگ میں صحیح و سالم رہنے والا، مالک، قابض، عامر، آباد، سعد، سعید، مسعدہ، نیک و کامیاب اسعد زیادہ نیک بخت وغیرہ رکھتے، اردو فارسی میں کامران، شیرجنگ، جنگلی، دلاور اور شیراقلن وغیرہ اسی قسم کے نام ہیں۔

کبھی دشمنوں کو ڈرانے اور مرعوب کرنے کے لئے درندوں کے نام پر نام رکھتے تھے چنانچہ اسد (شیر) لیٹ، فراس، شیربہر، ذب، بھیریا، سیسہ، بھیریا، ضرغام، شیربہر، غملس، برق رفتار وغیرہ۔

کبھی مختلف قسم کے کانٹے دار درختوں کے نام پر نام رکھتے تھے چنانچہ طلحہ، سرہ، سلمہ، قنادہ، ہراسہ، یہ سب بڑے کانٹے دار درختوں کے نام ہیں۔

کبھی سخت پتھریلی زمین جس پر چلنا دشوار ہوتا ہے اس کے نام پر نام رکھتے تھے، جیسے حجر، عجیر، نھر، جنڈل، جردل، حران، خرم، وغیرہ یہ سب ایسی سخت پتھریلی زمینوں کے نام ہیں جن پر قدم رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

(۷) کبھی ایسا ہوتا کہ میاں بیوی گھر سے نکلے اور ماں ابھی بچہ کو دودھ ہی پلاتی ہوتی ہے کہ راستہ میں جو جانور انہیں پہلے دکھائی دیتا اس کے نام پر اس کا نام رکھتے جیسے ثعلب (روباہ نر)، ثعلبہ (لومڑی)، ضب (گوہ نر)، ضبعہ (گوہ مادہ)، خزُر (خرگوش)، ضیبہ (بجوا)، کلب (کتا)، کلیب (چھوٹا سا کتا)، حمار (گدھا)، قرد (بندرا)، خنزیر (سور) محس (گدھے اور گھوڑے کا بچہ)۔

(۸) یا کبھی جو پرندہ پہلے ملتا اس کے نام پر نام رکھتے جیسے 'غراب'، 'صرد' (ثور) جو چڑیوں کا شکار کرتا ہے) (۴)۔

اس دینی اور علمی کتابی تہذیب کا یہ اثر تھا کہ اس نے عربوں کی ذہنیت بدلی انہیں اللہ اور رسول کے نام پر پاکیزہ اور بہتر سے بہتر نام رکھنے، ناموں میں مذہبی شعار کے ساتھ تنوع اور جمع کا بھی خوگر بنایا (۵)۔

## (ب) فہرست سازی کی اساس۔ علم، کنیت، لقب، نسبت

### اور تخلص

فہرست نگاری اور فہرست سازی کا دار و مدار (۱) علم (۲) کنیت (۳) لقب اور (۴) نسبت پر ہوتا ہے۔ اس لئے عہد عباسی میں ان سے خاص اعتناء کیا گیا تھا اس کا سرسری سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

### (۱) اقسامِ علم

یہ کبھی مفرد ہوتا ہے جیسے زید، عمر، اسم مفرد کبھی مرتب ہوتا ہے جیسے مدح، کبھی منقول پھر منقول کبھی (۱) مصدر سے ہوتا ہے جیسے مد، فضل کبھی (۲) اسم فاعل سے جیسے صالح کبھی (۳) اسم فعل سے جیسے مسجد، مسعود کبھی (۴) اسم تفضیل سے جیسے احمد کبھی (۵) صفت سے جیسے نجربہ کار، سلول بہت زیادہ بننے والا کبھی (۶) اسم خاص سے جیسے اسد اور کبھی (۷) فعل ماضی سے جیسے ابان، شمر، کبھی (۸) فعل مضارع سے جیسے یزید (۹)۔

### (۲) علم مرکب

- ۱۔ فعل فاعل سے مرکب ہو جیسے تابا شرا وغیرہ۔
- ۲۔ مضاف اور مضاف الیہ سے مرکب ہو جیسے عبداللہ وغیرہ۔
- ۳۔ دو اسموں سے مرکب ہو مگر اسم واحد کے مرتبہ میں ہو جیسے سیویہ وغیرہ۔

### (۳) لقب و اقسامِ لقب

- (۱) وہ اسم جو پیشی کی رفعت شان پر دلالت کرتا ہو جیسے الرشید، المامون، سیف الدول، جمال الدین، عروۃ العالیک، عزالدین، امام الحرمین، حجتہ الاسلام، ملک النجاة۔
- (۲) وہ اسم جو ذات مستی کے جز پر دلالت کرے جیسے ابو العبر، محمد (ابھرے ہوئے ڈھیلے والا ہوتا)۔
- (۳) وہ اسم جو مستی کے کسی خاص واقعہ کی وجہ سے رکھا جاتا ہے جیسے غسیل الملائکہ جسے فرشتوں کا غسل دیا ہو، اردو میں قائد اعظم، شہید ملت وغیرہ یہ تینوں قسمیں لقب کی ہیں۔

## (۴) کنیت

وہ اسم جو کسی مطلق کی تعیین پر دلالت کرے اس کا آغاز لفظ اب یا لفظ ام کے ساتھ ہوتا ہے جیسے ابوالقاسم، ابوبکر، ابوالحسن، ام کلثوم، ام سلمہ وغیرہ۔

## (۵) نسبت

آدمی کی نسبت حسب ذیل اشیاء کی طرف ہوتی ہے۔

(۱) ملک جیسے شامی (۲) شہر جیسے بغدادی (۳) گاؤں جیسے مری (۴) محلہ اور بستی جیسی کرنخی (۵) پیشہ جیسے بزاز (۶) صنعت و حرفت جیسے منجینیقی، کاغذی (۷) مسلک جیسے شافعی (۸) عقیدہ جیسے معتزلی (۹) علم جیسے نحوی، فلسفی (۱۰) قبیلہ جیسے زہری (۱۱) ادارہ جیسے ازہری (۱۲) صفات و عیوب، الامراض (چندھا)، الضریر (ناہینا)، اللویل (قد آور)، القصیر (کوتاہ)، (۱۳) ولا (۸) غلامی یا دوستی کی نسبت سے جیسے مولا، ہم الکوفی۔

## (ج) لقب، کنیت، علم و نسبت کی جمع و ترتیب

جن اسماء میں یہ باتیں جمع ہو جاتی ہیں ان میں ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا تھا پہلے (۱) لقب کو پھر (۲) کنیت کو (۳) علم کو اس کے بعد (۴) نسبت کو ذکر کرتے تھے۔ نسبت میں پہلے (الف) مرزبوم (مقام پیدائش) کی نسبت کو پھر (ب) شہر کی پھر (ج) فقہی پھر (د) اعتقادی اور آخر میں (ہ) علمی نسبت کو ذکر کیا جاتا تھا۔ صنعتی یا خلافتی یا سلطنتی یا وزارتی یا اماراتی یا شیخی یا حج و حرفہ کی نسبت کو سب پر مقدم رکھا جاتا تھا چنانچہ خلیفہ کی نسبت میں کہتے تھے۔

امیر المومنین الناصر لدین اللہ ابو العباس احمد السامری (اگر وہ سرمن رای میں پیدا ہوا ہو) البغدادی (اور الناصر الاموی شاہ اندلس میں فرق و امتیاز کی خاطر کرتے تھے) الشافعی، الاشعری، پھر کہتے القرشی، الهاشمی، العباسی، وزیروں کی نسبت میں لکھتے الوزير رکن الدین، ابو الیسر زبیر اور پھر اسی ترتیب سے بقیہ نسبتیں ذکر کرتے تھے۔ قاضیوں میں القاضی اور امیروں میں الامیر..... اور شیوخ و علماء میں العلم العلامہ..... یا الحافظ یا المسند اور آخر میں الاصولی یا النحووی وغیرہ اور اہل حرفہ میں البرار..... وغیرہ کہتے تھے۔

نسبی نسبتوں میں جیسے حضرت ابو بکر الصدیقؓ کی طرف نسبت میں القرشی، التیمی البکری کہتے کیونکہ قرشی، تیمی اور غیر تیمی اور تیمی کا بکری اور غیر بکری دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے اس لئے بکری کا اضافہ کیا جاتا تھا تاکہ اچھی طرح امتیاز کیا جاسکے۔ حضرت عمرؓ کی طرف نسبت میں القرشی، العدوی، العمری اور حضرت عثمانؓ کی طرف نسبت میں القرشی، الاموی، العثماني اور حضرت علیؓ کی طرف نسبت میں القرشی، الهاشمی، العلوی کہتے ہیں یہی طریقہ اہل علم میں رواج پذیر اور معمول و متداول ہے اس کے خلاف اگر کہیں ملتا ہے تو اس کو سہو قلم سمجھنا چاہئے (۹)۔

بعض اوقات معاصرین کی کنیت نام اور باپ کے نام اور شہرت کی نسبت میں اشتراک پایا جاتا اس وقت امتیاز مشرق و مغرب کے بلاد کی نسبت سے کیا جاتا چنانچہ نہایت نامور محدث و فقیہ ابو الفرح المعانی بن زکریا النہروانی میں نہروان شرق و نہروان غرب سے کیا جاتا تھا۔ حسن بن عبد اللہ العسکری المتوفی ۳۲۸ھ صاحب کتاب "التصحیف" اور حسن بن عبد اللہ العسکری المتوفی ۳۹۵ھ صاحب کتاب "الاوائل" میں امتیاز کنیت سے کیا جاتا تھا کیونکہ باپ کے نام، نسبت اور عمر سب میں اتفاق و اشتراک ہے لیکن کنیت میں ممتاز ہیں۔ چنانچہ اول الذکر کی کنیت ابو احمد اور ثانی الذکر کی ابو ہلال ہے۔ پہلے کا دادا سعید بن اسماعیل اور دوسرے کا سہل بن سعید ہے اس لئے اہل علم کو اشتباہ

ہو جاتا ہے (۱۰)۔  
 لقب، کنیت، علم اور نسبتوں کی وضاحت و بیان ترتیب کے بعد مندرجہ بالا اصول و معیار کے پیش نظر کتابیاتی نقطہ نظر سے اندراج میں لفظ کی اساس کا اہتمام کرنا چاہئے۔  
 اگر اس ترتیب سے اعراض یا اغماض کیا گیا تو متقدمین و متاخرین کا وہ علمی سرمایہ جو ثقافت و تہذیب کی نشوونما اور ترقی میں مدد و معاون رہا ہے اس کے اندراج میں یکسانیت پیدا نہیں ہو سکے گی۔

### (۱) ”ابن“ کے اندراج کا اصول

فہرست (کیٹلاگ) اور کتابیاتی اندراج میں اس ترتیب کے ساتھ اس امر کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے کہ عربی میں باپ دادا کے نام کے مابین جو لفظ ابن لکھا جاتا ہے اس کا بھی قاعدہ مقرر ہے۔ دو علموں کے مابین جب ابن کا لفظ آتا ہے تو لفظ ابن کا الف نہیں لکھا جاتا چنانچہ احمد بن محمد لکھتے ہیں اور اگر دو علموں کے بیچ میں ابن کا لفظ مذکور نہ ہو بلکہ علم اور کنی کے مابین یا کنیت و علم کے درمیان واقع ہو تو ابن کا الف لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ محمد ابن ابی بکر اور محمد ابن جمال الدین اور محمد ابن الامیر وغیرہ میں لکھا جاتا ہے (۱۱)۔

### (۲) مرکب نام کے اندراج کا اصول

اعلام مرکب میں مضاف و مضاف الیہ کو ایک سطر میں لکھنا چاہئے۔ مثلاً عبد اللہ میں عبد کو پہلی سطر کے آخری سرے پر اور اللہ کو دوسری سطر کے پہلے سرے پر نہیں لکھنا چاہئے، مشرق کے علماء کا یہی دستور ہے البتہ اہل مغرب مضاف اور مضاف الیہ میں تفریق کو رواد رکھتے ہیں (۱۲)۔  
 اس قاعدہ کو اگر کلیہ قرار دیا جائے تو ہمیں علماء مشرق کی پیروی کرنی ہوگی جس میں بہت معقولیت و جاذبیت اور احترام ہے اس کی پابندی کرنا چاہئے۔

### (۳) ترتیب اندراج اسماء کے اقسام

محدثین، مورخین و تذکرہ نگاروں نے سیر و سوانح کی کتابوں

(Biographical Dictionaries) میں ناموں کی ترتیب میں حسب ذیل

اقسام ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے۔

(۱) ترتیب ہجائی (الف، با، تا) (حروف ہجائی)

(۲) ترتیب زمانی، سن وار ترتیب، اس اصول کی پابندی امام بخاری نے ”التاریخ الاوسط“



میں کی ہے (۱۳)۔

- (۳) ترتیب کثرتِ عددی، جن کی تعداد زیادہ رہی ان کو مقدم رکھا گیا۔
- (۴) ترتیب شرفِ درجہ، جن کا مرتبہ بلند ہے ان کو مقدم رکھا گیا۔
- (۵) ترتیب شرفِ نسبی، نسبت کے اعتبار سے تقدیم۔
- (۶) ترتیب شرفِ فعلی (۱۳) کارناموں کے اعتبار سے تقدیم۔
- (۷) ترتیب باعتبارِ مخارجِ حروف، چنانچہ خلیل بن احمد نے ”کتاب العین“ کو ’الازہری نے ”تہذیب اللغۃ“ کو اور ابن سیدہ نے ”کتاب المحکم“ کو اسی ترتیب پر مرتب کیا ہے اس میں حروفِ حلقی کو مقدم رکھا ہے (۱۵)۔

الف بائی ترتیب میں بیشتر محدثین، مورخین، سیرت نگاروں نے برکت حاصل کرنے اور آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے سرچشمہ علوم ہونے کی وجہ سے الف بائی ترتیب میں بھی کتاب کا آغاز آپ ﷺ کے مبارک نام محمد اور احمد سے کیا چنانچہ امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ نے التاريخ الکبیر میں (۱۶) اور خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۲ھ نے تاریخ بغداد (۱۷) میں نام محمد ﷺ سے ابتدا کی اور ابن عساکر نے تاریخ الشام میں کتاب کا آغاز احمد سے کیا (۱۸) اس نوع کے چند جزئی تصرفات اور مستثنیات کے علاوہ جس کی تصریح مصنفین نے مقدمہ کتاب میں کی ہے الف بائی ترتیب کی پابندی کی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تیسری صدی ہجری کے نصف اول سے علماء نے ناظرین و محققین کی سہولت اور مقصود تک رسائی کی خاطر الف بائی ترتیب کو اختیار کیا (۱۹)۔

امام بخاری نے ناموں میں ترتیب مذکور کا اتنا خیال رکھا ہے کہ باپ کے نام میں اگر کسی وجہ سے مستثنیٰ کی نسبت ذکر کی ہے تو اس میں بھی الف بائی ترتیب کو نظر انداز نہیں کیا چنانچہ عیسیٰ الزرقی کو عیسیٰ میں ان اسماء کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کے باپ کا نام حرف زاء سے شروع ہوتا ہے اور اسلام الخیاط کو ان اسماء میں ذکر کیا جن میں باپ کا نام حرف خا سے شروع ہوتا ہے تاہم یہ التزام کلی نہیں ہے۔ کوئی شخص اگر نام اور نسب دونوں سے مشہور ہے تو ایسی صورت میں امام موصوف نے اس کا دونوں جگہ تذکرہ کیا ہے چنانچہ شیخ محمد بن اسحاق الکرمانی جو محمد بن ابی یعقوب سے بھی مشہور تھا اس کا ذکر جلد اول نمبر ۶۶ میں ”محمد بن اسحاق بن ابی یعقوب الکرمانی سنہ ۲۴۴ھ“ اور نمبر ۸۵۸ میں محمد بن ابی یعقوب ابو عبد اللہ الکرمانی سے کیا ہے اسی طرح ”عبد اللہ بن ابی صالح ذکوان“ ”عباد“ کے نام سے بھی مشہور تھے ان کا تذکرہ باب عبد اللہ اور باب عباد دونوں میں کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے شہرت کا خیال رکھا ہے اور ناظرین کی سہولت کی غرض سے نام کا اعادہ کیا ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص دو وصفوں سے مشہور ہے اور اس امر کا احتمال ہے کہ وہ ایک شخصیت ہوں یا دو ایسی صورت میں اگر ترتیب مانع نہیں ہوئی تو دو (۲) تذکرے کئے اور کسی قرینہ سے معلوم ہوا کہ یہ ایک شخصیت ہے تو دوسرے میں حوالہ ”ازراہ الاول“ میں انہیں پہلا شخص سمجھتا ہوں سے کیا ہے اور اگر ایک مقام پر ذکر کرنے سے ترتیب مانع ہوئی تو ترتیب کے مطابق اس کا تذکرہ دونوں جگہ کیا ہے اور اس امر کی طرف اشارہ بھی کیا ہے (۲۰)۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسماء میں (Cross Reference) کا استعمال تیسری صدی ہجری میں عام ہو چکا تھا۔ مذکورہ بالا طریقہ کو ابن ابی حاتم نے ”کتاب الجرح والتعديل“ میں اپنایا ہے (۲۱)۔ تذکرہ نگار ایسے مشاہیر اہل علم کا جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے کنیت کے تحت ذکر کرتے ہیں (۲۲)۔ اور ذی علم عورتوں کا تذکرہ آخر کتاب میں یا آخری جلد میں کرتے ہیں جیسا کہ خطیب کی تاریخ بغداد کی چودھویں جلد اور ابن الاثیر کی اسد الغابہ کی جلد پنجم سے ظاہر ہے۔ راوی نام کے بجائے کنیت سے مشہور ہوتا تو اس کا ذکر کنیت کے تحت کیا جاتا تاکہ خواص کے ساتھ عوام بھی اسے آسانی پہچان سکیں۔ بہترین تصانیف وہی سمجھی جاتی ہیں جن سے استفادہ سہل ہو اور وہ اشکال سے خالی ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب و انتخاب اسماء میں نام کے مشہور تر حصہ کو اصل قرار دینے کی غایت سہولت ہے (۲۳)۔

محدثین نے ترتیب اسماء میں جن اصول کی پابندی کی ہے اس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہی اصول کو فہرست سازی میں بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا کیونکہ فہرست سازی اور کتابیات سازی کے بنیادی اصول میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ناظمین کتب خانہ کو الف بائی ترتیب کے سمجھنے اور فہرست سازوں کو ان اصول پر عمل کرنے میں آسانی اور سہولت پیش نظر تھی اس لئے اس کو زیادہ پسند کیا گیا اور یہی طریقہ سب سے زیادہ مقبول و متداول رہا ہے۔

### (۳) ترتیب حروفِ ہجاء میں علماء مشرق و مغرب کا اختلاف

ترتیب حروفِ ہجاء میں علماء مشرق اور علماء مغرب کا اختلاف ہے۔ علماء مشرق کے نزدیک تراجم علماء میں سب سے بہتر ترتیب حروفِ ہجاء الف، با، تا، ثا، جیم، حا، خا، دال، ذال، را، زا، سین، شین، صاد، ضاد، طا، ظا، عین، غین، قا، قاف، کاف، لام، میم، نون، ہا، واو، لام الف، یا کی ترتیب ہے۔ بعض علماء مشرق اس ترتیب میں واو کو حا سے پہلے ذکر کرتے ہیں جیسا کہ جوہری نے کتاب

صحاح اللغة میں کیا ہے۔ ایشیاء و افریقہ میں ترتیب کا یہی اصول رائج تھا۔

دیارِ مغرب (اندلس، یورپ) کے مسلمان مغربی علماء مذکورہ بالا ترتیبِ ہجا میں حرف زاء تک مشرقی علماء کے ہمنوا ہیں۔ زاء کے بعد ان کے یہاں ترتیب میں طاء، ظاء، کاف، لام، میم، نون، ہاء، صاد، ضاد، عین، غین، فاء، قاف، سین، شین، واو، یاء آتی ہے۔ چنانچہ ابن الابار نے ”التکملة للكتاب الصلہ“ میں اسماء کو اسی ترتیب پر ذکر کیا ہے (۲۴)۔

اہلِ مشرق کی ترتیب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں با، تاء، ثاء کے بعد ہم شکل حروف ج، ح، خ اور پھر جوڑے جوڑے حروف، حرف قاف تک آتے ہیں، پھر وہ حروف آتے ہیں جن میں مشابہت نہیں ہے اس اعتبار سے اہلِ مشرق کی ترتیب حروفِ ہجا اپنی سادگی اور لظم کی وجہ سے زیادہ موزوں اور عالمگیر ہونے کی زیادہ اہلیت رکھتی ہے۔ اب اہلِ اندلس کی کتابیں اس ترتیب پر مرتب کر کے شائع کی جانے لگی ہیں چنانچہ علی محمد بجاوی نے ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب کو تحقیق کے ساتھ شائع کیا تو مشرقی علماء کی ترتیب پر شائع کیا تاکہ اہلِ علم کو تلاشِ اسماء میں سہولت ہو (۲۵)۔

### (۵) الفِ ممدودہ و مقصورہ کی ترتیب میں تقدم و تاخر

الفِ بائی ترتیب میں ہمزہ کو الف سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ ہمزہ ہمیشہ متحرک ہوتا ہے اور الف ساکن ہوتا ہے اور ساکن سے ابتداء ممکن نہیں۔ علماء و شعراء اشعار کو قافیوں پر مرتب کرتے ہیں وہ بھی ہمزہ کو پہلے اور الف کو بعد میں ذکر کرتے ہیں۔ الف مقصورہ کو بھی اسی زمرے میں شمار کیا جاتا ہے (۲۶)۔

الف ممدودہ اور الف مقصورہ میں الف ممدودہ کو پہلے ذکر کیا جاتا تھا اس لئے کہ اسے دو الفوں کا قائم مقام سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ علامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں الف ممدودہ کو پہلے ذکر کرنے کی وجہ یہی نقل کی ہے (۲۷)۔

### (۶) مخفف و مشدّد اسماء کی ترتیب

مخفف حرف کو مشدّد حرف سے پہلے ذکر کیا جاتا تھا اس لئے کہ حرفِ مشدّد دو حرفوں کے قائم مقام ہوتا ہے۔ چنانچہ سمعانی نے اسیدی کی نسبت کو اسیدی کی نسبت سے پہلے ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد عباسی میں ناموں اور نسبتوں کی ترتیب و اشاریہ اور کتابیات سازی میں اس اصول کو پیش نظر رکھا جاتا تھا اور آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی اس اصول پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

## (۷) لفظاً و خطاً اسماء کی ترتیب

(۱) متفق (۲) مفترق (۳) موتلف (۴) مختلف (۵) مشتبه

مذکورہ بالا اصطلاحات کی شرح سے قبل اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ناموں میں اشتباہ کو ختم کرنے اور انہیں صحیح طور پر قید تحریر میں لانے کے لئے اعراب کا اہتمام کیا گیا تاکہ حقیقت حال واضح ہو سکے چنانچہ ابراہیم بن عبد اللہ بخیری فرماتے تھے:

”ناموں کے اعراب کو بتانا اور انہیں ضبط کرنا بہترین خدمت ہے اس لئے کہ اس میں قیاس کا عمل دخل نہیں ہے اور نہ ان کے اول و آخر میں ایسی کوئی بات پائی جاتی ہے جس سے حقیقت حال واضح ہو سکتی ہو“ (۲۸) اس امر میں محدثین کی مساعی جمیلہ کا اندازہ حافظ ابن حجر۔ حسب ذیل بیان سے کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے مذکورہ بالا مصطلحات کی وضاحت میں سپرد قلم ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

”اگر متعدد مصنفین علماء کے باپ دادا کا نام، کنیت نسبت ایک ہی ہوں اور مستی جدا ہوں تو اسے محدثین اور ائمہ لغت کی اصطلاح میں متفق و مفترق کہا جاتا ہے اس علم کا مقصد یہ ہے کہ دو عالموں، مصنفوں کے نام، کنیت اور نسبت میں اشتراک کی بناء پر انہیں ایک نہ سمجھا جائے اور اگر متعدد نام خط میں متفق اور تلفظ میں مختلف ہوں تو اسے موتلف و مختلف کہا جاتا ہے اختلاف تلفظ کا مدار کبھی نقطوں پر ہوتا ہے جیسے یحییٰ اور نجی میں اور کبھی اختلاف شکل میں ہوتا ہے جیسے حفص و جعفر میں ہے ان اسماء میں تصحیف کا سمجھنا نہایت مشکل کام ہے کیونکہ یہ بات نہ قبل میں آسکتی ہے اور نہ سیاق و سباق ہی سے سمجھی جاسکتی ہے۔“

دو (۲) نام خط اور تلفظ میں متفق ہوں مگر ان کے باپ کے نام بلحاظ تلفظ مختلف اور بلحاظ متفق ہوں جیسے محمد بن عقیل اور محمد بن عقیل اول الذکر نیشاپوری اور موخر الذکر فریابی ہیں طبقہ، معاصر اور مشہور ہیں یا اس کے برعکس ہو کہ نام بلحاظ تلفظ مختلف اور باعتبار خط متفق ہوں ان کے باپ کے نام خط اور تلفظ میں متفق ہوں جیسے شرح بن النعمان اور شرح ابن النعمان اس قسم کا اتفاق و اختلاف اسماء اور نسبتوں میں ہوتا ہے اسے مشتبه و قشابه کہا جاتا ہے۔

متفق، موتلف اور قشابه کے اور اقسام بھی ہیں کیونکہ دو ناموں میں جو اتفاق خط

اختلاف لفظی پایا جاتا ہے انکی کئی انواع ہیں

(۱) وہ نوع جو تعداد حروف میں مساوی ہو۔

(۲) جو تعداد حروف میں مساوی نہ ہو۔ وہ اسماء جو تعداد حروف میں مساوی ہوں جیسے

سنان اور محمد بن سیار ہیں۔ سنان اور سیار میں اختلافِ لفظی اور اتفاقِ خطی نون اول و یاء اور نون ثانی اور راء میں ہے اور ایسا ہی محمد بن حنین اور محمد بن جُبَیْسِر میں اور معرف بن واصل اور مطرف بن واصل میں ہے جو اسماء تعدادِ حروف میں مساوی نہیں جیسے حفص بن میسرہ اور جعفر بن میسرہ اور عبد اللہ بن زید اور عبد اللہ بن یزید میں ایک حرف کم ہے۔ عبد اللہ بن یحییٰ اور عبد اللہ بن نجی میں بلحاظِ رسم خط ایک حرف کم ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ دو اسموں میں لفظاً اور خطاً اتفاق ہو مگر تقدیم و تاخیر سے دونوں میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن الاسود اور عبد اللہ بن یزید اور یزید بن عبد اللہ میں ہے (۲۹)۔

مذکورہ بالا وجوہ میں ضبطِ اسماء کی طرف زیادہ توجہ دی گئی تھی، فنِ کتب خانہ میں فہرست سازی و فہرست نگاری میں فہرست ساز اور فہرست نگار کو ان آلات (Tools) امتیاز و انتخاب کا علم آج بھی ناگزیر ہے۔

## (د) عہدِ عباسی کا کیٹلاگ

عہدِ عباسی میں جو کیٹلاگ تیار کئے گئے تھے وہ دستِ بردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ خزانہ دار الحدیث الاشرافیہ دمشق کا ایک کیٹلاگ جو ۲۳۵ھ کے بعد تیار کیا گیا تھا، استنبول کے کتب خانہ فاتح میں جس کا نمبر بذیل مجموعہ ۵۲۳۳ حرف میم تک دستیاب ہوا ہے اس کے آخر سے کچھ اور اوراق غائب ہیں تاہم اس کے مطالعہ سے عہدِ عباسی کے کیٹلاگوں کے متعلق اہم فنی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں عام کتابوں کی فہرست میں کن باتوں کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ یہ فہرست ۲۱۱ کتب پر مشتمل ہے۔ اور کتابوں کے نام حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کے نام سے کیٹلاگ تیار کرنے کے بجائے کتابوں کے ناموں سے کیٹلاگ تیار کیا گیا اس طرح کتاب کے نام کو مصنف پر ترجیح دی گئی ہے اور اسماءِ کتب (Titles) کا حروفِ ہجا کی ترتیب پر اندراج کیا گیا ہے یہ کیٹلاگ ابن الندیم کی الفہرست کی ترتیب سے مختلف ہے اس لئے کہ ابن الندیم نے الفہرست میں مصنفوں کو اولیت دی ہے اور مصنفین کے تحت ان کی تصانیف کا اندراج کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف وار ترتیب سے اس کا بھی ابن الندیم کے سر ہے۔

فہرست نگار نے اس کی سرخیاں حرفِ الالف، حرفِ الباء، حرفِ التاء الخ کے عنوان دی ہیں۔ پہلے کتاب کا نام پھر مصنف کا نام نقل کیا ہے البتہ جہاں مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا نہیں لکھا ہے، ہر کتاب کے نسخے بتائے ہیں، کتاب کے اگر دو نسخے ہوئے تو کتاب کا نام پورا نقل کے نسخہ ثانیہ لکھ کر چھوڑ دیا ہے۔ کتابوں کو حجم (Size) کے اعتبار سے مرتب کیا ہے (۳۰) چھ پہلے ”کتب کبار“ بڑی کتابوں کا پھر ”کتب صغار“ چھوٹی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں حروف کے مطابق کتابی صورت میں کیٹلاگ کیا جاتا اور کتابوں کو حجم کے اعتبار سے ترتیب دیا جاتا تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کتابوں میں ایک کیٹلاگ کو کتابوں کے حجم کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ پہلا حصہ فہرستِ کتب کبار اور دوسرا فہرستِ کتب صغار سے موسوم کیا جاتا تھا۔

(۱) فہرست نگاری میں اندراجات (ENTRIES) کے رہنما اصول

فہرست نگار، کتاب کے نام (Title) مصنف (Author) مولف و



(Compiler) شارح (Commentator) و مترجم (Translator) کے علاوہ  
سب ذیل امور کی صراحت بھی کرتا تھا:

(۱) خط کی (۲) اوراق کتاب کی (۳) جلدوں کی (۴) کتاب کے مکمل و ناقص ہونے کی  
عیوب کتاب کی (۶) کاتب کے نام کی (۷) حجم کتاب کی (۸) کتاب کا نسخہ کس کو پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً  
ملکتا ہے کہ قانون ابن سینا سولہ (۱۶) مجلدات متداخلہ میں مختلف خط و مختلف سائز میں ہے، جلد  
منصوری کاغذ پر ہے اس کے آخر میں کیرے نے سوراخ کر دیئے ہیں کبھی کسی خاص باب میں  
کی نقص ہوتا ہے تو کہتا ہے باب تعبیر الرویا کے اول میں کیرے نے سوراخ کیا ہے اور اگر نسخہ  
میں ہوتا ہے تو موجودہ اجزاء کی تعیین و تحدید کرتا ہے کہ یہ کتاب کا چھٹا جز ہے یا اول  
ث رابع ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں توضیحی فہرست سازی  
(Descriptive Catalogue) کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور کتاب کی بہمہ وجوہ  
نت (Identification) کے لئے فہرست میں ممکنہ حد تک تفصیل پیش کی جانے لگی  
۔ عہد عباسی میں کیٹلاگ کتابی صورت میں تیار کیا جاتا تھا اور اس کے اندراجات کی ترتیب اس  
ج ہوتی تھی کہ پہلے کامل کتابوں کو، پھر مجموعوں کو اور آخر میں ناقص کتابوں کو ذکر کیا جاتا تھا۔  
فہرست نگار تمام کتابوں میں حروف ہجا کی ترتیب کو ملحوظ رکھتا تھا ایک فصل میں مجموعوں کو  
عدہ ذکر کرتا اور آخر میں ناقص اور عیب دار کتابوں کو بتاتا تھا۔ مذکورہ بالا اصول اگرچہ غیر منظم  
ہے لیکن فہرست سازی میں نہایت بنیادی اہمیت کے حامل ہیں اس لئے آج بھی مخطوطات کی  
فہرست سازی میں انہیں ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ (Advanced Cataloguing) میں ان  
دور پر خاص طور پر زور دیا جاتا ہے، فہرست سازی (کیٹلاگنگ) کی تاریخ عہد عباسی سے قبل دنیا کی  
کسی متمدن قوم میں ایسی تفصیلی فہرست سازی کا سراغ نہیں ملتا یہ فخر عہد عباسی کے فہرست  
داروں کو حاصل ہے کہ انہوں نے فہرست سازی کے فن کو منضبط کیا، وضاحتی فہرست نگاری کی  
سازش ڈالی اور کیٹلاگ سازی کے ترقی پذیر سلسلہ کو فروغ دیا۔

(۲) کتب مقدسہ کے اندراج کا رہنما اصول

عہد عباسی میں خصوصی نوعیت کی فہرست سازی (Special Cataloguing)  
کا بھی رواج ہو چکا تھا چنانچہ فہرست نگار کتب مقدسہ (Sacred Book) کی فہرست خصوصی  
نوعیت کی بناتے تھے۔ خزانہ کتب قیروان تیونس میں ایک پرانا (کیٹلاگ) سبجل قدیم (۳۱) جو ۶۹۳



کتابوں پر مشتمل ہے محفوظ ہے اس میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے چڑے کے مصنف بہت بڑی تعداد مذکور ہے اس میں مصاحف کے کیٹلاگنگ کا جو نمونہ ملتا ہے وہ درج ذیل ہے (تمتہ القرآن) بخط کوفی، فی الرق، مسطرہ خمسہ، فی اول کل جزء، منھا..... فی ربعہ، مملاتہ بالنحاس، المموہ بالذهب فی سبعہ اجزاء، بالجرم الکبیر، مکتوبہ بالذهب، بخط کوفی، السور وعدد لای والاحزاب بالفنہ، منشأه بالجملد المنقوش فوق اللوح، مبعثہ بالحریر (۳۲)۔ ختمہ (پورا قرآن) اور فتحہ (آغاز قرآن) وغیرہ الفاظ لفظ قرآن کے اندراج لکھے جاتے تھے اور ان کو ترتیب میں شمار نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ قرآن مجید کا اندراج لفظ میں کیا جاتا تھا۔ عمد عباسی میں مقدس کتابوں کی اندراج کا رہنما اصول کہ مقدس کتاب اندراج میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لئے اس کا اندراج بھی اس کے نام میں کیا مترجم و شارح وغیرہ کے نام میں نہیں، اس رہنما اصول کے وضع کا سہرا بھی مسلمان فہرست کے سر ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں اربابِ فن کا اس پر اتفاق و عمل اس کی اہمیت نہایت واضح ثبوت ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دیار مغرب میں کیٹلاگ کے لئے لکھا جاتا تھا۔ رجسٹر کے معنی میں اس کا استعمال آج بھی عام ہے۔ اس سے یہ حقیقت عیاں کہ فہرست نگار مصاحف کی فہرست نگاری میں حسب ذیل امور کی پابندی کرتا تھا۔

- (۱) تعداد اجزاء، مصحف، جزء واحد یا زیادہ ہیں۔
- (۲) قطع مصحف، ساز، قالب بڑا ہے یا چھوٹا۔
- (۳) کاغذ مشرقی ہے یا مغربی۔
- (۴) نوع خط، خط کوفی، مشرقی، شکل خط کیسی ہے۔
- (۵) قلم منوٹا ہے یا باریک۔
- (۶) نام خطاط۔

(۷) سطر ورق یعنی صفحہ میں سطروں کی تعداد اس سے مصحف کا حجم بھی معلوم سات سطری ہے دس سطری ہے۔

(۸) مطلق ہے تو اول سے آخر تک مطلقاً ہے یا پہلا اور آخری صفحہ سے پہلا

ہے یا جزئی ہے، سورتوں کے عنوانات، ربع، عشر اور احزاب پر بھی طلاق کی نہیں۔

(۹) سورتوں کے نام پر، آیات کی علامات پر جبکہ انہیں چاندی سے لکھا گیا ہوگا

نہیں۔

الوان (رنگوں کی وضاحت) جو مصحف میں ضبط کلمات کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً رفع کو سرخ و شنائی سے، فتح کو لاجورد سے یا سورتوں کے نام سرخ و سبز و شنائی سے اور اوقاف کو سبز و شنائی سے مزین کیا گیا ہو۔

مصحف کی حالت کا ذکر کہ وہ کامل ہے یا ناقص مثلاً اس میں خرم و سوراخ ہے سیاہی اڑی ہوئی ہے، چوہے نے کترا ہے۔

تجلید کا وصف، حالت اور رنگ، مثلاً مجلد ہے اور اس پر تانبے کا پتھر چڑھا ہوا ہے یا جلد کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا ہے۔

مصحف وقف ہے یا نہیں۔

مصحف کا خانہ (Case) کس نوع کا ہے (۳۳)۔

عہد عباسی میں فہرست سازی کے یہ رہنما اصول تھے جن میں سے بیشتر کی پابندی قلمی کتب مصحف کی فہرست سازی میں آج بھی کی جاتی ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں ان مجید کی فہرست نگاری کی وجہ سے فہرست نگاری کا فن کتنا ترقی کر گیا تھا اور اس فن سے انسانوں کو کیسی دلچسپی اور شغف تھا۔ عہد عباسی میں کیٹلاگ سازی کے یہ رہنما اصول اپنی افادیت اور جہ سے آج بھی زندہ و تابندہ ہیں۔

کتب خانہ میں فہرست نگاری کا کام بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کتب خانہ کی افادیت کا مترادف اور دار، مصنف، کتاب اور موضوع کتاب کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرنے پر موقوف ہے اس لئے عہد عباسی میں فہرست نگاری کا کام بڑے اہتمام اور احتیاط سے کرایا جاتا تھا اور اس رمت پر ایسے اہل علم کو مامور کیا جاتا تھا جن کی وسعت نظر، علمی قابلیت و فنی مہارت مسلم ہوتی تھی۔ چنانچہ خزائنہ الکتب قاہرہ کی فہرست سازی کا کام نجیب الدولہ ابو القاسم علی بن احمد زجرانی المتوفی ۴۳۶ھ نے اپنے کاتب خاص قاضی و مورخ ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ قضاعی المتوفی ۴۵۱ھ اور ان کے معاصر ابن خلف و راق کے سپرد کیا تھا انہوں نے اس کام کو اپنی زیر نگرانی کرایا کیا۔ (۳۴)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں فہرست سازی کا کام علمی (Scholarly) اور فنی (Technically) دونوں جہتوں سے کرایا جاتا تھا علمی اعتبار سے قاضی قضاعی کا نام ہی کافی ہے۔ امیر ابن ماکولا کا بیان ہے:

”موصوف گونا گوں علوم میں ماہر تھے۔ میں نے مصر میں ان کے ہم پلہ کوئی عالم نہیں

دیکھا“ (۳۵)۔ فنی نقطہ نگاہ سے ابنِ خلف کی نسبت ”وراق“ ان کی فنی بصیرت کا بین ثبوت کیونکہ عہدِ عباسی میں وراقوں کی فہرست سازی اور کتابیات سازی میں شہرت مسلم تھی جیسے ابن الندیم وراق کے نام سے ظاہر ہے۔

عہدِ عباسی میں ایک کتب خانہ میں ایک مصنف کی جملہ تصانیف کا جداگانہ کیڑ (Author) بھی تیار کرایا جاتا تھا۔ ایک کثیرالتصانیف مصنف کی پوری تصانیف کا کیڑ موضوعات کے اعتبار سے (Subject) بھی مرتب کیا جاتا اور محققین کے استفادے کے لئے کتب خانے میں رکھا جاتا تھا۔ یاقوت نے ابوریحان البیرونی کی تصانیف کی فہرست جامع کتب خانے میں تقریباً ساٹھ ورق میں بھرے ہوئے خط میں لکھی ہوئی دیکھی تھی جس میں علوم نجوم، ہیئت، منطق اور حکمت کی تصانیف درج تھیں اور کافی مفصل فہرست تھی (۳۶)۔

(۳) موضوعی کیٹلاگ

## (SUBJECT CATALOGUE)

بعض نامور مصنف اپنے کتب خانے کا موضوعی کیٹلاگ خود تیار کرتے تھے۔ کتابوں کی منجملہ دیگر معلومات کے ہر فن میں کتابیوں کی مجموعی تعداد بھی بیان کی جاتی تھی ابوالیسن زید بن الحسن کندی نے اپنے کتب خانے کا موضوعی کیٹلاگ خود تیار کیا تھا اس میں ذیل مختلف موضوعات کی ۷۱ کتابیں موجود تھیں۔

- |     |                   |     |
|-----|-------------------|-----|
| (۱) | علوم القرآن.....  | ۱۴۰ |
| (۲) | علوم حدیث.....    | ۱۱۹ |
| (۳) | فقہ.....          | ۳۹  |
| (۴) | لغت.....          | ۱۴۳ |
| (۵) | شعر و ادب.....    | ۲۲  |
| (۶) | نحو و صرف.....    | ۱۷۵ |
| (۷) | علوم الاوائل..... | ۱۲۳ |

(۳۷) بیت الحکمہ مامون کا (۳۸) دارالعلم ساہور کا بھی کیٹلاگ تیار کرایا گیا تھا (۳۹) نظامیہ بغداد کا کیٹلاگ کتابی صورت میں موجود تھا۔ ابن الجوزی کے مطالعہ سے قاضی فاضل عبدالرحیم بیسانی کے وقف کردہ کتب خانے (۴۱) کا بھی کیٹلاگ

### (۴) کتابوں کے ناموں میں اختلاف کے اسباب

عربی زبان میں سجع کی رعایت کے باوجود ایک کتاب کئی ناموں سے ذکر کی جاتی ہے۔ چنانچہ نقلی کی کتاب انباء الرواة کو ”اخبار النحاة“ ”تاریخ النحاة“ اور ”اخبار النحویین و انباء الرواة“ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے (۴۲)۔ بعض اوقات یہ اختلافِ ناقلین کتاب کی بے توجہی سے یا علماء کے تساہل سے رونما ہوتا تھا اس لئے کہ وہ عام طور پر عوام میں مشہور و معروف نام نقل کرنے پر اکتفاء کرتے اور اصل کتاب کے دیکھنے کی بروقت کوشش نہیں کرتے یا اپنے حافظہ سے موضوع کے لحاظ سے نام لکھتے تھے۔ چنانچہ ابن الجوزی کی ”کتاب الاذکیاء“ تین ناموں ”کتاب الاذکیاء“ ”الاذکیاء و اخبار ہم“ اور ”اخبار الاذکیاء“ کے نام سے طبع ہوئی ہے حالانکہ کتاب کا صحیح نام ”اخبار الاذکیاء“ ہے (۴۳)۔ لفظ کتاب تقریباً ہر تالیف کے شروع میں لگایا جاتا ہے۔ یہ عموماً کتاب کے نام کا جزء نہیں ہوتا۔

اس طرح الرازی المتوفی ۳۱۱ھ کی ”کتاب المنصوری“ تین ناموں ”کتاب المنصوری“ ”الطب المنصوری“ ”الکناش المنصوری“ سے معروف ہے (۴۴)۔ مورخین نے تاریخ ابن جریر طبری کو اس کے اصل نام ”تاریخ الامم و الملوک“ (۴۵) اور بقول بعض تاریخ الرسل و الملوک و اخبار ہم (۴۶) کے بجائے تاریخ ابن جریر طبری کے نام سے ذکر کیا ہے، اس نوع کا اختلاف ان نسخوں کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جو مورخین کی نظر سے گزرے تھے۔

مصنف نے کتاب کا خود اگر کوئی نام تجویز نہیں کیا تو پھر کتاب کئی ناموں سے ذکر کی جاتی رہی چنانچہ ابن الندیم کی کتاب الفہرست کو حاجی خلیفہ نے فہرس العلوم کے نام سے ذکر کیا ہے (۴۷)۔ کبھی کتاب کو مصنف کے رکھے ہوئے نام کے علاوہ لقب سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ نلی بن جریر الطبری المتوفی ۲۴۷ھ کی کتاب فردوس الحکماء اپنے لقب بحر المنافع و شمس الآداب سے بھی مشہور ہے (۴۸)۔

## اشاریہ (INDEX) سازی کے اصول

احادیث کے اطراف (اشاریہ روایۃ) کی ترتیب میں حروفِ تہجی کی ترتیب و اصول کو نظر رکھا جاتا تھا، حافظ ابو مسعود ابراہیم دمشقی المتوفی ۴۰۱ھ اور ابو محمد خلف بن محمد واسطی ۴۰۱ھ نے اطراف الصحیحین میں اسی طریقہ کو اختیار کیا پھر تمام اطراف نویسوں نے اصول کی پابندی کی ہے (۴۹)۔ حدیث کے اطراف کی ضرورت سے اشاریہ کی ترتیب وجود میں اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے محدثین نے اسماء و اعلام اور موضوعات وغیرہ کو بنیاد نہیں دیا تھا بلکہ حدیث کے ابتدائی کلمات کو حروفِ ہجا کے تحت ترتیب دیا تھا اور اس کے ساتھ 'اعلام' کنی وغیرہ کے ابہام کو اجاگر کرنے کا بھی لحاظ رکھا جانے لگا تھا اس لئے یہ کہنا بیجا نہیں اشاریہ کی ترتیب کی ابتداء کا سہرا بھی محدثین کے سر ہے۔

اس باب کے مذکورہ بالا معاجز سے عہدِ عباسی میں فہرست سازی کی تاریخ پر روشنی ہے چنانچہ فہرست سازی کی اساس اعلام، کنی، القاب وغیرہ کے اقسام اور ان کی جمع و ترتیب صورت، اندراج و تعین کے اصول، حروفِ ہجا کی ترتیب، فہرست میں پیش کردہ معلومات تفصیل، کتابوں کے ناموں میں اختلاف کے اسباب وغیرہ اس دور میں بھی ان مسائل کے حل کی نشاندہی کرتے ہیں اور ان سے عہدِ عباسی میں فہرست سازی کا نقشہ واضح ہو جاتا ہے۔ کتب خانوں میں کتابوں کے انتخاب اور اہل علم کی علمی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے مطلوبہ موضوع پر قدیم و جدید کتابوں تک رسائی کا واحد ذریعہ کتابیات ہے۔ بابِ نہم میں کتابیات ہی سے بحث کی گئی ہے۔

## فہرست ماخذ

- (۱) السیوطی، المنزہر، ج ۱، ص ۳۱۵
- (۲) محمد بن الحسن ابن درید، کتاب الاشتقاق، تحقیق عبدالسلام ہارون (القاہرہ، مطبعہ السنۃ الحمدیہ، ۱۹۵۸ء) ص ۳
- (۳) ابراہیم السامرائی، الاعلام العربیہ (بغداد، مطبعہ اسد، ۱۹۲۳ء) ص ۷۳
- (۴) ابن درید، ص ۲-۶ الشعالبی فقہ اللغہ، مصر، (مطبعہ مصطفیٰ البابی الجلی، ۱۳۹۲ھ) ص ۳۶۳
- (۵) منذری، مختصر سنن ابی داؤد، ج ۷، ص ۲۵۳-۲۵۹
- (۶) الصفدی، ج ۱، ص ۳۳
- (۷) ابن الاثیر، اللباب، ج ۱، ص ۸
- (۸) السمطانی، ج ۱، ص ۴
- (۹) الصفدی، ج ۱، ص ۳۲-۳۵
- (۱۰) ایضاً، ص ۳۶
- (۱۱) ایضاً، ج ۱، ص ۷۳
- (۱۲) ایضاً، ج ۱، ص ۴۰-۴۱
- (۱۳) السخاوی، الاعلان بالتونخ، ص ۲۲۰
- (۱۴) ابن عساکر، ج ۱، ص ۱۱
- (۱۵) ابن خلدون، المقدمہ (مصر، مطبعہ بولاق، ۱۲۸۳ھ) ص ۲۸۱-۲۸۲
- (۱۶) البخاری، التاريخ الكبير (حیدر آباد دکن، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۶۱ھ) ج ۱، ص ۱۱
- (۱۷) الخلیب، ج ۱، ص ۲۱۳
- (۱۸) ابن عساکر، ج ۱، ص ۱۱
- (۱۹) محمد بن عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی، کتاب الجرح والتعديل، (حیدر آباد دکن، مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۷۱ھ) ج ۱، ص ۸ - الخلیب، ج ۱، ص ۲۱۳ - سہمی، تاریخ جرجان، ص ۱۸ - ابن الاثیر، اللباب، ج ۱، ص ۸
- (۲۰) الخلیب، کتاب موضع ادہام الجمع والتفریق، (حیدر آباد دکن، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۷۸ھ) ج ۱، ص ۱۲-۱۳ (مقدمہ عبدالرحمن بن یحییٰ المعطی)

- (۲۱) ابن ابی حاتم، کتاب الجرح والتعديل، ج ۱، ق ۲، ص ۲۹ و ۱۱
- (۲۲) ابن عساکر، ج ۱، ص ۱۷
- (۲۳) النووی، الاشارات الی بیان اسماء المہبات، (لاہور، المطبعہ الدخانہ، ۱۳۴۰ھ) ص ۴
- (۲۴) ابن الابار، التکملة للکتاب العمد (القاهرة، عزت العطار الحسینی، ۱۹۵۵ء)
- (۲۵) ابن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، تحقیق علی محمد ابجاوی، (مصر، مطبعہ مصر، ۱۳۸۰ھ) ص (مقدمہ المحقق)
- (۲۶) الصفدی، ج ۱، ص ۲۲-۲۳
- (۲۷) السمطانی، الانساب، ج ۱، ص ۴
- (۲۸) عبدالغنی الازدی، کتاب المتو تلف والمختلف فی اسماء ثقلہ الحدیث، (الہ آباد، مطبعہ احمدی، ۱۳۲۷ھ) ص ۲
- (۲۹) ابن حجر، نزہت النظر فی توضیح نخبہ الفکر، ص ۱۰۶
- (۳۰) صلاح الدین المنجد، قواعد فهرست المخطوطات العربیہ، (بیروت، دار الکتاب العربی، ۲۱-)
- (۳۱) ایضاً، ص ۲۲
- (۳۲) ابراہیم شہوح، سجل، قدیم ماکتبہ جامع القیروان، (مجلة المعهد المخطوطات العربیہ، ۱۹۵۷ء) ج ۲، جز ۲، ص ۳۴۵
- (۳۳) المنجد، قواعد فهرست المخطوطات العربیہ، ص ۲۶
- (۳۴) القفلی، ص ۴۴۰
- (۳۵) السبکی، ج ۴، ص ۱۵۰- ابن خلکان، ج ۱، ص ۵۶۲- الذہبی، ج ۳، ص ۲۳۳-
- ج ۴، ص ۱۱۶- السیوطی، حسن المحاضرہ، ج ۱، ص ۴۰۳
- (۳۶) یاقوت، ج ۶، ص ۳۱۱
- (۳۷) ابو شامہ، الذیل علی الروقتین، ص ۶۱۳
- (۳۸) کرد علی، رسائل البلغاء، ص ۲۸۰
- (۳۹) ابن الجوزی، ج ۷، ص ۱۷۲
- (۴۰) ابن الجوزی، صید الخاطر، ص ۴۴۰
- (۴۱) القفلی، ج ۳، ص ۱۸۷
- (۴۲) ایضاً، ج ۱، ص ۲۷



- (۴۳) ابن الجوزی، اخبار الازکیاء، تحقیق محمد مرسی (بیروت، المکتبہ البولیتہ، ب، ت) صط (مقدمہ  
تحقق)
- (۴۴) ابن جبل، ص ۷۸
- (۴۵) الخطیب، ج ۲، ص ۱۶۳۔ حاجی خلیفہ، ج ۱، ص ۲۹۷
- (۴۶) یاقوت، ج ۵، ص ۲۴۳
- (۴۷) حاجی خلیفہ، ج ۲، ک ۱۳۰۳
- (۴۸) ابن حجریمہ الطبری، ص ۸ (لہ) الدین والدولہ فی اثبات نبوة النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم،  
تحقیق عادل نو محض، (بیروت، دارالافتاح الجدید، ۱۹۷۳ء) مقدمہ المحقق، ص ۱۹



## باب نہم

### (اجمالی خاکہ)

- ☆ (۱) کتابیات
- (۱) کتابیات کی تعریف اور اس کے اقسام
- (۲) فہرست نگار
- (۳) فرقہ جاتی کتابیات
- (۴) کتابیات کے اقسام
- ☆ (ب) دار الخلافہ بغداد میں کتابیاتی سرگرمیوں کا جائزہ
- (۱) موضوعی کتابیات
- (۲) فہرست مضامین کتاب کے لئے ”لفظ مثبت“ کا استعمال
- (۳) مصطلحات فن کتابیات کا استعمال
- ☆ (ج) کتابوں میں حوالوں کا اہتمام اور کتابیات کا آغاز
- (۱) مواد کی حیثیت اور تبصرہ



## باب نہم

### کتابیات

عہدِ عباسی میں علوم کی کثرت و تنوع نے اہل علم کو کتابیات کی تیاری پر آمادہ کیا تاکہ ذخائر سے آگاہی کتابوں کی طرف رہنمائی اور کتب خانوں کے ذخائر میں اضافہ و انتخاب کتب کا سلسلہ رہے۔ مفید ترین کتابوں کو کتب خانوں میں بہ آسانی فراہم کیا جاسکے۔ اہل علم و محققین کو اصلوں تک رسائی و حصول مواد میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے، افراد و ادارے ہر موضوع سے اوجہ دید تحقیقات و تخلیقات سے باخبر رہیں اور اپنی علمی سرگرمیاں سہولت جاری رکھ سکیں۔

عہدِ عباسی میں اس اہم کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کے لئے علماء و مصنفین نے خود کتابیات کا سلسلہ شروع کیا۔ وراقوں نے مختلف کتب خانوں کے ذخائر سے فائدہ اٹھا کر اپنے ہدات و تجربات کی روشنی میں منتخب کتابیات تیار کیں۔ یہ سلسلہ اتنا پھیلا کہ کتابیات کو مختلف جگہوں سے یاد کیا جانے لگا جو عہدِ عباسی پر علماء و محققین کا کتابیات سے اعتناء اور کتابیاتی سرگرمیوں، اعلیٰ دلچسپی کا نہایت بین ثبوت ہے۔

اس باب میں کتابیات کے مختلف نام، کتابیات کی تعریف، اس کی اقسام، نامور کتابیات نگار، کتابیاتی سرگرمیاں، فہرست عنوانات اور فن کتابیات کی اصطلاحات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔



## (۱) کتابیات کی تعریف اور اس کے نام

عبدالعباسی کے اوائل میں معلوم ہوتا ہے کہ کتابیات کا استعمال عام ہو گیا تھا اور اس کے لئے ”فہرس“ کا لفظ بولا جاتا تھا۔ چنانچہ نامور لغوی خلیل بن احمد بصری (۱۰۰-۱۷۰ھ / ۷۸۶-۷۸۷ء) کا تلمیذ خاص لیث ”ثبت“ کے معنی میں لکھتا ہے:

”هو الكتاب الذي يجمع فيه الكتب ثبت وہ کتاب ہے جس میں کتابوں کے متعلق معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔“ (۱)

اس کے علاوہ جو الفاظ کتابیات کے لئے استعمال کئے جاتے تھے ان میں فہرس اور فہرست کا لفظ تھا جنہوں نے لغت اس کو معرب کہتے ہیں، یہ فہرست کا معرب ہے جس کے معنی فارسی زبان میں ابواب و فصول کتاب کی جدول جو اول یا آخر کتاب میں لگائی جاتی ہے۔ (۲) گویا اہل فارس میں یہ لفظ عنوانات کتاب کی فہرست کے معنی میں آتا تھا۔ لیکن عبدالاسلامی میں اس لفظ کو ایک اصطلاح کے طور پر فن کے لئے استعمال کیا گیا چنانچہ فہرست کے معنی وہ کتاب جس میں کتابوں کے نام درج کئے جائیں۔ (۳)

عربی میں اس کا مصداق کتابی صورت میں کیٹلاگ اور تعمیم کی صورت کتابیات ہے اس لئے لین (Lane) نے اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

“A book, or writing, in which, the names or title or descriptions, of (other) books or writings, are collected.”

”وہ کتاب یا نوشتہ جس کے نام یا عنوانات یا دوسری کتابوں اور نوشتوں کی تفصیلات جمع کی جاتی ہیں۔“

لین کے مذکورہ بالا الفاظ کیٹلاگ اور کتابیات دونوں کو جامع ہیں۔

مذکورہ بالا لغت کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ فہرس کا لفظ معرب ہے اور عبدالعباسی میں یہ کتابیات اور کیٹلاگ دونوں معنی میں مستعمل رہا ہے۔ فہرست یعنی وہ کتاب جس میں اہل علم اپنے اساتذہ سے پڑھی ہوئی ان کے زیر ہدایت مطالعہ کی جانے والی کتابوں کے نام مصنفین تک شمار کراتے اور کہیں گاہ بگاہ مصنف و کتاب کے متعلق کوئی جملہ یا چند جملے بطور تبصرہ و تعارف لکھ جاتے تھے اس قسم کی فہرستوں کا رواج دیار مشرق و مغرب (ایشیاء، افریقہ اور یورپ) تینوں



براعظم میں عام رہا ہے اور ان کے لئے

۱- برنامج ۲- مثبت ۳- فہرس ۴- مشیخہ ۵- معجم اور ۶- تذکرہ و سجل کا لکھا بولا جاتا تھا ان کے جمع برامج اثبات مشیخات اور معاجم و سجلات آتی ہے  
عہد اموی میں مثبت قیمتوں کے گوشوارہ کو کہا جاتا تھا چنانچہ ابوریحان البیرونی کا بیان ہے  
میں نے خلیفہ عبد الملک بن مروان کے زمانے کا مثبت دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ دانق ڈھائی قیر  
کا ہوتا تھا اور درہم اکیس (۲۱) قیراط کا تھا (۵)۔

الثبت (محرکہ) وہ فہرس جس میں محدث اپنی اور اپنے شیوخ کی مرویات جمع کرتا  
کتابوں کی نشاندہی کرتا ہے یہ گویا مثبت بمعنی حجت سے ماخوذ ہے اس لئے کہ اس کی اور اس  
شیوخ کی اسانید اس کے لئے حجت ہوتی ہیں یہ لفظ محدثین کثرت سے استعمال کرتے ہیں بلکہ  
بھی کہا جاتا ہے کہ یہ محدثین کی مصطلحات سے ہے (۶)۔

تحقیق و اضافہ علم اور انتخاب کے لئے کتابیات صحت و سند ہوتی ہیں۔ اس لئے کتابیات  
کے لئے بھی محدثین کی وضع کردہ اصطلاح مثبت کا استعمال کیا جاتا تھا۔ جس طرح محدثین میں  
کو سند کا درجہ حاصل ہے اسی طرح کتب خانہ میں کتابوں کے متعلق فنی معلومات کتب خانے  
ریکارڈ اور اہل علم کی کتابی معلومات کے لیے یہ سند و حجت کی حیثیت رکھتا ہے غالباً اس مناسبت  
واشترک کی وجہ سے مثبت کو کیٹلاگ کے معنی میں استعمال کیا گیا تھا۔ چنانچہ ابن الجوزی نے  
الخطیر میں ہر جگہ کیٹلاگ کے لیے مثبت کا لفظ استعمال کیا ہے (۷)۔

دیار مغرب میں سجل کا لفظ اور دیار مشرق میں مثبت و فہرس کا لفظ کیٹلاگ کیلئے  
استعمال کیا جاتا تھا۔ فہرستہ الکتب میں تاء تانیث وقف میں ہا بن جاتی ہے (۸)

الخوارزمی نے فہرس کے معنی میں وضاحت یہ کی ہے کہ فہرس وہ کتاب و دفتر ہے  
میں عمال کی کارگزاریاں اور چیزوں کے نام درج کئے جاتے ہیں (۹) خفاجی کا بیان ہے ”فہرس  
اختصار کے ساتھ اشیاء کے نام شمار کرائے جاتے اور ترتیب سے درج کئے جاتے ہیں۔“ (۱۰)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ فہرس کے لغوی مفہوم میں اسماء اشیاء کی ترتیب و درجہ  
داخل ہے اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ عالموں، فہرس نگاروں اور کتابیات سازوں نے  
کیٹلاگ اور کتابیات کے لئے استعمال کیا ہے وہ لغوی و اصطلاحی مفہوم کا بھرپور اظہار کرتا ہے  
عہد عباسی میں علماء اور محققین نے پورے اسلامی قلمرو مشرق و مغرب (اشیاء افریقہ)

یورپ) میں اپنے قدیم و جدید ترقی پذیر علمی ورثہ اور ثقافتی مرکزوں کے مواد سے علمی دنیا کو متعارف  
رہانے کیلئے تصنیفات کیا یہ نیا سلسلہ شروع کیا تھا جسے مشیخہ برنامج، معجم فہرس اور تذکرہ

یا دیکھا جاتا تھا۔ برنامج فارسی لفظ برنامہ کا معرب ہے۔ محدثین علماء کی اصطلاح میں یہ وہ کتاب جس میں محدث اپنے اساتذہ و شیوخ سے (مختلف علوم و فنون میں) پڑھی ہوئی کتابوں اور ان کے ویوں کے ناموں کو بیان کرتا ہے (۱۱) برنامج وغیرہ میں عموماً حسب ذیل معلومات پیش کی جاتی تھیں۔

مؤلف کا نام

کتاب کا نام

سلسلہ سند کتاب

بعض اوقات مقام درس کی وضاحت

آغاز و اختتام درس کی تاریخ

اساتذہ کا علمی مقام

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ Biographical Bibliography تھی۔

برنامج وغیرہ وہ ذرائع ہیں جن میں عمدہ عباسی کے علمی مرکزوں کے مواد اور ثقافتی اداروں کا نشانہ بھی کی جاتی تھی جن سے اہل علم و طلبہ فائدہ اٹھاتے تھے (اور معتبر اصول کتب کی طرف ہنمائی کی جاتی تھی) ان سے مسلم معاشرے میں علمی اداروں اور کتابوں سے شغف کا پتہ چلتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ایک موضوع میں سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی تھیں (۱۲)۔

برنامج وغیرہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر صدی میں ہر فن کی کون کون سی کتابیں نصاب کی حیثیت لے کر معروف تھیں اور فلاں فلاں شہر میں کس فن کی کن کتابوں کا زیادہ پلن تھا اس حیثیت سے یہ برنامج فہارس عامہ (General Catalogues) سے ممتاز ہیں (۱۳) ان کو کتابیات کا نقش اول کہا جاسکتا ہے۔

برنامج عام طور پر موضوعات و عنوانات کی ترتیب پر مرتب کی جاتی تھیں بعض اہل علم ان میں اپنے شیوخ کی شہرت و مہارت کو بھی ملحوظ رکھتے تھے جیسا کہ رُعینی نے اپنے برنامج میں نامور قراء پھر محدثین پھر نحوی پھر ادباء و لغوی اور شعراء وغیرہ کا ذکر کیا ہے (۱۴)

عبدالحق محاربی المتوفی ۵۴۱ھ نے اپنی فہرست میں فقہاء کے ذکر سے سلسلہ کا آغاز کیا ہے

(۱۵)

ابوبکر محمد خشنی المعروف بابن ابی رجب المتوفی ۵۴۴ھ نے علوم قرآن قرأت تفسیر تاریخ و منسوخ احکام وغیرہ سے برنامج کو شروع کیا ہے۔ ۱۶ بعض علماء اپنی فہرست دونوں طرح سے مرتب کرتے ہیں۔ پہلے حصے میں مصنف (Author) شیوخ کے نام، نسب، کنیت، ولادت و وفات اور دوسرے حصے میں جامع مولفات کو موضوعات و عنوانات کی ترتیب پر ذکر

کرتے تھے جیسا کہ داویاشی نے اپنے برنامے میں کیا ہے۔

اہل مغرب میں برنامے اور فہارس میں سب سے زیادہ ابن خیرا شیبیلی کی فہرست مشہور ہے یہ اہل مغرب کی تصانیف کا خصوصاً و اہل مشرق کی تصانیف کا عموماً ذکر کرتی ہے۔ فہرست ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) اہم تصانیف (Titles) پر حاوی ہے اور عمدہ عباسی میں تصنیف و تالیف کی ترقی اور عمدہ بعد ارتقاء کی نشاندہی کرتی ہے۔

ابن ابی الربیع کا برنامے تعلیم و تدریس کی تحریک پر روشنی ڈالتا ہے (۱۷) اسی طریقہ اور ابن حجر نے اپنی فہارس میں اختیار کیا ہے (۱۸)۔

برنامے کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرت نبویہ کے علاوہ تاریخ اپنے انواع و اقسام میں رائج نہ تھی ابن ابی الربیع کے زمانے تک علوم تاریخ، جغرافیہ، علوم بلاغت، فلک، طب، فلکیات، ریاضیات، فلاحت، کیمیا کا سلسلہ درس و تدریس علماء کے ایک محدود تھا یعنی ان کو اختیاری مضامین کی حیثیت حاصل تھی لازمی مضامین کی نہیں (۱۹) معاجم میں مرویات سے قطع نظر تراجم شیوخ و تلامذہ پر بھی معجم کا لفظ بولا جاتا تھا۔

الابار کی معجم الصدنی اس کی اچھی مثال ہے (۲۰)

شاعر و ادیب کا برنامے بھی تیار کیا جاتا تھا جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

ابتداء میں مرویات زبانی نقل کی جاتی تھیں جب تصنیف و تالیف اور تدوین علوم تو پھر مرویات کے ساتھ شیوخ کی تصانیف اور ان کا سلسلہ سند مصنف تک بیان کیا جانے یہ سلسلہ محدثین سے گزر کر موضوعات کے اعتبار سے معاجم لغات، طبقات، معاجم شعور ادباء، اور بلدان تک منتہی ہوا (۲۱)۔ چنانچہ یاقوت کی معجم الادباء اور معجم البلدان اسکی ہی ہیں جن میں پہلی Bibliographical Dictionary اور دوسری جغرافیائی

(Geographical Dictionary) لغت ہے اسی اعتبار سے کہتا

بھی معاجم کہا جانے لگا تھا۔

علم حدیث کی وجہ سے محدثین کے یہاں مثبت معجم و مشیخہ کی اصطلاح نکلی اور یہ بلکہ لیکن کتب حدیث میں معجم ان کی اصطلاح کے مطابق وہ کتاب ہے جس میں صحابہ یا شیخین یا تابعین وغیرہ کی ترتیب پر حروف تہجی کے اعتبار سے حدیثیں مرتب کی جاتی تھیں جیسا کہ طبقات الکبیر صحابہ کے ناموں پر بہ ترتیب حروف ہجا مرتب ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی مرویات کی معجم ان معاجم و مشیخات کا ذکر کیا ہے اور مشیخات میں اسکے خلاف بھی ہوتا ہے (۲۲)۔

کتابیات کے یہ گوناگوں نام اور اسکے اقسام میں تنوع مسلمانوں کے اس فن سے اعتناء اور دلچسپی کا مظہر ہے۔ اس قسم کی کتابیات میں حسب ذیل چار باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا۔

ان کو عموماً درسی مضامین

(الف) علوم قرآن

(ب) علوم حدیث

(ج) علوم فقہ

(د) علوم سیر و انساب

(ه) علوم صرف و نحو

(و) علوم لغت

(ز) علوم ادب

پر مرتب کیا جاتا تھا۔

یہ حروف تہجی پر مرتب ہوتی تھیں اساتذہ کے نام اور ان سے پڑھی ہوئی کتابوں کی تفصیل پیش کی جاتی تھی جیسے الرعینی کی الفہرست قاضی عیاض المتوفی ۷۶۷ھ کی الغنیہ اور ابن عطیہ محاربی المتوفی ۵۴۱ھ کی البرتاج ہے۔

مذکورہ بالا دونوں ترتیب کے یکجا امتزاج کی نظیر ابن ابی الرزق کا برتاج ہے۔ (۲۳) اس میں پہلے اساتذہ کے نام اور ان کی سوانح کو پھر مضامین و کتب کو بیان کیا گیا ہے۔ مصنف اپنے مشاہدات و تجربات بھی فہرست میں نقل کرتا تھا۔

اس قسم کی فہرست جن کا زیادہ تر تعلق روایت اور اسکی اشاعت کتب سے تھا، تیار کرنا محدثین و فقہاء کا معمول تھا۔ یہ ان کا ایسا عظیم کارنامہ تھا جو وہ اپنے شاگردوں اور آئندہ آنے والے اہل علم کے استفادہ اور تحقیقات کی راہ ہموار کرنے کے لئے چھوڑتے تھے ان فہرستوں کا مائدہ یہ تھا کہ ان سے ہر دور کے نامور اساتذہ و مصنفین کو فن کی اہمات کتب اور مشہور و قابل اعتماد پسندیدہ و منتخب کتابوں نیز متداول درسی علوم سے بہ آسانی واقفیت ہو جاتی تھی۔ ذخیرہ ساز کی کتب میں اضافہ کرنے کتب خانے کے ذخیرے کو بڑھانے میں کتابوں کے انتخاب کرنے میں سہولت ہوتی اور موضوعی کتابیات کی ترتیب و تدوین میں مدد ملتی تھی۔ اس طرح اس دور کی تخلیقات اور اہمات کتب اجاگر ہوتی تھیں۔

## (۲) فہرست نگار

عہد عباسی میں برنائج و فہارس کا علماء میں کافی چلن تھا عیاض نے اندلس میں بتیس (۲۱) فہرست شیوخ کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲۲) اور ابن خیر نے کتاب الفہرست میں کم و بیش چوتہتر (۲۳) فہرستوں کا ذکر کیا ہے۔ (۲۵) اس سے برنائج و فہارس کی تصنیف و تالیف اور تدوین کی تحریک و کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں اسلامی قلمروں میں چوتہتر (۲۴) تا بیلیوگرافر (فہرست ساز) گزرے ہیں جن میں مشہور ترین فہرست ساز حسب ذیل تھے۔

(۱) ابو الولید سلیمان خلف باجی (۲۰۳-۲۷۲ = ۱۰۱۲-۱۰۸۱) (۲۶)

(۲) حسین بن محمد بن سکرہ صدفی (-----ھ ۵۱۲ = -----۱۱۲۰) (۲۷)

(۳) ابو القاسم خلف بن عبد الملک بن بشکوال (۲۹۲-۵۷۸ = ۱۱۰۱-۱۱۸۳) (۲۸)

(۴) یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر (۳۶۸-۴۶۳ = ۹۷۸-۱۰۷۱) (۲۹)

(۵) ابن حزم اندلسی (۳۸۳-۴۰۲ = ۹۹۲-۱۰۶۲) (۳۰)

(۶) ابو بکر خطیب بغدادی (۳۹۳-۴۶۳ = ۱۰۰۲-۱۰۷۲) (۳۱)

(۷) ابو طاہر سلفی (۲۷۸-۵۷۶ = ۱۰۸۵-۱۱۸۰) (۳۲)

(۸) ابو ذر ہروی (-----ھ ۲۳۲ = -----۱۰۲۳) (۳۳)

(۹) ابو القاسم طرابلسی (۳۹۸-۴۶۹ = ۱۰۰۷-۱۰۷۷) (۳۴)

(۱۰) قاضی عیاض محمد بن موسیٰ مہجیمی (۲۷۶-۵۲۲ = ۱۰۸۲-۱۱۲۹) (۳۵)

(۱۱) عبد الحق بن غالب غرناطی (۲۸۱-۵۲۲ = ۱۰۸۸-۱۱۲۸) (۳۶)

(۱۲) محمد بن خیر اشبیلی (۵۰۲-۶۵۷ = ۱۱۰۹-۱۱۷۹) کا شمار فہرست نگاروں میں

ہے۔

## (۳) فرقہ جاتی کتابیات

## SECTARIAN BIBLIOGRAPHY

شیعی علماء و محدثین بھی اپنے اساتذہ کی کتابوں کی کتابیات مرتب کرتے رہے تھے جن میں حسب ذیل مشہور ترین کتابیات تھیں۔

(۱) ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی المتوفی ۳۶۸ھ نے کتابیات مرتب کی تھی

نام فہرست مارواہ من الکتب والاصول ہے۔ (۳۷)

ابو القاسم سعد بن عبد اللہ قتی المتوفی ۳۰۱ھ نے فہرست کتاب مارواہ (۳۸) ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری قتی المتوفی بعد ۲۹۷ھ نے الفہرست (۳۹) ابو علی محمد بن احمد کاتب اسکافی المعروف بابن الجنید المتوفی ۳۸۱ھ نے فہرست کتبہ صفا بابا لکھی تھیں۔ (۴۰)

ابو الحسن علی بن عدوی شمشاطی جزری جو چوتھی صدی ہجری کا شاعر تھا، اسکی تصانیف کی ایک فہرست ابو نصر ریان نے اور دوسری فہرست ابو الخیر سلامہ بن زکریا موصلی نے تیار کی تھی۔ (۴۱) علم الہدی ابو القاسم علی بن حسین بن موسیٰ موسوی المتوفی ۴۳۶ھ نے الفہرست ترتیب دی تھی۔ (۴۲) ابو جعفر محمد بن علی بن الحسن قتی المتوفی ۳۸۱ھ کی الفہرست میں تقریباً تین سو (۳۰۰) کتابوں کا تذکرہ تھا۔ (۴۳) ابو عبد اللہ محمد بن النعمان المعروف بابن المعلم المتوفی ۴۱۳ھ کی الفہرست چھوٹی بڑی تقریباً دو سو (۲۰۰) کتابوں کی کتابیات تھی (۴۴)۔

اس سے یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ ابن الندیم نے الفہرست کا لفظ کتابیات کے معنی میں بطور اصطلاح استعمال کیا ہے وہ اس کا وضع کردہ نہیں تھا بلکہ قدام میں بھی اس لفظ کا استعمال عام تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ الفہرست کو مذکورہ بالا معنی میں سب سے پہلے ابو العباس حمیری نے استعمال کیا تھا اور یہ فہرستیں علماء میں متداول و معروف تھیں۔ لیکن علم کتابیات کے نقطہ نظر سے اس پر تنقید کی گئی ہے چنانچہ ابو جعفر طوسی فرماتے ہیں:

”ان میں سے ہر ایک کی غرض تالیف اپنی مرویات کو بیان کرنا اور اپنے خزانہ کتب کی کتابیات مرتب کرنا تھا۔ کسی کا مقصد جامعیت و احاطہ نہیں تھا۔ صرف ابو الحسن احمد بن الحسن المعروف بابن الغضاری (جو طوسی کے معاصر تھے) نے بقدر استطاعت احاطہ و استیعاب کے مقصد سے دو کتابیات مرتب کی تھیں ایک فہرستہ المصنفات اس میں مصنفات کا ذکر تھا اور دوسری فہرستہ الاصول تھی اس میں (اصولی نسخوں) کو بیان کیا تھا لیکن ہمارے علماء نے اسکی ان فہرستوں کے نسخے نقل نہیں کئے اور اس کا انتقال ہو گیا اسکے ورثاء نے بھی ان دو کتابوں کو اور ان کے علاوہ دوسری کتابوں کو بھی برباد کر دیا جیسا کہ بعض علماء نے ان کے ورثاء کی نسبت کہا ہے“ (۴۵)۔

ابو جعفر طوسی کے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں یہ کہا سکتا ہے کہ عمدہ عباسی میں کتابیات کی ترتیب کے اصول و معیار مقرر ہو چکے تھے۔ چنانچہ طوسی مذکورہ بالا کتابیات کو ان معیار پر جانچتے ہوئے کتابیات کے ذیل میں ان کا ذکر ناپسند نہیں کرتا بلکہ ان کو کیٹلاگ قرار دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیات اور کیٹلاگ کے فرق کو سب سے پہلے مسلمانوں نے نمایاں کیا۔

اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ راویان کتب کے پاس خزانہ الکتب ہوتے



تھے۔ فن کی اور کتابوں کی طرح کتابیات کے نسخے بھی نقل کئے جاتے تھے اور علماء اپنے خزانہ کتب کا کینٹاگ بھی تیار کرتے تھے جو بعض اوقات معاصرین کی بے توجہی اور ورثا کے بخل کی وجہ سے برباد ہو جاتے تھے۔

ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی المتوفی ۴۶۰ھ نے نو سو نو (۹۰۹) ایسے شیعہ مصنفین کی منتخب کتابیات (۴۶) مرتب کی ہے جنکی تصانیف کی موصوف کو اجازت روایت حاصل تھی اس کا نام بھی الفہرست ہے۔ یہ حروفِ تہجی پر مرتب ہے لیکن ان میں ہجائی ترتیب کی سختی سے پابندی نہیں کی ہے۔ اس وجہ سے ابراہیم کے بعد بابِ اسماعیل پھر بابِ اسحاق پھر بابِ آدم پھر بابِ ایوب پھر بابِ ابان اور اسکے بعد بابِ احمد وغیرہ کا عنوان قائم کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بابِ ابراہیم کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم نام کے جتنے مصنفین ہیں انہیں یکجا بیان کیا گیا ہے لیکن باب کے ناموں میں حروفِ تہجی کی پابندی نہیں کی گئی ہے چنانچہ ابراہیم بن محمد پہلے اور ابراہیم بن صالح کو بعد میں ذکر کیا گیا ہے اس طرح سے حروف کا تسلسل اور ان کی ترتیب قائم نہیں رہ سکی ہے تاہم انہیں حرفِ الف میں ہی رکھا گیا ہے۔

منتخب الدین علی بن بابویہ رازی (۵۰۴-۵۸۵ھ) نے فہرستِ طوسی کا ذیل ”فہرست اسماء علماء الشیعۃ والمصنفین“ کے نام سے نقیب عراق عزالدین یحییٰ المقتول ۵۸۹ھ کے لئے لکھا تھا جسے ان کے شاگرد برہان الدین محمد بن محمد بن علی نے رجب ۶۱۳ھ میں نقل کیا تھا۔ محمد باقر مجلسی نے اس فہرست کو بحار الانوار کی پچیسویں جلد میں نقل کیا ہے۔ (۴۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں ارکانِ ثلاثہ مصنف واریت (Author-Wise) کتاب وار (Title-Wise) اور موضوع وار (Subject-Wise) کے علاوہ ایک رکن فرقہ وارانہ کتابیات کا بھی تھا۔

### (۴) کتابیات کے اقسام

عہدِ عباسی میں علماء نے اپنی تصانیف و تالیفات کی فہارس (کتابیات) کی بہت بڑی تعداد یادگار چھوڑی ہے ان میں جو ہم تک پہنچی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اول عالم خود اپنی تالیفات کے تذکرہ پر کوئی کتاب یا رسالہ لکھتا اور اس میں اپنی مولفات و تصانیف کو نام بنام گناتا۔

(۲) کوئی عالم کسی دوسرے عالم کی تالیفات پر کوئی رسالہ یا کتاب لکھتا اور اس میں اس کی تدوین کتاب کے وقت تک تصنیفات و تالیفات کو نام بنام شمار کراتا۔



مولف اپنی تالیفات کے نام اپنے کسی "اجازة" میں جو اس سے اجازت روایت چاہتا لکھتا تھا۔

عہد عباسی میں کتابیات کی مذکورہ بالا اقسام ثلاثہ کا عام رواج تھا اور اس قسم کی کتابیات اس وقت سے تیار کی گئی تھیں کہ ان کا شمار حد بیان سے باہر ہے۔ نوع اول کی کتابیات میں سے اسماء لغات ابن ابی الدنیا (عبداللہ بن محمد قرشی المتوفی ۲۸۱ھ / ۸۹۲ء) کا ایک مخطوطہ فہرست کتب خانہ ریہ دمشق میں محفوظ ہے جس کا مجموعہ نمبر ۴۲ ہے یہ فہرست (۵۷-۵۹) یعنی تین صفحات پر منسلک ہے اس کا نام "اسماء مصنفات ابی بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن ابی الدنیا علی حروف المعجم" ہے۔ یہ حروف ہجاء پر مرتب ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے (۴۸)۔

فہرست کتب محمد بن زکریا الرازی المتوفی ۳۱۳ھ اور فہرست مولفات ابی ریحان البیرونی متوفی ۴۲۷ھ ان دو فہرستوں کو سخاوی نے مقدمتہ الآثار الباقیہ میں نقل کیا ہے (۴۹)۔ جن میں ابونان البیرونی کی حسب ذیل موضوعات پر ایک سو تیرہ (۱۱۳) تصانیف کا ذکر موجود ہے۔

ہندسہ و فلکیات ۱۸

حساب و ریاضی ۸

اصطلاب ۵

مواقیت و فصول ۵

منازل قمر ۱۲

مذنبات و ذوائب ۵

نجوم ۷

ضوء (روشنی) ۴

جغرافیہ ۱۵

فارسی تصانیف و قصص ۱۳

ادیان و مذاہب ۶

وہ تصانیف جن کا نسخہ اس کے پاس موجود نہ تھا۔ ۵

وہ کتابیں جو مکمل نہ ہو سکیں۔ ۱۰

کل ۱۱۳

فہرست مولفات ابن الجوزی اسے سبط ابن الجوزی نے مرآة الزمان میں موصوف کے تذکرہ میں باعتبار موضوعات بعنوان "ذکر ما وقع الی بالشام من اسامی فہرست مصنفات و مجموعات و مولفات"

نقل کیا ہے (۵۰)۔

فہرست کتب ابن عربی المتوفی ۶۳۸ھ سے کور کیس عواد نے مجلہ المجمع العلمي العربی جلد ۲۹، ۱۹۵۲ء و جلد ۳۰، ۱۹۵۳ء میں شائع کیا ہے (۵۱)۔

ایسی کتابیات جن میں علماء و محدثین نے اپنے اساتذہ سے پڑھی اور سنی ہوئی کتابوں ناموں کو سید شیوخ کے ساتھ نقل کیا ہے ان میں محمد بن احمد بن محمد مالکی اندلسی کی کتابیات ”فہرس تسمیہ ما رواہ الخطیب البغدادی دمشق من روایہ من الاجزاء المسموعہ و الکبار مصنفہ و ماجری مجراہا من الفوائد و الامالی المنشورہ“

کا مخطوطہ جو ۴۶۲ھ کا لکھا ہوا ۱۲۶۱-۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتب خانہ ظاہریہ میں محفوظ ہے اس مجموعہ کا نمبر ۸ ہے۔ اس کتابیات میں صرف ان کتابوں کا نام ذکر کیا گیا ہے موصوف نے ۴۶۲ھ میں خطیب بغدادی کی دمشق میں آمد کے وقت ان سے پڑھی تھیں کتابیات میں صرف کتاب اور مصنف کا نام ذکر کیا گیا ہے یہ حروفِ تہجی اور موضوعات کی ترتیب مرتب نہیں ہے (۵۲)۔

اس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الاندلسی نے کتابوں کو استاد سے جس ترتیب پڑھا، اسی ترتیب سے انہیں کتابیات میں نقل کیا ہے۔ اس لئے یہ فہرست نہ حروفِ تہجی پر ہے نہ موضوعات پر حالانکہ اس دور میں دونوں ترتیبوں کا چلن ہو چکا تھا۔ یہ کتابیات چار سو (۴۷۴) کتابوں اور مصنفوں کے ناموں پر مشتمل ہے۔

یوسف العیش نے الاندلسی کی یہ کتابیات اپنی کتاب ”الخطیب البغدادی موضوعات پر مرتب کر کے نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ (۱) علوم قرآن (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) کلام (۵) زہد و رقائق (۶) علوم لغت ادب (۸) تاریخ اسکے متعلقات اور (۹) تشریح اسلام پر حاوی تھی (۵۳)۔

یہ سادہ و عام کتابیات کی مثال ہے اس نوع کی تشریحی کتابیات بھی مرتب کی جاتی تھیں عباسی میں اسلامی قلمرو میں تشریحی کتابیات (Annotated Bibliography) رواج تھا۔ چنانچہ حافظ ابو بکر محمد بن خیر بن عمر اموی اشبیلی المتوفی ۵۵۷ھ نے فہرست ”عن شیوخہ من الدواوین المصنفہ فی ضروب العلم و انواع المعرفہ“ لکھی جو موضوعی ترتیب پر مرتب ہے اور اس میں مختلف علوم و فنون کی (چھوٹی بڑی) تقریباً ۱۰۰ سے زیادہ کتابوں کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ موضوعات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

علوم قرآن قرأت و تجوید وغیرہ میں۔

حدیث و علوم حدیث

مصنفات جن میں فقہ صحابہ و تابعین سے بحث کی گئی ہے۔

مسانید جو صحابہ کے اسماء پر مرتب ہیں۔

وہ مسانید جن کی تخریج احادیث ائمہ پر کی گئی ہے۔

بقیہ حدیث کی مشہور کتب کا تذکرہ۔

کتب لغات و معانی حدیث۔

کتب علل حدیث، کتب تواریخ، معرفتہ رجال۔

کتب سیر و انساب۔

کتب فقہ مالکی۔

کتب اصول دین اصول فقہ و فضل علم۔

کتب اشربہ۔

کتب فرائض۔

کتب تعبیر روایا۔

کتب زہد و رقائق۔

کثیرات تصانیف نامور مصنفین کی تصانیف کے نام۔

تصانیف ابو بکر بن ابی الدنیا

تصانیف ابو سعید بن الاعرابی

تصانیف ابو بکر محمد بن حسین اجری

تصانیف ابو ذر عبد بن محمد ہروی

کتب نحو، لغات، اشعار عرب و محدثین

کتب آداب لغات و شروح

تسمیہ کتب الشعراء شاعروں کی کتابوں کے نام اور ان شعراء کی کتابوں کے نام جنہیں

ابو علی اسماعیل بغدادی اندلس لائے۔ ان کے علاوہ وہ کتابیں جن کا نام بغدادی نے ذکر

نہیں کیا اور وہ جنہیں وہ قیروان لائے تھے۔

وہ کتابیں جن کو ابو مروان بن سراج نے روایت کیا اور اس سے پہلے انکا ذکر نہیں آیا۔

وہ کتابیں جنہیں ابو علی غسانی نے روایت کیا اور جن کی ابی مروان بن سراج سے

روایت کی اجازت ہے اور ان کا ذکر اوپر نہیں آیا۔

(۱۸) ان کتابوں کا ذکر جنہیں ابو الحجاج بن الاعلم نے ابی مروان سے روایت کیا اور اوپر ذکر نہیں آیا ہے۔

(۱۹) کتب اخبار اور ان کتابوں کا ذکر جنہیں ابو علی بغدادی نے روایت کیا ہے۔

(۲۰) فہارس جامعہ کا ذکر جن میں شیوخ کی روایت سے تصنیفات و تالیفات کو بیان کیا گیا۔

(۲۱) ان شیوخ کے ناموں کا ذکر جن سے موصوف نے روایت کی ملے یا نہ مل سکے اور ان

نے موصوف کو زبانی یا تحریری طور پر روایت کی اجازت دی۔

اس تشریحی کتابیات کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) کتاب و مصنف کتاب کا نام نقل کیا گیا ہے۔

(۲) صاحب فہرست نے مصنف کتاب تک اپنا سلسلہ بیان کیا ہے۔

(۳) یہ فہرست موضوعات کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔

(۴) ابن خیر نے فہرست مارواہ من شیوخہ الخ میں فہارس جامعہ کا تذکرہ کیا ہے اس

کو عہد عباسی کی کتابیات کی (Bibliography of Bibliographies) بھی کہا جاسکتا ہے۔

اس فہرست کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ عہد عباسی میں کتابیات کی

بڑی تعداد مرتب ہو چکی تھی کہ دوسرے موضوعات کی طرح ”فہارس جامعہ“ کے عنوان سے

کی روایت اور ان کا تذکرہ کیا جاتا تھا نیز اس سے عہد عباسی میں کتابیات کی کثرت اہمیت تصور

عام دلچسپی کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ اس سے عہد عباسی میں کتابیات کے ارتقاء پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

عہد عباسی کے ایک عالم کے حدود ثقافت کا بھی علم ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ علم و معارف

کتنا وسیع اور متنوع تھا۔

علماء میں خود نوشت کتابیات (Personal Bibliography) کا بہت

تھا۔ یہ کبھی خود مصنف تیار کرتا اور کبھی کوئی عالم بناتا۔ اس کا سلسلہ تیسری صدی ہجری سے

ہو چکا تھا چنانچہ شیخ الاسلام قاضی ابو العباس احمد بن عمر بن سرج بغدادی

(۲۲۹-۳۰۶ھ / ۸۶۳-۹۱۸ء) کی کتابیات ان کی چار سو (۴۰۰) تصانیف پر مشتمل تھی (۵۴)۔

ابو العطاء معری کی کتابیات کئی کرا سوں میں تیار کی گئی تھی (۵۵)۔

ابو عبد اللہ محمد سلمی المتوفی ۴۱۶ھ کی کتابیات تھی (۵۶)۔

مسعود ابن ناصر السجزی المتوفی ۴۷۷ھ نے ابن حبان بستی کی کتابیات ”تاریخ

ام سے مرتب کی تھی (۵۷)۔

خطیب نے جب اس کا مطالعہ کیا تو ابن ناصر سے پوچھا کہ یہ سب کتابیں تمہارے پاس یا شہر سجستان میں موجود ہیں؟ انہوں نے کہا بہت تھوڑی خطیب نے کہا یہ ایسی جلیل تصانیف تھیں کہ کثرت سے نقل کرائی جاتیں ان میں اہل علم بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے انہیں نہ جلدیں بند ہوا کر رکھتے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اہل سجستان کی ابن حبان بستی کی یف سے ناواقفیت و بے بصیرتی اس سے مانع رہی ہے (۵۸)۔

خطیب کے مذکورہ بالا بیان سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اہل علم و شائقین کتب انتخاب کتب ذخائر کتب میں اضافے نیز تحقیقات کے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کرنے کیلئے کتابیات کا مطالعہ ت غائر نظر سے سکتے، کتابوں کے متعلق نہایت مکمل معلومات (Upto-date Information) رکھنے اور انہیں شائع کرنے کے شائق تھے۔

عہد عباسی میں ان مقاصد کے لئے کتابیات کا استعمال مسلم معاشرے میں عام تھا۔ ابن شہر آشوب المتوفی ۴۳۰ھ کی کتابیات ان کی ۴۲۹ھ تک کی تصانیف پر مشتمل تھی (۵۹)۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنفین کی انہی کتابیات کی مدد سے بعد کے تذکرہ نگار اور مورخین مصنفین کی تصانیف کو نام بنام گناتے اور ان کی مجموعی تعداد کو بتاتے ہیں (۶۰)۔

## (ب) دارالخلافہ بغداد میں کتابیاتی سرگرمیوں کا جائزہ

عہدِ عباسی میں تیسری صدی ہجری میں ہر موضوع پر موضوعی کتابیات کی ترتیب و تدوین شروع ہو چکی تھی۔ چنانچہ یعقوب بن اسحاق کندی المتوفی (۲۶۰ھ / ۸۷۳ء) کی موضوعی کتابیات اٹھارہ (۱۸) موضوعات اور دو سو چھتیس (۲۳۶) کتابوں پر مشتمل تھی ان موضوعات پر کتابوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) فلسفہ (۷ اکتب و رسائل)	(۲) منطق..... ۶۱	(۳) حسابیات.....
(۴) کتبِ بیانات..... ۸	(۵) موسیقیات..... ۷	(۶) نجومیات.....
(۷) ہندسیات..... ۲۳	(۸) فلکیات..... ۱۶	(۹) طبیعیات.....
(۱۰) احکامیات..... ۱۰	(۱۱) جدلیات..... ۱۶	(۱۲) نفسیات.....
(۱۳) سیاسیات..... ۱۲	(۱۴) احادیثیات..... ۱۴	(۱۵) البادیات.....
(۱۶) تقدیمیات..... ۵	(۱۷) انواعیات..... ۳۳ (۶۱) -	

### (۱) موضوعی کتابیات

موضوعی کتابیات ارباب فن اور نامور اہل علم سے تیار کرائی جاتی تھیں۔ چنانچہ حنین بن اسحاق (۱۹۴-۲۶۰ھ / ۸۱۰-۸۷۳ء) نے علی بن یحییٰ کیلئے جالینوس کی کتابیات (فہرستِ جالینوس) مرتب کی تھی۔ اسکے مطالعہ کی روشنی میں ابن الندیم نے یہ کہا ہے کہ حنین کے بیشتر ترجمے سراب میں تھے اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ حیش اسعم اور عیسیٰ بن یحییٰ نے جن کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا ہے وہ بھی حنین سے منسوب کی گئی ہیں (۶۲)۔ ابو بکر محمد رازی المتوفی ۳۳۱ھ / ۹۴۳ء اس کتابیات پر استدراک

”کتاب فی استدراک مابقی من کتب جالینوس مالہم یدک

حنین ولا جالینوس فی فہرستہ“ لکھا تھا۔ (۶۳)

رازی نے پہلی مرتبہ کتابیات کی دنیا میں تحقیق کا دائرہ یہاں تک بڑھایا کہ خود جالینوس جن کتابوں کا تذکرہ کیا تھا اسکا کھوج لگایا اور علمی دنیا کو واقفیت کیلئے پیش کیا۔

یحییٰ بن عدی المتوفی ۳۶۴ھ / ۹۷۵ء نے ارسطو (۳۸۴-۳۲۲م) کی تصانیف اور ان شروح پر مشتمل ”فہرست کتب ارسطاطالیس“ مرتب کی تھی۔ ابن الندیم نے یہ فہرست یحییٰ ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی تھی (۶۴) لیکن خود اس نے یحییٰ کی تصانیف میں اس کتابیات کا ذکر نہیں

(۶۵) اور نہ القفطی وغیرہ نے اس کی طرف کوئی اشارہ کیا۔ (۶۶)

یہ اس امر کی نہایت واضح دلیل ہے کہ اس قسم کی کتابیات اس دور میں تیار کی جاتی تھیں لیکن ہر مقام پر ان کے بیان کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔

”فہرست اسماء الخطباء والبلغاء“ یہ ابو علی ابن مقلہ خطاط المتونی ۳۲۸ھ نے طبقات پر مرتب کی تھی۔ ابن الندیم نے اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ فہرست دیکھی تھی۔ اس نے اسی ترتیب و الفاظ کے ساتھ اسے کتاب الفہرست میں نقل کیا ہے (۶۷) مورخ ہشام کلبی المتونی ۲۰۶ھ اور مدائنی المتونی ۲۱۵ھ کی تصانیف کی موضوعی فہرست بخط ابو الحسن بن الکوئی المتونی ۳۲۸ھ/۹۶۰ء کو اسی ترتیب و عنوانات کے ساتھ من و عن الفہرست میں نقل کیا ہے (۶۸)۔

تیسری صدی ہجری کے اوائل میں مصنفین کی موضوعی اور عام ہر دو قسم کی کتابیات تیار کئے جانے کا رواج ہو گیا تھا چنانچہ جابر بن حیان المتونی ۲۰۰ھ/۸۱۵ء کے نامور شاگرد خرقی کی تصانیف کی دو فہرستیں ایک فہرست کبیر (Comprehensive) کیمیا اور دوسرے موضوعات پر تھی اور دوسری فہرست صغیر (Abridge) صرف علم کیمیا کی کتابوں پر محیط تھی (۶۹)۔

تیسری صدی ہجری میں ہر موضوع پر کتابوں کی کثرت نے اہل علم کو موضوعی کتابیات کی ترتیب پر مائل کیا پھر چوتھی صدی ہجری میں ابو الفرج محمد بن اسحاق الوراق المعروف ابن الندیم نے فہرست الفہارس (کتابیات کی کتابیات) ترتیب دی اس دور میں فہرست الفہارس کی اصطلاح ایجاد نہیں ہوئی تھی اس لئے ابن الندیم نے اس وسیع مفہوم کو حسب ذیل الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ عرب و عجم کی ان تمام (منتخب) کتابوں کی فہرست ہے جو عربی زبان میں لکھی گئی تھیں یا مختلف علوم و فنون سے عربی میں منتقل کی گئی ہیں (۷۰)

ظاہر ہے ان کا احاطہ کتابیات کے بغیر کیسے ممکن تھا غالباً اس جامعیت کی وجہ سے ابن الندیم نے اس کتاب کا نام سیبویہ کی کتاب کی طرح الفہرست رکھا جو اس امر کا غماز ہے کہ یہ کتاب الفہرست علم کتابیات کی جملہ مروجہ معلومات و مدونہ کتابیات کو حاوی ہے۔

یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ ابن الندیم نے اگرچہ ”هذا فہرست کتاب جمع الامم من العرب و العجم الخ“ کے الفاظ لکھے ہیں لیکن کتاب کے مطالعہ و استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ ”جمع“ کا لفظ کثرت کتب کے اعتبار سے لایا گیا ہے اس سے مراد مصنفین وغیرہ کی مشہور و متداول کتابوں کا تذکرہ ہے جیسا کہ ابن الندیم نے فقیہ زعفرانی المتونی ۲۶۰ھ کے تذکرہ میں کہا ہے:



”ہمیں زعفرانی کی روایت کردہ کتابوں کو نام بنام ذکر کرنے کی حاجت نہیں اس لئے کہ زیادہ تر فنا ہو چکی ہیں اور تصنیف کے بعد وہ نقل بھی نہیں کی گئی ہیں (۷۱)۔ بعض کے متعلق کثیر التصانیف ہونے کی تصریح کر کے ان کی چند تصانیف کو بیان کرنا (۷۲) یا کسی مصنف کے بارے میں اس کا ”ومن کتبہ“ الخ (۷۳) کے الفاظ لکھنا پھر ہمارے کو موضوعی کتابیات مصنفین کو ہر مقام پر من و عن نقل نہ کرنا بلکہ بعض مقام پر انہی کتابوں کو درج کرنا جن کو خود دیکھا یا معتبر لوگوں سے سنا ہے۔ یہ وہ قرائن ہیں جو تصانیف کے دائرہ کو منتخب و متداول کتابوں تک محدود رکھنے کی دلیل ہیں۔ اس نے چونکہ اپنے زمانے میں پائی جانے والی کتابوں کا بھی اندارج کیا ہے اس لئے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمدہ گذشتہ کی کتابیات ہی (Bibliography) Retrospective نہ تھی بلکہ یہ رواں کتابیات (Bibliography) Current بھی تھی۔

”الفہرست“ میں کتابوں کے اندارج میں کتاب کے معروف و غیر معروف دونوں نام نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا تاکہ کتابیات سے فائدہ اٹھانے والے کو اشتباہ نہ ہو مثلاً ابو عبد الرحمن ضبسی کی کتاب الزکاة کے متعلق کہا ہے کہ یہ کتاب السنن کے نام سے بھی معروف ہے (۷۴) و کیح کی کتاب الطریق نواجی کے نام سے بھی مشہور ہے (۷۵)۔

مشتبہ مقام پر ماں باپ کے نام کی نسبت کو بھی ظاہر کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ باپ کا نام نہیں ہے مثلاً محمد بن حبیب کے متعلق کہا ہے کہ حبیب ماں کا نام ہے (۷۶) اور اسماعیل بن علیہ کی نسبت کہا ہے کہ علیہ ماں کا نام ہے (۷۷) کہیں لقب کے معنی اور وجہ لقب کی طرف بھی اشارہ ہے مثلاً قطرب کے معنی حرکت کناں کیڑا اسے چونکہ قرار نہیں تھا یہ سیویہ کے پاس سویرے ہی جاتا تھا اس لئے اس نے اس کا نام ہی قطرب رکھا تھا (۷۸)۔

مصنفین کے علمی مقام کو واضح کرنے اور ان کی تخلیقات کی اہمیت کو بیان کرنے کیلئے امام فن کا قول پیش کیا ہے مثلاً اصمعی کے متعلق کہا ہے کہ ابو العباس مبرد کا قول ہے کہ اصمعی شعرو معانی میں سب سے بلند و برتر ہے یہی حال ابو عبیدہ کا ہے لیکن وہ علم نسب میں اصمعی سے بلند تر تھا اور اصمعی علم نحو کا اس سے بڑا عالم تھا (۷۹) اس نوع کے تبصرے متعدد مقامات پر کئے ہیں (۸۰) الفہرست کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں تشریحی کتابیات (Annotated Bibliography) کا آغاز ہو چکا تھا۔ چنانچہ ابن الندیم نے الفہرست میں کتاب کے طرز و انداز کو بتایا مثلاً ابن قتیبہ کی کتاب ادب الکاتب کے متعلق کہا ہے کہ: ”معارف ابن قتیبہ کی طرح ہے“ (۸۱)۔

مصنفین کے طرزِ تصنیف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے مثلاً کہا کہ فلاں مصنف کو تصنیف کا اچھا سلیقہ تھا (۸۲) فلاں مصنف فلاں انداز پر کتاب لکھتا ہے (۸۳) یا فلاں فلاں میں یہ فرق ہے اور ان میں فلاں زیادہ ماہر ہے (۸۴) مثلاً فراء اپنی تصانیف میں فلاسفہ کے الفاظ استعمال کرتا ہے (۸۵) ابو زید بلخی کی فلسفیانہ تصانیف فلاسفہ کی نسبت اہل ادب سے زیادہ قریب ہیں اس لئے ان کا ذکر بھی اوباء کے زمرے میں کیا گیا ہے (۸۶) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں فہرست ساز اسالیب تصانیف پر بھی گہری نظر رکھتا تھا اور الفہرست اس دور کی تصانیف کے اسلوب پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔ کوئی کتاب اگر کسی مصنف سے منسوب ہوتی ہے تو اسکی طرف اشارہ کیا ہے (۸۷)۔

کسی مصنف نے بہت سے موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں تو اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی کتابوں کی قدر و قیمت کو کتب خانہ کے نقطہ نظر سے بتایا ہے (۸۸)۔

وہ مصنفین جن کی تصانیف کی طرف اہل علم کی توجہ حسن ضبط کی (۸۹) یا حسن خط کی وجہ سے رہی ہے (۹۰) اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور اگر کسی خاص شہر میں ان کو قبول عام حاصل رہا ہے اسکو بھی بتایا ہے (۹۱)۔

مختلف مرتب دو اوین کے اشعار کی تعداد کو بیان کیا ہے (۹۲)۔

کسی مشہور عالم کی کوئی کتاب نظر سے نہیں گزری صرف مسودات ہی مطالعہ سے گزرے ہیں تو اس کی طرف بھی اشارہ کیا گیا علمی و تحقیقی ورثے کو نظر انداز نہیں کیا ہے چنانچہ بلخی فلسفی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے مسودات اہل علم کے پاس بہت دیکھے ہیں لیکن کوئی پوری کتاب نہیں دیکھی یہ کہا جاتا ہے کہ خراسان میں اسکی تصانیف موجود ہیں (۹۳) رازی نے اس کی تصانیف کو اپنی تصانیف قرار دیا ہے (۹۴)۔

مشترک مصنفین کی نشاندہی کی ہے (۹۵)۔

ابن الندیم نے جگہ جگہ کتابوں کے اوراق کی تعداد بتائی ہے ایک مقام پر تصریح کی ہے کہ بغیر کسی نسبت کے ورق کا ذکر کیا گیا ہے اس سے ورق سلیمانی مراد ہے جو بیس سطری ہوتا ہے۔ ہر شاعر کے کلام کی تعداد کو اسی ورق میں بیان کیا ہے تاکہ ان کے کلام میں کمی بیشی کی نشاندہی ہو سکے اور جو شخص ان کی کتابیں اور شعر جمع کرنے کا خواہاں ہے وہ علیٰ وجہ البصیرت اس سے آگاہ رہے یہ اندازہ تقریبی ہے تحقیقی نہیں (۹۶)۔ اسی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ عہدِ عباسی میں کتابیات میں (Collation) کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الفہرست کی تدوین کی غایت اہل علم میں کتابوں کے متعلق بصیرت افروز معلومات فراہم کرنا اور ذخائر کتب میں اضافہ و انتخاب میں مدد اور آسانی پیدا کرنا

تھا انہی مقاصد کے پیش نظر ایک صنف کے نامور مصنفین کو تقدم و تاخر زمانی و مکانی اور ترتیب حروفِ تہجی کا لحاظ کئے بغیر ہر مقام پر ایک ہی جگہ بیان کیا ہے پوری کتاب میں اس کا یہی انداز ہے (۶۷)۔ ابن الندیم کے بعد بھی فہرست نگاروں نے مذکورہ بالا اصول کو اپنایا ہے جیسا کہ ابن خیرک فہرستِ مارواہ عن شیوخہ سے ظاہر ہے۔

ابن الندیم نے کسی اہم کتاب کا نسخہ کسی کے پاس دیکھا ہے تو اس کی تفصیل پیش کی ہے مثلاً کتاب القبائل والایام محمد بن حبیب اخباری المتوفی ۲۳۵ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ کتاب موصوف نے فتح بن خاقان کے لئے تصنیف کی تھی اسکا اصل نسخہ ابوالقاسم بن ابوالخطاب بن فراس کے پاس دیکھا یہ طلحی کاغذ پر تیس (۳۰) سے کم اجزاء پر مشتمل تھا اس نسخہ کی ظاہری ہیئت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اصل مقدار سے کم ہے اس کا ہر جزو دو سو (۲۰۰) یا اس سے زیادہ اوراق پر مشتمل تھا۔ اس نسخہ کی فہرست طلحی کاغذ کے پندرہ (۱۵) اوراق پر خطِ جرک میں تستری بن علی وراق کی لکھی ہوئی ہے اور یہ فہرست قبائل اور ان کی سرگذشتِ ایام پر مشتمل ہے (۹۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کتاب سے اہل علم کو روشناس کرانے اور انہی موضوعات میں فہرست سازوں اور درجہ بندی کرنے والوں کی رہنمائی کیلئے تیسری صدی ہجری کے نصفِ اول ہی میں فہرست (Table of Contents) کتاب کے شروع میں لگانے کی ابتداء ہو چکی تھی اور اس اہم کام کے آغاز کا سرا محمد بن حبیب بغدادی کے سر ہے۔

## (۲) فہرستِ مضامین کتاب کیلئے لفظ ”ثبت“ کا استعمال

ابن الندیم نے فہرستِ مضامین کتاب کیلئے ”ثبت“ کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ چنانچہ نصر بن شمیل المتوفی ۲۰۲ھ کی کتاب الصفات کے متعلق لکھا ہے کہ ”بڑی کتاب ہے ابو عبید نے غریب المصنف میں اس سے استفادہ کیا ہے میں نے اس کا ثبت ابو الحسن بن کوفی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے جو من و عن نقل کرتا ہوں پھر ہر جلد کے مضامین کی فہرست پیش کی ہے“ (۹۹)۔

## (۳) مصطلحاتِ فنِ کتابیات کا استعمال

ابن الندیم نے مصطلحاتِ فن (Terminology) کو استعمال کیا مثلاً زائدہ ابن قدامہ الشہید المتوفی ۳۶۱ھ کی کتاب السنن کے لئے لکھا کہ یہ انہی ابواب پر مشتمل ہے جن پر کتاب السنن ہوتی ہیں جیسے کتاب الطہارہ صیام و صلاۃ وغیرہ (۱۰۰)۔

الف بائی ترتیب کی وضاحت کے لئے مثلاً دو لفظ ”عملہ علی حروف المعجم“ اور ”علی الحروف“ کی اصطلاح استعمال کی ہے (۱۰۱)۔ اس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلم مرتبین کتابیات نے تشریحی اندراجات میں ایسی معلومات پیش کیں جو اہل علم کی ترغیب کا باعث ہوئیں یہی وجہ ہے کہ صرف موضوع ہی نہیں خود کتاب سے آگاہی بھی اس دور میں اہل علم کو مطالعہ کتاب پر آمادہ کرنے کے لئے کافی تھی۔

اس سے یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ ابن الندیم نے کتابیاتی اندراجات میں موجود کتابوں کے نادر نسخوں سے ہی اعتناء نہیں کیا بلکہ قدیم نادر و نایاب کتب کی توجہ اہل علم کی طرف منعطف کرانے کیلئے تشریحی کتابیات پیش کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے۔

ابن الندیم نے کتابوں کے متعلق معلومات فراہم کرنے میں اپنے ماخذوں کی نشاندہی کی ہے چنانچہ جن کتابوں کو پچشم خود دیکھا ہے ان کے کتابوں کے نام کی تصریح کی ہے (۱۰۲) اور جن علماء سے معلومات حاصل کی ہیں ان کا بھی حوالہ دیا ہے (۱۰۳) کبھی دو فنون کی کتابوں کو ایک مقام پر دو عنوان سے پیش کیا ہے (۱۰۴) بعض موضوع پر ایسی مشہور کتابوں کو جن کے مصنفین کا علم نہیں ہے ان کو بھی فہرست میں جگہ دی ہے (۱۰۵)۔ اپنے معاصر مصنفین کا ذکر شہرت و ہمعصر ہونے کی وجہ سے نہایت مختصر کیا ہے (۱۰۶)۔

بعض قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن الندیم نے بعض مقامات پر کتابیں بروقت دستیاب نہ ہونے یا ان کے مولفین کے متعلق معلومات فراہم نہ ہونے کی وجہ سے بیاض چھوڑی تاکہ معلومات مل جانے کی صورت میں ان کا اضافہ کیا جاسکے اس نوع کے اضافہ کا اختیار ناظرین کو

بھی دیا ہے (۱۰۷)

مندرجہ بالا امور کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ کتابیات کی تاریخ میں کتب خانے کے نقطہ نگاہ سے تبصرے تنقید و جائزے اور تعارفِ کتب کی طرح سب سے پہلے ابن الندیم نے ڈالی عہد عباسی میں کتاب کی ظاہری و باطنی ہیئت کو نمایاں کرنے کی سعی بلیغ کی اگرچہ بعض علمی دشواریوں کی وجہ سے ہر جگہ ان امور کا التزام نہیں کیا جاسکا ہے تاہم جہاں بسہولت ممکن ہو سکا مذکورہ بالا امور کی روشنی میں کتاب کے ہر دور و رخ کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی مخطوطات کی ظاہری و باطنی ہیئت کو نمایاں کرنے کے لئے مذکورہ بالا امور کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جو ابن الندیم کے وضع کردہ رہنما اصول کی افادیت و اہمیت اور قبولیت و کامیابی کا نہایت بین ثبوت ہے۔

ابن الندیم پہلا ماہر کتابیات ہے جس نے چوتھی صدی ہجری میں کتابیاتی اندراج

(Bibliographical Citation) میں تنوع و وسعت پیدا کی اور کتابیاتی مواد

کے قوام میں ایسے بنیادی اجزاء کو شامل کیا جن کے اندراج کے بعد کتاب کا پورا تعارف و تشخص ہو جاتا اور کتاب کے طلبگار کو کتاب کی ظاہری اور باطنی ہیئت کو سمجھنے میں کوئی تھکنگی باقی نہیں رہتی ہے۔ کتابیاتی مواد کے اندراج میں جن بنیادی اجزاء کو شامل کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(Author)	(۱) مصنف
(Title)	(۲) کتاب
(Edition)	(۳) ایڈیشن
(Place of publication)	(۴) مقام اشاعت
(IMPRINT)	وراقی تفصیل
(Publisher)	(۵) ناشر
(Date of publication)	(۶) تاریخ اشاعت
(Pages)	(۷) تعداد اوراق
(Volumes)	(۸) اجزاء و مجلدات
(COLLATION)	(معروضی تفصیل)

اس ترقی یافتہ دور میں ان اجزاء میں (۱) مقام اشاعت (۲) ناشر (۳) تاریخ اشاعت کو Imprint کے نام سے یاد کیا جاتا اور کیٹلاگنگ کے بنیادی اجزاء میں اس کا شمار ہے بقیہ اجزاء کو Collaction میں داخل کیا گیا ہے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کتابیاتی اندراج اور کیٹلاگنگ دونوں میں قدرے تغیر و اصلاح کے ساتھ ابن الندیم کی وضع کردہ اساس پر عمل کیا جاتا ہے جو اسکے کتابیاتی مواد کے اندراجی اجزاء کے انتخابِ ساخت اور ان کی صحت نیز اس کی بنائی اور اپنائی ہوئی مبادی کی اہمیت افادیت و استحکام کی نہایت روشن دلیل اور اس کے ذہن کی جدت و اختراعِ فنِ کتابیات سے طبعی مناسبت اس فن میں اس کی مجتہدانہ بصیرت کی شاہدِ عدل ہے۔



## (ج) کتابوں میں حوالوں کا اہتمام اور کتابیات کا آغاز

عہد عباسی میں جب تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا اور کتابیں استعمال میں آنے لگیں تو علماء مصنفین اپنی کتابوں میں حسب ضرورت ان کے حوالے دینے لگے تھے۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری میں غالباً سب سے پہلے ائمہ لغت ابو زید نصاری بصری (۱۲۲-۲۳۹ھ) نے کتاب النوادر فی اللغہ کے آغاز میں تصریح کی ہے کہ میں نے جو اشعار قصائد میں نقل کئے ہیں وہ مفضل بن محمد ضبی کوفی سے سنے ہیں اور جو لغات ابواب رجز میں پیش کئے ہیں اس کا سماع عرب سے کیا ہے۔ (۱۰۸)۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ نے کتاب العلیل میں ائمہ فن کی کتابوں کا حوالہ دینے اور اپنے پیش نظر ماخذوں کی نشاندہی کرنے کا اہتمام کیا تھا چنانچہ موصوف کتاب العلیل میں رقم طراز ہیں۔

”جامع ترمذی میں جو باتیں علیٰ احادیث رجال و تاریخ کی بیان کی ہیں وہ میں نے بخاری کی تاریخ الکبیر سے لی ہیں اور اقوال فقہاء اور علیٰ حدیث کے سلسلہ میں پیشوایان فن ہشام بن حسن (المتوفی ۱۲۷ھ) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (المتوفی ۱۵۰ھ) سعید بن ابی عروبہ (المتوفی ۱۵۶ھ) مالک بن انس (المتوفی ۱۷۹ھ) حماد بن سلمہ (المتوفی ۱۶۷ھ) عبد اللہ بن المبارک (المتوفی ۱۸۱ھ) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (المتوفی ۱۸۲ھ) و کعب بن الجراح (المتوفی ۱۹۷ھ) عبد الرحمن بن مہدی (المتوفی ۱۹۸ھ) وغیرہ اہل ہم علم و فضل کی تصانیف پیش نظر رہی ہیں (۱۰۹)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں دوسری اور تیسری صدی ہجری میں تصانیف سلسلہ اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک عالم دوسرے عالم کی کتابوں کا حوالہ دیتا تھا۔ حوالہ کی صورت بھی ترا پذیر رہی ہے۔

چوتھی صدی میں جب ہر موضوع پر کتابوں کا ذخیرہ زیادہ فراہم ہو گیا تو مصنفین نے اوا کتاب میں اپنے ماخذوں کی نشاندہی ضروری سمجھی تاکہ قاری کو موضوع سے متعلق مصنف پیش نظر تحقیقی و مستند نسخوں کا علم ہو سکے اور اقتباسات کو سمجھنے میں مدد مل سکے نیز مصنف کی کتاب بھی مستند سمجھی جائے۔ کبھی ایسا کیا جاتا تھا کہ مصنف کتابیات کی وضاحت جداگانہ رسالہ میں کرتا چنانچہ ابو داؤد سجستانی المتوفی ۲۷۵ھ/۸۸۹ء نے کتاب السنن کی کتابیات ایک مستقل رسالہ میں ”رسالت ابی داؤد الی اہل مکہ فی وصف سنہ“ کے نام سے موسوم ہے بیان کی تھیں (۱۱۰)۔



ان مقاصد کے پیش نظر مصنف ابتداء میں کبھی کتابوں کے نام نقل کرتا اور کبھی کتاب کے آخر میں ذکر کرتا اور بعض مواقع پر دورانِ بحث دوسرے مصنفین کی شہادتوں پر اعتماد کر کے حوالوں سے کتاب کو زینت دیتا جو اسکے خزانِ کتب یا اسکی دسترس میں نہیں ہوتی تھیں تاکہ جب کبھی اور جہاں کہیں قاری کو وہ کتابیں مل سکیں وہ ان سے استفادہ کر سکے۔ چنانچہ ابن فارس المتوفی ۳۹۵ھ نے معجم مقائس اللغہ میں کتابیات کے اس اسلوب کو اختیار کیا اور مقدمہ کتاب میں بنیادی پانچ کتابوں کتاب العین خلیل، کتاب غریب الحدیث، ابو عبید، کتاب المنطق ابن السکیت، کتاب الجمہرۃ ابن درید کو بیان کر کے لکھا کہ ان کے علاوہ لغت کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ بھی پیش نظر رہی ہیں، ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے (۱۱۱)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مصنفین نے تیسری صدی ہجری میں کتاب کے آخر میں اور چوتھی صدی ہجری میں آغاز کتاب میں کتابیات پیش کرنے کی جو اساس قائم کی تھی اس پر باڈنی تصرف آج تک عمل جاری ہے۔ یہ طرز علم قاری کی مصنفین اور کتابوں تک رہنمائی میں مدد دیتا ہے اور کتابیاتی مقاصد کو پورا کرتا تھا۔

## (۱) مواد کی حیثیت اور تبصرہ

### (SURVEY OF RESEARCH)

پانچویں صدی ہجری میں کتابیات کے استعمال کا رواج عام ہو گیا تھا۔ مورخ اسلام ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ نے ”الانباہ علی قبائل الرواہ“ میں جن کتابوں سے استفادہ کیا ان کو مقدمہ میں نام بنام شمار کرا کر کہا ”میں نے اس کتاب کو انساب کی بنیادی کتابوں سے ترتیب دیا ہے جن میں:

- (۱) کتاب ابو بکر محمد بن اسحاق
- (۲) کتاب ابی المنذر ہشام بن محمد سائب کلبی
- (۳) کتاب ابو عبیدہ معمر بن المثنی
- (۴) کتاب محمد بن عبدہ ابن سلیمان
- (۵) کتاب محمد بن حبیب
- (۶) کتاب نسب قریش ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن عبید عدوی
- (۷) کتاب نسب قریش زبیر بن بکار
- (۸) کتاب نسب قریش معصب بن عبد اللہ زبیری
- (۹) کتاب انساب العرب علی بن کیسان کوفی

(۱۰) کتاب علی بن عبدالعزیز جرجانی

(۱۱) کتاب عبدالملک بن حبیب اندلسی اس کے علاوہ فقہرے اور جملے میں نے حدیث و آثار

اور کتب تاریخ و ادب سے لئے ہیں“ (۱۱۲)۔

موصوف نے جب ”الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب“ لکھی تو اس میں بھی کتابیات کو آغاز

کتاب میں بیان کیا اور کہا ”میں نے اس کتاب میں جو لکھا وہ موسیٰ بن عقبہ کی کتاب سے ابن اسحاق

کی کتاب سے طبقات واقدی سے (۱۱۳) تاریخ واقدی سے منقول ہے (۱۱۴) بعض کتابیں نہیں مل

سکیں ان کا حوالہ دوسری کتابوں کے حوالے سے نقل کیا ان کو بھی بتا دیا ہے مثلاً ہم نے جو معصب

بن عبداللہ ابو المدائنی اور ابو معشر کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کتاب ابن ابی خیشمہ سے ماخوذ ہے

(۱۱۵)۔ تاریخ بخاری، تاریخ ابو العباس محمد بن اسحاق سراج، ابن جریر طبری، ذیل المذیل، ابی البشر

دولابی کی کتاب المولدة والوفاء سے استفادہ کیا ہے صحابہ کی جنگ و شہادت، آنحضرت صلی اللہ علیہ

و سلم کی زیارت و ملاقات، اسلام یہ باتیں طبقات کبیر ابن سعد سے لکھی ہیں اسکے علاوہ جو باتیں ہیں

وہ ابو علی سعید بن عثمان بن الکن کی کتاب ”المحروب فی الصحابہ“ (۱۱۶) اور ابو محمد جارود کی کتاب

الصحابہ کتاب ابو جعفر عقیلی اور کتاب ابن ابی خیشمہ سے منقول ہے۔ میں نے ابن ابی حاتم رازی کی

کتاب اور ازرق دولابی بغوی کی کتاب الصحابہ کا بھی مطالعہ کیا ہے اس کتاب میں ان کتابوں کے

علاوہ بھی معلومات ہیں جو شیوخ سے سنی ہیں (۱۱۷) اور انساب کی کتابوں کا تذکرہ ہم نے کتاب الانباء

میں کیا ہے (۱۱۸)۔

کتب خانہ سازی کتابوں کی تخلیق و تنظیم فہرست سازی ذخیرے میں اضافہ اس سے

استفادہ و افادہ کیلئے تربیت یافتہ عملہ کتب خانہ کی عمارت کی تعمیر یہ وہ مراحل ہیں جن کی تکمیل کیلئے

مالیات و انتظامیہ کا شعبہ ناگزیر ہے۔ باب دہم میں مالیات و انتظامیہ کے شعبہ سے بحث کی گئی ہے۔

## فہرست ماخذ

- (۱) الصغانی ج ۳ ص ۴۰۵۔۔۔۔۔ الزییدی 'تاج العروس' ۸ ج ۴ ص ۲۱۱۔۔۔۔۔ ابن منظور 'منظور' ج ۸ ص ۴۸۔۔۔۔۔ سعید الشرنوبی اقرب الموارونی فصح العربیہ والشوارو (بیروت مطبعہ مرسلی ایسوسیمین ۱۸۹۳ء) ج ۳ ص ۷۱ (مادہ فہرس)۔۔۔۔۔ الخفاجی ص ۵۲
- (۲) دغذ اشارہ مسلسل ۷۹ شمارہ ن ف ص ۳۴۶
- (۳) ایضاً
- (۴) Lane, Arabic English Loxicon. Book 1, Part 6. p.2453 New York: 1956
- (۵) البیرونی کتاب الجماہر فی معرفۃ الجواہر (حیدر آباد الدکن مطبعہ مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ ۳۵۵ (a) ص ۱۳۰
- (۶) الزییدی ج ۱ ص ۵۳۴ مادہ ثبت۔۔۔۔۔ عبدالحی الکتانی فہرس الفہارس والاثبات والمعاجم والمشیخت (فاس المطبعہ الجدیدہ ۱۳۴۶ھ) ج ۱ ص ۳۹۔۔۔۔۔ ۴۰
- (۷) ابن الجوزی صید الخاطر ص ۴۴۰۔۔۔۔۔ ۴۴۱
- (۸) عمر بن خلف کلمی المحقق شقیف اللسان و تلخیص البیان تحقیق عبدالعزیز مطر (القاهرة المجلس الاعلیٰ للثنویون الاسلامیہ ۱۳۸۶ھ) ص ۵۴
- (۹) الخوارزمی مفتاح العلوم ص ۳۹
- (۱۰) الخفاجی ص ۳۰۵
- (۱۱) المرزوی ج ۱ ص ۳۲
- (۱۲) ابن ابی الربیع، برناج ابن ابی الربیع (الاسہوانی مقدمتہ المحقق) (القاهرة مطبعہ مصر ۱۹۵۵ء) ص ۳۔۔۔۔۔ ۴
- (۱۳) ایضاً ص ۴
- (۱۴) ایضاً ص ۱۴
- (۱۵) ایضاً ص ۱۴
- (۱۶) ایضاً ص ۱۶
- (۱۷) ایضاً ص ۱۰۔۔۔۔۔ ۱۲

- (۱۸) محمد الانصاری الرصاع، فہرست الرصاع، تحقیق محمد العتالی (تونس، المکتبہ العتیبیہ) (۱۹۶۷ء) مک (المقدمہ)
- (۱۹) الاھوانی ص ۲۹
- (۲۰) ایضاً ص ۸
- (۲۱) ایضاً ص ۷
- (۲۲) ایضاً
- (۲۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ ص ۱۰۵۹
- (۲۴) ابن خیر ص ۲۳۲
- (۲۵) ایضاً ص ۲۲۵-۲۳۸
- (۲۶) ایضاً ص ۲۲۶
- (۲۷) ایضاً ص ۲۳۰ و ۲۵۵
- (۲۸) ایضاً ص ۲۳۲
- (۲۹) ایضاً
- (۳۰) ایضاً ص ۲۲۹
- (۳۱) ایضاً ص ۲۳۲
- (۳۲) ایضاً ص ۲۳۰
- (۳۳) ایضاً ص ۲۲۸
- (۳۴) ایضاً ص ۲۳۱
- (۳۵) ایضاً ص ۲۳۷
- (۳۶) ایضاً
- (۳۷) دانش "گنجور و برنامہ او" ہنر و مردم شمارہ ۱۲۸ (فرداد ماہ ۱۳۵۳ ف) ص ۵۱
- (۳۸) الطوسی الفہرست ص ۲۳ نمبر (۱۳۱)
- (۳۹) ایضاً ص ۱۰۱ نمبر (۳۱۸)
- (۴۰) ایضاً ص ۱۲۸ نمبر (۴۴۱)
- (۴۱) ایضاً ص ۱۶۰ نمبر (۵۹۰)
- (۴۲) آغا بزرگ طہرانی الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، ج ۱۶ ص ۳۷۶ و ۳۹۴ دانش پڑوہ "برنامہ او" ہنر و مردم شمارہ ۱۲۶ (فردردین ۱۳۵۲ ف) ص ۹۴



- (۶۵) ایضاً ص ۳۶۹
- (۶۶) التقفلی ص ۳۶۱
- (۶۷) ابن الندیم ص ۱۸۱-۱۸۲
- (۶۸) ایضاً ص ۱۴۰-۱۳۷-۱۵۲
- (۶۹) ایضاً ص ۵۰۰
- (۷۰) ایضاً ص ۲
- (۷۱) ایضاً ص ۲۹۷
- (۷۲) ایضاً ص ۳۰۹
- (۷۳) ایضاً ص ۲۰۵
- (۷۴) ایضاً ص ۳۱۶
- (۷۵) ایضاً ص ۱۶۶
- (۷۶) ایضاً ص ۵۵
- (۷۷) ایضاً ص ۷۸
- (۷۸) ایضاً ص ۷۸
- (۷۹) ایضاً ص ۸۲، ۱۳۶، ۱۴۰
- (۸۰) ایضاً ص ۸۷، ۲۱۷، ۱۳۷
- (۸۱) ایضاً ص ۹۲، ۱۶۶
- (۸۲) ایضاً ص ۲۱۴-۲۱۳، ۳۶۰-۲۲۱
- (۸۳) ایضاً ص ۷۴ او ۲۲۳، ۳۲۸
- (۸۴) ایضاً ص ۲۱۰
- (۸۵) ایضاً ص ۹۹، ۱۷۳
- (۸۶) ایضاً ص ۱۹۸
- (۸۷) ایضاً ص ۲۱۴ (تذکرہ کسروی)
- (۸۸) ایضاً ص ۲۱۴ "تذکرہ مروزی ۱۹۰ (المرزبانی)
- (۸۹) ایضاً ص ۱۴۰
- (۹۰) ایضاً ص ۱۱۷-۱۱۸
- (۹۱) ایضاً ص ۱۱۵، ۱۲۴، ۲۷۵

- (۹) ایضاً ص ۲۳۵-۲۳۴-۲۳۳
- (۹) ایضاً ص ۲۱۶
- (۹) ایضاً
- (۹) ایضاً ص ۳۸۵ (تذکرہ بنو الصباح)
- (۹) ایضاً ص ۲۲۷
- (۹) ایضاً ص ۲۱۰/۶۰-۲۰۹
- (۹) ایضاً ص ۱۵۵-۱۵۶-..... یاقوت، ج ۶ ص ۳۷۶-..... محمد بن الحبیب کتاب الحجر  
(حیدرآباد الدکن، مطبعہ جمیعہ دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۳۶۱ھ) ص ۵۱۰-۵۱۱ (کلمتہ الختام  
للکتاب لمحمد حمید اللہ)
- (۹) ابن الندیم ص ۷۷
- (۱۰) ایضاً ص ۳۱۶
- (۱۰) ایضاً ص ۲۰۸، ۲۱۳، ۲۳۵
- (۱۰) ایضاً ص ۱۱۷، ۲۲۳
- (۱۰) ایضاً ص ۲۳۲
- (۱۰) ایضاً ص ۱۲۶
- (۱۰) الذہبی ج ۴ ص ۲۳۶ (۱۰۵۰) ابو مسلم عمر بن علی بخاری المتوفی ۱۳۶۶ھ
- (۱۰) ایضاً ص ۳۰۸
- (۱۰) ایضاً ص ۲۷۳ (التریدیہ)
- (۱۰) ابو زید الانصاری ۱۲۲-۲۳۹ھ کتاب النوار فی اللغہ تحقیق محمد عبدالقادر احمد بیروت  
دار الشروق ۱۹۸۱ء ص ۱۲۲
- (۱۰) الترذی، سنن الترذی (دہلی مطبعہ العلوم ۱۳۶۵ھ) ص ۶۷
- (۱۰) ابو داؤد رسالہ ابی داؤد الی اهل بکدہ فی وصف سنہ تحقیق محمد الصباح، اضواء الشریعہ العدر  
الخامس (جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ) ص ۲۷۸
- (۱۱) ابن فارس ج ۱ ص ۳-۵
- (۱۲) ابن عبد البر الانباہ علی قبائل الرواہ ص ۳۵-۳۶ یہ موصوف کی "کتاب القصد والامم فی  
التعریف باصول انساب العرب والجم" کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔
- (۱۳) ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۲۰-۲۱



ايضاًص ۲۲	(۱۱۳)
ايضاًص ۲۳	(۱۱۵)
ايضاً	(۱۱۶)
ايضاًص ۲۴	(۱۱۷)
ايضاًص ۲۵	(۱۱۸)

## باب دہم

### انتظامیہ

خزائن کتب سے استفادہ و افادہ اور اس کے عملہ کی سہولت و نگرہداشت کے لئے انتظامیہ کا ہونا ایک ناگزیر امر ہے۔ اس لئے باب دہم کا عنوان انتظامیہ رکھا گیا ہے۔ یہ باب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں کتب خانے کی مالیات، بجٹ، عمارت کتب خانہ، اسٹیک، کتب خانوں میں کانڈ کی درآمد، ذخیرہ اندوزی کا نظام، اندراج کتب، ترتیب کتب، اوقات کتب خانہ، کتب خانہ میں کتب و سامان کتابت کی سہولت، تدوین کتب، مجلس کتب خانہ، استعارہ کتب، اجراء کتب کا نظام، عایت کتبہ لینے والوں کی اخلاقی ذمہ داریاں اور مستعار کتابوں کے قوانین کو بیان کیا گیا ہے۔

دوسرے حصے میں عملہ، خازن کے فرائض، عہد عباسی کے مشہور خازن، مشرف و مناوول وغیرہ، تحفظ کتب کی احتیاطی تدابیر، کتابیں رکھنے کے ظروف، کتابوں کی درستی کے لئے مسالوں کا استعمال، جلد سازی، تزئین و آرائش کتب اور کتابوں کی تباہی کے داخلی و خارجی اسباب سے بحث

ہے۔



## باب دہم

### پہلا حصہ (اجمالی خاکہ)

- کتب خانہ کی مالیات
- مالیاتی ذرائع
- تقابلی میزانیہ
- عمارت کتب خانہ
- عمارت کتب خانہ کی تعمیر میں مصروفیوں کی شہرت
- انتخاب زمین
- تعمیر سے قبل انتخاب زمین کے اصول
- کتب خانے کے لئے مستقل عمارت کا آغاز
- انہدام اور تعمیر نو
- حیر (Steck)
- کتب خانوں میں کانڈ کی درآمد اور ذخیرہ اندوزی کا نظام
- اندراج کتب کارڈس
- کتابوں پر مرلگانے کا رواج
- ترتیب کتب
- ترتیب علوم
- عمد عباسی میں علامات (Notation) نگاری کا آغاز
- عمد عباسی میں ذخائر کتب کے ٹاپ ٹول کے پیمانے
- حجم و ضخامت کتاب کی وضاحت کے اصطلاحی الفاظ کا استعمال
- کتب خانہ کے اوقات
- کتابوں کی تدفین
- مجلس کتب خانہ (Library Committee)
- مجلس کتب خانہ

- استعارہ کتب
- کتب خانوں سے عارضہ کتابیں و یہاں میں لے جانے کی اجازت
- اجراء کتب کا نظام
- عارضہ کتابیں لینے والوں کی اخلاقی ذمہ داریاں
- مستعار کتابوں کے قوانین

## (۱) کتب خانے کی مالیات

ہر سرکاری، نیم سرکاری اور نجی ادارے کو چلانے کے لئے سب سے بڑی قوتِ متحرکہ مالیات ہے۔ یہ انتظامی ڈھانچہ کی کفالت کرتی ہے۔ ان ثقافتی اداروں کی ذمہ دار شخصیتوں پر ان اداروں کے مقاصد کی تکمیل اور کتب خانوں کی ضرورت، ان کے قیام، انتظام و اہتمام کے لئے مالیات کو فراہم کرنا اور اسے کام میں لانے کا فرض عائد ہوتا ہے۔

کتب خانے فوری آمدنی کا ذریعہ نہیں ہیں بلکہ بعض دوسرے اداروں کی طرح خرچ کرنے والا ادارہ ہے۔ یہ ہمہ وقت علم و دانش کو پھیلاتے، لوح و قلم کی پرورش کرتے، ذہنی صلاحیتوں کو ابھارتے اور تعلیم کو فروغ دیتے ہیں۔ ان سے معاشرہ میں علمی ماحول جنم لیتا، قوم سیادت و قیادت سے بہرہ مند ہوتی اور دانشوروں کے تجربات، مشاہدات، تحقیقات و تخلیقات سے پوری علمی دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے، قومی تعمیر میں یک جہتی اور استحکام آتا ہے اس لئے کتب خانوں کی مالیاتی ضرورت ناگزیر ہو جاتی ہے۔

کتب خانے ایک ترقی پذیر ادارہ (Growing Institution) ہیں۔ کتابوں سے استفادہ کرنے والوں میں روز افزوں اضافے، عمارت اور فرنیچر کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے امداد کے محتاج رہتے ہیں ان کی احتیاج دائمی ہوتی ہے۔ یہ ثقافتی ادارے جب قائم کئے جاتے ہیں تو پھر ہمیشہ انہیں قائم رکھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے مالیاتی تقاضے (Financial Demands) اور ضرورتیں بھی دائمی ہوتی ہیں۔

## (۱) مالیاتی ذرائع (FINANCIAL RESOURCES)

عمید عباسی میں کتب خانوں کی روز افزوں ضروریات کو بحسن و خوبی پورا کرنے کے لئے مالیاتی نظام قائم کیا جاتا تھا۔ ان کے مستقل اور عارضی مالیاتی ذرائع حسب ذیل تھے۔

(۱) مستقل وقف، یہ کتب خانہ کی آمدنی کا سب سے بڑا اور موثر و مستقل سرچشمہ تھا جو ہر قسم کی منت پذیری سے بے نیاز تھا۔

(الف) وقفِ اراضی، اس کی آمدنی سے عملہ کی تنخواہ و کتب خانے کی ضروریات کو پورا کیا جاتا اور میزانیہ ترتیب دیا جاتا تھا۔

(ب) وقفِ کتب

(ج) وقفِ قلم دوات و دیگر اشیاء۔

- (۲) سرکاری امداد  
 (۳) عارضی اور ممکنہ ذرائع۔ مخیر حضرات کے عطیات اور امداد و اعانتہ۔  
 (۴) نذر  
 (۵) تاوان و جرمانہ (Fine)  
 (۶) تحائف (Gifts)

## (۲) بجٹ

عیدِ عباسی میں اداروں کو چلانے کے لیے منصوبہ بندی بھی کی جاتی تھی اور کہیں میزانیہ کی بعض مدات کے اخراجات کو نقد و جنس دونوں سے پورا کیا جاتا تھا۔ چنانچہ جامعہ مستنصریہ میں یہی معمول تھا۔ تدریسی اور کتب خانہ کے عملہ کو تنخواہ اسلامی دنیا میں مروجہ سکے، دینار و درہم میں دی جاتی اور اس کے ساتھ جنس (اشیائے خورد و نوش) بھی مہیا کی جاتی تھی جس کا نمونہ درج ذیل ہے

عیدہ	نقد	جنس
خازن (لابرین)	۱۰ دینار ماہانہ	۴ رطل (۱) گوشت اور روٹی
		ضرورت کے مطابق سبزی اور لکڑی
		رمضان میں تنخواہ دگنی کر دی جاتی تھی
مشرف	۳ دینار ماہانہ	۵ رطل روٹی یومیہ، ۲ رطل گوشت یومیہ
		.....۲
مناول	۲ دینار ماہانہ	۴ رطل گوشت روٹی یومیہ

(۲)

عیدِ عباسی میں کتب خانوں کا نظام بہت وسعت اختیار کر گیا تھا ان کی ضروریات کی کے لیے بجٹ بنایا جاتا اور کتب خانے کے ہر شعبہ کے لیے سالانہ میزانیہ میں رقم مختص کی تھی، چنانچہ مصر میں خلیفہ الحاکم فاطمی کے کتب خانہ دارالعلم کا سالانہ میزانیہ حسب ذیل تھا



جس کا فیصد درج ذیل ہے

۳۵ فیصد  $\frac{1}{3}$

۲۴ فیصد

$\frac{1}{2}$  فیصد

۵ فیصد

۵ فیصد

$\frac{1}{2}$  فیصد

$\frac{2}{3}$  فیصد

۶ فیصد

۶ فیصد

$\frac{1}{4}$  فیصد

۹۰ دینار

۴۸ دینار

۱۵ دینار

۱۰ دینار

۱۰ دینار

۵ دینار

۵ دینار

۱۲ دینار

۱۲ دینار

۱ دینار

۲۰۸

میزانیہ ۲۰۷ دینار

کتب

تنخواہیں

فرنیچر

جلد سازی و مرمت کتب

اسٹیشنری (کاغذ، قلم، دوات)

تفرقات

میزان

ہم نے اوپر کسور کو نظر انداز کر کے دو سو دینار میزانیہ قرار دے کر بجٹ پیش کیا ہے حالانکہ میزانیہ کی رقم دو سو ستاون دینار ذکر کی گئی ہے (۴) جس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر بعض مدات کا ذکر کتاب المحیط کے منقول عنہ نسخہ سے ساقط ہو گیا ہے اس لیے المحیط کے مطبوعہ نسخہ میں ان کا تذکرہ نہیں آسکا ہے (۴) تاہم کتب خانوں کی مدوں میں جو رقم بیان کی گئی ہے وہ اولگا پٹو کے بیان کے مطابق دو سو نو (۲۰۹) (۵) اور ڈاکٹر شلبی کے بیان کے مطابق دو سو سات (۲۰۷) دینار ہے (۶)۔

مسلمانوں کے مذکورہ بالا میزانیہ کی روشنی میں یہ کہنا بجائے کہ عہد عباسی میں کتب خانے کے میزانیہ کی جن مدات میں اخراجات کے لیے سب سے زیادہ رقم مختص کی جاتی تھی وہ صرف دو ہی مدیں تھیں (۱) قابل خواندگی مواد (Reading Materials) (۲) تنخواہیں (Salaries)۔ عصر حاضر میں بھی انہی دو مدات کو سب سے زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے (۷) اور انہی دو مدوں پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے عہد عباسی میں جن اہم شعبوں کے سالانہ میزانیہ میں مدات رکھی جاتی تھیں آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کم و بیش انہی بنیادی شعبوں پر مشتمل بجٹ بنایا جاتا ہے جو مسلمانوں کے کتب خانے کے میزانیہ کی حقیقی بنیادوں پر تیاری اور فن کتاب داری میں بصیرت کی روشن دلیل ہے۔

عصر حاضر میں مثل (R.L. Mittal) نے کتب خانہ کی مالیات کے لیے پنجاب یونیورسٹی کے

میزانیہ پر زور دیا ہے لیکن وہ خود اس سے مطمئن نہیں ہو سکا۔ اس لیے اس نے ایک معیار  
میزانیہ بھی تجویز کیا ہے جو اس کے وسیع تجربات و معلومات کا نتیجہ ہے یہ تینوں میزانیہ در  
ذیل ہیں۔

## (۳) تقابلی میزانیے

تقسیم رقم، پنجاب یونیورسٹی کامیزانیہ	نمونہ کامیزانیہ مثل کی نظر میں	قدیم
(۱) کتب	۲۳ فیصد	۲۰ فیصد ۲۵ فیصد
(۲) اخبارات و رسائل	"۱۵	-
(۳) تنخواہیں	۵۰"۲۸	"۳۱۴۵"
(۴) روشنی، صفائی، کمروں کو گرم یا ٹھنڈا رکھنا	۲"۲۶۵۰	"۵"
(۵) جلد سازی و دیگر ٹوٹ پھوٹ	"۵	-
بیمہ	۱	-
(۶) متفرقات	۴۶۵	"۱۷۲"
(۷) ڈاک خرچ، اسٹیشنری	۱۵	-
(۸) کرایہ اور قرضہ جات	۸	مرمت عمارت
(۹) فرنیچر	۹.۵	مرمت عمارت

مذکورہ بالا تینوں میزانیوں کے تقابلی مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جن مدت پر آج زور دیا جاتا ہے مثلاً ذخیرہ کتب و رسائل عمدہ عباسی میں رسائل کے نہ ہونے کی وجہ سے تمام تر توجہ کتابوں کی مدپر دی جاتی تھی اور فنی عملہ بھی عصر حاضر کی طرح مختصر رکھا جاتا تھا۔ البتہ غیر فنی عملہ کی عمدہ عباسی میں وہ کثرت نہ تھی جو آج ہے کیونکہ اس دور میں پیشہ ورانہ اہل علم مندہ چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے میں عار نہیں تھایا جب ہے کہ عمدہ عباسی میں کتب خانوں کی خدمات بہت سود مند اور ہریڑھے لکھے کے لئے جذب و کشش کا باعث تھیں۔ عمدہ عباسی میں کاتبوں اور خطاطوں کی غیر معمولی کثرت ذخیرہ کتب میں اضافہ کی غرض سے ہوتی تھی کیونکہ اس دور میں طباعت نہ تھی۔

عمدہ عباسی کے ذاتی کتب خانوں کے بعض شعبوں کے اخراجات سے معلوم ہوتا ہے کہ

ذاتی کتب خانوں کا بجٹ بھی تیار کیا جاتا تھا اور کتب خانوں پر جو رقم خرچ کی جاتی تھی اس کا حساب رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ ابو بکر احمد بن محمد جراح بغدادی کہتا تھا کہ ”میرا کتب خانہ دس ہزار (۱۰,۰۰۰) درہم کی مالیت کا تھا“ (۱۰)۔

بنو شاکر کے کتب خانے کے دارالترجمہ کے شعبہ کا ماہانہ خرچ پانچ سو (۵۰۰) دینار تھا (۱۱)۔ ابو حفص عمر شاہین نے چار سو رطل سیاہی پر سات سو (۷۰۰) درہم صرف کئے تھے (۱۲)۔ ابن الضریس نے بصرہ میں کتابوں کی نقل اور ان کی صحت و مقابلہ کی اجرت نو ہزار درہم ادا کی تھی (۱۳)۔ ابو عبد اللہ محمد بن سخر جرجانی مصری المتوفی ۲۵۸ھ نے ایک علمی سفر میں صرف نقل کتب پر نو ہزار (۹۰۰۰) دینار خرچ کئے تھے (۱۴)۔

ابو جعفر موصلی اپنے کتب خانے سے استفادہ کرنے والوں کو کاغذ اور قلم دوات کی سہولت کے علاوہ نقد رقم بھی دیتا تھا (۱۵)۔ اس سے ابو جعفر موصلی کے عوامی کتب خانے کے بجٹ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کتنا وسیع تھا۔ اہل ہنرمندی اپنے کتب خانے کے جملہ اخراجات اپنی جیب خاص سے ادا کرتا تھا (۱۶)۔

محمد مرزبانی المتوفی ۳۸۴ھ اپنے کتب خانے سے استفادہ کرنے والوں اور اس میں شب کو قیام کرنے والوں کے لئے پچاس (۵۰) لحاف بھی تیار رکھتا تھا (۱۷)۔ قاضی ابن فطیس اپنے کتب خانے سے اپنے ہی خرچ پر ضرورت مندوں کو کتابیں بھی نقل کرا کر پہنچاتے تھے (۱۸)۔

ایک مد متعین رقم یا مقررہ مد سے خریدی ہوئی اشیاء کی تعداد کے ذکر سے یہ بات واضح ہوتی جاتی ہے کہ عہد عباسی میں ذاتی کتب خانے کا بھی مختلف مدات پر مشتمل بجٹ بنایا جاتا تھا مگر موقع و محل کی مناسبت سے کبھی کسی ایک مد کا تذکرہ آجاتا تھا۔

ان اخراجات کے پیش نظر عہد عباسی کے ذاتی اور سرکاری کتب خانوں کا بجٹ آج کے ترقی یافتہ دور کے کتب خانوں کی طرح نہایت ترقی یافتہ بجٹ تھا اس لئے کہ دور عباسی میں کتابوں کے علاوہ کتب خانوں کی بعض دوسری مدوں میں اتنا خرچ کیا جاتا تھا جن کے خرچ کا اس دور میں تعین کرنا ہی مشکل ہے اور وہ مدیں آج کے ترقی یافتہ دور میں ترقی یافتہ ممالک کے کسی کتب خانے میں موجود نہیں ہیں۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں کتابوں اور اخبار و رسائل کی خریداری کے لئے میزانیہ میں سے ۴۰ فیصد رقم مختص کی جاتی ہے جو بڑی رقم سمجھی جاتی ہے لیکن عباسی دور میں اگر کتابوں کی خریداری کی مد میں وہ اخراجات بھی شامل کئے جائیں جو اس دور میں ذخیرے کے اضافے کے لئے کئے جاتے تھے جیسے کتابیں نقل کرانا اور دوسری زبانوں سے عربی میں کتابیں ترجمہ کرانا تو عہد عباسی

کا میزانیہ اس دور کے بعض میزانیوں سے کم نہیں قرار پائے گا۔

اس ترقی یافتہ دور میں ٹوٹ پھوٹ، رنگ و روغن اور ڈیکوریشن وغیرہ پر میزانیہ میں زیادہ سے زیادہ پانچ فیصد رقم رکھی جاتی ہے لیکن عباسی دور میں صرف رہائش کی سہولتیں اور موسم کے لحاظ سے گرم و سرد ساز و سامان مہیا کرنے کا جو اہتمام کیا جاتا تھا اس کا ذکر نہ اولگا پٹو نے کیا اور نہ مقریزی نے کیا اور نہ عصر حاضر کے محققین شبلی و حمادہ نے اس کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے حالانکہ اس اہتمام میں تعمیر پائی جاتی ہے اور میزانیہ کا معتدبہ حصہ اس کے لئے مختص کیا جاتا تھا مثلاً محمد مرزبانی نے کتب خانے میں شب کو قیام کرنے والوں کے لئے پچاس (۵۰) لحاف وغیرہ کا بندوبست کیا تھا جیسا کہ گزر گیا۔

عہد عباسی میں مسلمانوں نے عام لوگوں کو علم سے قریب کرنے اور انہیں خورد و نوش کی جدوجہد سے فارغ رکھنے کے لئے کفالت کی ایک مد قائم کی تھی تاکہ ان کی ”انا“ کو ٹھیس نہ پہنچے اور طلب و شوق علم میں رکاوٹ بھی پیدا نہ ہو چنانچہ انہوں نے ”ورق اور ورق“ کتاب و رقم“ پیش کرنے کا نہایت سود مند طریقہ ایجاد کیا تھا جس کی مثال آج تک کوئی نظام پیش نہیں کر سکا ہے۔ یہ صرف اسلام کی برکت تھی جس نے لوح و قلم کی پرورش کی اور دانشورانہ فکر کو فروغ دینے کی غرض سے مسلمانوں کو یہ راہ سمجھائی تھی ہمیں تعجب ہے کہ اولگا پٹو، شبلی، حمادہ نے ان مدات پر خرچ کی جانے والی رقم کو بجٹ میں شمار ہی نہیں کیا ہے اور مقریزی کے پیش کردہ بجٹ کے ہی نقل پر اکتفاء کیا ہے۔

## (ب) عمارتِ کتب خانہ

عہدِ قدیم میں معبدوں اور شاہی محلوں میں جہاں کہیں تحریری سرمایہ رگی الواح اور پپائرس رول وغیرہ پر مشتمل ذخیرہ حفاظت و افادہ کی غرض سے رکھا جاتا عمارت کے اس حصہ کو لائبریری کہا جاتا تھا، جب تصنیف و تالیف کا سلسلہ بڑھا اور مخطوطات کا ذخیرہ بڑھ کر ہزاروں لاکھوں تک پہنچا شاہی محلوں اور معبدوں کی عالیشان عمارتوں میں کتب خانے کے لئے علیحدہ موزوں جگہ کا انتخاب کیا۔

### (۱) عمارتِ کتب خانہ کی تعمیر میں مصر و یونان کی شہرت

مصر، یونان، و روم میں جب (پبلک) کتب خانے (جس سے ایک محدود مخصوص طبقہ سہی فائدہ اٹھاتا تھا) عالم وجود میں آئے تو ان کے لئے جداگانہ عمارتیں بھی بنائی جانے لگی تھیں۔ کارخ مشرق کی طرف رکھا جاتا تھا تاکہ سورج کی روشنی میں باسانی مطالعہ کیا جاسکے۔ آفتاب گرمی سے رات بھر کی بند گندی اور نم آلود ہوا خشک ہو سکے، پپائرس اور پارچمنٹ جلد خراب ہو سکیں (۱۹)۔ قدیم یونانیوں میں فنِ تعمیر کے اصول کو ملحوظ رکھنے کی کوئی شہادت نہیں ملتی ہے۔ ایشیائے کوچک میں پرگام لائبریری کی عمارت سے جو ۱۹۰ قبل مسیح میں تعمیر کی گئی معلوم ہوتا ہے کہ یونانی مستطیل عمارت کو پسند کرتے تھے جو ایک سوتیں (۱۳۰) فٹ لمبے چار کمروں پر مشتمل ہوتی تھی اور سمندر کی سمت کھلتی تھی اس لئے اس میں تازہ ہوا اور روشنی آتی تھی، یہ غور و فکر کے لئے بہتر ماحول کا سبب تھا، یہی عمارتِ کتب خانہ بعد میں رومیوں کے لئے نمونہ بنی تھی (۲۰)۔ اس زمانے میں ایشیاء میں ہندوستان میں پستک بھنڈار کے نام سے کچھ جگہیں مخصوص کی جاتی تھیں جہاں ثقافتی ورثہ استفادہ و افادہ کے لئے رکھا جاتا تھا (۲۱)۔

### (۲) انتخابِ زمین

تہذیب و ثقافت کے سرمایہ کے تحفظ کے لئے دنیا میں اہلِ فارس نے سب سے پہلے کتب خانے کی جگہ کے انتخاب میں جن بنیادی اصولوں کو اساس بنایا تھا ان کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے عقائد و نظریات کے مطابق ان اصولوں کو اپنا کر تعمیرات میں آنسوئوں کی رہنمائی کی۔ ان کی اس حکمتِ عملی سے عمارتوں کی تعمیر و تخصیص میں ایک گرانقدر باب اضافہ ہوا۔ اس کے آثار ایشیاء ہی میں نہیں افریقہ اور یورپ میں بھی پائے جاتے ہیں یہی وجہ ہے

کہ ان اصول کے صحیح خط و خال ہمیں صرف مسلمان مصنفین کی تخلیقات میں ملتے ہیں۔  
اسلام کے ابتدائی دور میں مسجد کے ایک گوشہ کو جہاں کتابوں کا ذخیرہ رکھا جاتا تھا کتب خانے کی عمارت کی حیثیت سے یاد کیا جاسکتا ہے، دورِ اموی میں جب کتابوں کا ذخیرہ بڑھا تو شاہی محلات میں اس کے لئے مستقل جگہ خزانة الکتاب کے نام سے بنائی جانے لگی تھی (۲۲) اور عوامی کتب خانے کے لئے اہل علم اپنے مکانوں میں جگہ نکالتے تھے (۲۳)۔

عہدِ عباسی میں فنِ تعمیر کے نقطہ نظر سے دوسری صدی ہجری میں چار اصول:

(۱) پائیدار (Stability)

(۲) افادیت (Utility)

(۳) خوبصورتی (Beauty) اور

(۴) انفرادیت (Individuality)

کا خاص خیال رکھا جاتا تھا اس لئے عہدِ عباسی کی عمارتوں میں کہیں یونانی، ایرانی، ہندی، مصری، رومی طرزِ تعمیر کے ہلکے سے امتزاج کے باوجود ہر جگہ اپنے نظریاتی تشخص کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی جسے اسلامی فنِ تعمیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اداکل عہدِ عباسی سے کتب خانے نہایت پائیدار، خوبصورت، عالیشان عمارت (محل) میں قائم کئے جانے لگے تھے۔ بیت الحکمة، خزانة الحکمہ وغیرہ اس کی بہترین مثال ہیں، یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ محلوں میں کتب خانے رکھے جاتے تھے۔ عہدِ عباسی میں علوم میں تنوع کی وجہ سے کتب خانوں کے شعبوں میں اضافہ کیا گیا اور ان شعبوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے عمارتوں کی تعمیر ایک منصوبہ کے تحت کی جاتی تھی اور اس میں اصولِ اربعہ:

(۱) کتابیں (Books)

(۲) قارئین (Readers)

(۳) عملہ (Staff)

(۴) شعبہ جات (Departments)

کی ضروریات کو پیش نظر رکھا جاتا تھا۔

عوامی کتب خانے جامع مسجدوں میں، ملیحدہ کمروں میں یا اس سے متصل مکان میں بنائے جاتے تھے جیسا کہ جامع ابن طولون (۲۴) اور جامع منیعی کے کتب خانے سے ظاہر ہے (۲۵)۔ جو اپنی پائیداری، وسعت، رفعت، نفاست و خوبصورتی میں نظیر نہ رکھتے تھے۔

چوتھی صدی ہجری میں دارالعلوم اور جامعات جو مذکورہ بالا صفات کا بہترین نمونہ تھیں ان



میں کتب خانوں کے لئے گنجائش نکالی جاتی تھی اور ان کے بعض وسیع و عریض کمرے کتب خانے کے لئے مخصوص کئے جاتے تھے جیسا کہ جامعہ مستنصریہ اور مدارس شرابی کے کتب خانوں کی عمارتوں سے عیاں ہے اس طرح خانقاہوں اور رباطات میں کتب خانوں کے لئے مستقل نہایت موزوں عمارتیں بنائی جانے لگی تھیں۔

### (۳) تعمیر سے قبل انتخاب زمین کے اصول

عہد عباسی میں حکمرانوں نے اپنی قیام گاہوں کی تعمیر کی، مسلمانوں نے بڑے بڑے مراکز میں دینی فرائض کی ادائیگی کی اور علمی و ثقافتی ورثہ کی حفاظت کی غرض سے کتب خانوں کے لئے گنجائش نکالی اور لائبریریوں کے لئے زمین کے انتخاب میں اہل فارس کے حسب ذیل اصول کو اپنایا تھا۔

(۱) بہترین مٹی اور بہترین آب و ہوا کی سرزمین کا انتخاب کیا جاتا تھا۔

(۲) ایسی سرزمین کا انتخاب کیا جاتا تھا جہاں بدبو نہ آتی ہو۔

(۳) ایسی سرزمین کو ترجیح دی جاتی تھی جو دھنسنے والی نہ ہو۔

(۴) ایسی سرزمین کو پسند کیا جاتا تھا جو زلزلہ کے اثرات سے محفوظ ہو۔

(۵) ایسی سرزمین کو پسند کیا جاتا تھا جس کی مٹی لیس دار گارے میں جلد ملنے والی پائیدار اور

تعمیر میں عرصہ دراز تک باقی رہنے والی ہو۔

یہ انتخاب زمین کے وہ بنیادی اصول تھے جنہیں ابو معشر فلکی المتوفی ۳۷۲ھ نے کتاب

الترجبات میں نقل کر کے ان کی طرف رہنمائی کی اور تیسری صدی ہجری میں یہ اصول اہل علم میں

عام ہو گئے چنانچہ ابن الندیم نے ابو معشر کے حوالہ سے مفصلاً اور ابو نعیم اصفہانی نے ذکر اخبار

اصفہان میں ان کا ذکر اجمالاً کیا اور لکھا کہ اہل فارس کتب خانے کی نہایت پائیدار خوبصورت اور

عجیب و غریب عمارت بناتے اور اس میں اپنا ثقافتی ورثہ رکھتے تھے (۲۷)۔

تیسری صدی ہجری کے اوائل میں مسلمانوں نے ایرانی رہنما اصول انتخاب زمین پر ہی

اکتفاء نہیں کیا بلکہ ژرف نگاہی سے مزید نئے اصول بھی وضع کئے جو تجربہ و مشاہدہ میں صحیح ثابت

ہوئے چنانچہ شفاخانے کی تعمیر کے لئے موزوں ترین اور صحت افزا زمین کے انتخاب میں محمد بن

زکریا رازی المتوفی ۳۱۱ھ نے نیا طریقہ کار اختیار کیا انہوں نے گوشت کے چند ٹکڑے بغداد کے

مختلف اطراف میں لٹکوائے ان کے تغیر کو دیکھا جس مقام کے ٹکڑوں میں تغیر نہ آیا یا کم سے کم آیا

اور گوشت میں جلد بونہ پیدا ہوئی اس سرزمین کو شفاخانے کے لئے انتخاب کیا (۲۸)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل فارس کے مذکورہ بالا اصول کے علاوہ ایک اصول مضر

صحت اثرات سے بچانے کے لئے صحت افزا مقام کا انتخاب بھی مد نظر رہتا تھا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عہد عباسی میں اہم اور خاص قسم کی عمارت کی تعمیر کے لئے زمین کے انتخاب میں کس درجہ حزم و احتیاط سے کام لیا جاتا تھا۔

ان تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جسمانی صحت ہی نہیں دماغی جلا روحانی ترقی اور ثقافتی ورثہ کی حفاظت کے لئے بھی انتخاب زمین میں اس پہلو کو پیش نظر رکھا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ تذکرہ نگاروں نے کبھی کتب خانے کی کسی عمارت پر حرف گیری نہیں کی جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ کتب خانوں کی عمارت ہمیشہ موزوں ترین جگہوں پر تعمیر کی جاتی تھی اور اس میں ہوا، روشنی اور صحت افزا مقام کا خیال رکھا جاتا تھا۔

مسلمانوں نے ان بنیادی اصولوں کی پابندی کتب خانوں کی عمارتوں ہی میں نہیں کی بلکہ سوق الوراقین میں بھی ان کو ملحوظ رکھا۔ چنانچہ غلطی سے کبھی اس کے خلاف اگر کہیں دیکھا جاتا تو اس مقام سے بازار کتب ہٹا کر دوسری جگہ لگایا جاتا تھا، قاہرہ میں تیساریں میں سوق الکتاب میں ہی کی وجہ سے کتابوں کو نقصان پہنچا تو یہ بازار مصر کے سوق الکتاب میں بنایا گیا تھا (۲۹)۔

انتخاب زمین کے بعد اہم اور خاص قسم کی عمارت کی تعمیر کے لئے مهندس و معمار (Architect) کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ وہ سمت کو متعین کرتا نقشہ بناتا اور عمارت کی تعمیر کرتا تھا چنانچہ سنہ ۱۸ھ میں عہد فاروقی میں جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فسطاط مصر میں مسجد بنائی جو جامع عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے اس کی سمت قبلہ کا تعین اسی (۸۰) صحابہ نے کیا تھا (۳۰)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہم اور خاص قسم کی عمارت کی تعمیر کے لئے ماہرین فن تعمیر سے مشورہ ہی نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کی عملی خدمات بھی حاصل کی جاتی تھیں اور اجتماعی نقطہ نظر کو سراہا جاتا تھا۔

### (۴) کتب خانے کے لئے مستقل عمارت کا آغاز

کتب خانوں کے لئے علیحدہ مستقل عمارت کا آغاز بغداد میں ابو الحسن علی منجم (۲۰۱-۲۷۵ھ / ۸۱۶-۸۸۸ء) کی مساعی جمیلہ سے ہوا تھا۔ موصوف نے تفصیل کے اطراف کر کر (بغداد) میں اپنی زمین پر نہایت عالیشان محل تعمیر کیا اور اس میں بہت بڑا کتب خانہ وقف کر کے اس کا نام خزانة الحکمہ رکھا تھا، یا قوت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علوم قدیمہ کی درس گاہ اور قیام گاہ کا انتظام بھی کیا گیا تھا اس عمارت کی وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے

کہ ہر شہر سے لوگ یہاں آکر ٹھہرتے، کتابوں سے استفادہ کرتے اور اصنافِ علوم کی تحصیل کرتے تھے (۳۱)۔ اس طرح کے کتب خانوں کے لئے علیحدہ عمارتوں کی تعمیر جعفر موصلی المتوفی ۳۲۳ھ نے موصل میں (۳۲) اور ابو علی سوار کاتب المتوفی ۳۷۲ھ نے بصرہ و رامہرمز میں کی تھی (۳۳)۔

### (۵) انہدام اور تعمیر نو

عہدِ عباسی میں کھلی زمین (Open Land) ہی پر کتب خانے کی عمارت تعمیر نہیں کی جاتی تھی بلکہ بعض اوقات بنی ہوئی عمارتیں بھی کتب خانوں کے تقاضوں کو پورا نہ کرتیں تو انہیں ڈھا کر ایک منصوبہ کے تحت تعمیراتی مشیروں کے نقطہ نظر کو اہمیت دیتے ہوئے از سر نو عمارتیں بنوائی جاتی تھیں اس کی شہادت ہمیں چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں وزیر ابو نصر ساہور المتوفی ۴۱۶ھ کے عمل سے ملتی ہے۔ موصوف نے بغداد کے نہایت پر رونق آباد محلہ کرخ میں ایک عالیشان مکان خرید کر منہدم کرایا اور اسے کتب خانے کی ضروریات کے پیش نظر از سر نو تعمیر کرایا تھا (۳۴)۔

چھٹی صدی ہجری میں ابوالشیخ نطنیزی المعروف البراعتین نے دارالکتب کی نہایت عالیشان عمارت تعمیر کرانی شرع کی تھی جو اگر پوری بن جاتی تو اصفہان کی عمارتوں میں سب سے زیادہ خوشنما و پائیدار ہوتی مگر ذی البراعتین کی سیاحت اور باہر رہنے کی وجہ سے وہ ہمیشہ بنتی اور ٹوٹی رہی تھی اور اس واقعہ کی اتنی شہرت ہو گئی تھی کہ ابو فراس عامری المتوفی ۵۷۳ھ نے اس پر شعر بھی کہے تھے۔ (۳۵)

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں لوگوں کو کتابیں جمع کرنے ہی کا نہیں بلکہ کتب خانوں کی علیحدہ عمارتوں کی تعمیر کرنے کی ضرورت کا بھی احساس و شوق تھا۔ ابو نصر کے دارالعلوم کرخ بغداد کی تعمیر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کتب خانے کی عمارت وسط شہر میں بنائی جاتی تھی اور مرکزی در سگاہ (Central Place) کو پسند کیا جاتا تھا۔ چنانچہ خلیفہ مستعصم باللہ نے وسط بغداد میں منظرہ الریحانیین میں کتب خانہ بنوایا تھا۔ اسلامی فن تعمیر میں لب جو باغ اور خوشنما درخت کا تصور قرآن کے پیش کئے ہوئے جنت کے مناظر سے مسلمانوں کے ذہن میں نقش ہوا تھا اس کی رعایت کتب خانوں کی عمارت کی تعمیر میں بھی کی جاتی تھی چنانچہ کتب خانے کی عمارت کے آس پاس جمالیاتی نقطہ نظر سے آرائشی کی خاطر گلستان اور جوئے رواں کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا تاکہ کتب خانے میں عطر بیز ہو آئیں آئیں اور جب نظر باہر جائے اس کو سبزی، شادابی سے طراوت ملے۔

شیراز میں عضد الدولہ کے شاہی کتب خانہ کی عمارت اسی قسم کی تھی، شاہی خزائن الکتب

میں ”دارِ قوراءِ حسنہ“ اس کی بہترین مثال ہے، کاتبوں و خوشنویسوں کو اسی دارِ قوراءِ حسنہ (نہایت وسیع اور خوبصورت مکان) میں ٹھہرایا جاتا جو ہم شکل فرش سے آراستہ ہوتا تھا اس میں کاتب کی نشست رہتی اور سامانِ کتابت رکھا رہتا تھا ایک ذخیرہ گاہ (Store) اس قسم کے سامان سے پر رہتی تھی جب جی بھر جاتا خوشنویس کھڑا ہوتا اور محل میں ٹھلٹا، پھر طبیعت میں نشاط آتا آبیٹھتا اور نقل کرتا جب جی چاہتا باغ میں گھومتا پھر آکر لکھتا تھا چنانچہ سیف الدولہ کے خزانہ کتب میں حمن بن علی بن مقلہ کا جو علی ابن مقلہ المتوفی ۳۲۸ھ کا بھائی تھا یہی معمول تھا (۳۶)۔

اس سے معلوم ہوا کہ عہدِ عباسی میں کاتبوں کو اس قسم کی سہولتیں بھی کتب خانہ میں حاصل ہوتی تھیں نیز کتب خانوں میں سامانِ کتابت کا بھی ذخیرہ (Stock) رکھا جاتا تھا۔  
خليفة مستعصم بالله نے منظرہ الريحانین میں دو کتب خانے و وسیع باغ کے سامنے تعمیر کرائے تھے (۳۷)۔

مسلمانوں نے دنیا میں سب سے پہلے کتب خانے کی عمارت کو مزین اور مختلف رنگوں سے آراستہ ہی نہیں کیا بلکہ نلوں میں پانی گزار کر درجہ حرارت کے اعتبار سے معتدل (Air-Conditioned) بنایا تھا۔ شیراز میں عضد الدولہ کا محل اور کتب خانہ جو لداؤ کی دو منزلہ اور تین سو ساٹھ (۳۶۰) کمروں پر مشتمل تھا اس کی بہترین نظیر تھا (۳۸)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کتب خانہ کی عمارت لداؤ پر بنائی جاتی تھی۔ یہ حقیقت بھی محتاج بیان نہیں کہ عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی عمارت سازی میں اسلامی تہذیبی خصوصیات زیادہ نمایاں رہی ہیں اور ثقافتی و فنی امتیازات کے باوجود اسلامی تعمیرات کے مشترک اوصاف میں گنبد، مینار اور محرابی پیشانیاں مسلمانوں کی اکثر مذہبی اور غیر مذہبی عمارتوں میں ممتاز ہیں، ان کی ابتداء بھی مسجد سے ہوتی ہے جس کا اعتراف مشہور مستشرق Briggs کو بھی ہے (۳۹)۔

مسجد کے یہ نقوش مسلمانوں کی عمارتوں کی داخلی خصوصیات کا جز بنے رہے ہیں چنانچہ مدرسے، روضے، باغات (اور کتب خانے) کی عمارتوں کا نقشہ تقریباً یکساں ہے اس کے علاوہ وسعت رفعت اور زیبائش کا مسلمانوں کو خاص ذوق رہا ہے اور اس میں انہوں نے اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے (۴۰)۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ کتب خانوں کی تعمیر عمارت میں مذکورہ بالا اصول کے علاوہ جمالیاتی پہلوؤں پر بہت زیادہ زور دیا جاتا، عمارت اور اس کی تزئین کے مابین نازک توازن ہمیشہ برقرار رکھا جاتا تھا چنانچہ ایسے مواقع پر بدیع، جمیل، حسین، عجیب، وغیرہ الفاظ کا استعمال اس امر کا نہایت واضح ثبوت ہے (۴۱)۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عہدِ عباسی میں بعض اہل علم اپنی سہولت کی خاطر اور گفتگو کے

درمیان حوالے پیش کرنے کے لئے بیٹھک سے قریب وسطی کمرے میں کتب خانہ رکھتے تھے۔ ابراہیم  
 الحشاب نحوی نے غالباً اسی مصلحت سے اپنا کتب خانہ مکان کے وسطی کمرے میں رکھا تھا (۴۲)۔  
 بعض ارباب کمال جو بیانِ علم کی خاطر کتب خانے کی عمارت دہلیز سے متصل بناتے تھے۔ ابراہیم  
 المتوفی ۲۸۵ھ نے غالباً اسی وجہ سے کتب خانے کی عمارت اپنے مکان کی دہلیز سے متصل بنوائی تھی۔  
 - (۴۳)

## (ج) حیر (STECK)

عہدِ عباسی میں ذاتی ذخیرہ گاہ کے لئے حیر کا لفظ بھی بولا جاتا تھا (۴۴) کتب خانوں کے کمروں کی وسعت کا اندازہ خلفاءِ فاطمیہ کے قصرِ شاہی کے کتب خانوں کے کمروں سے کیا جاسکتا ہے جس کے بعض کمروں میں اٹھارہ ہزار کتابیں رکھی جاسکتی تھیں (۴۵)۔

کتب خانے کے شعبوں کی کثرت بیت الحکمہ کے شعبوں سے ظاہر ہے کہ عہدِ عباسی میں چھوٹے بڑے قومی اور عوامی کتب خانوں میں

(۱) دارالمطالعہ

(۲) دارالمذاکرہ

(۳) ذخیرہ گاہ (Stock)

(۴) دارالمقابلہ و نسخ

(۵) دارالتجلید

(۶) کاغذ وغیرہ کی ذخیرہ گاہ (Store)

(۷) دارالخازن اور اس کے عملے کے علاوہ کہیں کہیں

(۸) دارالترجمہ کے شعبے بھی قائم کئے جاتے تھے ان شعبوں کی تفصیل شاہی اور عوامی کتب

خانوں میں گزر چکی ہے۔

اواخرِ عہدِ عباسی میں جب کسی محلِ سرا (۴۶) مدرسے، روضے اور کتب خانے کی نئی عمارت بنائی جاتی اس کا افتتاح نہایت شاندار طریقہ پر کیا جاتا تھا شعراء اشعار لکھ کر سناتے اور ان اشعار کو دیواروں پر کندہ کرایا جاتا تھا، چنانچہ خلیفہ مستعصم باللہ عباسی المتوفی ۶۵۶ھ نے ہب منظرہ الریحانیین میں کتب خانے کا افتتاح کیا تو ملک الشعراء صنفی الدین عبداللہ نے حسبِ ذیل شعر کہے تھے۔

انشاء الخلیفۃ للعلوم خزانا سارت بسیرہ فضلہ اخبارھا

خلیفہ نے علوم کے لیے خزانہ کتب بنایا۔ خلیفہ کی فضیلت مآب سیرت کی وجہ سے اس کی داستان دور تک پھیل گئی۔

تجلو عرو ساغراب حسنها در النصب و بعدہ ندرھا

فضائل کے موتی اور علوم کی لڑیاں۔ دلہن کے حسن کو نکھار دیتے ہیں۔

اھدی مناقبہ لھا مستعصم بالله من لالانمہ انوارھا (۴۷)

اس خلیفہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان کا طالب ہوں اور علوم و فضائل کے موتی اور انوار کو بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔

ایسا ہی امیر وزیر کے کتب خانوں کی عمارت کے افتتاح میں کیا جاتا تھا جیسا کہ وزیر مملکت کے کتب خانے کی عمارت کے افتتاح سے روشن ہے۔ انہی جمالیاتی پہلوؤں سے متاثر ہو کر حافظ شیرازی نے کہا ہے۔

دو یار زیرک و از بادہ کہن دو منے  
فراغتے و کتابے و گوشہ چمنے  
من این مقام بدینا و آخرت ندھم  
اگرچہ در پیہم عاقد ہر دم انجمنے (۴۸)

یہی وہ جمالیاتی پہلو ہیں جن پر آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی زور دیا جاتا ہے جو ان کی اہمیت و افادیت کا بین ثبوت اور جذب و کشش کا باعث ہیں۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عمارت کی تکمیل کے بعد اس جمالیاتی پہلوؤں پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ چنانچہ کتب خانے کے در و دیوار، چھت اور کمروں کی سجاوٹ، کی جاتی ان میں رنگوں کی مناسبت کا لحاظ رکھا جاتا دروازوں اور کھڑکیوں پر پردے لگائے جاتے، کمروں میں غالیچے بچھائے جاتے، کمروں کی ہوا کو معتدل رکھا جاتا تھا جیسا کہ فاطمیین مصر کے خزان کتب دار الحکمرہ، عضد الدولہ کے خزانہ کتب شیراز، بغداد میں اور قرطبہ میں قاضی ابن نفیس (۴۹) کے کتب خانوں سے عیاں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ کتب خانے عمارت کی نگہداشت پر زور دیا جاتا تھا۔



## (د) کتب خانوں میں کاغذ کی درآمد اور ذخیرہ اندوزی کا نظام

قدیم و نادر کتابوں کی نقل، ذخیرہ کتب میں اضافے اور کثرت استعمال کی وجہ سے کتب خانوں میں نئے اور پرانے کاغذ کا ذخیرہ رکھا جاتا تھا، نیا کاغذ تیار کرنا کر منگایا جاتا تھا، چنانچہ وزیر جعفر بن فرات کے کتب خانے کے لئے سمرقند سے کاغذ آتا تھا اس کے علاوہ مصر سے بھی ہر سال کاغذ درآمد کیا جاتا تھا اور کاتبوں کی جماعت برابر کتابیں نقل کرتی رہتی تھی، اتفاق سے ایک مرتبہ کسی کاتب نے کام سے سبکدوش ہونے کا اظہار کیا وزیر موصوف نے اس کا حساب کرنے کا حکم دیا اور عذر بھی معلوم کیا جب معقول وجہ معلوم ہوئی تو سو دینار کا اضافہ کیا وہ بدستور کتب خانے میں کام کرنے لگا (۵۰) واضح رہے کہ ابن الفرّات کے کتب خانے میں نفیس کاغذ استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ محمد بن طاہر قدسی کا بیان ہے کہ:

”اسحاق حبال سجزی جب میرے پاس آئے تو ان کے پاس تقریباً بیس (۲۰) جزء ان کی ایفات کے پرانے کاغذ پر لکھے ہوئے تھے، میں نے پوچھا یہ کاغذ کہاں سے آیا، بولے یہ وہ سمرقندی کاغذ ہے جو وزیر ابن الفرّات کے لئے آتا تھا اتفاقاً اس کتب خانے کے کاغذ کا معمولی حصہ مجھے بھی مل گیا تھا اس میں سے یہ سفید کاغذ بھی ہے (۵۱)۔“

سیف الدولہ کے کتب خانے میں بھی پرانے کاغذ کا ذخیرہ محفوظ تھا اور اس ذخیرہ سے کاغذ نکال کر ابن البواب نے ابن مقلد کے نقل کئے ہوئے قرآن کا جو جزء غائب تھا لکھ کر اس کے خط میں اپنا خط ایسا ملا یا تھا کہ امتیاز ہی جاتا رہا تھا (۵۲)۔ ابراہیم حربی المتوفی ۲۸۵ھ کو خراسان سے دوبار شتر کاغذ بھیجا گیا تھا (۵۳)۔

ابوالحسن احمد بن تاج بن عبداللہ المتوفی ۳۵۲ھ جو محدث و وراق تھے، حدیثیں لکھنے کے لئے ایک مرتبہ انہیں ترکہ میں آٹھ سو دینار ملے موصوف نے سب کا کاغذ خریدا تھا (۵۴) لیٹ ابن سعد نے ابن ایسہ المتوفی ۱۷۳ھ کو ایک ہزار دینار کا کاغذ بھیجا تھا (۵۵)۔

ابوالقاسم علی المعروف بشریف مرتضیٰ المتوفی ۳۳۶ھ نے ایک گاؤں کی اراضی کی آمدنی طلبہ کے استعمال کاغذ کے لئے وقف کی تھی (۵۶)۔ بنی عمار کے دارالعلم میں ایک سو اسی کاتب کام کرتے اور تیس کاتب شب و روز لکھتے رہتے تھے (۵۷) اسی طرح کاتب قاضی فاضل کے کتب خانے میں کتب لکھتے ہوئے تھکتے نہیں تھے (۵۸)۔ ان تاریخی حقائق سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں کتب خانوں میں کاغذ کا کتنا عظیم الشان ذخیرہ رکھا جاتا تھا، اس ذخیرہ کو رکھنے کے لئے کتب خانوں کی عمارتوں میں گنجائش رکھی جاتی تھی۔

## (۵) اندراج کتب کا رجسٹر

عہد عباسی میں کتب خانے میں آنے والی ہر کتاب کا خواہ خریدی گئی ہو یا وہ عطیہ میں ملی رجسٹر میں اندراج (Accession) کیا جاتا تھا اور اس عمل کو ”اثبات“ (اندراج) کے فہرست کتب سے مقابلہ کو ”اعتبار“ کے اصطلاحی الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا (۵۹) اس اندراج کی بنیاد تذکرہ نگار کتب خانوں کے ذخائر کی مجموعی تعداد کی طرف اشارہ کر جاتے ہیں (۶۰)۔

### (۱) کتابوں پر مہر لگانے کا رواج

شاہی، عوامی اور ذاتی کتب خانوں میں ہر نئی کتاب کے کتب خانے میں اندراج کے بعد پر مہر لگائی جاتی تھی (۶۱) یا مالک اس پر وقف کے الفاظ لکھ کر اپنے دستخط کرتا تھا (۶۲) اس سے ملک کا اظہار ہوتا، کتب خانے کی شہرت ہوتی اور سرقہ کی صورت میں کتاب پہچانی اور پکڑی جاتی تھی

### (۲) ترتیب کتب

عہد عباسی میں دولتمندوں، منصبداروں، امیروں، وزیروں اور بادشاہوں کے کتب خانوں میں کتابیں نظم و ترتیب سے رفوف (Shelve) لکڑی کی کھلی الماریوں (۶۳)۔ طاقوں (۶۴) صندوقوں میں رکھی جاتی تھیں، ذاتی کتب خانوں میں کتابوں کی فراوانی، جگہ اور سرمایہ کی کمی کی وجہ سے ان کے خاطر خواہ رکھنے کی گنجائش نہیں نکلتی تھی۔ تاہم دیمک اور کیڑے مکوڑوں سے بچانے کی غرض سے انہیں مختلف ظروف میں رکھا جاتا تھا جن کی تفصیل تحفہ کتب کی احتیاطی تدابیر کے عنوان میں مذکور ہے۔

عہد عباسی میں کتب خانہ کی عمارت نہایت وسیع ہوتی تھی، ہر کمرے میں کتابیں دیواروں سے متصل الماریوں میں رکھی جاتی تھیں، زمین پر چٹائیاں، فرش پر غالیچے بچھائے جاتے، کھڑکیوں پر دروازوں پر پردے لگائے جاتے تھے جو مطالعہ کرنے والوں کو دھوپ سے بچاتے تھے، ہر کتب خانے کے صدر دروازے پر مضبوط قسم کا پردہ آویزاں کیا جاتا تھا جو کمروں تک ٹھنڈی ہوا کو جانے روکتا تھا جیسا کہ دارال حکمہ قاہرہ میں دستور تھا (۶۵)۔

کمروں میں کتابیں فن دار رکھی جاتی تھیں مثلاً ایک کمرے میں علوم عربیہ تو دوسرے کمرے میں فقہ کی، تیسرے کمرے میں حدیث کی و قس علی ہذا، بعض کمروں میں کئی علوم کی بھی رکھی جاتی تھیں (۶۶)۔

## (۳) ترتیبِ علوم

پہلے علومِ شرعیہ، پھر علومِ ادبیہ اور پھر علومِ قدیمہ کی کتابوں کو رکھا جاتا تھا، جیسا کہ ”ہرست“ ابن الندیم کی تقسیم و ترتیب اور تاج الدین ابوالیمن زین بن الحسن کندی بغدادی ششی کی ترتیب و تقسیم علوم سے ظاہر ہے جس کا ذکر باب چہارم اور باب ہفتم میں تفصیل سے لکھا ہے (۶۷) اسیلئے مورخ عماد الدین اصفہانی نے خزائنِ قصر کے متعلق لکھا ہے:

”خزائنہا فی القصر مرتبۃ الیوت، مقسمة الرفوف“ فہرستہ  
 ”خزائنِ قصر میں ہر بیت کتب مرتب ہوتا تھا، کتابیں الماریوں میں ترتیب سے رکھی جاتی اور معمول کے مطابق فہرستیں الماری میں تیار رکھی جاتی تھیں“ (۶۸)۔

کتابیں الماریوں میں منضدہ (تہ بہ تہ) رکھی جاتی تھیں۔ تنفید کے معانی سامان کو ہر ترتیب کے ہیں لین (Lane) لکھتا ہے۔

“Put one upon another, put or set, together in regular order”. (69)

بڑی تقطیع کی کتاب سب سے نیچے اور سب سے چھوٹی تقطیع کی کتاب سب سے اوپر رکھی تھی تاکہ نظم نہ بگڑے اور زیادہ نہ گریں۔

## (۴) عمدِ عباسی میں علامات (NOTATION) نگاری کا آغاز

عمدِ عباسی میں کتابوں کی درجہ بندی کے لئے جو بھی اسکیم اختیار کی جاتی تھی اس اسکیم تحت علامتیں بھی مقرر کی جاتی تھیں جن کا استعمال عام طور پر کتب خانوں میں پایا جاتا تھا یہ علامتیں نشاندہی کرتی تھیں کہ کتاب فلاں مقام پر رکھی جانی چاہئے، ان علامتوں کو ہر کتاب کی علامت برقرار رکھنے کے لئے نمایاں اور متعین مقام پر لکھا جاتا تھا۔

عمدِ عباسی میں کتابوں کو ان کی صحیح جگہ پر رکھنے، نکالنے، واپس ان کی جگہ پر پہنچانے اور لکھنے کی غرض سے کچھ علامات کتابوں پر لکھی جاتی تھیں جیسا کہ ابن الکوئی المتوفی ۳۴۸ھ کے کتاب خانے سے ظاہر ہے۔ (۷۰)۔

کتاب کا عنوان، مولف کا نام، صفحات کے مجموعہ، ہر ایک اس طرح سے لکھا جاتا تھا کہ صفحہ کے سرے کتاب کے سامنے کے حصے پر نمایاں نظر آتے تھے کتابیں الماریوں میں کھڑی نہیں ہلا کرتے تھے اس طرح رکھی جاتی تھیں کہ ان کے پشتے ہمیشہ دیوار کی طرف اور منہ یعنی وہ حصہ جس کی طرف سے کتاب کو کھولا جاتا ہے، ناظر کے سامنے رہتا تھا اسی حصہ پر عنوان کتاب اور مولف کا

نام لکھا جاتا تھا۔

ایسا اس لئے کیا جاتا تھا کہ مطالعہ کرنے والے انہیں دیکھ کر پہچان لیں اور باسانی استفادہ کریں، مزید برآں عنوان کتاب اور مولف کا نام کتاب کے تین ورق (دو ابتدائی اور آخری ورق) کے کناروں پر بھی لکھا جاتا تھا (۷۱) اولگا پنٹو کی تحقیق یہ ہے کہ کتاب کے مصنف اور کتاب کا نام لکھا جاتا تھا (۷۲)۔

مذکورہ بالا امور سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں موضوع کتاب کی طرف رہنمائی کے لئے علامات و عنوان نگاری کا کام اور مواد کی ذمہ داری کو نمایاں کرنے اور الماری میں رکھنے کی سہولت کی غرض سے مصنف کا نام کتاب پر لکھنے کا اصول مسلمانوں نے وضع کیا تھا۔ آج یافتہ دور میں بھی کچھ تغیر و اختصار کے ساتھ یعنی کتاب کے نام کے بجائے موضوع کتاب کا مصنف کے پورے نام کے بجائے اس کے نام کے ابتدائی تین حرف کتاب کے پتے (line) لکھے جاتے ہیں جو عہد عباسی کے اس اساسی طریقہ کی پیروی کا ثبوت ہے۔

غیر مجلد نفیس کتاب یا بچہ کتاب جس کے اوراق کمزور ہوتے تھے اسے چمڑے یا کاغذ اور گتے کے بنائے ہوئے بغچے اور صندوقچے میں رکھا جاتا تھا اسی صورت میں کتاب اور نام مولف بچے یا صندوقچے کے کنارے پر بھی لکھا جاتا تھا۔

عہد عباسی میں اسی مقصد سے رنگ برنگ کے نہایت منقش و دلکش بغچے یا صندوقچے تیار کئے جاتے تھے۔ اس قسم کے بغچوں یا صندوقچوں میں جب کتاب جاتی تھی تو اجتناب و حفاظت کی غرض سے انہیں ڈوری سے باندھا جاتا تھا اس قسم کے صندوقچے بھی قاہرہ کے دارالکتب المصریہ میں اور دمشق کے دارالکتب الظاہریہ میں محفوظ ہیں (۷۳) عہد عباسی میں قرآن مجید کے رکھنے کے لئے خاص قسم کا خانہ اور صندوقچہ (case) کرایا جاتا تھا جسے ربعہ کہا جاتا تھا اس میں مصحف رکھا جاتا تھا (۷۴)۔ کتابوں کے رکھنے کا ثبوت اکتب "کہا جاتا تھا (۷۵)۔"

کمروں میں الماریاں کھلی رکھی جاتی تھی، مطالعہ کرنے والا خود وہاں جا کر کتاب نکالنے کے لئے کتاب کے تلاش کرنے میں کسی قسم کی دشواری پیش آتی تو کارکنان کتب خانہ اس مدد کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہتے تھے۔ نادر و کمیاب کتابیں جن کے ضائع ہونے کا خدشہ تھا ان کے اوراق کے گرنے کا خطرہ ہوتا انہیں مقفل الماریوں میں رکھا جاتا تھا ایسی کتابوں کے لئے مشرف کی اجازت درکار ہوتی تھی (۷۶)۔

## (۵) عہدِ عباسی میں ذخائر کتب کے ناپ تول کے پیمانے

اولیٰ عہدِ عباسی دوسری تیسری صدی ہجری میں ذاتی کتب خانوں میں کتابیں زیادہ تر قطروں (بوروں) میں رکھی جاتی تھیں، حمل و نقل اور نقل مکانی میں انہیں سہولت رہتی تھی، سفر میں اونٹوں پر قطر اٹھا کر دھرنے اور لیجانے میں زحمت نہیں ہوتی تھی اس لئے کتابوں کی ناپ تول اور بوجھ جسے دو جمالی اٹھا کر لیجائیں، اور بدل بعیر، و قریب بعیر، یا حمل جمل یا حطہ (بارشتر) کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا تھا، چنانچہ مورخ واقدی کا جب انتقال ہوا اس نے چھ سو قطر (بورے) کتابیں چھوڑی تھیں (۷۷)

اس دور میں ایک نامور عالم ایک سال میں ایک بار شتر کتابیں اپنے تلمیذ کو سہولت لکھواتا تھا چنانچہ امام شافعی کا بیان ہے کہ میں امام محمدؒ کے پاس سال بھر رہا انہوں نے ایک بار شتر علم مجھے اطاء کرایا تھا اس سے کتب خانوں کے ذخائر کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

## (۱) حجم و ضخامت کتاب کی وضاحت کے لئے اصطلاحی الفاظ کا استعمال

عہدِ عباسی میں کتاب کے حجم و ضخامت کی تشریح کبھی ابواب، اوراق اور کبھی کتاب کے نام کے ساتھ کبیر و صغیر کا صفاتی لفظ بڑھا کر کی جاتی تھی (۷۹) اور کبھی:

(۱) کراسہ (۲) طاقہ (۳) من (۴) جزء (۵) سفر (۶) مجلد کے اصطلاحی الفاظ سے کتاب کے حجم و ضخامت کو بیان کیا جاتا تھا، لیکن کراسہ، طاقہ، من، جزء اور مجلد کتنے صفحات پر مشتمل ہوتا تھا اس کا صحیح تعین ہمیں مصطلحات فن اور لغت کی کتابوں میں نہیں مل سکا۔ جن اہل قلم اور اباب فن نے اسلامی کتب خانوں کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے وہ بھی ان مصطلحات کی تشریح سے قاصر رہے ہیں تاہم دورانِ مطالعہ جو حقائق واضح ہو سکے ہیں وہ پیش کئے جاتے ہیں۔

## (۱) کراسہ

کراسہ، صحیفہ و کتاب کا ایک جز اور حصہ ہوتا ہے۔ عرب بولتے ہیں ”قرات کراسہ من کتاب سیبویہ“ میں نے کتاب سیبویہ کا ایک حصہ پڑھا اور اہل عرب کا محاورہ ہے:

”التاجر مجدہ فی کیسہ والعالم مجدہ فی کراسہ“ ”سوداگر کا مجدد افتخار اس کے روپوں کی تھیلی میں ہے اور عالم کا مجدد افتخار اس کے کراسوں میں ہے (۸۰)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ میں کتابوں کا گھر میں رکھنا اور کتب خانہ بنانا مجدد و فخر کا باعث تھا، ابوریحان البیرونی کا بیان ہے کہ ”لفظ توامیہ جزواں فرد زوج پر“ فریدہ دستہ ایک فرد

پر بولا جاتا ہے۔ موتی باہم ایک دوسرے سے پوستہ ایک لڑی میں پائے جاتے ہیں، انہیں ہاتھ میں لے کر جدا کیا جائے تو کراس یعنی طرائق کہتے ہیں کراسہ اسی سے ماخوذ ہے۔ یہ ایک سلسلہ سے وابستہ ہوتا ہے اس لئے اسے کراسہ کہا جاتا ہے“ (۸۱)

(۲) دَفِیْتَر

عبد عباسی میں دَفِیْتَر اور دَفِیْتَر کا لفظ بھی کراسہ و کتاب کے معنی میں بولا جاتا تھا۔ چنانچہ اسماعیل بن حماد جوہری المتوفی (۱۰۰۳ء/۳۹۷ھ) نے الصحاح میں لفظ دفاتر (دفتر کی جمع) کا ترجمہ اور وضاحت لفظ کرار لیس سے کی ہے۔ امام شافعی المتوفی (۸۲۰ء/۲۰۴ھ) کا قول ہے ”خروجت من مکہ و خلفت فیہا دفیترات“ میں مکہ سے نکلا تو میں نے وہاں چھوٹے چھوٹے دفتر اور کراسے چھوڑے تھے (۸۳) سادہ دفتر (کانڈ کے دستے) بازار میں عام ملتے تھے چنانچہ قاضی شریک بن عبد اللہ نخعی (۹۵-۱۷۷ھ/۱۳-۹۴ھ) کا بیان ہے کہ میں دودھ بیچتا اور دفتر و طروس (بن لکھے یا لکھ کر مٹائے ہوئے دستے) خریدتا، ان پر حدیثیں اور علمی باتیں لکھتا تھا (۸۴)

کراسہ، کتنے ورق پر مشتمل ہوتا تھا اس کے تعداد اور ارق میں اختلاف ہے، فرست ابن خیر دس کراسوں پر مشتمل تھی ان میں سے ہر کراسہ تیس (۳۰) ورق پر مشتمل تھا (۸۵) اس حساب سے اندلس میں ایک کراسہ ساٹھ صفحات پر حاوی ہوتا تھا ابن عساکر نے تاریخ دمشق سات سو کراسوں میں لکھی تھی ہر کراسہ بیس (۲۰) ورق پر مشتمل تھا (۸۶)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دمشق میں چالیس صفحات کا ایک کراسہ ہوتا تھا، عصر حاضر میں بھی ایک کراسہ چونتیس صفحات کے کتابچہ اور رسالے کو کہتے ہیں (۸۷) سولہ اور بیس صفحات کے رسالہ پر بھی کراسہ کا اطلاق کیا جاتا ہے (۸۸)

(۳) ”طاقہ“

نصف کرایہ کو کہا جاتا تھا ”تفصیل“ من کی بحث میں آئے گی۔

(۴) جَزْء

عبد عباسی میں کئی کراسوں کے مجموعے کو لفظ جزء سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ابو علی قاری کے شاگرد محمد بن طولی قصری نے موصوف سے جن مسائل نحویہ کی تحقیق کی تھی۔ ان کا نام القصر لکھا تھا یہ دراصل ابو علی فارسی کی کتاب ”التذکرہ“ کا اختصار تھا قصری نے یہ کتاب سنہ ۷۳۷ھ تک مکمل کی تھی اس میں موصوف نے دس کراسوں کا ایک جزء قرار دیا تھا۔ پوری کتاب ایک سو پچاس



کراسوں پر پھیلی ہوئی تھی (۸۹) موصوف کی اس تشریح سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلاف معمول تھا۔ اس لئے احمد بن رضوان نے اس کی تشریح ضروری سمجھی تھی۔

کبھی جزء کتاب کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا تھا لیکن ایسے مقام پر اوراق کی تعداد بتا دی جاتی تھی چنانچہ ابن الندیم نے ابن تیبہ کی کتاب التقفیہ کے متعلق لکھا ہے کہ میں نے اس کے صرف تین جزء دیکھے ہیں جو تقریباً چھ سو ورق میں تھے یعنی بارہ سو صفحات میں، گویا ہر جزء چار سو صفحات پر مشتمل تھا (۹۰)۔

کبھی جزء کا لفظ، کراسہ کی تعداد اوراق پر بھی بولا جاتا تھا۔ چنانچہ ابوالحسن محمد بن عمر عمری کا بیان ہے ”ابوالعباس ابن عقدہ المتوفی ۳۳۲ھ میں میرے والد کے پاس آئے تو انہوں نے موصوف کو ایک جزء دکھایا جس میں صلہ رحم سے متعلق حدیثیں جمع کی تھیں یہ جزء چھتیس ورق یعنی بہتر صفحات پر مشتمل تھا“ (۹۱)۔

### (۵) سفر

جزء کی طرح ایک لفظ سفر بھی کتاب پر بولا جاتا تھا۔ اس کی جمع اسفار آتی ہے سفر غالباً سو ورق کی کتاب کو کہتے تھے چنانچہ یاقوت نے ابوبکر خالدی کا بیان نقل کیا ہے وہ کہتا تھا کہ دن میں سو سفر یاد رکھتا ہوں ہر سفر میں سو ورق ہیں (۹۲)

### (۶) من

کورکیس عواد نے لفظ من کے متعلق کتب خانہ ابن الحفاف کے بیان میں لکھا ہے کہ لفظ ”من“ کی تعیین مراد سے ہم قاصر ہیں (۹۳) لیکن مورخ ذہبی نے حافظ ابن مندہ کے تذکرہ میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ ”من“ کا اطلاق دس بڑے بڑے اجزاء پر کیا جاتا تھا (۹۴) موصوف نے علامہ معالی کی کتاب ”الانساب“ کے بیان میں ضمناً یہ بات کہی ہے کہ طاقہ نصف کراسہ کو کہا جاتا تھا۔ (۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ طاقہ کراسہ کا آدھا ہوتا تھا اور دو طاقہ کا ایک کراسہ بنتا تھا علامہ معالی کی کتاب الانساب کے مخطوطہ کا عکس ۱۹۱۲ء میں لیدن سے شائع ہوا تھا وہ نہایت باریک خط میں ہے اور ۶۰۳ اوراق پر مشتمل ہے اسے عہد عباسی کے اصطلاحی الفاظ میں یوں کہا جاتا تھا کہ کتاب الانساب تین سو پچاس طاقت اور ایک سو پچھتر کراسوں پر مشتمل تھی (۹۶)۔



و  
(۷) مجلد

اوائیل عمید عباسی ایک مجلد دس ورق یعنی بیس (۲۰) صفحات پر محیط ہوتی تھی (۹۷) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جب تصانیف کا سلسلہ بڑھا تو مجلد کی تعداد صفحات میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور سو صفحات کی کتاب پر لفظ مجلد کا اطلاق کیا جانے لگا تھا چنانچہ اندلس میں ایک مجلد سو صفحات پر مشتمل ہوتا تھا (۹۸)

مشرق (ایشیاء و افریقہ) میں چوتھی صدی ہجری میں ڈھائی تین سو صفحات کی کتاب پر مجلد کا لفظ بولا جانے لگا تھا چنانچہ مورخ سبکی نے ابن جریر طبری کی مشہور تفسیر ”جامع البیان“ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ چالیس مجلدات میں تھی (۹۹) یہ مصر سے تیس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں ڈھائی تین سو صفحات کی کتاب پر مجلد کا لفظ بولا جاتا تھا۔ علامہ سمعانی کی کتاب الانساب اگر موجودہ ٹائپ میں شائع کی جائے تو ظاہر ہے دس مجلدات سے کم میں نہیں آسکے گی اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مجلد کتاب عمید عباسی میں ضخیم کتاب ہوتی تھی ہمارے اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ طبرانی کی الجامع الصغیر جو ایک مجلد میں شائع ہوئی ہے مورخ ذہبی نے اسے ”فی مجلد“ کے الفاظ سے ذکر کیا ہے (۱۰۰) اس امر کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خطیب کی تاریخ بغداد جو مصر سے شائع ہو چکی ہے اس کی نویں جلد تین سو چوبیسویں صفحے میں محمد حامد فقہی نے حاشیہ میں تصریح کی ہے کہ تاریخ بغداد کا جو نسخہ خانقاہ صمصاطیہ (دمشق) میں تھا اس میں لفظ ”مع کتاب“ کے الفاظ پر یہ لکھا ہوا ہے کہ مصنف کے اجزاء کتاب میں سے یہاں چونسٹھواں جزء تمام ہوا اور خانقاہ صمصاطیہ کے نسخہ تاریخ بغداد کی یہ ساتویں جلد ہے (۱۰۱) تاریخ بغداد کے مطبوعہ نسخے کے صفحات کو شمار کیا جائے تو مذکورہ بالا صفحات تک ان کا تعداد تین ہزار آٹھ سو اسی (۳۸۷۹) ہے اور ہر مجلد موجودہ ٹائپ کے کم و بیش پانچ سو چولہا (۵۵۳) صفحات پر اور ہر جزء ساٹھ صفحات پر مشتمل قرار پاتا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عمید عباسی میں پانچویں صدی ہجری میں ایک جزء ساٹھ صفحات پر اور اواخر عمید عباسی میں جزء اتنے ہی صفحات پر مشتمل تھا (۱۰۲) اور ایک مجلد و بیش پانچ سو ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہوتی تھی چنانچہ ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن محمد المعروف بابن غلام الفرس جامع ترمذی ایک مجلد میں لکھتے تھے (۱۰۳) لہذا عصر حاضر کے اہل علم (جسے کرد علی) کا یہ خیال کہ دور عباسی کی مجلدات کی حیثیت موجودہ دور کی چھوٹی چھوٹی کتابوں سے زیادہ نہ تھی (۱۰۴) تاریخی شواہد کے خلاف ہے۔

## (۸) مسرس

”عمد عباسی“ میں ”مسرّس“ شيرازہ بعد اجزاء کو جن پر گتانہ لگایا گیا ہو انہیں مسرس و مسرس کہا جاتا تھا اور انہیں کتب خانہ میں رکھا جاتا تھا (۱۰۵)۔

## (۹) مَدْرَج

لپٹی ہوئی کتاب کو مدرج کہا جاتا تھا۔ (۱۰۶)

## (۱۰) تَرَکَہ اور مَلْزَمَہ

عمد عباسی میں کتابوں کے صفحات پر نمبر ڈالنے کا رواج نہ تھا لیکن ہر ورق کی آخری سطر کے نیچے اگلے ورق کی پہلی سطر کا پہلا لفظ یا پہلا جملہ نقل کرنے کا طریقہ رائج تھا اس کو اصطلاح میں ترکہ اور ملزمہ کہا جاتا تھا چنانچہ قدیم مخطوطات میں صفحات کے نمبروں کے بجائے ترکہ و ملزمہ کتابوں کے اوراق پر ملتا ہے۔ اس سے اوراق کتاب کو مرتب کیا جاتا تھا۔

## (۱۱) مُشْرِسَہ

پانچویں صدی ہجری میں مشرسہ تقریباً ایک مجلد کے برابر ہوتا تھا۔ چنانچہ حافظ محمد بن عبدالواحد الدقاق المتوفی ۵۱۶ھ کا بیان ہے۔

الحفاظ الدین شہدتہم ابو مسلم اللیثی قدم علینا اصیہان وکان احفظ من رایت لکتابین جمع بین الصحیحین فی اربعین مشرسہ کل واحد منها قریبۃ من مجلد (ص ۱۰۷)

میں نے جن حفاظ حدیث کو دیکھا ان میں ابو مسلم عمر بن علی لیشی (المتوفی ۳۶۶ھ) ہمارے پاس اصفہان آئے صحیحین کے سب سے بڑھ کر حافظ تھے۔ موصوف نے جمع بین الصحیحین مرتب کی۔ حج چالیس مشرسات میں سمائی تھی اور ہر مشرسہ تقریباً ایک مجلد کے برابر تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشرسہ تقریباً ایک مجلد کے برابر ہوتا تھا۔

## (ز) کتب خانہ کے اوقات

عہدِ عباسی میں تعلیم کو فروغ دینے اور علمی و تحقیقی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لیے عوامی کتب خانے ہر روز کھولے جاتے تھے۔ کسی دن بند نہیں کئے جاتے تھے، تذکرہ نگاروں کے بیان میں وقت کی تحدید نہیں ہے اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہو گا کہ یہ کتب خانے صبح سے شام تک کھلے رہتے تھے (۱۰۷) درسگاہوں اور مدرسوں کے کتب خانے عصر کے بعد بھی کھولے جاتے تھے (۱۰۸)

## (ح) کتب خانوں میں کتب و سامانِ کتابت کی سہولت

عہدِ عباسی میں کتب خانوں میں اہل علم اور شائقین کو کتب و سامانِ کتابت بھی مفت فراہم کیا جاتا تھا (۱۰۹) نیز علماء اور اربابِ خیر کتابیں ہی نہیں سامانِ کتابت، سیاہی، قلم، دوات اور کاغذ بھی وقف کرتے تھے یہ ذخیرہ بھی مدارس کے کتب خانوں میں رکھا جاتا، طلبہ اور حاجتمندوں کو دیا جاتا تھا (۱۱۰) بلکہ بعض عوامی کتب خانوں میں کتابوں سے استفادہ کرنے والوں کو کتاب و سامانِ کتابت کے علاوہ نقد رقم بھی دی جاتی تھی (۱۱۱)۔

## (ط) کتابوں کی تدفین

عہدِ عباسی میں کتابیں اگر کثرت استعمال سے خراب ہو سیدہ اور ناقابل استعمال ہو جاتیں اور قرآن مجید کے اوراق کثرت تلاوت کی وجہ سے پھٹ جاتے تو انہیں زیر زمین دفن کیا جاتا تھا چنانچہ ابوقتیبہ کا بیان ہے ”ابوالجوزاء کا مصحف بوسیدہ ہو گیا تو میں نے اس کو مسجد رابعہ میں دفن کیا تھا“ (۱۱۲) کتابوں کی یہ تدفین احترام کی خاطر کی جاتی تھی اس کا مقصد ان کو بے حرمتی سے بچانا تھا علم کو برباد کرنا نہ تھا، معیوب اور قابل اعتراض بات قصداً علم کا ضائع کرنا ہے جس کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہے۔

## (ی) مجلس کتب خانہ

(Library Committee)

عوامی کتب خانوں کی تاریخ میں مقاصد کتب خانہ کی نگہداشت، مصالح و خدمات کی نگرانی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال کے لئے مجلس کتب خانہ کی تشکیل کا آغاز وزیر ساہور بن اردشیر المہتونی ۴۱۱ھ نے کیا تھا۔ موصوف نے مذکورہ مقاصد کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے چار رکنی جماعت جس کے نام درج ذیل ہیں نامزد کی تھی۔

(۱) ابوالحسن محمد بن الحسن بن ابی شیبہ

(۲) ابو عبد اللہ محمد بن احمد حسنی۔

(۳) قاضی کرخ ابو عبد اللہ حسن بن ہارون ضبسی (۳۲۰-۳۹۸ھ)

(۴) شیخ ابو بکر محمد بن موسیٰ خوارزمی المہتونی ۴۰۳ھ موصوف کو رئیس اور چیئرمین مقرر کیا گیا

(۱۱۳) ابو بکر خوارزمی کے متعلق ذہبی نے لکھا ہے ”دار الخلافہ کے اطراف میں مذہب

حنفی کی سیادت ان پر ختم تھی“ (۱۱۴) اور ابن الاثیر اور محمد طاہر فتنی نے موصوف کو

مجددین امت میں شمار کیا ہے (۱۱۵)

لابیری کمیٹی کے مذکورہ بالا ارکان کی نامزدگی سے معلوم ہوتا ہے کہ ابونصر ساہور نے

گوٹاگوں علوم کے جامع افراد کو اس کمیٹی میں شامل کیا تھا۔ مقامی افراد میں قاضی کرک ہارون

ضیبی کا کرخ میں خصوصاً اور بغداد میں عموماً بڑا اثر تھا۔ کمیٹی کا نگران اعلیٰ (Chairman) اسلامی دنیا کی بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیت ابو بکر خوارزمی کو منتخب کیا گیا تھا (۱۱۶) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لائبریری کمیٹی کے آغاز اور تاسیس کا کام چوتھی صدی ہجری کے اواخر اور دسویں صدی عیسوی کے اوائل میں بغداد میں شروع ہو چکا تھا اور اس کی تاسیس سہرا سی نیک نام وزیر ساہور بن اردشیر کے سر ہے۔

لائبریری کمیٹی کے مقاصد کا تعین مورخ ابن جوزی نے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے ”دارالعلم کے معاملات“ اس کے مقاصد کی نگہداشت، مصالح کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے مذکورہ بالا دانشور و معروف شخصیتوں کو مامور کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کے بعد اس دارالعلم کے لئے نئی کمیٹی بنائی گئی تھی اس کا نگران اعلیٰ شریف مرتضیٰ ابوالقاسم علی موسوی (۳۵۵-۶۳۳۶ء) کو بنایا گیا تھا جن سے خازن کتب براہ راست کتب خانے کے معاملات میں گفتگو کرتا تھا (۱۱۷) اس سے ظاہر ہے کہ عہد عباسی میں کتب خانوں کے لیے لائبریری کمیٹی بھی تشکیل جاتی تھی۔

## (ک) استعارہ کتب

استعارہ کے معنی عاریتہً طلب کرنا اور اعارة کے معنی عاریت پر دینا ہیں۔ اس کا مادہ عور ہے اس لئے شمس الائمہ سرخسی المتوفی ۴۸۳ھ نے تصریح کی ہے ”یہ تعاور سے ماخوذ ہے جس کے معنی باری باری اور نوبت بنوبت کسی کام کو کرنا ہیں عاریتہً چیز دینے والا بھی اپنی چیز سے نفع اٹھانے کے لیے لینے والے کی باری مقرر کرتا ہے جب وہ چاہتا ہے تو اس باری سے لوٹا لیتا ہے“ (۱۱۸) اس باری باری اور نوبت بنوبت استفادہ کو عاریت کہا جاتا ہے۔

لین (Lane) لکھتا ہے تعاور نافلاناً ضرباً

“ We beat such a one by turns. I beating him one time, and other, another time, and a third antoother time.” (۱۱۹)

ہم نے فلاں کو باری باری مارا ایک وقت میں نے مارا دوسرے کی باری آئی اس نے پٹائی کی پھر تیسرے کا نمبر آیا اس نے ہاتھ صاف کیا۔

اس میں بھی وہی نوبت بنوبت اور باری باری کا مفہوم لفظ کے لغوی معنی کی صحیح تعبیر ہے اس کے برعکس انگریزی زبان میں عاریت دینے اور لینے کے لیے دو لفظ استعمال کیے جاتے ہیں ایک Lend اور دوسرا Borrow۔ یہ دونوں لفظ اپنے لغوی معنی میں اس مفہوم سے یکسر خالی ہیں کتابوں کے باری باری افادہ اور استفادہ اور لینے دینے کے حقیقی مفہوم کو جس طرح عاریت کا لفظ ادا کرتا ہے کوئی دوسرا لفظ ادا نہیں کرتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عاریت، استعارہ اور اعارة کی خدمات کی انجام دہی کے لیے کیسے صحیح الفاظ کا انتخاب کیا ہے شرع میں عاریت بلا عوض کسی کو منفعت کا مالک بناتا ہے (۱۲۰)

بعض اہل لغت عاریت کا عار بمعنی شرم و عیب سے ماخوذ قرار دیتے ہیں کسی سے کوئی چیز مانگنا شرم و عیب کی بات ہے اور اس بناء پر اس کو عاریت کہا جاتا ہے (۱۲۱) لیکن عاریت کا مادہ (میریائی) ہے اس سے ثابت ہوا کہ عاریت کتب کی اصل روح باری باری فائدہ اٹھانا اور فائدہ پہنچانا ہے (۱۲۲)

عوامل و محرکات عاریت کتب کم و بیش وہی ہیں جن کا تذکرہ عوامل و محرکات کتب خانہ سازی کے ضمن میں آچکا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلم اور یورپی معاشرہ میں کتابیں عاریتاً دینے کے عوائل و محرکات یکسر مختلف ہیں، عبد عباسی میں کتابیں عاریتاً دینے کے عوائل و محرکات مذہبی، علمی، اخلاقی سماجی تھے۔ مسلم معاشرہ میں کسی زمانے میں کہیں بھی کسی خاص گروہ کی علم پر اجارہ داری نہیں تھی۔

تعلیم کو عبادت اور مقدس فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ ہمیشہ مفت اور عام رہی ہے اس مسلم معاشرے میں ہر جگہ مذہب، تعلیم، اخلاق اور بہتر سماج موجود رہا۔ معاشرہ میں ہر طرف علم چرچا رہا، اخلاقی زندگی میں پاکیزگی و تابندگی تھی۔ سماج میں فلاح و بہبود کے کاموں پر عمل کیا جاتا نیکی اور بھلائی کا ہر طرف چرچا تھا معلمین اخلاق سے خانقاہیں آباد تھیں طلبہ سے درسگاہیں رہتی تھیں، مسجدیں یاد الہی سے معمور تھیں۔ دانشگاہیں قال اللہ و قال الرسول کی صداؤں گو نجی رہتی تھیں۔ کتب خانے جگہ جگہ قائم تھے ان کے دروازے سب کے لیے کھلے ہوئے تھے۔ جہاں تشنگانِ علوم اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ معاشی خوش حالی تھی جیسا کہ عبد عباسی کی تاریخ سے عیاں ہے۔

اس معاشرے میں عاریتاً کتب کے اصل محرکات ”رب زدنی علماً“ خدا یا میرے علم کا اضافہ فرما، فراوانی علم کا جذبہ تھا تاکہ علم و معارف اور حکمت و دانش کے جملہ انواع و اقسام روز افزوں ترقی کا سلسلہ پروان چڑھتا رہے اور معاشرہ پھلتا پھولتا رہے۔

آج سے ایک سو اٹھائیس سال قبل تک تمام ترقی یافتہ ملکوں میں کتابیں زنجیروں جکڑی ہوئی تھیں ان کے یہاں کتابیں کتب خانوں میں سر بھر رکھی جاتی تھیں، علمی دروازوں پرے بٹھائے جاتے تھے عوام کو کتابوں کے چھونے کی اجازت نہ تھی اس لئے یورپ کا معاشرہ سے بدتر حالت کو پہنچ گیا تھا ایسی صورت میں ان کے اربابِ دانش نے لوگوں کی توجہ علم کی طرف مبذول کرانے انہیں علم سے مانوس کرنے، اخلاقی پستی سے نکالنے کے لیے ۱۱۳ اگست ۱۸۵۰ء پارلیمنٹ میں پبلک لائبریری ایکٹ پاس کرایا (۱۲۳) اس سے یورپ کی علمی نشاۃ کا آغاز ہوا، علم عوام کی رسائی اور عاریتاً کتب کی راہ ہموار ہوئی پہلی مرتبہ بلا امتیاز مذہب و ملت ہر فرد کے کتاب سے استفادہ کا حق تسلیم کیا گیا اور (Book for all) پر عمل کی طرف رہنمائی ہوئی۔ ہندوستان میں بھی علم برہمنوں کے لئے مخصوص تھا۔ کسی اور کو علم حاصل کرنے کا حق نہ تھا (۱۲۴) اسی طرح یورپ میں بھی مذہبی طبقہ کی کلیساؤں، گرجاؤں اور معبدوں میں پاپائوں کی پادریوں کی علم پر اجارہ داری قائم تھی، حکمران طبقہ عوام کو علم اور دانشورانہ (Intellectual awareness) سے باز رکھنے کے لئے کوشاں رہتا تھا اس کے برعکس



مسلمان فرمانروا اور علماء دونوں ہی فروغ علم اور دانشورانہ باخبری کو استحکام سلطنت کا سب سے موثر ذریعہ سمجھتے اور اس کے فروغ کے لئے سعی پیہم کرتے رہتے تھے شاہانِ عباسی کی مساعی جمیلہ اور نظام الملک طوسی کی تعلیمی سرگرمیاں اس کی نہایت روشن مثال ہیں۔

عہدِ عباسی میں مسلمان فرمانروا زکوٰۃ لیتے، عشر و خراج وغیرہ وصول کرتے اس ٹیکس کے بدلہ میں رعایا کی علمی کم مائیگی کو دور کرنے، ذہنی جلا اور صحتمند معاشرہ برقرار رکھنے کے لئے سرکاری طور پر مدارس قائم کرتے، مسجدوں، مہمانخانوں، باغوں میں عوامی کتب خانے کھولتے اور ان میں سرکاری کتب خانوں سے کتابیں مہیا کرتے تھے جیسا کہ مستنصر بن علی و مستنصر باللہ کرتے تھے اور اس کے معاوضہ میں علمی شخصیتوں کے وظائف جاری کئے جاتے تھے جیسا کہ زجاج کو تین مدوں سے وظیفہ دیا جاتا تھا (۱۲۵)۔

اسلام میں عاریت کتب کے اجراء کا نظام عہدِ عثمانی میں قرآن مجید سے ظہور پذیر ہوا سب سے پہلے اس کا اجراء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا قرآن مجید نقل مصاحف کے لئے عاریت لے کر کیا تھا (۱۲۶)۔

دورِ اموی میں یہ سلسلہ وسعت اختیار کر گیا اور کتابیں ضائع ہونے لگیں، بعض اہل علم ولدادگان کتب کو عاریت کتابیں دینے سے منع کرنے لگے تھے (۱۲۷) امام زہری المتوفی ۱۲۴ھ نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور انفرادی ملکیت میں بھی عاریت کتب سے پہلو تہی کرنے کو ”غلول“ خیانت اور چوری جیسے مذموم الفاظ سے تعبیر کیا (۱۲۸)۔

عہدِ عباسی میں عاریت کتب کے ترقی پذیر نظام کے اصول و قواعد کی تشکیل و تکمیل ہوئی اور یہ سلسلہ اسلامی قلمرو کے ہر شہر اور بڑے چھوٹے قصبے میں پھیل گیا، ذاتی، تعلیمی اور عوامی کتب خانوں میں اس پر عمل کیا جانے لگا تھا۔ امام شافعی ”امام محمد“ سے کتابیں عاریت لیتے تھے (۱۲۹)۔ امام احمد بن حنبل ”مورخ محمد بن سعد کتاب واقدی المتوفی ۲۳۰ھ کے کتب خانے سے واقدی کے دو جزء ہر جمعہ کو منگاتے اور دوسرے جمعہ کو پہنچاتے تھے (۱۳۰)۔

حافظ ابو زرہ المتوفی ۲۶۳ھ کے کتب خانے سے بھی شوقین کتابیں عاریت لے جاتے تھے ایک مرتبہ ایک صاحب کتاب لے گئے اور چھ مہینے کے بعد واپس کی موصوف نے کتاب کو دیکھا تو سات جگہ اس میں تبدیلی پائی، یہ کتاب لے کر اس کے پاس پہنچے اور کہا کیا خدا کا ڈر دل سے نکل گیا ہے، تم نے جو تصرف کیا ہے وہ مجھے معلوم ہے بطور مثال ایک جگہ ان کی غلطی انہیں بتائی کہ تم نے یہاں ابن ابی ندیک بنا دیا حالانکہ عن ابی ضرہ مشہور اور صحیح ہے میں نے جو کچھ اس میں لکھا ہے سینے میں محفوظ ہے اگر مجھے یاد نہ ہوتا تو یہ راز بھی نہ کھلتا (۱۳۱)۔

محمد بن سلام المتوفی ۲۳۱ھ کے ہمشیرہ زادہ ابو خلیفہ فضل بن الجباب حمی کا بیان ہے کہ عباس بن الفرغ ریاشی المتوفی ۲۵۷ھ موصوف کے ماموں جان کے پاس آئے اور ان کی کتاب طبقات الشعراء عاریتہ مانگتے ایک ایک جزو لے کر انہیں دیتا رہتا تھا (۱۳۲)۔

ایک دو کتابیں نہیں سینکڑوں کتابیں ذاتی کتب خانوں سے اہل علم کو عاریتہ مل جاتی تھیں۔ شیخ صفی الدین کا بیان ہے کہ ابو المعلاء ہمدانی نے مجھ سے شیخ ابو بکر محمد بن عمر ترمذی ثم بلخی المتوفی ۲۹۴ھ کی تصانیف کے متعلق دریافت کیا میں نے بتایا کہ میں نے دیکھی ہیں اور یہاں بھی میرے پاس موجود ہیں انہوں نے آدمی بھیج کر کتابیں منگوائیں مطالعہ کیا، بہت پسند آئیں، فرمایا انہیں بیچ دو یا ان کے عوض اور کتابیں لے لو، سیم و زر پیش کیا مگر میں نے قبول نہیں کیا اور ایک سفینہ کتابیں ان کے پاس چھوڑ دیں جب رخصت ہونے لگا تو واپس لیں انہوں نے ہر چند بیچنے پر اصرار کیا لیکن دل کتابوں کو جدا کرنے پر آمادہ نہ ہوا اور میں نے واپس لے لیں (۱۳۳)۔

تاجر اہل علم بھی کتابیں عاریتہ دینے میں ذرا تامل نہیں کرتے تھی (۱۳۴) استاد طلبہ کو کتابیں عاریتہ دیتے ہی تھے (۱۳۵) اس سے معلوم ہوا کہ عام طور پر اہل علم ایک دوسرے کو کتابیں عاریتہ دیتے رہتے تھے۔

اوائلِ عہدِ عباسی میں کتابیں انہی اہل علم کے پاس ملتی تھیں جن کو مصنف سے کتابوں کا سماع ہوتا تھا اور دوسروں کے پاس کتابیں مشکل سے دستیاب ہوتی تھیں اگر کوئی عالم کسی کو کتابیں دینے اور نقل کرنے کی اجازت دینے سے گریز کرتا، انکار کرتا تو اس سے خواہشمند کی ہمت پست نہیں ہوتی بلکہ یہ انکار اس کے شوق پر مہمیز کا کام کرتا تھا، چنانچہ حافظ احمد بن سیار سنہ ۲۶۸ھ المتوفی ۲۶۸ھ امام شافعیؒ المتوفی ۳۰۴ھ کی تصانیف سب سے پہلے مروین لائے حافظ ابو محمد عبدان مروزی المتوفی ۲۹۳ھ نے ان کتابوں کو دیکھا اور نقل کی اجازت مانگی انہوں نے انکار کیا۔

عبدان نے جو جو جرد میں اپنی زمین و جائیداد فروخت کی مصر آکر امام شافعیؒ کے شاگرد ربیع بن سلیمانؒ اور فقہاء شام و عراق وغیرہ سے پڑھ کر امام موصوف کی تصانیف نقل کیا، پھر مروین احمد بن سیار کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کیا وہ نقل کی اجازت نہ دینے معذرت کرنے لگے، عبدان بولے آپ معذرت نہ کریں آپ نے اجازت نہ دے کر مجھ پر احسان کیا آپ اگر کتابیں مرحمت فرمادیتے تو میں انہیں نقل کرنے پر اکتفاء کرتا اور مصر، شام و عراق تک نہ پہنچتا۔ امام شافعیؒ کے تلامذہ کو نہ پاتا یہ بات سن کر احمد بن سیار کو خوشی ہوئی (۱۳۶)۔

اہل علم یا صاحب کتب خانہ سے اصرار کیا جاتا تو وہ کتاب ہی ہدیہ کر دیتے (۱۳۷) یا خود کرا کر دے دیتے تھے۔ چنانچہ قاضی ابن نفیس المتوفی ۴۰۳ھ جن کے کتب خانے کی قرطبہ

ہوم تھی کوئی کتاب عاریتاً طلب کرتا اور اصرار کرتا تو اپنے نقل نویں سے کتاب نقل و مقابلہ کرا کر دیتے وہ واپس کرتا تو لے لیتے ورنہ کتاب اس کے پاس چھوڑ دیتے تھے۔ (۱۳۸)

ابوالعباس احمد بن محمد بن خلیل اموی، المعروف، عتاب کے پاس بہت عمدہ کتب خانہ تھا بوصوف بعض اوقات اصل نادر نسخہ جس کا ملنا مشکل تھا اشاعتِ تعلیم و رضاءِ الہی کی خاطر دیئے کتاب کو دے دیتے تھے (۱۳۹)

خواہشمندوں کو خود کتاب کی اپنے خرچے صرفے پر نقل فراہم کرنا اتنا بڑا ایثار تھا جس کی مثال اس متمدن دور میں ملنا مشکل ہے وہ علماء جن کے کتب خانوں میں مطلوبہ کتاب نہیں ہوتی اور وہ کتاب اپنے خرچے صرفے پر مہیا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو اس کتاب کے نسخے کا کسی عالم کے کتب خانے میں انہیں علم ہوتا تو وہ طالب کی رہنمائی کرتے تھے۔ چنانچہ وراق ابو بکر ابن الخاضع المتوفی ۴۸۹ھ اپنے کتب خانے سے اہل علم کو کتابیں عاریتاً دیتے، اگر ان کے کتب خانے میں وہ کتاب نہیں ہوتی اور ان کے علم میں کسی کے پاس اس کتاب کا نسخہ کہیں ہوتا تو اس کی طرف رہنمائی کرتے تھے (۱۴۰)۔

(ل) کتب خانوں سے عاریتہ کتابیں دیہات میں لے جانے کی اجازت

امیر ابو الفضل میکانی المتوفی ۱۲۳۶ھ اپنے کتب خانہ سے اہل علم کو باہر دیہات میں کتابیں لے جانے کی اجازت دیتے تھے۔ علامہ ثعالبی جب اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کے لئے دیہات میں جانے لگے تو انہیں فقہ اللغہ کی تالیف کے لئے اپنے کتب خانے سے کتابیں لے جانے کی اجازت دی تھی اور ائمہ لغت و ادب کی تالیفات کا نہایت عظیم الشان ذخیرہ (جس کی تفصیل باب چہارم میں موصوف کے کتب خانے کے بیان میں مذکور ہے) انہیں دیہات میں لے جانے کو دیا تھا جہاں گروہ غبار پانی چوری اور دیمک سے حفاظت کی خاطر خواہ انتظام بھی نہیں ہوتا ہے۔

علامہ ثعالبی نے امیر موصوف کا عاریتہ کتابیں دینے کی بناء پر اس طبیب سے مقابلہ کیا ہے جو جسمانی امراض کے لئے دوائیں بھی مہیا کرتا اور مریضوں کو غذا بھی بہم پہنچاتا ہے۔ موصوف نے روحانی و دماغی تسکین کے لئے کتب خانہ بنایا۔ طالبوں کی رہنمائی کی ان کی علم تشنگی کو دور کرنے اور ان کے زبان و قلم سے عالم کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ذخیرہ کتب سے بیش بہا اور نادر کتابیں ان کو شہری میں نہیں دیہات میں بھی لے جانے کے لئے مستعار دیں۔ اس طرح ان کے کتب خانہ سے دور و نزدیک ہر جگہ فائدہ اٹھایا جاتا تھا، بستی بستی اس انفرادی کتب خانے سے مستفید ہوتی اور علم کے نور سے روشن ہوتی جا رہی تھی یہ سارا فیض ان کے دیہات میں کتابیں عاریتہ دینے کی وجہ سے تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انفرادی کتب خانے عوامی کتب خانوں سے بھی بڑھ کر کام کرتے تھے (۱۲۱)

امیر ابن حمدون المتوفی ۶۰۸ھ کتابوں کے بہت دلدادہ تھے اور کتابیں دل کھول کر عاریتہ دینے میں فیاض واقع ہوئے تھے۔ یا قوت رومی کا بیان ہے:

”مجھے ان کے فوراً کتاب عاریتہ دینے پر تعجب ہوتا تھا ایک دن موصوف نے مجھ سے فرمایا:

”ما بخلت باعارة کتاب قط ولا اخذت علیہ رهنًا ولا اعلم انہ

ذلک فقدت کتابا فی عاریتہ قط“ (۱۲۲) میں نے کتاب عاریتہ دینے میں کبھی

بخل نہیں کیا اور نہ میں نے اس پر کبھی زر ضمانت طلب کیا اس کے باوجود مجھے نہیں معلوم کہ میری

کبھی کوئی کتاب کھوئی ہو) میں نے عرض کیا: اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے یہ آپ کے خلوص نیت

شمرہ ہے کہ آپ کی عاریتہ دی ہوئی کتابوں کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرتا ہے۔“ (۱۲۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں عاریتاً دینے میں احتیاط سے کام لیا جاتا تھا۔ عموماً زرِ ضمانت بھی طلب کیا جاتا تھا اس لئے یا قوت کو ان کی فیاضی اور ان کی کتابوں کی بازیابی پر تعجب و حیرت ہوتی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بلا معاوضہ کتابیں عاریتاً دینے کا بھی چلن تھا جس پر نہ شخصی ضمانت لی جاتی تھی اور نہ زر ضمانت ہی طلب کیا جاتا تھا، عوامی کتب خانوں میں عام طور پر زر ضمانت طلب کئے بغیر کتابیں عاریتاً دی جاتی تھیں۔ کہیں کہیں زر ضمانت بھی طلب کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بغداد میں مشہد ابی حنیفہ کے خزانہ الکتب سے عاریتہ کتابیں امانت دار کو زر ضمانت جمع کرانے کے بعد ملتی تھیں (۱۳۴)

عوامی اور وقف کے کتب خانوں سے اہل علم اور محققین کو بیک وقت کتنی کتابیں عاریتہ دی جاتی تھیں اس کا اندازہ مرو کے عوامی کتب خانوں سے کیا جاسکتا ہے۔ یا قوت رومی کا بیان ہے:

”مجھے بیک وقت یہاں کے کتب خانوں سے دو سو دینار کی دو سو (۲۰۰) مجلد کتابیں بغیر طلب زر ضمانت و رہن عاریتہ مل جاتی تھیں (جبکہ پانچ سو (۵۰۰) دینار میں کتب خانہ رہن رکھا جاتا تھا) ان کتابوں کو اپنی قیام گاہ پر لے جا کر استفادہ کرتا اور اقتباس لیتا رہتا تھا (۱۳۵)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عاریتہ کتب کے قواعد و ضوابط (یہ جزوی باتیں ہیں جن کا تعلق انتظامی امور سے ہوتا ہے اس کی تفصیلات موجودہ کتابوں میں نہیں ملتی ہیں) کو مد نظر رکھتے ہوئے علمی شخصیتوں کو ایک ہی وقت میں دو سو (۲۰۰) دینار کی کتابیں جن کی تعداد سینکڑوں جلدوں تک پہنچتی تھی، ان میں بھی زیادہ تر حوالے کی کتابیں ہوتی تھیں، مستعار دی جاتی تھیں اور اس پر شخصی ضمانت یا زر ضمانت بھی طلب نہیں کی جاتی تھی۔ حالانکہ ۴ اگست ۱۸۵۰ء سے پہلے یورپ میں کتابیں عاریتاً دینے کا کوئی ضابطہ ہی نہ تھا۔ (۱۳۶)

ہندوستان و پاکستان کے کتب خانوں میں شخصی ضمانت اور زر ضمانت کی پابندی آج تک قائم ہے۔ نادر، حوالے کی کتابیں تو اس ترقی یافتہ دور میں کہیں کسی کتب خانہ میں باہر عاریتاً نہیں دی جاتی ہیں اور اتنی بڑی تعداد میں حوالے کے علاوہ دوسری کتابیں بھی کتب خانے سے باہر استعمال کے لئے کسی ملک و ملت میں دئے جانے کی نظیر کم ملتی ہے۔ اس ترقی یافتہ دور میں نایاب کتابوں کو کتب خانے سے باہر لے جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے (۱۳۷)

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

عبدالعباسی میں اس طرح کتب خانوں میں علمی ورثہ کی حفاظت، نشر و اشاعت کی جاتی اور ثقافتی ورثہ سے استفادہ کی سہولت دے کر علم و تحقیق میں اضافہ کیا جاتا تھا اور محققین و طلباء کی اصل ماخذوں تک رسائی میں مدد کی جاتی تھی۔

## اجراءِ کتب کا نظام

مذکورہ بالا اصول و قوانین کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ عاریتہ کتب اور کتابوں کی داد و ستد کے نظام کی اصل روح اہل علم کی کتابی ضروریات کو پورا کرنا اور کتب خانے سے انہیں اس سلسلہ میں ہر ممکن سہولت بہم پہنچانا تھا اس کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا جاتا تھا اس کو اجراءِ کتب و داد و ستدِ کتب کا نظام اور انگریزی میں (Charging System) کہا جاتا ہے۔ عہدِ عباسی میں اس نظام کا کوئی تحریری نمونہ ہمارے سامنے موجود نہیں لیکن اس سلسلہ میں جن اصول پر عمل کیا جاتا تھا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی رجسٹریا کسی کاغذ کے ورق یا پرچے پر مندرجہ ذیل معلومات کا اندراج کیا جاتا تھا:

- |                            |                            |
|----------------------------|----------------------------|
| (۱) مستعیر کا نام          | (۲) کتاب کا نام            |
| (۳) مصنف کا نام            | (۴) تعداد جلد              |
| (۵) تاریخ اجراء            | (۶) کتاب کی واپسی کی تاریخ |
| (۷) کتابوں کی مجموعی تعداد | (۸) زر ضمانت کی مقدار      |

(۹) مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں ان امور اور معلومات کے اندراج کے بغیر اجراءِ کتب کا عمل پورا نہیں ہوتا ان باتوں پر عمل ناگزیر تھا۔

### (ن) عاریتہ کتابیں لینے والوں کی اخلاقی ذمہ داریاں

سہولت کی خاطر کتاب لینے والے پر حسب ذیل چند پابندیاں عائد کی جاتی تھیں۔ یہ گویا کتاب و سنت سے ماخوذ و مستنبط وہ زریں اصول ہیں جن پر اس ترقی یافتہ دور میں بھی عمل کیا جا رہا ہے:

- (۱) بلاوجہ کتاب کو اپنے پاس نہ رکھا جائے، ضرورت پوری ہو جانے کے بعد کتاب واپس کی دی جائے۔
- (۲) جب مالک یا (لا بیری) کو ضرورت پیش آئے تو کتاب دے دی جائے۔
- (۳) مالک کی بلا اجازت اس میں کسی نوع کا تصرف نہ کیا جائے، اصلاح نہ کی جائے، حاشیہ کچھ نہ لکھا جائے۔ اول و آخر کتاب کے سادہ اوراق پر کچھ نہ بھرا جائے، اگر مالک خوشنودی کا یقین ہو تو لکھ سکتا ہے، یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مسلمان بنی نوع



انسان کو ذہن کی تخلیق و تحقیق سے محروم نہیں رکھنا چاہتے تھے مگر آج کے ترقی یافتہ دور میں کسی کو لائبریری کی کتاب پر کسی قسم کی رائے، تبصرہ یا اغلاط کی تصحیح تک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

نہن رو تفاوت از کجاست تاہ کجا

(۴) مستعار کتاب کسی اور کو عاریتہ نہ دی جائے۔

(۵) ضمانت کے طور پر کہیں رہن نہ رکھی جائے۔

(۶) نقل کتاب کے لئے مالک کتاب سے اجازت لینا ضروری ہے۔

(۷) اگر کتاب وقف ہے تو اس کی نقل احتیاط سے کرنی لازم ہے۔

(۸) جو کتاب کی اصلاح کا اہل ہو اس کو کتاب کی غلطی کی اصلاح کی بھی اجازت ہوتی تھی

لیکن خازن سے اجازت لینا بہتر تھا (۱۴۸) کتاب اگر اغلاط سے پر ہوتی تو اس کے حواشی

میں اصلاح نہیں کی جاتی تھی چنانچہ علامہ سمعانی کا بیان ہے میں نے اسماء و القاب کے

موضوع پر احمد بن علی المعروف بابصری المتوفی ۴۴۹ھ کی کتاب ”المضاہاة والمضافاة“

بخارا میں دیکھی تو حواشی پر اس خیال سے کہ وہ قابل اصلاح ہوگی، اصلاح کی جب بہت

زیادہ تصحیفات نظر آئیں تو میں نے اصلاح کا خیال ہی چھوڑ دیا (۱۴۹)

(۹) اگر مالک یا خازن کی اجازت سے کتاب نقل کرتا ہے تو بھی کاغذ کو کتاب پر رکھ کر نہیں

لکھنا چاہیے نہ دوات اس پر رکھنی چاہیے (۱۵۰)۔

### (س) مستعار کتابوں کے قوانین

عبد عباسی میں عاریتاً پر لی گئی کتابوں کے استعمال کے لئے مندرجہ ذیل ہدایتیں دی جاتی

تھیں اور (Bylaws) کا یہ جزء ہوتی تھیں۔

(۱) کتاب کو کراسوں کے خانہ میں نہیں رکھنا چاہئے۔

(۲) کتاب کو تھوڑی کے نیچے رکھنے سے گریز کرنا چاہئے۔

(۳) کتاب کو پنکھا نہیں بنانا چاہیے۔

(۴) کتاب کو کمائی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے۔

(۵) کتاب کو مسند اور تکیہ بنانا درست نہیں۔

(۶) کتاب پر کھٹل، پسو اور مکھی وغیرہ مارنا اچھا نہیں۔

(۷) ورق کا کنارہ نہیں موڑنا چاہئے۔



(۸) اور اق کتاب پر لکڑی سے نشان نہیں لگانا چاہئے اور نہ کسی خشک چیز سے کوئی علامت ہر  
چاہئے۔

(۹) اگر ناخن لگ جائے تو اسے گہرا نہیں کرنا چاہئے (۱۵۱)  
مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کرنا ہر مستعیر کی اخلاقی ذمہ داری تھی۔

## دوسرا حصہ (اجمالی خاکہ)

- ☆ ----- عملہ
- ☆ ----- خازن کے فرائض
- ☆ ----- عہد عباسی کے مشہور خازن
- ☆ ----- دوسری صدی ہجری کے خازن
- ☆ ----- تیسری صدی ہجری کے خازن
- ☆ ----- چوتھی صدی ہجری کے خازن
- ☆ ----- پانچویں صدی ہجری کے خازن
- ☆ ----- چھٹی صدی ہجری کے خازن
- ☆ ----- ساتویں صدی ہجری کے خازن
- ☆ ----- مشرفین کتب خانہ
- ☆ ----- وکیل
- ☆ ----- نسخ
- ☆ ----- کاتب و وراق
- ☆ ----- مصحح
- ☆ ----- جلد ساز

مترجم -----☆

طلاکار -----☆

مناول -----☆

فراش -----☆

حاجب وغیرہ -----☆

تحفظ کتب کی احتیاطی تدابیر -----☆

کتابوں کی درستی کے لئے مسالوں کا استعمال -----☆

اتفاقی حوادث سے بچاؤ -----☆

جلد سازی -----☆

ترتیب و آرائش کتب -----☆

کتابوں کی تباہی -----☆

دیمک -----☆

چوہے اور کیڑے -----☆

اختلاف عقائد -----☆

لشکر کشی -----☆

سیلاب -----☆

آگ -----☆

چوری -----☆

(۲)

## (۱) عملہ

عہد عباسی میں کتب خانے میں فنی اور غیر فنی ہر دو نوع کا عملہ رکھا جاتا تھا۔ فنی عملہ حسب ذیل افراد پر مشتمل ہوتا تھا:

(۱) خازن 'درجہ بندی' فرست سازی و فرست نگاری کا کام خازن انجام دیتا تھا، لیکن ممکن ہے بعض بڑے کتب خانوں میں ان تینوں کاموں کی انجام دہی کے لئے بعض دوسرے فنی افراد کو بھی رکھا جاتا ہو۔

(۲) مشرف یا وکیل

(۳) نسخ

(۴) کاتب ووراق

(۵) صحیح (تصحیح کرنے والا)

(۶) جلد ساز

(۷) مترجم

(۸) طلا کار

غیر فنی عملہ میں حسب ذیل افراد شامل تھے:

(۱) مناوول

(۲) خدام

(۳) فراش

(۴) حاجب و دربان وغیرہ (۱۵۲)

خلافت راشدہ میں عہد عثمانی میں جب اسلامی قلمرو کے مرکزی شہروں میں مصاحف پہنچائے گئے تو ان کے ساتھ مقری بھی بھیجے گئے جو خازن کے فرائض ادا کرتے تھے لیکن انہیں قرآن کی نسبت سے خازن کے بجائے مقری کہا جانے لگا تھا۔ عہد اموی میں شاہی خزاناہ الکتب میں یہ اختصاص باقی نہیں رہا اس لئے ان کو ان کے اصل لقب خازن کے نام سے پکارا جاتا تھا، دور اموی میں لفظ "خازن" اپنی وسعت میں اضافہ کر چکا تو اس کے لئے منہمکہ دیگر الفاظ ایک نیا لفظ "امین" وضع کیا گیا (۱۵۳) جو اپنے معنی و مفہوم اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے بنفسہ امانت کی

صفت سے آراستہ ہے۔ بظاہر انہی کی اتباع میں برٹش میوزیم میں کیپر (Keeper) کا اسٹنٹ لائبریرین کے لئے بولا جاتا تھا (۱۵۳)

خلافت راشدہ میں لفظ ”مقری“ اور عہد عباسی میں ناظم و مہتمم کتب خانہ کو

(۱) خازن

(۲) متولی

(۳) حاکم

(۴) صاحب خزانہ

(۵) خازن کتب

(۶) امین

(۷) اور قیم (۱۵۵) کے نام سے پکارا جاتا تھا لیکن خازن کا لفظ سب سے زیادہ عام تھا۔ چنانچہ علامہ سمعانی نے تصریح کی ہے کہ خازن کی نسبت سے ایک جماعت مشہور ہے ان میں بہت خازن کتب تھے (۱۵۶)۔

عہد عباسی میں خازن کا منصب نہایت معزز و ممتاز رہا ہے اس جلیل القدر منصب پر ہر دور سربر آوردہ علمی شخصیتوں کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ قاضی القضاہ برہان الدین ابن فرحون مالکی لکھا ہے:

”کانت عندهم من الخطط الجلیله التي لایعین لها الاعلیه اهل العلم و اکابرهم“۔ (۱۵۷) اموی کے یہاں خازن کتب کا منصب جلیل القدر منصبوں سے تھا اس عظیم منصب پر القدر علماء و اکابر ہی کا انتخاب کیا جاتا تھا) چنانچہ خلیفہ افتتاح جامعہ کے وقت جب اساتذہ و شیوخ کو خلعت پہناتا تو خازن و مشرف کو بھی خلعت سے سرفراز کرتا تھا۔ خلیفہ مستنصر باللہ نے مستنصریہ کے افتتاح پر ایسا ہی کیا تھا (۱۵۸)۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ عہد عباسی میں خازن کتب کے ممتاز کے لئے علمی و فنی بصیرت کے ساتھ معاشرہ میں اس کی علمی شہرت بھی لازمی شرط تھی۔ اس سے پیشہ کتاب داری کی عظمت و اہمیت اور اس کی قبولیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ کہنا بیجا نہیں کہ پیشہ و فن کتاب داری مسلم معاشرہ میں ابتداء ہی سے ہر دلعزیز و قابل فخر پیشہ و فن رہا ہے اور ہر دور میں ممتاز علماء و فضلاء کی جماعت اس لقب سے ممتاز رہی ہے جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ عہد عباسی میں مسلمانوں کو پیشہ کتاب داری اور علم کتاب داری سے غیر معمولی دلچسپی رہی ہے۔

## (۱) خازن کے فرائض

(۱) دارالکتب کی ہر لحاظ سے دیکھ بھال کرنا۔

(۲) کتابوں کی حفاظت و نگرانی کرنا (۱۵۹)

(الف) وقتاً فوقتاً رجسٹر اور فہرست کے مطابق (Stock-Taking) کرانا اور نقصان

کے اسباب کی نشاندہی کرنا بھی اس کے فرائض منصبی میں داخل تھا چنانچہ شاہی کتب خانے کے ناظم حسن بن موسیٰ طرابلسی سے پوچھا گیا کہ اس کتب خانہ میں کیا تغیر پایا تو فرمایا پہلے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) مخطوطات تھے پھر بیس (۲۰۰۰۰) ہزار رہ گئے اب چھ ہزار (۶۰۰۰) ہیں، اس کا سبب کیا ہے فرمایا! ”المطر و ایدی الناس“ (۱۶۰) بارش اور لوگوں کے ہاتھ کچھ بارش سے خراب ہو گئیں کچھ کو ہاتھ اڑا لے گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عہد عباسی میں کتابوں کے نقصان کے اسباب کی نشاندہی اور رپورٹ کی جاتی تھی۔ (۱۶۰)

(۳) ناقابل استفادہ کتابوں کو لائق استفادہ کرنا، کتابوں کی جلد بند ہوانا، انہیں درست کرانا اور ذخیرہ میں اضافہ کرنا۔

(۴) ضرور تمندوں کو کتابیں دینا۔

(۵) نادار اور ایسے لوگوں کو جنہیں کتابیں حاصل کرنا مشکل ہوں، مالداروں پر ترجیح دینا۔

(۶) واقف کی شرائط کی پابندی کرنا (۱۶۱)

(۷) کتب خانے کے تمام شعبے، دارالمطالعہ، دارالمذاکرہ، دارالنقل و المقابلہ، دارالتجلید، وغیرہ کی ذمہ داریاں پورا کرنا اور فرائض منصبی کو انجام دینا۔

مذکورہ بالا شرائط سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ عہد عباسی میں کتابوں کے صحیح استعمال اور مہتمندوں کی کتابی ضروریات کی تکمیل پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ نیز مذکورہ بالا فرائض کی انجام دہی کے لئے کتاب شناسی کا علم اور اس میں بصیرت لازمی تھی۔ اس لئے کتب خانوں اور کتب خانہ کو بھی خازن بنایا جاتا تھا۔ چنانچہ علی بن یوسف بن سعد حظیری کتب خانہ کو جامعہ مستنصریہ کے کتب خانہ کا خازن بنائے جانے سے ظاہر ہے (۱۶۳) یا وراق کو ان سے وابستہ رکھا جاتا تھا جیسا کہ قاہرہ میں نجیب الدولہ علی جریرائی المتونی ۴۲۶ھ کے قاضی ابوہریرہ محمد بن سلامہ کے ساتھ خلف وراق کو مامور کرنے سے عیاں ہے (۱۶۳)۔

عہد عباسی میں اعزازی اور جزوقتی خازن بھی رکھا جاتا تھا چنانچہ ابو القاسم سلمان بن ناصر شافعی

کو (جن کا ذریعہ معاش و راقیت تھا) مدرسہ نظامیہ نیشاپور کا اعزازی اور جزوقتی خازن بنایا گیا تھا (۱۶۵)

عہدِ عباسی میں خازن کا انتخاب فرقہ وارانہ تعصب سے بالاتر ہو کر کیا جاتا تھا چنانچہ ابو عمرو سہل بن ہارون شیعہ معتزلی کا خازن بیت الحکمہ کے عہدہ پر انتخاب اس امر کا شاہدِ عدل ہے۔ (۱۶۶)۔  
خازن کے لئے امانت دار ہونے پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا اس وجہ سے خازن کو امین کے لفظ سے بھی یاد کیا جاتا تھا (۱۶۷)۔

عہدِ عباسی میں کتب خانے کی وسعت و نوعیت کے لحاظ سے حسب موقعہ و ضرورت ایک کتب خانے میں ایک سے زیادہ خازن اور نائب و معاون خازن رکھے جاتے تھے چنانچہ بیت الحکمہ میں تین خازن، ابو عمرو سہل بن ہارون، سعید بن ہارون، (۱۶۸) اور سلم تھے (۱۶۹) یا بالفاظِ دیگر دو معاون خازن سعید بن ہارون و سلم تھے، یا ابو عثمان بن ہاشم خالدی اور اس کا بھائی ابو بکر محمد خالدی خزانہ کتب سیف الدولہ کے خازن تھے (۱۷۰)۔

عہدِ عباسی میں اگر کتب خانہ لسانی اعتبار سے مرتب کیا جاتا تو خازن کے انتخاب میں عجمی زبانوں میں سے کسی (Foreign Language) کی رعایت بھی ملحوظ رکھی جاتی تھی جیسا کہ خازن بیت الحکمہ کے عہدہ پر ابو عمرو سہل بن ہارون اور سلم وغیرہ جو پہلوی زبان کے ماہر اور نامور مترجم تھے، کے انتخاب سے روشن ہے (۱۷۱)۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ خازن کے منصب کے لئے علوم و فنون میں بصیرت، طبقات کتب و رجال سے واقفیت، انتظامی امور میں مہارت، وسعتِ نظر، علمی قابلیت علمی حلقوں میں اس کا تعارف اور زبردست حافظہ لازمی شرائط میں سے تھے جیسا کہ ابن مسکویہ، ابن سینا، ابو عثمان و ابو بکر محمد خالدی، شابشتی، خطیب تبریزی وغیرہ کے خازن کتب کے منصب پر تقرر سے ظاہر ہے۔ نیز مختلف کتب خانوں کے لئے ان کے بنیادی مقاصد کے پیش نظر خصوصی بصیرت اور اس فن سے خصوصی مناسبت کو بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا جو علمی لیاقت و فن بصیرت کے علاوہ مختلف زبانوں پر عبور رکھتے تھے جیسا کہ ابو عمرو سہل بن ہارون اور سلم، خازن بیت الحکمہ وغیرہ کے انتخاب سے ثابت ہے۔

عوامی کتب خانوں میں اس عہدہ پر جامع الصفات شخصیت کو ممتاز کیا جاتا تھا چنانچہ دارالعلم ساہونہ بغداد میں عبدالسلام بصری (۱۷۲) اور دارالعلوم طرابلس بنی عمار میں حسین بن بشر طرابلسی (۱۷۳) جیسی جامع صفات شخصیات کے خازن کے منصب پر تقرر سے روشن ہے۔  
علوم ادواکل و فلسفہ کے کتب خانے میں ماہر علوم ادواکل و فلسفہ کو یہ اہم عہدہ سپرد کیا جاتا تھا



چنانچہ صوان الحکمہ میں جہاں علوم ادواکل و فلسفہ کا بہترین ذخیرہ جمع کیا گیا تھا۔ ابن سینا کو اس کا خازن بنایا گیا تھا۔ (۱۷۴)

مدارس کے کتب خانوں میں فقیہ، محدث و ادیب کو چنا جاتا تھا جیسا کہ ابو یوسف یعقوب بن سلیمان اسفرائینی المتوفی ۴۸۸ھ (۱۷۵) ابوالمظفر محمد بن احمد اموی ابیوردی المتوفی ۵۰۷ھ (۱۷۶) اور ابو زکریا یحییٰ المعروف بخطیب تبریزی المتوفی ۵۰۲ھ کے جامعہ نظامیہ بغداد کا خازن بنائے جانے سے عیاں ہے (۱۷۷) اس طرح صحیح معنی میں کتب خانوں کے مقاصد کو پورا کیا جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد عباسی میں کتب خانہ کی نوعیت و کیفیت کے لحاظ سے مہتمم کتب خانہ کے انتخاب کا معیار گوناگوں قیود کے ساتھ عمل میں آتا تھا۔

عہد عباسی کے انفرادی و خصوصی و علمی کتب خانوں کے جن نامور خازنوں کا تذکرہ مورخین و تذکرہ نگاروں نے کیا یا کتب تاریخ و سیر میں کہیں نہمنا ان کا نام آگیا ہے ان مشاہیر کی صدی وار نشاندہی کی گئی ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکے گا کہ اس ممتاز عہدے کو کیسے کیسے نامور فضلاء سے زینت حاصل رہی ہے اور عہد عباسی میں اس اہم منصب پر کیسی نادرہ روزگار شخصیتوں کا تقرر عمل میں آتا تھا۔

# (ب) عہد عباسی کے مشہور خازن (و مہتمم کتب خانہ)

(۱) دوسری صدی ہجری

مقام

نام

- ۱۔ سعید بن ہارون  
بالفاظ دیگر بیت الحکمت میں سہل بن ہارون کا معاصر  
(اسٹنٹ لائبریرین) تھا (۱۷۸)
- ۲۔ سلم (سلمہ) حرانی  
ایضاً (۱۷۹)
- ۳۔ ابو عمرو سہل بن ہارون بن راہیون دستیسانی  
بصری شیعہ معتزلی
- ۴۔ ابو سہل فضل بن نوبخت فارسی المتوفی ۱۹۳ھ  
یہ خلیفہ ہارون کے خزانہ الحکمہ کا خازن تھا (۱۸۰)

(۲) تیسری صدی ہجری

- ۵۔ ابو العیش عبداللہ بن خلید بن سعد الباعری المتوفی  
۲۲۰ھ  
یہ صدر الدین طاہر خراسانی کے خزانہ الحکمہ کے  
خازن و امین تھے (۱۸۲)
- ۶۔ علی بن یحییٰ المنجم المتوفی ۲۷۵ھ  
یہ وزیر فتح بن خاقان المقتول ۲۳۷ھ / ۸۶۱ھ  
کتب خانے میں خازن و مدیر کتب خانہ کے عہد  
ممتاز تھا (۱۸۳)
- اس نے قہص کے اطراف میں کر کر (بغداد) کا  
عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا اس کا مہتمم و خازن  
(۱۸۳)

## (۳) چوتھی صدی ہجری

- ۷۔ حسن بن مرار صنوبری یہ مشہور شاعر احمد ضبی المتوفی ۳۳۲ھ کے دارالبیوت حکم مامون کے خازن تھے (۱۸۵)
- ۸۔ ابو عثمان سعید بن ہاشم بن وعلہ خالدی موصلی یہ دونوں بھائی سیف الدولہ کے خزانہ الکتب کے خازن تھے (۱۸۶)
- ۹۔ ابو محمد عبداللہ بن احمد الخازن یہ صاحب بن عباد المتوفی ۳۳۸ھ کے کتب خانے میں مدیر و خازن تھا (۱۸۷)
- ۱۰۔ ابو الحسن علی بن محمد اسدی المعروف بابن الکوفی ابن الکوفی کا نہایت پیش قیمت کتب خانہ تھا یہ حسن ترتیب، صحت و ندرت میں اپنی نذیر آپ تھا یہ اس کا خازن تھا۔ اس نے اس میں (Notation) کا ایسا عمدہ نظام قائم کیا تھا کہ کتاب نکالنے کے بعد اپنی اصلی جگہ پر باسانی پہنچادی جاتی تھی، وزیر جمال الدین علی بن یوسف القفطی المتوفی ۶۲۴ھ نے اس امر پر اس کی تحسین وافرین ان الفاظ میں کی ہے :
- فما کان اسنی فعالہ
- موصوف کا یہ نہایت عمدہ کارنامہ تھا (۱۸۸)
- ۱۱۔ محمد بن اسحاق الشاہشتی المتوفی ۳۹۹ھ یہ عزیز بن المعز فاطمی حاکم مصر کے کتب خانے میں خازن تھا (۱۸۹)
- ۱۲۔ ابو بکر محمد بن ہاشم بن وعلہ خالدی موصلی یہ ابو عثمان خالدی کا بڑا بھائی تھا یہ دونوں بھائی سیف الدولہ کے کتب خانے میں مدیر و خازن تھے (۱۹۰)

۱۳۔ ابو بکر محمد بن یحییٰ الصولی المتوفی ۳۳۵ھ

ابو بکر صولی نے اپنے کتب خانے میں موضوعات کو رنگوں کی ترتیب پر مرتب کیا تھا۔ چنانچہ اس کو خانے میں مجلد کتابیں رنگوں کی ترتیب سے رکھی تھیں اس لئے اس کے کتب خانے کو بہت شہر حاصل تھی (۱۹۱)

۱۴۔ ابو نصر منصور بن احمد بن محمد الشیرازی

یہ شیراز میں عضد الدولہ المتوفی ۳۷۲ھ کے کتب خانہ میں مدیر و خازن اور صمصام الدولہ بن عضد الدولہ کے کتب خانہ کا خازن تھا (۱۹۲)

### (۴) پانچویں صدی ہجری

۱۵۔ ابو صالح احمد بن عبد المالك بن علی نیشاپوری  
یہ مدرسہ بہقیہ نیشاپور کے خازن تھے (۱۹۲)

شافعی المتوفی ۴۷۰ھ

۱۶۔ ابو علی احمد بن محمد بن علی بن یعقوب مسکویہ رازی  
ابتداء میں وزیر معز الدولہ ابو محمد مہلبی کے خزائن الکتب کا اور وزیر ابن العمید کے کتب خانہ کا اور پھر عضد الدولہ کے کتب خانہ کا خازن رہا تھا (۱۹۳)

الخازن المتوفی ۴۲۱ھ

۱۷۔ ابو عبد اللہ احمد بن محمد طلیطلی المتوفی بعد ۴۷۸ھ  
یہ مدرسہ نیشاپور میں اپنے مدرسہ کے خزانہ الکتب کے خازن تھے (۱۹۵)

المتوفی ۴۵۷ھ

۱۸۔ ابو علی اسماعیل بن محمد بن حسین جاجرمی نیشاپوری  
یہ جامع اموی حلب کے کتب خانہ میں خازن تھا (۱۹۶)

ابو الحسن ثابت بن اسلم بن عبد الوہاب حلبی شیعہ

المتوفی ۴۶۰ھ

۱۹۔ قاضی حسین بن عمر بن علی طرابلسی شیعہ  
یہ دارالعلم بنی عمار کا خازن تھا (۱۹۷)

۲۰۔ ابو علی حسین بن عبد اللہ بن سینا بلخی بخاری المتوفی

یہ نیشاپور میں شاہان سامانی کے صوان الحکمہ کا خازن تھا (۱۹۸)

۲۱۔ ابو علی حسین بن عبد اللہ بن سینا بلخی بخاری المتوفی

۴۲۸ھ

- ابو الفضل خداواز (۱۹۹) بن عاصم بن  
بحران نشوی تبریزی
- ۱۔ ابو احمد عبد السلام بن حسین بن محمد بصری  
قرمیسینی ثم بغدادی المعروف باوج گا  
المتوفی ۴۰۵ھ
- یہ ابن ماکولا المتوفی ۴۷۵ھ کے استاد اور دارالکتب  
جنزہ کے خازن تھے (۲۰۰)
- بغداد میں وزیر ساہور بن اردشیر کے دارالکتب کا خازن  
تھا (۲۰۱)
- اسکا اپنا ذاتی کتب خانہ بھی تھا چنانچہ کوئی سائل آتا  
اور اس کے پاس درہم و دنانیر نہ ہوتا تو اسے اپنے کتب  
خانے سے کتاب نکال کر نذر کرتا تھا
- ۱۔ ابو عمر عبد العزیز بن محمد بن نعمان قیروانی اسماعیلی  
المتوفی ۴۰۱ھ
- ۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر قضاعی شافعی  
المتوفی ۴۵۴ھ
- ۱۔ ابو منصور محمد بن علی بن اسحاق المعروف بکاتب و  
خازن المتوفی ۴۱۸ھ
- ۲۔ ابو سعید محمد بن علی بن محمد صفار نیشاپوری  
المعروف بکتاب المتوفی ۴۵۶ھ
- ۳۔ ابو یوسف یعقوب بن سلیمان بن داؤد  
اسفرائینی نزيل بغداد المتوفی ۴۹۸ھ
- اس کو عبد السلام بصری کے بعد بغداد میں دارالکتب  
ساہور کا خازن مقرر کیا گیا تھا (۲۰۲)
- نیشاپور میں خزانہ کتب عبد الرحمن سلمی المتوفی ۴۱۲ھ  
کے خازن و "بندار کتب" تھے (۲۰۵)
- یہ مدرسہ نظامیہ بغداد کا خازن تھا (۲۰۶)

### (۵) چھٹی صدی ہجری

- ۲۴۔ ابن الاھوازی المتوفی ۵۶۹ھ
- ۲۵۔ ابو الفضل اسعد بن ابی روح رافضی المتوفی قبل  
۵۲۰ھ
- ۲۶۔ ابو سہل اکرم الدین
- مشہد ابی حنیفہ بغداد کے خزانہ الکتب کے خازن تھے  
(۲۰۷)
- یہ طرابلس میں دارالعلم بنی عمار کا خازن تھا (۲۰۸)
- دارالکتب نظامیہ بغداد کا خازن تھا (۲۰۹)

- ۳۲۔ ابو القاسم سلمان بن ناصر بن عمران انصاری  
نیشاپوری شافعی المتوفی ۵۱۲ھ  
مدرسہ نظامیہ نیشاپور کے خزانہ الکتب کا خازن  
(۲۱۰)
- ۳۳۔ عبدالعزیز بن علی خوارزمی المتوفی ۵۶۸ھ  
۳۴۔ ابوالحسن علی بن احمد (عمر) بن احمد بگری بغدادی  
المتوفی ۵۷۵ھ  
۳۵۔ ابوالمظفر محمد بن احمد بن محمد اموی عنبسی  
معاوی ابیوردی المتوفی ۵۰۷ھ  
۳۶۔ ابو منصور محمد بن احمد بن طاہر شیعہ بغدادی  
المعروف مخازن دارالکتب القدیمة المتوفی  
۵۱۰ھ  
۳۷۔ ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد انصاری جیبانی  
اندلسی نزیل حلب المتوفی ۵۶۳ھ  
۳۸۔ ابوزکریا یحییٰ بن علی بن محمد المعروف مخطیب  
تبریزی المتوفی ۵۰۲ھ

### (۶) ساتویں صدی ہجری

- ۳۹۔ ابو حامد عبدالحمید بن ہبہ اللہ بن محمد مدائنی ثم  
بغدادی معتزلی شیعہ المعروف بابن ابی  
الحدید المتوفی ۶۵۵ھ  
۴۰۔ عبدالرزاق بن احمد بن محمد صابونی بغدادی  
المعروف بابن الفوطی المتوفی ۷۲۳ھ  
۴۱۔ ابو محمد عقیف الدین عبدالعزیز بن دلف بن ابی  
طالب حبلی بغدادی المتوفی ۶۳۷ھ
- بغداد کے خزانہ کتب کانگریس کا بنایا گیا تھا (۲۱۱)  
یہ سنہ ۶۷۹ھ میں جامعہ مستنصریہ کا خازن بنا  
(۲۱۸)  
یہ پہلے جامع زیدی کے کتب خانہ کے خازن تھے  
جامعہ مستنصریہ کے دارالکتب کے خازن بنے  
تھے (۲۱۹)

- محب الدین ابو محمد عبدالقادر بن داؤد بن محمد  
واسطی شافعی المتوفی ۶۱۹ھ
- ۱۔ صغی الدین عبدالمومن بن یوسف بن فاخرار ملی کتب خانہ جامعہ مستنصریہ کے خازن تھے (۲۲۱)  
المتوفی ۶۹۳ھ
- ۲۔ تاج الدین ابو طالب علی بن انجب بن عثمان  
بغدادی المتوفی ۶۷۲ھ
- ۱۔ علی بن یوسف بن سعد حظیری کتبی  
۱۔ ابو عبد اللہ شرف الدین محمد بن ابراہیم بن الی  
القاسم میدومی مصری المتوفی ۶۸۳ھ
- ۲۔ ابو الفتح محمد بن سعد بن محمد دیباجی مروزی المتوفی  
۶۰۹ھ
- ۳۔ فخر الدین ابو بکر محمد بن عبد اللہ محمد تفتازانی  
نزیل بغداد المتوفی ۷۰۱ھ
- ۴۔ ابو الفضل بہیہ اللہ بن منصور بن الفضل واسطی  
المتوفی ۶۳۲ھ
- ۵۔ جمال الدین یاقوت بن عبد اللہ مستعصمی رومی جامعہ مستنصریہ کا خازن تھا (۲۲۹)  
المتوفی ۶۹۸ھ
- ۶۔ محی الدین المجاہد یحییٰ بن ابراہیم بن محمد مخرومی ایضاً (۲۳۰)  
المتوفی ۶۸۲ھ
- خازن جامعہ نظامیہ بغداد تھے (۲۲۰)
- پہلے جامعہ نظامیہ کے (۲۲۲)
- پھر کتب خانہ جامعہ مستنصریہ کے خازن بنائے گئے  
(۲۲۳)
- دارالکتب جامعہ مستنصریہ کے خازن تھے (۲۲۴)
- خزانہ الکتب کاملیہ مصر کے خازن تھے (۲۲۵)
- جامع مروین خزانہ الکتب عزیزہ کے خازن تھے  
(۲۲۶)
- کچھ عرصہ جامعہ مستنصریہ میں خازن رہے تھے  
(۲۲۷)
- خزانہ الکتب جامعہ نظامیہ میں خازن تھے (۲۲۸)



(۲) مشرفین کتب خانہ : مشرف (نگران) اس کا کام کتب خانہ کی نگرانی کرنا تھا، شاہی علمی اور عوامی کتب خانوں میں ممتاز عمدہ تھا۔ مشرفوں کی تعداد بھی کتب خانوں میں ان کی وسعت و گنجائش کے مطابق رکھی جاتی تھی، ابو جعفر عمر بن ابی بکر بن عبداللہ شافعی المعروف بدباس المتوفی ۶۰۱ھ نامور ادیب و متکلم تھے۔ نظامیہ بغداد کے دارالکتب العتیقیہ میں مشرف تھے (۲۲۸) عماد الدین علی ابن دباس جامعہ مستنصریہ کے کتب خانے میں پہلے مشرف تھے۔ خلیفہ مستنصر باللہ نے افتتاح جامعہ کے وقت (۶۳۱ھ) موصوف کو خلعت سے سرفراز کیا تھا (۲۲۹) مورخ ابن الفوطی بھی اس عمدہ پر ممتاز رہا ہے۔

(۳) وکیل: یہ غالباً شاہی کتب خانے میں مشرف کے ہرتبہ تھا۔

(۴) نساخ: کتابیں نقل کرتے، قواعد نقل، کاغذ، سیاہی، رنگ کی ہر صفحہ کی سطوح وغیرہ کی پابندی کرتے تھے۔

(۵) کاتب ووراق: کتب خانہ میں خوش خط کتابیں نقل کرتے تھے۔

(۶) مصحح: یہ کتابوں کی تصحیح کرتے، مشکل الفاظ پر اعراب لگاتے تھے اور کتابوں مقابلہ کرتے تھے۔

(۷) جلد ساز: پرانی اور شکستہ کتابوں کی مرمت کرتے اور نئی کتابوں کی جلد باندھتے تھے۔

(۸) مترجم: ذخیرہ کتب میں اضافہ اور علمی سرمایہ میں تنوع کی غرض سے علمی و فنی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتے تھے۔ ترجمہ کا سلسلہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک جاری تھا۔

(۹) طلاکار: کتابوں پر نقش و نگار بناتے، ان پر طلا کاری کرتے اور ان کی آرائش زینت بڑھاتے تھے۔

غیر فنی عملہ میں حسب ذیل افراد داخل تھے۔

(۱۰) مناوول: کتابوں کو الماریوں میں لگاتے اور نکالتے تھے۔ جمال الدین ابراہیم بن خلیفہ کتب خانہ جامعہ مستنصریہ کا پہلا ناوول و مددگار تھا۔ جسے خلیفہ مستنصر باللہ نے ۵ رجب ۶۳۰ھ میں کتب خانہ جامعہ مستنصریہ کے افتتاح پر خلعت پہنائی تھی (۲۳۰) محمد بن سعید محمد حدادی بغدادی المتوفی ۶۷۶ھ بھی کتب خانہ جامعہ مستنصریہ میں مناوول تھا (۲۳۱) اس سے پیشہ کتاب داری کی عظمت اور خواص کی اس سے دلچسپی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱۱) خدام: مختلف خدمات انجام دیتے تھے۔

(۱۲) فراش: فرش بچھاتا اور صفائی وغیرہ کرتا تھا۔

(۱۳) حاجب و غیرہ: یہ درباری اور چوکیداری کے فرائض انجام دیتا تھا۔ مذکورہ بالا عملہ کے افراد کی کثرت و قلت کتب خانہ کی نوعیت پر موقوف ہوتی تھی سرکاری عوامی و علمی کتب خانوں اور امیروں کے کتب خانوں میں ان کی تعداد مختلف رہی ہے تاہم عہد عباسی میں عملہ کا یہ تنوع و کثرت کتب خانوں میں گوناگوں خدمات انجام دیئے جانے اور کارکنان کتب خانہ کی حسن کارکردگی کا شاہدِ عدل ہے۔

## (ج) تحفظ کتب کی احتیاطی تدابیر

### کتابیں رکھنے کے ظروف:

عہدِ عباسی میں کتابوں کو گرد و غبار، پانی اور دھوپ سے حفاظت کی خاطر مختلف ظروف میں رکھا جاتا تھا۔ خراج، خرچین، مَخْلَاة (تھیلے) اور کم (آستین) (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) شاہی و عوامی کتب خانوں میں صندوق اور لکڑی کی الماریاں استعمال کی جاتی تھیں بقیہ ظروف ذاتی کتب خانوں میں کتابیں رکھنے کے لئے استعمال میں آتے تھے وہ ظروف حسب ذیل تھے۔

- (۱) جامہ دان۔ یہ فارسی لفظ ہے، کپڑا رکھنے کا بچہ یہ چمڑے یا لکڑی کا بنا ہوا ہوتا تھا (۲۳۲)
- (۲) جُرَاب چمڑے کا تھیلا یہ چھوٹا بڑا ہر قسم کا بنایا جاتا تھا (۲۳۳)
- (۳) حُصْب، پانی پینے کا بڑا مٹکا اس کی جمع حَبَاب ہے۔ ابو حاتم اس کو حناب کا معرب بتاتے ہیں (۲۳۴)
- (۴) خَرَج اور خَرَجِین، بڑے تھیلے کو کہتے ہیں، سفر میں اس میں کتابیں بھر کر لے جاتے تھے غالباً اہل مغرب میں اس کا زیادہ استعمال تھا۔ گھر میں پڑی ہر کتاب کا بندل بنا کر گھر میں رکھا جاتا تھا۔ (۲۳۵)
- رُزْمہ گٹھڑی بندل اور پیکٹ کو کہتے ہیں رزم جمع آتی ہے۔
- (۵) سَفَط، جامہ دار، کھجور کے پتوں کا ٹوکرا، اون یا بالوں کا گون، لکڑی کا چھوٹا بوت (۲۳۶)
- (۶) سَلْمہ، ٹوکرا (۲۳۷)
- (۷) مَن، ٹوکرا، یہ بھی سلمہ کی طرح ہوتا تھا (۲۳۸)
- (۸) صَنْدُوق، یہ لکڑی وغیرہ کا بنا ہوتا تھا، اس کا استعمال عہدِ قدیم سے تھا (۲۳۹)
- (۹) غَرَرہ، بورا، اس کا استعمال اندلس میں زیادہ تھا (۲۴۰)
- (۱۰) قَارُورہ، بوتل اور وہ جزدان، جس میں طلبہ اپنی کتابیں رکھتے تھے، اس کا یہ نام علمی تفریح کے قبیل سے ہے (۲۴۱)
- (۱۱) قَمَطْر اور قَمَطْر، اس کی جمع قَمَاطِر ہے، بوریا، جزدان، بستہ، غلاف (۲۴۲)
- (۱۲) قَوْصَر، زنبیل، خرما، کھجور کا ٹوکرا، بانس کا ٹوکرا (۲۴۳)
- (۱۳) لکڑی اور تختے کی الماریاں، عام طور پر کتابیں لکڑی کی الماریوں میں رکھتے تھے (۲۴۴) اور بعض اوقات لکڑی کے تختوں پر رکھ کر بھی گزارہ کرتے تھے۔

(۱۴) کم آستین، علماء ضروری اور مختصر کتابوں کے رکھنے کے لئے اپنے کرتے کی آستین استعمال کرتے تھے، علماء آستین کشادہ اور لمبی بناتے اس میں بندش کی خاطر تگہ لگاتے یا اسے ڈوری سے باندھ لیتے تھے اس طرح اس میں ضرورت کی متعدد کتابیں محفوظ ہو جاتی تھیں اور مراجعت کے وقت فوراً اس کو دیکھ لیتے تھے (۲۳۵) اس کے متعلق کہا جاتا تھا۔

من لم یکن له دفتر فی کمہ  
لم تثبت الحکمہ فی قلبہ

جس کی آستین میں کتاب نہیں، اس کے قلب میں حکمت نہیں

(۱۵) مِخْلَاةٌ، تو بڑا، چمڑے کا تھیلا، جس میں دانہ ڈال کر گھوڑے کے منہ پر باندھتے ہیں۔ (۲۳۶)

## (۱) کتابوں کی درستی کے لئے مسالوں کا استعمال

عہد عباسی میں کتابوں کو نمی اور کیڑوں سے بچانے کے لئے انہیں ظروف میں رکھا جاتا تھا۔ دیمک سے بچانے کے لئے ان کی دیکھ بھال کی جاتی تھی، ان سے گرد صاف کی جاتی تھی، اس میں غفلت ہو جاتی تو نقصان ہو جاتا تھا، مرطوب آب و ہوا میں زیادہ عرصہ تک کتابوں کی دیکھ بھال نہ ہوتی تو نمی سے کتابوں کے اوراق باہم چپک جاتے تھے۔ چنانچہ حافظ سلفی کا کتب خانہ اسی غفلت سے تباہی کا شکار ہوا تھا۔ (۲۴۷)

ابن المدینی کے سفر میں رہنے کی وجہ سے ان کی کتاب کو دیمک چاٹ گئی تھی (۲۴۸) اس لئے شاہی، انفرادی، عمومی و خصوصی عوامی اور علمی کتب خانوں میں کتابوں کی دیکھ بھال اور صفائی کی جاتی تھی، کتابوں کو اگر پانی وغیرہ سے نقصان پہنچتا تھا تو کتابوں سے بو آنے لگتی تھی چنانچہ بغداد میں ابن الدہان کے مکان میں سیلاب کا پانی داخل ہو جانے سے کتابیں خراب ہو گئی تھیں (۲۴۹) عہد عباسی میں پانی کے پہنچنے یا پھند کمرے میں رکھنے کی وجہ سے کتابوں سے بو آنے لگتی تھی، جو چند اجزاء سے مرکب تیار کیا جاتا تھا، دھونی دے کر کتابوں کو صاف کیا جاتا تھا، لاز کی بدلوے کیڑے مر جاتے اور کتابوں سے بو نکل جاتی تھی۔ لاز کی دھونی اتنی سخت ہوتی تھی کہ بسا اوقات اس کے دھوئیں سے بصارت زائل ہو جاتی تھی چنانچہ سعید بن المبارک المعروف بابن الدہان بصارت اس سے زائل ہو گئی تھی (۲۵۰)

## (۲) اتفاقی حوادث سے بچاؤ

عہد عباسی میں کتابوں کو اتفاقی حوادث کا شکار ہونے سے بچانے کے لئے پہلے سے احتیاط تدابیر کی جاتی تھیں۔ چنانچہ ۵۱۰ھ / ۱۱۱۶ء میں بغداد میں آگ لگی تو جامعہ نظامیہ کا کتب خانہ فوراً طور پر دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ (۲۵۱)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں بنی نوع انسان کی متاع مشترک کے اور تحقیقی و تخلیقی ادبیات کی حفاظت کا کس درجہ اہتمام کیا جاتا تھا۔ اتفاقی حوادث سے ذخیرہ کتب بچانے کے لئے پہلے سے پیش بندیاں کی جاتی تھیں اور علمی و ثقافتی ورثہ کو بربادی سے بچایا جاتا تھا۔

## (۵) جلد سازی

اسلامی تمدن و ثقافت کا آغاز ”الکتاب“ سے ہوا جلد سازی بھی اسلامی معاشرہ میں ”الکتاب“ کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئی ہے اس لئے کہ اس کو دیکھ کر پڑھنا اور اس کی حفاظت کرنا دونوں مسلمانوں پر فرض ہے۔

حفاظت کی ظاہری صورت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ اس کو بین اللوحین یا بالفاظ دیگر بین الدفتین سی کر رکھا جاتا تھا چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن کو جمع کرانے کے بعد اسی طرح رکھا تھا اس لئے بعض متاخرین اصولیین نے قرآن کی تعریف میں ما بین الدفتین کی قید لگائی ہے (۲۵۲)

آرائش مصاحف کا مسئلہ (۲۵۳) بھی تحفظ و تجلید کے بعد کا مرحلہ ہے جو دور اسلامی کی ابتدائی جلد سازی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

قرن اول و ثانی کی جلد کا نمونہ ابھی تک کہیں ملا نہیں ہے اس لئے اس کی وضاحت نہیں کی جاسکتی لیکن تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ابتداء میں چونے سے کمایا ہوا چمڑا جلد سازی کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اس میں سختی رہ جاتی تھی۔ اس لئے جلد خوشنما اور دریا تیار نہیں ہوتی تھیں آخر ایک کوئی نے کھجوروں سے چمڑا بنانے کا نیا طریقہ ایجاد کیا نرم اور اچھا چمڑا بنایا تو جلدیں مضبوط اور عمدہ تیار ہونے لگی تھیں (۲۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ صاف، ملائم اور چکنے چمڑے کی جلد اچھی تیار کی جاتی تھیں۔ اور اوراق کتاب کو انتشار و بربادی سے بچانے اور ترتیب سے یکجا محفوظ رکھنے کی آسان و بہتر ترکیب تجلید ہے یہ کتب سازی و علم سے محبت کی دلیل ہے جا حاظ کہتا ہے:

”تو کہتا ہے کہ مجھے اس امر سے تعجب ہے کہ جو شخص اپنے علم کا ذخیرہ منتشر پر آگندہ چھوڑتا ہے اور اپنے درس کے کراسے متفرق و غیر منظم، وہ انہیں کیوں قطع و برید کے لئے پیش کرتا ہے وہ انہیں کیوں انتشار سے نہیں بچاتا باوجودیکہ دفتر کتاب کا جب بند ہن کھل جاتا ہے کتابی کٹھڑ بکھر جاتا ہے اس کی ڈوریاں ڈھیلی ہو جاتی ہیں نگہداشت و حفاظت کی کوئی صورت نہیں رہتی ورق جدا ہو جاتے اور اوراق منتشر ہو جاتے ہیں تو انہیں اکٹھا کرنا مشکل ہوتا ہے ان کی تنظیم دشوار ان کی باہم پوٹگی مشکل ہو جاتی ہے بسا اوقات ان کا بیشتر حصہ برباد ہو جاتا ہے اس لئے اوراق کے دونوں طرف پٹھے، انہیں انتشار سے روکتے ہیں ان پٹھوں پہ چمڑا منڈھنا انہیں خوب محفوظ کر دیتا ہے یہ احتیاط ان کے لئے بہت مفید ہے۔ ہم شکل و یکساں چیزوں کے لئے تنظیم و ترتیب مناسب ہے

ترتیب و تنظیم اچھے اجزاء میں خوبی بڑھاتی اور جو ضعف میں برابر ہوں یہ اجتماع ان میں قوت باعث ہے، تیری کتاب سازی و علم سے محبت کی سب سے بڑی دلیل ہے (۲۵۵)

عہد عباسی میں جلد سازی کا شعبہ کتب خانہ میں قائم کیا جاتا تھا۔ اس میں جلد ساز کتابوں کی جلدیں باندھتے تھے چنانچہ مامون کے خزانہ الحکمہ میں ابن ابی الحریش کتابوں کی جلد باندھتا تھا تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے نامور جلد سازوں میں شقة المقرض، عیسیٰ ابو عیسیٰ ابن شیران، دمیاتہ الاعسر، ابراہیم، محمد بن ابراہیم اور حسین بن الصفار کا نام سرفہرست آتا ہے۔ (۲۵۶)

شاہی کتب خانوں میں ماہر فن جلد ساز رکھے جاتے تھے چنانچہ مسند عراق ابو بکر محمد بن عبد اللہ بغدادی المعروف بابن زاغونی المتوفی ۵۵۲ھ اپنے دور میں فن جلد سازی میں حرف آفرین سمجھے جاتے تھے۔ خلیفہ نے ان کو شاہی کتب خانہ کے شعبہ تجلید کے لئے منتخب کیا تھا (۲۵۷)

جاخط نے فخر السودان علی الیضان (کالوں کی گوروں پر فضیلت) میں عربوں کا قول نقل ہے کہ ”انہوں نے گوروں کو تین چیزیں دی ہیں ایک عالیہ جو سب سے بہتر خوشبو ہے، دوسری

نعص جو خواتین کے لئے سب سے زیادہ ستر اور حرمت کی محافظ ہے تیسرے مصحف (کتاب) جو نوشتہ کا نہایت جامع محافظ، بارونق اور سب سے زیادہ خوبصورت شئی ہے“ (۲۵۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں جلد سازی کے اصول ثلاثہ (۱) پائیداری (۲) لطافت اور (۳) خوبصورتی کی پابندی کی جاتی تھی۔

مذکورہ بالا امور سے ثابت ہوتا ہے کہ بغداد میں اچھی پائیدار جلدیں بنائی جاتی تھیں اور دوسرے اسلامی شہروں میں بھی جلد سازی کا کام اچھا ہوتا تھا فلسطین میں جلد آموزش (سریش) باندھی جاتی تھی۔

عدن اور یمن میں کتابوں کی جلدیں کلف لگا کر تیار کی جاتی تھیں، چوتھی صدی ہجری میں اہل عدن و یمن سریش سے واقف نہ تھے۔ یہاں سریش سے باندھی ہوئی جلد کی اجرت دو (۲) درہم خوشی سے دی جاتی تھی (۲۵۹) اور جلد ساز کو وراق بھی کہا جاتا تھا (۲۶۰) اس سے ثابت ہوتا ہے وراق جلد بھی باندھتا تھا۔

تیسری صدی ہجری کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کے عشر اول میں بغداد میں جلد سازوں کا کاروبار بہت ترقی کر گیا تھا اس کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ سونے کے پانی کتابیں لکھی جاتی تھیں اور انہیں حریر میں لپیٹ کر رکھا جاتا تھا جلدیں نہایت عمدہ چمڑے کی باندھی جاتی تھیں چنانچہ ۳۰۹ھ میں وزیر حامد بن العباس نے حلاج کے مریدوں کی تلاش میں سرگرمی دکھائی اور ابن حماد اور قتائی کے گھر کی تلاشی لی تو بہت سی چینی کاغذ پر لکھی ہوئی اور بعض سونے کے



سے لکھی ہوئی، دیباہ حریر میں رکھی ہوئی، نہایت عمدہ چمڑے کی جلدیں چڑھی ہوئی کتابیں برآمد کی گئیں (۲۶۱)

عہدِ عباسی میں مصاحف کی سب سے زیادہ آرائش کی جاتی اور سب سے زیادہ بہتر اور خوشنما جلد بند ہوائی جاتی تھی۔ پھر اشعار اور کتاب کی شان کے مطابق جلد سازی و آرائش کرائی جاتی تھی اگر وہ نسخہ کسی امیر وزیر کو پیش کرنا ہوتا تو اس کی شان کے مطابق اس پر کام کرایا جاتا تھا (۲۶۲) شائقین کتب اپنے مذاق کے مطابق جلد کے لئے رنگوں کا انتخاب کرتے تھے، چنانچہ سری بن احمد کندی نے اپنے دوست کو کتاب کی کالی جلد بند ہوا کر تحفہ میں پیش کی تھی۔ (۲۶۳)

الصولی نے اپنے کتب خانے میں کتابوں کو جلدوں کے رنگوں سے ممتاز کر کے رکھا تھا (۲۶۴) مغربی قلمرو میں قرطبہ میں قاضی ابن فطیس نے بھی اپنے کتب خانے میں کتابوں کو رنگوں کی مناسبت سے ترتیب دیا تھا (۲۶۵) مورخین اور محدثین نے نگار ذخائر کتب کی نشاندہی مجلدات سے کرتے تھے جو عہدِ عباسی میں فن جلد سازی اور عام دلچسپی کا بین ثبوت اور اس کی ترقی کا شاہدِ عدل ہے اس لئے علامہ سبکی کو جلد ساز کے لئے ہدایات لکھنی پڑی تھی (۲۶۶)

جلد سازی چونکہ حفاظتِ علوم کا سبب ہے، علماء و فقہاء نے تجلید (جلد سازی) کی صنعت کو اہم صنعتوں میں شمار کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ کتاب کا جمال، اس کی زیب و زینت اس کا احترام اور قدر و منزلت شرعاً مطلوب ہے لہذا کارِ گیر کو اپنے گھر سے نکلتے وقت اپنے بھائیوں کی اعانت اور مصاحف کی حفاظت و نشر و اشاعت کی نیت کرنی چاہیے (۲۶۷)

### (و) تزئین و آرائش کتب

مسلم معاشرہ میں کتابوں کی زینت و آرائش کا آغاز بھی ”الکتاب“ کی تزئین و آرائش سے ہوا بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ قرن اول میں قرآن مجید کی تزئین و آرائش کی ابتدا ہو چکی تھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانے میں تحلیۃ المصاحف (آرائش مصاحف) کا مسئلہ اٹھ گیا تھا (۲۶۸) جو ظاہر ہے حفاظت بین الدفتین کے بعد کا مرحلہ ہے لیکن باقاعدہ طور پر الکتاب کی پہلی تزئین اس کے لحن و تصحیف کی وجہ سے عمل میں آئی۔

ابوالاسودؓ کی مساعی سے نقطہ و اعراب کا نظام شروع ہوا (۲۶۹) اس نے بھی زینتِ حروف کو بڑھایا پھر اس کے تلمیذ نصر بن عاصم المتونی ۸۹ھ نے نقطوں کا مفرد و مرکب استعمال نکالا۔ (بعض کو نیچے اور بعض کو اوپر لگانا شروع کیا اہل بصرہ نے سکون کے لئے (-) کی علامت استعمال کرنا شروع کی۔ (۲۷۰)

عہدِ عباسی میں جب تہذیب و ثقافت پھیلی تو خلیل نے مروجہ اعراب اور تشدید کے داندانے اور سکون کے واسطے حرفِ خ کے سر کو بلا نقطہ اختراع کیا (۲۷۱) اس نے قرآن کی ظاہری زیب و زینت میں اضافہ کیا اور یہی تزئین و آرائش کی بنیاد بنی۔

دورِ اموی میں کتابوں پر نقش و نگار کا عمل شروع ہوا تھا چنانچہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک (۷۱-۱۲۵ھ) کے لئے شاہانِ عجم کی تاریخ اور ان کے اصولِ جہانبانی پہ پارس کی کتاب کا عربی میں ترجمہ "تاریخِ ملوکِ فرس" کے نام سے کیا گیا تھا۔ مورخ مسعودی نے یہ مصور کتاب شہرِ اصطخر میں دیکھی تھی (۲۷۲)

عہدِ عباسی میں یہ فن کافی ترقی کر چکا تھا چنانچہ صاحبِ طرز خطاط ابن البواب المتوفی ۲۳۳ھ چوتھی صدی ہجری میں خطاطی میں انہماک سے پہلے کتابوں کی تزئین و آرائش کرتا، نقش و نگار تصویریں بناتا تھا۔ (۲۷۳)

کتابوں میں آلاتِ جراحی وغیرہ کی تصاویر بنانے اور شاعرانہ خیالات کو تصویر میں کرنے کا رواج عہدِ عباسی میں ہو گیا تھا۔ چنانچہ محمد بن احمد المعروف بابن صابر المتوفی ۱۸۰ھ خوشنویس و مصور تھے، موصوف نے حمزہ اصفہانی کے سامنے دیوان ابونواس اور ابن المبارک کے فلک المعانی وغیرہ کو مصور کیا تھا، فلک المعانی کا وہ نسخہ صفدی نے حاصل کیا تھا یہ نسخہ ۶۲۸ھ کا نو تھا (۲۷۴)

عہدِ عباسی کے آلاتِ جراحی کی تصاویر نے یورپ میں علمِ جراحی کی بنیادیں استوار کرنے میں مدد کی ہے۔ چنانچہ ماکس میراہوف (Max Meyerhof) لکھتا ہے "ابوالقاسم (بن عباس) زہراونی (المتوفی ۴۲۷ھ/۱۰۳۶ء) کی "کتاب التصریف لمن عجز عن التالیف" میں آلاتِ جراحی کی بے شمار تصاویر پیش کی گئی تھیں جن کا دوسرے عرب مصنفین پر بھی اثر ہوا۔ ان تصاویر نے یورپ میں سرجری کی بنیادیں استوار کرنے میں بڑی مدد ملی۔ (۲۷۵) اور اے، ایچ کریسٹی (A.H.Christie) لکھتا ہے:

"روزانہ استعمال کی ان چیزوں میں جو اپنی ہیئت اپنی تکنیک اور اپنے ڈیزائن کے اعتبار سے مسلمانوں کی ممنون احسان ہیں ہماری مطبوعہ کتابیں شاید سب سے زیادہ نمایاں ہیں، اگرچہ بادی النظر میں ان کا مشرق سے تعلق کچھ بعید سا معلوم ہوتا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ کتاب نویسی اور کتاب سازی کے فنون میں ہم نے ازمنہ متوسطہ کے مسلمانوں کی ہنرمندی سے بہت کچھ سیکھا ہے (۲۷۶)

## کتابوں کی تباہی

کتابوں کی تباہی کے بعض داخلی اور بعض خارجی اسباب ہیں۔ نئی، ویمک، کیڑے، کھوڑے، امتدادِ زمانہ سے سیاہی کا اڑ جانا، کاغذ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا وغیرہ داخلی اسباب ہیں۔ آگ لگنا یا آگ لگانا، چوری، دشمنی، رشک و حسد، فوج کشی اور قتل و غارتگری اختلافِ عقائد و تعصب مذہبی، خارجی اسباب ہیں۔

داخلی اور خارجی اسباب میں تباہی کا اصل سبب غفلت ہے۔ اگر کتب اور کتب خانے کو تباہی سے بچانے کا اہتمام کیا جائے تو قومی ورثے کو بڑی حد تک محفوظ کیا جاسکتا تھا لیکن بسا اوقات ذرا سی غفلت بڑی تباہی کا پیش خیمہ بن جاتی ہے چنانچہ اکثر ایسا ہوتا رہا ہے۔

### (۱) ویمک

کتابوں کی دیکھ بھال میں اگر کوتاہی ہو جاتی تو انہیں ویمک چاٹ جاتی تھی چنانچہ ابن المدینی کے سفر میں رہنے کی وجہ سے ان کی کتابیں ویمک چاٹ گئی تھی (۲۷۷) اور حافظ سلفی کی کتابیں نئی کی وجہ سے چپک گئی تھیں (۲۷۸)۔

### (۲) چوہے اور کیڑے

حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے کتابوں کی تباہی کے منجملہ اسباب میں کیڑوں اور چوہوں کو بھی شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ محدثین کی وہ جماعت بھی ہے جس نے حدیث لکھی اس کی تحصیل کی خاطر سفر کیا اس میں شہرت حاصل کی مگر ان کی کتابیں بعض انواع ضیاع، حرق (آگ)، ہوم (کیڑوں)، نحصب (لوٹ مار)، غرق (ڈوبنے) اور سرقت (چوری) سے ضائع ہوئی تھیں (۲۷۹)۔

### (۳) اختلافِ عقائد

قاضی عبدالجبار کا بیان ہے کہ خلیفہ نزار ابو القاسم محمد بن عبداللہ فاطمی (۲۷۸-۳۳۲ھ) بہت بد عقیدہ تھا اس نے حاکم بحرین و ہجر ابو طاہر سلیمان بن حسن جنابی ہجری قرطبی المتوفی ۳۳۲ھ کو مساجد و مصاحف جلانے کا حکم دیا تھا۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے بہت سے کتب خانے برباد ہوئے تھے۔ (۲۸۰) حلب میں شیعہ سنی جھگڑا بہت رہا۔ ۵۷۵ھ میں ان میں ایسی ٹھنی کہ جب اہل سنت راستہ بناتے شیعہ اس کو تباہ کر دیتے تھے (۲۸۱) خوارج فقہاء اہل سنت کے ذخیرہ کتب کو "کتب

الرائی" قرار دے کر جلدیں اکھاڑتے اور اوراق پارہ پارہ کر کے تباہ کرتے تھے حالانکہ یہ ذخیرہ مکتبہ  
کتاب و سنت کی صحیح ترجمانی پر مشتمل ہوتا تھا (۲۸۲)

### (۴) لشکر کشی

حافظ ابراہیم بن ادرمہ المتوفی ۵۷۰ھ کی کتابیں فتنہ بصرہ کے زمانے میں لٹی تھیں (۲۸۳)  
۵۴۸ھ میں جب ترکمان ماوراء النہر نے سلطان سنجر کے لشکر کو شکست دی تو انہوں نے مرو و نیشاپور  
اور طوس وغیرہ کی مسجدوں، خانقاہوں اور کتب خانوں کو برباد کیا نیشاپور میں چند کتب خانوں کے  
جتنے بھی کتب خانے تھے سب برباد کر دیئے تھے (۲۸۴)۔

### (۵) سیلاب

سیلاب سے بھی کتب خانے برباد ہوئے تھے چنانچہ ۵۵۴ھ میں بغداد میں سیلاب آیا،  
سے محلے تباہ ہوئے قبریں تک بیٹھ گئی تھیں (۲۸۵) ابن الجوزی کا کتب خانہ بھی غرق ہوا صرف  
احمد بن حنبل کے لکھے ہوئے دو ورق بچے تھے (۲۸۶)

### (۶) آگ

سنہ ۵۱۵ھ میں اصفہان میں آگ لگنے سے مصاحف جلے تھے (۲۸۷) ۴۵۲ھ میں کرخ  
آگ لگنے اور لوٹ مار سے دارالعلوم ساہور کا زیادہ تر حصہ تباہ ہوا تھا (۲۸۸) ۵۱۰ھ میں شرقی بصرہ  
میں آگ لگی تو مدرسہ نظامیہ بھی جل گیا تھا اور کتابیں دوسری جگہ منتقل کی گئی تھیں (۲۸۹)  
ابوالفضل نے جو مینیوں کا سخت دشمن تھا کرخ بغداد میں ایسی آگ لگائی جس میں سترہ ہزار (۲۹۰)  
آدمی، تین سو (۳۰۰) دکانیں، بہت سے مکانات تینتیس (۳۳) مسجدیں تباہ ہوئیں اور بے شمار مال  
تھا (۲۹۰)۔

### (۷) چوری

کتابوں کی چوری خواہ کسی مقصد کے تحت ہو کبھی اچھی نہیں سمجھی گئی (۲۹۱)  
کتابوں کے جلانے، ہوا میں اڑانے، نور میں جھونکنے، زمین میں دفن کرنے، دریا  
ڈالنے کے سلسلہ میں اہل علم کے مختلف نظریات رہے تھے۔  
(۱) صاحب کتب خانہ جب اپنے عمل کو علم کے تقاضوں سے عاری پاتا تو علم و کتب  
سمجھنے لگتا اور انہیں اپنے ساتھیوں کے لئے سود مند نہ سمجھتے ہوئے ضائع کرتا تھا۔

(۲) مسلم معاشرے میں کتب خانہ ہمسروں میں داد خواہی، عزت، شہرت و وجاہت کا سب سے بڑا ذریعہ بن گیا تھا۔ بعض طبائع ان اخلاقی رذائل سے اپنے آپ کو پاک رکھنا چاہتی تھیں اس لئے وہ بنائے شہرت و وجاہت ہی کو تباہ کرتی تھیں۔

(۳) علم و کتب جب تک رہنمائی کرتے رہیں وہ رکھنے کے لائق ہیں لیکن وہ جب اس خوبی سے محروم ہو جائیں انہیں پاس رکھنے کی گنجائش نہیں۔

(۴) بعض علماء کی تالیفات کی ناقدری نے ان کے جذبہ جمع کتب کو سرد کیا آخر کار انہوں نے اپنا کتب خانہ نذرِ آتش کر دیا۔ چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے نامور فاضل شیدائی کتب ابو حیان توحیدی نے نوے (۹۰) برس کی عمر میں جب اپنا قیمتی کتب خانہ نذرِ آتش کیا تو اس پر سخت نکتہ چینی کی گئی اس نے اپنے عمل کو درست قرار دینے کے لئے نامور علماء کے مذکورہ بالا نظریات کو بطور دلیل ثبوت میں پیش کیا اور کہا:

”یہ کتابیں ظاہری و باطنی اصنافِ علوم کی جامع ہیں باطنی علوم میں ایسا کسی کو نہیں پاتا جو برضا و رغبت اس کی حقیقت سے آراستہ ہو اور علوم ظاہری کا حریص، بھی مجھے نہیں ملا، میں نے کتابیں زیادہ تر ہم چشموں میں داد خواہی، عزت، شہرت اور وجاہت کی خاطر لکھنی تھیں مگر میں ان سب باتوں سے محروم رہا کتابوں کے جانے میں بھی میرے لئے ائمہ فن کا قابل تقلید نمونہ موجود ہے۔ چنانچہ علماء میں سے ابو عمرو بن العلاء نے اپنی کتابیں زیر زمین دفن کی تھیں، تاج الامہ داؤد طالی نے جب اپنی کتابیں دریا برد کی تھیں تو فرمایا تھا تم بہترین رہنما تھیں لیکن دلیل سے واقفیت اور اس تک رسائی کے بعد وہ مشقت، زہول، بلا اور خمول ہیں۔ یوسف بن اسباط نے اپنی کتابیں غار میں پھینکی تھیں جب انہیں اس حرکت پر ملامت کی گئی تو فرمایا تھا علم نے پہلے ہماری رہنمائی کی پھر گمراہی کا سامان کیا تو ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔

ابو سلیمان دارانی نے اپنی کتابوں کو تنور میں جھونکا تھا اور فرمایا تھا بخدا میں نے تجھ کو اس وقت تک نہیں جلایا جب تک تو نے میرے جلانے کا سامان نہیں کیا، سفیان ثوری نے ایک ہزار (۱۰۰۰) جزء کے پرزے پرزے کر کے انہیں ہوا میں اڑایا، پھر فرمایا تھا کاش میرا ہاتھ یہاں سے کاٹا گیا ہوتا اور میں نے ایک حرف نہیں لکھا ہوتا۔

ہمارے شیخ سید العلماء ابو سعید سیرانی نے اپنے فرزند سے کہا تھا میں نے تمہارے لئے یہ کتابیں چھوڑی ہیں یہ تمہارے لئے بہترین کمالات کے حصول کا ذریعہ ہیں جب تم دیکھو کہ یہ تمہارے ساتھ خیانت کرتی ہیں تو تم انہیں آگ کا نوالہ بنا دو (۲۹۲)

ابوالحسن میمون المعروف احمد بن ابی الحواری دمشقی المتوفی ۲۳۶ھ نے کتابیں دریا برد کی

تھیں تو فرمایا تھا ”اے علم میں نے یہ تیری توہین یا تیرے حق کی کوتاہی کی بناء پر نہیں کیا میں نے رب کی ہدایت کے واسطے طلب کرتا تھا جب ہدایت مل گئی میں تجھ سے مستغنی ہو گیا۔“ (۲۹۳)

مذکورہ بالا نظریات کا تعلق اگرچہ بعض افراد کے انفرادی عمل سے ہے، اس لئے مسلمان معاشرے میں اس کا دائرہ عمل نہایت ہی محدود رہا اور چنداں قابل التفات نہیں سمجھا گیا لیکن چونکہ بعض اہل علم کی ہمت افزائی کا باعث ہوا تھا اور علم و حکمت اور کتب خانوں کے فروغ کے خلاف تھا اس لئے علماء کو بھی کھٹکا اور انہوں نے ان کے افکار اور اعمال کی مختلف توجیہ کی ہیں۔ (۲۹۴)

مسلم معاشرہ میں اس قسم کے نظریات کو کبھی قبول عام حاصل نہ ہو سکا اس لئے کہ علم افضل عبادات میں سے ہے۔ اسلام حصول علم اور اس کی اشاعت پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے۔ علم و کتب کو چھپانا برباد کرنا، ان سے اعراض کرنے کے مترادف ہے جس کی اسلام میں اجازت نہیں۔ اس لئے علماء نے اس کو شیطانی عمل قرار دیا۔ ابن الجوزی نے اس سلسلہ میں جو باتیں پیش کی ہیں وہ اسلامی معاشرے اور ذہن کی صحیح عکاسی کرتی ہیں وہ فرماتے ہیں:

”یہ ابلیس کا کام ہے اس نے اپنے پیروکاروں کو علم سے اعراض کا حکم دیا اس نے ان کو باتیں سمجھائی ہیں اور گوشہ میں بیٹھ کر عبادت کا راستہ بتایا، خرافات میں مبتلا کیا اور عوام کی توجہ ان کی طرف مبذول کی۔ کاش وہ اس حقیقت کو سمجھ پاتے کہ جب سے انہوں نے اپنی کتابوں کو دفن کیا علم سے اپنا رشتہ توڑا انہوں نے اپنے اس طرز عمل سے علم کے روشن چراغوں کو گل کیا۔“ (۲۹۵)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام علم و کتاب کو ہدیٰ و نور (آیت ۳۴، ۳۶، المائدہ) رہنما و روش قرار دیتا ہے اس کی روشنی سے بنی نوع انسان ہر میدان میں راہ پاتا اور آگے بڑھتا رہا اس کی روشنی سے علم کے نئے چراغ روشن کرتا اور عالم کی رونق دو بالا کرتا رہا ہے یہ علمی چراغ ”ذخائر“ کتب خانوں سے عبارت ہیں ان چراغوں کو بجھانا اور ان کی رہنمائی سے منہ موڑنا اسلام کی نظر میں مقصد علم و کتاب کے سراسر خلاف ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے اس کے متعلق جو باتیں کہی ہیں وہ اسلامی معاشرے اور اسلامی ذہن کی صحیح عکاسی کرتی ہیں وہ فرماتے ہیں:

”علم نور و روشنی ہے شیطان چاہتا ہی یہ ہے کہ علم کا چراغ بجھا دے تاکہ انسان تاریکی میں پڑا رہے۔ کوئی تاریکی جہالت کی تاریکی سے بڑھ کر نہیں ہے۔ شیطان کو یہ ڈر ہے کہ یہ لوگ کبھی مطالعہ کتب کے عادی نہ بن جائیں۔ چنانچہ اس نے بارہا اپنے مکائد پر اس طرح دلیل پیش کی کہ انہیں کتابیں دفن کرنا اور انہیں ضائع کرنا بھی گوارا ہو گیا حالانکہ یہ بہت مذموم و ناجائز کام



مقصد کتب کے خلاف تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ علوم کی اصل قرآن و سنت ہے جب شریعت نے سمجھا کہ ان دونوں کی حفاظت مشکل امر ہے تو اس نے کتابتِ مصحف و کتابتِ حدیث کا حکم دیا چنانچہ قرآن کی جب کوئی آیت اترتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تب کو بلا تے وہ اس کو قید تحریر میں لاتے، پھر شانہ کی ہڈی وغیرہ جو چیز موجود ہوتی اس پر لکھتے تھے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حفاظت کی خاطر قرآن کو مصحف میں جمع کیا پھر حضرت عثمانؓ بن عفان اور دوسرے اصحابؓ نے اس کو نقل کرایا یہ سب کچھ اس کی حفاظت کی خاطر کیا گیا تھا تاکہ کوئی چیز رہ نہ جائے لیکن سنت کی حفاظت کی دوسری صورت ہے۔

ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو قرآن مجید لکھنے کا پابند کیا اور دوسری کوئی بات لکھنے سے روکا تھا لیکن احادیث کی جب کثرت ہو گئی اور آپ نے قلتِ ضبط کو محسوس کیا تو انہیں لکھنے کی اجازت دی چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے یادداشت میں کمی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ انہوں نے چادر پھیلائی آپ نے اس پر دم کیا اور فرمایا ”اس کو سینہ سے لگا لو۔“ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ”اس کے بعد سے میں نے نبی ﷺ سے جو سنا کچھ نہ بھولا ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی یادداشت کے لئے اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو یعنی لکھو۔“

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قید و العلم، علم کو قید کرو، میں نے عرض کیا علم کو کیونکر قید کریں فرمایا اسے قید تحریر میں لاؤ، حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ سے بہت کچھ سنتے ہیں کیا لکھ لیا کریں فرمایا ”لکھو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ، حرکات و افعال کو قید تحریر میں لا کر محفوظ کر دیا اور ان روایات پر شریعت کا اتفاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”بلغوا عنی“ میری باتیں دوسروں تک پہنچاؤ، ایک اور حدیث میں فرمایا ”اللہ تعالیٰ اس آدمی کے چہرے کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میری بات سنی اسے یاد رکھا اور جیسا سنا ویسا ہی ادا کیا اور پہنچایا۔“

حدیث کو جیسا سنا ویسا ہی پہنچایا۔ بغیر کتابتِ حدیث کے پورے طور پر ممکن نہیں اس لئے کہ حافظہ خیانت کر جاتا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبلؓ حدیث بیان کرتے تو ان سے کہا جاتا کہ ہمیں الاء کرائیں، فرماتے ”زبانی نہیں یہ کام کتاب سے کریں گے۔“



علی بن المدینی فرماتے تھے مجھے ”امام احمد“ نے ہدایت کی تھی کہ کتاب سے حدیث بیان کرو۔ ”جب صحابہ“ نے سنت کو روایت کیا تابعین نے اسے حاصل کیا محدثین نے اس کی خاطر کیا مشرق و مغرب کو چھانا تاکہ ایک کلمہ یہاں سے اور دوسرا کلمہ وہاں سے حاصل کریں پھر جو تھا اس کو بتایا جو صحیح نہ تھا اس کی نشاندہی کی، راویوں کی جرح و تعدیل کی، سنن کی ترتیب و تہذیب کی، کتابیں ابواب پر مرتب کیں، اس کے بعد بھی جو انہیں دھوتا ہے وہ اس جانفشانی کو برباد کرتا کسی معاملہ میں حکم الہی کو معلوم کرنا نہیں چاہتا، کیا یہ شریعت سے عناد کی غمازی نہیں کرتا؟ اس سے پہلے کی شریعتوں میں سے کسی شریعت میں بھی سلسلہ اسناد ان کے نبی تک پہنچتا ہے سلسلہ اس امت مسلمہ کے ساتھ خاص ہے۔

امام احمد جنہوں نے طلب حدیث میں مشرق و مغرب کا سفر کیا تھا، منقول ہے انہوں نے اپنے فرزند سے پوچھا تم نے فلاں محدث سے کیا لکھا ہے انہوں نے بیان کیا یہ حدیث لکھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن ایک راستہ سے آتے اور دوسرے راستہ سے جاتے امام احمد نے فرمایا ”انا للہ مجھے حضور ﷺ کی یہ حدیث نہیں پہنچی تھی“ ان کا یہ ارشاد کثرت حدیثیں لکھنے اور جمع کرنے کے متعلق تھا جس نے لکھا ہی نہیں یا لکھ کر دھو ڈالا ہو اس کو کیا سکتا، ذرا سوچو جب کتابیں دھو ڈالی جائیں یا دفن کی جائیں تو فتوؤں اور پیش آنے والے واقعات کس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔؟

یہ کتابیں جنہیں دفن کیا گیا ہے دو حال سے خالی نہیں یا ان میں حق تھا یا باطل، یا حق کے ساتھ مل جل گیا تھا اگر اس میں باطل تھا تو اس کے دفن پر ملامت نہیں کی جاسکتی اور اگر باطل کے ساتھ مخلط ہو گیا تھا کہ تمیز اس کی کسی طرح سے جاسکتی تھی تو اس کے ضائع کرنے کے لئے عذر موجود نہ تھا چنانچہ بعض محدثین نے ثقات سے نقل کیا ہے اور جھوٹوں سے بھی مختلف ہو گیا تو انہوں نے اپنا ذخیرہ دفن کر دیا چنانچہ سفیان ثوری کے دفن کتب کی یہی توجیہ ہے کہ اگر اس میں حق اور درست اسلامی تعلیمات ہیں تو اس کا ضائع کرنا درست نہیں کیونکہ اس نے علم کو منضبط و محفوظ کیا اور اس پر مال خرچ کیا ہے اگر کوئی اس کو ضائع کرتا ہے تو اس معلوم کیا جائے گا اگر وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے عبادت سے روکتی ہے تو اسے تین (۳) طرح سے دیا جائے گا۔

ایک یہ کہ کاش تو یہ سمجھتا کہ اسماک علم کے ساتھ ہوتا ہے یا عبادت کے ساتھ۔ دوسرے یہ کہ جو بیداری آتی ہے وہ ہمیشہ رہنے والی نہیں تو گویا تجھے ابھی آئی ہے کیا ہے تو اس ذخیرے کے ضائع ہو جانے کے بعد پچھتائے گا خوب سمجھو قلوب ان صفات

قائم نہیں رہتے ان پر میل آتا ہے وہ جلاء کے محتاج ہوتے ہیں ان پر جلا کتابوں کے مطالعہ سے آتی ہے یوسف ابن اسباط نے اپنا ذخیرہ کتب دفن کیا لیکن وہ حدیثیں بیان کرنے سے باز نہ رہ سکے اپنے حافظہ سے حدیثیں بیان کرنا شروع کیں روایات میں خلط طوط ہوا

تیسرے یہ کہ ہم مان لیتے ہیں کہ تمہیں پوری بیداری حاصل ہو گئی اس پر مداومت بھی حاصل ہے اور ان کتابوں کی تمہیں حاجت بھی نہیں رہی ہے پھر تم نے یہ کتابیں کسی مبتدی طالب علم کو کیوں نہیں ہبہ کیں۔ جو ابھی تمہارے مقام تک نہیں پہنچا ہے یا ان سے استفادہ کرنے والوں پر وقف کیوں نہیں کیں یا انہیں فروخت کیوں نہیں کیا اور ان کی قیمت کو صدقہ کیوں نہیں کیا ان کو ضائع کرنا کسی حالت میں درست نہیں تھا۔

امام احمد سے پوچھا گیا کہ ایسا شخص جو اپنی کتابیں دفن کرنے کی وصیت کرتا ہے کیا حکم ہے فرمایا مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ علم کو دفن کیا جائے کتابوں کے دفن کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ موصوف نے ایک اور مقام پر لکھا ہے:

”موجودات میں کوئی چیز علم سے اشرف نہیں ہے اور کیونکر ہو سکتی ہے علم دلیل و رہنما ہے جب علم نہ ہو گا تو گمراہی ہوگی شیطان کے سربستہ مکائد میں سے یہ بات ہے کہ انسان میں جذبہ عبادت کو مزین کر دکھاتا ہے تاکہ اس کو افضل عبادت علم سے روکے (۲۹۶)۔ قدماء کی ایک جماعت کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتابیں دفن کیں، دریا میں ڈالیں، میرا ان سے حسن ظن اس بات کو چاہتا ہے کہ میں ان کی بابت یہ کہوں کہ وہ اپنے ذخیرہ کتب کو اور اپنی تالیفات کو اپنی آراء سے بالاتر نہیں سمجھتے تھے۔ انہیں آراء کی صحت پر شرعاً اطمینان نہیں تھا۔ اس عذر شرعی کی بناء پر وہ اس علم کو پھیلانا نہیں چاہتے تھے (اور برباد کر کے اس سے اپنی برأت کا اظہار کرتے تھے) ورنہ جب کتابوں میں علم مفید و صحیح ہو اور ان باتوں کا اندیشہ نہ ہو اس کو برباد کرنا مال کو ضائع کرنا ہے جو حلال نہیں“ (۲۹۷)

علامہ ابن الجوزی کی مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں ان بزرگوں کے عمل کی معتدل توجیہ ہو جاتی ہے۔

بعض قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان نظریات کے حامل اہل علم کا اپنے کتب خانوں کو تباہ کرنے کے باوجود علم و کتب سے ان کا رشتہ منقطع نہیں ہوتا تھا چنانچہ ابو حیان توحیدی جس نے اپنے کتب خانہ کو نذر آتش کرنے کے بعد مذکورہ بالا تمام نظریات اپنی تائید میں پیش کئے وہ نکتہ ہنوں سے کہتا ہے۔

”دینہ جل گیا علم سینہ میں باقی ہے میرے سینے میں وہ علم ہے جو کاغذ پر کاغذ بھرتا چلا جائے گا

اور زندگیاں ختم ہوتی رہیں گی لیکن یہ علم فنا نہیں ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کی ہم پر بڑی نعمت ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں کہ میری آنکھ اس کے بعد بھی سیاہی، ورق، جلد، قرأت، مقابلہ، تصحیح اور نوشت و خواند سے نہیں تھکی ہے، سلف نے دین میں بلند مراتب، نیک اعمال، حسن اعتقاد اور دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے پائے ہیں جس نے دنیا پر نظر رکھی اس نے دھوکا کھایا ہے (۲۹۸)

خواتین بھی کتب خانہ کی رقیب رہی ہیں۔ ان کی جلن بھی بسا اوقات کتابوں اور کتب خانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی رہی ہیں۔ امیر ابو الوفا مبشر بن فاتک المتوفی ۵۰۰ھ کا شاندار کتب خانہ ان کے انتقال کے بعد ان کی بیگم نے محض اس لئے محل سراء کے حوض میں ڈلوایا تھا کہ ان کا خواند زندگی میں بیشتر وقت ان کتابوں کے ساتھ گزارتا تھا (۲۹۹)

کتابوں پر کچھ کم آفیس نہیں ٹوٹی رہی ہیں انہیں بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے اس لئے عہد عباسی میں ان کی بہت دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ چوتھی صدی ہجری کے وسط میں ابو بکر محمد بن العباس خوارزمی (۹۳۵-۶۹۹۳/۳۲۳-۳۸۳ھ) نے کتابوں کی نئی آفتوں کا تذکرہ کیا اور غالباً ان میں پہلی مرتبہ کتاب کی آفتوں کو شیشے کی آفتوں سے بھی زیادہ نازک قرار دیا، چنانچہ وہ کہتا ہے:

”کتاب کو ایک پیش پا افتادہ چیز سمجھا گیا ہے اس کی اچھی طرح حفاظت نہیں کی جاتی حالانکہ قصور وار ہاتھ اس کی طرف جلدی بڑھتا ہے اس کو ناگہانی آفیس پیش آتی ہیں، پانی اس کو ڈبو دیتا ہے، آگ اس کو جلاتی ہے، ہوا اس کو اڑالے جاتی ہے، مرور ایام سے اس میں تغیر آتا ہے دھواں اس کی سفیدی کو سیاہ کرتا ہے، سرکہ اس کی سیاہی کو سفیدی سے بدلتا ہے، نمی اس کو نقصان پہنچاتی ہے، زیادہ خشکی اس کو فائدہ نہیں کرتی ہے، اس کی آفیس اور مصیبتیں شیشے کی آفتوں سے زیادہ بڑھ کر ہیں وہ جلد ٹوٹتا اور مشکل سے جڑتا ہے، کتاب کے حوادث بکریوں کے حوادث سے بھی زیادہ ہیں جو ہر غنیم کی ملکیت بن جاتی ہیں اور ہر درندے کا شکار ہو جاتی ہیں، کتاب کی کم سے کم آفت یہ ہے کہ وہ جاہل، خائن کی خیانت کا شکار ہو جاتی ہے۔ مطالعہ کرنے والے کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ فاتحوں کے کاندھوں پر چلی جاتی ہے اور کارواں اسے لے اڑتے ہیں (۳۰۰)

کتب خانوں کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ یہ گزشتہ ادوار میں اور آج کے ترقی یافتہ دور میں ان تمام مراحل سے گزری اور گزرتی رہتی ہے۔

## فہرست ماخذ

- (۱) ایک رطل تقریباً پانچ چھٹانک کا ہوتا ہے۔
- (۲) تاجی معروف، تاریخ علماء المستعریہ، (بغداد، مطبعة العالی، ۱۳۷۹ھ) ص ۲۷۴
- (۳) المقریزی، ج ۱، ص ۴۵۹
- (۴) ایضاً
- (۵) محمد اسد طلحہ، الترویجیۃ والتعلیم فی الاسلام (بیروت، دارالعلم للملایین، ۱۹۵۷ء) صفحہ ۱۰۵
- (۵) اولگا پشو، ص ۲۸
- The Encyclopaedia of Islam (First edn.) Vol.2  
p.1047
- (۶) شبلی، تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، ترجمہ محمد حسین (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۳ء) ص ۸۱
- (۷) Joseph L, Wheeler and Harbert Goldhor, Practical Administration of Public Libraries, New York, Harper and Row Publishers, 1962, p. 118-119
- (۸) R.L., Mittal, Library Administration: Theory and Practice, (Delhi, Metropolitan Book Company Ltd. 1964,) p.109.
- (۹) ایضاً ص ۱۰۰
- (۱۰) الخلیب، ج ۵، ص ۸۲۔۔۔۔۔ ابن الجوزی، ج ۷، ص ۱۶۵۔۔۔۔۔ الصفدی، ج ۸، ص ۸۰۔۔۔۔۔ ابن تفری بردی، ج ۴، ص ۳۸۱۔۔۔۔۔ عواد، ص ۳۲۳
- (۱۱) القفلی، ص ۳۰-۳۱۔۔۔۔۔ ابن ابی امیہ، ج ۱، ص ۱۸۲
- (۱۲) الخلیب، ج ۱۱، ص ۲۶۷
- (۱۳) الذہبی، ج ۲، ص ۴۶۳۔۔۔۔۔ ابن القماد، ج ۲، ص ۲۱۶



- (۳۷) ابن عبدالحق، ج ۳، ص ۱۳۲۳۔ عواد، ص ۱۲۲-۱۲۵
- (۳۸) المقدمی، ص ۲۴۹-۲۵۰
- (۳۹) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۵، ص ۸۱۴
- (۴۰) سید عبداللہ تعلیمی خطبات (لاہور مجلس ارادتمندان سید، ۱۹۶۶ء)
- (۴۱) ناجی معروف، تاریخ علماء المستعریہ، ج ۲، ص ۴۰۳۔۔۔۔۔ ابن کثیر، ج ۱۳، ص ۱۳۹۔۔۔۔۔
- ابن الاثیر، تاریخ الباہر فی الدولۃ الاتابکیہ (بالموصل) تحقیق عبدالقادر احمد طلیحات  
(القاہرہ، دارالکتب الحدیث، ۱۹۶۳ء) ص ۱۷۰
- (۴۲) ابن خلکان، ج ۱، ص ۲۱۷۔۔۔۔۔ یاقوت، ج ۴، ص ۲۴۶۔۔۔۔۔ القفطی، ج ۲، ص ۹۹
- (۴۳) ابن الجوزی، ج ۶، ص ۳۱۲۔۔۔۔۔ عواد، ص ۲۱۶
- (۴۴) الخلیب، ج ۶، ص ۳۲۔۔۔۔۔ القفطی، ج ۱، ص ۱۵۶۔۔۔۔۔ ۱۵۷
- (۴۵) المقریزی، ج ۱، ص ۴۰۸
- (۴۶) ابن الفوطی، ص ۱۵۷۔۔۔۔۔ ابن المقفطی، ص ۳۳۷۔۔۔۔۔ الصفدی، ج ۱، ص ۱۸۴
- (۴۷) ابن الفوطی، ص ۱۸۴
- (۴۸) شمس الدین محمد حافظ شیرازی، دیوان خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی (طهران، چاپخانہ  
مجلس، ۱۳۲۰ف) ص ۳۳۸
- (۴۹) الماتقی، ص ۸۸
- (۵۰) یاقوت، ج ۲، ص ۴۱۲
- (۵۱) ہلال الحسن الصابی، تحفۃ الوزراء فی تاریخ الوزراء، تحقیق عبدالستار احمد فراج، (القاہرہ،  
میسس البابی الجلی، ۱۹۵۸ء) ص ۷۲
- (۵۲) یاقوت، ج ۵، ص ۲۴۶
- (۵۳) الخلیب، ج ۶، ص ۳۲
- (۵۴) ایضاً، ج ۴، ص ۳۵۵
- (۵۵) ایضاً، ج ۱۳، ص ۱۰
- (۵۶) الخوانساری، ج ۴، ص ۲۲
- (۵۷) اولگا پشو، ص ۳۱ و ۳۲
- (۵۸) المقریزی، ج ۲، ص ۳۶۷۔۔۔۔۔ ابن المعاد، ج ۴، ص ۳۲۵
- (۵۹) ابن الفوطی، ص ۵۴

- (۶۰) ابن الجوزی، ج ۸، ص ۲۱۶----- ابن ابی امیہ، ج ۳، ص ۳۸۶
- (۶۱) ایضاً، ج ۲، ص ۱۴۴
- (۶۲) ابن الاثیر، ج ۱، ص ۹۶----- مصطفیٰ جواد، ص ۲۵۵
- (۶۳) الکاشغری، ص ۳۵۹
- (۶۴) الزعزعی، مقدمتہ الادب، ج ۱، ص ۱۲۹
- (۶۵) عجائب الخلیب، ص ۶۲
- (۶۶) ایضاً

(۷) A. Moid, An Elevnth Century (A.D.) Itemization of Islamic Sciences, (ND), p.6 (Memogragphed)

- (۶۸) ابو شامہ، ج ۱، ق، ص ۶۸۶
- (۶۹) Lane, Book 1, Part 8th, P.2807
- (۷۰) القفلی، ج ۲، ص ۳۰۶
- (۷۱) عجائب الخلیب، ص ۶۲-۶۴
- (۷۲) پشو، ص ۲۶
- (۷۳) عجائب الخلیب، ص ۶۳-۶۴
- (۷۴) الزبیدی، ج ۵، ص ۳۴۳ (مادہ ریح)----- عواد، ص ۱۶۳
- (۷۵) الذہبی، ترجمہ الامام احمد بن حنبل، ص ۵۹
- (۷۶) عجائب الخلیب، ص ۶۴
- (۷۷) ابن الندیم، ص ۱۴۴ الذہبی، ج ۳، ص ۸۴
- (۷۸) ایضاً، ص ۲۸۵
- (۷۹) ابن الندیم، ص ۷۷ (فلوگل)
- (۸۰) الزبیدی، ج ۴، ص ۲۳۲ (مادہ کرس)
- (۸۱) البیرونی، کتاب الجماہر، ص ۱۰۸
- (۸۲) الجوهری، ج ۲، ص ۱۵۹ (مادہ دف ر)
- (۸۳) المطرزی، ج ۱، ص ۱۸۱ (مادہ دف ر)
- (۸۴) الخلیب، ج ۸، ص ۲۲ و ج ۹، ص ۲۸۰
- (۸۵) ابن خیر، صل (مقدمتہ المحقق)



- (۸۶) ابن عساکر، تاریخ مدینتہ دمشق، تحقیق صلاح الدین المنجد (دمشق، مجمع علمی العربی، ۱۹۵۱ء) ج ۱، ص ۳۲ (مقدمہ المحقق)
- (۸۷) وندھا، شماره مسلسل ۱۰ / شماره حرف ک، ج ۳، ص ۲۰۶-۲۰۷
- (۸۸) الشرتوتی، ج ۲، ص ۱۰۷
- (۸۹) القفلی، ج ۳، ص ۱۵۴
- (۹۰) ابن الندیم، ص ۷۷ (فلوکل)
- (۹۱) یاقوت، ج ۴، ص ۲۳۷
- (۹۱) الحلیب، ج ۵، ص ۷۱
- (۹۲) یاقوت، ج ۴، ص ۲۳۷
- (۹۳) عواد، ص ۲۳۲
- (۹۴) الذہبی، ج ۳، ص ۱۰۳۴
- (۹۵) الزرکلی، ج ۴، ص ۱۷۹
- (۹۶) ایضاً
- (۹۷) یاقوت، ج ۲، ص ۲۹۶
- (۹۸) ابن حزم، جمرہ انساب العرب، ص ۱۰۰
- (۹۹) البکی، ج ۵، ص ۱۲۱
- (۱۰۰) الذہبی، ج ۳، ص ۹۱۳
- (۱۰۱) الحلیب، ج ۹، ص ۳۲۴
- (۱۰۲) الکتانی، فرس الفہارس، ج ۱، ص ۲۵۷
- (۱۰۳) ابن الابار، التکملة، ج ۲، ص ۴۷۶
- (۱۰۴) کرد علی، خطب الشام، ج ۱، ص
- (۱۰۵) مسکویہ، ج ۲، ص ۲۴۶ ----- ابن الاثیر، ج ۶، ص ۳۱۴ و ج ۸، ص ۵۸۴-۵۸۳ ----- مز، ج ۱، ص ۲۴۶
- (۱۰۶) ابن الندیم، ص ۴۱۶ ----- ابن ابی امیہ، ج ۲، ص ۲۴۵
- (۱۰۷) الذہبی، ج ۴، ص ۲۳۶
- (۱۰۷) الف یاقوت، ج ۲، ص ۴۲۰
- (۱۰۸) الفارسی، ورق ۲۹ ب



- (۱۳۵) ابن ابی امیہ، ج ۳، ص ۲۹۳
- (۱۳۶) یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۷۳۔۔۔۔۔ السمطانی، ج ۳، ص ۲۵۷
- (۱۳۷) ابن کثیر، ج ۱۰، ص ۲۰۳
- (۱۳۸) ابن سکوال، الکتب، ج ۱، ص ۳۱۰-۳۱۱
- (۱۳۹) ابن الخطیب، ج ۱، ص ۱۵-۶۱۶
- (۱۴۰) الذہبی، ج ۴، ص ۱۴۰۶
- (۱۴۱) الشطیبی، فقه اللغة، ص ۹-۱۰
- (۱۴۲) یاقوت، ج ۳، ص ۲۱۶، ۲۱۷
- (۱۴۳) ایضاً
- (۱۴۴) ابن السامی، ج ۹، ص ۲۳۶۔۔۔۔۔ عواد، ص ۱۵۲
- (۱۴۵) یاقوت، معجم البلدان، ج ۵، ص ۱۱۴
- (۱۴۶) Munford, W.A., Penny Rate, P. 23.
- (۱۴۷) Pierre Breillate, "The Rare Book Section in the Library", UNESCO Bulletin For Libraries , Vol. XIX, No. 5, September, October, 1965. P.254-2632.
- (۱۴۸) ابن جماعہ، ص ۱۶۸
- (۱۴۹) السمطانی، ج ۱، ص ۳۵۶
- (۱۵۰) ابن جماعہ، ص ۱۶۹
- (۱۵۱) ایضاً، ص ۱۷۲
- (۱۵۲) المقریزی، ج ۱، ص ۴۵۸
- (۱۵۳) ابن حجر، رفع الاصر عن قضاة مصر، ج ۱، ص ۱۷۰-۱۷۱۔۔۔۔۔ السیوطی حسن المحاضرہ، ج ۱، ص ۳۰۸
- (۱۵۴) Encyclopaedia of Library Information Science, Vol. 21. P. 311.
- (۱۵۵) Louis Fagan, A Life of Sir Anthony Panizi K.C. London, Remington, 1880
- (۱۵۶) ابن الاثیر، ج ۱، ص ۴۱۱۔۔۔۔۔ حسن پاشا، ج ۱، ص ۴۵۱
- (۱۵۷) ابن فرحون، ص ۴۹

- (۱۵۸) الخلیب، ج ۱۱، ص ۵۸----- ابن اللبّاری، ۲۳۲----- ابن الجوزی، ج ۷، ص ۷  
 ۲۳۷----- القفلی، ج ۲، ص ۱۷۵
- (۱۵۹) ایضاً
- (۱۶۰) عبداللہ بن محمد احمد التجانی، رحلہ التجانی تحقیق حسن حسنی عبدالوہاب تونس، المطب  
 الریحیہ، ۱۳۷۷ھ من ۲۷۶-۲۷۷
- (۱۶۱) البسکی، مغنیہ النعیم، ص ۱۱۱
- (۱۶۲) ابن الفوطی، ص ۱۵۶
- (۱۶۳) ابن عساکر، ج ۶، ص ۲۱۲----- البسکی، ج ۴، ص ۲۲۳----- ابن العماد، ج ۴، ص  
 ۳۴----- ابن ہبہ اللہ، طبقات الشافعیہ، ص ۷۳
- (۱۶۴) القفلی، ص ۴۴۰
- (۱۶۵) الفارسی، ورق ۲۹ ب
- (۱۶۶) ابن الندیم، ص ۱۸۲----- یاقوت، ج ۴، ص ۲۵۸، کرد علی، امراء البیان، ج ۱، ص  
 ابن حجر، رفع الاصر، ج ۱، ص ۱۷۳----- السیوطی، حسن المحاضرہ، ج ۲، ص ۱۴۴
- (۱۶۸) ابن الندیم، ص ۱۷۴----- اسماعیل پاشا، ہدیۃ العارفین، ج ۱، ص ۳۸۸، کرد  
امراء البیان، ج ۱، ص ۱۷۲
- (۱۶۹) ابن الندیم، ص ۱۷۴----- کرد علی، امراء البیان، ج ۱، ص ۱۷۲
- (۱۷۰) الکنتی، ج ۲، ص ۵۳۶----- الصفدی، ج ۵، ص ۱۴۹
- (۱۷۱) ابن الندیم، ج ۲، ص ۱۷۴----- کرد علی، امراء البیان، ج ۱، ص ۱۷۲
- (۱۷۲) الخلیب، ج ۱۱، ص ۵۷ و ۵۸----- ابن اللبّاری، ص ۲۳۱-۲۳۲----- ابن الجوزی  
 ج ۷، ص ۷----- ۲۷۳-۲۷۴----- القفلی، ج ۲، ص ۱۷۵ و ۱۷۶----- الذہبی، معجم  
القراء الکبار، ج ۱، ص ۳۰۳----- ابن الجوزی، ج ۱، ص ۳۸۵----- السیوطی، بیان  
الوعاء، ج ۲، ص ۹۵
- (۱۷۳) ابن حجر، لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۷۵
- (۱۷۴) ابن کثیر، ج ۱۱، ص ۴۲
- (۱۷۵) البسکی، ج ۵، ص ۳۵۹----- یاقوت، ج ۶، ص ۳۴۳----- الاسنوی، ج ۱، ص  
 ۹۷-۹۸----- ابن الفوطی، ج ۴، ق ۲، ص ۷۸----- اسماعیل پاشا، ہدیۃ العارفین  
 ج ۲، ص ۵۴۵



- الف (۱۹۰) الخطیب، ج ۳، ص ۲۳۱-۲۳۲ (۵۶۶) المكتبة الصولى- ياقوت، ج ۷، ص ۱۳۶ (۸۷)- الصفدى، ج ۵، ص ۱۹۰-۱۹۱ (۲۲۲۳)
- (۱۹۱) ياقوت، ج ۶، ص ۱۹۸ (۵۳) تذكرة قاسم بن محمد الديمرثى
- (۱۹۲) الفارسى، منتخب السياق، ص ۱۳۳ (۲۳۸)، ابو صالح المؤذن- الذهبى، ج ۴، ص ۱۱۶۳ (۱۰۲۲)- العبر، ج ۲، ص ۲۷۲- ياقوت، ج ۱، ص ۲۱۹ (۵۱)- ابن كثير، ج ۱۰، ص ۱۰۸- ابن تغرى بردى، ج ۵، ص ۲۷۰- الصفدى، ج ۷، ص ۱۵۷ (۳۰۸۰)
- (۱۹۳) مسكويه، ج ۶، ص ۲۸۶ وما بعد، مز، ج ۱ ص ۲۳۶- ۱- <sup>تلفظى</sup>، ص ۳۳۱-۳۳۲
- (۱۹۴) ابن مقصد، كتاب الاعتبار، ص ۲۰۸
- (۱۹۵) الفارسى، منتخب السياق، ص ۱۹۵ (۳۳۴)، ابو على الجاجرى- ابن الجوزى، ج ۹، ص ۱۳۹، (۲۱۹)- ابن العماد، ج ۳، ص ۲۰۵، ثابت بن اسلم
- (۱۹۶) السيوطى، بغية الوعاة، ج ۱، ص ۲۸۰ / ص ۲۰۹، طبعة الجانجى، طولى خزنية الكتب بحلب لسيف الدولة- الطباخ، ج ۳، ص ۱۹۸
- (۱۹۷) ابن حجر، لسان الميزان، ج ۲، ص ۲۷۵ (۱۱۲۳)، قاضى حسين
- (۱۹۸) ابن كثير، ج ۱۱، ص ۲۲، (وفيات ۲۲۸)، ابن سينا
- (۱۹۹) ياقوت نے مجتم اليلدان، ج ۵، ص ۲۸۷، میں موصوف کانام حداد نقل کیا
- (۲۰۰) السمعانى، ج ۵، ص ۲۹۰- النشوى، ابن الاثير، اللباب، ج ۲، ص ۳۲۵
- (۲۰۱) الخطیب، ج ۱۱، ص ۵۷-۵۸ (۷۱۳۹)- ابن الانبارى، ص ۲۳۱- ابن الجوزى، ج ۷، ص ۲۷۳- ۱- <sup>تلفظى</sup>، ج ۲، ص ۱۷۵- الذهبى، معرفة القراء
- الكبار، ج ۱، ص ۲۰۳- السيوطى، بغية الوعاة، ج ۲، ص ۹۵، عبد السلام
- (۲۰۲) ابن حجر، رفع الاصر، ج ۲، ص ۲۶ و ۲۶۱- الكندى، ۲۹۵ / ۲۹۶
- (۲۰۳) <sup>تلفظى</sup>، ص ۲۲۰
- (۲۰۴) الخطیب، ج ۳، ص ۹۳ / ۹۳ (۱۰۹۰)- السمعانى، ج ۲، ص ۳۰۷ (الخازن)
- (۲۰۵) الفارسى، منتخب السياق، ص ۵۳ (۱۰۲) ابن الخشاب

- (۲۰۶) السبکی، ج ۵، ص ۳۵۹- یاقوت، ج ۶، ص ۳۲۳ (۱۳۰) الاسفرائینی، بضمین  
تذکرۃ محمد بن احمد الابیوردی- الاستنوی، ج ۱، ص ۹۶ (۸۳)- ابن الفوطی، ج ۴،  
ق ۷۸، ۲
- (۲۰۷) ابن الجوزی، ج ۱۰ ص ۲۲۸ (۳۲۳) - ابن کثیر، ج ۱۲ ص ۲۸۶ - عماد عبد  
الروؤف، ص ۴۲ (ابن الہوازی)
- (۲۰۸) ابن حجر، لسان المیزان، ج ۱ ص ۳۸۶ (۱۲۱۲) (اسعد بن ابی روح)
- (۲۰۹) عواد، ص ۱۴۹، (ابو سہل اکرم الدین خازن دارالکتب النظامیہ)
- (۲۱۰) ابن عساکر، ج ۶ ص ۲۱۲ - السبکی، ج ۳ ص ۲۲۳ (بیروت دار المعرفہ)  
(ابو القاسم سلمان الانصاری) - ابن ہبۃ اللہ ص ۷۳ - ابن العماد، ج ۴ ص ۳۴
- (۲۱۱) القرشی، ج ۱ ص ۳۲۰ (عبد العزیز الخوارزمی) (۸۵۳)
- (۲۱۲) یاقوت، ج ۵ ص ۱۰۴-۱۰۵ (۴۴) -- <sup>تلفظی</sup> ج ۲ ص ۲۹۳، (ابو الحسن  
علی بن احمد بن عبد الباقی البکری المتوفی ۵۷۵ھ)
- (۲۱۳) یاقوت، ج ۶ ص ۳۲۳ (ابو المظفر محمد بن احمد الابیوردی)
- (۲۱۴) ابن الجوزی، ج ۹ ص ۱۸۹ (۳۲۳) - ابن کثیر، ج ۱۲ ص ۱۸۰ - <sup>تلفظی</sup> ج ۳  
ص ۴۸ - یاقوت، ج ۶ ص ۳۵۹ (۱۳۰) - السیوطی، بغیۃ الوعاع، ج ۱ ص ۲۷
- (ابو منصور محمد بن احمد بن طاہر خازن دارالکتب ساہور)
- (۲۱۵) المقرئ، نفع الطیب، المطبعة الازہریہ، ۱۳۰۲ھ ج ۱ ص ۳۹۵-۳۹۶
- (۲۱۶) یاقوت، ج ۷ ص ۲۸۷ (۱۷۷) (خطیب تبریزی) - السیوطی، بغیۃ الوعاع،  
ج ۲ ص ۳۳۸
- (۲۱۷) اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، ج ۱ ص ۴۰۷ ابن حبیب اللہ البغدادی
- (۲۱۸) الکتبی، ج ۱ ص ۱۷۲ - ج ۲ ص ۳۱۹ (۲۷۰۲) (ابن الفوطی) - ابن کثیر  
ج ۱۳ ص ۱۰۶ - ابن تغری بردی ج ۹ ص ۲۶۰ - ابن العماد ج ۶ ص ۶۰-۶۱
- (۲۱۹) ابن رجب، ج ۲ ص ۲۱۸ (۳۲۳) - الذہبی، العبر، ج ۵ ص ۷۷-۱۵ (۱۷)



معرفة القراء الكبار، ج ۲ ص ۴۹۹ - ابن الفوطی ص ۵۴ - ابن الجزری ج ۱

ص ۳۹۳ - ابن العماد ج ۵ ص ۱۸۴ - ناجی معروف، علماء المستصریة، ص

۲۷۶ - مصطفیٰ جواد، ص ۱۶۸-۱۶۹ (عبدالعزیز بن دلف)

(۲۲۰) ابن الفوطی، ص ۵۴، ابو محمد عبدالقادر الواسطی

(۲۲۱) ابن الطقطقی، ص ۳۳۳، صفی الدین عبدالؤمن ارملی

(۲۲۲) محمد بن رافع السلامی، تاریخ علماء بغداد المسکون المختار، تحقیق عباس العزراوی،

مطبعة الاحالی، ۱۳۵۷ھ ص ۱۳۸ تاج الدین بن انجب

(۲۲۳) ناجی معروف، تاریخ علماء المستصریة، ص ۲۷۹-۲۸۲ - ابن الفوطی،

ص ۳۸۹ - الذهبی، ج ۴ ص ۱۴۶۹ (۱۱۶۱) - ابن کثیر، ج ۱۳ ص ۲۷۰

(۲۲۴) ناجی معروف، تاریخ علماء المستصریة، ص ۲۷۹-۲۸۲ ابن سعد الحظیری

(۲۲۵) الصفدی، ج ۲ ص ۳ (۲۶۴) - السیوطی، بغیة الوعاة، ج ۱ ص ۱۲ شرف

الدین میدومی

(۲۲۶) ایضاً، ج ۳ ص ۸۹ (۱۰۱۳) - ایضاً ج ۳ ص ۱۱۱ (۱۰۰۸) - ابن سعد، ج ۳

ص ۸۹ محمد بن سعد الدیباچی المروزی

(۲۲۷) ابن الفوطی، ج ۴ ق ۴ ص ۳۳۳ - ناجی معروف، تاریخ علماء المستصریة،

ص ۳۰۱-۳۰۲ ابو محمد الصنّازانی

(۲۲۷-الف) الفاسی، العقد الثمین، ج ۷ ص ۳۶۶ (۲۶۲۸) ابو الفضل هبة الله الواسطی

(۲۲۷-ب) ابن الفوطی، ج ۴ ق ۴ ص ۸۳۲ جمال الدین یعقوب مستعصمی

(۲۲۷-ج) ناجی معروف، تاریخ علماء المستصریة، ص ۲۸۲ یحییٰ الحزومی

(۲۲۸) ابن الساعی، ص ۱۶۰

(۲۲۹) ابن الفوطی، ص ۵۵-۵۶ - ناجی معروف، تاریخ علماء المستصریة، ص ۳۰۲

(۲۳۰) ابن الفوطی، ص ۳۰۳ - ناجی معروف، تاریخ علماء المستصریة، ص ۳۰۲

(۲۳۱) ایضاً، ایضاً

(۲۳۲) یاقوت، ج ۵ ص ۱۴۹ (علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی) (۶۲)

- (۲۳۳) الخطیب، ج ۳ ص ۲۳۸ - ج ۶ ص ۳۶۲
- (۲۳۴) ابن المنظور، ج ۱ ص ۲۸۷ (مادہ حب) - الخطیب ج ۱۲ ص ۱۸۳ (۷۴۸۲) (یحییٰ بن معین)
- (۲۳۵) ابن الفرغی، ج ۱ ص ۳۰۰
- (۲۳۶) المطرزی، ج ۱ ص ۲۵۳ - السمعانی، ورق ۷۲ ب - الخطیب ج ۲ ص ۳۷۲ - ابن الجوزی، ج ۸ ص ۸۰ (۸۹) احمد البرقانی التونی ۲۲۵ (سفظ و صندوق) - الذہبی، ج ۳ ص ۱۰۷۲ - ابن حجر، ج ۱۱ ص ۲۸۲ - الجاحظ، کتاب الحيوان، ج ۱ ص ۶۱
- (۲۳۷) الخطیب، ج ۲ ص ۵
- (۲۳۸) الصفدی، ج ۲ ص ۱۹۰ (۵۵۲) (ابن مندہ)
- (۲۳۹) الخطیب، ج ۲ ص ۳۷۴-۳۷۵ (ابو بکر البرکانی) (۲۲۷۲) (سفظ و صندوق)
- (۲۴۰) ابن الفرغی، ج ۱ ص ۳۱۳
- (۲۴۱) یاقوت، ج ۲ ص ۱۰ - مز، ج ۲ ص ۱۹۰
- (۲۴۲) الخطیب، ج ۲ ص ۷۱ - ج ۳ ص ۱۵-۱۸ (قماطر و قطر) - ج ۲ ص ۲۶۲
- ج ۷ ص ۷۱ - ج ۱۰ ص ۲۳۰-۲۳۱ - ج ۱۱ ص ۲۶۲ - ج ۱۲ ص ۱۸۳ - یاقوت، ج ۲ ص ۳۲۶ - ج ۶ ص ۱۳۷ - ابن الندیم، ص ۱۳۴
- (۲۴۳) ابن منظور، ج ۶ ص ۴۱۶ - الخطیب، ج ۷ ص ۷۱ (بشر بن الخارث المعروف بالحنانی) (۳۵۱۷) - ابن عساکر، ج ۲ ص ۲۳۱
- (۲۴۴) المقریزی، کتاب السلوک، ج ۱ ق ۱ ص ۲۳۲
- (۲۴۵) الخطیب، ج ۹ ص ۵۸ (۳۶۳۸) (ابو داؤد السجستانی) - ص ۲۲۱ - ج ۱۲ ص ۷۹ - السمعانی، ادب الاملاء والاستملاء، ص ۱۱ - ابن حجر، لسان المیزان، ج ۱ ص ۱۶۰
- (۲۴۶) السمعانی، ص ۱۱ - یاقوت، ج ۷ ص ۲۸۶ - ابن خلکان، ج ۲ ص ۲۳۳ -

- الدبجی، ص ۸۹ - السیوطی، ج ۶ ص ۱۹۵ - ابن عساکر، ج ۴ ص ۲۵ -  
 الاصفہانی، کتاب الاغانی، تحقیق ابراہیم الابیاری، القاہرہ، دار الشعب،  
 ۱۳۸۹ھ، ج ۱ ص ۶۲۶
- (۲۴۷) الذهبی، ج ۲ ص ۳۰۳ - السبکی، ج ۶ ص ۳۹
- (۲۴۸) الخطیب، ج ۱۱ ص ۴۱۲ - ابن حجر، ج ۷ ص ۳۵۲
- (۲۴۹) اللفظی، ج ۲ ص ۲۸ (ابو محمد بن الدہان) (۲۷۵)
- (۲۵۰) ایضاً، ص ۲۳۸ - یاقوت ج ۲ ص ۲۴۲ (۱۱۵) ابن الدہان - ابن خلکان، ج ۲  
 ص ۲۰۹ - الصفدی، ص ۱۵۹ - السیوطی، ج ۱ ص ۵۸۷
- (۲۵۱) ابن الاثیر، ج ۱۰ ص ۵۲۳ - ابن کثیر، ج ۱۲ ص ۱۷۹ (حوادث ۵۱۰ھ) -  
 عواد، ص ۱۴۶
- (۲۵۲) ابو بکر محمد بن الطیب الباقلائی، نکت الانتصار لنقل القرآن، تحقیق محمد زغلول،  
 سلام (اسکندریہ، منشئ المعارف ۱۹۷۱ء) ص ۳۱۵ و ۳۵۳ و ۳۵۴
- (۲۵۳) ابن ابی داؤد، ص ۱۵۱
- (۲۵۴) ابن الندیم، ص ۲۲ - وان کریم، ص ۷۴
- (۲۵۵) الجاحظ، رسالۃ فی الجد والھزل، ص ۲۲۶-۲۲۷
- (۲۵۶) ابن الندیم، ص ۱۴
- (۲۵۷) الذهبی، العبر، ج ۲ ص ۱۵۰ - ابن العماد، ج ۴ ص ۱۶۴ (ابو بکر بن الزاغونی  
 المتوفی ۵۵۲ھ)
- (۲۵۸) الجاحظ، رسائل الجاحظ، تحقیق عبد السلام ہارون، القاہرہ، مکتبۃ الخانجی  
 ۱۳۸۴ھ) ص ۲۰۲
- (۲۵۹) المقدسی، ص ۱۰۰
- (۲۶۰) ایضاً، ص ۴۳-۴۴
- (۲۰) مریب بن سعد، صلۃ تاریخ الطبری (ایڈن، مطبوعۃ بریل، ۱۸۹۷ء) ص  
 ۱۰۵-۱۰۶

- (۲۶۲) مز، ج ۱ ص ۲۴۸
- (۲۶۳) ابن الندیم، ص ۷۱ (سری بن احمد الکندی)
- (۲۶۴) الخطیب، ج ۳ ص ۴۳۱
- (۲۶۵) الملقی، ص ۸۸
- (۲۶۶) السبکی، معید النعم، ص ۱۳۲
- (۲۶۷) امیر الحاج، ج ۴ ص ۹۳
- (۲۶۸) ابن ابی داؤد، ص ۱۵۱
- (۲۶۹) ابن الندیم، ص ۶۰ - الدانی، المحکم فی النقط، تحقیق عزة حسن (دمشق  
وزارة الثقافة والارشاد القومي ۱۳۷۹ھ) ص ۳-۴
- (۲۷۰) الدانی، ص ۵ - الطاهر احمد المکی، نشأة الخط و تطوره، اللسان العربي، العدد  
السادس (۱۹۲۹ء) ص ۵۲
- (۲۷۱) ایضاً - الدانی ص ۷۷
- (۲۷۲) المسعودی، کتاب التنبیه والاشراف (بیروت، مکتبة خیاط، ۱۹۶۵ء) ج ۱ ص ۱۰۶
- (۲۷۳) یاقوت، ج ۵ ص ۲۴۶
- (۲۷۴) الصفدی، ج ۲ ص ۱۱۳ (۴۳۶) (ابن صابر السلمی الکاتب)
- (۲۷۵) آرنولڈ، میراث اسلام، ص ۴۶۲
- A. H. Chrisitie, "Islamic Art and its Influence on Painting in Europe." (۲۷۶)
- (۲۷۷) آرنولڈ، میراث اسلام، ص ۲۰۰
- (۲۷۸) الخطیب، ج ۱۱ ص ۴۶۲
- (۲۷۹) الذهبی، العبر، ج ۴ ص ۳۰۲ - السبکی، ج ۶ ص ۳۹
- (۲۸۰) الف) الحاکم، کتاب المدخل فی اصول الحدیث، (حل المطبعة العلمية ۱۳۵۱ھ) ص ۲۱
- (۲۸۰) ابن تغری بردی، ج ۳، ص ۳۸۷ - ابن خلکان، ج ۲ ص ۲۷ - الزرقلی، ج

۷ ص ۱۴۰

- (۲۸۱) ابو شامہ، الروضتین، ج ۱ ص ۲۳۸
- (۲۸۲) الشاطبی، الاعتصام، القاہرہ، المكتبة التجارية الكبرى، ب، ت، ج ۲ ص ۲۲۶
- (۲۸۳) الخطیب، ج ۶، ص ۴۲
- (۲۸۴) ابن الاثیر، ج ۱۱ ص ۲۸۱-۲۸۲
- (۲۸۵) ابن کثیر، ج ۱۲ ص ۲۴۰
- (۲۸۶) ابن مفلح، ج ۲ ص ۱۳
- (۲۸۷) ابن الجوزی، ج ۹ ص ۲۴۴ - سبط ابن الجوزی، ج ۸ ق ۱ ص ۹۶
- (۲۸۸) ابن الجوزی، ج ۸ ص ۲۱۶ - ابن کثیر، ج ۱۲ ص ۱۷۹
- (۲۸۹) سبط ابن الجوزی، ج ۸ ص ۶۲ - ابن کثیر ج ۱۶ ص ۱۷۵
- (۲۹۰) ابن الاثیر، ج ۸، ص ۶۲۸
- (۲۹۱) یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۷۸ (جوبق)
- (۲۹۲) یاقوت، ج ۵، ص ۲۸۶-۳۹۲
- (۲۹۳) النابلسی، ص ۴۳
- (۲۹۴) حاجی خلیفہ، ج ۱، ص ۵۴
- (۲۹۵) ابن الجوزی، صيد الخاطر، ص ۲۲۷
- (۲۹۶) ابن الجوزی، نقد العلماء والعلم، ص ۳۱۳-۳۱۶
- (۲۹۷) ایضاً، صيد الخاطر، ص ۹۶
- (۲۹۸) ایضاً، " "، ص ۹۷
- (۲۹۹) ابن ابی اصیبتہ، ص ۵۶۰، مبشر بن فاتک
- (۳۰۰) الثعالبی، ج ۴، ص ۲۰۰-۲۰۱

## باب یازدہم

### ثمرات، نتائج تحقیق

اسلام دین و دنیا کا جامع ضابطہ حیات ہے۔ وہ دنیا کو بھی دین ہی بناتا اور ان میں تفریق کو روا نہیں رکھتا، اس کے تمدن کے اساس الکتاب کی تعلیمات ”ایمان و ایقان“ اور ”علم و عرفان“ ہے اس ضابطہ حیات کی بنیادیں وحی اور کتاب پر رکھی گئی ہیں۔ اس نے حقائق اشیاء میں غور و فکر، قرأت و کتابت بالقلم کو ایک فریضہ قرار دیا جو علم و معرفت کے حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ اور بقدر استطاعت تحصیل علم کا ہر شخص کو پابند کیا اس باب میں فرض عین و فرض کفایہ کی تقسیم بھی اس امر کی غماز ہے۔ ”الکتاب“ نے علم و کتاب کے ابلاغ و اشاعت کی ذمہ داری بھی بقدر استطاعت ہر ایک پر عائد کی ہے اس لئے نماز کے بعد اسلامی قلمرو کی مسجدوں اور خانقاہوں میں تعلیمی و تربیتی حلقے قائم کئے جاتے، ان میں دینی ادبی، طبعی علوم پڑھائے جاتے، اخلاق و کردار سنوارے جاتے اور مثالی انسان ڈھالے جاتے تھے جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اسلامی تمدن و ثقافت، دین، دنیا، عقیدہ و شریعت سے عبارت ہے اس کی غایت بنی نوع انسان کی ثقافتی و روحانی دنیا کو سدھارنا اور اسے ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنا ہے (۱)۔

یہ الکتاب کی دینی، علمی و کتابی تہذیب تھی جس کی وجہ سے صحرائے عرب کے گلہ بانوں اور خانہ بدوشوں نے امامت اقوام کا فرض ادا کیا اور دنیا کی متمدن اقوام کو اپنے رنگ میں رنگا، ان کے تمدنی مرکزوں میں علم و دانش کے ایسے چراغ روشن کئے جن کی روشنی سے آج یورپ کا ہر گھر روشن ہے۔ اس کتابی تہذیب نے علوم و فنون کا احیاء کیا اور اپنی قلمرو کی رعایا کو کتب اور کتب خانوں کا جوہیا و پاسبان بنایا۔ ان میں حریت، مساوات، انصاف، احسان، درس و تدریس، تزکیہ نفس، تحقیق و تجربہ کا ایسا بے پایاں جذبہ پیدا کیا جس نے ان کے ہر زیر نگیں خطہ کو اصلاح و ارشاد، علم و عرفان کا سرچشمہ اور خزانہ کتب کا معدن و مرکز بنا دیا جہاں جا کر انسان اہل و عیال ہی کو نہیں خانہ خدا کو بھی کبھی کبھی بھول جایا کرتا تھا۔ ان علم کے شہروں نے علوم و فنون، صنعت و حرفت، تہذیب و تمدن اور فکر انسانی کی تاریخ میں ایسے نمایاں اور تعمیری کردار ادا کئے ہیں جس کے تذکرے کے بغیر انسانیت کی تاریخ کبھی مکمل نہیں ہو سکتی۔ ان کی مہیا کی ہوئی تحقیقات، ایجادات و انکشافات نے بنی نوع انسان کی ثقافتی دنیا بدل کے رکھ دی ہے۔

اگر اس دینی، علمی و کتابی تہذیب کا دنیا میں وجود نہ ہوتا تو نہ امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی جیسے مقنن اعظم پیدا ہوتے، نہ امام بخاری و مسلم جیسے ائمہ حدیث کا وجود ہوتا، نہ خلیل و سیبویہ کا نام نحو لغت میں یادگار رہتا۔ نہ ادب میں جاحظ و ابوالفرج کا، نہ فلسفہ و طب میں فارابی و ابن سینا و رازی سے کوئی واقف ہوتا۔ نہ کوئی ابن مقلہ، ابن البواب جیسے صاحب طرز خطاط کو جانتا، نہ کوئی بایزید بسطامی و جنید بغدادی اور امام احمد کو یاد کرتا، نہ کوئی غنیمی و معری کے گن گاتا، نہ کسی بزار، "بزاز" بقال، حداد، خصاف وغیرہ کو فقہ، میں اشعری، ماتریدی اور غزالی و باقلانی کو کلام میں، ابن سعد، ابن ہشام کو سیر و مغازی میں طبری و زحشری کو تفسیر میں امامت کا فخر حاصل ہوتا، نہ بلاذری، اصطخری و مقدسی کی جغرافیہ نویس کی حیثیت سے شہرت ہوتی، نہ ہارون الرشید کا دربار جتنا، نہ کوئی سیف الدولہ کو پوچھتا، نہ کسی کو محمود غزنوی یاد آتا، نہ بغداد آباد ہوتا، نہ بخارا، سمرقند، شیراز و اصفہان اور مصر و قاہرہ کو رشک بغداد بننا نصیب ہوتا، نہ بیت الحکمہ، دارالعلم، خزائن الحکمہ اور دارالترجمہ، جامع ازہر، جامعہ نظامیہ، جامعہ مستنصریہ کی روشنی سے دل و دماغ روشن ہوتا، نہ اسلام کی کتابی تہذیب سے یورپ بیدار ہوتا، نہ انسان چاند پر پہنچتا۔

آج کے ترقی یافتہ ممالک کی علمی و ثقافتی ترقی، اسلامی دینی، علمی اور کتابی تہذیب کا فیضان ہے۔ اس کتابی تہذیب نے عہد عباسی میں نشوونما اور ترقی کی جو منازل طے کی تھیں ان کے ثمرات و نتائج صرف مملکت عباسیہ میں محدود و مسدود ہو کر نہیں رہ گئے تھے اس کتابی تہذیب کے خرمین کے خوشہ چیں مشرق و مغرب میں ان کے اثرات و نتائج سے دنیا کو بہرہ مند کرتے رہے عہد عباسی میں مشرق میں یہ عمل کتابی تہذیب کا عمل ہی تھا جس نے جمالت کی تاریکیوں میں خوابیدہ یورپ کو جگایا اس تاریخی حقیقت کو اجاگر کرنے کے لئے جو اہم ذریعہ ہیں وہ علمی ذخائر کی تحصیل و ترسیل کے مراکز "کتب خانے" ہیں اور یہ تحقیقی مقالہ کا مرکز بحث ہیں۔

اس سے عظیم ترین تہذیبی و ثقافتی حلقوں کی تخلیق ہوئی، علوم و فنون کے تیز رفتار قافلے آگے بڑھے، بنی نوع انسان کی فکری تک و تاز ترقی کے اعلیٰ منازل تک پہنچی اور نہایت مہذب پاکیزہ معاشرہ وجود پذیر ہوا تھا۔ یہ دینی علمی اور کتابی تہذیب ایک زندہ اور متحرک قوت تھی وہ جمالت گئی اس نے زندگی کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کیا جب اس کے لشکر پیش قدمی کرتے تو اس کے علمی تعلیمی نظریات اور ثقافت و تہذیب کے علمبردار قافلے بھی ہم رکاب ہوتے، جس سرزمین کو وہ پہنچتے یہ بھی وہیں اپنے جھنڈے گاڑتے تھے اور لوگوں میں روح جہاد اور قوت اجتهاد پیدا کر کے قلب و نظر کو بدلتے اور علمی میدانوں میں انہیں سرگرم عمل کرتے تھے۔ اس اعتبار سے اس دور کی تاریخ کی یہ سب سے گرانبوا علمی تحریک تھی جس نے اقوام عالم میں علمی بیداری کی نئی رو



ہونگی اور انہیں بنی نوع انسان کے متاعِ گم گشتہ کا گرویدہ و محافظ بنایا علوم کے ترقی پذیر سلسلہ کے پیاء کا جذبہ ان کے قلب و نظر میں اتارا ان میں مدارس اور کتب خانے بنائے پھر ان سرزمینوں سے علمی تحریکیں اٹھیں، علوم و فنون کے سرچشمے پھوٹے اور اسلامی قلمرو کا کم و بیش ہر شہر مرکزِ علم بنا گیا تھا جیسا کہ کتاب ”الانساب“ سمعانی اور یاقوت کی ”معجم البلدان“ سے ظاہر ہے۔

اس تحقیقی مقالہ کا موضوع اسلامی کتب خانے ہیں جو پورے عہدِ عباسی پر محیط ہے اس کے حدودِ مملکت بہت وسیع تھے چنانچہ ابن حوقل المتوفی ۳۸۰ھ کا بیان ہے

”ہمارے زمانے میں اسلامی مملکت کا طول فرغانہ کے حدود سے خراسان، جبال، (میڈیا) عراق اور دیارِ عرب سے ہوتا ہوا ساحلِ یمن تک پہنچتا ہے یہ تقریباً پانچ ماہ کی مسافت ہے اس کا عرض ملکِ روم (بیزنٹینی سلطنت) سے شروع ہو کر شام، عراق، فارس اور کرمان ہوتا ہوا بحیرہ فارس (بحر ہند) کے ساحل پر المنصورہ کے علاقے تک چلا جاتا ہے جو تقریباً چار ماہ کی مسافت ہے۔ میں نے اسلامی قلمرو کے طول میں مغرب (شمالی افریقہ) اور اندلس (ہسپانیہ) کو اس لئے نظر انداز کر دیا ہے کہ وہ ایک قبائلی آستین کی طرح ہے۔“

ابن حوقل نے چوتھی صدی ہجری اور دسویں صدی کے وسط میں اسلامی قلمرو کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ربعِ مسکون کا زیادہ تر حصہ ان ممالک پر مشتمل تھا جو مسلمان فرمانرواؤں کے زیرِ نگیں تھے اور وہاں اسلامی تہذیب کا بول بالا تھا۔ اگرچہ یہ ممالک سیاسی طور پر متحد نہ تھے لیکن ان کے مابین مذہبی، ثقافتی اور اخلاقی اقدار کے مشترک بندھن اتنے مضبوط تھے کہ عالمِ اسلام کے باشندے اپنے آپ کو ایک وسیع سلطنت کا شہری سمجھتے تھے جس کا مذہبی مرکز مکہ معظمہ اور ثقافتی و سیاسی اور علمی مرکز بغداد تھا۔

یہ مدینتہ السلام و قبۃ اسلام کہلاتا تھا۔ ہر فن کے اربابِ کمال کا مرجع تھا تیسری صدی ہجری میں بغداد متمدن دنیا سے عبارت تھا۔ چنانچہ امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ نے اپنے شاگرد یونس بن عبدالاعلیٰ المتوفی ۲۶۳ھ سے پوچھا بغداد گئے ہو؟ کہا ”نہیں“ فرمایا ”تم نے نہ دنیا دیکھی اور نہ دنیا والوں کو دیکھا۔“

چوتھی صدی ہجری میں اربابِ کمال کی فہم و فراست، علمی بصیرت و آگہی کا امتحان بغداد و ہموارین بغداد کے متعلق سوالات سے کیا جاتا تھا، چنانچہ ابن العمید المتوفی ۳۶۰ھ / ۹۷۰ء نے صاحب ابن عباد المتوفی ۳۸۵ھ کی بغداد سے واپسی پر بغداد کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا ”بغداد، بلاد میں ایسا ہے جیسے شاگردوں میں استاد“ اس کے بعد ابن العمید نے جاہل کی تالیفات کے متعلق پوچھا تھا۔

پانچویں صدی میں شیخ زاہد ابو اسحاق ابراہیم فیروز آبادی المتوفی ۷۶۷ھ فرماتے تھے۔ جو العقل، صحیح المذاق بغداد آگیا وہ یہاں سے مرکر نکلا یا یہاں مرنے کی تمنا دل میں لے گیا۔ ادیب و فلسفی ابو العطاء معری المتوفی ۴۴۹ھ کہتا تھا بغداد بہت بڑا شہر ہے یہاں تم ہر آن نئے اور نئے فضل و کمال کو دیکھو گے جن کو اس سے پہلے دن نہ دیکھا تھا۔

ابن حزم نے بغداد کو دنیا کی بستی اور کانِ فضیلت قرار دیا اور یہاں کے باشندوں کے کہا ہے کہ ”یہ علوم میں دقتِ نظر، لطافتِ اخلاق، فطانت و ذکاوت اور فکرِ رسا و ذہنِ رسا میں سے طاق ہیں۔“

ائمہ فن کے مذکورہ بالا اقوال عراق عرب (جس کا پایہ تخت بغداد تھا) اس کے بارے میں علمی، دینی، تمدنی و ثقافتی ترقی کے شاہد عدل ہیں۔

اس اقلیم کے شہروں میں بصرہ بھی ان تمام فضائل و کمالات کا جامع تھا جن سے بغداد اور تھا اس لئے اسے قبہ اسلام و چشمِ عراق کہا جاتا تھا۔ خلیل بصری المتوفی ۷۷۹/۷۰ھ نے عراق کی پہلی لغت کتاب ”العين“ اور اس کے نامور شاگرد سینویہ المتوفی ۷۹۶/۸۰ھ نے پہلے نحو میں ”الکتاب“ یہیں مدون کی تھی۔

تصوف و کلام کا بھی یہ مرکز تھا، حسن بصری نے اسی سرزمین میں ان علوم کی آبیاری کی تھی۔

بصرہ میں محدثین، مورخین، عروضی، دائمہ لغت کی کثرت کے متعلق نصر بن شہیل سے خراسان کی طرف روانگی کا مشہور واقعہ اس دعوے کی نہایت روشن دلیل ہے اس سے ہوتا ہے کہ بصرہ میں خصوصی و فنی کتب خانوں کی کثرت تھی۔

کوفہ علومِ اسلامی کا صدیوں سے مرکز رہا تھا اسے دارالفضل والفضلاء، قبہ اُسلان، ہجرۃ المسلمین کہا جاتا تھا۔

امام اعظم ابو حنیفہ اس کو معدنِ علم و فقہ کہتے تھے۔ کوفہ و بصرہ نحو و لغت کا گہوارہ تھے۔ چنانچہ لغت و نحو کی کتابوں میں ان دو مقامات کے علاوہ عام طور پر کسی اور جگہ کے علماء کا اختلاف نہیں کیا جاتا، امام اعظم نے فنِ حدیث کی ترویج اور فقہ حنفی کی تدوین کوفہ میں کی تھی۔ میں سے تین قاری عاصم المتوفی ۴۵۷/۴۷ھ، حمزہ المتوفی ۷۷۳/۵۶ھ اور کسائی المتوفی ۸۰۵/۸۹ھ کوئی تھے۔ کوئی رسم خط یہیں پروان چڑھا تھا۔

محدثین کا بھی یہ مرکز تھا۔ یونس بن بکر المتوفی ۸۱۵/۹۹ھ نے کوفہ میں سات شیوخِ حدیث کو دیکھا تھا جن میں سب سے کتر اعمش المتوفی ۸۳۸ھ تھے۔

حضرت انس بن سیرین المتوفی ۲۹/۶۷۰ھ کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں آیا تو یہاں چار ہزار (۴۰۰۰) طلبہ حدیث دیکھے ان میں چار سو (۴۰۰) فقیہ ہو چکے تھے۔ شاذ کوفی المتوفی ۲۳۴ھ فرماتے تھے میں کوفہ میں بیس (۲۰) سے زیادہ مرتبہ حدیث لکھنے آیا تھا۔

مذکورہ بالا تاریخی شواہد سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کوفہ عربی رسم خط 'قرأت' فقہ لغت و نحو اور فضلاء و محدثین کا منبع و مخرج تھا اور دیگر علوم و فنون کے علاوہ یہاں کم از کم سات سو (۷۰۰) ذخائر حدیث اور محدثین کے انفرادی کتب خانوں کا بھی اشارہ ثبوت ملتا ہے۔

اقلیم خراسان بہت مردم خیز خطہ تھا۔ وزیر فقیہ ابو عبید بکری المتوفی ۴۸۷ھ خراسان کے متعلق رقمطراز ہیں!

”خراسان میں اتنے علماء، فضلاء، محدثین و مرتاض بزرگ ہوئے ہیں کہ اگر تم ہر شہر کے محدثین تلاش کرو تو ان میں آدھے خراسانی ملیں گے، حکومت کے بیشتر رجال کار خراسانی تھے۔“

یا قوت خراسان کے متعلق لکھتا ہے ”براکمہ، قحاطبہ، طاہریہ، سامانیہ اور علی بن ہشام وغیرہ جن کی نظیر اقوام عالم میں نہیں، خراسانی تھے۔“

علم کے شہسوار، سردار اور نامور اسی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام بخاری، مسلم، ابو عیسیٰ ترمذی، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل، ابو حامد غزالی، امام الحرمین جوینی، حاکم نیشاپوری وغیرہ ائمہ حدیث و فقہ جن کی نظیر نہیں۔ اس سرزمین کے رہنے والے تھے۔ فارابی صاحب دیوان الادب، الروی، عبدالقادر جرجانی، ابوالقاسم زعمری جیسے ادباء و شعراء جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا خراسان سے تعلق رکھتے تھے اور عبدالرحمن بن زید عدوی المتوفی ۱۸۲ھ کا بیان ہے۔

عبادہ کا جب انتقال ہوا تو تمام شہروں میں فقہ کا مرجع موالی بن گئے تھے۔ چنانچہ مکہ میں عطاء بن ابی رباح، یمن میں طاؤس، یمامہ میں یحییٰ بن کثیر، بصرہ میں حسن بصری، کوفہ میں مخفی، شام میں مکحول اور خراسان میں عطاء خراسانی، صرف مدینہ میں بالاتفاق سعید بن المسیب عرب تھے۔“

علامہ تقی الدین سبکی خراسان کے چار شہر مرو، نیشاپور، ہرات اور بلخ کے متعلق فرماتے ہیں!

”اگر تم انہیں اسلام کے شہر کہو تو بھی درست ہے۔ اس عہد میں یہیں مختلف علوم و فنون کے دربار جے تھے، بادشاہت، وزارت اپنی عظمت کے ساتھ یہیں جلوہ گر رہی تھی۔ یہاں آج (۷۷۰ھ) تک علماء موجود ہیں اور عز و شرف سے ممتاز ہیں ان کی نظیر تمام بلاد میں نہیں ہے۔“

ان تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ کہنا بیجا نہیں کہ خراسان عہد عباسی میں علم و فن کا مرکز رہا۔ یہاں ہر نوع و صنف کے ذخائر اور کتب خانوں کی بہت کثرت تھی۔ حال میں ایران سے ”کتابخانہ ہائے استان خراسان از آغاز اسلام تا عصر حاضر شامل کتابخانہ ہائے عمومی و خصوصی

آموزشی شخصی "شائع ہوئی ہے گو وہ زیادہ وقیع نہیں تاہم کتب خانوں کی کثرت کی شاہد اور ہمارے مذکورہ بالا خیال کی موید ہے۔

ان اقلیم کے بلاد ہی کا نہیں قصبات کا بھی کم و بیش یہی حال تھا۔ مثلاً زوزن جو نیشاپور و ہرات کے مابین ایک قصبہ تھا۔ فضلاء، ادباء اور اہل علم کی کثرت کی وجہ سے بصرہ صغریٰ کہا جاتا تھا۔ دیگر اقلیم کے بلاد بھی ایسی ہی شہرت رکھتے تھے چنانچہ فسطاط مصر کو ناسخ بغداد و فخر اسلام کہا جاتا تھا، اقلیم فارس میں غندجان ایک چھوٹا سا شہر ہے، یاقوت نے اس کے متعلق بصراحت لکھا ہے کہ اس بستی سے ادیب اور ہتھیار بند ہی نکلتے ہیں۔

یاقوت کی مذکورہ بالا تصریح کے پیش نظریہ کہنا کہ یہاں ادب کے خصوصی ذخائر اور کتب خانے تھے کچھ بے جا نہیں۔

جغرافیہ نویسوں کی ان تصریحات سے کہ فرغانہ میں ہر علم و فن کے علماء اور علوم کی ہر نوع کی کثرت و شہرت رہی ہے اس سے یہ بات بھی اشارہ معلوم ہوتی ہے کہ یہاں ہر علم و فن کے کتب خانے تھے، جہاں کہیں انہوں نے تخصیص کی ہے مثلاً ان کا یہ کہنا کہ طبرہ، طبرستان کا بڑا شہر ہے اس کے نواح میں اہل علم، اہل ادب، اہل فقہ کی اتنی کثرت ہے کہ شمار سے باہر ہے، سے یہ بات بھی اشارہ نکلتی ہے کہ ان اطراف میں ادب و فقہ کے خصوصی اور علم و فن کے عمومی ذخائر و کتب خانوں کی کثرت تھی، یہی حال کم و بیش دوسری اقلیم ماوراء النہر، شام، مصر اور ان کے بلاد و قصبات وغیرہ کا تھا چنانچہ ان بلاد کی تاریخ، ان میں ارباب فن، اہل کمال کی کثرت، علوم و فنون کی گرم بازاری، ذخائر کتب، کتب خانوں کے وجود کی واضح دلیل ہے نیز افراد کے نام سے ان معاشرتی توانائیوں کا جو اس وقت سرگرم عمل تھیں اظہار مقصود ہے۔

عبد عباسی میں اس علمی، دینی اور کتابی تہذیب کی برکت سے اسلامی شہروں کا تمدن اتنا ترقی کر گیا تھا کہ غیر مسلم فرمانرواؤں کو جراح، ماہر تعمیرات، درزی یا ماہر موسیقار کی ضرورت پیش آتی تو قرطبہ سے بلایا جاتا تھا۔

چنانچہ جے بی ٹرینڈ (J.B.Trend) لکھتا ہے "دسویں صدی (عیسوی) میں قرطبہ یورپ میں سب سے زیادہ مہذب شہر تھا، دنیا بھر کے لوگ اس پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے اور اس کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہوتے تھے اس میں ستر (۷۰) کتب خانے اور نو سو (۹۰۰) حمام تھے، جب کبھی لیون (Leon) نوار (Navarre) یا بارشلونا (Barulona) کے حکمرانوں کو کسی جراح، کسی ماہر تعمیرات، کسی اعلیٰ درجے کے خیاط یا استاد موسیقی کی ضرورت پیش آتی تو وہ قرطبہ کی طرف رجوع کرتے تھے" (۲)۔

اس شاندار تمدنی ترقی کے باوجود ان اقالیم کے باشندوں کی زندگی تکلف سے بری 'سادہ' مختصر اور شیرین تھی۔ الفرڈ گلووم (Alfred Guillaums) کہتا ہے

”مسلمانوں کو چار صدیوں سے زیادہ مدت تک حیثیتِ مقتدرہ حاصل رہی اور اس دور میں تمام علوم میں مذہبی اور فلسفیانہ تحقیق کی روح جاری و ساری رہی۔ اس زمانے کی تصانیف میں مشرقی ذہن کا مخصوص رنگ و آہنگ اب تک واضح نظر آتا ہے، جب ہر تاجر شاعر اور ہر شاعر تاجر ہوا کرتا تھا۔ سیاحت اور مطالعہ، جنگ و عشق، سب نعم الہی میں شمار ہوتے تھے زندگی بلاشبہ مختصر تھی لیکن اس کی شیرینی میں کوئی کلام نہ تھا“ (۳)۔

سارٹن (G.Sarton) لکھتا ہے ”عرب نے دس سال کی قلیل مدت کے اندر ۶۵۰ء میں شام، مصر، ایران کو اپنا زیر نگیں کر کے دنیا کی دو نہایت قدیم اور ترقی پذیر تہذیبوں کے مرکز، شام، مصر، ایران کو ایسا حلقہ بگوش اسلام کیا کہ وہ (اب تک) اسلامی علوم و فنون اور ثقافت کے روشن مینار بنے ہوئے ہیں“ (۴)۔

یہی عبد عباسی کا علمی سرمایہ ان کا مرجع بنا رہا تھا چنانچہ ارنیٹ بارکر (Ernat Barker) لکھتا ہے!

”طلیطلہ کی مسجدی لائبریری جو ہسپانیوں کی فتح کے وقت اس کے قبضے میں آئی، اہل علم کا مرجع بن گئی اور ہسپانیہ میں ارسطو کی تصانیف کے جو ترجمے ہوئے وہ تیرہویں صدی میں علم و فضل کے سرچشمے قرار پائے“ (۵)۔ مستشرق موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

”سائنس اور فلسفہ کے دوائر میں جن عربوں نے لاطینی مغرب کو مالا مال کیا وہ مشرق کے عرب نہ تھے بلکہ ہسپانیہ کے عرب تھے البتہ ریاضیات کے متعلق کسی قدر مشرق سے بھی حاصل ہوا“ (۶)۔

عبد عباسی میں جو تحقیقی کام بغداد سے شروع ہوا اس سے یورپ بھی مستفید ہوا چنانچہ جے بی ٹرینڈ (J.B.Trend) کہتا ہے۔

”مغرب کو یونانی فکر و تحقیق سے آشنا کرنے کا کام بغداد میں شروع ہوا وہاں سے یہودی اور مسلمان اہل قلم نے اس کو مسلمانان ہسپانیہ تک پہنچایا اور پھر یہودیوں ہی کی وساطت سے مسیحی یورپ کے جہاں گرد اہل علم اس سے متمتع ہوئے“ (۷)۔

ابن حوقل اور سارٹن کے مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صرف مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کے مراکز نے یورپ کی سرحدوں کا احاطہ کیا ہوا تھا اور اس قربت نے یورپ کو جمالت سے نکالا، اس کی علمی و تحقیقی بیداری میں اہم کردار ادا کیا چنانچہ قرونِ وسطیٰ کے



عقبیوں، جابر بن حیان، الخوارزمی، الرازی، الفارابی، ابن سینا، ابن رشد، الغزالی کی معرکتہ الآراء تصانیف ان کی جامعات میں داخل درس رہیں ان کی کتابوں کے تراجم سے ان میں دقت نظر پیدا ہوئی۔ عربوں ہی کے تجربات و مشاہدات کو اہل یورپ نے اپنی تحقیقات کی اساس بنایا اور اس پر اپنے افکار کی تعمیر کی۔ گویا مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کے کھنڈرات پر یورپ نے اپنی مملکت افکار کی تعمیر کی۔ اس تعمیر و تخریب کے عمل نے مسلمانوں کو اپنے ماضی سے کاٹ کے رکھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کا مسلمان آج اپنی متاع علمی کو یورپ ہی کا سرمایہ سمجھتا ہے حالانکہ یورپ کی علمی بیداری اور سائنسی ترقی کی اساس انہی مراکز سے وابستہ ہے انہی تحقیقات و تخلیقات سے اہل یورپ نے فائدہ اٹھایا اور اپنی تعمیر نو کی ہے چنانچہ بریٹانیا کتا ہے!

عربوں نے یورپ میں اپنی تین ایسی ایجادیں رائج کیں جن میں سے ہر ایک نے دنیا میں عجیب انقلاب پیدا کیا، اول ناخداؤں کی قطب نما جس کی برکت سے یورپ دنیا کے کناروں تک پھیل گیا۔ دوم بارود جس نے زرہ بکتر پہننے والے ناسٹوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ سوم کاغذ جس سے اشاعت و طباعت کا رستہ صاف ہوا، کاغذ کے رواج نے جو انقلاب پیدا کیا وہ اہمیت میں طباعت کی ترویج سے کم نہ تھا۔

چوتھی چیز جسے بریٹانیا بھول گیا وہ صفر کی ایجاد اور اعشاریاتی نظام Decimal System ہے جس نے ریاضیات کی دنیا میں انقلاب برپا کیا کہ اس سے آج سارا عالم فیض یاب ہے۔ موجودہ نیکنالوجی اور سائنس پر یہ عربوں کا وہ احسان ہے جسے علمی دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

عہد عباسی کے محققین و ارباب فکر و نظر کا مطمح نظر علم کو آسان تر بنانا ان کے موضوعات و انواع میں عقلی ربط و توازن برقرار رکھنا اور اس پایہ کی تحقیقی کتابیں لکھنا تھا جو جامعات میں بخوبی پڑھائی جا سکیں۔ چنانچہ بارن کراڈیوس (Baron Chrrade Vauk) کتا ہے!

”عہد عباسی کے ان تمام اہل علم (الخوارزمی، الفرغانی، ابو الوفاء، العتابی، البیرونی، الکندی، فارابی، ابو علی بن سینا، الغزالی، عمر خیام، ابن رشد، حنین، اسحاق بن حنین، قسطابن لوقا، ثابت بن قرہ) میں بعض خصوصیات یقیناً مشترک تھیں۔ ان کا مقصد علم کو سادہ و سلیس بنانا تھا وہ ہر علم کے موضوعات کی تقسیم و ترتیب میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کی طبقہ بندی اور ترتیب بالکل منطقی ہوتی تھی اور یہی امر ان کی ترقی کا شاہد ہے۔“

ان کا طرز تعلیم یونانیوں کی مانند نہ تھا کہ تحصیل علوم کو بعض مخصوص اشخاص تک محدود کر دیں۔ بلکہ چاہتے تھے کہ علم سے ذہین طالب علم مستفید ہو سکے، ان کی کتابوں کو پڑھ کر احساس

تا ہے کہ وہ ثانوی مدارس یا یونیورسٹی میں درسی کتابوں کی حیثیت سے بخوبی استعمال ہو سکتی ہیں۔  
ب تاجر تھے، سیاح تھے اور مقنن تھے، ان کا ذہن بالکل مثبت اور ایجابی تھا۔ لہذا ان کی سائنس  
کے مقاصد بھی عملی تھے۔ علم حساب اس لئے تھا کہ تجارت کی ضرورت اور تقسیم اراضی میں کام  
لے سکے“ (۸)۔

پھر عرب عملی تھے انہوں نے مثبت و ایجابی کام کئے چنانچہ مستشرق موصوف لکھتے ہیں!  
”عرب ہمیشہ عمل کو ترجیح دیتا ہے اور کبھی خیال پرستی کا شکار نہیں ہوتا، عربی زبان خشک بلیغ  
مختصر ہے یہ زبان شاعرانہ فصاحت و بلند پروازی کے بجائے دقیق، مثبت علوم کے بیان کے لئے  
یادہ موزوں ہے اس کے علاوہ اس میں ایک اور خوبی ہے کہ اس میں علمی اصطلاحات نہایت  
سانی سے وضع کی جاسکتی ہیں۔ عرب اہل علم اپنی کتاب نثر میں لکھتے تھے، وہ قطعی اور ایجابی علوم  
یونانیوں سے زیادہ علمی تھے“ (۹)۔

اس عہد میں مسلمانوں نے اپنی روایات کی حفاظت کی، انہیں ترقی دی اور دوسرے ممالک  
میں پھیلا یا چنانچہ تھامس ارنولڈ (Thomas Arnold) لکھتا ہے!

”جن فنون میں ان (مسلمانوں کی ذہانت) کو جو ہر دکھانے کا موقع ملا، ان میں ان کی کامیابی  
زمنہ وسطیٰ میں بے نظیر اور عدیم المثال ہے۔ اسلام قدیم صنایع کی بہت سی روایات کا براہ راست  
دارث تھا اور مغرب ان روایات سے بالکل نا آشنا تھا جس طرح مسلمان اہل علم نے علوم قدیمہ کا  
بے اندازہ ذخیرہ آئندہ نسلوں کو بخشا اسی طرح مسلمان صناعتوں اور کاریگروں نے فنون کی روایتی  
ہنرمندی کو جو مشرق میں مروج تھی محفوظ رکھا، ترقی دی اور دوسرے ملکوں میں پھیلا یا“ (۱۰)۔

انہی مذکورہ بالا وجوہ سے یورپ ان کی کتابی تہذیب سے متاثر ہوا اور ان کے علوم کا دلدادہ  
تھا چنانچہ بین کیرا دیوکس (Baron Curra Vaux) لکھتا ہے!

”علوم عربیہ کے ساتھ ہمارے شعبے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں (عربوں) نے مغرب پر  
گہرا اثر ڈالا جس زمانے میں مسیحی مغرب بربریت کے خلاف جنگ و جدال میں مصروف تھا ان دنوں  
عربوں نے بلند تر علمی زندگی اور سائنسی مطالعہ کی شمع کو روشن رکھا، بلاشبہ ان کی سرگرمیوں نے  
نویں اور دسویں صدی میں اوج کمال حاصل کیا لیکن ان کا سلسلہ پندرہویں صدی تک برابر جاری  
رہا، بارہویں صدی سے یہ کیفیت تھی کہ مغرب میں ہر وہ شخص جو سائنس کا ذوق اور نوع علم کی  
خواہش رکھتا تھا، مشرق کی طرف یا موروں کے مغرب ہی کی طرف رجوع کرتا تھا یہی وہ زمانہ تھا  
جب عربوں کی کتابیں اس طرح مغرب میں ترجمہ کی جانے لگیں جس طرح انہوں نے اس سے قبل  
یونانی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا گویا عربوں نے وہ بندھن تیار کیا اور وہ لڑی مہیا کی جس نے قدماء کی



ثقافت اور زمانہ حاضر کی تہذیب کو باہم وابستہ کر دیا، جب نشاۃ ثانیہ کے وقت روح الحانی ذوق و شوق سے معمور ہو گئی اور شرار عبقریت نے اس کو تحریک بخشی تو وہ لوگ فوراً تہذیب تالیف اور اختراع و ایجاد میں کیوں مصروف ہو گئے؟ اس کے باعث عرب تھے جنہوں نے مختلف شعبوں کی حفاظت و تکمیل کر دی تھی، تحقیقات علمی کی روح کو زندہ و سرگرم رکھا تھا، کو آئندہ مزید انکشافات کے قابل بنا دیا تھا" (۱۱)۔

اہل یورپ نے فلکیات و ریاضیات ہی میں مسلمانوں کی وضع کی ہوئی مصطلحات کو نہیں بلکہ ان کی تعلیم میں بھی ان کی مصطلحات کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔ چنانچہ (Rashdall) لکھتا ہے!

”جب شیخ الجامعہ کسی متعلم کو اجازت قرأت و تدریس دے دیتا تو وہ فارغ التحصیل سمجھا جاتا تھا اس ”اجازہ“ میں سماعت و قرأت کی اصطلاحات استعمال کی جاتی تھیں یونیورسٹیوں میں رائج تھیں۔ ایک پر اسرار اصطلاح (Baccularcus) ہے اگر اس کا ماخذ کا پتہ چلایا جائے تو شاید یہ ہمارے مفید مطلب ہو۔ یونیورسٹی میں ”بیچلر“ (Bachelor) اس طالب علم کو کہتے تھے جس کو کسی استاد کے مدرسے میں تدریس کی اجازت دی جاتی تھی مجھے کسی عرب مصنف کی تحریر میں یہ اصطلاح نظر نہیں آئی لیکن ایک اصطلاح ضرور روایت ”بجی الروایہ“ یعنی (کسی دوسرے کی سند پر تدریس کا حق) یہ لفظ (Baccalaurcate) سے مشابہ ہے اور دونوں میں صوتی ہم آہنگی موجود ہے اگر اس تخمینے اور قیاس کو پایہ ثبوت پہنچایا جاسکے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ”بیچلر“ کا ماخذ عربی ہے“ (۱۲)۔

یہ اس امر کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے کہ اسلامی علوم سے استفادہ کرنے میں یورپ نے اصطلاحات بھی عربوں سے لینا پڑی تھیں لیکن امتدادِ زمانہ کی وجہ سے اصطلاحات میں بگاڑ پیدا گیا اور مسلمانوں کے لئے وہ مصطلحات آج اجنبی ہو کر رہ گئیں جن کی وجہ سے مسلمان یورپ آئی ہوئی ہر چیز کو حیرت کی نظر سے دیکھتا ہے حالانکہ یہ اس سرچشمہ سے آتی ہے جس کا وہ مخترع تھا۔

عہد عباسی میں مسلمانوں کی اسی علمی و صنعتی ترقی کی وجہ سے مشہور (Sedfillot) خلافت تاریخ العرب میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔

”افکار ہم العزیزہ و مخترعاتہم النفیسہ تشہدہم اساتذہ اہل اروپا فی جمیع الاشیاء“ (۱۳)

بلاشبہ عربوں کے غیر معمولی نتائج افکار اور ان کی نفسی ایجادات اس امر کی شاہد ہیں

کہ وہ تمام چیزوں میں اہل یورپ کے استاد ہیں۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں اہل یورپ کا علمی ذخیرہ ہی کچھ نہ تھا ان کے علمی ذخائر کی تعداد سینکڑوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی چنانچہ آدم مز لکھتا ہے!

”اس دور میں یعنی نویں صدی عیسوی میں مغربی (یورپ) کے اندر جرمنی کے ایک شہر کونستاز (Konstanz) کی گرجا کی لائبریری میں صرف چھیانوہ کتابیں تھیں“ (۱۴) بلکہ پندرہویں صدی عیسوی تک یورپ میں کتابوں کے ذخائر کی تعداد زیادہ نہ تھی اور جو تھی اس ذخیرے سے کسی کو کتاب ملتی نہ تھی اگر کسی کو اس ذخیرے سے کتابیں مطلوب ہوتی تھیں تو اسے زہر ضمانت داخل کرنے کے بعد بھی ہفت خواں طے کرنے پڑتے تھے۔ بریقالٹ لکھتا ہے!

”کتابوں کی انتہائی نایابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ چرمی جھلی بہت کمیاب تھی، ہمیں معلوم ہے کہ قدیم مسودات کے متن بار بار مٹا دئے جاتے تھے تاکہ اولیائے مسیحی کی عبادتی کتابیں اور روایتیں لکھنے کے لئے کاغذ مہیا کیا جاسکے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج گیارہویں صدی سے زیادہ پرانا کوئی مسودہ مشکل ہی سے دستیاب ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کتابیں بے انتہا مہنگی ہوتی تھیں، وینجو کی ایک کاؤٹس (نواب بیگم) نے پند و نصائح کی ایک کتاب کے لئے دو سو (۲۰۰) بھٹریں اور گندم، رائی اور باجرے کے پانچ پانچ پیمانے بطور قیمت ادا کئے یہاں تک کہ لوئی باز دہم کے عہد میں بھی یہ حال تھا کہ جب شہنشاہ نے الرازی کی جتنی تصانیف پیرس یونیورسٹی کے کتب خانے سے عاریتہً حاصل کیں تو بطور ضمانت نقدی و طلائی مہروں کی خاص تعداد بھی دینی پڑی اور اپنے ساتھ ایک امیر کے دستخط بھی ضمانت نامے پر کرنے پڑے تاکہ کتابوں کی واپسی بالکل متعین ہو جائے“ (۱۵)۔

حفاظتِ اشیاء سے فراہم کی ہوئی معلومات پر ہر ایک قوم اپنے علمی، معاشرتی، تاریخی اور ثقافتی نظریات کی تعمیر و تشکیل اور اپنا نظامِ فکر و عمل مرتب کرتی ہے۔ اسی تہذیبی و ثقافتی سرمایہ کی جہاں تحصیل و ترسیل کی جاتی ہے۔ وہ اہم اور مرکزی مقام کتب خانہ ہے۔ یہی وہ آئینہ و پیمانہ اور کسوٹی ہے جس سے کسی قوم کی ذہنی ترقی فکری و علمی نشوونما کی تاریخ کو دیکھا، ناپا، تولا اور جانچا پرکھا جاسکتا ہے، اس آئینہ میں اگر دیکھا جائے تو اس سنہری دور میں عالم میں اقوامِ عالم کے کتب خانوں میں صرف عباسی دور کے کتب خانے ہی اپنے ذخائر کتب سے علم کی روشنی ہر جگہ پھیلاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے متمدن دنیا مسلمانوں کے ثقافتی رنک میں رنگتی چلی گئی۔ اس تمدن و ثقافت کی خوشہ چینی میں فخر محسوس کرتی تھی عہدِ عباسی کے تحقیقاتی ثمرات و نتائج ہی یورپ کے مفکران و دانشوروں کے لئے سنگِ میل بنے رہے ہیں۔

عباسی خلفاء نے دنیا میں پہلی مرتبہ ذہنی کاوش اور تحقیقاتی سرگرمیوں کو سونے کے بھاری خرید کر ملت و مذہب کے ارباب تحقیق کی ہمت افزائی کی اور انہیں عربی میں منتقل کرا کر حفاظت کی وقف عام کر کے علمی و تحقیقاتی سرمایہ میں بیش بہا اضافہ کیا۔ ان کی یہ مساعی جمیلہ عمید عباسی میں علمی بقاء و ارتقاء کا موثر ذریعہ رہی ہیں۔ اس فیضِ رسانی کے باوجود اس دور کے کتب خانوں پر محدودے چند مضامین اور ایک آدھ کتاب کے سوا کچھ ہمیں نہیں ملتا۔

عصرِ حاضر کے نامور مورخین کو شکوہ ہے کہ متقدمین نے اس موضوع کو نظر انداز کر دیا اور کتب خانوں کے مختلف پہلوؤں پر روشنی نہیں ڈالی۔ ہمارا خیال ہے کہ متقدمین نے اس موضوع کے ساتھ پورا انصاف کیا ہے لیکن عصرِ حاضر کے مورخین اس باب میں متقدمین ارباب سیر کے اشاروں کنایوں کے ادراک سے قاصر رہے ہیں حالانکہ ان اشاروں کنایوں کے قرائن موجود ہیں جن کا سرسری احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قرائن حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابن ابی ذئب (۸۰-۱۵۷ھ / ۷۰۰-۷۷۵ء) ابن ابی حازم (۱۰۷-۱۸۴ھ / ۷۲۵-۸۰۰ء)

اور محمد بن اسحاق (۸۰-۱۵۱ھ / ۷۰۰-۷۶۸ء) اور امام مالک (۹۲-۱۷۹ھ / ۷۱۲-۷۹۵ء)

ایک دوسرے کی کتابوں پر سیر حاصل بحث اور تنقید کرنا اس امر کا غماز ہے کہ ان کے پاس ذاتی ذخائر موجود تھے۔

(۲) امام اوزاعی (۸۸-۱۵۷ھ / ۷۰۷-۷۷۳ء) کا امام ابو حنیفہ (۸۰-۱۵۰ھ / ۶۹۹-۷۶۷ء)

کی کتاب السیر کی تردید میں کتاب لکھنا ایک عالم کے ذخیرہ کتب کی دوسرے عالم کے پاس موجودگی کی دلیل ہے کہ ان میں سے ہر ایک ذاتی خانہ رکھتا تھا اور ان کے ذخیروں میں تنوع بھی پایا جاتا تھا۔

(۳) ائمہ فن اور علماء کا ایک دوسرے سے کتابیں عاریتہ لے کر پڑھنا۔

(۴) ائمہ فن اور اکابر علماء کا اہل علم کو دوسرے ائمہ فن کے ذخیرہ علمی کو پیش نظر رکھنے

ہدایت و تاکید کرنا۔

(۵) تحصیل علم اور حصول کتب کے لئے سفر کرنا۔

(۶) ہر طالب علم کا اپنے استاد کی امالی اور اس کے ذخیرہ علم کو قید تحریر میں لا کر اس کی حفاظت

و اشاعت کرنا وہ جذبہ تھا جس نے ان میں کتب و ذخیرہ کتب کی ضرورت و اہمیت کا شعور

پیدا کیا تھا۔

(۷) مناوہ، شیخ کا اصل نسخہ نقل کے لئے شاگرد کو عاریتہ دینا، یا مالک بن نوین، طلبہ کو کتابیں

کرنے ان کی حفاظت و اشاعت کرنے کا پابند و خوگر کرنا تھا۔  
 عبد عباسی میں اپنے نوشتہ کے علاوہ بیان کرنا بھی عالم کی غلطی سمجھی جاتی تھی اس وجہ  
 سے بھی ذاتی کتب خانوں کو بہت فروغ ہوا تھا۔

دور عباسی میں جن ائمہ فقہ و حدیث اور ائمہ لغت کے متعلق ارباب تذکرہ لکھتے ہیں کہ  
 ان کی ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی وہ بھی ذاتی کتب خانوں سے مستغنی نہ تھے یہ ایسے  
 ائمہ اور تاریخی شواہد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سنہری دور میں کم و بیش ہر ایک عالم کے  
 اس ذاتی کتب خانہ ہوتا تھا۔ مورخ واقدی المتوفی (۶۸۷/۶۸۱ھ) جس کا کتب خانہ ایک سو بیس  
 (۲) ہزار کتابوں پر مشتمل تھا، کا بیان ہے۔

”میرے معاصرین میں کوئی ایسا نہیں جس کی کتابیں اس کے حفظ سے زیادہ ہوں، البتہ میرا  
 نظ میری کتابوں سے زیادہ ہے“ موصوف کے ہزاروں معاصرین کے پاس اتنے بڑے کتب خانہ  
 دینے کی نہایت قوی شہادت ہے۔

مورخین و تذکرہ نگاروں کو کسی عالم کے حدود استفادہ و افادہ اور حلقہ اثر کو بیان کرنا اور  
 اس کے سرمایہ علمی اور ذخیرہ کتب سے اس خطہ کے اہل علم کے فائدہ اٹھانے کی صراحت کرنا کتب  
 خانوں کے بنانے میں ان کی مساعی جمیلہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ علامہ سمعانی المتوفی ۵۶۳ھ  
 نے کتاب الانساب میں (۴۵۲۶) نسبتوں کا ذکر کیا ہے صرف ابتدائی (۸۴) نسبتوں میں دو سو (۲۰۰)  
 امور علماء و ارباب فن کا ذکر ہے۔ اس طرح یہ تقریباً گیارہ ہزار سے زیادہ کتب خانوں کی موجودگی کی  
 غماز ہے۔ اگر ہر نسبت میں صرف ایک ہی کتب خانہ مانا جائے تو بھی چھٹی صدی ہجری میں اسلامی  
 قلمرو میں کم از کم ساڑھے چار ہزار (۴۵۰۰) شاہی، عوامی، فنی اور ذاتی کتب خانوں کی نشاندہی ہو جاتی  
 ہے اس دور میں جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر رہی ہے۔

شاہانِ عباسی کی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی نے عربوں کی تخلیقات کو قلمبند کرنے میں  
 بہت مدد کی۔ چنانچہ ان میں جب تدوین علوم اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا تو پورے  
 اسلامی قلمرو میں تیزی سے کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا پھر کتب خانہ مسلمانوں کی تمدنی زندگی کا  
 لازمی جز بن گیا۔ اس لئے غیر معمولی اور مشہور ترین کتب خانوں کے سوا کسی کتب خانہ کی نشاندہی  
 کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ شاہانِ عباسی میں سے ہر ایک خلیفہ کے پاس ایسا عظیم الشان کتب  
 خانہ رہا جس کا عوام و خواص میں چرچا تھا، لیکن تذکرہ نگاروں نے بیت الحکمہ اور خزانہ الحکمہ کے سوا  
 کسی کا ذکر نہیں کیا، ان کے کتب خانوں کا عوام و خواص میں چرچا عوام و خواص کے کتب خانوں سے  
 شغف کا بہن ثبوت ہے۔

عہد عباسی میں اسلامی قلمرو کے بعض شہروں میں ایسے عوامی کتب خانوں کی تعداد جو بیک وقت بلا زبرد ضمانت طلب کئے محققین کو دو سو (۲۰۰) مجلدات گھر پر لیجانے کو دیتے تھے، دس تک ہو گئی تھی۔ معاشرہ میں کتب خانوں کا قیام شرف اور مسابقت کا باعث تھا، اس کا رُخیر کو پسندیدگی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

اس دور میں ہر بڑی مسجد اور جامع مسجد میں تعلیم کا انتظام کیا جاتا تھا، تعلیمی ضروریات تکمیل کے لئے اس میں کتب خانہ بھی بنایا جاتا تھا جس سے علمی کتب خانوں کی تعداد اسلامی قلمرو میں بہت بڑھ گئی تھی۔

طلبہ، زمانہ طالب علمی سے کتابوں کے لکھنے، جمع کرنے اور کتب خانہ بنانے میں لگ جاتے تھے۔ اس دور میں کتابوں سے تطہیر قلب و نظر اور تزکیہ ذہن و فکر کے علاوہ آرائش مکیں و مکان بھی کام لیا جانے لگا تھا اس لئے پڑھے لکھوں کے علاوہ بے پڑھے لکھے بھی اپنے پاس کتب خانہ رکھتے تھے۔ پھر مسلم معاشرہ کی ذہنی سطح اتنی بلند ہو چکی تھی کہ قیادت و سیادت پر اپنا بھرم رکھنے کے لئے ہر متمول کو اپنے گھر میں کتب خانہ رکھنا پڑھتا تھا، باپ کو اپنے بیٹوں کی مادی ضروریات تکمیل کے ساتھ ذہنی ترقی اور جلاء کے لئے بھی کتب خانہ بنا کر دینا پڑتا تھا گویا اہل علم اپنے ہی نہیں اپنی اولاد کے لئے بھی کتب خانہ بناتے تھے۔

ذاتی کتب خانوں کو ان کی ہیئت و خدمات نے عوامی کتب خانوں کا ہمسر بنا دیا تھا۔ اس لئے ایسے صاحب کتب خانہ کا مقابلہ ثعالبی نے اس طبیب سے کیا ہے جو مریض کو دوا ہی نہیں غذا اپنے پاس سے دیتا ہے۔

عہد عباسی میں کتب خانہ رشتہ ازدواج کے انتخاب میں وجہ انتخاب بن گیا تھا۔ اس دور میں عقد نکاح شرعی اور سماجی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ وہ ایک علمی ضرورت بھی بن گئی تھی۔

عہد عباسی میں کتب خانوں کی اہمیت و افادیت اتنی بڑھ گئی تھی کہ علم کے جو یا مجبور معذور بھی حکمت کے خزانوں کی تلاش میں سفر کرنے لگے تھے اور کتابوں کی اہمیت و افادیت علم کے دل و دماغ میں ایسی بیٹھ گئی تھی کہ وہ اپنی جان پر بیوی بچوں کی جان پر فقر و فاقہ برداشت کرتے لیکن کتابوں کی جدائی کو گوارا نہیں کرتے تھے۔

عہد عباسی میں کتابیں زرِ خالص کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں اور یہ ایسا بیش قیمت ذخیرہ جسے گروی رکھا جاتا تھا، چور چراتے اور اوباش لوٹا کرتے تھے۔ کتب خانوں کی نہایت شاندار عمارت تعمیر کی جاتی تھی۔ سائنسی تجربات کے لئے رصد گاہ کا سامان بھی کتب خانہ میں رکھا جاتا تھا۔ اہل

شہرت کی زندگی بسر کرنے کے باوجود قابل رشک کتب خانہ بناتے تھے۔

عبد عباسی میں فکری قوتوں کو پروان چڑھانے اور دماغی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا منبع یف و سرور اور سیر و تفریح کا مرکز کتب و کتب خانہ بن گئے تھے اور یہ تفریح طبع کا سامان بھی فراہم کرنے لگے تھے۔ عوام و خواص کو معاشرتی توانائیوں میں حصہ لینے کا شوق پیدا کرتے اور انہیں ملنے پھولنے کا موقعہ بھی فراہم کرتے تھے۔ بادشاہ اور امیر بھی علماء اور ائمہ فن کے کتب خانوں کے فصل کرنے کے آرزو مند و کوشاں رہتے تھے، مگر مشکل ہی سے کامیابی ہوتی تھی۔

کتب خانہ جو اجتماعی و انفرادی ہر حیثیت سے بنی نوع انسان کا ایک نہایت قیمتی تمدنی و ثقافتی ثلث ہے انسان اس کی حفاظت بنی نوع انسان کا مقدس فریضہ سمجھ کر کرتا ہے۔ اگر کسی عالم کا ذخیرہ اوش کی نذر ہو جاتا تو اس کی تعزیت کے لئے پورا شہر امنڈ آتا تھا ہر ایک اسے جگ بتی نہیں آب نہ سمجھتا تھا۔

عبد عباسی میں عوامی کتب خانوں میں عالم کی تمدن اقوام کا ایسا نادر علمی ذخیرہ جمع کیا گیا تھا۔ شائق علم و کتب اسے دیکھ کر وطن و اہل و عیال ہی کو نہیں حقیقی کعبہ کو بھول کر کتب خانوں کا ہوتا تھا۔

کتابوں کی ترقی اور علمی کارناموں کی وجہ سے مشرقی و مغربی قلمرو کے نامور خلفا میں باہمیوازنہ و مقابلہ کیا جاتا تھا اور ایک کو دوسرے کا مثیل و نظیر بتایا جاتا تھا۔ علم و کتاب کی اشاعت، ملام کی اشاعت سے عبارت سمجھی جاتی تھی اس لئے اصحاب الکتب اور اصحاب الکتائب میں مقابلہ مسابقت رہتی تھی۔ اولاد کو بازار کتب میں جانے کی ترغیب دی جاتی تھی۔ یہی ترغیب کتب اور کتب خانوں کی نشرو اشاعت اور شہرت کا باعث تھی۔

تاریخوں میں عالم، جاہل، امیر، غریب، بادشاہ، فقیر کے کتب خانہ کے ذخائر کی کیفیت و کیت با بیان بھی عوام و خواص میں کتب خانوں کے قیام کا محرک رہا ہے۔ روز افزوں تعلیمی ضروریات کے پیش نظر مدارس و جامعات کی اسلامی قلمرو میں کثرت ہوئی تو کتب خانوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا اور ہر مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ ہونا ایک لازمی بات ہو گئی تھی۔

اہل علم اپنی تخلیقات کو اس لئے بھی وقف کرتے تھے کہ وہ محفوظ ہو جاتی تھیں اور انہیں ان کے ضائع نہ ہونے اور آئندہ نسلوں تک بحفاظت پہنچتے رہنے کا اطمینان ہو جاتا تھا اس عہد میں مسلمانوں کو کتب اور کتب خانوں سے والہانہ محبت تھی۔ وہ ان کو اسی طرح حرز جان بنائے رکھتے تھے جس طرح انسان عقیدے کو حرز جان بنائے رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے اس دور کو کتب خانوں کی تہذیب کے دور سے یاد کیا جاتا ہے۔ اہل علم کو تحقیق، تصحیح و نقل کی سہولت فراہم کرنے کے



لئے بادشاہوں کے خزانہ الکتب ہی میں نہیں بلکہ عام طور پر امیروں و وزیروں کے کتب خانوں بھی ایک ایک کتاب کے متعدد نسخے رکھے جاتے تھے۔

کتب خانہ سازی کی اس عالمگیر تحریک نے امیر 'غریب' چھوٹے بڑے 'عورت مرد ہر کو متاثر کیا اور ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق اس کے پروان چڑھانے میں حصہ لیا یہ تحریک ایشیاء، افریقہ اور یورپ تک بار آور ہوئی۔ بادشاہ کے محل سے فقیر کا جھونپڑا تک اس کا مسکن مورخوں اور تذکرہ نویسوں نے عمدہ عباسی کے کتب خانوں کا ذکر تین وجوہ سے کیا ہے

(۱) کوئی غیر معمولی کتب خانہ ہوا

(۲) کسی خاص واقعہ کے ضمن میں اتفاقاً کتاب میں کتب خانے کا ذکر آگیا

(۳) کسی عالم، امیر، وزیر یا بادشاہ کے کتابوں سے غیر معمولی شغف کی وجہ سے۔ اس

کتب خانہ کا ذکر کر دیا گیا۔

کتابی تہذیب کے عباسی دور میں کتب خانوں کی شناخت حسب ذیل اصول کی روشنی

کی گئی ہے۔

(۱) تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں کسی ذخیرہ کتب کے متعلق خزانہ یا اس کے ہم معنی اطلاق۔

(۲) کسی شخصیت کے متعلق کتابوں کے جمع کرنے کی صراحت۔

(۳) کسی کے متعلق علمی ذخیرہ جمع کرنے اور اس میں اضافہ کرنے کی غرض سے خود نقل کرنے یا باجرت نقل کرانے کا ذکر۔

(۴) کتابوں کا شیفتہ ہونے اور ہمہ وقت مطالعہ میں منہمک رہنے کی طرف اشارہ۔

(۵) مقدار کتب کی صراحت۔

(۶) ذخیرہ کتب کی تعداد کی تصریح۔

(۷) ذخیرہ کتب کی قیمت کی تصریح۔

(۸) اصلی نسخوں کے ہونے کی صراحت۔

(۹) کسی کا ذخیرہ کتب میں اضافہ کے لئے کتابیں خریدنا۔

(۱۰) زندگی میں اپنا ذخیرہ کتب فروخت کرنا۔

(۱۱) کسی خاص خطہ زمین کے اہل علم کو کسی نامور عالم کے ذخیرہ سے پہلی مرتبہ کراانا۔

(۱۲) کسی صاحب کتب خانہ یا کثیر التصانیف عالم کی کتابوں کا اس کے پاس محفوظ ہونا۔



- (۱۳) وارثوں کے لئے کتابیں چھوڑ جانا۔
- (۱۴) کسی کے حق میں اپنے ذخیرہ کتب کی وصیت کر جانا۔
- (۱۵) کسی کا اپنے پاس کاتب و ووراق رکھنا یا کسی کا وراق ہونا۔
- (۱۶) کسی کا اپنے ذخیرہ علمی سے کتابیں عاریتہ دینا۔
- (۱۷) کسی کا اپنے یہاں کسی کو کتابوں کی نقل کی سہولت دینا۔
- (۱۸) کسی عالم کا سفر میں کتابیں ساتھ رکھنا۔
- (۱۹) کتابتِ علم کے ساتھ کسی کے متعلق کثیر التصانیف ہونے کی تصریح۔
- (۲۰) کسی خانوادہ علمی میں علم و فضل کا نسلاً بعد نسل منتقل ہونا۔
- (۲۱) کتابیں وقف کرنا۔
- (۲۲) کسی کے متعلق آثارِ حسنہ اچھی یادگاریں چھوڑ جانے کا ذکر۔
- (۲۳) کسی شوقین کی کتابوں کا چرایا جانا۔
- (۲۴) کسی شائقِ کتب کی کتابوں کا لوٹا جانا۔
- (۲۵) کسی عالم کی کتابوں کا جلنایا جلایا جانا۔
- (۲۶) کسی عالم کی کتابوں کو زیر زمین دفن کرنا۔
- (۲۷) کسی عالم کی کتابوں کا پانی میں ڈوب جانا یا دریا برد ہونا یا کیا جانا۔
- (۲۸) کتابوں کا دھو ڈالنا۔
- (۲۹) کتابوں کو محو کرنا۔
- (۳۰) کتابوں کو غار میں پھینکنا۔
- (۳۱) کتابوں کو پھاڑ کر ہوا میں اڑانا۔
- (۳۲) ذخیرہ کتب میں اضافہ کے لئے بہت بڑی تعداد میں سامانِ کتابت خرید جانا۔
- مورخین نے عہدِ عباسی میں کتابوں کی تعداد بیس ۲۰ لاکھ تک بیان کی ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں عوامی کتب خانوں کا آغاز کم از کم ایک ہزار (۱۰۰۰) اور زیادہ سے زیادہ دس ہزار (۱۰۰۰۰) جلدات سے ہوا بعد میں واقف کی حیثیت سے زیادہ اس کے شوق اور مذاق کی نوعیت پر تعداد کتب کا مدار رہا۔ شاہی کتب خانوں سے اہل علم اور عوامی کتب خانوں کو کتابیں دی جاتی تھیں اس لئے اس میں کتابوں کا ذخیرہ اور ایک ہی کتاب کے متعدد نسخے بڑی تعداد میں رکھے جاتے تھے۔ ذاتی کتب خانوں میں کتابوں کی اوسط مقدار ایک بار شتر بھی کافی سمجھی گئی تھی، ذاتی کتب خانوں کے سلسلہ میں کم سے کم مقدار کتب جس پر خزانہ کا اطلاق کیا گیا ہے وہ قطر کبیر ہے۔

عبد عباسی کے کتب خانوں کی اہمیت و افادیت کی شناخت کا اصول، استنادی حیثیت کے نسخوں کی اساس پر مبنی تھا یہ حوالہ جاتی کتب ہوتی تھیں اور الاصول کے نام سے پکاری جاتی تھیں، نادر اساسی و بنیادی کتب کے ذخیرہ کو المخطوط المنسوبہ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا، یہ توضیح بھی محققین اور اہل قلم کو کتب خانہ کی طرف رہنمائی کی غرض سے کی جاتی تھی تاکہ کتب خانوں کی خدمات سے سب ہی بہرہ مند ہوں۔

”ارسال رسل“ اور ”تنزیل کتب“ نے بنی نوع انسان میں روشن خیالی پیدا کی فلسفہ زندگی کے لئے ہر نوع کے کتابی مواد کو جنم دیا، ادبی سرمایہ کو بڑھایا اس کا ریکارڈ کرنے، رکھنے اور استعمال کرنے کا جو گر بنایا، اس کے نور سے عبادت گاہیں منور ہوئیں، علم کا نشوونما ہوا، تحریکِ احیاء علوم کا آغاز ہوا، کتب مقدسہ، صحیفِ ابراہیم، تورات، زبور، انجیل اور قرآن کی حیثیت کتب خانہ ساز کتب کی رہی۔ اس لئے تاریخ کتب خانہ میں سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے کتب خانوں کی نشاندہی کی جاتی لیکن مورخین کتب خانہ نے اس سے ماخوذ ادبیات و فلسفہ زندگی پر مبنی کتب خانوں کا ذکر تو کتابوں میں کیا مگر الہامی کتب سے اعتناء نہیں کیا جو شیوہ تاریخ نگاری کے خلاف ہے۔ ہمیں تعجب و افسوس ہے کہ تاریخ کتب خانہ میں الہامی کتب کا یہ شاندار باب تاریخ نگاروں کی نظر سے کیوں اوجھل رہا اور کیوں یہ ان کے اعتناء و توجہ کا مستحق نہ ہو سکا حالانکہ اسلام میں کتب خانہ کا نام الہامی کتاب ”الکتاب“ کی نسبت سے شروع میں ”مکتب“ اور ”مکتبہ رکھا گیا“ بعد میں بائبل کی نسبت سے بلیو تھک (Bibliothaque) مشہور ہوا، انہی وجوہ سے فروغ کتب و کتب خانوں میں انبیاء علیہم السلام کی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا گیا اور ان پر اتاری گئی کتب و صحف کے اثرات کو بیان کیا گیا کیونکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غایت ہی تعلیم کتاب و حکمت، تزکیہ اور ابلاغِ علم و کتاب رہی ہے جس کی وجہ سے بنی نوع انسان میں استعدادِ علمی پیدا ہوئی اور وہ خلافتِ ارضی کے فرائض انجام دینے کا اہل بنا۔ انبیاء کے ارسال اور کتابوں کی تنزیل کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک برابر قائم رہنا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ عہدِ قدیم سے ہر شہر اور بستی میں کتاب اور کتب خانہ کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔

اس بحث سے تہذیب و تمدن کے تاریخ نگاروں کے اس خیال کی کہ ”انسان جاہل پیدا ہوا تھا اور امتدادِ زمانہ کے بعد وہ علم سے آشنا ہوا“ تردید ہو جاتی ہے البتہ ان ادوار میں کتابوں کا ہیولی، ہیئت، نوعیت، کمیت و کیفیت تمدن کے تدریجی ارتقاء کے لحاظ سے مختلف رہی، کبھی کتاب دیواروں پر لکھنے کی صورت میں، کبھی پتھروں اور کچی پکی اینٹوں کی صورت میں، نمایاں ہوئی، کبھی ہڈی، پتے

کبھی پائرس کبھی چمڑے اور کبھی کاغذی پیرہن میں نمودار ہوئی، اب پلاسٹک کی صورت میں ظاہر ہونے کے لئے بے چین ہے یہ جہاں کہیں بیٹھ کر فیض بخشیاں کرنے لگی ہیں وہی کتب خانہ کہلایا ہے۔

شرق اوسط کی طرف بھیجے گئے انبیاء علیہم السلام کے علم و کتاب اور فروغ کتاب کی سرگرمیوں کا ذکر قرآن میں اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ خطہ زمین انسانی تمدن و ثقافت کے ارتقاء اور علم و فن کی ترقی کا مرکز رہا ہے اسی سرزمین پر ادیان سماوی کا ظہور ہوا یہیں تعمیر افکار کے قدیم ترین ذرائع کا سراغ لگا اور حروفِ ابجدی کی معرفت حاصل ہوئی اور اس خطہ سے یہ علوم جگہ جگہ پہنچے ہیں کتب و کتب خانہ ”بیان“ کا مرہونِ منت ہیں، بیانِ اختیاری کے ارتقائی مدارج تین ہیں۔

(۱) اشارہ اس میں صوری ارتقاء، تصویری خط، جدولی خط، آثاری خط، رواں خط اور معنوی ارتقاء میں حقیقی تعبیرات، مجازی تعبیرات داخل ہیں۔

(۲) نطق، میں حروفِ تہجی کی تکمیل اور زبان کی تشکیل۔

(۳) خط، تحریر کے فن کی تشکیل و تکمیل، کی طرف ہزار سال قبل فلاسفہ اسلام میں جاہل المتونی ۲۵۵ھ اور راغب اصفہانی المتونی ۵۰۲ھ نے آیت شریفہ علمہ البیان کی تشریح میں اشارہ کیا تھا۔

قرآن مجید بنی نوع انسان کی ہدایات کے لئے اتارا گیا ہے۔ وہ جملہ علوم و فنون اور صنائع کو بھی روشنی مہیا کرتا ہے اس نے قدیم ابتدائی خط، خطِ منسخی کی طرف بھی بامیدی سفرہ میں اور لفظ اجل سے جو سنگ و گل کا معرب ہے گلی کتب خانہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

رسالتِ محمد ﷺ سے قبل ہر رسول کی بعثت ایک مخصوص خطہ اور قوم میں ہوئی تھی اس لئے علوم و کتب کے فروغ کا دائرہ بھی اسی قوم و خطہ تک محدود رہتا تھا۔ اگر عہدِ قدیم کے تمام شہارے اور تحقیقاتی ذخیرے ہمیں مل جاتے تو اس بے پایاں علوم و کتب کو رکھنے کے لئے ایک ملک درکار ہوتا لیکن نبی کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد اس قوم کے علوم و معارف پر ایک خاص پڑھے لکھے طبقہ کی اجارہ داری قائم ہو جاتی تھی۔ یہ اپنے آپ کو اور اپنے علوم و فنون کو برتر سمجھ کر اس خطہ میں آباد دوسری اقوام کو نہ وہ علوم سکھاتا اور نہ ان سے کچھ سیکھتا تھا۔ حق کو چھپانا، کتبِ الہی میں لفظی و معنوی تحریف کر کے فروغ علم کی راہ کھوٹی کرتا رہتا تھا اس لئے بنی نوع انسان کا عظیم ثقافتی ورثہ سینہ کا دھینہ ہو کر رہ جاتا تھا۔

عربوں کی فتوحات کا دائرہ جب وسیع تر ہوا اور اقوام عالم فوج در فوج حلقہ بگوش اسلام ہونے لگیں تو قرآن کو صحیح پڑھنے پڑھانے کے لئے لفظوں کا نظام رائج کیا گیا اور اس میں مزید

بہولت کی خاطر اعراب (زیر و زبر وغیرہ) کا طریقہ ایجاد کیا گیا تاکہ اس سلسلہ کو استوار بنیادوں پر رکھا جاسکے اس سے متن کتاب کی صحت کا نظام عمل میں آیا جسے امت نے قرآن و سنت پر محدود نہیں رکھا بلکہ اس کا دائرہ اس سے پیدا شدہ علوم تک وسیع کیا اس کی وجہ سے تحریف و تصحیف کے راستوں کو مسدود کرنے کا علمی دنیا میں نیا طریقہ ایجاد ہوا جس سے دوسرے علم کتابوں کے لئے بھی تصحیف سے تحفظ حاصل کرنے کا راستہ نکل آیا کتابوں میں صحت کا اہتمام کیا جانے لگا اور مسلم معاشرے کا یہ اصول ایک مسلمہ حقیقت بن گیا کہ جو کتاب صحت خالی ہو وہ کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔ صحت کتاب کے متعلق یہ بنیادی تصور اس کتاب مذکورہ بالا اہتمام سے منصب شہود پر جلوہ فگن ہوا۔

الکتاب کے معانی کی صحت اور آیات قرآنی سے استنباط احکام کی وجہ سے اوقاف کے کی بنیاد پڑی، سنت رسول کو بھی اسلام میں قرآن کی طرح ماخذ شریعت ہونے کی حیثیت حاصل اس لئے محدثین نے اس بنیادی طریقہ کو اساس بنا کر اس میں تنوع پیدا کیا تاکہ حدیث کی کتاب استفادہ کا درجہ حاصل رہے اور کتاب کی استنادی حیثیت کسی طرح مجروح نہ ہو سکے، قرآن کے طفیل اس کا دائرہ وسیع ہو کر اسلامی دور کے تمام علوم و فنون کو محیط ہو گیا۔

”سند قرأت“ اور ”اجازت روایت“ سے کتاب کی توسیع و اشاعت اور اس کی استنادی حیثیت کو علمی دنیا میں پہلی مرتبہ استقلال و صحت کی ضمانت ملی اور اس طرح کتابوں کی روز افزائی اشاعت سے کتابی دنیا میں انقلاب رونما ہوا۔

الکتاب کی قرأت و کتابت نے عربوں کی یاد رکھنے اور نہ لکھنے کی عادت و ذہنیت کو بدل رکھ دیا۔ انہیں پڑھنے لکھنے کا ایسا خوگر والہ و شیدا بنایا کہ ان کا کوئی سینہ اور کوئی گھر الکتاب سے نہیں رہا۔

عہد رسالت میں سنت رسول ﷺ کی تدوین سے عربوں کے کتابی ذخیرے اور اکتب خانوں کے ترقی پذیر نظام کے سلسلہ کا آغاز ہوا جس کی شہادت ہمیں خلیفہ اول حضرت صدیقؓ کے ذخیرہ سے ملتی ہے (۱۶)۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ذاتی کتب خانے اس سلسلہ کی نمایاں کڑی ہیں۔ جس کا ذکر ہم نے ”عہد رسالت سے دو دور تک اسلامی کتب خانوں کا ارتقاء“ میں تفصیل سے کیا ہے (۱۷)۔

قرن اول کے بعد جب روایت بالمعنی کی جانے لگی تو احادیث کے ذخیرہ میں غیر معمولی ہوا، سنت کے ذخیرے میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور انفرادی ذخائر کی تعداد عہد صحابہ میں بہت گنی علمی ورثہ اور کتب خانہ سے محبت و شفقت اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کی بربادی و تباہی گھر

ل و عیال کی تباہی سے زیادہ شاق گزرنے لگی تھی (۱۸)۔

دورِ اموی میں ابن ابی لیلیٰ انصاری المتوفی ۸۲ھ اور عبدالحکم جمحی کی مساعی سے عوامی کتب خانوں کی تشکیل عمل میں آئی۔ اسی دور میں کتابوں سے مانوس کرنے اور شرح خواندگی میں اضافہ کرنے کی خاطر کتابوں کے ساتھ کتب خانہ میں تفریح طبع کا سامان بھی رکھا جانے لگا تھا۔

حضرت معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں سرکاری کتب خانہ کی اساس رکھی، پھر شاہانِ اموی کے شاہی کتب خانے پروان چڑھتے رہے۔ حضرت معاویہؓ کے پوتے خالد بن یزید نے تخت و تاج سے دستبردار ہو کر کتب خانہ قائم کیا اس میں سائنسی کتب کا عربی میں ترجمہ کرا کر ذخیرہ فراہم کیا اور معمل، تجربہ گاہ بھی بنائی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے دورِ خلافت میں جب حکومت کی زیر سرپرستی کتابی صورت میں تدوین سنت کے احکام جاری کئے تو ائمہ فن زہری اور مکحول وغیرہ نے نہایت محنت سے یہ مہم سر کر کے کتب خانہ شاہی میں علمی سرمایہ محفوظ کرایا اور حکومت کی زیر نگرانی کتب خانوں میں سینٹرا لائزیشن (Centralization) ایک مرکز کے تحت کتابوں کی تحصیل و ترسیل (dissemination and Retieval) کا عمل شروع کیا (۱۹)۔ دورِ اموی میں شاہی کتب خانوں کا ذخیرہ اتنی وسعت اختیار کر گیا تھا کہ اسے خچروں پر منتقل کیا جاتا تھا (۲۰)۔

قرآن و سنت کی وجہ سے مسلمانوں میں جتنے بھی علوم و فنون پروان چڑھے اور جس قسم کا بھی ادب پھیلا خواہ کسی زبان میں بھی ہو اس ادب میں اسلامی تہذیب کا فرما رہی ہے چنانچہ ہر کتاب کا آغاز ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سے کیا گیا اور کتاب کا آغاز حمد و نعت سے ہوا۔

عہدِ عباسی میں جو ادب پروان چڑھا بقول سید عبداللہ اس کی نمایاں خصوصیات دو ہیں۔ اول..... جمع اور قافیہ کا ذوق اور کتابت کا شوق۔ دوم، رمزیت اور ایمائیت، دونوں صفات جن میں سے ایک کا تعلق صوت سے ہے اور دوسری کا تعلق طرز ادا سے، مسلمانوں کے تمام ادبوں میں موجود ہے ان میں جمع اور قافیہ کا وسیع ذوق خود قرآن مجید کے زیر اثر تھا (۲۱)۔

قرآن و سنت نے مسلمانوں میں علم کی جستجو اور ادراک حقائق کا جو ذوق پیدا لیا تھا۔ اس نے انہیں نظری سے زیادہ عملی بنایا تھا، یہی وجہ ہے کہ مجرد بحث و نظر عربوں کے مذاق کی چیز نہیں تھی وہ تجربہ و مشاہدہ پر زور دیتے تھے۔ اس لئے عہدِ عباسی میں مسلمانوں نے ایسی ایجادات (قطب نما، بارود، کانغذ اور اعشاریہ نظام) کیں جن سے علمی و تجرباتی دنیا میں انقلاب آگیا۔ یہی ایجادات و تحقیقات بعد میں یورپ کی ترقی کی بنیاد بنیں۔

مسلم معاشرہ میں کتب خانوں کے قیام کے فکری، مذہبی، اخلاقی، سماجی اور ثقافتی مثبت و منفی



عوامل و محرکات میں علم کو عبادت و فضیلت کا درجہ دینا علم کو میراث انبیاء قرار دینا، گھر میں کتاب رکھنا، نبی کو مہمان رکھنا، علم کو امانت اور اس کی پاسداری و ادائیگی کو ایک مقدس فریضہ سمجھنا، فروغ علم و کتاب کو علم کی اولین برکات میں شمار کرنا، ابلاغ علم کو بہت ہی بڑے اجر کا کام سمجھنا، کتابوں کی حفاظت کرنا انہیں ضائع نہ کرنا، فراوانی علم کی طلب کا جذبہ، دائمی اجر و ثواب کی خاطر صدقہ جاریہ کے طور پر کتب و کتب خانوں کا قیام و اہتمام، وصیت، عاریت، ہبہ، ہدیہ، جو دو سخا، ایثار، احسان، تعاون نیز دوسروں کی مدد کر کے مثالی انسان بننا، انفاق اور کتابوں پر خرچ کرنا سماج سے علم و افلاس کا خاتمہ کرنا، علم و کتاب میں بخل و اکتناز کہ دوسروں کو ذخیرہ علمی کی ہوا نہ لگنے دینا اور کتمانِ علم سے باز رکھنا، کتب خانے کی عزت و شہرت کا، ذہنی جلا کا، سجاوٹ و زینت کا، تعلیمی تحقیقی ضروریات کی تکمیل کا باعث ہونا، اس کا زرِ خالص کی حیثیت اختیار کر جانا، رشتہ ازدواج میں وجہ انتخاب بننا، فکری قوتوں کو پروان چڑھانے اور دماغی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا منبع، کیفی سرور اور سیر و تفریح کا مرکز قرار پانا، اسلامی سماج میں قیادت و سیادت کے بھرم کا موجب ہونا، کتب خانے کے قیام کو ایسا طبیب سمجھا جانا جو مریض کو دوا کے ساتھ غذا بھی دیتا ہے نیز کتب خانوں کے قیام کا مشرق و مغرب کی علمی دنیا میں موازنہ اور فخر کا موجب ہونا اسلام میں قیام کتب خانہ کے ایسے عوامل ہیں جن کا اس سے پہلے ہمیں کسی اور معاشرہ میں سراغ نہیں ملتا۔ یہ عوامل و محرکات نہایت سادہ متنوع و جامع، قید زبان و مکان سے بالاتر اور دور رس نتائج کے حامل ہیں۔ مگر تاریخ کتب خانہ میں ان عمومی و خصوصی عوامل کی نہ کہیں نشاندہی کی ایسی کوشش کی گئی ہے اور نہ ان سے استنباط کر کے وہ اجزاء پیش کئے گئے جو جذبہ انسانی کو ابھارنے میں معاون ہوتے ہیں پہلی مرتبہ اس تحقیقی مقالہ میں ان کا احاطہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں "ارسال" اور "تنزیل کتب" کا ترقی پذیر سلسلہ بنی نوع انسان کی صلاح و فلاح اور اس کی روحانی و ثقافتی ترقی کے لئے قائم کیا تھا لیکن اہل کتاب صحیح معنی میں نہ ان کتب و صحف کی حفاظت کر سکے جو انہیں دی گئی تھیں اور نہ کتابی مذہب پر مبنی ثقافتی ورثہ ہی کو محفوظ رکھ سکے، جب نبی امی فدائہ ابی دمی کی بعثت ہوئی اور غارِ حراء سے "اقرا" کے نور نے دنیا کو علم کی روشنی سے روشن کیا تو سرزمینِ عرب میں از سر نو علمی دور کا آغاز ہوا پھر رفتہ رفتہ یہ ظلمت کدہ بقعہ نور بن گیا۔

رسالتِ محمد ﷺ نے الکتاب کا پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض کر کے اس حقیقت کو واضح کیا کہ "الکتاب" ہی بنی نوع انسان کی روحانی اور مادی زندگی کا دستور العمل ہے پھر سنتِ رسول ﷺ کو بھی شریعت کا دوسرا ماخذ ہونے کی حیثیت حاصل ہوئی اس لئے

کتاب اللہ اور ”سنت رسول اللہ“ کی (۱) کتابت (۲) قرأت (۳) حفاظت (۴) اشاعت کو  
ت مسلمہ نے نہایت اہم فریضہ سمجھا۔ چنانچہ عقائد کی تشریح اور نظام فرائض کی بجا آوری کے  
تے عہد عباسی میں مجتہدین فن نے نقلی (شرعی) علوم اور ان کے معاون علوم کی تدوین و ترتیب  
ہ۔ ان نقلی علوم کو مسلم معاشرے میں عظیم الشان اہمیت حاصل ہوئی مفکر ابن خلدون نے اس  
پر علوم کو دو شعبوں ”علوم نقلیہ“ اور ”علوم طبعیہ“ میں تقسیم کیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح  
جاتی ہے کہ علوم و فنون کی تدوین و ترتیب اس ”الکتاب“ کی مرہون منت ہے۔

رسالت اللہ ﷺ نے الکتاب کو صحابہ کے صفحات قلب ہی پر نقش نہیں کرایا بلکہ  
پائیدار اجزاء پر لکھوا کر اس کی ظاہری حفاظت کا سامان بھی کیا پھر خلیفہ راشد حضرت ابو بکرؓ نے  
مد صدیقی میں اسے قرطاس پر نقل کرا کر کتابی صورت میں حفاظت کی راہ امت کو دکھائی، عہد  
انی میں حضرت عثمانؓ نے اس سرٹیفائیڈ (Certified) نسخہ کی مزید کاپیاں تیار کرا کے اسلامی  
رو کے مرکزی شہروں کی مرکزی مساجد میں بھیجیں۔ ان مصاحف سے استفادہ و نقل کے لئے ان  
رکزی مساجد میں نامور قراء کو بھیج کر عوامی کتب خانوں کی بنیاد ڈالی۔

قرآن کی کتابت کے لئے اس دور میں جو خاص رسم الخط رائج ہوا وہ ”جزم“ کے نام سے  
سوم ہوا، پھر الکتاب کی کتابت سے اسلام میں فن خوشنویسی کی ابتداء ہوئی قواعد کتابت و  
رشنویسی کی تدوین و تربیت عمل میں آئی اور خط و خطاطی نے فروغ پایا۔ اس سے یہ بات بخوبی  
ضح ہو گئی کہ مسلمانوں میں ”الکتاب“ کی وجہ سے عربی رسم الخط کے ترقی پذیر سلسلہ کا آغاز ہوا  
در قرآن مجید کو حفاظت کی خاطر ”بین الدینین“ رکھا گیا جس سے اسلام میں تجلید کی ابتداء ہوئی،  
بڑھلا کاری و گل کاری اور آرائش و زیبائش کتاب کے وسیع نظام کی تشکیل ہوئی۔

اسلامی نظام تعلیم کا یہ اثر تھا کہ عہد اموی میں تعلیم اور علم و کتاب سے کوئی گھر خالی نہ  
رہا۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اصطلاحی مدارس کا رواج نہیں ہوا پھر بھی اسلامی قلمرو میں  
شہر اور بستی میں ضرورت کے مطابق تعلیم کا سلسلہ بحسن و خوبی جاری تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں  
روشن دماغ ارباب کمال ماہرین فن کی جماعت تیار ہو کر نکلتی اور اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح  
پوری کرتی رہی تھی جیسا کہ طبقات، انساب و بلاذکی تصانیف کتب سے عیاں ہے۔

عہد عباسی میں اسلامی قلمرو میں مساجد کی تعلیمی حیثیت مدارس سے مختلف رہی۔ مسجد میں  
علوم کی تدریس پر کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ تدریسی منصب میں قابلیت کے علاوہ  
حسب و نسب کی کبھی رعایت نہیں کی گئی اس لئے ہر فن کا ادب عالیہ مساجد میں پھلا پھولا اور تعلیمی  
معیار بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ تیسری صدی ہجری کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں



مدارس و جامعات کا سلسلہ شروع ہوا ان میں تعلیم اختصاصی نوعیت کی رہی بعض مدارس قرآن کی بعض حدیث کی، بعض فقہ کی تعلیم کے ساتھ مخصوص رہے اس سے مخصوص علوم کی ترویج ہوئی اور خاص خاص نوع کا ادب کتابی صورت میں پھیلا۔

عہد عباسی میں بیت الحکمہ کے قیام سے اجنبی زبانوں کو فروغ حاصل ہوا۔ بعض حلقہ درس میں استاد عربی و فارسی دونوں زبانوں میں پڑھاتا تھا۔ ایک ایک جامع میں پچاس پچاس ارباب کمال کے حلقہ درس جدا جدا قائم تھے اور ایک استاد ایک جامع میں مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پڑھاتا تھا، اساتذہ کی ہر دلعزیزی کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ جب ان کا ورود کسی مرکز شہر میں ہوتا تو طبل بجا کر ان کا استقبال کیا جاتا تھا۔

عہد عباسی میں تعلیمی حلقوں کی وسعت و عظمت و اہمیت کا اندازہ، ارباب کمال کو اکرانے والے کے الفاظ کو نقل کرنے والوں، نگرانوں، دروازے پر کھڑی ہوئی سوار یوں سے کیا جاتا تھا یا جن کے ہاتھوں میں دو تئیں ہوتی تھیں ان کو یا، جو لوگ امتیازی لباس زیب تن کر کے آتے حلقہ درس میں شریک ہوتے ان سب کو شمار کر کے کیا جاتا تھا۔

طریقہ تعلیم، روایت و درایت، سماع و اطباء، قرأت و عرض نے کتابوں کو بہت پھیلا یا اور کتب خانوں کے ذخائر میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔

عہد عباسی ۷۵۰-۱۲۵۸ھ / ۱۳۲-۶۵۶ھ) جس میں (۳۷) خلیفہ گزرے ہیں ان حکومت بحر اوقیانوس سے وادی سندھ تک کم و بیش پانچ ہزار (۵۰۰۰) میل کے طویل و عریض رقبہ محیط تھی۔ انہوں نے ۲۴ برس حکومت کی، یہ طویل زمانہ چار ادوار پر منقسم ہے، جس میں پہلا دور (۱۳۲-۲۳۲ھ / ۷۵۰-۸۴۷ھ) معاشی خوشحالی، علمی و ادبی ثروت، تمدنی و ثقافتی ترقی کا دور ہے، جس کے تحقیقی و تخلیقی کارناموں کو آئندہ نسلوں کے لئے اساسی ماخذ کی حیثیت اور اس دور کی تصانیف ادب عالیہ کا مقام حاصل ہے۔

ان کے پورے دور میں اسلامی قلمرو میں عربی کو سرکاری اور علمی زبان کی حیثیت حاصل رہی اور کم و بیش بڑے چھوٹے شہر و قصبہ میں تعلیم کے لئے مدرسے، مطالعہ کے لئے کتب خانے، بعض مرکزی شہروں میں مشاہدات کے لئے رصد گاہیں اور علاج و تجربات کے لئے شفاخانے قائم کئے گئے تھے صنعت و حرفت اور تجارت کو فروغ حاصل تھا۔ چنانچہ اسلامی قلمرو کے شہروں کی شہرت و عظمت اس وجہ سے نہیں تھی کہ وہ فلاں فلاں بادشاہ کے دار الخلافہ تھے بلکہ ان کی عظمت و شہرت کی بنیاد ہی یہ تھی کہ ان شہروں میں علم و فن پروان چڑھتا رہا تھا، ان میں اہل علم کی علمی ضروریات کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے کتب خانے قائم تھے اور وہ کتابی تہذیب کا گوارا تھے۔

شاہانِ عباسی نے اقوامِ عالم کے برباد شدہ تمدنی و ثقافتی ورثہ کے حصول، پاسبانی اور فیض لانی کے لئے بیت الحکمہ قائم کیا اور غیر زبانوں کی تعلیم و ترویج کے لئے علیحدہ مدرسہ کھولا، اقوام کے علوم و فنون کی تحصیل، پاسبانی و قدردانی کا دائرہ کار اسلامی علوم کے علاوہ علومِ اوائلی تک بلایا اور یہ ذوقِ کتب خانہ سازی ان میں نسلاً بعد نسل قائم رہا، مشرقی و مغربی قلمرو میں اس روش سب کا عمل رہا۔

عہدِ عباسی میں وزیر و عامل بھی تحقیقِ علم کی خاطر علم و فن کے قدردان تھے وہ بادشاہوں کی دوش پر چلتے، کتب خانہ سازی میں ان کی ریس کرتے، کتابوں کے بہتر سے بہتر اور متعدد نسخے اپنے کتب خانوں میں رکھتے، اہل علم کی سرپرستی کرتے، کتابیں لکھواتے، مصنفین کو ان کے نام کتابیں نون کرنے پر انعام دیتے، وراق کتب خانوں میں ان کے لئے کتابیں نقل کرتے اور ترجمہ نگار فنی کتابوں کا ترجمہ کر کے ان کے ذخائرِ علم میں اضافہ کرتے تھے، اہل علم کی مجالس سے لطف اندوز ہوتے اور عام لوگوں کی طرح کتب خانے خریدنے جاتے تھے۔ علم و کتب کی نشرو اشاعت اور کتب خانوں کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے کتب خانوں میں خازن و عملہ رکھتے کتابوں کا کیٹلاگ بنواتے امور اہل علم سے کتابوں کی تصحیح کراتے۔ بعض وزیر عوامی کتب خانے قائم کرتے، مدرسے اور کتب خانے بنواتے، اس طرح دیگر حکام بھی صاحبِ سیف و قلم اور صاحبِ کتب خانہ بنتے رہتے تھے۔

عہدِ عباسی میں قراء، مفسرین، محدثین، فقہاء، قضاة، متکلمین، صوفیہ، ائمہ نحو و لغت، ادباء، شعراء، واعظ، مورخین، ماہرینِ انساب، اطباء، اتالیق، وراق و خوشنویس، خازن، فنکار، تاجر و دولتمند سب ہی ذاتی کتب خانہ رکھتے۔ علوم کی نشرو اشاعت تصنیف و تالیف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے چنانچہ ان میں سے بعض رات میں کھڑے ہو کر کتابیں لکھتے، سفر میں کتابوں کا پشتارہ اپنے ساتھ رکھتے تھے گویا حضری کتب خانے کے علاوہ سفری یا گشتی کتب خانہ ان کے ساتھ رہتا، ذخیرہ کتب میں اضافہ کی خاطر سفر و حضر میں کتابیں خریدتے تھے۔ ان کے ذخیروں کی ندرت و کثرت اور استفادہ کی نوعیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ ان کے ذخائر کا کیٹلاگ بھی کتابی صورت میں مرتب ہوتا تھا۔ مفسرین کا کتب خانہ کم از کم پندرہ (۱۵) علوم کا جامع ہوتا تھا۔ کسی محدث کو محنت کتب کے بغیر چارہ نہ تھا۔ کتابوں کو جمع کرنا ان کی حفاظت و اشاعت کرنا بھی ان کے فرائض میں سے تھا۔ اس لئے محدثین میں سے کم و بیش ہر ایک کے پاس ذاتی کتب خانہ رہتا تھا اور محدثین کے کتب خانوں کی کثرت کی اصل وجہ بھی یہی ہے۔ ائمہ مجتہدین کی اس ہدایت نے کہ ہمارے قول پر فتویٰ دینا اس کو روا ہے جسے ہمارے قول کی اساس کا علم ہو، فقہاء کو ائمہ فقہ کا خصوصی ذخیرہ رکھنا لازمی کر دیا تھا۔

متکلمین کا ذخیرہ کتب علوم کلام کے علاوہ ان کے اساتذہ کی گونا گوں تصنیف کا بھی جامع ہوتا تھا اور ان میں یہ بات مشہور تھی کہ جس نے تخلیقی قوتوں کو کام میں لا کر کوئی تحریر نہیں چھوڑی اس نے اسلام کی چاشنی کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ اس سے علوم و فنون میں بہت زیادہ وسعت اور تصنیفی ذخائر میں اضافہ ہوا تھا۔ عہد عباسی میں صوفیہ کتابیں ہی نہیں پڑھتے تھے۔ کتابوں کا ذخیرہ رکھتے اور کتب خانہ بھی بناتے تھے، بعض صوفیہ کتابوں کے ایسے دلدادہ تھے کہ اپنے ساتھ وراقوں کی جماعت لے کر نکلتے، مقابلہ کی اجرت پچاس (۵۰) دینار تک ادا کرتے اور کتب خانے میں ہمیشہ با وضو داخل ہوتے تھے۔

بعض نحویوں کا ذخیرہ کتب اتنا وسیع تھا کہ اس کی ترتیب و سہولت کی خاطر انہیں نوٹیشن (علامت) ایجاد کرنا پڑی تھی، کتابیں خراب ہو جاتی تھیں، تو انہیں مسالاکا کر درست کرتے اور ذخائر کو احتیاط سے رکھتے تھے۔

بعض ائمہ لغت کی تالیفات کا ذخیرہ بیس ہزار (۲۰۰۰۰) درہم سے کم نہیں ہوتا تھا، ادیبوں اور دانشوروں نے لسانی اور ادبی علوم کی ترتیب و تدوین کی اور اتنا ذخیرہ جمع کیا تھا کہ اس سے ان کا گھر بھر گیا تھا۔

مورخین کا ذخیرہ علوم تاریخ، خطوط و جغرافیہ پر ہی مبنی نہیں ہوتا تھا بلکہ دیگر اسلامی علوم کا بھی جامع ہوتا تھا، بعض مورخین نے اتنا اہم ذخیرہ جمع کیا تھا کہ ان کے یہاں شائقین کتب کاراں میں بھی کثیر تعداد میں قیام رہتا تھا۔ اس غرض سے انہوں نے پچاس پچاس لحاف بنا کر رکھے ہوئے تھے۔ مسلم فلاسفہ کے کتب خانوں میں فلسفہ و اخلاق کے علاوہ لسانیات، ادب عالیہ، اسلامی علوم اور علوم اوائلی، طب، ریاضی، ہندسہ، نجوم، ہیئت و موسیقی کے جامع ہوتے تھے بلکہ بعض کتب خانوں میں یونانی و سریانی زبانوں کی کتابوں کا بھی قابل رشک ذخیرہ محفوظ ہوتا تھا۔ بعض مہندسوں کے کتب خانوں کی دور دور تک دھوم تھی۔ چنانچہ جب حملہ ہوتا تو باش مشہور کتب خانوں کو لوٹ لیتے تھے، بنو شاکر فنی کتابوں کے ترجموں پر لاکھوں دینار سالانہ خرچ کرتے تھے، اطباء کے کتب خانے بیس بیس ہزار مجلدات پر مشتمل ہوتے تھے۔

تاجر عہد عباسی میں نہ صرف تجارت میں مصروف رہتے بلکہ وہ پڑھنے لکھنے کے لئے بھی وقت نکالتے اور اپنے علم و آگاہی میں اضافہ کی خاطر کتب خانے بناتے تھے، یہ تاجر اپنے ذخیرہ کتب کو منجھ نہیں رکھتے تھے۔ وہ اگر سیرو سیاحت کے لئے نکلتے تو کتب خانہ بھی جو کئی بار شتر کتابوں پر مشتمل ہوتا تھا، ساتھ لے کر نکلتے تھے۔ یہ عہد عباسی میں تاجروں کے کتب و کتب خانوں سے شغف و شیفتگی کی نہایت بین دلیل ہے۔

دورِ اموی میں مکہ میں عبدالحمک جمعی کی کوشش سے عوامی کتب خانہ کا آغاز ہوا تھا۔ عہدِ عباسی میں تیسری صدی ہجری میں مساجد سے علیحدہ بھی عوامی کتب خانوں کی داغ بیل پڑ گئی تھی اور ان میں کتابوں سے فائدہ اٹھانے والوں کو ورق (کتاب) اور ورق (نقد رقم) دینے کا نیا طریقہ رواج پا گیا تھا۔ موجودہ دور میں پبلک لائبریری کا صحیح مفہوم ٹیکس سپورٹڈ اور ریٹ سپورٹڈ میں نکلتا ہے۔ لیکن عہدِ عباسی میں سرکاری یا فرد واحد یا چند افراد کسی مخصوص طبقہ یا عام اہل علم یا عوام کے استعمال کے لئے کتب خانے وقف کرتے تھے وہ عوامی کتب خانے کہلاتے تھے۔ ان کتب خانوں کے دروازے بلا معاوضہ بلا امتیاز مذہب و مسلک اور قوم و فرقہ 'مقامی و بیرونی ممالک کے عوام و خواص پر کھلے ہوتے تھے۔ اس حیثیت سے عہدِ عباسی کے عوامی کتب خانے موجودہ دور کے ترقی یافتہ عوامی کتب خانوں سے زیادہ وسیع، زیادہ متنوع، زیادہ سود مند اور زیادہ سہولت بخش ہوتے تھے۔

عہدِ عباسی میں وقف کتب خانہ کے محرکات بہت متنوع ہیں۔ چنانچہ

(۱) کتب خانہ کے قیام کا شوق

(۲) ذخائر کتب میں غیر معمولی اضافہ

(۳) جمع کتب کے بعد وسائل کی کمی

(۴) ضیاع کا خطرہ

(۵) نگہداشت میں کوتاہی

(۶) ذخائر کتب سے خود استفادہ کرنے سے قاصر ہونا

(۷) اہل علم اور محققین کی کتابی ضروریات کی تکمیل کا شوق

(۸) شہرت و ناموری

(۹) ان مقاصد کا پورا ہونا یا نہ ہونا جن کے تحت ذخیرہ کتب مہیا کیا گیا تھا۔

(۱۰) معاشی نقطہ نظر سے افادیت، مناسبت اور مصلحت کے پیش نظر کتب خانہ وقف کرنا

مذکورہ بالا وجوہ سے وقف کے کتب خانوں کا سلسلہ بدھتا ہی رہا تھا، وقف کی امتیازی شان

برقرار رکھنے کے لئے کبھی واقف کتابوں پر اپنے دستخط ثبت کرتا کبھی منتظم کتب خانہ

واقف کے نام کی تختی آویزاں کرتا تھا، وقف کی ہوئی کتابوں کا کیٹلاگ کتابی صورت میں

علیحدہ تیار کیا جاتا تھا۔

عہدِ عباسی میں علوم و فنون کی تدوین اور کتابی صورت میں اس کی اشاعت ایسی تیزی سے

ہوئی تھی کہ نقل و اشاعت کے لئے ایک نئی صنعت اور نیا فن و راقہ (کتاب سازی) وجود میں آیا

تھا۔ صنعت و راقہ 'کاغذ سازی' جلد سازی 'سامان کتابت' تصحیح و ضبط اعراب سے عبارت تھی، یہ

ملت اسلامیہ میں عراق سے اندلس تک ایک ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح تھی۔ اسلامی قلمرو میں اس کی بہت گرم بازاری تھی۔ کثرت سے علمی کتابیں لکھی جاتی تھیں، اسلامی دنیا کے ہر گوشہ میں ان کی نقلیں لی جاتی، جلدیں بند ہوائی جاتی تھیں، یہ علم و دانش میں اضافہ اور معیشت کو مستحکم رکھنے کا نہایت موثر ذریعہ تھا۔ اس لئے اسلامی معاشرے میں سیف و قلم کے بازار ہی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور ہر مرکزی شہر میں سوق الوراقین سو سو دکانوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ سوق الوراقین کا ذخیرہ ارباب کمال کی نظر میں رہتا تھا۔ اس میں شعراء کا کلام نقل کیا جاتا، علمی مذاکرے ہوتے اور ایسے ایسے نکتے ہاتھ آتے تھے جو کسی اور جگہ مشکل ہی سے ملتے تھے۔ ارباب فن تقویم کا عمل کرتے، اہل کمال کے جوہر کھلتے، باہم محبت بڑھتی تھی، وراق اہل علم کی قدر کرتے، انہیں کتابیں نذر کرتے، ذخائر کتب سے استفادہ کے لئے دکانیں رات بھر کے لئے کرایہ پر دیتے تھے، ہر علم و فن کی کتابوں سے بازار کتب بھرا رہتا تھا اور اہل علم کی طلب کو پورا کرتا تھا۔

کانغذ کی صنعت نے سلطنتوں کو چاندی سونے کے سکوں کے بوجھ سے ہلکا کرنے کے لئے زر کاغذی مہیا کیا اور اس سے علمی و ادبی دنیا میں ایک انقلاب آگیا۔ کانغذ نے قدیم و جدید علمی سرمایہ کو منتقل کرنے، محفوظ رکھنے، اسے آئندہ نسلوں تک پہنچانے، پروان چڑھانے میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ مسلمانوں نے جب اس صنعت سے دنیا کو روشناس کرایا، علمی و ثقافتی ورثہ برابر اس پر منتقل ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا، کانغذ ہی وہ مواد کتابت ہے جس نے ناپائیداری کے باوجود اپنی ارزانی و فراوانی کے سبب ہر نوع کے قدیم و جدید علمی سرمایہ کو ہم تک بہ آسانی منتقل کیا، تحریک احیاء علوم و فنون، تحریک کتب خانہ سازی کو حیات جاوید عطا کی اور گھر گھر کتب خانہ بنایا، کانغذی، قراطیسی کرارسی کی نسبت اتنی مشہور ہوئی کہ افراد اور گھرانے اس نسبت سے جانے پہنچانے جاتے تھے۔ یہ شہرت کانغذ سازی و کتاب سازی سے دلچسپی کی نہایت واضح دلیل ہے۔

علوم و فنون کی عام اشاعت اور اس کی ترویج کا سہرا عربوں کے سر ہے، علوم کی اشاعت بڑھتی رہی اور ان کا لگایا ہوا یہ پودا اس قدر بار آور ہوا کہ اس کی وجہ سے مذہبی تعصب، ادب پرستی، بے جا تحکم کا خاتمہ ہوا اور تمدن کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

اسلام نے دستکاری کے فضائل و فوائد بیان کر کے دستکاری و تجارت کو بھی عبادت بنا دیا، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جہاں کہیں مسلمانوں کو کوئی نئی چیز ملی۔ انہوں نے اس کو اپنا کر مزید وسعت دی اور نشوونما بنائی، نہایت اچھا اور سستا کانغذ فراہم کر کے علوم و فنون اور ادب کے فروغ کا سامان ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں علوم و فنون کی ترقی، کتابوں کی اشاعت، اور کتب خانوں کے ترقی پزیر سلسلہ کے احیاء و استحکام کی خاطر اسلامی قلمرو میں کانغذ کی تجارت و صنعت پر کبھی کسی قسم کا ٹیکس لگا



ڈیوٹی نہیں لگائی گئی۔ اس صنعت کی وجہ سے مسلمانوں نے یورپ کے بازاروں میں اپنا سکہ بٹھایا اور علم و فن کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کیا۔

عہدِ عباسی میں جب کاغذ سازی کے کارخانے اسلامی قلمرو کے مرکزی شہروں میں قائم ہوئے اور امت مسلمہ کا عبقری طبقہ اسلامی علوم کی تدوین و ترتیب میں منہمک ہو گیا تو خلفاء عباسیہ نے بین الاقوامی علمی ورثہ کو عربی زبان میں منتقل کرانا شروع کیا، انہوں نے ترجمہ کی تحریک پر زور کثیر صرف کر کے عجمی اقوام کا علمی و ثقافتی ورثہ عربی میں منتقل کرا کر مسلمانوں کے خزانہ کتب کو حکم قرآن و حکمت یونان سے بھر دیا وہ علمی ورثہ جو بنی نوع انسان کا متاع مشترک تھا اس ذخیرہ سے دنیا میں پہلی مرتبہ بلا امتیاز مذہب و ملت ہر طبقہ کے لوگوں کو عوامی سطح پر استفادہ کر موقوعہ ملا۔

عہدِ عباسی میں علم کی قدردانی، تعلیم کی فراوانی اور کاغذ کی ارزانی نے ذخائرِ علوم و کتب میں غیر معمولی اضافہ کیا اور انسان اس لائق ہوا کہ لکھی ہوئی کتابوں سے وسیع پیمانہ پر علم و آگہی حاصل کر سکے اس کی ایجاد سے پہلے معدودے چند لوگ علم سے بہرہ ور ہوتے تھے، عام لوگوں تک علم کاغذ سازی کی ترویج و اشاعت کے بعد پہنچا۔ اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ قوموں کی سیاسی، سماجی اور اقتصادی ترقی میں کتابوں کا نہایت گرانقدر حصہ ہے۔ شفاخانوں میں طبی کتابوں کے ذخائر، رصد گاہوں میں فلکیات و نجوم پر ذخیرے مساجد و مدارس میں مذہبی اور قانونی کتابیں اور بڑی بڑی درسگاہوں میں متنوع ذخائر فراہم کئے جانے لگے تھے اس عمل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ درسگاہوں کے کتب خانوں کو ترقی دینے میں مسلمانوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا، یہ سب کچھ اسلامی قلمرو میں امراء، علماء اہل خیر کی سرپرستی سے ہوا تھا، عہدِ عباسی میں ثقافتی و فنی اعتبار سے کتب خانے قابل رشک مقام پر پہنچ گئے تھے۔

عہدِ عباسی میں کاغذ کی ایجاد کے بعد تحقیقات و تخلیقات کی توسیع و اشاعت کی رفتار غیر معمولی طور پر تیز ہو گئی تھی۔ اس لئے آئندہ نسلوں کے لئے گزشتہ نسلوں کے علمی ورثہ سے فائدہ اٹھانا اور اسے دوسروں تک منتقل کرنا بہت آسان ہو گیا تھا نیز نئی نسل کے لئے اپنے تحقیقی کام کو بلند تر سطح سے شروع کرنے کی راہ ہموار ہو گئی تھی اس لئے عہدِ عباسی کی تحقیقات کا پایہ پر علم و فن میں بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا تھا۔

عہدِ عباسی میں یہ روز افزوں علمی ترقی اور ذخیرہ معلومات اور تحقیقی کارناموں کی بڑھتی ہوئی وسعت نے ارباب فکر و نظر کو اسے مختلف مرکزی اور ذیلی شعبوں میں تقسیم کرنے پر آمادہ کیا تاکہ تخصیص کی وجہ سے علمی و ثقافتی ورثہ کا بہ آسانی تحفظ کیا جاسکے اور اس سے عملاً استفادہ آسان ہو جائے نیز اس کی مزید توسیع میں سہولت ہو۔

انہی سرگرمیوں کا یہ نتیجہ تھا کہ علوم و فنون کو متعدد شعبوں میں تقسیم کیا جانے لگا اور ہر شعبہ مختلف انواع میں منقسم ہوتا رہا۔ ہر نوع کی متعدد انواع اور ہر قسم کی متعدد اصناف ہوتی گئیں پھر ان کی مزید ذیلی شاخیں نکلتی رہیں، اس طرح علم سینکڑوں ذیلی شاخوں میں منقسم ہوتا رہا اور تقسیم در تقسیم کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ عہد عباسی میں علوم قرآن و سنت میں کتنا تنوع ہو چکا تھا اس امر کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں علامہ احمد بن جعفر المعروف بابن المنادی المتوفی ۳۳۶ھ نے علوم قرآن کے موضوع پر چار سو سے زیادہ عنوانات پر کتابیں مرتب کی تھیں (۲۳) علوم حدیث میں جتنا کچھ تنوع ہوا تھا اس کے متعلق حازمی المتوفی ۵۸۴ھ کا یہ بیان ہی نقل کرنا کافی ہے کہ ”انواع علوم حدیث کی تعداد سو تک پہنچ گئی ہے“ (۲۴)۔

اس سے عہد عباسی میں دوسرے علوم کی وسعت و تنوع کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ عہد عباسی میں علوم و فنون کی بڑھتی ہوئی وسعت و ترقی کے پیش نظر فلاسفہ و علماء کو اہم اور بنیادی علوم کا احاطہ کرنا پڑا چنانچہ فارابی کی ”احصاء العلوم“ خوارزمی کی ”مفتاح العلوم“ ابن الندیم کی ”الفہرست“ ”رسائل اخوان الصفاء“ ابن حزم کی ”مراتب العلوم“ وغیرہ اس کی نہایت روشن مثال ہیں۔

عہد عباسی کی انہی علمی سرگرمیوں کا یہ نتیجہ تھا کہ اس دور میں مختلف علوم و فنون کے ادبی سرمایہ کی فنی ترتیب بجائے خود ایک مستقل و جداگانہ علم و فن کی صورت اختیار کر گئی تھی جس کے لئے عہد عباسی میں تصنیف کا لفظ بولا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا فلاں کان حاذقاً فی التصنیف، فلاں شخص علوم و کتب کی فنی ترتیب کتب اور کتابداری میں ماہر تھا۔

کتابوں کے ذخائر کی کثرت اور ان ذخائر سے عوام و خواص کو فائدہ پہنچانے، کتابوں کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرنے کے لئے شاہی، عوامی، علمی اور انفرادی کتب خانوں میں فہرست (کیٹلاگ) سازی کے ترقی پذیر نظام کی تشکیل کی گئی، کتاب کے نام سے، مصنف کے نام سے اور موضوع کے اعتبار سے کتابوں کی فہرست سازی شروع ہوئی جس کی وجہ سے عہد عباسی میں اسماء کئی، القاب اور نسبت میں اندراج کا نظام رائج ہوا اور گونا گوں ترتیبوں کا نظام عمل میں آیا۔

عوام و خواص کی سہولت اور استفادہ کے لئے حروفِ تجوی کی ترتیب اور موضوع ترتیب پر فہرستیں کتابی صورت میں کتب خانوں میں رکھی جاتی تھیں وقف کی کتابوں کا اور انفرادی ذخیرے کا کیٹلاگ جداگانہ بنایا جاتا تھا۔

عہد عباسی میں موضوع کتاب کی تعین، مصنف کی شناخت اور کتاب کی انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لئے تاریخ میں پہلی مرتبہ پشت کتاب پر علامات (نوٹیشن) نگاری کے ترقی پذیر سلسلہ



کا آغاز ہوا۔ ہماری تحقیق کے مطابق عہدِ عباسی میں سب سے پہلے امام ترمذی اور ابو داؤد بھستانی نے کتاب میں ان ماخذوں کی جن سے انہوں نے استفادہ کیا تھا، نشاندہی کی بنیاد رکھی اور حوالوں سے دوسری کتابوں کی طرف رہنمائی کی طرح ڈالی، جو آگے چل کر ایک علم و فن کی حیثیت اختیار کر گئی۔ بعد میں کتاب کی علمی و استنادی حیثیت کو واضح کرنے کے لئے کتاب کے ابتداء میں کتابیات بیان کرنے کا طریقہ رائج ہوا اس طرح اسلاف کی ایک موضوع پر مستند تصانیف سے تعارف حاصل کرنے کا نیا طریقہ دنیا کے علم میں آیا۔

عہدِ عباسی میں ہر موضوع پر کتابوں کی فراوانی نے تحقیق، انتخاب اور خریداری کے مسائل حل کرنے کے لئے اہل علم کو کتابیات کی تدوین کی طرف متوجہ کیا، ہر علم و فن کی مشہور و متداول کتابوں کے متعلق مستند معلومات کے لئے کتابیات کے ترقی پذیر سلسلہ کی تشکیل ہوئی، ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے سینکڑوں علماء نے اس اہم خدمت کو انجام دیا لیکن مشرق میں اس امر میں سب سے زیادہ شہرت ابن الندیم کی ”الفہرست“ کو اور مغرب میں ابن خیر کی ”فہرست مارواہ“ کو حاصل ہے۔

ہر موضوع و مضمون پر اہل علم کی تخلیقات کی خوبیاں اور خامیاں اجاگر کرنے اور ان کی تحقیقات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے ”تبصرہ و تنقید“ کے ترقی پذیر نظام کی تاسیس ہوئی جس سے کتب خانوں کے ذخائر کی ثروت میں غیر معمولی اضافہ ہوا نیز کتابیات کی تاریخ میں تبصرہ و تنقید نے تنقیدی کتابیات (Critical Bibliography) کے تصور کو پہلی مرتبہ متعارف کرایا۔

کتب خانہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہایت متوازن میزانیہ ترتیب دیا گیا اور اس کی مدد میں کتابوں کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم ۴۵، اور تنخواہوں کے لئے ۳۱ فیصد مختص کی گئی جس سے کتب خانوں میں بحث سازی کا سلسلہ شروع ہوا اور کتابوں اور تنخواہوں کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم مختص کئے جانے پر زور دیا جانے لگا۔

عہدِ عباسی میں کتب خانوں کی تعمیر کے لئے زمین کے انتخاب میں صحت افزا مقام کو اہمیت دی گئی، نہر اور باغ کے کنارے بلند و بالا وسیع عمارتوں کی تعمیر کا آغاز ہوا، کتب خانوں کی اندرونی اور بیرونی سجاوٹ اور تراوٹ کا سامان مہیا کرنے کے وسیع تر سلسلہ کی بنیاد رکھی گئی اور کتب خانوں میں مزید جذب و کشش پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔

کتب خانہ کے کمروں کو موسم گرما و سرما میں معتدل رکھنے کے لئے (Air-Conditioning) کا طریقہ ایجاد کیا گیا تاکہ کتب خانہ سے استفادہ کرنے والے

آرام سے مطالعہ و تحقیق میں مصروف رہ سکیں اور خشکی و نمی سے کتابوں کو کوئی گزند نہ پہنچ سکے۔ مدرسہ جامعہ اور کتب خانہ کی عمارت کی افتتاحی تقریب بڑی شان و شوکت سے منائی جانے لگی تھی، شعراء اس تقریب میں اپنے اشعار سناتے۔ اعیان مملکت، قضاة علماء، مدرسین، محققین اس میں شرکت کرتے تھے۔ ایسی تقریبات سے کتب خانہ کی شہرت ہوتی۔ حاضرین میں معارف پروری کا جذبہ ابھرتا اور وہ ان کی تعمیرات میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ تقریب اہل علم کو نئے کتب خانوں کے ذخائر سے استفادہ کی دعوت دیتی تھی۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ کتب خانہ کی ترقی، اس کی بڑھتی ہوئی ضروریات و مقاصد کی تکمیل کے لئے لائبریری کمیٹی کی تشکیل کی بنیاد رکھی گئی۔

طلبہ، شائقین کتب، محققین کی اندرون کتب خانہ علمی ضروریات کی تکمیل اور بیرون کتب خانہ ان کی تحقیقاتی سرگرمیاں جاری رکھنے اور کتب خانہ سے باہر کتابیں لے جانے میں سہولت کے لئے اجراء کتب اور عاریت کتب کے ترقی پذیر نظام کا آغاز ہوا۔ ایک ایک محقق کو بیک وقت دو سو (۲۰۰) مجلد لے جانے کی سہولت تک دی گئی تاکہ کتابوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کئے جاسکے اور تخلیقات کا روز افزوں سلسلہ اشاعت پذیر رہے۔ کتب خانہ میں کتابوں کی حفاظت کے لئے انہیں گونا گوں ظروف میں رکھ کر تحفظ کتب کے اس دور کے جدید طریقوں کو اپنایا گیا۔

موضوعات کی کثرت نے کتب خانوں کے شعبوں میں تنوع اور وسعت پیدا کی چنانچہ دارالمطالعہ، دارالمقابلہ، دارالتصحیح، دارالترجمہ، دارالنقل، دارالتجلید وغیرہ کے شعبوں کی تنظیم عمل میں آئی، ذخائر کی کثرت نے ان میں تنظیم و ترتیب قائم رکھنے کے لئے وسیع انتظامیہ کی تشکیل کو ناگزیر بنایا۔ کتب خانہ میں خدمات کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے اور ذخائر کو upto-date رکھنے اور شرح خواندگی کو بڑھانے کے لئے خازن، مشرف، وکیل، مناوول، فراش، صحیح، ورافق، خوشنویس، کاتب، مترجم، مجلد، مذہب پر مشتمل عملہ متعین کیا جانے لگا تھا عہد عباسی میں کتابوں فراوانی، ان کا کثرت سے استعمال، عملہ کی خدمات اور فنی مہارت، کتب خانوں کی حسن کارکردگی نہایت بین ثبوت ہے۔

تعلیمی ضروریات کے پیش نظر نصابی کتب کی تدوین کا آغاز اواکل عہد عباسی میں ہو چکا اور متداول علوم میں مختصر و جامع کتاب تعلیم کے لئے پسند کی جانے لگی چنانچہ فقہ و سنن موضوع پر امام اعظم ابو حنیفہ کی ”کتاب الآثار“ امام مالک کی ”الموطاء“ سفیان ثوری کی ”الجامع“ اسی امر کی غماز ہیں، خلیفہ منصور عباسی کا اپنے ولی عہد مہدی کے لئے ابن اسحاق سے ”مختصر السنن“ تیار کرانا، ادب کے موضوع پر مغفل نبی کا ”المغضلیات“ کے نام سے منظوم عربی ادب کا

مرتب کرنا، سیویہ کا الکتاب لکھنا، تفسیر قرآن میں قراء کا ”معانی القرآن“ اطاء کرانا اصول فقہ میں نام ابو یوسف کا ”اصول الفقہ“ اور امام شافعی کا کتاب ”الرسالہ“ ترتیب دینا، تاریخ و سیر میں ابن عیینہ کا کتاب المعارف تالیف کرنا، امام اعظم ابو حنیفہ کا علم کلام میں ”الفقہ الاوسط“ اور ”الفقہ الاکبر“ لکھنا، طب میں علی بن سہل طبری کا ”فردوس الحکمۃ“ مدون کرنا مذکورہ بالا دعوے کی نہایت روشن دلیل ہیں۔

طلبہ، اساتذہ و محققین کی تعلیمی اور تحقیقی ضروریات کی تکمیل ہر فن میں مختصر، متوسط اور مطول کتابوں کا سلسلہ سب سے پہلے امام محمد نے فقہ میں ”الجامع الصغیر“ ”الجامع الکبیر“ اور ”المبسوط“ تصنیف کر کے کیا تھا۔ پھر عہد عباسی میں یہ سلسلہ بہت زیادہ پھیلا اور ہر فن میں یہ طریقہ رواج پا گیا اس سے ذخائر کتب میں ہینڈ بک (Hand-Book) اور دائرۃ المعارف کی تدوین عمل میں آئی۔

(Max Meyerhof) لکھتا ہے ”ارباب فن اور اہل علم ترجمہ نگار تراجم کتب کے علاوہ خاص خاص فن میں مختصر رسائل بھی تیار کرتے تھے جو فن کی جملہ معلومات پر حاوی ہوتے تھے، چنانچہ اس دور کے نامور اطباء نے علم طب میں ایسے خلاصے تیار کئے جن میں تمام عوارض جسمانی سے بحث تھی اور وہ سر سے پاؤں تک تمام امراض کو جامع تھے“ (۲۵)۔

عہد عباسی میں جب مسلمانوں کا دوسری اقوام سے ربط و ضبط بڑھا اور ان کے طہانہ افکار و نظریات کا اثر پھیلنے لگا تو خلیفہ مہدی نے ۱۵۸ میں مانی، ابن البصان اور مرقیسوں، ابن العوجاء، حماد عجرد، یحییٰ بن زیاد اور مطیع بن ایاس وغیرہ کے افکار کی تردید میں لکھنے کا فرمان جاری کیا (۲۶)۔

اس کی وجہ سے علماء نے زندگی ادب کا مزید مطالعہ کیا، سرکاری طور پر اسلام میں کلامی ادب کی تدوین ہوئی اور یہ موضوع ایسی وسعت اختیار کر گیا کہ اس موضوع پر ایک ایک عالم سینکڑوں کتابیں لکھنے لگا تھا (۲۷)۔ اس طرح کتب خانوں کے ذخائر میں کتب کا روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔

تیسری صدی ہجری میں تصنیفی اور تحقیقی معیار اتنا بلند ہو چکا تھا کہ شرعی علوم اور ادبی موضوعات کے علاوہ سائنسی اور فنی علوم میں بھی تربیت (Training) حاصل کی جاتی تھی، قدامت کی کتابیں پڑھ کر تحقیق (Research) کی جاتی اور فن میں اختصاص (Specialization) کے بعد کسی موضوع پر قلم اٹھایا جاتا تھا چنانچہ مشہور حکیم ابوالحسن علی بن ربیع طبری المتوفی ۲۳۷ھ/۷۶۱ء نے جب طب میں ”فردوس الحکمۃ“ لکھی تو آغاز کتاب میں تصریح کی کہ ”میری یہ کتاب بقراط، جالینوس وغیرہ اطباء کی کتابوں اور دیوگر فلاسفہ کی طب میں

کتابوں سے اور ہمارے زمانے کے شاہی طبیب یوحنا بن باسویہ حنین وغیرہ کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔

صناعتِ طب میں جو تجربہ حاصل کرنا چاہتا ہے اسے اساتذہ فن کی صحبت اختیار کرنا اور قدامت کی کتابیں پڑھنا چاہئیں، میں نے حکما کی کتب کثیرہ کی جستجو کی، ان کے ثمرات و نتائج کو جمع کیا اور زیادہ سے زیادہ فوائد کو اس میں پیش کرنے کی سعی کی ہے، ایک مقالہ سنسکرت کی کتابوں سے ماخوذ ہے، میں نے اس کتاب کا ترجمہ سریانی زبان میں بھی کیا ہے اور اس کے ”صح کثیرہ“ کو مشرق و مغرب میں پھیلایا ہے اس لئے کہ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ کسی مولف نے دوسرے کی تالیف کو اپنے نام سے بھی شائع کیا ہے جو ایسا کرتا ہے وہ اللہ کی پھٹکار کا مستحق ہوتا اور لوگوں کی سب و شتم کا نشانہ بنتا ہے، اس کی مثال کتے کی سی ہے جو شیر کے چھوڑے ہوئے پچوڑے ہوئے شکار کو کھا کر خوش ہوتا اور اتراتا ہے“ (۲۸)۔

ابن ربن طبری کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد عباسی میں اختصاص حاصل کرنے کے لئے ماہرین سے تربیت حاصل کرنا، مصنفین کی کتابوں پر تحقیقی نظر ڈالنا اور بیرونی زبانوں سے واقف ہونا لازمی شرط تھی، شروع کتاب میں کتابیات نقل کرنے اور اپنی تخلیقات کو مشرق و مغرب میں پہنچانے کا رواج ہو چکا تھا، مصنف کا مذاق اعلیٰ ہوتا تھا کہ وہ کتاب میں اپنی تحقیقات پیش کر کے خوش ہوتا اور دوسروں کی تحقیقات نقل کر کے اتراتا نہ تھا جو مولف کسی دوسرے عالم کے علمی مواد کو ترتیب دے کر اپنے نام سے پیش کرتا تھا وہ اپنے آپ کو اس کتے کا مصداق بہاتا تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

ابن ربن طبری نے اخلاقی اور معنیفی حس کو بیدار کرنے کے لئے جو غیرت مندانہ الفاظ استعمال کئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ عبد عباسی میں تحقیق و تدوین میں کس درجہ حزم و احتیاط سے کام لیا جاتا تھا، اس سے عبد عباسی کی تخلیقات و تحقیقات کے اعلیٰ معیار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے یہی وہ علمی تفوق ہے جس کا آج بھی مستشرقین کو اعتراف ہے۔

ایڈیٹنگ (Editing) ترتیب کتاب کے جدید تصور کا آغاز ادائیل عبد عباسی میں ہو چکا تھا، چنانچہ ماکس مرہوف (Max Meyerhof) لکھتا ہے!

”عبد عباسی میں غیر زبانوں سے عربی میں کتابوں کا ترجمہ کرتے وقت ایک مترجم کتاب کے کم از کم تین ایڈیشن سامنے رکھنے کی کوشش کرتا تھا چنانچہ حنین بن اسحاق (۱۹۳-۵۳۶۰ھ/۸۲۰-۶۸۷۳ء) کا بیان ہے ”میں ترجمہ کرتے وقت یونانی کتاب کے کم از کم تین نسخے سامنے رکھنے کی کوشش کرتا ہوں“ (۲۹)۔

عہدِ عباسی میں فنِ طب سے تحقیقی مقالہ نگاری کا آغاز ہوا چنانچہ ۳۱۹ھ/۹۲۱ھ میں کسی طبیب کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ایک مریض چل بسا تو خلیفہ مقتدر باللہ عباسی نے سرکاری طور پر اطباء کے لئے طب کا امتحان پاس کرنا لازمی قرار دے دیا جب یہ پابندی عائد کی گئی تو شاہی اطباء کے علاوہ صرف بغداد میں آٹھ سو (۸۰۰) سے زیادہ اطباء نے امتحان دیا تھا (۳۰)۔

اس امتحان میں پاس ہونے کی سند اس وقت دی جاتی تھی جب وہ فنِ طب کے موضوع پر کوئی تحقیقی مقالہ پیش کرتا اور طبی تحقیقی بورڈ اسے دیکھ کر مطمئن ہو جاتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقیقی مقالہ نگاری اور ڈاکٹریٹ کی سند کا آغاز عہدِ عباسی میں ہوا تھا (۳۱)۔

عہدِ عباسی میں جن علوم و فنون کا چلن تھا ان کے کسی چھوٹے موضوع پر بھی کوئی محقق قلم اٹھاتا تو جو تصانیف اس موضوع پر ہوتی تھیں ان سے استفادہ کرتا تھا چنانچہ امام محمد بن جریر طبری نے جب قیاس کے موضوع پر لکھنے کا ارادہ کیا تو ایک وراق نے انہیں اس موضوع پر ۲۹ کتابیں فراہم کی تھیں۔ بعض مصنف سو (۱۰۰) کتابیں مطالعہ کرنے کے بعد داد تحقیق دیتا تھا چنانچہ ابو بکر ابن الانباری اور صاحب ابن عباد نے کتاب ”الوقف والابتداء“ اسی طرح ترتیب دی تھیں (۳۲)۔

مذکورہ بالا مثالیں اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ عہدِ عباسی میں چھوٹے سے چھوٹے موضوع پر تصانیف کے مطالعہ کا سلسلہ تیزی سے جاری تھا اور ہر موضوع پر مصنف کو لکھنے کے لئے ساٹھ (۶۰) ستر (۷۰) کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا جو اس دور میں اہل علم و اہل قلم کے کثرت مطالعہ، تصنیفی شغف اور جذبہ اشاعتِ علم ہی کا نہیں بلکہ ہر موضوع پر کتابوں کی کثرت، ان کی سہولت دستیابی اور کثرت استعمال کا بھی نہایت واضح ثبوت ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں لغت و علوم لغت کا ذخیرہ اتنی وسعت اختیار کر چکا تھا کہ صاحب ابن عباد المتونی ۳۸۵ھ کے کتب خانہ میں ساٹھ بار شتر کتابیں خاص اس موضوع پر موجود تھیں (۳۳)۔ علامہ سیوطی نے کتاب ”المزہر“ میں یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بیشتر کتابیں چونکہ تاریخوں کے ہاتھوں برباد ہو گئیں اس لئے لغت میں متقدین و متاخرین کی جو تصانیف ملتی ہیں وہ ایک بار شتر کے برابر بھی نہیں ان میں بھی زیادہ تر وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفین نے صحیح لغات جمع کرنے کا التزام نہیں کیا، صحیح و غیر صحیح سب کچھ جمع کر دیا ہے (۳۴)۔

اسی ایک واقعہ سے دوسرے علوم و فنون میں جن کا ذکر علوم کی درجہ بندی کے زیر عنوان کیا گیا ہے ہر موضوع اور اس انواع و اقسام و اصناف میں کتابوں کی کثرت، ذخیرہ کی وسعت و ثروت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

عہدِ عباسی میں مسلمانوں نے اپنی تالیفات میں علومِ اوائل کی ایسی قیمتی معلومات فراہم کی



ہیں جو کلاسیکی ماخذوں میں بھی نہیں ملتی ہیں۔ چنانچہ ماکس مرہوف لکھتا ہے!

”ابن القفطی کی کتاب تاریخ الحکماء“ میں ۴۱۴ یونانی، شامی اطباء، ہیئت دانوں اور فلسفیوں کی سوانح عمریاں ہیں۔ عربوں کو یونانی ادبیات کا جو علم حاصل تھا اس کے متعلق یہ کتاب معلومات ایک کان ہے اور اس میں یونانی قدامت کے متعلق ایسا مواد موجود ہے جو کلاسیکی ماخذوں میں نہیں پایا جاتا ہے“ (۳۵)۔

عہدِ عباسی میں بادشاہوں، وزیروں، امیروں نے تخلیقات پر مائل کرنے کے لئے تمام مناسب طریقوں سے کام لے کر مصنفین و محققین اور ائمہ فن سے اعلیٰ درجہ کی معیاری تخلیقات کرائیں اور علمی ثروت کو زیادہ سے زیادہ بڑھایا، چنانچہ جاحظ، ابن قتیبہ، الخوارزمی، الفارابی، الرازی، البیرونی، ابن سینا جیسے عبقریوں کی تخلیقات و تحقیقات جن کی اہمیت و افادیت اور قدر قیمت دائمی ہے اور وہ عربی زبان و ادب کا لافانی سرمایہ ہے، غرض مذہب، اخلاق، فلسفہ، قانون، نظریات حکومت، زبان، ادب، سائنس، طب، صنعت و حرفت، فلکیات، تاریخ و سیر، وغیرہ کے موضوعات سینکڑوں کتابیں اس دور کے اہل ثروت، حکام اور حکمرانوں کی ترغیب، امداد و اعانت سے علم و ادب کی آبیاری ہوتی رہی، کتب خانوں کے عہد میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔

عہدِ عباسی میں علوم و فنون کی نشرو اشاعت اور تصنیف و تالیف کا ذوق اہل علم میں ایسا بے بس گیا تھا کہ قید و بند کی سختیاں بھی ان کو ابلاغ اور علم کی خدمت سے نہ روک سکیں۔ ان کی اس کا سلسلہ جس طرح مسجد کے محنوں اور مدرسوں کے ایوانوں میں جاری رہتا تھا اسی طرح کنوؤں کی تاریکی و قید تنہائی میں بھی یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوتا تھا چنانچہ شمس الائمہ ابی سہل سرخی المتوفی ۴۸۱ھ پر ایک دور بتلاء آیا کہ حاسدوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے حاکم بخارا نے ناراض ہو کر انہیں اور چند کے ایک کنویں میں قید کر دیا موصوف نے کنویں کے اندر سے علماء کو من پر بٹھا زبانی فقہ کی کتابیں املاء کرائیں جن میں سے ایک نہایت ضخیم کتاب ”مبسوط“ بھی ہے جو مصر میں تیس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اس لئے صاحب فضائل بلخ نے لکھا ہے۔

”آن جس سبب نشر علم اوشد فالی اللہ الا ان یتم نوره“ (۳۶) موصوف کی گرفتاری بھی ان کی نشرو اشاعت کا سبب ہوئی، اللہ تعالیٰ کو ان کے نورِ علم کی روشنی پھیلانا منظور تھا۔ موصوف کی جذبہ و عزیمت کتب و کتب خانہ کے مواد کے اضافہ کا باعث ہوا۔

عباسی خلفاء کے دورِ اقتدار میں جو ادب تخلیق ہوا اس کا بیشتر حصہ اس دور کے معاشرتی، سیاسی و ثقافتی اثرات کا حامل تھا وہ بامقصد، مفید اور جذبہ قومیت سے سرشار تھا۔ اس ذخیرے کا دائرہ صرف قومی زبان عربی تک محدود نہیں رہا بلکہ صوبائی زبانوں یعنی فارسی وغیرہ

پھیل گیا اس سر سے اس نے انہیں بھی مالا مال ہوتی چلی گئیں اور ذخیرہ کتب میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔  
 علوم کے مراحل اربعہ کی نشوونما ترقی اور نکھار عہد عباسی میں ہوا۔

- (۱) علوم دینیہ اور علوم لغویہ کی تدوین
- (۲) بین الاقوامی علمی ورثہ کے ترجمہ کی تحریک اور عربی زبان میں اس کی منتقلی۔
- (۳) اختراع و ایجاد، اضافہ و تنقید۔
- (۴) تلخیص و تشریح۔

مذکورہ بالا مراحل سے گزر کر علوم و ذخائر کتب میں تنوع و توسیع اور کثرت پیدا ہوئی۔  
 مذکورہ بالا وجوہ سے مسلمان گزشتہ تمام اقوام عالم اور اپنی تمام معاصر اقوام سے جملہ علوم و فنون میں ممتاز تھے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں!

”اللہ تعالیٰ نے تمام معارف انسانی اور انواع علوم کے طریقے مسلمانوں کے لئے مہیا فرمائے تھے کیونکہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک اہل کتاب اور دوسرے غیر اہل کتاب فلاسفہ و ہنود اور علم کا ادراک حس و عقل سے اور کبھی دونوں سے کیا جاتا ہے مگر وحی انبیاء علیہم السلام سے جو حاصل ہوتا ہے حس و عقل سے بالاتر ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ علم کی تحصیل کے تین طریقے ہیں۔“

بصورت خبر، حس و عقل اور وحی، اہل کتاب غیر اہل کتاب سے علوم نبوت میں ممتاز اور علوم حسیہ و عقلیہ میں بھی ان سے ممتاز ہیں، جنہیں وہ نہیں جانتے تھے اور جو علوم عقلیہ انہیں گزشتہ اقوام سے پہنچے ہیں ان کو بھی انہوں نے لفظاً و معنی ”سنوارا“ ان میں علوم و حقائق کا اضافہ کیا ہے جن میں انہیں امتیاز حاصل رہا اس طرح اللہ تعالیٰ نے جو علوم نبوت ان کو دیئے ہیں گزشتہ اقوام ان سے محروم رہی ہیں جو کوئی قرآن اور تورات و انجیل کا بغور مطالعہ کرے گا اس پر علوم قرآن کی فضیلت عیاں ہو کر رہے گی (۳۷)۔

علامہ موصوف ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں!

”مسلمان اقوام عالم کے تمام علوم میں سب سے زیادہ حاذق اور ماہر ہیں تا آنکہ ان علوم میں بھی جن کا تعلق نبوت و علوم آخرت سے نہیں ہے جیسے علم طب، علوم ریاضی وغیرہ یہود و نصاریٰ دونوں سے مسلمان زیادہ ماہر ہیں۔“

ان کی تصانیف ان دونوں کی تصانیف سے زیادہ کامل اور علمی اعتبار سے زیادہ بہتر ہیں، قدامت جن کا مستہائے کمال ہی یہ علوم تھے ان سے زیادہ واضح بیان ان کا ہے اور ان علوم میں بھی وہ جو دعوائے اسلام کے باوجود اپنے الحاد و نفاق کی وجہ سے مسلمانوں میں پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھے



جاتے اور مسلمانوں کے دل میں ان کی کوئی قدر نہ تھی لیکن اپنی مہارت فن کی بناء پر مسلمانوں کا یہ کوڑا کرکٹ بھی قدمائے یونان سے بازی لے گیا تھا۔

علومِ الہیہ، معارفِ انسانی کو علومِ نبوت میں جن کی خبر انبیاء نے دی ہے جیسے عرش، ملائکہ، جن، جنت، دوزخ اور معاد کی تفصیل، تو جو کوئی مسلم علماء اور یہود و نصاریٰ کے کلام میں غور کرے گا وہ مسلمانوں کا کلام زیادہ کامل زیادہ جامع پائے گا یہ بدیہی بات ہے کہ اہل کتاب کا علم غیر اہل کتاب سے بڑھا ہوا ہے، البتہ عبادت، زہد، اخلاق، سیاست، ملوکیت، و مدنیت میں موازنہ و بحث معرفت مقصد پر موقوف ہے، چنانچہ لوگوں کا خیال ہے کہ عبادات کا مقصد نفوسِ انسانی کی تہذیب اور ان میں اعتدال پیدا کرنا ہے تاکہ ان علوم کی استعداد پیدا ہو جائے مذہب فی نفسہ مقصود نہیں ہے اس لئے وہ مذہب کو اخلاق کا شعبہ قرار دیتے ہیں یہی فلاسفہ یونان کا عقیدہ ہے اور اسی بات کے قائل ملاحدہ و اسماعیلیہ وغیرہ مسلمان فلاسفہ جیسے فارابی، ابن سینا وغیرہ ہیں، یہی نظریات ان کے ہمنوا متکلمین، غزالی، سروردی، مقتول، ابن رشد الحفید، ابن عربی اور ابن سبعین کی تصانیف سے ظاہر ہیں لیکن غزالی کبھی ان کی ہمنوائی کرتے ہیں اور کبھی ان کی مخالفت کرتے ہیں یہی بات ابن سینا اور اس کے جیسے فلاسفہ نے کی ہے جن کا مقصد تگلیماتِ انبیاء اور فلسفہ مشائخِ ارسطو میں مطابقت پیدا کرتا ہے اس لئے انہوں نے آیات و خوارقِ عادات میں بحث کی ہے اور ان کے اسبابِ ثلاثہ قوائے فلکیہ، قوائے نفسانیہ، قوائے طبیعیہ قرار دیے ہیں انہی کو اس عالم میں موثر مانا ہے، انبیاء و غیر انبیاء کے معجزات، کرامات اور جادوگروں کے عجائبات کو قوائے نفسانیہ کا سبب قرار دیا ہے اور ان دونوں میں فرق بھی بتایا ہے کہ ایک کا مقصد خیر اور دوسرے کا مقصد شر ہے، یہ عقلاء کا سب سے زیادہ خراب و فاسد مذہب ہے اس لئے کہ یہ ملائکہ اور جن کے انکار کا، اللہ تعالیٰ کے عالمِ جزئیات ہونے کے انکار کا، اور اس کی مشیت و قدرت کے انکار کا موجب ہے“ (۳۸)۔

عبد عباسی کے ان شاندار تہذیبی و ثقافتی مراکز، کتب خانوں، نے بنی نوع انسان کو تعصب، اوہام، جہالت اور اخلاقی پستی سے نکالا، اس کے فکر و نظر کی تطہیر کی، علم و عرفان کی روشنی سے ذہن انسانی کو روشن کیا، تحقیق، مشاہدہ و تجربہ کی راہ پر ڈالا اور اسے افلاک پر پہنچایا، دورِ حاضر کی یہ علمی، صنعتی، تعمیری اور فنی تحقیقات، ایجادات اور علمی انکشافات جن سے پوری دنیا محو حیرت ہے، انہی ذخائرِ کتب کا ثمرہ ہیں جن کا فیضان ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں بلا امتیاز مذہب و ملت، قوم و فرقہ سب پر عام تھا یہ ثقافتی مراکز ہر ایک کو استفادہ و افادہ کی دعوت عام دے رہے تھے۔

اقالیم خراسان و ماوراء النہر اور عراق عرب کو جو اربابِ کمال کا مرزومہ تہذیب و تمدن اور علم و عرفان کا سرچشمہ تھیں، مسجدوں، مدرسوں، دانشگاہوں، رباطوں، خانقاہوں کی کثرت اور خزان

کتب کی فراوانی میں نظیر نہ رکھتی تھیں، علوم و فنون کی نشوونما و ارتقاء میں بھرپور حصہ لے رہی تھیں ان کے ذخائر کتب کے اوراق بنی نوع انسان کی کتابِ زندگی کو سنوارنے میں سرگرم عمل تھے ظلمتِ جہل کو علم کی روشنی سے بقعہ نور بنا رہے تھے کہ تاتاریوں نے ان پر یورش کی اور انہیں زیر و زبر کرتے ہوئے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

ثم انقضت تلك البلاد و أهلها فكأنما و كأنهم أحلام

رافضی وزیر ابن العلقمی کی سازش اور نصیر الدین طوسی کے ایماء سے دار الخلافہ و مرکز علوم و فنون بغداد پر حملہ آور ہوئے اس کے ذخائر کتب کو دجلہ و فرات میں ڈبو کر دریائے خون کا رنگ سیاہ کر دیا (۳۹)۔

تاتاریوں کی اس یورش سے اسلام اور بنی نوع انسان کے ثقافتی مراکز و علمی ذخائر کو جیسا عظیم نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی نہیں کی جاسکتی۔

مثل هذا يذوب القلب من كمد

ان كان في القلب ايمان و اسلام

لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ اسلامی تہذیب و تمدن کی عمارت کسی اینٹ گارے سے نہیں بنائی گئی تھی یہ افکار و نظریات پر تعمیر کی گئی تھی، دینی و کتابی تہذیب تھی اور یہ ایک ایسا قیمتی سرمایہ تھا جس کی پھرا نہیں بھی قدر کرنی پڑی چنانچہ اس بے پناہ تباہی کے باوجود بغداد سے چار لاکھ (۴،۰۰،۰۰۰) کتابوں کا ذخیرہ مراغہ منتقل کیا گیا اور اس کے خزانہ کتب و رصد گاہ سے ان کے افکار و نظریات میں ایسا انقلاب آیا کہ ایک نئی صدی میں انہیں بھی حلقہ بگوش اسلام ہو کر اس شاندار دینی و کتابی تہذیب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنا پڑا۔ یہ تبدیلی یہ انقلاب اس دینی و کتابی تہذیب اور اس کے ثقافتی ورثہ کی جس کا یہ تحقیقی مقالہ آئینہ دار ہے، عظمت، رفعت، صداقت، دلکشی، سود مندی اور پائیداری کی نہایت روشن دلیل ہے۔ یہ شاندار و درخشاں دینی و کتابی تہذیب سعدی کے حسب ذیل شعر کا مصداق ہے۔

نه حسش غایتے دارد نه سعدی را سخن پایان

میرد تشنه مستقی و دریا پھمنان باقی

داویم نشان بگنج مقصود ترا گرمانہ رسیدیم، تو شاید برسی

## فہرست ماخذ

- (۱) مناع القطان، "التقیم الانسانیہ فی الحضارة الاسلامیہ اضواء الشریعہ" العدد الرابع (جمادی الاولیٰ، ۱۳۹۳ھ) ص ۳۲-۳۳
- (۲) جے بی ٹرینڈ "Spain and Portugal" میراث اسلام، ص ۱۳
- (۳) الفرڈ گلیوم "Philosophy and Theology" میراث اسلام، ص ۳۹۱-۳۹۲
- (۴) جی سارٹن، مقدمہ تاریخ سائنس
- Introduction to the History of Science ترجمہ نذیر نیازی (لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء) ج ۱ حصہ ۲، ص ۹۸۳-۹۸۴
- (۵) ارنٹ بارکر Crusades میراث اسلام، ص ۷۶
- (۶) ایضاً، ص ۸۷-۸۷
- (۷) ٹرینڈ ایضاً ص ۴۲
- (۸) بیرن کیرا دیو کس، "Astronomy and Mathematics" میراث اسلام، ص ۵۲۶
- (۹) ایضاً، ص ۵۲۷-۵۲۸
- (۱۰) تھامس ارنولڈ
- "Islamic Art and its Influence on Painting in Europe"
- میراث اسلام، ص ۱۵۲
- (۱۱) دیو کس میراث اسلام، ص ۵۲۴-۵۲۵
- (۱۲) گلیوم، میراث اسلام، ص ۳۴۰
- (۱۳) سیویو، ص ۳۶۹----- قدری حافظ طوقان، تراث العرب العلمی فی الرياضیات والفلك، ط ۲: (القاهرہ، دار القلم، ۱۹۶۳ء) ص ۲۵
- (۱۴) مزین، ص ۲۴۴
- (۱۵) بریگالت، ص ۳۲۳
- (۱۶) الذہبی، ج ۱، ص ۵
- (۱۷) چشتی، ص ۱۳۰-۱۳۱



☆ ثمرات و نتائج تحقیق میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے ایک مضمون سے بھی استفادہ کیا گیا ہے

## کتابیات

### عربی کتب

آغا بزرك طهرانی، (۱۲۲۰-۱۲۹۴ھ / ۱۸۱۰-۱۸۷۷م)

(۱) الذريعة الى تصانيف الشيعة، النجف، مطبعة القضاء، ۱۳۷۸ھ

الآلوسی، شهاب الدین ابوالثناء محمود بن عبد اللہ الحسینی

(۱۲۱۷-۱۲۷۰ھ / ۱۸۰۷-۱۸۵۴م)

(۲) روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، مصر، ادارة

الطباعة المنيرية، 'ب'، 'ت'۔

الأمدي، ابو القاسم الحسن بن بشر بن يحيى (۲۷۰-۰۰ھ / ۹۸۰-۰۰م)

(۳) المؤتلف والمختلف، تحقيق عبد الستار فراج، القاهرة، عيسى النباني

الحلبي، ۱۳۸۱ھ

(۴) الموازنة بين شعر أبي تمام والبحتري، تحقيق احمد صقر، مصر،

دارالمعارف، ۱۳۸۰ھ

ابراهيم عبد الطيف۔

(۵) الهداية الى ضوابط الكتابة، القاهرة، شركة مركز كتب الشرق لاوسط،

۱۹۷۲م۔

ابن الابار، ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن ابي بكر القضاعي

(۵۹۵-۶۵۸ھ / ۱۱۹۹-۱۲۶۰م)

(۶) الحلة السيرة، تحقيق حسين مونس، القاهرة، مطبعة لجنة التأليف

والترجمة والنشر، ۱۹۶۳م۔

ابن ابي اصيبعة، موفق الدين ابو العباس احمد بن القاسم الحلبي

(۵۹۶-۶۶۸ھ / ۱۲۰۰-۱۲۷۰م)

(۷) عيون الانبياء في طبقات الاطباء، بيروت، دارالفكر، ۱۳۱۶-۱۳۷۷ھ،

مصر، مطبعة الوهبية، ۱۲۹۹ھ

ابن ابي حاتم الرازي، عبد الرحمن بن محمد الحنظلي، (۲۴۰-۳۲۷ھ /

۸۵۴-۹۳۸م)

- (۸) آداب الشافى و مناقبه حديث و فقه، فراسة و طب، تاريخ و ادب، لغة و  
نسبة، تحقيق عبد الغنى عبد الخالق، القاهرة، عزت العطار الحسينى،  
 ۱۳۷۲هـ
- (۹) تقدمة الجرح والتعديل، حيدر آباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف  
 العثمانية، ۱۳۷۱هـ
- (۱۰) كتاب الجرح والتعديل، حيدرآباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف  
 العثمانية، ۱۳۷۱هـ
- ابن ابى داؤد، عبد الله السجستاني، (۲۳۰-۳۱۶هـ/۸۴۵-۹۲۹م)
- (۱۱) كتاب المصاحف، تحقيق آرتهر جفرى (Aurthur Jeffery) مصر،  
 المطبعة الرحمانية ۱۹۲۶م
- ابن ابى الديغ الشيبانى عبد الرحمن بن على (۸۶۶-۹۴۴هـ /  
 ۱۴۶۱-۱۵۳۷م)
- (۱۲) تميز الطيب من الخبيث على السنة الناس من الحديث، تحقيق احمد  
 الميسر، بيروت دارالكتب العلمية، ۱۴۹۰هـ
- ابن ابى الربيع، شهاب الدين احمد بن محمد (من رجال القرن السادس)  
 (۱۳) سلوك المالك فى تدبير الممالك، مصر، المطبعة الخاصة جمعية  
 المعارف المصرية، ۱۲۸۶هـ
- ابن ابى يعلى، ابو الحسن محمد بن محمد، (۴۵۱-۵۲۶هـ /  
 ۱۰۵۹-۱۱۳۱م)
- (۱۴) طبقات الحنابلة، بتصحيح محمد حامد الفقى، القاهرة، مطبعة السنة  
 المحمدية، ۱۳۷۱هـ
- ابن الاثير، ابو الحسن عز الدين على بن محمد، (۵۵۵-۶۳۰هـ /  
 ۱۱۶۰-۱۲۳۴م)
- (۱۵) اسد الغابة فى معرفة الصحابة، مصر، المطبعة الوهيبية، ۱۲۸۰م
- (۱۶) التاريخ الباهر، فى الدولة الاتابكية، (بالموصل) تحقيق عبد القادر احمد،  
 طليحات، القاهرة. دارالكتب الحديثة، ۱۹۶۳م
- (۱۷) الكامل فى التاريخ، بيروت، دار صادر للطباعة والنشر، ۱۳۸۵، ۱۳۸۷هـ
- (۱۸) ..... القاهرة، مطبعة الاستقامة، ۱۳۵۳هـ



- (١٩) اللباب في تهذيب الانساب، بغداد، مكتبة المثنى، 'ب'، 'ت'  
 الاثير، مجد الدين المبارك بن محمد الجزري، (٥٤٤-٦٠٦هـ/  
 ١١٥٠-١٢١٠م)
- (٢٠) جامع الاصول في احاديث الرسول، تحقيق عبد القادر الارنا ووط،  
 حلب، مكتبة الحلواني، ١٣٨٩-١٣٩٣هـ
- (٢١) النهاية في غريب الحديث والاثر، مصر، المطبعة العثمانية، ١٣١١هـ  
 الانباري، كمال الدين عبد الرحمن بن محمد، (٥١٣-٥٧٧هـ/  
 ١١١٩-١١٨١م)
- (٢٢) نزهة الالباء في طبقات الادباء، تحقيق ابراهيم السامرائي، بغداد، مطبعة  
 المعارف، ١٩٥٩م
- ن بسام، ابو الحسن علي بن بسام الشنتريني، (٥٤٢-٠٠هـ / ٠٠-  
 ١١٤٧م)
- (٢٣) الذخيرة في محاسن اهل الجزيرة، القاهرة، مطبعة لجنة التاليف و لترجمة  
 والنشر، ١٣٥٨-١٣٦٤هـ
- بن بشكوال، خلف بن عبد الملك الخزرجي (٤٩٤-٥٧٨هـ/١١٠١-  
 ١١٨٣م)
- (٢٤) كتاب الصلة، القاهرة، الدار المصرية للتاليف والترجمة، ١٩٦٦م  
 ابن بكار، زبير القرشي، (١٧١-٢٥٦هـ / ٧٨٨-٨٧٠م)
- (٢٥) جمهرة نسب قريش و اخبارها، تحقيق محمود محمد شاذلي، القاهرة،  
 مطبعة المدني، ١٣٨١هـ
- ابن تغري بردي، جمال الدين يوسف (٨١٣-٨٧٤هـ / ١٤١٠-١٤٧٠م)  
 (٢٦) النجوم الزاهرة في ملوك مصر و القاهرة، القاهرة، مطبعة دار الكتب  
 المصرية، ١٣٤٨-١٣٩٠هـ
- ابن تيمية، احمد بن عبد الحلیم الحراني، (٦٦١-٧٢٨هـ  
 ١٢٦٣-١٣٢٨م)
- (٢٧) الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح، مصر، مطبعة النيل، ١٣٢٣هـ
- (٢٨) منها- نسنة النبوية في نقض قول السبعة والقدرية، مصر، المطبعة-

الكبرى الاميرية، ١٣٢١هـ

(٢٩) نقص المنطق، تحقيق محمد بن عبد الرزاق حمزة و سليمان عبد الرحيم  
الصنيع، القاهرة، مطبعة السنة المحمدية، ١٣٢٠هـ

ابن جبير، محمد بن احمد، (٥٤٠ - ٦١٤هـ / ١١٤٥ - ١٢١٧م)

(٣٠) رحلة ابن جبير في مصر و بلاد العرب والعراق والشام و صقلية و  
الحروب الصليبية، تحقيق حسين نصار، مصر، دار مصر للطباعة  
١٣٧٤هـ

(٣١) ايضاً، بيروت، دار صادر للطباعة والنشر، ١٣٧٩هـ

ابن الجزري محمد بن محمد دمشقي، (٧٥١ - ٨٣٣هـ)  
(١٣٥٠ - ١٤٢٩م)

(٣٢) غاية النهاية في طبقات القراء، مصر، مطبعة السعادة، ١٣٥٧هـ

ابن جلجل، ابو داؤد سليمان بن حسان (٣٧٢ - ٤٠٠هـ / ٩٨٢ - ١٠٠٠م)

(٣٣) طبقات الاطباء والحكماء، تحقيق فواد سيد، القاهرة، المعهد الفرنسي  
الاثار الشرقية، ١٩٥٥م -

ابن جماعة، بدر الدين ابراهيم الكتاني، (٦٣٩ - ٧٣٣هـ / ١٢٤١ - ١٣٣٣م)

(٣٤) تذكرة السامع والمتكلم في آداب العالم و المتعلم، حيدر آباد الدكن  
جمعية دائرة المعارف العثمانية، ١٣٠٣هـ

ابن جنى، عثمان (٣٩٢ - ٤٠٠هـ / ١٠٠٢ - ١٠٠٠م)

(٣٥) الخصائص، تحقيق محمد علي النجار، القاهرة، دار الكتب المصرية  
١٣٧٦هـ

ابن الجوزي، جمال الدين ابو الفرج عبد الرحمن بن علي البكري

(٥١٠ - ٥٩٧هـ / ١١١٦ - ١٢٠١م)

(٣٦) انبار الاذكياء، تحقيق محمد موسى الخولي، القاهرة، دار اهرام، ١٩٧٠م

(٣٧) زاد المسير في علم التفسير، بيروت، المكتبة الاسلامية للطباعة والنشر  
١٣٨٨هـ

(٣٨) صيد الخاطر، تحقيق محمد الغزالي، مصر، دار الكتب الحديثة، 'ب'، 'ت'

(٣٩) الطب الروحاني، دمشق، مطبعة الترفي، ١٣٤٨هـ

(٤٠) الحلل المتناهية في الاحاديث الواهية، تحقيق ارشاد الحق الاثري

- بيروت، دار الكتب العلمية، ١٤٠٣هـ
- (٤١) مناقب الامام احمد بن حنبل، مصر، مطبعة السعادة، ١٣٤٩هـ
- (٤٢) مناقب بغداد، تحقيق محمد بهجة الاثرى، بغداد، مطبعة دار السلام،  
١٣٤٢هـ
- (٤٣) كتاب الموضوعات، تحقيق عبد الرحمن محمد عثمان، مصر، محمد  
عبد المحسن ١٣٨٦هـ
- (٤٤) المنتظم فى تاريخ الملوك والامم، حيدرآباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة  
المعارف العثمانية، ١٣٥٧-١٣٥٨هـ
- (٤٤) (ن) المنتظم فى تاريخ الملوك والامم، تحقيق محمد عبدالقادر عطا، بيروت،  
دار الكتب العلمية، ١٤١٢هـ
- (٤٥) نقد العلماء او تلبس ابليس، (ط: ٢)، القاهرة، ادارة الطباعة المنيرية،  
'ب'، 'ت'
- ن الحبيب محمد الهاشمى، (٠٠-٢٤٥هـ / ٠٠-٨٦٠م)
- (٤٦) كتاب المحبر، حيدرآباد الدكن، مطبعة جمعية دائرة المعارف العثمانية،  
١٣٦١هـ
- ن حجر، شهاب الدين ابو الفضل احمد بن على، (٧٧٣-٨٥٢هـ - ١٣٧٢-  
١٤٤٩م)
- (٤٧) تبصير المنتبه بتحرير المشبه، تحقيق على محمد نجوى، مصر،  
الدار المصرية، للتأليف و الترجمة، ١٣٤٨-١٣٨٦هـ
- (٤٩) تولى التاسيس بمعالي ابن ادريس، مصر، المطبعة المنيرية، ١٣٠١هـ
- (٥٠) تهذيب التهذيب، حيدرآباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف  
النظامية، ١٣٢٥-١٣٢٧هـ
- (٥١) الرحمة الغيثية بالترجمة اللثية، مصر، المطبعة المنيرية، ١٣٠١هـ
- (٥٢) رفع الاصر عن قضاة مصر، تحقيق حامد عبد المحيد، محمد السهائى  
ابو السنة، محمد اسماعيل الصاوى، القاهرة، المطبعة الاميرية، ١٩٧١م
- (٥٣) فتح البارى شرح صحيح البخارى، القاهرة، مطبعة مصطفى السبى  
الحلبى، ١٣٧٨-١٣٨٢هـ
- (٥٤) لسان الميزان، حيدرآباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية،

١٣٢٩ھ

(٥٥) نزہة النظر فی توضیح نخبة الفكر، بتحشية محمد عبد اللہ التون

كانفور، المطبع القیومی، ١٣٤٧ھ

(٥٦) هدى السارى مقدمة فتح البارى، مصر، ادارة الطباعة المنيرية، ١٣٤٧ھ

ابن حزم، ابو محمد على ابن احمد القرطبي، (٣٨٤-٤٥٦ھ / ٩٤

(١٠٦٤م)

(٥٧) الاحكام فى الاصول الاحكام، تحقيق احمد محمد شاكر، مصر، مط

السعادة، ١٣٤٧ھ

(٥٨) التوقيف على شارع النجاة باختصار الطريق، تحقيق احسان رشيد عب

مصر، مطبعة دار السناء، بيولاق، 'ب'، 'ت'

(٥٩) جمهرة انساب العرب، تحقيق عبد السلام محمد هارون، مط

دارالمعارف، ١٣٨٢ھ

(٦٠) رسالة التلخيص لوجوه التخليص، تحقيق احسان عباس طبعت مع

الرد على ابن النغريلة اليهودى ورسائل اخرى، القاهرة، مكتبة دارالع

١٣٨٠ھ

ابن حزم و ابن سعيد والشقندى

(٦١) فضائل الاندلس واهلها، تحقيق صلاح الدين المنجد، بيرو

دارالكتاب.العربى، ١٣٧٤ھ

(٦٢) مراتب العلوم، (المجموعة الاولى)، تحقيق احسان رشيد عباس، مط

مطبعة دارالسناء بيولاق، 'ب'، 'ت'

ابن حنبل الشيبانى، احمد بن محمد (١٦٤-٢٤١ھ - ٧٨٠-٨٥٥م)

(٦٣) المسند، بهامشة، منتخب كنز العمال للمتقى، مصر، المطبعة المي

١٣١٣ھ

ابن حوقل، محمد النصيبى البغدادي، (٠٠-٣٦٧ھ / ٠٠-٩٧٧م)

(٦٤) كتاب صورة الارض، بيروت، دار مكتبة الحياة، 'ب'، 'ت'

ابن خالويه، حسين بن احمد الهمداني، (٠٠-٣٧٠ھ / ٠٠-٩٨٠م)

(٦٥) كتاب اعراب ثلاثين سورة من القرآن الكريم، القاهرة، مطبعة دارال

المصرية، ١٣٦٠ھ

ابن الخطيب، لسان الدين محمد بن عبد الله بن سعيد سليمان الغرناطي  
(٧١٣-٧٧٦هـ / ١٣١٣-١٣٧٤م)

(٦٦) الاحاطة في اخبار غرناطة، تحقيق محمد عبد الله عنان، القاهرة، دار  
المعارف، ١٣٧٥هـ

ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، (٨٣٢-٨٠٨هـ / ١٣٣٢-١٤٠٦م)  
(٦٧) تاريخ ابن خلدون المسمى (كتاب العبر و ديوان المبتداء و الخبر في ايام

العرب و العجم و البربر و من عاصرهم من ذوى السلطان الاكبر) (ط: ٣)،  
بيروت دار الكتاب اللبناني، ١٩٥٦-١٩٦٧م

(٦٩) المقدمة، مصر، مطبعة بولاق، ١٢٨٤هـ

ابن خلكان، شمس الدين احمد بن محمد (٦٠٨-٦٨١هـ /  
١٢١١-١٢٨٢م)

(٧٠) وفيات الاعيان و انباء ابناء الزمان، مصر، المطبعة الميمنية، ١٣١٠هـ

(٧١) وفيات الاعيان، تحقيق احسان عباس، بيروت، دار الثقافة، ١٩٦٩م

ابن خير، ابوبكر محمد الاشبيلي، (٥٠٢-٥٧٥هـ / ١١٠٩-١١٧٩م)

(٧٢) فهرسة ماروادة عن شيوخة من الدواوين المصنفة في صروب العلم و انواع

المعارف، (ط: ٣)، القاهرة، مؤسسة الخانجي، ١٣٨٢هـ

ابن الدبيشى محمد بن سعيد بن محمد الواسطى، (٥٥٨-٦٣٧هـ /  
١١٦٣-١٢٣٩م)

(٧٣) المختصر المحتاج من تاريخ الحافظ ابى عبد الله ابن الدبيشى لقاء محمد

بن احمد بن عثمان الذهبى، تحقيق مصطفى حواد، بغداد، مطبعة  
المعارف، ١٣٧١هـ

ابن درستوية، عبد الله بن جعفر، (٢٥٨-٣٤٧هـ / ٨٧٢-٩٥٨م)

(٧٤) كتاب الكتاب، تحقيق ديوبس شيخو، (ط: ٢)، بيروت، مطبعة

الكاثوليكية، ١٩٣٧م

ابن دريد، ابو بكر بن الحسن الازدى، (٢٢٣-٣٢١هـ / ٨٣٨-٩٣٣م)

(٧٥) الاشتقاق، تحقيق عبد السلام محمد هارون، القاهرة، مطبعة السنة

المحمدية، ١٣٥٨هـ

- ابن ربن الطبري، ابو الحسن علي بن سهل، (٠٠-٢٤٧هـ / ٠٠-٨٦١م) (٧٦)  
الدين والدولة في اثبات نبوة النبي محمد صلى الله عليه وسلم، تحقيق،  
 عادل نوبهض، بيروت، دارالافاق، ١٩٧٣م
- (٧٧) فردوس الحكمة، تحقيق محمد زبير الصديقي، برلين، مطبع افتاب،  
 ١٩٢٨م
- ابن رجب، زين الدين ابو الفرج، عبد الرحمن بن احمد البغدادي، (٧٣٦-  
 ٧٩٥هـ / ١٣٣٥-١٣٩٣م) (٧٨)  
كتاب الذيل على طبقات الحنابلة، بتصحيح محمد حامد الفقي، القاهرة،  
 مطبعة السنة المحمدية، ١٣٧٢م
- (٧٩) شرح علل الترمذي، تحقيق صبحي جاسم الحميد، بغداد، مطبعة العاني،  
 ١٣٩٦هـ
- (٨٠) القواعد، مصر، مكتبة الخانجي، ١٣٥٢هـ
- ابن الزبير، ابو جعفر احمد (٨١)  
القسم الاخير من كتاب صلة الصلوة، الرباط، المطبعة الاقتصادية،  
 ١٩٣٨م
- ابن ساعد، محمد بن ابراهيم السنجاري، (٠٠-٧٤٩هـ / ٠٠-١٣٤٨م) (٨٢)  
ارشاد القاصد الى اسنى المقاصد، مصر، مطبعة الموسوعات، ١٣١٨هـ
- ابن الساعي، ابو طالب علي بن انجب الخازن، (٥٩٤-٦٧٤هـ / ١١٩٧-  
 ١٢٧٥م) (٨٣)  
الجامع المختصر في عنوان التواريخ وعيون السير، تحقيق مصطفى  
 جواد، بغداد، المطبعة السريانية الكاثوليكية، ١٩٣٤م
- (٨٤) نساء الخلفاء المسمى جهات الائمة الخلفاء من الحرائر والاماء، تحقيق  
 مصطفى جواد، مصر، دارالمعارف، 'ب'، 'ت'
- ابن سعد، ابو عبد الله البصري كاتب الواقدي، (١٦٨-٢٣٠هـ /  
 ٧٨٤-٨٤٥م) (٨٥)  
الطبقات الكبير، ليدن، مطبعة برييل، ١٣٢٣هـ
- (٨٦) ايضاً، بيروت، دارضادر، 'ب'، 'ت'

ن سيد الناس محمد بن محمد اليعمرى الاندلسى، (٦٧١-٧٣٤هـ/  
١٢٧٣-١٣٣٤م)

(٨٧) عيون الأثر في فنون المغازى والشمال والسير، القاهرة، مكتبة القدسي،  
١٣٥٦هـ

بن سيده، علي بن اسماعيل المرسي، (٣٩٨-٤٥٨هـ / ١٠٠٧-١٠٦٦م)  
(٨٨) كتاب المخصص، مصر، المطبعة الكبرى الاميرية، بولاق،  
١٣٢١-١٣١٦هـ

ابن سينا، ابو علي حسين بن عبد الله البلخي ثم البخارى، (٣٧٠-٤٢٨هـ /  
٩٨٠-١٠٣٧م)

(٨٩) النجاة في الحكمة المنطقية والطبيعية والالهية، (ط:٢)، مصر، مطبعة  
السعادة، ١٩٣٨م

ابن شداد، محمد بن علي بن ابراهيم الحلبي (٦١٣-٦٨٤هـ /  
١٢١٧-١٢٨٥م)

(٩٠) الاعلاق الخطيرة في ذكر امراء الشام والجزيرة، تحقيق سامى الدهان،  
دمشق، المعهد الفرنسى، للدراسات العربية، ١٣٧٥هـ

ابن شيبه، ابو يوسف يعقوب البصرى، (١٨٠-٢٦٢هـ / ٧٩٨-٨١٥م)

(٩١) مسند عمر بن الخطاب، تحقيق سامى، حداد، بيروت، المطبعة  
الامريكائية، ١٣٥٩هـ

ابن الصابونى، محمد بن علي المحمودى، (٦٠٤-٦٨٠هـ /  
١٢٠٧-١٢٨٢م)

(٩٢) تكملة اكمال الكمال في الانساب والالقاب، تحقيق مصطفى حود،  
بغداد، مطبعة المجمع العلمى العراقى، ١٣٧٧هـ

ابن الصلاح، تقى الدين عثمان بن عبد الرحمن الشهرزورى (٥٧٧-٦٤٣هـ /  
١١٨١-١٢٤٥م)

(٩٣) علوم الحديث، تحقيق نور الدين عتر، حلب، مطبعة الاصيل، ١٣٨٦هـ

(٩٤) مقدمة ابن الصلاح و شرحه التقييد ولايضاح، حلب، المطبعة العلمية،

١٣٥٠هـ



ابن الطقطقي، محمد بن علی بن طبا طباطبائی، (۶۶۰-۷۰۹ھ / ۱۲۶۲-۱۳۰۹م)

(۹۵) تاریخ الدول الاسلامیة وهو کتاب الفخری فی الاداب السلطانیة والدول الاسلامیة، بیروت، دار صادر للطباعة والنشر، ۱۳۸۰ھ

ابن طولون، محمد دمشقی الصالحی الحنفی، (۱۴۷۵-۱۵۴۶م) (۹۶) الشذرة فی الاحادیث المشتهرة تحقیق کمال بن بسیونی زغلون بیروت، دارالکتب العلمیة، ۱۴۱۳ھ

ابن طیفور، احمد الخراسانی، (۲۰۵-۲۸۰ھ / ۸۱۹-۸۹۳م) (۹۷) کتاب بغداد، القاهرة، عزت العطار الحسینی، ۱۳۶۸ھ

ابن عابدین، محمد امین بن عمر، (۱۱۹۸-۱۲۵۲ / ۱۷۸۴-۱۸۳۶م) (۹۸) حاشیة رد المحتار شرح تنویر الابصار، (ط: ۲)، مصر، مصطفى البابی الحلبي، ۱۲۸۶ھ

ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی (۳۶۸-۴۶۳ھ / ۹۸۷-۱۰۷۱م) (۹۹) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، تحقیق علی محمد لبجاوی، مصر مطبعة النهضة، ۱۳۷۰ھ

(۱۰۰) الانبایة علی قبائل الرواة، یہ کتاب القصد والامم کے ساتھ شایع کی گئی ہے۔

(۱۰۱) الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الثلاثة الفقهاء، مالک والشافعی وابی حنیفة رضی اللہ عنہم و ذکر عیون من اخبارہم و اخبار اصحابہم للتعریف بجلالة اقدارہم، مصر، مكتبة القدسی، ۱۳۵۰ھ

(۱۰۲) جامع بیان العلم و فضلہ و ما ینبغی فی روایتہ و حملہ، مصر، ادارة الطباعة المنیریة، بیروت

(۱۰۳) القصد والامم فی التعریف باصول انساب العرب والعجم، القاهرة، مطبعة السعادة، ۱۳۵۰ھ

ابن عبد الحق، عبد المؤمن البغدادی، (۶۵۸-۷۳۹ھ / ۱۲۶۰-۱۳۳۸م) (۱۰۴) مراصد الاطلاع علی الامکنة والبقاع، تحقیق علی محمد البجاوی القاهرة، عیسی البابی الحلبي، ۱۳۷۳ھ

ابن عبد ربہ، احمد بن محمد الاندلسی، (۲۴۶-۳۲۸ھ) (۱۰۵) کتاب العقد الفرید، تحقیق احمد امین، احمد الزین، ابراهیم الایاری

القاهرة، مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر، ١٣٧٥هـ

العبري، غريغور يوس بن تارون الملطى، (٦٢٣-٦٨٥هـ/  
١٢٢٦-١٢٨٦م)

(١٠٦) تاريخ مختصر الدول (ط:٢)، بيروت المطبعة الكاثوليكية، ١٩٥٨م

بن عذارى المراكشى ابو عبدالله محمد، (١٠٠-٦٩٥هـ / ١٥٥٦-١٥٥٦م)

(١٠٧) البيان المغرب فى اخبار المغرب، بيروت، مكتبة الصادر، ١٩٥٠م

بن عراق، على بن محمد الكنانى، (٤٦٨-٥٤٣هـ / ١٥٠١-١٥٥٦م)

(١٠٨) تنزيه الشريعة المرفوعة من الاخبار الشنيعة الموضوعة، تحقيق عبد

الوهاب عبد اللطيف، محمد الصديق، مصر، مكتبة القاهرة، ١٣٧٥هـ

بن العربي، محمد بن عبد الله المعافى، (٤٢٨-٥٤٣هـ / ١٠٧٦-١١٤٨م)

(١٠٩) احكام القرآن، تحقيق على محمد البجاوى، (ط:٢)، القاهرة، عيسى

البابى الحلبي، ١٣٨٨هـ

بن عساكر ابو القاسم على بن الحسن الدمشقى، (٤٩٩-٥٧١هـ/  
١١٠٥-١١٧٦م)

(١١٠) التاريخ الكبير، بترتيب تهذيب عبد القادر افندى بدران، دمشق، مطبعة

روضة الشام، ١٣٢٩-١٣٥١هـ

(١١١) تاريخ مدينة دمشق، تحقيق صلاح الدين المنجد، دمشق مجمع العلمى

العربى، ١٩٥١م

(١١٢) تبين كذب المفترى فيما نسب الى الامام ابى الحسن الاشعري، دمشق،

مكتبة القدسى، ١٣٤٧هـ

ابن العماد، عبد الحى بن احمد بن محمد الحنبلى، (١٠٣٢-١٠٨٩هـ/  
١٦٢٣-١٦٧٩م)

(١١٣) شذرات الذهب فى اخبار من ذهب، القاهرة، مكتبة نقادسى،

١٣٥٠-١٣٥١هـ

ابن الفارس ابو الحسن احمد، (٣٣٩-٣٩٥هـ / ٩٤١-١٠٠٤م)

(١١٤) معجم مقائيس اللغة، تحقيق عبد السلام محمد هارون، القاهرة، عيسى

البابى الحلبي، ١٣٦٦-١٣٧١هـ

(۱۱۵) الصاحبي في فقه اللغة وسنن العزب في كلامها، تحقيق احمد  
القاهرة، عيسى البابی الحلبي، ۱۹۷۷م۔

ابن فرحون، برهان الدين ابراهيم بن علي بن محمد اليعمرى المالكي  
(۷۱۹-۷۹۹هـ / ۱۳۱۹-۱۳۹۷م)

(۱۱۶) الديباج المذهب في معرفة اعيان علماء المذهب وبها مشة كتاب  
الابتهاجر بطريز الديباج، مصر، عباس بن عبد السلام بن شقر  
۱۳۵۱هـ

ابن الفرضي، ابو الوليد عبد الله بن محمد الازدي، (۳۵۱-۴۰۳  
۹۶۲-۱۰۱۳م)

(۱۱۷) تاريخ العلماء و الرواة للعلم بالاندلس بتصحيح عزت العطار الحسيني  
القاهرة، مكتبة الخانجي، ۱۳۷۳هـ

ابن فضل الله العمري (۷۰۰-۷۴۹هـ / ۱۳۰۱-۱۳۴۹م)

(۱۱۸) مسالك الابصار في ممالك الامصار، تحقيق احمد زكي پاشا، القاهرة  
مطبعة دارالكتب المصرية، ۱۳۴۲هـ

ابن الفوطي، عبد الرزاق بن احمد البغدادي، (۶۴۲-۷۲۳  
۱۲۴۴-۱۳۲۳م)

(۱۱۹) تلخيص مجمع الآداب في معجم الالقاب، دمشق، المطبعة الهاشمي  
۱۹۶۳م

(۱۲۰) الحوادث الجامعة والتجارب النافعة في المئة السابعة، بغداد، المكتبة الع  
۱۳۵۱هـ

ابن القارح، علي بن منصور امجلبي

(۱۲۱) رسالة ابن القارح تحقيق عائشة عبد الرحمن بنت الشاطي، (ط: ۱)  
القاهرة، دارالمعارف ۱۳۹۷هـ، رسالة الغفران ابي العلاء المصري  
ساتھ طبع ہوا ہے۔

ابن قتيبة، عبد الله بن مسلم الدينوري، (۲۱۳-۲۷۶هـ / ۸۲۸-۸۸۹م)

(۱۲۲) تاويل مختلف الحديث في الرد على اعداء اهل الحديث، مصر، مط  
کردستان العلمية، ۱۳۲۶هـ

(۱۲۳) تاويل مشكل القرآن، تحقيق احمد صقر، (ط: ۲)، القاهرة، دارالترا

۱۹۷۳م

(۱۲۴) عيون الاخبار، القاهرة، مطبعة دار الكتب المصرية، ۱۳۴۳-۱۳۴۹ھ  
ايضاً، القاهرة، المطبعة الاسلامية، ۱۳۵۳ھ

القلايسى ابو يعلى حمزة بن اسد، (۴۶۴-۵۵۵ھ / ۱۰۷۲-۱۱۶۰م)  
(۱۲۵) تاريخ ابى يعلى حمزة ابن القلايسى المعروف بذييل تاريخ دمشق،  
بيروت، مطبعة الالباء اليسوعيين، ۱۹۰۸م

القيسرانى محمد بن طاهر، (۴۴۸-۵۰۷ھ / ۱۰۵۶-۱۱۱۷م)  
(۱۲۶) الانساب المتفقة فى المتماثلة فى النقط والضبط، ليدن، اى، جى، بريل،  
۱۸۶۵م

بن القيم الجوزية، محمد بن ابى بكر، (۶۴۱-۷۰۱ھ / ۱۲۹۲-۱۳۵۰م)  
(۱۲۷) الطرق الحكيمية فى السياسة الشرعية، تحقيق محمد جميل غازى،  
القاهرة، مطبعة المدنى، ۱۳۹۸ھ

بن كثير، عماد الدين ابو الفداء اسماعيل بن عمر الدمشقى، (۷۰۰-۷۷۴ھ /  
۱۳۰۱-۱۳۷۳م)

(۱۲۸) البداية والنهاية، مصر، مطبعة السعادة، ۱۳۵۱-۱۳۵۸ھ

(۱۲۹) تفسير القرآن العظيم، لاهور، سهيل اكيدمى، ۱۳۹۳ھ

بن ماجه، محمد بن يزيد القزوينى، (۲۰۹-۲۷۳ھ / ۸۲۴-۸۸۷م)

(۱۳۰) سنن ابن ماجه، تحقيق محمد فواد عبدالباقى، القاهرة، مطبعة عيسى  
البابى الحلبي، ۱۳۷۲ھ

(۱۳۱) سنن المصطفى بحاشية السندى، مصر، المطبعة التازية، ۱۳۴۹ھ

ابن ماكولا ابو نصر على بن هبة الله العجلي (۴۲۱-۴۷۵ھ / ۱۰۳۰-۱۰۸۲م)

(۱۳۲) الاکمال فى رفع الارتياب عن المؤلف والمختلف من الاسماء والكنى

والانساب، تحقيق عبد الرحمن بن يحيى اليماني، حيدرآباد الدكن،

مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، ۱۳۸۱-۱۳۸۴ھ

ابن مطرف الكنانى، ابو عبد الله محمد بن احمد، (۳۸۷-۴۵۴ھ /

۹۹۷-۱۰۶۲م)

(۱۳۳) القرطين، مصر، مكتبة الخانجي، ۱۳۵۵ھ

ابن المعتز، عبد الله، (٢٥٧-٢٩٦هـ / ٨٦٣-٩٠٨م)

(١٣٤) طبقات الشعراء في مدح الخلفاء والوزراء، ليدن، اى، جى، بريل، ١٣٩

(١٣٥) طبقات الشعراء، تحقيق عبد الستار احمد فراج، (ط:٢)، القا

دارالمعارف، ١٩٦٨م

(١٣٦) رسائل ابن المعتز في النقد والادب والاجتماع، تحقيق

عبد المنعم، خفاجى، مصر، مطبعة مصطفى البابى الحلبي، ١٣٦٥هـ

ابن مفلح، محمد المقدسى، (٧١٠-٧٦٣هـ / ١٣١٠-١٣٦٢م)

(١٣٧) كتاب الاداب الشرعية في المصالح المرعية، القاهرة، مطبعة

١٣٤٩هـ

ابن منظور الافريقى، جمال الدين محمد بن مكرم بن على، ٦٣٠-٧١١هـ

(١٢٣٢-١٣١١م)

(١٣٨) لسان العرب، مصر، المطبعة الكبرى الاميرية، بولاق، ١٣٠٠-١٣٠٨

ابن منقذ، اسامة الشيزرى، (٨٠٨-٨٨٤هـ / ١٠٩٥-١١٨٨م)

(١٣٩) كتاب الاعتبار، تحقيق فيليب حتى، برستن، مطبعة جامعة برس

١٩٣٠م

ابن النديم، محمد بن اسحاق الوراق البغدادي، (٠٠-٤٣٨هـ)

(٠٠-١٠٤٧م)

(١٤٠) الفهرست، مصر، مطبعة الرحمانية، ١٣٤٨هـ

(١٤١) ايضاً، تحقيق فلوجل (Gustav Fugel) (١٢١٧-١٢٨٧م)

(١٨٠٢-١٨٧٠م) بيروت، مكتبة الخياط-

ابن الوردي، ابن عمر بن مظفر المصري، (٦٩١-٧٤٩هـ / ١٢٩٢-١٣٤٩م)

(١٤٢) تمة المختصر في اخبار البشر المعروف بتاريخ ابن الوردي،

المطبعة الوهيبية، ١٢٨٥هـ

(١٤٢) الف ايضاً، تحقيق رضا تجدد، كراچى، كارخانه تجارت كتب، ١٩٩٠م

ابن هبل البغدادي، على بن احمد على، (٥١٥-٦١٠هـ / ١١٢٢-١٢١٢م)

(١٤٣) كتاب المختارات في الطب، حيدرآباد الدكن، مطبعة جمعية

المعارف العثمانية، ١٣٦٢هـ

- بن هبة الله، ابى بكر الحسينى (٠٠-١٤٠١هـ)
- (١٤٤) طبقات الشافعية بغداد، مكتبة العربية، ١٣٥٦هـ
- بن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد الاسكندرى،  
(٧٩٠-٨٦١هـ/١٣٨٨-١٤٥٧م)
- (١٤٥) فتح القدير للعاجز الفقير، القاهرة، مصطفى البابى الحلبي-
- بو البقاء الحسينى الكهنؤى، ايوب بن موسى، (٠٠-١٠٩٤هـ/  
٠٠-١٦٨٣م)
- (١٤٦) الكليات، مصر، دار الطباعة القاهرة، ١٢٥٣هـ
- بو البقاء، ابو بكر عبد الله بن محمد البدرى، (٨٤٧-٨٩٤هـ/  
١٤٤٣-١٤٨٩م)
- (١٤٧) نزهة الشام فى محاسن الشام، مصر، المطبعة السلفية، ١٣٤١هـ
- ابو حيان، على بن محمد التوحيدى، (٠٠-١٠١٠م/٠٠-تقريباً ٤٠٠هـ)
- (١٤٨) اخلاق الوزيرين مثالب الوزيرين اخلاق الصاحب ابن عباد و ابن العميد،  
تحقيق ابراهيم كيلانى، دمشق دار الفكر، ١٩٦١م
- (١٤٩) كتاب الامتاع والموانسة، تحقيق احمد امين احمد الزين، بيروت،  
دار المكتبة الخياط، 'ب'، 'ت'
- ابو حيان محمد بن يوسف، (٦٥٤-٧٤٥هـ/١٢٥٦-١٣٤٤م)
- (١٥٠) البحر المحيط وبهامشه تفسيران احد هما النهر الماد من البحر و ثانيهما  
الدر الملتقط من البحر المحيط، لاحمد بن محمد بن كلثوم القيسى،  
المتوفى ٧٤٩هـ، مصر، مطبعة السعادة، ١٣٢٨هـ
- ابو داؤد، سليمان بن الاشعث السجستاني، (٢٠٢-٢٧٥هـ/٨١٧-٨٨٩م)
- (١٥١) سنن ابى داؤد، بتصحيح محمود حسن الـيونبائى، دمشق، مطبعة  
المجتبائى، ١٣١٨هـ
- ابو زيد الانصارى البصرى، سعيد بن اوس النصارى (١١٩-٢١٥هـ/  
٧٣٧-٨٣٠م)
- (١٥٢) كتاب النوادر فى اللغة تحقيق محمد عبد القادر احمد، القاهرة،  
دار الشروق، (١٤٠١هـ)

ابو السعود، محمد بن محمد مصطفى العمادى الحنفى، (٥٩٩-٦٦٥هـ)

(١٤٩٣-١٥٧٤م)

(١٥٣) ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم، مصر، ادارة الطباعة المصرية

١٢٧٥هـ .

ابو شامة، شهاب الدين ابو محمد عبد الرحمن بن اسماعيل، (٥٩٩-٦٦٥هـ)

(١٢٠٢-١٢٦٧م)

(١٥٤) تراجم رجال القرنين السادس والسابع المعروف بذيلى على الروضتين

بتصحيح محمد زاهد الكوثرى، القاهرة، عزت العطار الحسينى

١٣٦٦هـ

(١٥٥) كتاب الروضتين فى اخبار الدولتين النورية والصلاحية، تحقيق محمد

حلمبى محمد احمد، القاهرة، مطبعة لجنة التاليف والترجمة ونشر

١٩٥٦م

ابو الطيب اللغوى، عبد الواجه بن على، (٣٥١هـ)

(١٥٦) مراتب النحويين، تحقيق محمد ابو الفضل ابراهيم، القاهرة، مكتبة نهضة

مصر، ١٣٧٥هـ

ابو عبيد، قاسم بن سلام الهروى، (١٥٧-٢٢٤هـ / ٧٧٤-٨٣٨م)

(١٥٧) غريب الحديث، حيدر آباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف

العثمانية، ١٣٨٤-١٣٨٧هـ

ابو الفداء، عماد الدين، اسماعيل بن ايوب، (٦٧٢-٧٣٢هـ)

(١٢٧٤-١٣٣١م)

(١٥٨) المختصر فى اخبار البشر، مصر، المطبعة الحسينية المصرية، ١٣٢٥هـ

ابو الفرج، على بن الحسين بن احمد الاصفهانى، (٢٨١-٣٥٦هـ)

(٨٩٧-٩٦٧م)

(١٥٩) كتاب الاغانى، القاهرة، مطبعة دار الكتب المصرية، ١٣٧١-١٣٨١هـ

(١٦٠) ايضاً تحقيق، ابراهيم الاييارى القاهرة، دار الشعب، ١٣٨٩هـ

ابو الليث نصر بن محمد بن احمد التمرقندى، (٣٩٣-٠٠هـ / ١٠٠٣-٠٠م)

(١٦١) بستان، بترجمة اردو، دهلى، مطبع فاروق، ١٣٠١هـ



ابو مخرمة عبد الله الطيب بن عبد الله بن احمد، (٨٧٠-٩٤٧هـ/١٤٦٥-١٥٤٠م)

(١٦٢) تاريخ ثغر عدن مع نخب من تواريخ ابن المجودر والجندي والاهدل،  
ليدن، مطبعة بريل، ١٩٣٦م

ابو نعيم، احمد بن عبد الله الاصبهاني، (٣٣٦-٤٣٠هـ/٩٤٨-١٠٣٨م)  
(١٦٣) حلية الاولياء وطبقات الاصفياء، مصر، مطبعة السعادة،  
١٣٥١-١٣٥٧هـ

(١٦٤) كتاب ذكر اخبار اصبهان، ليدين، مطبعة، اي، حبي، بريل،  
١٩٣١-١٩٣٤م

ابو يوسف القاضي، يعقوب بن ابراهيم الكوفي البغدادي، (١١٣-١٨٢هـ/  
٧٣١-٧٩٨م)

(١٦٥) اختلاف ابي حنيفة و ابن ابي ليلى، تحقيق ابي الوفاء الافغاني، مصر، لجنة  
احياء المعارف النعمانية، ١٣٥٨هـ

(١٦٦) الرد على سير الاوزاعي، تحقيق ابي الوفاء الافغاني، مصر، لجنة احياء  
المعارف النعمانية، حيدرآباد الدكن، ١٣٥٧هـ

احمد امين بك مصري، (١٣٠٠-١٣٠٠هـ/١٩٣٦-٠٠م)

(١٦٧) ضحى الاسلام، (ط:٥)، القاهرة، مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر،  
١٣٧١هـ

(١٦٨) ظهر الاسلام، (ط:٣)، القاهرة، مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر،  
١٣٦٤-١٣٧٣هـ

احمد عيسى بك، معجم الاطباء، مصر، مطبعة فتح الله الياس نوري،  
١٣٦١هـ

(١٦٩) تاريخ البيمارستانات في الاسلام، دمشق، جمعية اصدقاء الاسلام،  
١٣٥٧هـ

احمد محمد شاكر، (١٣٠٩-١٣٧٧هـ/١٨٩٢-١٩٠٨م)

(١٧٠) الباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث للحافظ ابن كثير، (ط:٣)،  
مطبعة محمد علي صبيح، ١٣٧٠هـ

احمد نگرى، عبد النبى بن عبيد الرسول العثمانى

(۱۷۱) جامع العلوم الملقب بدستور العلماء، حيدرآباد الدكن، مطبعة مجلس

دائرة المعارف النظامية، ۱۳۲۹ھ

اخوان الصفاء،

(۱۷۲) رسائل اخوان الصفاء و خلان الوفاء، تحقيق خير الدين الزركلى، بيروت،

دار الطباعة والنشر، ۱۹۵۲م

الاربلى، عبد الرحمن سنبط فسنيو (۶۴۰-۷۱۷ھ / ۱۲۴۲-۱۳۱۷م)

(۱۷۳) خلاصة الذهب المسبوك من مختصر سيرة الملوك، بغداد، مكتبة المثنى،

۱۹۶۴م

الارزنجانى، اويس وفاء بن محمد، (بعد ۱۳۲۷ / ..... بعد ۱۹۰۹م)

(۱۷۴) منهاج اليقين شرح ادب الدنيا والدين، آستانة، محمود بك، مطبعة قدسى،

۱۳۲۸ھ

الازدى، عبد الغنى بن سعيد (۳۳۲-۴۰۹ھ / ۹۴۴-۱۰۱۸م)

(۱۷۵) كتاب المؤلف والمختلف فى اسماء نقلة الحديث، اله آباد، مطبع انوار

احمدى، ۱۳۲۷ھ

الازهرى، محمد بن احمد، (۲۸۲-۳۷۰ھ / ۸۹۵-۹۸۰م)

(۱۷۶) تهذيب اللغة، تحقيق عبد السلام محمد هارون، القاهرة، دار القومية

العربية للطباعة، ۱۳۸۴ھ

استرنج 'لى

(۱۷۷) بغداد فى عهد الخلافة العباسية، بغداد، المطبعة العربية، ۱۹۳۶م

اسماعيل بن محمد امين پاشا (۰۰-۱۳۳۹ھ / ۰۰-۱۹۲۰م)

(۱۷۸) هدية العارفين اسماء المؤلفين و آثار المصنفين، استنبول، مطبعة

المعارف، ۱۹۵۱م

اسماعيل محمد هاشم

(۱۷۹) المقومات الثقافية للمجتمع العربى، بيروت، دار النهضة العربية، ۱۹۶۵م

الاسنوى، جمال الدين عبد الرحيم بن الحسن، (۷۰۴-۷۷۲ھ / ۱۲۰۵-

۱۳۰۷م)

(١٨٠) طبقات الشافعية، تحقيق عبد الله الجبوري، بغداد، مطبعة الارشاد،  
١٣٩٠-١٣٩١هـ

الاصطخري، ابو اسحاق ابراهيم بن محمد الكرخي، (٠٠-٣٤٦هـ / ٠٠-  
٩٥٧م)

(١٨١) المسالك والممالك تحقيق محمد جابر عبد العال الحسيني، القاهرة،  
وزارة الثقافة والارشاد القومي، ١٣٨١هـ

الالباني، محمد ناصر الدين

(١٨٢) سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة واثرها السبئي في الامة، (ط:٣)،  
دمشق، المكتب الاسلامي، ١٣٨٤هـ

الياس الطون، (١٢٩٤-١٣٧١هـ / ١٨٧٧-١٩٥٣م)

(١٨٣) القاموس العصري، انكليزي، عربي، (ط:١)، الياس مادرن پريس،  
١٩٥٦م

امير الحجاج، محمد بن محمد الفاسي، (٨٢٤-٨٧٩هـ /  
١٤٢٢-١٤٧٤م)

(١٨٤) المدخل، مصر، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، ١٩٦٠م

الامير الصنعاني، محمد بن اسماعيل، (١٠٩٩-١١٨٢هـ /  
١٦٨٨-١٧٦٥م)

(١٨٥) توضيح الافكار لمعاني تنقيح الانظار، تحقيق محمد محي الدين عبد  
الحميد، مصر، مطبعة السعادة، ١٣٦٦هـ

الانصاري، زكريا بن محمد، (٨٢٦-٩٢٦هـ / ١٤٢٣-١٥٢٠م)

(١٨٦) فتح الباقي على القية العراقي، تحقيق محمد بن الحسين نوري، طبع مع  
شرح القية العراقي المسماة بالتبصرة والتذكرة، فارس، المطبعة الحيدرية،  
١٣٥٤هـ

نيس فريجة

(١٨٧) الخط العربي، نشأته و شكله، بيروت، فواد بيان و شركاة، ١٩٦١م

لاهواني، محمد فواد

(١٨٨) الكندي فليسوف العرب، القاهرة، مؤسسة العصرية العامة للطباعة والنشر،

ب، ت

الباخرزي، ابو الحسن علي بن الحسن الشافعي، (١٠٠-٤٦٧هـ /  
١٠٧٥-٠٠م)

(١٨٩) دمية القصر و عصرة اهل العصر، حلب، المطبعة العلمية، ١٣٤٨هـ

الباقلاني، ابو بكر محمد بن الطيب بن محمد (٣٣٨-٤٠٢هـ /  
٩٥٠-١٠٢٣م)

(١٩٠) نكت الانتصار لنقل القرآن، تحقيق محمد زغلول سلام، الاسكندرية،  
منشأة المعارف، ١٩٧١م

البخاري، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل الجعفي، (١٩٤-٢٥٦هـ /  
٨١٠-٨٧٠م)

(١٩١) الادب المفرد، القاهرة، ولي الدين الخطيب، ١٣٧٩هـ

(١٩٢) التاريخ الكبير، حيدرآباد الذكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية،  
١٣٦١هـ

(١٩٣) صحيح البخاري، بحواشي احمد علي السهارنبوري، لكهنؤ، المطبع  
المصطفائي، ١٣٠٧هـ

بدرى، محمد فهدي،

(١٩٤) العامه ببغداد، في القرن الخامس الهجري، بحث تاريخي في الحياة  
الاجتماعية لجماهير بغداد، مطبعة الارشاد، ١٣٨٧هـ

بديع اتابك، منتخب الدين

(١٩٥) كتاب عتبة الكتبة، مجموعة مراسلات ديوان سلطان سنجر، طهران،  
شرك سهامى، ١٣٢٩، ف

بديع الزمان احمد بن امين الهمداني، (٣٥٨-٣٩٨هـ / ٩٦٩-١٠٠٨م)

(١٩٦) رسائل بديع الزمان الهمداني، (ط:٣)، القاهرة، مطبعة هندية، ١٣٤٩هـ

البديعى، يوسف، (١٠٧٣-٠٠هـ / ١٦٦٢-٠٠م)

(١٩٧) الصبح المنبى عن حثية المتنبى، تحقيق مصطفى السقا محمد شتا، عبده

زياده عبده، القاهرة. د. سعاف، ١٩٦٣م

البستاني، فواد، افرام

- (۱۹۸) دائرة المعارف قاموس عام لكل فن و مطب، بيروت، 'ب، 'ت،  
 ۱۹۵۶-۱۹۶۹م (همزة ارثملین)
- البيستى، ابو حاتم محمد ابن حبان، (۲۷۰-۳۵۴هـ / ۸۸۷-۹۶۵م)
- (۱۹۹) كتاب مشاهير علماء الامصار، تحقيق م، فلاشهر، القاهرة، مطبعة  
 التاليف والترجمة والنشر، ۱۳۷۹هـ
- البصرى، على بن ابى الفرج (۰-۶۵۶هـ)
- (۲۰۰) كتاب الحماسة البصرى، تحقيق عادل جمال سليمان، القاهرة، المجلس  
 الاعلى للشئون الاسلامية، ۱۹۷۸م
- البغدادى، عبد القاهر بن طاهر الشافعى، (۰-۴۲۹هـ / ۰-۱۰۳۸م)
- (۲۰۱) اصول الدين، الستانبول، مطبعة الدولة، ۱۳۴۶هـ
- (۲۰۲) الفرق بين الفرق و بيان الفرقة الناجية منهم، تحقيق محمد زاهد الكوثرى،  
 القاهر، عزت العطار الحسينى، ۱۳۶۷هـ
- البغوى، الحسين بن مسعود الفراء، (۰-۵۱۶هـ / ۰-۱۰۲۲م)
- (۲۰۳) شرح السنة، تحقيق شعيب الارناؤ و ط و محمد زهير الشاويش، دمشق،  
 المكتب الاسلامى، ۱۳۹۰هـ
- البكرى، ابو عبد الله بن عبد العزيز، (۴۳۲-۴۸۷هـ / ۱۰۴۰-۱۰۶۴م)
- (۲۰۴) معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع، تحقيق مصطفى السقا،  
 القاهرة، مطبعة التاليف والترجمة والنشر، ۱۳۲۶هـ
- البلاذرى، احمد بن يحيى بن جابر (۰-۲۷۹هـ / ۰-۸۹۲م)
- (۲۰۵) فتوح البلدان، تحقيق عبد الله انيس الطباع، عمر انيس الطباع، بيروت  
 دار النشر للجامعين، ۱۳۷۷هـ
- البغدادى، فتح بن على صبهانى، (۵۸۶-۶۴۳هـ / ۱۱۹۰-۱۲۴۵م)
- (۲۰۶) الشاهنامه للفردوسى ترجمها نثراً البندارى، تحقيق عبد نوهاب عرام،  
 القاهرة، مطبعة دار الكتب المصرية، ۱۹۳۲م
- (۲۰۷) كتاب تاريخ دولة آل سلجوق، مصر، مطبعة الموسوعات، ۱۳۱۸هـ
- البيرونى، ابو ريحان محمد بن احمد الخوارزمى، (۶۲-۴۴۰هـ / ۹۷۳-۱۰۴۸م)
- (۲۰۸) الأثار الباقية عن القرون الخالية، تحقيق سخاو (Sachau) ليزك، اوثو

هاروسو، (Otto Harrassov)، ١٩٢٣م

(٢٠٩) الجماهر في معرفة الجواهر، حيدر آباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة

المعارف العثمانية، ١٩٣٦م / ١٣٥٥هـ

(٢١٠) كتاب البيروني في تحقيق ما للهند من مقولة في العقل او مزدولة، حيدر

آباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، ١٣٧٧هـ

البيهقي، ابراهيم بن محمد (٠٠ بعد ٣٢٠هـ / ٠٠ بعد ٩٣٢م)

(٢١١) المحاسن والمساوي، ليبسك، مطبعة غليوم در دغولين، ١٣١٨هـ

البيهقي، ابوبكر احمد بن الحسين، (٣٨٤-٤٥٨هـ / ٩٩٤-١٠٦٦م)

(٢١٢) مناقب الشافعي، تحقيق احمد صقر، القاهرة، مكتبة دار التراث،

١٣٩١هـ

البيهقي، ظهيرالدين ابو الحسن علي بن ابي القاسم زيد، (٤٩٩-٥٦٥هـ /

١١٠٦-١٤٢٢م)

(٢١٣) كتاب تنمة صوان الحكمة، تحقيق محمد شفيق، لاهور، بنجاب

يونيورستي، ١٣٥١هـ

التجاني، عبد الله بن محمد بن احمد التجاني

(٢١٤) الرحلة التجاني، تحقيق حسن حسني عبد الوهاب، تونس، المطبعة

الرسمية ١٣٧٧هـ

الترمذي، ابو عيسى، محمد بن عيسى بن سورة (٢١٠-٢٧٩هـ /

٨٢٥-٨٩٢م)

(٢١٥) صحيح الترمذي بشرح الامام ابي بكر العربي المالكي، مصر، مطبعة

الصاوي، ١٣٥٣هـ

(٢١٦) الجامع الصحيح وهو سنن الترمذي، تحقيق ابراهيم عطوه عوض، مصر،

مصطفى البابي، الحلبي، ١٣٥٨هـ

(٢١٧) سنن الترمذي، بتحشية احمد السهارنبوري، تصحيح مملوك العلي،

دهلي، مطبع العلوم ١٢٦٥هـ

(٢١٨) تعريف قدماء لأبي العلاء، القاهرة، دارالكتب، المصرية، ١٣٦٣هـ

التفتازاني، سعد الدين مسعود بن عمر (٧١٢-٧٩٣هـ / ١٣١٢-١٣٩٠م)

(٢١٩) شرح المقاصد، آستانة، محرم افندي، ١٣٠٥هـ

(۲۲۰) مجموعة تحفة شاهجهانى، شرح تهذيب، كانبور، مطبع نظامى،  
۱۳۱۲ھ

التميمي، عبد القادر الغزى (۱۰۱ھ)

(۲۲۱) الطبقات السنة فى تراجم الحنفية، تحقيق عبد الفتاح محمد على،  
القاهرة، المجلس الاعلى لشئون الاسلامية، ۱۳۹۵ھ

التهانوى، محمد اعلى بن على، (۱۱۵۸-۰۰ھ / ۱۷۴۵-۰۰م)

(۲۲۲) كتاب كشاف اصطلاحات الفنون، كلكته، ايشياتك سوسائيتى آف  
بنجال، ۱۸۶۲م

تيمور پاشا احمد، (۱۲۸۸-۱۳۴۸ھ / ۱۸۷۱-۱۹۳۰م)

(۲۲۳) المذاهب الفقهية الاربعة الحنفى، المالكى، الشافعى، الحنبلى و انتشارها  
عند جمهور المسلمين مع دراسة تحليلية لابي زهرة، القاهرة، لجنة نشر  
المولفات التيمورية، 'ب'، 'ت'

الثعالبي، ابو منصور عبد المالك بن محمد افنيسابورى، (۳۵۰-۴۲۹ھ /  
۹۶۱-۱۰۳۸م)

(۲۲۴) تممة اليتيمة، طهران، مطبعة فروين، ۱۳۵۳ ف

(۲۲۵) ثمار القلوب فى المضاف والمنسوب، تحقيق محمد ابو الفضل ابراهيم،  
القاهرة، مطبعة المدنى، ۱۳۸۴ھ

(۲۲۶) سحر البلاغة و سر البراعة، دمشق، مطبعة الترقى، ۱۳۵۰ھ

(۲۲۷) فقه اللغة و سر العربية، تحقيق مصطفى السقا ابراهيم الايبارى، عبد  
الحفيظ شلبى، (ط: ۲)، مصر، مطبعة مصطفى البانى، ۱۳۷۳ھ

(۲۲۸) لطائف المعارف، تحقيق ابراهيم الايبارى، حسن كامل الصيرفى، مصر،  
عيسى البابى الحلبي، ۱۳۷۰ھ

(۲۲۹) يتيمة الدهر فى محاسن اهل العصر، تحقيق محمد محى الدين عند  
الحميد القاهرة، مطبعة حجازى، ۱۳۶۶ھ

جابر بن حيان بن عبد الله الكوفى، (۲۰۰-۰۰ھ / ۸۱۵-۰۰م)

(۲۳۰) الحدود المختارات من رسائل جابر بن حيان، تحقيق كراويس، القاهرة،  
.....، ۱۳۵۴ھ

الجاحظ، ابو عثمان، عمرو بن بحر بن محبوب الكنانى البصرى (۱۵۰-۲۵۵



(هـ / ۷۶۷-۸۶۹م)

(۲۳۱) رسالة الجد و الهزل، تحقيق عبد السلام محمد هارون، القاهرة، مكتبة الخانجي، ۱۳۸۴هـ

(۲۳۲) رسائل الجاحظ، تحقيق عبدالسلام هارون، القاهرة، مكتبة الخانجي، ۱۳۸۴هـ

(۲۳۳) كتاب التاج في اخلاق الملوك، تحقيق احمد زكي پاشا، القاهرة، المطبعة الاميرية، ۱۳۲۲هـ

(۲۳۴) كتاب الحيوان، تحقيق عبد السلام محمد هارون، مصر، مكتبة مصطفى البابي الحلبي، ۱۳۵۶-۱۳۶۴هـ

(۲۳۵) المحاسن والاضداد، بيروت، دارمكتبة العرفان، 'ب'، 'ت'

(۲۳۶) موجز المحاسن والاضداد، القاهرة، دارالهلال، 'ب'، 'ت'

جامعة دمشق

(۲۳۷) الحلقة الدراسية للخدمات المكتبة، والوراقية، البليو غرافيا، والتوثيق والمخطوطات العربية والوثائق القومية، دمشق، مطبعة جامعة دمشق، ۱۳۹۲هـ

(۲۳۸) المحاضرات العامة خلال العام الجامعي، ۱۹۶۰-۱۹۶۱م، دمشق، مطبعة جامعة دمشق، ۱۹۶۲م

(۲۳۹) محاضرات المجمع العلمي دمشق، مطبعة المجمع العلمي، ۱۹۲۱م

الجرجاني، السيد الشريف علي، (۷۴۰-۸۱۶هـ / ۱۳۳۹-۱۴۱۳م)

(۲۴۰) كتاب التعريفات، بيروت، مكتبة لبنان، ۱۹۶۹م

ابو الحسن، علي بن عبد العزيز، (۳۹۳-۰۰هـ / ۱۰۰۲-۰۰م)

(۲۴۱) ابو ساطة بين المتنبى و خصوصه، تحقيق محمد ابو الفضل ابراهيم علي

محمد البجاوي، القاهرة، مطبعة عيسى البابي الحلبي،

۱۳۶۶-۱۳۸۶هـ

الجصاص، احمد بن علي، (۳۰۵-۳۷۰هـ / ۹۱۸-۹۸۱م)

(۲۴۲) احكام القرآن، آستانة، مطبعة الاوقاف، ۱۳۲۵هـ

الجعدي، عمر بن علي بن سمرة (۵۴۷-۵۸۶هـ / ۱۱۵۲-۱۱۹۰م)

(۲۴۳) طبقات فقهاء اليمن، تحقيق فواد سيد، القاهرة، مطبعة السنة المحمدية،

۱۹۵۷م

جلال موسیٰ

(۲۴۴) منهج البحث العلمی عند العرب فی مجال العلوم الطبعیة والکونیة؛

بیروت، دارالکتاب، اللبانی، 'ب'، 'ت'

الجمحی، محمد بن سلام (۱۵۰-۲۳۲ھ / ۷۶۷-۸۴۶م)

(۲۴۵) طبقات الشعراء، لیدن، مطبعة بریل، ۱۹۱۳م

الجمیلی، رشید

(۲۴۶) دولة الاتابكة فی الموصل بعد عماد الدین زنگی، ۵۴۱-۶۳۱ھ، بغداد،

دارالنهضة العربیة، ۱۹۷۰م

جواد علی

(۲۴۷) المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، بیروت، دارالعلم للملایین،

۱۹۶۸م

الجوالیقی، موهوب بن احمد (۴۶۵-۵۴۰ھ / ۱۰۷۲-۱۱۴۵م)

(۲۴۸) المعرب من الکلام الاعجمی علی حروف المعجم، تحقیق احمد محمد

شاکر، القاهرة، مطبعة دارالکتب المصریة، ۱۳۶۱ھ

الجوهری، اسماعیل بن حماد (۰-۳۹۳ھ / ۰-۱۰۰۳م)

(۲۴۹) تاج اللغة وصحاح العربیة، تحقیق احمد عبد الغفور عطار، مصر،

دارالکتاب العربی، ۱۳۷۷ھ

حاجی خلیفة مصطفیٰ بن عبد الله الشهیر بکاتب چلبی (۱۰۱۷-۱۰۶۷ھ /

۱۶۰۹-۱۶۵۷م)

(۲۵۰) کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، استانبول، مطبعة وكالة

المعارف الجلیلة، ۱۳۶۰ھ

الحاکم ابو عبد الله محمد بن عبد الله النیشاپوری، (۳۲۱-۴۰۵ھ /

۹۳۳-۱۰۱۴م)

(۲۵۱) تاریخ نیشاپور تلخیص احمد بن محمد المعروف بالخلیفة النیشاپوری،

تهران، کتابخانه ابن سینا، ۱۳۳۷ھ

(۲۵۲) کتاب المدخل فی اصول الحدیث، حلب المطبعة العلمیة، ۱۳۵۱ھ

(٢٥٣) المستدرك على الصحيحين، الرياض، مكتبة النصر الحديث، 'ب'، 'ت'،

(٢٥٤) معرفة علوم الحديث، تحقيق معظم حسين، القاهرة، مطبعة دار الكتب

المصرية، ١٩٣٧م

الحجازي ابو محمد وغيره

(٢٥٥) المغرب في حلى المغرب، تحقيق شوقي ضيف، مصر

الحربي، ابراهيم بن اسحاق، (١٩٨-٢٨٥ هـ / ٨١٤-٨٩٨ م)

(٢٥٦) كتاب المناسك و اماكن طرق الحج و معالم الجزيرة، تحقيق حم

الجاسر، الرياض، دار اليمامة للبحث والترجمة والنشر، ١٣٨٩ هـ

الحريري، قاسم بن علي، (٤٤٦-٥١٦ هـ / ١٠٥٤-١١٢٧ م)

(٢٥٧) المقامات الادبية، مصر، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، ١٣٣٨ هـ

حسن ابراهيم حسن (١٣١٠-١٣٨٨ هـ / ١٠٥٤-١١٢٧ م)

(٢٥٨) تاريخ الدولة الفاطمية، (ط:٢)، القاهرة، مكتبة النهضة المصرية، ١٩٥٨

حسن پاشا

(٢٥٩) الفنون الاسلامية والوظائف على الاثار العربية، القاهرة، دار النهضة العربية

١٩٦٥-١٩٦٦م

حسن احمد محمود

(٢٦٠) قيام دولة المرابطين، صفحة مشرقة من تاريخ المغرب في العصور

الوسطى، القاهرة، مكتبة النهضة المصرية، ١٩٠٧م

الحسني، عبد الحى بن فخر الدين الكهنؤى، (١٢٨٦-١٣٤١ هـ)

(٢٦١) نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر، حيدرآباد الدكن، مطبعة دائر

المعارف العثمانية، ١٣٦٦-١٣٩٦ هـ

حسين بن يوسف موسى و عبد الفتاح الصعيدى

(٢٦٢) الافصاح في فقه اللغة، (ط:٣)، القاهرة، دار الفكر العربي، ١٣٨٧ هـ

حماده، 'محمد ماهر'

(٢٦٣) المكتبات في الاسلام نشاتها وتطورها، ومصائرهما، بيروت، موسس

الرسالة، ١٩٧٠م

الحميدى، ابو عبد الله محمد بن فتوح بن عبد الله (٤٢٠-٤٨٨ هـ)

(١٠٢٩-١٠٩٥م)

(٢٦٤) جذوة المقتيس في ذكر ولاية الاندلس واسمائها رواة الحديث واهل الفقه

والادب وذوى النبامة والشعر، تحقيق محمد بن تاويت الطنجي،

القاهرة، مكتب نشر الثقافة الاسلامية، ١٣٧٢هـ

الحوت، محمد بن ادريس البيروتي، (١٢٧٦-٠٠هـ / ١٨٥٩-٠٠م)

(٢٦٥) اسنى المطالب في احاديث مختلفة المراتب، تحقيق عبد الجليل صالح

بن سليمان، مصر، المكتبة التجارية الكبرى، ١٣٥٥هـ

الخانجي، محمد امين، (١٢٨٢-١٣٥٨هـ / ١٨٦٥-١٩٣٩م)

(٢٦٦) منجم العمران في المستدرک على معجم البلدان، مصر، مطبعة السعادة،

١٣٢٥هـ

الخطيب، ابو بكر احمد بن علي البغدادي، (٣٩٢-٤٦٣هـ /

١٠٠٢-١٠٧١م)

(٢٦٧) تاريخ بغداد مدينة الاسلام، مصر، مطبعة السعادة، ١٣٤٩هـ(٢٦٨) تقييد العلم، تحقيق يوسف العش، دمشق، المعهد الفرنسي، ١٩٤٩م(٢٦٩) الفقيه والمتفقه، تحقيق اسماعيل الانصاري، بيروت، دار احياء السنة

النبوية، ١٣٩٥هـ

(٢٧٠) الكفاية في علوم الرواية، حيدرآباد الدكن، مطبعة جمعية دائرة المعارف

العثمانية، ١٣٥٧هـ

(٢٧١) كتاب موضع اوهام الجمع والتفريق، حيدرآباد الدكن، مطبعة مجلس

دائرة المعارف العثمانية، ١٣٧٨هـ

الخطيب العمري، ياسين و خير الله

(٢٧٢) منحة الادباء في تاريخ الموصل الحدماء، الموصل تحقيق سعيد

الموصلى ديوة جي، ١٩٥٥م

الخفاجي، شهاب الدين احمد بن محمد المصري، (٩٧٧-١٠٦٩هـ /

١٥٦٩-١٦٥٩م)

(٢٧٣) شفاء الغليل فيما في كلام العرب من الدخيل، تحقيق محمد عبد المنعم

خفاجي، مصر، المطبعة المنيرية، ١٣٧١هـ

الخوارزمي، محمد بن احمد يوسف الكاتب، (٣٨٧-٠٠هـ / ٩٩٧-٠٠م)

(٢٧٤) مفاتيح العلوم، مصر، مطبعة الشرق، ١٣٤٢هـ

الخوارزمي ابو عبد الله محمد بن موسى، (٠٠-٣٣٥هـ / ٠٠-٨٥٠م)

(٢٧٥) كتاب الجبر والمقابلة، تحقيق على مصطفى شرفه و محمد سرى احمد

(ط:٢)، القاهرة، دارالكتاب الغربي، ١٣٦٨هـ

الخوارزمي ابو بكر محمد بن العباس، (٣٢٣-٣٨٣هـ / ٩٣٥-٩٩٣م)

(٢٧٦) رسائل ابي بكر الخوارزمي، بيروت، دار مكتبة الحياة، ١٩٧٠م

الخوانساري، محمد باقر الموسوي الاصفهاني، (١٢٢٦-١٣١٣هـ

١٨١١-١٨٩٥م)

(٢٧٧) روضات الجنات في احوال العلماء والسادات، تحقيق محمد علي

وضاتي، دارالكتب الاسلامية، ١٣١٩هـ

(٢٧٨) دائرة المعارف الاسلامية، تهران، انتشارات جهان، 'ب'، 'ت'

الدارمي، عبد الله بن عبد الرحمن، (١٨١-٢٥٥هـ / ٧٩٧-٨٦٩م)

(٢٧٩) سنن الدارمي، دمشق، مطبعة الاعتدال، ١٢٤٩هـ

الداني، ابو عمرو عثمان بن سعيد القرطبي، (٣٧١-٤٤٤هـ

٩٨١-١٠٥٢م)

(٢٨٠) الحكم في النقط، تحقيق عزة حسن، دمشق وزارة الثقافة

الارشاد القومي، ١٣٧٩هـ

الداودي، احمد بن علي، (٠٠-٨٣٨هـ / ٠٠-١٤٤٤م)

(٢٨١) عمدة الطالب في انساب آل ابي طالب، تحقيق نزار رضا، بيروت

دارالكتب الحياة، ١٣٥٨هـ

الداودي محمد بن علي (٠٠-٩٤٥هـ / ٠٠-١٥٣٨م)

(٢٨٢) طبقات المفسرين، بيروت، دارالكتب العلمية، 'د'، 'ت'

الدباغ، عبد الرحمن بن محمد بن عبد الله الانصاري، (٠٠-٦٩٦هـ)

(٢٨٣) معالم الايمان في معرفة اهل القيروان، تونس، ١٣٢٠هـ

دروزه، محمد عزت

(٢٨٤) العرب والعروبة، دمشق، داريقظة العربية، ١٩٥٩هـ

الدلجى، شهاب الدين احمد بن علي، (٠٠-٨٣٨هـ / ٠٠-١٤٣٥م)

- (۲۸۵) الفلاکة والمفلوكون، النجف، مطبعة الآداب، ۱۳۸۵ھ
- دهلوی، عبد الحق بن سيف الدين، (۹۸۵-۱۰۵۲ھ / ۱۵۵۲-۱۶۴۲م)
- (۲۸۶) لمعات التفیح فی شرح مشکاة المصابیح، لاهور، مكتبة المعارف العلمية، ۱۳۹۰ھ
- الدیلمی، شیرویه بن شهر دار، (۳۴۰-۳۷۹ھ / ۹۵۱-۹۸۹م)
- (۲۸۷) الفردوس بماثور الخطاب، بیروت، دارالکتب العلمية، ۱۴۰۶ھ
- الذهبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳-۷۴۸ھ / ۱۲۷۴-۱۳۴۸م)
- (۲۸۸) تاریخ الاسلام وطبقات المشاهیر والاعلام، القاہرہ، مکتبہ القدسی، ۱۳۶۷ھ
- (۲۸۹) تذکرۃ الحفاظ، (ط: ۳)، الہند، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، ۱۳۷۵-۱۳۷۷ھ
- (۲۹۰) ترجمة الامام احمد من تاریخ الاسلام، تحقیق احمد محمد شاكر، القاہرہ، دارالمعارف للطباعة والنشر، ۱۳۶۵ھ
- (۲۹۱) دول الاسلام، (ط: ۲)، حیدرآباد الدکن، مطبعة جمعية دائرة المعارف العثمانية، ۱۳۶۴ھ
- (۲۹۲) العبر فی خبر من غیر، تحقیق صلاح الدین المنجد، الكويت، مطبعة حكومة الكويت، ۱۹۶۰-۱۹۶۶م
- (۲۹۳) معرفة القرام الکبار علی الطبقات و الاعصار، تحقیق محمد سید جاد الحق، القاہرہ، دارالکتب الحديثة، ۱۹۶۹م
- (۲۹۴) مناقب الامام ابی حنیفة و صاحبة ابی یوسف و محمد بن الحسن، تحقیق محمد زاهد الکوثری، و ابی الوفاء الافغانی، مصر، لجنة احیاء المعارف النعمانية، ۱۳۶۶ھ
- (۲۹۵) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، تحقیق علی محمد البجاوی، مصر، عیسیٰ البابی الحلبي، ۱۳۸۲ھ
- الرازی، فخر الدین محمد بن عمر (۵۴۳-۶۰۶ھ / ۱۱۴۹-۱۲۱۰م)
- (۲۹۶) التفسیر الکبیر (لمسمى بمفاتیح الغیب)، مصر، المطبعة البهية المصرية، 'ب، ت'

- (۲۹۷) مناظرات فخر الدين الرازي في بلاد ماوراء النهر، تحقيق فتح الله الحليف، بيروت، دارالمشرق، ۱۹۶۶م  
الرازي، محمد بن زكريا، (۳۱۳-۲۵۰هـ)
- (۲۹۸) اخلاق الطبيب، تحقيق عبد اللطيف محمد العبد، القاهرة، مكتبة النهضة العربية، ۱۴۰۲هـ، يرساله، رسائل التراث العربي الاسلامي کے ساتھ طبع کیا گیا۔
- الراغب، ابو القاسم حسين بن محمد الاصفهاني، (۵۰۲-۰۰ھ / ۱۱۰۸-۰۰م)
- (۲۹۹) الذريعة الى مكارم الشريعة، النجف، المطبعة الحيدرية، ۱۳۸۷ھ
- (۳۰۰) محاضرات الادباء و محاورات الشعراء البلغاء، بيروت، دار مكتبة الحياة
- (۳۰۱) المفردات في غريب القرآن، تحقيق محمد سيد كيلاني، مصر، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، ۱۳۸۱ھ
- (۳۰۲) مقدمة التفسير، كراشي، نور محمد، اصح المطابع، 'ب'، 'ت'  
الرافعي، مصطفى صادق، (۱۸۸۱-۱۹۳۷ھ / ۱۲۹۸-۱۳۵۶م)
- (۳۰۳) تاريخ آداب العرب، مصر، ۱۳۳۲ھ
- الرامهرمزي، الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد (۳۶۰-۲۶۵ھ)
- (۳۰۴) المحدث الفاصل بين الراوي والواعي، تحقيق محمد عجاج الخطيب، بيروت، دارالفكر، ۱۳۱۹ھ
- الرحبي الحنفي البغدادي، محمد عبد العزيز بن محمد (۰۰-۱۱۸۴ھ)
- (۳۰۵) فقه الملوك و مفتاح الرتاج المرصد على خزانة كتاب الخراج، تحقيق احمد الكبيسي، بغداد، مطبعة الارشاد، ۱۹۷۳م
- الرصاع، محمد انصاري (۰۰-۸۹۴ھ / ۰۰-۱۴۸۹م)
- (۳۰۶) فهرست الرصاع، تحقيق محمد العتايي، تونس، المكتبة العتيقة، ۱۹۶۷م  
الرفاعي، احمد فريد
- (۳۰۷) عصر المامون، (ط: ۴)، القاهرة، مطبعة دارالكتب، المصرية، ۱۳۴۶ھ  
روزنتھال، فرانز (Rosenthal, Franz)
- (۳۰۸) علم التاريخ عند المسلمين، ترجمة صالح احمد العلي، بغداد، مكتبة المثني، ۱۹۶۳م



(٣٠٩) مناهج العلماء في البحث العلمي، ترجمة، انيس فريجة، بيروت،  
دارالثقافة، ١٩٦١م

امباورر (Edward Von Zambaer)

(٣١٠) معجم الانساب والاسرات الحاكمة في التاريخ الاسلامي  
(Muhammedan Dynasties) اخرجة زكى محمد حسن بك و  
حسن احمد محمود، القاهرة، مطبعة جامعة فواد الاول،  
١٩٥١-١٩٥٢م

الزبيدي، ابوبكر محمد بن الحسن الاشبيلي، (٣١٦-٣٧٩هـ /  
٩٢٨-٩٨٩م)

(٣١١) طبقات الحنويين واللغويين، تحقيق محمد ابو الفضل ابراهيم، مصر،  
محمد سامي امين الخانجي، ١٣٧٣هـ

الزبيدي، محب الدين ابو الفيض محمد بن محمد الملقب بمرتضى البلگرامي  
(١١٤٥-١٢١٠هـ / ١٧٣٢-١٧٩٠م)

(٣١٢) اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين، بيروت، داراحياء التراث  
العربي، 'ب'، 'ت'

(٣١٣) تاج العروس من جواهر القاموس، مصر، المطبعة الخيرية، ١٢٠٦هـ

(٣١٤) ترويح القلوب في ذكر الملوك بني ايوب، تحقيق صلاح الدين المنجد،  
دمشق، مطبعة الترقى، ١٩٧٠م

الزرخاني عبد العظيم

(٣١٥) مناهل العرفان في علوم القرآن، (ط:٣)، القاهرة، عيسى الباي الحلبي،  
١٣٧٢هـ

الزرقاني، محمد بن عبد الباقي بن يوسف المالكي (١٠٠٠-١١٢٢هـ /  
١٢٤٥-١٧١٠م)

(٣١٦) مختصر المقاصد الحسنة في بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على  
اللسنة، تحقيق محمد لطفى الصباغ، (ط:٣)، بيروت، المكتب  
الاسلامي، ١٤٠٣هـ

الزركلي، خير الدين

(٣١٧) الاعلام قاموس تراجم لاشهر الرجال والنساء من العرب والمستعربين

والمستشرقين، (ط: ٣)، بيروت (الزركلي)، ١٩٦٩-١٩٧٠م

الزرنوجي، برهان الدين

(٣١٨) تعليم المتعلم طريق التعلم، مصر، مكتبة محمد علي صبيح، ١٣٥٧هـ

زكي المحاسبي

(٣١٩) المتنبي، القاهرة، دارالمعارف، ١٩٨٠م

الزمحشري، جار الله محمود بن عمر (٤٦٧-٥٣٥هـ / ١٠٥٧-١١٤٤م)

(٣٢٠) اساس البلاغة، تحقيق عبد الرحيم محمود، القاهرة، دارالكتب، المصرية،

١٩٥٣م

(٣٢١) الكشاف عن حقائق التنزيل و عيون الاقاويل في وجوه التاويل وكتاب

الانصاف فيما تضمنه الكشاف من الاعتزال، لناصر الدين احمد بن

محمد الاسكندراني مع حاشية السيد الشريف علي الجرجاني، مطبعة

مصطفى البابي الحلبي، ١٣٨٥هـ

زهدي، حسن جار الله

(٣٢٢) المعتزلة، القاهرة، مطبعة. مصر، ١٣٦٦هـ

زيدان، جرجي (١٢٧٨-١٣٣٢هـ / ١٨٦١-١٩١٤م)

(٣٢٣) تاريخ آداب اللغة العربية، تحقيق شوقي ضيف، القاهرة، دارالهلال،

١٩٥٧م

الزيلعي، فخر الدين عثمان بن علي (٧٤٣-٠٠هـ / ١٣٤٣-٠٠م)

(٣٢٤) تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، وبها مشة حاشية الشيخ شهاب الدين

احمد الشلبي، مصر، المطبعة الكبرى الاميرية، ١٣١٥هـ

السامرائي، ابراهيم

(٣٢٥) الاعلام العربية، بغداد، مطبعة اسد، ١٩٦٤م

السامرائي، فاضل صالح

(٣٢٦) دراسات النحوية واللغوية، بغداد، دارالندير للطباعة والنشر

والتوزيع، ١٩٧٠م

سبط ابن الجوزي، شمس الدين ابوالمظفر يوسف بن فراوغي

(٥٨١-٦٥٤هـ / ١١٨٥-١٢٥٦م)

- (۳۲۷) مرآة الزمان فی تاریخ الاعیان، الهند، حیدرآباد الدکن، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، ۱۳۷۰ھ
- السبکی، تاج الدین عبد الوهاب بن علی الشافعی (۷۲۷-۷۷۱ھ / ۱۳۲۶-۱۳۷۰م)
- (۳۲۸) طبقات الشافعية الكبرى، تحقیق محمود محمد الطفاجی، عبدالفتاح محمد الحلو، القاهرة، مطبعة عیسیٰ البابی الخلبی، (۱۳۸۳م)
- (۳۲۹) طبقات الشافعية الكبرى، مصر، المطبعة الحسينية المصرية، ۱۳۲۴ھ
- (۲۳۰) عروس الافراح فی شرح تلخیص المفتاح، مصر، مطبعة عیسیٰ البابی الخلبی، ۱۳۱۰ھ۔ یہ شروح التلخیص الاربعة کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔
- (۲۳۱) معید النعم و مبیذ النقم، تحقیق محمد علی النجار ابو زید شلبی، محمد ابو العیون، القاهرة، دارالکتاب العربی، ۱۹۳۸م
- السخاوی، محمد بن عبد الرحمن الشافعی، (۸۳۱-۹۰۲ھ / ۱۴۲۷-۱۴۹۷م)
- (۲۳۲) الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاريخ، تحقیق فرانز روزنتھال، بغداد، مطبعة العانی، ۱۹۶۲م
- (۳۳۳) فتح المغیث شرح الفیة الحدیث للعراقی، تحقیق عبدالرحمن محمد عثمان، المدینة المكتبة السلفية، ۱۳۸۸ھ
- (۳۳۴) المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة، تحقیق عبد اللہ الصدیق، مصر، مكتبة الخانجي، ۱۳۷۵ھ
- السدوسی، المؤرج بن عمرو (۰۰-۰۰)
- (۳۳۵) کتاب حذف من نسب قریش، تحقیق صلاح الدین المنجد، القاهرة، دارالعربية ۱۹۰۸م۔
- سعادة علی پاشا مبارک علی بن مبارک الرومی (۱۲۳۹-۱۳۱۱ھ / ۱۸۲۴-۱۸۹۳م)
- (۳۳۶) الخطط التوفيقية الجديدة، القاهرة، ومدنها وبلادها القديمة والشهيرة، مصر، المطبعة الكبرى الاميرية، ۱۳۰۶۔
- السلامی، محمد بن رافع (۷۰۴-۷۷۴ھ / ۱۳۰۵-۱۳۷۲م)
- (۳۳۷) تاریخ علماء بغداد المسمى منتحب المختار، تحقیق عباس العزاوی

بغداد مطبعة الاهالي، ١٣٥٧هـ

السمعاني، تاج الدين أبو سعد عبد الكريم بن محمد، (٥٠٦-٥٦٢هـ

١١١٣-١١٦٦م)

(٣٣٨) أدب الاملاء والاستعلاء، تحقيق مكسرويسويلر، ليدن، مطبعة بريل

١٩٥٢م-

(٣٣٩) التجوير في المعجم الكبير، تحقيق منيرة ناجي سالم، بغداد، مطبعة

الارشاد، ١٣٩٥هـ

(٣٤٠) كتاب الانساب، بمقدمة مارغوليتها، ليدن، اي، جي، بريل، ١٩١٢م-

(٣٤١) الانساب، تحقيق عبدالرحمن اليماني، الهند، حيدرآباد دكن، مطبعة

مجلس دائرة المعارف العثمانية، ١٣٨٢م-

(ب) الانساب، بيروت، دارالكتب العلمية ١٤٠٨هـ/١٩٨٨م

السمهودي، نورلايدن ابوالحسن علي بن عبدالله بن احمد (٩٤٤-٩١١هـ

/١٤٤٠-١٥٠٥م)

(٣٤٢) خلاصة الوفاء بأخبار دارالمصطفى، مكة، المطبعة العربية، ١٣١٦م

(٣٤٣) وفاء الوفاء بأخبار دارالمصطفى، تحقيق محمد محي الدين عبدالحميد،

مصر، مطبعة السعادة، ١٣٧٤م-

السندي، مسعود بن شيبه بن الحسين

(٣٤٤) كتاب مقدمة كتاب التعليم، تحقيق محمد عبدالرشيد النعماني،

حيدرآباد، باكستان، لجنة إحياء الادب السندي، ١٣٨٤هـ

السنهوتي، يسين ابن ابراهيم،

(٣٤٥) الانوار القدسية في مناقب النقشبندية، مصر، مطبعة السعادة، ١٣٤٤هـ

السهمي، حمزة بن يوسف (٣٤٠-٤٢٧هـ / ٩٥١-١٠٣٦م)

(٣٤٦) تاريخ جرجان، حيدرآباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية

١٣٦٩هـ

سهيل انور

(٣٤٧) الخطاط البغدادي علي بن الهلال المشهور بابن البواب، ترجمة محمد

بهجة الاثري، عزيز سامي، البغدادي، بغداد، مطبعة المجمع العلمي

العراقي، ١٣٧٧هـ

د. الامل عبد العزيز

(٣٤٨) الامام الاوزاعي فقيه الشام، القاهرة، لجنة المجلس الاعلى الشؤون  
الاسلامية.

ديو، (Sedfittot) ١٢٢٣-١٢٩٢هـ / ١٨٠٨-١٨٧٥م

(٣٤٩) Louies Pierre, Eugène, Amelie خلاصة تاريخ العرب، مصر،  
مطبعة محمد افندي مصطفى، ١٣٠٩هـ.

ميراثي، ابو سعيد الحسن بن عبد الله (٢٨٤ - ٣٦٨ هـ / ٨٩٧ - ٩٧٩ م)

(٣٥٠) اخبار النحويين البصريين، تحقيق طه محمد الزينبي، محمد عبد العنعم  
خفاجي، مصر، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، ١٣٧٤هـ.

سيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن ابي بكر المصري (٨٤٩ - ٩١١ هـ /  
١٤٤٥ - ١٠٠٥ م)

(٣٥١) الاتقان في علوم القرآن، (ط: ٢)، القاهرة، مطبعة مصطفى البابي الحلبي،  
١٣٥١هـ.

(٣٥٢) ايضاً، (ط: ٣)، ١٣٧٠هـ.

(٣٥٣) بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة، تحقيق محمد ابو الفضل  
ابراهيم، مصر، عيسى البابي الحلبي، ١٣٨٤هـ.

(٣٥٤) تاريخ الخلفاء، تحقيق محمد محي الدين عبد الحميد وبلية اوجز السيد  
لخير البشر لابن فارس، كراچي، نور محمد كارخانه تجارت كتب،  
١٣٩٧هـ.

(٣٥٥) تحذير الخواص عن اكاذيب القصاص، تحقيق محمد الصباغ، بيروت،  
المكتب الاسلامي، ١٣٩٣هـ.

(٣٥٦) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، تحقيق عبد الوهاب عبد  
اللطيف، (ط: ٢)، مصر، مطبعة السعادة، ١٣٨٥هـ.

(٣٥٧) تزيين الممالك بمناقب الامام مالك، مصر، المطبعة الخيرية، ١٣٢٥هـ.

(٣٥٨) حسن المحاضرة في اخبار مصر و القاهرة، تحقيق محمد ابو الفضل  
ابراهيم، مصر، عيسى البابي الحلبي، ١٣٨٧هـ.

(٣٥٩) الدر المنثور في التفسير بالمأثور، طهران، المكتبة الاسلامية، 'ب'، 'ت'

(٣٦٠) الدرر المنتثرة في الاحاديث المشتهرة، تحقيق خليل محي الدين المير،

بيروت، المكتب الاسلامي، (١٤٠٤هـ)

(٣٦١) طبقات المفسرين، طهران، 'ب'، 'ت'، ١٩٦٠م

(٣٦٢) كتاب الاقتراح في علم اصول النحو، تحقيق احمد محمد قاسم القاهر

مطبعة السعادة، ١٩٧٦م / ١٣٩٦هـ

(٣٦٣) اللالى المصنوعة فى الاحاديث الموضوعية، مصر، المكتبة الحسينية

المصرية، ١٣٥٢هـ

(٣٦٤) المزهرة فى علوم اللغة و انواعها، تحقيق محمد احمد جاد المولى بل

وغيره، (ط: ٣)، مصر، عيسى البابى الحلبي، 'ب'، 'ت'

(٣٦٥) نزهة الجلساء فى اشعار النساء، تحقيق صلاح الدين المنجد، بيروت

دارالمكشوف، ١٩٤٨م

الشابشتى، ابو الحسن على بن محمد (٠٠-٣٨٨هـ / ٠٠-٩٩٨م)

(٣٦٦) الديارات، تحقيق كوركيس عواد، بغداد، مطبعة المعارف، ١٩٥١م

الشاطبي، ابراهيم بن موسى بن محمد (٠٠-٧٩٠هـ)

(٣٦٧) الاعتصام، القاهرة، المكتبة التجارية الكبرى، 'ب'، 'ت'

الشافعي محمد بن ادريس (١٥٠-٢٠٤هـ / ٧٦٧-٨٢٠م)

(٣٦٨) كتاب الام، مصر، مكتبة الكليات الازهرية، ١٣٨١هـ، مطبعة المنا

١٣١٠هـ

(٣٦٩) ايضاً، مطبعة المنار (١٣١٠هـ)

الشبلى، شهاب الدين ابوالعباس احمد بن محمد السعودى المصرى

(٠٠-١٠٢١هـ / ٠٠-١٦١٢م)

(٣٧٠) حاشية الشبلى على تبين الحقائق شرح كنز الدقائق، مصر، المطب

الاسلامية، ١٣١٣هـ

الشرتوتى، سعيد بن عبد الله الجوزى (١٣٦٥-١٣٣٠هـ

١٨٤٩-١٩١٢م)

(٣٧١) اقرب الموارد فى فصح العربية والشوارد، بيروت، مطبعة مرس

اليسوعية، ١٨٩٣م

الشهر ستانى، محمد بن عبد الكريم (٤٧٩-٥٤٨هـ / ١٠٨٦-١١٥٣م)

(٣٧٢) نهاية الاقدام فى علم الكلام، تحقيق الفرد جيوم، بغداد، مكتبة المثنى،

'ب، ت'

لشوكاني، محمد بن علي (١١٧٣-١٢٥٠هـ / ١٧٦٠-١٨٣٤م)

(٣٧٣) الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعية، تحقيق عبد الرحمن بن

يحيى اليماني، القاهرة، مطبعة السنة المحمدية، ١٣٨١هـ

(٣٧٤) فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير، مصر،

مصطفى البابی، الحلبي، ١٣٥٠هـ

الشيباني، محمد بن الحسن

(٣٧٥) الحجة على اهل المدينة، تحقيق مهدي حسن الكيلاني، الهند،

مطبعة المعارف الشرقية، ١٣٨٥هـ شيخ زاده محي الدين محمد

بن مصلح الدين مصطفى (٠٠-٩٥١هـ / ١٥٤٤م)

(٣٧٦) حاشية شيخ زاده علي تفسير القضي البيضاوي (آستانه المطبعة العثمانية،

١٢٨٢هـ)

الشيرازي ابو اسحاق ابراهيم بن علي بن يوسف ٣٩٣-٤٧٦هـ /

١٠٠٣-١٠٨٣م

(٣٧٧) طبقات الفقهاء، تحقيق احسان عباس، بيروت، دار الرا ئد العربي،

١٩٧٠م

الشيرازي، جنيد معين الدين ابو القاسم العمري

(٣٧٨) شد الازار في حط الاوزار عن زوار المزار، تحقيق محمد قزويني و عباس

اقبال، طهران، چاپخانه مجلس، ١٣٢٨ف

الصابي، ابو الحسين هلال بن المحسن، (٤٢٠-٤٦٢هـ / ٩٧٠-١٠٥٦م)

(٣٧٩) تحفة الوزراء في تاريخ الوزراء، تحقيق عبد الستار احمد فراج، القاهرة،

عيسى البابی الحلبي، ١٩٥٨م

صاعد، ابو القاسم بن احمد الاندلسي (٤٢٠-٤٦٢هـ / ١٠٢٩-١٠٧٠م)

(٣٨٠) طبقات الامم، مصر، مطبعة التقدم، 'ب، ت'

الصائغ عبد الرحمن بن يوسف (٠٠-٨٤٥هـ / ٠٠-١٤٤١م)

(٣٨١) تحفة اولي الالباب في صناعة الخط والكتاب، تحقيق هلال ناحي،

تونس، دار بو سلامة النشر والتوزيع، ١٩٦٧م



الصغاني، الحسن بن محمد اللاهوري (٦٩٦-٧٦٤هـ / ١١٨١-١٢٥٢م)

(٣٨٢) التكملة والذيل والصلة للكتاب تاج اللغة وصحاح العربية، تحقيق

ابو الفضل ابراهيم، محمد مهدي علام، القاهرة، مطبعة دارالكتب

١٩٧٣م

الصفدي، صلاح الدين خليل بن ابيك (٦٩٦-٧٦٤هـ / ١١٩٦-١٢٦٣م)

(٣٨٣) امراء دمشق، تحقيق صلاح الدين المنجد، دمشق، مطبعة التراث

١٩٥٥م

(٣٨٤) نكت الهميان في نكت العميان، مصر، المطبعة الجمالية، ١٢٢٩هـ

(٣٨٥) الوافي بالوفيات باعتناء هلموت، ريتز، قيسبادن، دارالنشر فرائز شتا

١٣٨١-١٣٩٣هـ

الصقلي، عمر بن خلف مكى (٥٠٠-٥٠١هـ / ١١٠٨-١١٠٩م)

(٣٨٦) تثقيف اللسان وتلقيح الجنان، تحقيق عبدالعزیز مطر، القاهرة، المطبعة

الاعلى للشؤون الاسلامية، ١٣٨٦هـ

الصولي، محمد بن يحيى بن عبد الله (٣٣٥-٣٣٥هـ / ٩٤٦-٩٤٦م)

(٣٨٧) اخبار ابي تمام، تحقيق خليل محمود عساكر، محمد عبده

نظير الاسلام الهندي بيروت، المكتب التجاري، ب ت

(٣٨٨) اخبار الراضي بالله والملقى لله، القاهرة، طبعة ح، هيورت، د

١٩٣٥م

(٣٨٩) اذب الكتاب، تحقيق محمد بهجة الاثرى، بغداد، المكتبة السلي

١٣٤١هـ

الضبي، ابو جعفر احمد بن يحيى بن احمد (٥٩٩-٥٩٩هـ / ١٢٠٣-١٢٠٣م)

(٣٩٠) كتاب بغية الملتبس في تاريخ رجال اهل الاندلس، مجريط مط

روحس، ١٨٨٥م

الضبي، ابو العباس المفضل بن محمد بن يعلى (١٦٨-١٦٨هـ / ٧٨٤-٧٨٤م)

(٣٩١) المفضليات، تحقيق وشرح احمد محمد شاكر عبد السلام هارون

ط: ٣، مصر، دار المعارف، ١٩٦٤م

طاش كبرى زاده، احمد بن مصطفى (٩٠١-٩٦٨هـ / ١٤٩٥-١٥٦١م)

(٣٩٢) مفتاح السعادة ومصباح السيادة في موضوعات العلوم، تحقيق كا

كامل بكرى، عبد الوهاب ابو النور، القاهرة، دار الكتب الحديثة، ١٩٦٨ م

طه باقر، مقدمة

(٣٩٣) تاريخ الحضارات القديمة تاريخ العراق القديم، (ط: ٣)، القاهرة، شركة

التجارية و الطباعة المحدودة، ١٣٧٥ هـ

المصرى، طه حسين (١٣٠٧-١٣٩٣ هـ / ١٨٨٩-١٩٧٣ م)

(٣٩٤) تجديد ذكرى ابي العلاء، ط: ٢، القاهرة، دار المعارف، ١٩٦٣ م

الطباخ، محمد راغب محمود الحلبي (١٢٩٢-١٣٢٠ هـ / ١٨٧٥-١٩٥١ م)

(٣٩٥) اعلام النبلاء بتاريخ حلب الشهباء، حلب، المطبعة العلمية،

١٣٤٢-١٣٤٥ هـ

الطبرسي، رضى الدين ابونصر الفضل بن الحسن (٥٤٨-٥٠٠ هـ /

١١٥٤ م)

(٣٩٦) مجمع البيان فى تفسير القرآن، طهران، چاپخانه دانشگاه، ١٣٤٠ هـ

الطبرى، ابو جعفر محمد بن جرير (٢٢٤-٣١٠ هـ / ٨٣٩-٩٢٣ م)

(٣٩٧) تاريخ الطبرى، تاريخ الرسل والملوك، تحقيق محمد ابو الفضل ابراهيم،

القاهرة، دار المعارف، ١٩٦٠-١٩٦٩ م

(٣٩٨) جامع البيان عن اى القرآن، (ط: ٢)، مصر، مطبعة مصطفى البابى الحلبي،

١٣٧٣ هـ

ايضاً القاهرة، دار المعارف ١٣٧٤ هـ

الطحاوى، احمد بن محمد (٢٢٩-٣٢١ هـ / ٨٥٣-٩٣٣ م)

(٣٩٩) شرح معانى الآثار، تحقيق محمد زهرى النجار، القاهرة، مطبعة الانوار

المحمدية، ١٩٦٨ م

الطحاوى، احمد بن محمد بن اسماعيل (١٢٣١-٠٠ هـ / ١٨١٦-٠٠ م)

(٤٠٠) حاشية الطحاوى على الدر المختار، مصر، دار الطباعة، ١٢٥٤ هـ

طلس، محمد اسد

(٤٠١) التربية والتعليم فى الاسلام، بيروت، دار العلم للملايين، ١٩٥٧ م

الطوسى، ابو جعفر محمد بن الحسن (٣٨٥-٤٦٠ هـ / ٩٩٥-١٠٦٧ م)

(٤٠٢) رجال الطوسى، تحقيق محمد صادق آل بحر العلوم، النجف، المطبعة

الحيدرية، ١٣٨١هـ

(٤٠٣) الفهرست، تحقيق محمد صادق، (ط:٢)، النجف، المطبعة الحيدرية،

١٣٨٠هـ

الطونكي، محمود حسن (١٢٧٨-١٣٦٦هـ / ١٨٥٩-١٩٤٧م)

(٤٠٤) معجم المصنفين، بيروت، مطبعة وزنگو غراف طبارة، ١٣٤٤هـ

الطبيبي، شرف الدين الحسين بن محمد بن عبد الله (٧٤٣-٠٠هـ /

١٣٤٢-٠٠م)

(٤٠٥) الخلاصة في اصول الحديث، تحقيق صبحي السامرائي، بغداد، رياسة

ديوان الاوقاف، ١٣١٩هـ

ظهير الدين، ابو شجاع محمد بن الحسين الروذرادري (٤٣٧-٤٨٧هـ /

١٠٤٥-١٠٩٤م)

(٤٠٦) ذيل كتاب تجارب الامم، مصر، مطبعة شركة التمدن الصناعية،

١٣٣٤هـ

العامري، محمد بن يوسف، (٣٨١-٠٠هـ / ٩٩١-٠٠م)

(٤٠٧) كتاب الاعلام بمناقب الاسلام، تحقيق عبد الحميد غراب، القاهرة،

دارالكاتب العربي للطباعة والنشر، ١٣٨٧هـ

عبادة، عبد الفتاح

(٤٠٨) انتشار الخط العربي في العالم الشرقي والغربي، مصر، مطبعة هندية،

١٩١٥م

العبيدي، محمد بن عبد الرحمن من رجال القرن الثامن،

(٤٠٩) التذكرة العربية في الاشعار العربية، تخليق عبد الله جبوري بغداد، مكتبة

الاهلية، ١٣١٩هـ

العنبي، محمد بن عبد الجبار (٤٢٧-٠٠هـ / ١٠٣٦-٠٠م)

(٤١٠) تاريخ العنبي مع شرحه المنح الوهبي على تاريخ ابي نصر العنبي، لاحمد

المني، مصر، المطبعة الوهبية، ١٢٨٦هـ -

عجاج، محمد عجاج الخطيب

(٤١١) لمحات في المكتبة والبحث والمصادر، (ط:٢)، بيروت، دارالقلم

١٣٩١ھ

العجلوني، اسماعيل بن محمد الجراحي (١٠٨٧-١١٦٢ھ) /  
(١٦٧٦-١٧٤٩م)

(٤١٢) كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على السنة الناس،  
(ط:٢)، بيروت، دار احياء التراث العربي، ١٣٥١ھ

عرشي، امتياز علي

(٤١٣) الثوري و كتابه في التفسير، المباحث العلمية في المقالات السنية، حيدر  
آباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، ١٣٥٨ھ

العروسي، مصطفى بن محمد بن احمد (١٢١٣-١٢٩٣ھ) /  
(١٧٩٩-١٨٧٦م)

(٤١٤) نتائج الافكار القدسية في بيان معاني شرح الرسالة القشيرية، لشيخ  
الاسلام زكريا الانصاري، دمشق، عبد الوكيل الدروبي، ١٢٩٠ھ

عزام، عبد الوهاب (١٣١٢-١٣٧٩ھ / ١٨٩٠-١٩٥٩م)

(٤١٦) ذكرى ابي الطيب بعد الف عام، مصر، دارالمعارف، ١٣٧٥ھ

العسكري، ابو هلال حسن بن عبد الله (٠٠ بعد ٣٩٥ھ / ٠٠-١٠٠٥م)

(٤١٧) كتاب التلخيص في معرفة اسماء الاشياء، تحقيق عزت حسن، دمشق،  
مجمع اللغة العربية، ١٣٩٠ھ

العش، يوسف (١٣٢٩-١٣٨٧ھ / ١٩١١-١٩٦٧م)

(٤١٨) الخطيب البغدادي مؤرخ بغداد و محدثها، دمشق، المكتبة العربية،  
١٣٦٤ھ

علام، نعمت اسماعيل

(٤١٩) فنون الشرق الاوسط القديم قبل ظهور الاسلام، مصر، دارالمعارف،  
١٩٦٩م

العلمي، ابو اليمن مجير الدين عبد الرحمن بن محمد (٨٦-٩٢٨ھ) /  
(١٤٥٦-١٥٦٦م)

(٤٢٠) المنهج الاحمد في تراجم اصحاب الامام احمد، تحقيق محمد محي  
الدين عبد الحميد، القاهرة، مطبعة المدني، ١٣٨٣ھ

- (٤٣٠) الهفوات النادرة، تحقيق صالح الاشر، دمشق، لجمع اللغة العربية،  
١٣٨٧هـ
- (٤٣١) تحفة اولى الالباب و نحة الاعجاب، پيرس، ايمى نيشنل پريس،  
١٩٢٥م
- الغرناطى، ابو حامد محمد ابن عبد الرحيم (٤٧٣-٥٦٥هـ /  
١٠٨٠-١١٦٩م)
- الغزالى، ابو حامد محمد بن محمد الطوسى (٤٥٠-٥٠٥هـ /  
١٠٥٨-١١١١م)
- (٤٣٢) رسالة اللدنية، طبعت مع رسائل الغزالى، "الجواهر الغوالى من رسائل  
الغزالى"، القاهرة، مكتبة الجندى، 'ب'، 'ت'
- (٤٣٣) المنحول من تعليقات الاصول، تحقيق محمد حسن هيتو، دمشق،  
دارالفكر، ١٣٩٠هـ
- (٤٣٤) المنقذ من الضلال، لاهور، هيئة الاوقاف، ١٩٧١م
- الغسانى، الملك الاشرف، ابو الحسن على بن حسن الخزرجى (٠٠-٨١٢هـ  
/٠٠-١٤١٠م)
- (٤٣٥) المسجد المسبوك والجوهر المحكوك فى طبقات الخلفاء والملوك،  
تحقيق محمد شاکر محمود عبد المنعم (بغداد، دارالبيان،  
١٣٦٥-١٩٥٧م)
- غنيمة، محمد عبد الرحيم
- (٤٣٦) تاريخ الجامعات الاسلامية الكبرى، تطوان، دارالطباعة المغربية، ١٩٥٣م
- الفارابى، ابو نصر محمد بن محمد بن اوزلغ (٢٦٠-٣٣٩هـ /  
٨٧٤-٩٥٠م)
- (٤٣٧) احصاء العلوم، تحقيق عثمان امين، (ط:٢)، مصر، مطبعة الاعتقاد،  
١٩٤٨م
- الفاخورى، حنا
- (٤٣٨) تاريخ الادب العربى، (ط:٢)، بيروت المكتبة البولسية، 'ب'، 'ت'
- الفارسى، مجد الدين ابو الحسن عبد الغافر بن اسماعيل (٤٥١-٥٢٩هـ /

الفيروز آبادي، مجد الدين محمد بن يعقوب الشيرازي، (٧٢٩-٨١٧هـ /  
١٣٢٩-١٤١٤م)

(٤٤٨) بصائر ذوى التميز فى لطائف الكتاب العزيز، تحقيق محمد على النجار،  
القاهرة، المجلس الاعلى للشئون الاسلاميه، ١٣٨٢-١٣٩٠هـ

القارى، الملا على (٠٠-١٠١٤هـ / ٠٠-١٦٠٦م)

(٤٤٩) مرقة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، بمبئى، مطبع اصح المطابع،  
'ب، ت'

قدرى، ابن حافظ طوقان النابلسى ثم الاردنى (١٣٢٨-١٣٩١هـ /  
١٩١٠-١٩٧١م)

(٤٥٠) تراث العرب العلمى فى الرياضيات والفلك، (ط:٣)، القاهرة، ارقلم،  
١٩٦٢ء

القرشى، محيى الدين عبد القادر ابن ابى الوفاء محمد (٦٩٦-٧٧٥هـ /  
١٢٩٧-١٣٧٣م)

(٤٥١) الجواهر المضية فى طبقات الحنفية، حيدرآباد الدكن، مضبعة دائرة  
المعارف النظامية، ١٣٣٢هـ

القرطبى، عريب ابن سعد (٠٠-٣٦٩هـ / ٠٠-٩٧٩م)

(٤٥٢) صلة تاريخ طبرى، ليدن، مطبعة بريل، ١٨٩٧م

القرطبى، محمد بن احمد الانصارى (٠٠-٦٧١هـ / ٠٠-١٢٧٣م)

(٤٥٢) الجامع لاحكام القرآن، القاهرة، مطبعة دار الكتب العصرية،  
١٣٦٩-٩٣٥٤هـ

القزوينى، زكريا بن محمد بن محمود (٦٠٥-٦٨٢هـ / ١٢٠٨-١٢٨٣م)

(٤٥٣) آثار البلاد واخبار العباد، بيروت، دار صادر للطباعة والنشر، ١٣٨٠هـ

القشبرى، ابو القاسم عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك، (٣٧٦-٤٦٥هـ /  
٩٨٦-١٠٧٣م)

(٤٥٤) الرسالة القشيرية، مصر، مطبعة مصطفى البابى الحلبى، ١٣٥٩هـ

القفطى، جمال الدين ابو الحسن على بن يوسف (٥٦٨-٦٤٦هـ /  
١١٧٢-١٢٤٨م)

- (٤٥٥) انباه الرواة على انباء النحاة، تحقيق محمد ابو الفضل ابراهيم، القاهرة  
مطبعة دار الكتب المصرية، ١٣٦٩هـ
- (٤٥٦) تاريخ الحكماء، تحقيق Julius بيك، تهيوذور وجر، ١٩٠٣م  
القلقشندي، ابو العباس احمد ابن علي (٧٥٦-٨٣١هـ/١٣٥٥-١٤١٨م)
- (٤٥٧) كتاب صبح الاعشى في صناعة الانشاء، القاهرة، المطبعة  
الاميرية، ١٣٣٣هـ
- القنوحى، صديق حسن (١٢٤٨-١٣٠٧هـ/١٨٣٢-١٨٩٠م)
- (٤٥٨) التاج المكلل من جواهر الطراز الاخر والاول، تحقيق عبد الحكيم شرف  
الدين، بمبئي، شرف الدين الكتبي، ١٣٨٣هـ
- (٤٥٩) لف القماط على تصحيح بعض ما استعملته العامة من العرب و الدخيل  
والمولد والاغلاط، بهويال، المطبع الصديقي، ١٢٩٦هـ
- القيروانى، ابراهيم بن علي الحفري (٠٠-٤٥٣هـ/٠٠-١٠٦١م)
- (٤٦٠) زهر الآداب وثمر الالباب، تحقيق زكى مبارك (القاهرة، مكتبة التجارية  
الكبرى، ١٩٢٩م) ٤
- القيروانى، ابو العرب محمد بن احمد بن تميم المغربى (٢٥١-٣٣٣هـ/  
٨٦٥-٩٤٥م)
- (٤٦١) طبقات علماء افريقية وتونس، تحقيق علي الشابي ونعيم حسن البانى،  
بيروت، الدار التونسية، ١٩٦٨م
- الكاشانى، علاء الدين ابوبكر بن مسعود (٠٠-٥٨٧هـ/٠٠-١١٩١م)
- (٤٦٢) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، مصر، مطبعة الجمالية، ١٣٣٨هـ
- الكاشغرى، عبد الرحمن (٠٠-١٩٧٣م)
- (٤٦٣) المفيد معجم اللغة العربية المصرية، ذهاكه المكتبة الامدادية، ١٣٨٠هـ
- الكتانى، عبد الحى بن عبد الكبير (١٢٩٠-١٣٢٧هـ/١٨٧٢-١٩٠٤م)
- (٤٦٤) الترايب الادارية والعمالات والصناعات والمتاجر والحلالة العلمية التي  
كانت على عهد المدينة الاسلامية في المدينة المنورة الطيبة، بيروت  
دار احياء التراث العربى، 'ب'، 'ت'
- (٤٦٥) فهرس الفهارس والاثبات والمعاجم والمشيوخات والمسلسلات، فاس،  
المطبعة الجديدة، ١٣٤٦هـ



- الكتاني، محمد بن جعفر الحسني (١٢٧٤-١٣٥٤هـ / ١٨٥٧-١٩٢٧م) (٤٦٦) الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرقة، تحقيق محمد المنتصر الكتاني، (ط:٣)، دمشق، مطبعة دارالفكر، ١٣٨٣هـ
- الكتبي، محمد بن شاكر بن احمد (٦٨١-٧٦٤هـ / ١٢٧٢-١٣٦٣م) (٤٦٧) فوات الوفيات، تحقيق محمد محي الدين عبد الحميد، مصر، مطبعة السعادة، ١٩٥١م
- (٤٦٨) فوات الوفيات والذيل عليها، تحقيق احسان عباس، بيروت، دارصادر، ١٩٧٤م
- كحاله، عمر رضا (٤٦٩) اعلام النساء في عالمي العرب والاسلام، دمشق، المطبعة الهاشمية، ١٩٥٩م
- (٤٧٠) معجم المؤلفين تراجم مصنفى الكتب العربية، دمشق، مطبعة الترقى، ١٣٨٠هـ
- كرد علي، محمد بن عبد الرزاق (١٢٩٢-١٣٧٢هـ / ١٨٧٦-١٩٥٣م) (٤٧١) الاسلام والحضارة العربية، (ط:٣)، القاهرة، مطبعة لجنة التاليف والترجمة والنشر، ١٩٦٨م
- (٤٧٢) امراء البيان، القاهرة، مطبعة لجنة التاليف والترجمة والنشر، ١٣٥٥هـ
- (٤٧٣) كتاب خطط الشام، دمشق، المطبعة الحديثة، ١٢٤٣-١٣٤٦هـ
- (٤٧٤) رسائل البلغاء، (ط:٤) القاهرة، مطبعة لجنة التاليف والترجمة والنشر، ١٩٥٤م
- (٤٧٥) القديم والحديث، مصر، المطبعة الرحمانية، ١٩٢٥م
- (٤٧٦) كنوز الاجداد، دمشق، مطبعة الترقى، ١٣٧٠هـ
- الكرماني، شمس الدين محمد بن يوسف بن علي ثم البغدادي (٧١٧-٧٨٦هـ / ١٣١٧-١٣٨٤م) (٤٧٧) البخارى بشرح الكرماني، القاهرة، المطبعة المصرية، ١٣٥٦-١٣٥١هـ
- الكلاعي ابو الربيع، سليمان بن موسى (٥٦٥-٦٣٤هـ / ١١٧٠-١٢٣٧م) (٤٧٨) برنامج ابن الربيع، القاهرة، مطبعة مصر، ١٩٥٥م
- الكناني، عبد العزيز بن يحيى (٠٠-٢٤٠هـ / ٨٥٤٠٠م)

(٤٧٩) الحيدة تحقيق جميل حليبا، دمشق، ١٣٨٤هـ

الكتوري، كرامت حسين (١٢٦٩-١٣٣٥هـ)

(٤٨٠) فقه اللسان، لكهنؤ، نولكشور، ١٩١٥م

الكندي، ابو عمر محمد بن يوسف الكندي المصري، (٢٨٤-٣٥٠هـ /  
٨٩٧-٩٦١م)

(٤٨١) كتاب الولاة وكتاب القضاة، تحقيق رفن گست (Rhuvon Guest)

بيروت، مطبعة الاباء اليسوعيين

كتون، عبد الله، (٠٠-١٣٥٨هـ / ١٩٣٩م)

(٤٨٢) النوع المغربي في الادب العربي، (ط:٢)، بيروت، دارالكتاب اللبناني،

١٩٦١م

الكوثري، محمد زاهد، (١٢٩٦-١٣٧١هـ / ١٨٧٩-١٩٥٢م)

(٤٨٣) تانيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة ابي حنيفة من الاكاذيب

القاهرة، مطبعة الانوار، ١٣١٤هـ

(٤٨٤) حسن التقاضي في سيرة الامام ابي يوسف القاضي، حمص، راتب

حاكمي، ١٣٨٨هـ

كيلائي، سامي

(٤٨٥) سيف الدولة و عصر الحمد انبين، القاهرة، دارالمعارف، ١٩٥٩م

الكنگوهي، رشيد احمد (١٢٤٤-١٣٢٣هـ)

(٤٨٦) لامع الدراري، على جامع البخاري، تحقيق محمد زكريا الكاندهلوي،

سهارنפור الهند، المكتبة البيحوية، ١٣٧٩هـ

گولڈ زيهر، اجناس (Ignaz galdzi- her) (١٢٦٦-١٣٤٠هـ /

١٨٥٠-١٩٢١م)

(٤٨٧) العقيدة والشريعة في الاسلام تاريخ التطور العقدي والتشريعي، في الدين

الاسلامي، ترجمة محمد يوسف موسى و زملاه، (ط:٢)، مصر،

دارالكتب الحديثة، ١٩٥٩م

لامنس، هزيكوس (H, Kannebs) (١٢٧٨-١٣٥٦هـ / ١٨٦٢-١٩٣٧م)

(٤٨٨) فرائد اللغة، بيروت، المطبعة الكاثوليكية الاباء، اليسوعيين، ١٨٨٩م

اللکھنوی، عبد الحی بن عبد الحلیم (۱۲۶۴-۱۳۰۴ ہ / ۱۸۴۸ - ۱۸۸۷ م)

(۴۸۹) الفوائد البهية في تراجم الحنفية، کراچی، کارخانہ تجارت کتب، ۱۳۹۳ ہ

(۴۹۰) مقدمة الهداية، لکھنؤ المطبع المصطفائی، ۱۳۲۰ ہ۔ یہ کتاب الهدایہ کے ساتھ طبع کیا گیا ہے۔

المالقانی، عبد اللہ بن محمد بن حسن (۱۲۹۰-۱۳۵۱ ہ / ۱۸۴۴-۱۹۳۲ م)

(۴۹۱) تنقيح المقال في احوال الرجال، النجف، المطبعة المرتضوية، ۱۳۵۰ ہ

المالقی، ابو الحسن علی بن عبد اللہ النبھی (۷۱۳-۷۹۲ ہ / ۱۳۱۳-۱۳۸۹ م)

(۴۹۲) تاریخ قضاة الاندلس، القاہرہ، دارالکاتب المصری، ۱۹۸۴ م

الماوردی، علی بن محمد (۳۶۴-۴۵۰ ہ / ۹۷۴-۱۰۵۸ م)

(۴۹۳) ادب الدنيا والدين، تحقیق مصطفی السقا، (ط: ۳)، مصر، مصطفی البابی، الحلبي، ۱۳۷۵ ہ

المتقی علی بن حسام الدین الہندی (۸۸۸-۹۷۵ ہ / ۱۴۸۳-۱۵۶۷ م)

(۴۹۴) کنز العمال في سنن الاقوال والافعال، حیدر آباد الدکن، مجلس دائرۃ المعارف انتظامیہ، ۱۳۱۳ ہ

(۴۹۵) منتخب کنز العمال، یہ کتاب شہداء احمد بن حنبل کے حاشیہ پر مصر سے ۱۳۱۳ ہ میں شائع کی گئی۔

المتنبی، احمد بن الحسین (۳۰۳-۳۵۴ ہ / ۹۱۵-۹۶۵ م)

(۴۹۶) دیوان المتنبی، تحقیق محمد اعزاز علی، دہلی، کتب خانہ رحیمیہ، ۱۳۷۳ ہ

المجوسی، علی بن عباس، (۰۰ بعد ۳۸۴ ہ / ۰۰-۹۹۴ م)

(۴۹۷) کامل الصناعة الطبية، القاہرہ، المطبعة الكبرى العامرة، ۱۳۹۴ ہ

محسن جمال الدین

(۴۹۸) ادباء بغداد یون في الاندلس، بغداد، مکتبۃ النهضة، ۱۹۲۶ م

المحلاوى، محمد عبد الرحمن (٠٠-١٢٨٠هـ / ٠٠-١٨٦٢م)

(٤٩٩) تسهيل الوصول الى علم الاصول، مصر، مطبعة مصطفى البابى الحلبي،

١٣٤١هـ

المراكشى، عبد الواحد بن علي التميمي (٥٨١-٦٤٧هـ /

١١٨٥-١٢٥٠م)

(٥٠٠) المعجب في تلخيص اخبار المغرب تحقيق سعيد العريان القاهرة،

المجلس الاعلى للشئون الاسلامية

المرزبانى، ابو عبيد محمد بن عمران (٢٩٦-٣٨١هـ / ٩٠٩-٩٩٤م)

(٥٠١) معجم الشعراء، تحقيق عبد الستار احمد فراج، مصر، عيسى البابى

الحلبى، ١٣٧٩هـ

المرغينانى، برهان الدين على بن ابى بكر بن عبد الجليل، (٠٠-٥٩٣هـ /

٠٠-١١٩٧م)

(٥٠٢) الهداية بحواشى، محمد عبد الحى، لكهنؤ، المطبع المصطفائى،

١٢٩٣هـ

مز، آدم (Adam Mez)

(٥٠٣) Die Renaissance des Islams الحضارة الاسلامية فى القرن الرابع

الهجرى، ترجمة محمد ابو زيد، (ط:٢)، القاهرة، مطبعة لنجة التاليف

والترجمة والنشر، ١٣٦٦هـ

المسعودى، على بن الحسين بن على (٠٠-٣٤٥هـ / ٠٠-٩٥٦م)

(٥٠٤) التنبيه والاشراف، تصحيح عبد الله اسماعيل لصاوى، مصر، دار الصاوى،

للطبع والنشر والتاليف، ١٣٥٧هـ

(٥٠٥) مروج الذهب ومعادن الجوهر، تحقيق محمد محى الدين عبد الحميد،

(ط:٣)، مصر، مطبعة السعادة، ١٣٧٧هـ

مسكويه، احمد بن محمد (٠٠-٤٢١هـ / ٠٠-١٠٣٠م)

(٥٠٦) تجارب الامم، مصر، شركة التمدن الصناعية، ١٣٣٣هـ

المصرى، عبد الرؤف

(٥٠٧) معجم القرآن، القاهرة، مطبعة حجازى، ١٣٦٧هـ

المصري، محمد لطفى جمعه الاسكندري (١٣٠٣-١٣٧٢هـ /  
١٨٨٦-١٩٥٢م)

(٥٠٨) تاريخ الفلاسفة، بيروت، 'ب'، 'ن'، 'ب'، 'ت' (٥٠٧) معجم القرآن،  
القاهرة، مطبعة حجازي، ١٣٦٧هـ .

مصطفى، جواد (١٣٣٣-١٣٨٩هـ / ١٩٠٥-١٩٦٩م) و احمد سوسة  
(٥٠٩) دليل خارطة بغداد المفصل في خطط بغداد قديماً و حديثاً، بغداد، مطبعة  
المجمع العلمي العراقي، ١٣٧٨هـ

مصطفى غالب

(٥١٠) اعلام الاسماعيلية، بيروت، داراليقظة، العربية، للتأليف والترجمة،  
١٩٦٤م

المطرزي، ناصر بن عبد الله بن علي (٠٠-٦١٠هـ / ٠٠-١٢١٣م)  
(٥١١) المغرب في ترتيب المغرب، حيدرآباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة  
المعارف النظامية، ١٣٢٨هـ

المعري، ابو العلاء احمد بن عبد الله (٣٦٣-٤٤٩هـ / ٩٧٣-١٠٥٧م)  
(٥١٢) رسائل ابي العلاء المعري، تحقيق مرجيوثية، (D.S. Margalauth)  
آكسفورد كليرنڈن، پيرس، ١٨٩٨م

(٥١٣) ايضاً، رسالة الغفران، و معها النص محقق من رسالة ابن القارح، تحقيق  
عائشة عبد الرحمن بنت، الشاطي، (ط:٦)، القاهرة، دارالمعارف،  
١٣٩٧هـ / ١٩٧٧م

(٥١٤) سقط الزند، بيروت، دار صادر للطباعة والنشر، ١٣٧٦هـ  
مغلطاي علاء الدين ابن قليج بن عبد الله (٦٩٠-٧٦٢هـ /  
١٢٩١-١٣٦١م)

(٥١٥) سيرة مغلطاي، مصر، مطبعة السعادة، ١٣٢٦هـ

المقدسي، شمس الدين محمد الشاوي (٣٣٦-٣٧٥هـ / ٩٤٧-٩٨٥م)  
(٥١٦) احسن التقاسيم في معرفة الاقاليم، لندن، مطبعة اي، ج، بريل، ١٩٠٦م

المقري، احمد بن محمد (٩٩٧-١٠٤١هـ / ١٥٨١-١٦٣١م)  
(٥١٧) ازهار الرياض في اخبار عياض، تحقيق مصطفى السقا ابراهيم اليباري و

عبد الحفيظ شبلي، القاهرة، مطبعة لجنة التأليف والترجمة  
١٩٣٩-١٩٤٢م

(٥١٨) نفع الطيب من غصن الاندلس الرطيب و ذكر وزيرها لسان الخطيب

تحقيق محمد محي الدين عبد الحميد، بيروت، دارالكتاب العربي  
١٣٦٧-١٣٦٩هـ

المقريزي، شهاب الدين ابو العباس احمد بن علي الحسيني (٧٦٩-٨٤٥هـ)  
(١٣٦٧-١٤٤١م)

(٥١٩) اتعاظ الحنفاء باخبار الائمة الفاطمين الخلفاء، تحقيق جمال الدين

الشمال، القاهرة، مطابع شركة الاعلانات الشرقية، ١٣٩٨٧-١٣٩٢هـ

(٥٢٠) السلوك لمعرفة دول الملوك، تحقيق محمد مصطفى زيادة، القاهرة،

مطبعة دارالكتب، المصرية، ١٩٣٤-١٩٧٢م

(٥٢١) كتاب المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والاثار المعروف بالخطط

القريزية، القاهرة، دارالطباعة المصرية، بيولا، ١٢٧٠هـ

(٥٢٢) كتاب المواعظ والاعتبار تحقيق كوسين ايست، القاهرة، اميريل انشي

ثيوث فرانسيس، ١٣٢٤هـ

المناوي، زين الدين عبد الرؤف (٩٥٢-١٠٢١هـ / ١٥٤٥-١٦٢١م)

(٥٢٣) فيض القدير شرح الجامع الصغير، مصر، مطبعة مصطفى محمد،

١٣٥٦-١٣٥٧هـ

(٥٢٤) الكواكب الدرية في تراجم السادة الصوفية، القاهرة، مطبعة الزاوية

التجانية، 'ب'، 'ت'

المنجد، صلاح الدين

(٥٢٥) قواعد الفهرست المخطوطات العربية، بيروت، دارالكتاب، العربي،

١٩٧٠م

(٥٢٦) مدينة دمشق عند الجغرافيين والرحالين المسلمين، بيروت، دارالكتاب،

١٩٦٧م

المنذري، زكي الدين ابو محمد عبد العظيم بن عبد القوي (٥٨١-٦٥٦هـ)

(١١٨٥-١٢٥٨م)

(٥٢٧) التكملة لوفيات النقلة، تحقيق بشار عواد معروف، النجف، مطبعة

الادب، ۱۳۸۸-۱۳۹۱ھ

(۵۲۸) مختصر سنن ابی داؤد للمنذری و معالم السنن للخطابی و تهذیب ابن

القیم الجوزیة، تحقیق محمد حامد الفقی، القاهرة، مكتبة السنة

المحمدية، ۱۳۶۸ھ

موفق بن احمد المکی (۵۶۸-۰۰ / ۱۱۷۲-۰۰م)

(۵۲۹) مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اکرم و مناقب

لاعظم للکردری، حیدر آباد الدکن، مطبعة مجلس دائرة المعارف

النظامية، ۱۳۲۱ھ

لمیناشی، ابو حفص عمر بن عبد المجید القرشی (۵۸۱-۰۰ھ/

۱۱۸۵-۰۰م)

(۵۳۰) ما لا یسمع الحدیث جهله، تحقیق صبحی السامرائی، بغداد، شركة

الطبع والنشر الاهلية، ۱۳۸۷ھ

لمیدانی، احمد بن محمد النیسابوری (۵۳۱-۰۰ھ)

(۵۳۱) السامی فی الاسامی، تحقیق محمد موسی ہنداوی، بیروت، ۱۹۶۷م

لنابلسی، شمس الدین محمد بن عبد القادر (۷۲۷-۷۹۷ھ/

۱۳۲۷-۱۳۹۵م)

(۵۳۲) اختصار طبقات الحنابلة، لابن الفراء دمشق، مطبعة الترقی، ۱۳۵۰ھ

ناجی معروف

(۵۳۳) تاریخ علماء المستنصرية، (ط: ۳)، القاهرة، دار الشعب، ۱۹۷۶م

(۵۳۴) " " " ، بغداد، مطبعة العانی، ۱۳۷۹ھ

(۵۳۵) تاریخ علماء النظامیات ومدارس المشرق الاسلامی، بغداد، مطبعة

الارشاد، (۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳م)

(۵۳۶) عالمات بغدادیات فی العصر العباسی، بغداد، دارالجمهورية، ۱۹۶۷م

(۵۳۷) مدارس قبل النظامية، بغداد، مطبعة المجمع العلمي العراقي، ۱۳۹۳م

(۵۳۸) المدخل فی تاریخ الحضارة العربية، مطبعة العانی، ۱۹۶۰م

النبهانی، یوسف بن اسماعیل (۱۲۶۸-۱۳۵۰ھ/۱۸۴۹-۱۹۳۲م)

(۵۳۹) الفتح الكبير فی ضم الزيادة الى الجامع الصغير، مصر، مصطفى البابی

الحلبی، ۱۳۵۱م



النجاشي، احمد بن علي (٣٧٢-٤٥٠هـ / ٩٨٢-١٠٥٨م)

(٥٤٠) رجال النجاشي، طهران، چاپخانه، مصطفىوي، 'ب'، 'ت'

النرشنجی

(٥٤١) تاريخ بخارا تعريب، تحقيق محمد امين عبد الحميد بدوي، القاهرة

دارالمعارف

النسفي، ابو البركات عبد الله بن احمد (٧١٠-٠٠هـ / ١٣١٠-٠٠م)

(٥٤٢) مدارك التنزيل وحقائق التأويل القاهرة، المطبعة الاميرية، ١٩٤٣م

النعماني، محمد عبد الرشيد

(٥٤٣) ماتمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه، كراچي نور محمد

كارخانه تجارت كتب، ١٣٧٦هـ

النعمي، عبد القادر بن محمد الدمشقي، (٨٤٥-٩٦٧هـ)

(١٤٤١-١٥٢١م)

(٥٤٤) الدراس في تاريخ المدارس، تحقيق جعفر الحسني، دمشق، مطبعة الترقى

١٣٦٧-١٣٧٠هـ

نلليو، كرلو، كارنو الفونسو، (Carlo Alfonso Nallino)

(١٢٨٨-١٣٥٧هـ / ١٨٧٧-١٩٣٨م)

(٥٤٥) علم الفلك، تاريخه عند العرب في القرون الوسطى، روم، ب، ن، ١٩١١

النوبختي، ابو محمد الحسن بن موسى (٠٠ بعد ٣٠٠هـ / ٠٠-٩١٣م)

(٥٤٦) كتاب فرق الشية بتصحيح، ريتز (Hellmut Ritter) و مقدمة هبة الله

الحسيني الشهرستاني، استانبول، مطبعة الدولة، ١٩٣١م

النووي، محي الدين يحيى بن شرف (٦٣١-٦٧٧هـ / ١٢٣٣-١٢٧٨م)

(٥٤٧) الاشارات الي بيان اسماء الميهات، لاهور، المطبعة الدخانية، ١٣٤٠هـ

(٥٤٨) تهذيب الاسماء و اللغات، مصر، ادارة الطباعة المنيرية، ب، ت

(٥٤٩) صحيح مسلم بشرح النووي، القاهرة، مطبعة حجازي، ١٣٤٩هـ

النويري، شهاب الدين احمد بن عبد الوهاب (٦٧٧-٨٣٣هـ)

(١٢٧٩-١٣٣٣م)

(٥٥٠) نهاية الادب في فن الادب، القاهرة، مطبعة دارالكتب المصرية، ١٣٥١

النيسابوري، نظام الدين الحسن بن محمد القمي (٠٠ بعد ٨٥٠ هـ /  
٠٠-١٤٤٦م)

(٥٥١) غرائب القرآن و رغائب الفرقان، تحقيق ابراهيم عطوه عوض، مصر،  
مطبعة مصطفى البابي الحلبي، ١٣٨١-١٣٩١م

ابن عذيل على بن عبد الرحمن من اعيان القرآن الثامن الهجري  
(٥٥٢) عين الادب والسياسة و زين الحسب والرياسة، القاهرة، مطبعة مصطفى  
البابي الحلبي ١٣٥٧هـ

الهروي، ابو الحسن على بن ابي بكر الموصلي (٠٠-٦١١هـ /  
٠٠-١٢١٥م)

(٥٥٣) الاشارات الى معرفة الزيارات، تحقيق جابن سورويل طومين، دمشق،  
المعهد الفرنسي، ١٩٥٢م

الهمداني، محمد بن عبد المالك (٠٠-٥٢١هـ)

(٥٥٤) تكملة تاريخ الطبري، تحقيق البرث يوسف كنعان، (ط:٣)، بيروت  
المطبعة الكاثوليكية ١٣٦١م

الهيتمي، عبد الله بن علي (٨١٦-٨٩١هـ / ١٤١٣-١٤٨٦م)

(٥٥٥) العمدة، تحقيق بلال ناجي، بغداد، مطبعة المعارف، ١٩٧٠م

الهيتمي، نور الدين علي بن ابي بكر بن سليمان (٧٣٥-٨٠٧هـ /  
١٣٣٥-١٤٠٥م)

(٥٥٦) مجمع الزوائد و منبع الفوائد بتحرير الحافظين العراقي و ابن حجر،  
القاهرة، مكتبة القدسي، ١٣٥٢-١٣٥٣هـ

اليافعي، عبد الله بن اسعد (٦٩٨-٧٦٨هـ / ١٢٩٨-١٣٦٧م)

(٥٥٧) مرآة الجنان و عبرة اليقظان، حيدر آباد الدكن، مطبعة دائرة المعارف،  
النظامية، ١٣٣٧-١٣٣٩هـ

ياقوت شهاب الدين ابو عبد الله ياقوت بن عبد الله الحموي الرومي  
(٥٧٤-٦٢٦هـ / ١١٧٨-١٢٢٩م)

(٥٥٨) ارشاد الاريب الى معرفة الاديب المعروف بمعجم الادباء و طبقات  
الادباء، بتصحيح، ذ، س، مرجليوت، (ط:٢)، مصر، طبعة هندية،

۱۹۲۳-۱۹۲۵

(۵۵۹) ايضاً، القاهرة، عيسى البابی الحلبي، ۱۳۵۷هـ

(۵۶۰) كتاب المشترك وضعاً والمفترق سقياً بغداد، مكتبة المثنى، ب، ن

(۵۶۱) معجم البلدان، بيروت، دار صادر للطباعة والنشر، ۱۳۷۴-۱۳۷۶هـ

اليقوي، احمد بن اسحاق بن جعفر المعروف بابن واضح ( ۰۰-۲۸۴هـ /

(۰۰-۸۹۷م)

(۵۶۲) البلدان (ط: ۲)، النجف، المطبعة الحيدرية، ۱۳۷۷هـ

يغموري، يوسف بن احمد الحافظ (من رجال القرآن السابع)

(۵۶۳) نور القبس المختصر من المقبس في اخبار النحاة والادباء والشعراء

والعلماء، للمرzbاني، تحقيق ردلف زلهام (Rudalf Sullheim)

Franz Steiner Verlag Gmbe, Wiesbaden, Germany, 1964

اليونيني، موسى بن محمد البعلبكي الحنبلي ( ۶۴۰-۷۲۶هـ /

۱۳۴۲-۱۳۲۶هـ)

(۵۶۴) ذيل مرآة الزمان، حيدرآباد الدكن، مطبعة مجلس دائرة المعارف

العثمانية، ۱۳۷۴-۱۳۸۰هـ

## اردو کتب

”آزاد“، ’ابوالکلام‘ احمد بن خیر الدین (۱۳۰۲-۱۳۷۷ھ / ۱۸۸۵-۱۹۵۸ء)

(۱) ”ترجمان القرآن“، لاہور، مطبع مصطفائی، ’ب‘، ’ت‘۔

’ابو ظفر ندوی“، ’سید‘

(۲) ”ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے“، اعظم گڑھ، دار

المصنفین، ۱۳۸۳ء۔ (۲۔ الف) نمبر ۴۲ کے بعد ملاحظہ فرمائیے

(۳) ”اردو دائرہ معارف اسلامیہ“، لاہور، دانشگاه پنجاب، ۱۹۶۴ء۔

’ارنولڈ“، ’تھامس‘، ’والفرڈ گیام‘ (۰۰-۱۳۳۹ھ / ۰۰-۱۹۲۰ء)

(۴) ”میراث اسلام“، ترجمہ: عبدالمجید سالک، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۰ء

’اسٹرنج“، ’لی‘

(۵) ”بلاد فلسطین و شام“، ترجمہ: سید ہاشمی فرید آبادی، حیدرآباد دکن، مطبع سرکار

عالی، ۱۳۵۱ء

”بدرالدین چینی“

(۶) ”چین و عرب کے تعلقات اور ان کے نتائج“، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۹ء

’برٹن“، ’کرین وغیرہ‘

(۷) ”تاریخ تہذیب“، ترجمہ و تفسیر: غلام رسول مہر، لاہور، غلام علی اینڈ سنز،

۱۹۶۵ء

’بریفالٹ“، ’رابرٹ‘

(۸) ”تشکیل انسانیت“، بار دوم، ترجمہ: عبدالحمید سالک، لاہور، مجلس ترقی ادب،

۱۹۶۶ء

”بلہوری“، ”خرم علی“ (۰۰-۱۲۷۳ھ)

(۹) ”غایۃ الاوطار“، ترجمہ اردو در المختار، لکھنؤ، نولکشور، ۱۳۰۲ء

” پور“، ”وی“

(۱۰) ” تاریخ فلسفہ اسلام“، ترجمہ: عابد حسین، دہلی، مطبع جامعہ ملیہ، ۱۹۲۷ء

” پنٹو“، ”اولگا“

(۱۱) ” اسلامی کتب خانے“ (عمد عباسیہ میں) ترجمہ: احمد میاں اختر جوناگڑھی

لکھنؤ، دارالناظر پریس، ۱۹۲۲ء

” جمیل احمد“، ”محمد“

(۱۲) ” انبیائے قرآن“، لاہور، غلام علی اینڈ سنز، ’ب‘، ’ت‘

” جہلمی“، ” فقیر محمد“ (۱۲۶۰-۰۰ / ۱۸۴۴-۰۰)

(۱۳) ” حدائق الحنفیۃ“، بارسوم، لکھنؤ، نولکشور پریس، ۱۳۲۳ء

” چشتی“، ”محمد عبدالخلیم“

(۱۴) ” عمد رسالت سے دوراموی تک اسلامی کتب خانوں کا ارتقاء“، مقالہ بعرض

جزوی تکمیل برائے امتحان ایم۔ اے۔ شعبہ لائبریری سائنس، جامعہ کراچی

۱۹۷۰ء

” حمید اللہ“ ولادت ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء

(۱۵) ” صحیفہ ہمام بن منبہ“، بارچہارم، حیدرآباد دکن، مکتبہ نشاءۃ ثانیہ، ۱۳۷۸ء

” دریابادی“، ”عبدالماجد“ (۱۸۹۲-۱۹۷۷ء)

(۱۶) ” تفسیر ماجدی“، کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ، ’ب‘، ’ت‘

” دہبی پر شاد بدایونی“

(۱۷) ” ارژنگ چین“، لکھنؤ، نولکشور

” الرازی“، ”فخرالدین“

(۱۸) ” جامع العلوم و حدائق الانوار الملقب بہ ستینی“ یعنی ساٹھ علوم والی (کتاب)

مترجم اردو، عبدالرحیم، لاہور، کاشی رام پریس، ۱۹۲۳ء

”سارٹن (Sarton)“

(۱۹) ”مقدمہ تاریخ سائنس“ (Introduction to the History of Science)

ترجمہ: نذیر نیازی، لاہور، مجلس ترقی ادب۔

”سکندر پوری“ وکیل احمد (۱۲۵۸-۱۳۲۲)

(۲۰) ”اخبار نجات“، دہلی، مطبع مجتہائی، ۱۳۱۲ھ

”شبلی نعمانی“، محمد شبلی بن حبیب اللہ (۱۸۵۷-۱۹۱۲ء)

(۲۱) ”مقالات شبلی“ اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۳۷۰ھ

”شبلی نعمانی“

(۲۲) ”تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ“ ترجمہ: محمد حسین، لاہور، ادارہ ثقافت

اسلامیہ، ۱۹۶۳ء

”صاعد“، ”اندلس“ (۲۲۰-۲۶۲ھ / ۱۰۲۹-۱۰۷۰ء)

(۲۳) ”طبقات الامم“، اردو ترجمہ: احمد میاں اختر جونا گڑھی، اعظم گڑھ، دار

المصنفین، ۱۳۲۶ھ

”صدیقی“ محمد اسحاق

(۲۴) ”فن تحریر کی تاریخ“، علی گڑھ (ہند) انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۲ء

”طرابلسی“، نوفل بن نعمۃ اللہ (۱۲۲۰-۱۳۰۵ھ / ۱۸۱۲-۱۸۸۷ء)

(۲۵) ”آئینہ عرب“ ترجمہ کتاب: صناجۃ الطب، محمد ہارون، لاہور، خادمہ التعليم

پریس، ۱۹۰۴ء

”عبدالسلام ندوی“ (۰۰-۱۹۵۶ء)

(۲۶) ”حکمائے اسلام“ اعظم گڑھ، دار المصنفین، ۱۹۵۳-۱۹۵۶ء

”عبداللہ“، ”سید“ (۱۳۷۰ھ / ۱۹۸۶ء)

(۲۷) ”تعلیمی خطبات“، لاہور، مجلس ارادتمندان سید، ۱۹۶۶ء

”عتبی“

(۲۸) ”آئینہ چینی“ ترجمہ: تاریخ یمنی، وکیل احمد سکندر پوری، لکھنؤ، مطبع مصطفائی،

۱۳۹۳ھ

”عثمانی“ شبیر احمد بن فضل الرحمن (۱۳۰۵-۱۳۶۹ھ / ۱۸۸۷-۱۹۲۹ء)

(۲۹) ”فضل الباری (شرح اردو) صحیح البخاری“ کراچی، ادارہ علوم شرعیہ، ۱۳۹۳ھ

”عرشی“ امتیاز علی، (۲۱- فروری، ۱۹۸۱ء)

(۳۰) ”مقالات عرشی“، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۰ء

”کانپوری“ عبدالرزاق (۱۸۹۸/۱۹۲۸ء)

(۳۱) ”البراکہ“ کانپور، نامی پریس، ۱۸۹۷ء

”گستاوی“ بان

(۳۲) ”تمدن عرب“، ترجمہ: سید علی بلگرامی، آگرہ، مطبع مفید عام، ۱۸۹۸ء

”ماہر ہروی“ محمد زبیر (۱۹۰۶- فروری ۱۹۹۲ء)

(۳۳) ”اسلامی کتب خانے“، دہلی ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۱ء

”محمد سلیمان اشرف“ (۱۹۳۹ء)

(۳۴) ”المبین“، علیگزہ، مسلم یونیورسٹی، ۱۳۳۸ھ

”محمد شفیع“ (۱۹۶۳ء)

(۳۵) ”انظام کتب خانہ“، عباسی لیتھو آرٹ پریس، کراچی۔

”معین الدین احمد ندوی“ (۱۹۷۴ء)

(۳۶) ”تاریخ اسلام“، باردوم، اعظم گڑھ، معارف پریس، ۱۹۲۹ء

”مودودی“، سید ابوالاعلیٰ (۱۹۰۳-۱۹۶۹ء)

(۳۷) ”تفہیم القرآن“، طبع پنجم، لاہور، ترجمان القرآن، ۱۹۷۴ء

(۳۸) ”علمی تحقیقات کیوں اور کس طرح“، کراچی، ادارہ معارف، اسلامی، ’ب‘، ’ت‘



”نعمانی“ محمد عبدالرشید

(۳۹) ”امام ابن ماجہ اور علم حدیث“، کراچی، نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب،

۱۳۷۶ھ

”نقوی“، ’ذوالفقار علی‘ (۱۲۶۲-۱۳۴۰ھ)

(۴۰) ”قضاء العرب من ذکر علماء النحو والادب“، آگرہ، مطبع مفید عام، ۱۳۱۶ھ

”وان کریمر“ (Alfred Von Kremer)

(۴۱) ”مسلمانوں کی صنعت، حرفت، زراعت، تجارت“، ترجمہ: محمد جمیل الرحمن،

الہ آباد، کتابستان ۱۹۳۳ء

”ہیل“، ’جوزف‘

(۴۲) ”عربوں کا تمدن“، ترجمہ: نذیر نیازی، دہلی، مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، ۱۹۳۷ء

۲۔ الف اختر۔ قاضی احمد میاں جو ناگڑھی (۱۸۹۷-۱۶ اگست ۱۹۵۵ء، مترجم،

اسلامی کتب خانے عمد عباسی میں، لکھنؤ، الناظر پریس، ۱۹۲۸ء،

## ترکی کتاب

”حبیب“

(۱) ”خط و خطاطان“، قسطنطنیہ، مطبعۃ ابو الصیاء، ۱۳۰۵ھ

## فارسی کتب

آذر، لطف علی بیگ (۱۱۳۴ / ۱۱۹۵ھ)

(۱) آتش کده آذر، تهران، انتشارات امیرگیر

(۲) آریانا دائره المعارف، کابل، مطبعه عمومی کابل، ۱۳۲۸-۱۳۳۵ء

ابن الراوندی، محمد بن علی بن سلیمان (۶۰۳ھ)

(۳) راحة الصدور وآية السرور، تحقیق محمد اقبال، لیدن، ای، جے، بریل، ۱۹۲۱ء

ابن سینا ابو علی حسین بن عبداللہ بلخی ثم بخاری (۳۷۰-۴۲۸ھ / ۹۸۰-۱۰۳۷ء)

(۴) سرگزشت ابن سینا بقلم خود و شاگردش ابو عبید عبد الواحد جوزجانی با ترجمہ فارسی

مقدمہ سعید نفیسی، تهران انجم دوستداران کتاب ۱۳۳۱ف۔

اخوند میر غیاث الدین بن ہمام الدین بن خاندان شاہ (۹۰۳-۱۰۰۰ھ)

(۵) روضة الصفاء فی سیرة الانبیاء والملوک والخلفاء، لکھنؤ، نولکشور، ۱۹۱۳ء

اسفندیار، بہاء الدین محمد بن حسن (۱۰۰۰- بعد ۷۵۰ھ)

(۶) تاریخ طبرستان، تهران، کتابخانہ خاور، ب، ت

ایرانی، عبدالمحمد خان اصفہانی (۱۰۰۰- بعد ۱۳۴۵ھ)

(۷) پیدائش خط و خطاطان، طہران، چاپخانہ چہرہ نما، ۱۳۶۵ھ

حافظ شیرازی، شمس الدین محمد (۷۲۹-۷۹۲ھ)

(۸) دیوان خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی، طہران، چاپخانہ مجلس، ۱۳۲۰ھ

خلیلی

(۹) سلطنت غرنویان، کابل، مطبعہ عمومی، ۱۳۳۳ھ

دہجد، علی اکبر (۱۲۵۸-۱۳۲۳ف)

(۱۰) لغت نامہ، تهران، چاپخانہ دولتی ایران، ۱۳۳۷-۱۳۴۱ف،

دہلوی، عبدالحق بن سیف الدین (۹۵۸-۱۰۵۲ء)

(۱۱) اشعة المعات، بار ہفتم، نولکشور، ۱۹۱۳ء

راجری، علی

(۱۲) تذکرہ خوشنویسان معاصر، تہران، کتابخانہ ابن سینا، ۱۳۳۶ھ

رشید الدین فضل اللہ (۷۰۰-۷۱۶ھ / ۱۳۱۶-۰۰ء)

(۱۳) جامع التواریخ ذکر تاریخ آل سلجوق۔ بھی احمد آتش، انقرہ، چاپخانہ انجمن

تاریخ ترک، انقرہ، ۱۹۵۷ء

زمخشری، محمود بن عمر (۴۶۷-۵۳۵ھ / ۱۰۷۵-۱۱۴۴ء)

(۱۴) پیشروادب یا مقدمۃ الادب، محمد کاظم امام، تہران، چاپخانہ دانشگاه، ۱۳۴۲ھ

سرہندی، احمد بن عبدالاحد (۹۷۱-۱۰۶۴ھ)

(۱۵) در المعرفت، کراچی، مطبع ایجوکیشنل، ۱۹۷۲ء

صفا، ذبیح اللہ

(۱۶) تاریخ علوم عقلی در تمدن اسلامی تا اواسط قرن پنجم چاپ، دوم، تہران، چاپخانہ

دنگاہ، ۱۳۳۶ھ

عوفی، جمال الدین بن محمد بن یحییٰ (۰۰۰-بعد ۶۲۵ھ)

(۱۷) لباب الالباب، تحقیق سعید نفیسی، تہران، چاپ اتحاد، ۱۳۳۳ء

فرشتہ، محمد قاسم ہندہ شاہ (۰۰-۱۰۱۷ھ)

(۱۸) گلشن ابراہیمی، معروف بتاریخ فرشتہ لکھنؤ، نولکشور، ۱۲۸۱ھ

کرمانی، ناصر الدین (۰۰-۷۲۵ھ)

(۱۹) نسائم الاسحار من لطائف الاخبار و تاریخ وزراء، تحقیق جلال الدین حسین ارغوی،

طہران، چاپخانہ انگاہ، ۱۹۵۹ء

کریمان حسین

(۲۰) ری باستان، طہران، انجمن آثار ملی، ۱۳۳۵ھ

مظہر جانجانان شمس الدین بن مرزا جان تیموری (۱۱۱۱-۱۱۹۵ھ)

(۲۱) کلمات طیبات، دہلی، مطبع مجتہائی، ۱۸۹۱ء

منہاج الدین، عثمان بن سراج الدین محمد جوزجانی معروف بہ قاضی منہاج سراج

(۵۸۹-۵۶۵۸ھ)

(۲۲) طبقات ناصری، تحقیق عبدالحی حبیبی قندھاری، بار دوم، کابل، بوہتی، مطبعہ کابل،

۱۳۲۲-۱۳۲۳ھ

ناصر خسرو القبادیانی (۳۹۴-۴۸۱ھ / ۱۰۰۳-۱۰۹۰ء)

(۲۳) سفر نامہ، تحقیق محمد دیر سیاتی، تہران، کتاب فروشی زوار، ۱۳۵۳ء

نخجوانی، ہندہ شاہ بن سبخر

(۲۴) تجارب السلف در تواریخ خلفاء و وزرائی ایشان، طہران، مطبعہ فروین، ۱۳۱۳ء

نیک پرور، محمد

(۲۵) کتابخانہ ہائے آستان خراسان از آغاز اسلام تا عصر حاضر خراسان، چاپخانہ

خراسان، ۱۳۵۱ھ

واعظ بلخی، ابو بکر عبد اللہ بن عمر بن محمد بن داؤد

(۲۶) فضائل بلخ، ترجمہ فارسی عبد اللہ محمد بن محمد حسینی بلخی بتحصیہ عبدالحی حبیبی، طہران،

چاپخانہ داور پناہ، ۱۳۵۰ھ

وطواط، رشید الدین محمد بن محمد بن عبد الجلیل بلخی (۴۸۷-۵۷۳ھ)

(۲۷) دیوان رشید و طواط یا حدائق السحر فی دقائق السحر، تحقیق سعید قہیسی، طہران،

کتابخانہ بارانی، ۱۳۳۹ھ

---

## ENGLISH BOOKS

1. A. Moid, An Eleventh Centure (A.D.) Itemization of Islamic Sciences, (MS)
2. Ameer Ali Syed, A Short Histry of the Sarecens (London : 1961)
3. Arnold, Thomas & Guillaume, Alfred, The Legacy of Islam, 2nd ed. (London: 1968)
4. Brockelmann, Carl, Geschichte der Arabisehen Literature, (Leiden : 1843)
5. Browne, Edward G., Literary History of Persia, 4th ed., (London: 1956)
6. Deringer, David, The Alphabet: a Key to the History of Mankind, 2nd ed., (London: 1953)
7. Downs, Robert B. Books that changed the world, 2nd ed. Chicago America: 1978
8. Dozy R., Supplement Aux Dictionaries Arabes, Leiden : 1927
9. Fagan, Lavis, A Life of Sir Anthony Panizzi, (London : 1880)
10. Hessel, Alfred, A History of Libraries, (Washington : 1950)
11. Hitti, Philip K., History of the Arabs, 5th ed., (London : 1953)
12. Johnson, Elmer D., Communication, 2nd ed., (New York : 1960)

- 13 Lane, Edward W., Arabic English Lexicon, (New York : 1956)
- 14 Mittal, R. L. Library Administration : Theory and Practice (Delhi : 1964)
- 15 Margenthan, Hans J., Politics Among Nations: The Struggle for Power and Peace, 5th ed., (New York: 1964)
- 16 Muhammad Asad, Islam at the Crossroad (Lahore: 1947)
- 17 Muhammad Nazim, Life and Time of Sultan Mahmud Ghaznavi, (London: 1931)
- 18 Munford, W. A. Penny Rate, (London : 1951)
- 19 Nicholson, Reynard Aheyne, A Literary History of the Arabs, 2nd ed., (London: 1958)
- 20 Ogden, C. K., and Richard, I. A., The Meaning of Meaning, (London: 1952)
- 21 Riew, C., Supplement to the Arabic Manuscript in the British Museum, (London: 1894)
- 22 Resonthal, Franz, A History of Muslim Historiography, 2nd ed., (London : 1968)
- 23 Sayers, W.C.B., An Introduction to Library Classification, 9th ed. (London: 1954)
- 24 ..... Manual Classification, 3rd ed., (London: 1955)
- 25 Shalaby, Ahmad, History of Muslim Education, (Berat: 1959)

- 26 Sprout, Margaret and Harald, Foundations of National Power, 2nd ed., (New York: 1951)
- 27 Thompson, Anthony, Library Buildings of Britain and Europe, (London: 1963)
- 28 Toynbee, Arnold J., A Study of History, (London: 1935 - 1961)
- 29 Wheeler, J. L., and Goldhor Hesbert, Practical Administration of Public Libraries, (New York: 1962)
- 30 Encyclopaedia of Britannica, 11th ed.,
- 31 Encyclopaedia America, (New York: 1968)
- 32 Encyclopaedia of Islam, 1st and 2nd ed.,
- 33 Encyclopaedia of Libraries and Information Sciences.





- (۱۱) ” الفکر الاسلامی“، جلد ۷، شماره ۲، ۱۳۹۵ھ
- (۱۲) ” الکتاب“، القاہرہ، شماره ۲، ۱۹۶۸ء
- (۱۳) ” اللسان العربی“، الرباط، شماره ۶، ۱۹۶۹ء
- (۱۴) ” لواء الاسلام“، القاہرہ، جلد ۲ شماره ۲، ۱۳۶۸ھ-۱۹۴۹ء
- (۱۵) ” مجلة المجمع العلمي العراقي“، ج ۲، شماره ۱۰، ۱۳۷۵ھ
- ” ج ۶، ۸، ۱۳۷۸ھ
- ” ج ۶، ۱۲، ۱۳۸۴ھ
- ” ج ۷، ۱۳۶۰ھ
- ” ۱۳۶۰ھ
- ” ۱۳۹۳ھ
- (۱۶) ” مجلة مجمع اللغة العربية“، دمشق، جلد ۲۸، شماره ۲، ربيع الاول ۱۳۹۴ھ
- (۱۷) ” مجلة معهد المخطوطات العربية“، ج ۳، شماره ۲، ۱۳۷۷ھ، ۱۹۵۷ء
- (۱۸) ” مجلة الكلية للغة العربية“، الرياض، شماره ۲، ۱۳۹۲ھ، ۱۹۷۲ء
- (۱۹) ” المجلة القاہرہ“، شماره ۸، اپریل ۱۹۷۹ء
- (۲۰) ” مجلة المعهد المخطوطات العربية“، القاہرہ، جلد ۱، شماره ۲، ۱۹۵۵ء، جلد ۲، شماره ۲، ۱۹۵۷ء

ریزی

- (21) Islamic Culture, The Hyderabad Quarterly Review, Hyderabad  
Vol. 3, 1929.
- (22) The Library Quarterly, Chicago, University of Chicago  
Graduate Library School, Vol. 11, 1932-1953
- (23) Library Trends, Urbana Illinois: Illinois University Library  
School, Vol. 5, 4, April, 1957.
- (24) UNESCO Bulletin for libraries, Paris, UNESCO Publication  
Centre, Vol. XIX, No. 5 (September, October, 1965)





قلم گوید کہ من شاہمانم  
قلم کش را بہ دولت می رسانم

PEN SAYS

I AM THE KING OF THE WORLD

I CARRY THE PEN MAN

TO HONOUR

AND

POWER

## THE AUTHOR

Mawlana Muhammad Abdul Halim Chishti belongs to the distinguished class of ulama of the Indo-Pakistan subcontinent, generally known as the Ulama of Deoband. Born in Jaipur in April 1929, he received his early education in the local Masjid-Madrisah and soon after joined the renowned Islamic education centre, Dar al-Uloom, Deoband, where after completing a six year course of studies, he graduated in 1950. The same year he migrated to Pakistan and besides Master's degrees in Library Science and Islamiyat, he received doctrate in Library Science in 1981 from the Karachi University.

His quest for knowledge developed into deep love for books and this led him to libraries, otherwise a place of retreat for scholars. He had had opportunities of serving as librarian in reputed institutions in and outside Pakistan. At present Jamiyah al-Uloomil Islamia, Binnori Town, Karachi (Pakistan) is utilising his services as Mushrif (Director) for post-graduate studies (Spécialization) in Hadith and Fiqh.

Mawlana Muhammad Abdul Haleem Chisti is a versatile writer and besides a large number of Theses and Dissertations he has a good many book to his credit. A few of them are:

1. Arab libraries during Al-Jahiliyyah
2. Islamic Libraries
3. Commentary on Mirqat Al-Mafatih.

## CHAPTER XI

## EPILOGUE

## ACHIEVEMENTS AND AFTEREFFECTS

Islam is a comprehensive and complete Code of Life bestowed by the Creator Himself on His VICEGERENT for regulating his activities. Its teachings are based on AL-KITAB (Quran-ul-Hakim) i.e. Wahy. As such Islamic Culture and Civilization represent faithful understanding and application of the Islamic teaching. These teaching ceated an upsurge in its followers to understand Universe and promote and substantiate ILM (Knowledge) through Qalam. As such acquisition of knowledge (ILM) according to one's capacity was taken to be binding of course, with the provision of Farz-i-Ain. فرض عين and فرض كفايه Farz-i-Kifayah.

This understanding of Islamic teachings led to widespread knowledge (ILM) so much so that every Mosque and Khanqah became a centre of learning. The services that these centres rendered towards the development of Culture and Civilization are written on the pages of history. As such Islamic Culture and civilization are a reflection of Islamic Faith and Beliefs.

The contribution of Islamic Civilization and Culture to World Civilization and culture hardly needs a mention. It would be enough to say that wherever we see 'light', we find that its source is from Al-Kitab and the person who received it.

## CHAPTER X

## MANAGEMENT

Management of an institution however small it may be is its Life Blood. This chapter deals with management of libraries and has two sections:-

- i In the first section, the discussion centres round financial matters relating to libraries, their budgets buildings and provision of the materials needed, timings of the libraries, rules and regulations for lending books etc.
- ii In the second section, the responsibilities of the staff of the library have been discussed. The duties of the Treasurer, Caretaker, the precautions to be taken, the furniture needed for library and allied matters such as book binding, protection from white ants find a place in this chapter.



## CHAPTER IX

## BIBLIOGRAPHIES.

During the Abbasid period, the rising number and variety of Uloom (Sciences) necessitated the compilation of bibliographies. The men of insight took this task in hand. The intention was clear. In brief, they wanted that availability and selection of books for libraries, scholars and institutions should be made easy and that every lover of books should know the latest additions and the trends of thought in the social life of the people.

For this purpose, the men of letters started compiling bibliographies of their own works. This activity reached such a stage that bibliographies came to be known with other names also.

In this chapter, various names of bibliographies, definitions of bibliographies, categories of bibliographies, famous bibliographers, description of continents and the terminology of bibliography have been discussed.

## CHAPTER VIII

## CATALOGUING

The next step after gradation of books in a Library is cataloguing. Cataloguing, in fact, is the soul of a library. How conveniently a book can be made available to a reader, whether a layman or scholar, is the topmost object. The efforts made in this direction during the Abbasid period and the basic principles established for guidance in general have been discussed in this chapter.

Names, Laqab لقب Kunniyah كنية etc. their kinds, their arrangements in a name and how these should be mentioned in a catalogue, the important portion in a name, alphabetical order, differences in the names of books, main features of the books have also been discussed in this chapter.

اسم Ism كنية Kunniyah لقب Laqab etc. in the light of Quran-ul-Hakim.

Naming a thing is instinctive in man. The intention is to distinguish it from the other and understand it on that basis. Human beings have been doing so and would continue to do so. The person so named is called by that name. Sometimes along with his basic name, his Laqab لقب Khitab خطاب or كنية Kunniyah become so popular that instead of the basic name, he is called out by his Laqab/Kunniyah / Khitab. This is evident from the Quran-ul-Hakim. Further in some cases, the dominating characteristic becomes popular and the person concerned is called out by that 'Characteristic', e.g. Muzammil, Mudassir, Sahibul Hoot, Samiri, Firaun, Abu Lahab, Zulqarnain. The women.

## CHAPTER VII

## ORGANIZING KNOWLEDGE AND ITS GRADATION

The increasing activity in respect of seeking and spreading knowledge during the Abbasid period necessitated its proper channelization and control. The learned Muslim thinkers took notice of this situation and made concentrated efforts in this direction, These efforts have been discussed in this chapter which is divided in two sections:-

- i The first section deals with gradation on the basis of Uloom (Sciences)
- ii The second section deals with book classification on the basis of writing.

From this the reader gets an idea of not only the Current Uloom, but also the Uloom of the earlier period.

## CHAPTER VI

This chapter has two sections:

i The first section deals with production of paper, kinds of paper, centres of paper industry, understanding about good and bad white paper in the second material for writing, pen inkpot, ink, arrangements for copying calligraphy, arrangements for writing in Madrasahs have been discussed.

comparing them with the original ones. Such books were thereafter donated to Libraries. The travels of a book from writer to library have also been narrated.

## CHAPTER V

## INSTITUTIONAL AND LITERARY LIBRARIES

This chapter has two sections:

In this section Public Libraries have been discussed. By Public Libraries are meant the Libraries maintained in the Mosques, Khanqahs and Auqaf institutions.

In the second section Literary Libraries have been discussed. By Literary Libraries are meant the libraries maintained in educational institutions, hospitals, medical schools, and observatories.

The extent and scope of Libraries in the Abbasid period indicates the desire and efforts made during that period for the quest, acquisition and dissemination of knowledge not only for the existing generation but for the generations to come. Opportunities were made available to every category of the seekers of knowledge without distinction of caste and creed, commoners or men of rank.

SHAPING BOOKS  
COPYING OF BOOKS

In the previous chapter it has been amply discussed as to how the upsurge for acquiring knowledge during the Abbasid period became responsible for making collection of books and establishment of libraries as the most favourite hobby in every tier of social life. A good number of people used to spend their whole life in getting books and copying them with due care and then

## CHAPTER IV

PERSONAL, PUBLIC, TECHNICAL  
AND  
SPECIAL LIBRARIES

The people who responded to ISLAMI'S behest **اقراء** READ; and ..... ILM in writing with the core of their heart became deeply engaged in the following activities:-

1. **قرائت** READING / Mannerly
2. **كتابت** WRITING / Mannerly
3. **حفاظت** CAREFUL / Maintenance
4. **اشاعت** SPREADING / Dis-seminating.

and very soon the people in general became accustomed to these habits.

Just as the learned persons brought out compilations in respect of various aspects of 'AL-KITAB' (Al-Quran) and Collections of Sunna and Asar (i.e. Qira'at, Tafsir, Hadis, Fiqh, Kalam, Tasawuf, Nahv, Lughat, History, Ansab, Philosophy, Arithmetic, Medicine etc.) in every branch of ILM (knowledge) individual and special libraries came into existence. These Libraries are taken to be 'PERSONAL' as they belonged to an individual, but the services which they rendered to the people in general, they deserve to be called Institutional or Public.

In this category of libraries, the Libraries of Quran-ul-Hakim Commentators, Jurisprudents, Justices, Sufis, etc. have been discussed.

The above mentioned Libraries ultimately became Public Libraries through sale or Waqf or bequests while a few of these Libraries continued as Family Libraries. As such in Islamic Libraries this category of Libraries carries much importance.



## CHAPTER III LIBRARIES OF ABBASID CALIPHS

This chapter has two sections:

- i In the first section an analysis of the education and cultural activities during the Abbasid period has been given and after that Libraries of seventeen caliphs have been discussed.
- ii In the second section, the Libraries of those Rulers (also called Khulafae) who had affiliations with the Caliphs of Baghdad have been detailed: the former being 17 in number while the latter's number was 42..... in all the number comes to 59. Forty two (42) Libraries falling in the second category belong to twenty Royal lineages having affiliations with the Caliphs of Baghdad (Thirds, Fatimids, Ghaznawids, Seljuqs, Ghauries, Zaidiyas of Yemen etc.) and four Royal lineages who with the caliphs of Baghdad (Fatimids of Egypt, Banu Hamadan, Banu Umar and the Omayyid Caliphs of Spain numbering nine.)

In the two sections of this chapter 59 Libraries have been discussed in all. This is enough to indicate the influences which the special interest of Abbasid Caliphs in the establishment of Libraries i.e. spread of knowledge produced throughout the then Islamic world. A detailed analysis of these libraries in the light of the principles concluded by the author of the thesis will definitely need a few volumes.

**CHAPTER II**  
**WIDE POPULARITY OF 'KNOWLEDGE'**  
**AND**  
**EVOLUTION OF LIBRARIES.**

This chapter has two sections:

The first section deals with the wide popularity of seeking knowledge and the evolutionary stages of libraries emphasizing the Importance of ILM (Knowledge) and the four elements (basic factors) of Libraries, i.e. ILM, Writing, Books and Reading.

The Second section deals with the Libraries of the Prophets of Allah, their efforts in the field of libraries as well as the circumstances leading to the establishment of libraries and their effects on the social life of the people.

**WIDE POPULARITY OF KNOWLEDGE**

ILM (Knowledge) is a special prerogative of Man. In all instincts and habits Man appears to be common with animals. It is why man was given preference over Angels. <sup>(1)</sup>

Although in the matter of eating, drinking, walking and other instincts man is on the same footing as animals, but in the matter of thinking and appreciation of RIGHT and WRONG man has been given a distinctive character. As such 'QUEST FOR KNOWLEDGE' is INHERENT in man and this is naturally followed by his inherent desire to BROOD OVER IT and after that spread it to people in general.

---

1. XVII / 70 Al-Quran

The second section deals with 'Introduction' in which the aims and objects of the study, selection of the subject matter, previous study and the analysis of the sources along with the method of presentation have been elucidated.

## CHAPTER 1 ISLAMIC LIBRARIES

فسانہ گشت و کہن شد حدیث اسکندر  
سخن نو آرکہ نو را حلاوتے است دگر

The story of Alexander has since become a matter of PAST; bring out a fresh one, as the New One has a strange taste (Farrukhi)

This thesis under the heading 'Islamic Libraries' covers the whole Abbasid period from 133 A.H. to 656 .A.H. or 749 A.D. to 1258 A.D. in eleven chapter 5 briefly discussed hereafter.

### CHAPTER I 'Preface and Introduction.'

In the first section of the chapter it has been discussed that Libraries being the Fountain Head of intellect grow as an integral part of Culture and Civilization. In the case of Islamic Libraries, the establishment of Libraries, their increasing number and variety have their origin in Allah's Command **اقراء** and the resultant all embracing movement for learning that encompassed every nook and corner of the Abbasid Caliphate. The author has identified 60 directions in which the social life of the Muslim People had had its impact. Seven guiding principles for the establishment and publicity of Libraries during the Abbasid period as also three principles for location of libraries have been discussed. In addition, thirty guiding principles for identification of a Library itself have been mentioned. The numerical strength of Libraries during the Abbasid period has also been elucidated.

1. "فرہنی" Court poet MAHMOOD GHAZNAVI. (about 1000 A.D.)

\* پیچھے کہ تا کردہ قرآن درست  
کتب خانہ چند ملت ہشت

ISLAMIC LIBRARIES  
DURING THE ABBASID PERIOD  
(133 A.H. .... 656 A.H. / 749 A.D. .... 1258 A.D.)

A comprehensive thesis embracing Historical, Critical,  
Valuable and Novel information.....

ON

All that came about in obedience to ALLAH'S  
COMMAND 'اقراء' 'READ' ; such as Cultural functions,  
Establishment of Libraries: general and personal, technical  
and special, institutional and public as well as purely  
literary ones side by side with compilation of books,  
biographies, cataloguing of books and management of  
Libraries itself.

اقراء باسم ربك الذي خلق

(Read In the name of thy Lord who createth.)

1/ 96 - Al-Quran.



\* The prophet who was an orphan and did not learn  
Quran-ul-Hakim from any tutor, washed away the  
Libraries of all nations through his knowledge .....  
Saadi.

اقراء وربك اللطيف

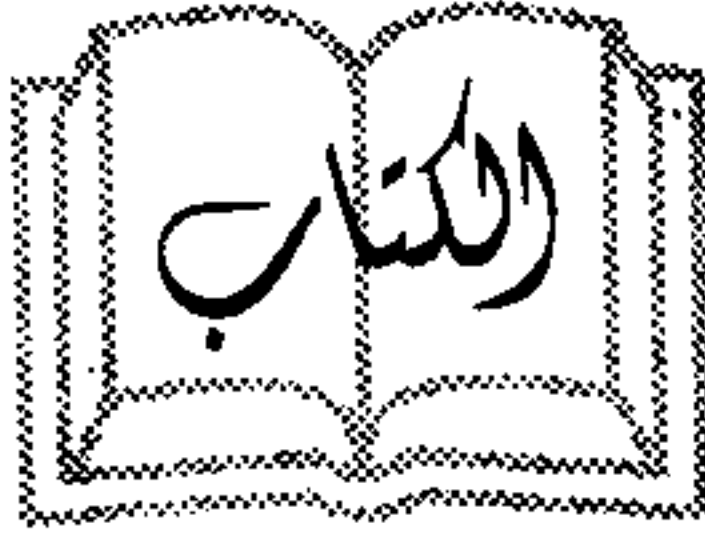
الذي علم بالقلم

٣٠٣/٩٦

THE CLOT - XCVI

- 3 Read: And thy Lord is the Most Bounteous
- 4 Who teacheth by the pen,

.....



ISLAMIC LIBRARIES  
DURING THE ABBASID PERIOD,  
THE HEY DAY  
OF  
ISLAMIC ERA

*By:*

**MAWLANA MUHAMMAD  
ABDUL HALEEM CHISHTI  
(Dr.)**